مرآۃ المناجیح

اردو ترجمہ وشرح

مشکوٰۃ المصابیح

مصنف

جلد (ہشتم)

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی

نعیمی کتب خانہ گجرات

باب فضائل سیّد المرسلین صلوٰت اللہ وسلامہٗ علیہ

رسولوں کے سردار کے فضائل کا بیان،ان پر اللہ کی رحمتیں اور سلام ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ فضائل جمع ہے فضیلت کی،فضیلت وہ خصوصی بزرگی ہے جو حضور انور کو عطا ہوئی آپ کے سوا کسی نبی ولی جن فرشتے کو عطا نہ ہوئی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد خدا تعالٰی ساری مخلوق سے افضل ہیں،آپ کا مثل رب تعالٰی نے پیدا ہی نہ فرمایا۔

دھر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات　　　قائم ہے تیری ذات سے سارا نظام کائنات

حضور کے خصوصی فضائل حد سے وراء شمار سے زیادہ ہیں۔ان کا شمار ساری مخلوق نہیں کرسکتی جو کوئی کچھ بیان کرتا ہے وہ صرف برکت کے لیے،سمندر کا قطرہ ریگستان کا ذرہ ہی بیان کرتا ہے وہ ایسے ہیں جیسا انہیں رب تعالٰی ہی جانتا ہے۔

لایمکن الثناء کما کان حقہٗ　　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اسی طرح صاحب مشکوۃ نے صرف ایمان تازہ کرنے اپنا نام حضور کے نعت خوانوں میں لکھوانے کے لیے یہ باب باندھا اور یہ فقیر گنہگار احمد یار اپنے نصیب پر ناز کرتا ہے کہ مجھے رب تعالٰی نے اس باب کی شرح لکھنے کی توفیق بخشی مجھے تو ان کا گنہگار امتی ہونے پر فخر ہے۔

بریں نازم کہ ہستم امت تو　　　گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

خیال رہے کہ حضور انور ساری خلقت سے افضل ہیں لہذا آپ نبیوں سے،رسولوں سے،عرش اعظم سے،کعبہ معظّمہ سے،کتاب اللہ لفظی قرآن مجید سب سے افضل ہیں کہ یہ سب چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں۔چنانچہ کعبہ دیکھنے والا حاجی ہے،کوئی نمازی،کوئی غازی،کوئی قاری یا قاضی ہے مگر حضور کو ایمان کے ساتھ دیکھنے والا صحابی ہے جو تمام سے افضل ہے۔اسی لیے جب حضور انور نے مکہ معظّمہ کو چھوڑا وہاں سے ہجرت کی تو مسلمانوں کو بلاعذر وہاں رہنا حرام ہوگیا حالانکہ کعبہ شریف وغیرہ وہاں موجود تھے،جب فتح مکہ فرمائی تب تاقیامت وہاں رہنا جائز بلکہ ثواب ہوگیا،جب حضور مکی تھے تو آیات قرآنیہ مکی ہوئیں،جب حضور مدنی ہو گئے تو آیاتِ قرآنیہ مدنی ہوگئیں۔رب نے مکہ کی قسم فرمائی اس لیے نہیں کہ وہاں کعبہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہاں حضور ہیں" لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ" حضور کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کا،اس کے بعد خاموشی بہتر ہے،دیکھو اشعۃ اللمعات۔

[1]- 5739 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ من القرنِ الَّذِي كنتُ مِنْهُ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اولاد آدم میں بہترین گروہ میں بھیجا گیا یکے بعد دیگرے گروہ ۱؎ حتی کہ میں اس گروہ سے ظاہر ہوا جس میں سے میں پہلے سے تھا ۲؎ (بخاری)

۱؎ یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک میرا نور جس قبیلہ وخاندان میں رہا وہ ہمیشہ دنیا بھر میں تمام خاندانوں سے بہتر تھا،اس میں اچھی خصلتیں شرافت نجابت تھی اور جن کے پیٹھوں یا پیٹوں میں یہ نور رہا وہ زنا اور کفرو شرک سے محفوظ رہے،از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ حضور انور کا کوئی دادا دادی کافر نہ ہوئے سب موحّد مؤمن رہے حتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مؤمن تھے،خود جناب خلیل نے فرمایا"رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوٰلِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ" یہاں ولوالدی سے آپ کے باپ تارخ اور والدہ تسلی بنت نمر مراد ہیں اور"وَاغۡفِرۡ لِاَبِیۡۤ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الضَّآلِّیۡنَ"میں اب سے مراد چچا آزر ہے۔والداور اب کا فرق خیال میں رہے۔

۲؎ قرن کے لفظی معنی ہیں ملنا،اصطلاح میں جماعت کو قرن کہتے ہیں،پھر زمانہ،ہم زمانہ لوگ،گروہ سب کو قرن کہتے ہیں،یہاں مراد ہے جماعت یا گروہ اور جماعت سے مراد ہیں حضور کے باپ داداؤں ماں اور ناناؤں کی جماعت یا اس سے مراد ہے صحابہ کرام اہل بیت اطہار کی جماعت یا مراد ہے تا قیامت حضور کی امت یا حضور کا سارا قبیلہ و خاندان،اگر آخری معنی مراد ہیں تو خیر سے مراد ہے اعلیٰ و اشرف قوم جس کی دنیا میں بڑی عزت کی جاتی ہو۔حضور کے خاندان میں اگرچہ بعض لوگ کافر تھے جیسے ابو لہب وغیرہ مگر تھے اونچے خاندان والے قریشی ہاشمی کہ ان کی دنیا میں بڑی عزت تھی اور دوسرے احتمالات کی بنا پر خیر کے معنی ہیں مؤمن متقی پرہیزگار کہ حضور انور کے والدین دادا نانا سب کے سب مؤمن موحد پرہیزگار تھے،کفر زنا،بری حرکتوں سے محفوظ تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی"وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ"اور پھر فرمایا"رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ"خدایا میری اولاد میں ایک جماعت مؤمن رہے میرے مولیٰ اس مؤمن جماعت میں آخری رسول بھیج۔کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور تو نور ہوں حضور کی نسل پاک آباء و اجداد نار والے ہوں،اللہ تعالیٰ نے حضور کا نور نورانی لوگوں میں رکھا۔(اشعۃ اللمعات)

[2]- 5740	
وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنَى هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ: «إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى مِنْ ولد إِبْرَاهِيم إِسْمَاعِيل وَاصْطفى من ولد إِسْمَاعِيل بني كنَانَة»	روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو چنا۱؎ اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا۲؎ اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھ کو بنی ہاشم میں سے چنا۳؎(مسلم)اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام سے جناب اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا۴؎ اور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے بنی کنانہ کو چن لیا۵؎

۱؎ لغت میں قریش سمندر کی وہ بڑی اور طاقتور مچھلی ہے جو دوسری مچھلیوں کو کھائے اور اسے کوئی نہ کھاسکے،پھر اس کے معنی ہوگئے غالب جو کسی سے مغلوب نہ ہو،پھر قریش نام ہوگیا نضر ابن کنانہ کی اولاد کا کہ یہ جماعت ہمیشہ سب پر غالب رہی اور تاقیامت سب سے اشرف رہے گی،کیوں نہ رہے کہ حضور انور قریشی ہیں۔

۲؎ کنانہ کے چند بیٹے تھے: ان میں سے ایک نضر ابن کنانہ تھے،نضر کی اولاد قریش ہے،کنانہ کے دوسرے بیٹوں کی اولاد کنانی تو ہے مگر قریش نہیں،قریشی سب سے افضل ہیں۔

۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف یہ ہے محمد رسول اللہ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبدمناف ابن قصی ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوی ابن غالب ابن فہرابن مالک ابن نضر ابن کنانہ ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن یاس ابن نضر ابن نزار ابن معد ابن عدنان،آگے اختلاف ہے۔ہاشم حضور کے چوتھے دادا ہیں ان کی اولاد کو بنی ہاشم کہتے ہیں،یہ حضرات سارے قریش میں افضل ہیں،بنی ہاشم ہی میں وہ آفتاب نبوت ماہتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم چمکے۔خیال رہے کہ حضرت اسحاق ابن ابراہیم کی نسل شریف میں ہزاروں نبی ہوئے،اولاد اسماعیل میں کوئی نبی نہیں ہوا بجز ہمارے حضور کے کیونکہ جس آسمان پر سورج ہے اس میں کوئی اور تارا نہیں اسی طرح عرب میں حضرت اسماعیل سے لے کر حضور انور تک کوئی نبی تشریف نہیں لائے۔

۴؎ حضرت اسحاق علیہ السلام ہزاروں نبیوں کے والد ہیں مگر چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضور انور کے والد ہیں اس لیے وہ اسحاق علیہ السلام سے بھی افضل ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے ۔۔۔ بے نور تھا خرد کا ستارہ ترے بغیر

۵؎ فرق یہ ہوا کہ پچھلی روایت میں بنی کنانہ تھا اور یہاں صرف کنانہ ہے بنی نہیں مگر مطلب ایک ہی ہے۔کنانہ ابن خزیمہ حضور انور کے پندرہویں دادا ہیں جن کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے،حضور کی ذات سے تمام باپ یا دادوں کے نام روشن ہوگئے۔ہم کو تو اپنے تیسرے دادا کا نام نہیں معلوم مگر حضور انور کے داداؤں کا نام دنیا میں مشہور ہے،آج کوئی نہیں بتاسکتا ہے کہ شاہجہان یا اکبر بادشاہوں کی ماں یا دائی کا نام کیا تھا وہ کیسی تھیں۔حضور کی دائی حلیمہ سعدیہ والدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان کے قصیدے دنیا میں پڑھے جارہے ہیں۔شاعر کہتا ہے

کم من اب قد علا بابن ذی شرف ۔۔۔ قد علا برسول اللہ عدنان

حضور نے وہ جگہ جس میں مشرکین کی قبریں اور گھورا تھا مسجد نبوی بنادی تو آج تک وہاں لاکھوں سجدے ہورہے ہیں، اگر وہ کریم ہمارے گندے دلوں پر نظر فرمادیں تو یہ دل عرش معلیٰ بن جاوے

گر سر میں رہے سودا ان کا سر گنبد خضرا ہو جاوے ۔۔۔ گر دل میں کھچے نقشہ ان کا دل عرش معلیٰ ہو جاوے
گلشن میں میں نے دیکھا ہے پھولوں میں خار بھی رہتے ہیں ۔۔۔ اے شاہِ عرب مجھ بد کا بھی طیبہ میں گزارا ہو جاوے

[3]- 5741 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں ۱؎ اور میں پہلا وہ ہوں جن کی قبر کھلے گی ۲؎ اور میں پہلا شفاعت فرمانے والا ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا ہوا ۳؎ (مسلم)

۱؎ قوم کا سید(سردار) وہ ہے جس کی طرف قوم مصیبتوں میں پناہ لے اور وہ ان کی مصیبتیں دفع کرے۔حضور تمام مخلوق کی پناہ دافع البلاء ہیں دیکھو مرقات۔چونکہ اس سرداری کا ظہور قیامت میں ہوگا کہ کوئی اس کا انکار نہ کرسکے گا، دنیا دیکھ لے گی وہ انہی کا

دن ہے سب ان کی پناہ لیں گے اس لیے قیامت کی قید لگائی گئی۔(لمعات،مرقات،اشعہ)جو لوگ آج ان سے فریاد کرنے کو شرک کہتے ہیں کل وہ بھی شفاعت کی بھیک انہیں سے مانگیں گے۔

ہم بھی محشر میں سیر دیکھیں گے　　　نجدی آج ان سے التجا نہ کرے

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی حضور تمام جہان کے لیے پناہ ہیں انہیں کی پناہ ہے کہ ہم جیسے گنہگار عذابِ الٰہی سے ہوئے بچے ہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور تمام نبیوں کے سردار سب سے افضل ہیں کیونکہ سارے نبی اولاد آدم ہیں اور جب سب نبیوں سے افضل ہوئے تو ساری مخلوق سے افضل ہوئے فرشتے ہوں یا جنات یا کوئی اور مخلوق۔(اشعہ،مرقات،لمعات)

۲؎ یعنی قیامت میں دوسرے نفخے پر سب سے پہلے ہماری قبر کھلے گی پہلے ہم اٹھیں گے۔ترمذی اور حاکم کی روایت میں ہے کہ پہلے ہماری قبر کھلے گی،پھر ابوبکر صدیق کی،پھر عمر فاروق کی،پھر ہم بقیع والوں کا انتظار کریں گے،پھر مکہ معظّمہ کے مدفونین کا ان سب کا حشر ہمارے ساتھ ہوگا۔

۳؎ یہ واقعہ بہت تفصیل سے شفاعت کے بیان میں گزر چکا کہ پہلے شفاعت حضور کریں گے اسی شفاعت کا نام شفاعت کبریٰ ہے،پھر دوسرے شفیع شفاعت کریں گے حتی کہ چھوٹے بچے،ماہ رمضان،قرآن مجید،کعبہ معظّمہ وغیرہم شفاعت کریں گے وہ شفاعتیں صغریٰ ہیں اس لیے حضور انور کو شفیع المذنبین کہتے ہیں۔گنہگاروں کو اس وقت پوچھنے والے جب کوئی نہ پوچھے ہم نے عرض کیا۔

ہیں جیتے جی کے یہ سارے جھگڑے مچی جو آنکھیں تمام چھوٹے
کریم جلوہ وہاں دکھانا جہانکہ سب منہ پھرا رہے ہیں

ترمذی کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے ہم کو جوڑا پہنایا جاوے گا،عرش کی داہنی طرف خاص جگہ پر ہم جلوہ گر ہوں گے،وہاں ہمارے سواء کوئی کھڑا نہ ہوگا۔(مرقات)احمد،ترمذی،ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ اس دن حمد کا جھنڈا ہمارے ہاتھ ہوگا،حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے سواء سارے نبی ہمارے جھنڈے تلے ہوں گے ہم یہ فخریہ نہیں فرماتے۔(مرقات)

[4]- 5742 وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الجنةِ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن میں تمام نبیوں سے زیادہ تابعین والا(امت والا)ہوں گا۱؎ اور میں پہلا وہ ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۲؎(مسلم)

۱؎ یعنی قیامت میں سب نبیوں سے زیادہ میری امت ہوگی۔چنانچہ جنتیوں کی ایک سوبیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسّی صفیں حضور کی امت کی ہوں گی باقی چالیس صفوں میں سارے نبیوں کی امتیں۔معلوم ہوا کہ زیادہ غلاموں والا ہونا آقا کی عظمت کی دلیل ہے۔چنانچہ قاریوں میں عاصم،اماموں میں حضرت ابو حنیفہ امام اعظم افضل ہیں کہ ان کے متبع زیادہ ہیں،مذہب حنفی مذہب اولیاء ہے اسّی فیصدی ولی حنفی ہیں،دیکھو ہماری کتاب جاءالحق حصہ دوم اور دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔

۲؎ یعنی دروازہ جنت ہم ہی کھلوائیں گے حضور انور سے پہلے دروازہ جنت پر نبیوں اور امتوں کا میلہ لگ چکا ہوگا۔حضور انور ابھی محشر میں ہوں گے گرتوں کو سنبھالنے،گنہگاروں کو بخشوانے،فریادیوں کی فریاد رسی میں مشغول ہونگے،ادھر دروازہ جنت بند ہوگا

حضور کی آمد کا انتظار ہوگا،آپ کے آنے پر دھوم مچ جاوے گی،آپ کے کھلوانے پر دروازہ جنت کھلے گا پہلے حضور تشریف لے جائیں گے،پھر دوسرے نبی،پھر حضور کی امت،پھر دوسری امتیں۔اللہ تعالٰی جنت کھلنے کا یہ نظارہ ہم کو بھی نصیب کرے۔

[5]- 5743 وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيَقُولُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُولُ: مُحَمَّدٌ. فيقولُ: بكَ أمرت أن لاأفتح لأحد قبلك ". رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر میں آؤں گا دروازہ کھلواؤں گا تو خازن جنت کہے گا آپ کون ہیں میں کہوں گا محمد ہوں ۱؎ وہ عرض کرے گا کہ مجھے آپ کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں ۲؎(مسلم)

۱؎اس کھلوانے میں اور پہلے سے کھلے ہوئے نہ ہونے میں یہ ہی دکھانا ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اتفاقًا حضور انور نے کھلوادیا اور نبی بھی اگر کھلواتے تو کھل جاتا۔

۲؎یہ ہے"**اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا**"کا ظہور،ہر دروازہ حضور کے ہاتھ سے ہی کھلے گا۔پہلا دروازہ شفاعت سے کھلے گا،دروازۂ رحمت دروازۂ مغفرت دروازۂ جنت حضور کے ہاتھ سے کھلیں گے۔اعلٰی حضرت نے فرمایا۔

تم سے جہاں کا وجود تم سے کھلا باب جود   تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود

[6]- 5744 وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ وَإِنَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَا صَدَّقَهُ مِنْ أُمَّته إِلَّا رجل وَاحِد» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے بارے میں ہم پہلے شفاعت کرنے والے ہیں ۱؎ کسی نبی کی تصدیق اتنی نہ کی گئی جتنی میری تصدیق کی گئی ۲؎ نبیوں میں بعض نبی وہ ہیں جن کی کسی نے بھی ان کی امت سے تصدیق نہ کی سوا ایک کے ۳؎(مسلم)

۱؎یعنی جو لوگ اعمال سے جنت کے قابل نہ ہوں گے ان کی شفاعت کرکے انہیں جنت میں داخل کروں گا۔**فی الجنة** سے پہلے **دخولهم** پوشیدہ ہے یعنی جنت کے داخلہ کے بارے میں ورنہ جنت میں پہنچنے کے بعد شفاعت کیسی۔(از مرقات)یا یہ مطلب ہے کہ جنت کے قابل جو لوگ ہوں گے اور ان کی شفاعت فرماؤں گا۔ترقی درجات کے متعلق کہ نیچے والوں کو اونچا کردیا جاوے تب درجات پوشیدہ ہے **فی درجات الجنة**۔

۲؎اس فرمان عالی کے دو معنی ہیں:ایک یہ کہ جتنے زیادہ لوگوں نے مجھ پر ایمان قبول کیا اتنے لوگ کسی اور نبی پر ایمان نہیں لائے یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ دوسرے نبی کسی خاص قوم کے نبی ہوتے تھے حضور انور سارے جہان کے نبی ہیں،نیز اور نبیوں کا زمانہ نبوت محدود تھا حضور کی نبوت تا قیامت ہے۔دوسرے یہ کہ جس قسم کی تصدیق میری کی گئی اس درجہ کی تصدیق کسی نبی کی نہیں کی گئی،میری امت مجھ پر دل وجان سے فدا ہے اور ہوگی۔یہ عشق سوز وگداز کسی اور امت کو نہیں ملا۔(اشعۃ اللمعات)

۳؎ یہ عبارت جملہ اول کے پہلے معنی کی تائید کرتی ہے۔یعنی میری امت دوسرے نبیوں کی امت سے زیادہ ہے۔نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تبلیغ فرمائی مگر صرف اسّی آدمی ایمان لائے آٹھ آدمی اپنے گھر کے بہتّر آدمی دوسرے،حضور نے تئیس سال تبلیغ فرمائی دیکھ لو آج تک کیا حال ہے،نوح علیہ السلام کے بارے میں رب فرماتا ہے:"وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیۡلٌ"۔

5745 -[7] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ أُحْسِنَ بُنْيَانُهُ تُرِكَ مِنْهُ مَوضِع لبنة فَطَافَ النظَّارُ يتعجَّبونَ من حُسنِ بنيانه إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِي الرُّسُلُ».وَفِي رِوَايَةٍ: «فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ».	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اور دوسرے نبیوں کی مثال اس محل کی سی ہے جس کی تعمیر بہت اچھی کی گئی اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی دیکھنے والے اس کے گرد چکر لگاتے تھے اور اچھی تعمیر سے تعجب کرتے تھے سواء اس اینٹ کے ۱؎ تو میں نے ہی اس اینٹ کی جگہ پُر کردی مجھ پر انبیاء ختم کردیئے گئے اور مجھ پر رسول ختم کردیئے گئے ۲؎ ایک روایت میں ہے کہ وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں اور نبیوں میں آخری نبی ہوں ۳؎ (مسلم و بخاری)

۱؎ سبحان اللہ! کیسی پیاری مثال ہے نبوت گویا نورانی محل ہے حضرات انبیاء کرام گویا اس کی نورانی اینٹیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم گویا اس محل کی آخری اینٹ ہیں جس پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور آخری نبی ہیں آپ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

کوئی اور پھول کہاں کھلے نہ جگہ ہے جوشش حسن سے
نہ بہار آور پہ رخ کرے کہ جھپک پلک کی تو خار ہے

۲؎ یعنی جیسے اس آخری اینٹ سے وہ محل مکمل ہوجاوے گا اور اس کے بعد اس میں کسی اینٹ کی جگہ نہ رہے گی یوں ہی مجھ سے نبوت کا محل مکمل ہوگیا اب کسی نبی کی گنجائش نہ رہی۔خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت زمین پر تشریف لائیں گے مگر وہ پہلے کے نبی ہیں بعد کے نبی نہیں یہ اینٹ پہلے کی لگی ہوئی ہے،نیز وہ اب نبوت کی شان سے نہ آئیں گے بلکہ حضور کے امتی ہو کر۔دیکھو موسیٰ علیہ السلام جب خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے تو نبوت کی شان سے نہ گئے ورنہ خضر علیہ السلام آپ کی اطاعت کرتے بلکہ اطاعت کی شان سے گئے تھے،حالانکہ اس وقت نبوت موسوی منسوخ نہیں ہوئی تھی،تو اگر عیسیٰ علیہ السلام جن کی نبوت منسوخ ہوچکی ہے حضور کی امت بن کر آویں تو کیوں انکار ہے۔

۳؎ اب کسی نبی کی نبوت ممکن نہیں۔خیال رہے کہ آخری بیٹا وہ ہے جس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہ ہو یہ ضروری نہیں کہ پچھلے سارے بیٹے مرچکے ہوں۔حضور کے آخری نبی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد کوئی پیدا نہ ہوگا،اگر پہلے کے کوئی نبی زندہ ہوں تو مضائقہ نہیں۔چار نبی اب تک زندہ ہیں: دو زمین پر حضرت خضر اور حضرت الیاس اور دو آسمان پر حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوۃ والسلام،ان کی زندگی حضور انور کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف نہیں۔اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کے زمانہ میں بھی کوئی نبی نہ پیدا ہوا نہ بہ شان نبوت رہا،سب سے اول سب سے آخر ایک ہی ہوسکتا ہے،حضور اول مخلوق ہیں اور آخری نبی ہیں"هُوَ الۡاَوَّلُ وَ الۡاٰخِرُ"الخ۔دیکھو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن۔

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نبیوں کی جماعت میں کوئی نبی نہ تھے مگر انہیں اتنے معجزات دیئے گئے جتنے لوگ ان جیسے معجزوں پر ایمان لائے ۱؎ اور جو خصوصی معجزہ مجھے عطا ہوا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی تو میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن زیادہ متبعین میں ہوں گا ۲؎ (مسلم، بخاری)	5746 -[8] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ» .

۱؎ یعنی ہر نبی کو وقت کے مناسب معجزے دیئے گئے جنہیں دیکھ کر اس زمانہ کے لوگ ایمان لانے پر مجبور ہوں۔چنانچہ دور عیسوی میں طب یونانی کا زور تھا تو آپ کو مردے زندہ کرنے اندھے کوڑے اچھا کرنے کا معجزہ عطا ہوا،دور موسوی میں جادو کا زور تھا تو آپ کو عصا کو سانپ بنادینے اور ہاتھ چمکا دینے کا معجزہ عطا ہوا تاکہ ان چیزوں کو ان فنون کے استاد دیکھیں اور ایمان لائیں،ان کی پیروی میں دوسرے لوگ ایمان لائیں،جب وہ دور گزر گیا وہ معجزے ختم کردیئے گئے۔اگر مرزا قادیانی نبی ہوتا تو وہ زمانہ سائنس کا تھا اسے کوئی ایسا معجزہ ملتا جس سے سائنس والے عاجز رہتے،دیکھو حضور انور کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت زبان دانی کا زور تھا تو حضور کو بلیغ کلام یعنی قرآن کا معجزہ عطا ہوا یہ قانون قدرت ہے۔

۲؎ یعنی گذشتہ نبیوں کے معجزات ان کے ساتھ ہی چلے گئے اب نہ عصاء موسوی ہے نہ تخت سلیمانی۔مگر میرا معجزہ قرآن ہے جو تاقیامت باقی رہے گا کیونکہ میری نبوت تاقیامت ہے اس سے ہر زمانہ میں لوگ قرآن کے ذریعہ مجھ پر ایمان لائیں گے۔خیال رہے کہ قرآن فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے آج علماء کے لیے معجزہ ہے مگر اس میں یہ خوبیاں ہیں کہ بار بار پڑھنے سے پرانا نہیں ہوگا،بغیر سمجھے لذت دیتا ہے،حفظ ہوجاتا ہے،عوام کو تڑپا دیتا ہے،اس کے ایک نقطہ میں تبدیلی نہ ہوسکی ان وجوہ سے عوام کے لیے معجزہ ہے،دوسری کتب آسمانی میں یہ خوبیاں نہ تھیں لہذا وہ معجزہ نہ تھیں۔خیال رہے کہ حضور کا ذکر کثیر،حضور کی بغیر دیکھے محبوبیت بھی زندہ جاوید معجزے ہیں،تمام حسینوں کے دیکھنے والے لاکھوں مگر ان کے عاشق ایک ایک آج حضور کا دیکھنے والا کوئی نہیں مگر حضور کے عاشق ان کے نام پر جان دے دینے والے لاکھوں ہیں یہ زندہ معجزے ہیں،رب نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا"وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ"نیز آج آسمان پر،پتھروں پر،گائے بکریوں،مرغی کے انڈوں پر حضور کا نام قدرتی طور پر لکھا دیکھا گیا ہے اور لکھا دیکھا جارہا ہے یہ سب حضور کے معجزے ہیں۔

روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے پانچ نعمتیں وہ دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں ۱؎ میں ایک ماہ کے راستے سے رعب کے ذریعہ مدد کیا گیا ۲؎ اور میرے لیے ساری زمین مسجد اور ذریعہ طہارت بنادی گئی ۳؎ کہ میری امت کے آدمی کو جس جگہ نماز آجاوے وہ وہاں ہی پڑھ لے اور میرے لئے غنیمتیں حلال کردی گئیں مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کی گئیں ۴؎ اور مجھے بڑی شفاعت دی گئی ۵؎ اور نبی خاص اپنی قوم کی	5747 -[9] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أدركته الصَّلَاةُ فليُصلِّ وأُحلَّتْ لي المغانمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ

قَبْلِي وَأَعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عامَّةً ".	طرف بھیجے جاتے تھے ۶ میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں ۷ (بخاری ومسلم)

۱؎ یہاں پانچ فرمانا حصر کے لیے نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں کہ یہ پانچ خصوصی فضیلتیں وہ ہیں جو میرے سواء کسی نبی کو نہ دی گئیں تو آئندہ کسی ولی کو ملنے کا احتمال ہی نہیں،ہزارہا خصوصیات ہیں جو حضور انور ہی کو ملیں کسی اور کو نہ ملیں۔لہذا یہ حدیث دوسری ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں اور خصوصیات کا بھی ذکر ہے۔

۲؎ یعنی جو دشمن مجھ سے جنگ کرنے آئیں ابھی وہ ایک ماہ کے راستہ پر مجھ سے دور ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں میری ہیبت چھا جاتی ہے اگرچہ وہ جنگ کریں مگر مرعوب ہوکر،یہ معجزہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔اب بھی حضور کے روضۂ اطہر پر پہلی حاضری کے وقت زائر کے دل میں حضور کی ہیبت بہت ہی ہوتی ہے بعد میں حضور سے انس و محبت پیدا ہوجاتی ہے۔

۳؎ یعنی دوسرے نبیوں کے دینوں میں نماز صرف ان کے عبادت خانوں میں ہوتی تھی گرجوں وغیرہ میں میری امت تمام روئے زمین پر جہاں چاہے نماز پڑھ سکتی ہے،ہاں بعض جگہ نماز جائز نہیں وہ کسی عارضہ سے ہے جیسے قبرستان،حمام،مذبح وغیرہ،نیز کسی دین میں تیمّم نہ تھا یہ صرف میرے دین میں ہے غسل اور بے وضوئی دونوں کا تیمّم زمین پر ہوسکتا ہے یہ ہماری خصوصیات میں سے ہے۔

۴؎ چنانچہ پچھلے دینوں میں جہاد تھے اور ان جہادوں میں مال غنیمت بھی حاصل کیا جاتا تھا مگر یہ مال غنیمت کسی پہاڑ پر رکھ دیا جاتا تھا اگر اس میں کچھ غبن نہ ہوتا تو غیبی آگ آتی اسے کھا جاتی،اگر ذرہ بھر بھی غبن ہوتا تو آگ نہ آتی،ہمارے دین میں غنیمت کا مال مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے،یوں ہی قربانی کا گوشت دوسرے دینوں میں کھایا نہیں جاتا تھا بلکہ پہاڑ پر رکھ دیا جاتا تھا جسے آگ کھا جاتی تھی اسلام میں قربانی کرنے والا بھی اور دوسرے بھی کھا سکتے ہیں۔

۵؎ یعنی شفاعت کبریٰ جسے شفاعت عامہ کہتے ہیں وہ صرف حضور ہی کریں گے،شفاعت صغریٰ دوسرے نبی،اولیاء اللہ، اور رمضان،قرآن وغیرہ بھی کریں گے،یہاں شفاعت کبریٰ مراد ہے۔

۶؎ اپنی قوم سے مراد وہ خاص قوم ہے جو ان کی امت دعوت ہوتی تھی جس پر واجب ہوتا تھا کہ ان نبی پر ایمان لائے خواہ اپنے خاندان کے لوگ ہوں یا اپنے شہر کے یا دوسرے لوگ۔لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ ابراہیم ولوط علیہما السلام ملک شام و فلسطین کے نبی تھے یہ لوگ ان حضرات کے خاندان کے تھے نہ وطن کے۔

۷؎ علماء کرام کے نزدیک اس فرمان عالی کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی نبوت کے ظہور سے لے کر قیامت تک لوگ آپ کے امتی ہیں خواہ کسی قوم کے ہوں کسی جگہ کے ہوں کسی وقت میں ہوں۔صوفیاء کرام کے نزدیک از آدم علیہ السلام تا روز قیامت سب حضور کے امتی ہیں حتی کہ گذشتہ انبیاء کرام بھی،ہاں وہ قومیں بالواسطہ امتی تھیں ہم لوگ بلاواسطہ اس لیے سارے نبیوں سے حضور پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثٰقَ النَّبِیّٖنَ"اور نبیوں نے حضور کے پیچھے معراج میں محمدی نماز پڑھی۔یہاں تو یہ ہے کہ ہم سارے انسانوں کی طرف بھیجے گئے،آگے آرہا ہے کہ ساری مخلوق کی طرف بھیجے گئے جس کا رب اللہ ہے اس کے نبی حضور ہیں،اللہ تعالٰی رب العلمین ہے حضور رحمۃ للعالمین۔

[10]- 5748	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ نے فرمایا مجھ کو تمام پیغمبروں پر چھ چیزوں سے بزرگی دی گئی ۱؎ مجھے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِستٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ ". رَوَاهُ مُسلم	جامع الفاظ دیئے گئے۲ ہیبت سے میری مدد کی گئی۳ میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنائی گئی اور میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا۴ اور مجھ سے نبی ختم کردیئے گئے۵(مسلم)

۱؎ ہم ابھی کچھ پہلے عرض کرچکے ہیں کہ پانچ چھ کا ذکر فرمانا حد بندی کے لیے نہیں حضور کو بے شمار خوبیوں میں بزرگی دی گئی ہے لہذا پانچ والی روایت بھی درست ہے اور چھ والی اور زیادہ والی بھی۔

۲؎ قرآن مجید کے الفاظ بھی جامع ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ بھی نہایت جامع ہیں کہ لفظ تھوڑے معنی مطلب بہت زیادہ۔دیکھو حضور فرماتے ہیں اعمال کا اعتبار نیتوں سے ہے،دین کی حقیقت خیر خواہی ہے،مؤمن کامل وہ ہے جو بیکار اور غیر مفید باتیں چھوڑ دے،چھوٹے چھوٹے جملے ہیں مگر ساری شریعت و طریقت ان میں بھری ہے،بعض محدثین نے ایسی حدیثیں کتابی شکلوں میں جمع فرمادی ہیں۔

۳؎ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ دشمنوں کے دل میں قدرتی طور پر حضور کا رعب تھا ایسا دیکھا گیا ہے کہ حضور انور اکیلے سورہے ہیں کافر تلوار لے کر آکھڑا ہوا مگر قتل نہ کرسکا تھرتھرا کر گر گیا۔

ہیبت حق است ایں از خلق نیست　　　ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

۴؎ خلق سے مراد ساری مخلوق ہے جاندار ہو یا بے جان،عاقل ہو یا غیر عاقل سب پر حضور کی نبوت حضور کے احکام نافذ ہیں۔ہاں حضور کے احکام ہر قسم کی مخلوق کے لیے علیحدہ ہیں،چاند سورج حضور کے مطیع ہیں،کنکروں پتھروں لکڑیوں نے حضور کا کلمہ پڑھا،یہ ساری مخلوق حضور کو نبی مانتی ہے سواء کفار جن و انس باقی سب حضور کو مانتے ہیں لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر ساری مخلوق حضور کی امت ہے تو سب پر نماز روزہ وغیرہ فرض ہونی چاہیے کیونکہ ہر مخلوق کے احکام جداگانہ ہیں۔خیال رہے کہ حضرت سلیمان سارے جن و انس کے بادشاہ تھے ان سب کے نبی نہ تھے،اسی طرح آدم علیہ السلام نہ ساری خلقت کے نبی تھے نہ سارے انسانوں کے بلکہ آپ کے زمانہ میں انسان تھے ہی تھوڑے جن کے آپ نبی تھے،اسی طرح نوح علیہ السلام کفار کے ڈوب جانے کے بعد سارے کشتی والوں کے نبی تھے اس وقت کل انسان اتنے ہی رہ گئے تھے،حضور انور کی خصوصیت یہ ہے کہ لاتعداد انسان ہوں اور آپ سب کے نبی ہوں تو سارے انسانوں کا اسی طرح نبی ہونا بھی حضور کی خصوصیت ہے اور ساری مخلوق کا نبی ہونا بھی حضور کی خصوصیت۔

۵؎ یعنی میں آخری نبی ہوں جس پر دور نبوت ختم ہوگیا میرے زمانہ میں یا میرے بعد کوئی نبی نہیں،جو نبی زندہ ہیں ان کی نبوت بھی منسوخ ہوگئی اب وہ میری امت کے ولی ہیں۔حضرت ابن عباس کی روایت میں جو ہے کہ زمین کے سات طبقے ہیں ہر طبقہ میں ابراہیم و موسیٰ اور محمد ہیں وہاں مراد ہادی برحق ہیں نہ کہ نبی۔

5749 -[11] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:	روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جامع باتوں کے ساتھ بھیجا گیا اور ہیبت سے میری مدد کی گئی جبکہ میں سورہا تھا تو میں نے اپنے کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے

«بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبينا أَنا نائِمٌ رأيتُنِي أُوتيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي»	خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں تو میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۱ (مسلم،بخاری)

۱یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں۔خیال رہے کہ تمام زمینی اور دریائی پیداواریں زمینی خزانے ہیں۔ان کی چابیاں آپ کو دیئے جانے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو ان سب کا مالک بنادیا اور مالک بھی اختیار والا کہ آپ لوگوں کو اپنے اختیار سے تقسیم فرمادیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے ہر کار بنایا تمہیں مختار بنایا

بے یار و مددگار جسے کوئی نہ پوچھے ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہے"اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا"حضور بہ عطاء الٰہی اللہ کے سارے خزانوں کے مالک ہیں،حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور سے جنت مانگی جو منظور فرمالیا گیا۔

[12]- 5750 وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ: الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ وإِنَّ رَبِّي قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بسَنَةٍ عَامَّةٍ وأَنْ لَا أُسلطَ عَلَيْهِم عدوّاً سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعضهم بَعْضًا ". رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی تو میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھے۱اور میری امت کا ملک وہاں تک ہی پہنچے گا جہاں تک کہ میرے لیے سمیٹ دیا گیا ۲ اور مجھے دو خزانے دیئے گئے سرخ و سفید۳اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا کہ انہیں عام قحط سے ہلاک نہ کرے۴اور ان پر ان کی جماعت کے سوا کوئی دشمن مسلط نہ کرے جو ان کی اصل اکھیڑ دے ۵ میرے رب نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم جب کوئی فیصلہ فرمادیتے ہیں تو وہ رد نہیں ہوسکتا ۶میں نے آپ کو آپ کی امت کے متعلق یہ وعدہ دے دیا کہ انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہ کروں گا اور ان پر ان کی جماعت کے علاوہ کوئی دشمن مسلط نہ کروں گا ۷جو ان کی اصل اکھیڑ دے اگرچہ وہ دنیا کے ہر طرف سے جمع ہوجاویں حتی کہ وہ امتی خود ان کے بعض بعض کو ہلاک کردیں گے اور بعضے بعض کو قیدی کریں گے ۸(مسلم)

۱یعنی ساری زمین مجھے مختصر کرکے دکھادی گئی میرے سامنے رکھ دی گئی۔یہاں مرقاۃ میں ہے کہ ساری زمین حضور انور کے سامنے کردی گئی جیسے آئینہ دار کے ہاتھ میں آئینہ۔(مرقات)حضور انور کو مشرق و مغرب کی سلطنت عطا کی گئی۔(دیکھو اشعۃ اللمعات)اس سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان،مشرق و مغرب حضور انور کی نظر میں بھی ہیں اور حضور انور کے تصرف میں بھی،

سمیٹ دینے اور دکھا دینے سے یہ دونوں باتیں ثابت ہوتی ہیں،حاضر ناظر کے یہ ہی معنی ہیں۔مشرق و مغرب دیکھنے کے معنی ہیں کہ میں نے ساری زمین دیکھ لی اس کا کوئی ذرہ چھپا نہیں رہا۔یہاں سمیٹ دینے دکھادینے کا ذکر تو ہوا مگر بعد میں میں چھپالینے کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات حضور انور کے سامنے ہے۔

۲؎ یعنی ساری روئے زمین پر میری امت کی سلطنت ہوگی۔زمین کے اکثر حصہ پر مسلمانوں کی بادشاہت رہ چکی ہے،قریب قیامت حضرت امام مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کے زمانہ میں تمام روئے زمین پر مسلمانوں کی بادشاہت ہوگی۔

۳؎ سرخ خزانہ سے مراد ہے کسریٰ شاہ فارس کے خزانے جن میں سونا زیادہ تھا اور سفید خزانہ سے مراد ہے روم کے خزانے جن میں چاندی زیادہ تھی،یہ دونوں ملک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے اور حضور انور کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

۴؎ یعنی میری امت قحط و بھوک سے ہلاک نہ ہوجائے لہذا اس پر اعتراض نہیں کہ بعض جگہ مسلمانوں پر قحط آجاتا ہے بعض مسلمان بھوک سے مرجاتے ہیں،یہاں عام امت کی ہلاکت مراد ہے۔

۵؎ بیضہ کے معنی ہیں انڈا بھی اور خود بھی پھر اسے بمعنی اصل استعمال کیا جاتا ہے۔یہاں اس سے مراد مسلمانوں کا وہ دارالسلطنت ہے جس کی تباہی سے مسلم قوم بالکل تباہ ہوجائے خواہ مدینہ منورہ مراد ہو یا کوئی اور جگہ۔حضور کی اس دعا کا ہی اثر ہے کہ اگرچہ مسلمانوں پر کبھی کفار غالب آجاتے ہیں مگر الحمدللہ انہیں فنا نہیں کرسکتے اور نہ فنا کرسکیں گے،مسلمان اگرچہ گنہگار ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے سایہ میں ہیں۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری دعا اور بھی مانگی تھی جس کا ذکر دوسری احادیث میں ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں جنگ اور خونریزی نہ ہو یہ متفق رہیں اس کے متعلق آگے ارشاد ہے۔خیال رہے کہ اس حدیث میں کفار کی سلطنت کی نفی نہیں بلکہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی نفی ہے،کفار مسلمانوں پر بادشاہ تو ہوجائیں گے مگر انہیں بالکل مٹا نہ سکیں گے کہ زمین پر ایک مسلمان نہ رہے۔

۶؎ یعنی اے محبوب نبی کو چاہیے کہ ایسی دعا نہ فرمائیں جو ہمارے فیصلے کے خلاف ہو کیونکہ ہمارے فیصلہ کے خلاف ہو نہیں سکتا اور ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ نبی کی دعا خالی جاوے لہذا نبی ایسی دعا کریں ہی نہیں،آپ کی یہ دونوں دعائیں تو قبول ہیں مگر تیسری دعا کرنے کی آپ کو اجازت نہیں۔

۷؎ یعنی مسلمان خود آپس میں لڑتے بھڑتے رہیں گے اس لیے کبھی کمزور بھی ہوجائیں گے اور تکلیف بھی پائیں گے اس کا ظہور آج تک ہورہا ہے۔اس گئے گزرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کی اتنی بادشاہتیں موجود ہیں کہ اگر یہ سب متفق ہوجائیں تو کوئی طاقت انہیں دبا نہ سکے مگر یہ ایسے نیک ہیں کہ دو ایک نہیں ہوتے،مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ

مصرع دل میں دو حرف ہیں اور وہ بھی جدا ایک سے ایک

۸؎ اس فرمان عالی میں اس جانب اشارہ ہے کہ مسلمان آپس میں لڑتے بھڑتے رہیں گے مگر فنا پھر بھی نہ ہوں گے۔

[13]- 5751 وَعَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِي مُعَاوِيَةَ دَخَلَ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَدَعَا رَبَّهُ طَوِيلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: «سَأَلْتُ رَبِّي	روایت ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی معاویہ کی مسجد پر گزرے۱؎ اس میں تشریف لے گئے وہاں دو رکعتیں پڑھیں ۲؎ اور ہم نے حضور کے ساتھ نماز پڑھی ۳؎ حضور نے اپنے رب سے دراز دعا مانگی پھر فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں ۴؎ اس نے مجھے دو عطا

ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالسَّنَةِ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالْغَرَق فَأَعْطَانيها وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ بأسهم بَينهم فَمَنَعَنِيهَا» . رَوَاهُ مُسلم	فرمادیں اور ایک سے منع فرمادیا۵ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرے اس نے مجھے یہ عطا فرمادیا، میں نے سوال کیا کہ میری امت کو ڈبو کر ہلاک نہ کرے اس نے مجھے یہ بھی عطا فرمادیا، میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ ان کی آپس میں جنگ نہ ہو مجھے اس سوال سے منع فرمادیا۶ (مسلم)

۱؎ بنی معاویہ انصار کا ایک قبیلہ ہے،انہوں نے اپنے محلّہ میں مسجد بنائی تھی جسے مسجد بنی معاویہ کہا جاتا تھا۔شیخ نے فرمایا کہ وہ مسجد اب بھی عوالی مدینہ میں ہے اس کے کچھ آثار موجود ہیں،اس کے صحن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے قدم کا نشان ہے مگر اب اس کے نشان دیکھے نہیں جاتے۔

۲؎ ظاہر یہ ہے کہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد تھی اگر کسی مسجد میں اتفاقًا جاوے تو بھی وہاں دو رکعتیں پڑھ لے اسے تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے۔

۳؎ ظاہر یہ ہے کہ ساتھ سے مراد جماعت نہیں بلکہ ان سب حضرات نے الگ الگ تحیۃ المسجد کے نفل پڑھے مگر حضور کے ساتھ پڑھے اور اگر جماعت مراد ہے تو یہ جماعت اتفاقیہ طور پر تھی اہتمام سے نہ تھی،نفل کی جماعت بغیر اہتمام اتفاقًا کرلینا جائز ہے۔

۴؎ اس حدیث میں تفصیل ہے پچھلی حدیث میں اجمال تھا،وہاں دو دعاؤں کا ذکر تھا یہاں تین دعاؤں کا ذکر ہے۔یہ واقعہ صرف یہاں ایک بار ہوا مگر اس کا ذکر مختلف طریقہ سے مختلف احادیث میں ہے۔

۵؎ یعنی اس تیسری چیز کے مانگنے سے منع فرمادیا کہ آپ یہ دعا نہ کریں۔

۶؎ خیال رہے کہ اس قسم کی دعاؤں سے حضور انور کو منع فرمادینے میں حضور کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے۔اس ممانعت کا مقصود یہ ہے کہ حضور انور کی زبان خالی نہ جائے۔سوال نہ کرنے دینے اور سوال رد کردینے میں بڑا فرق ہے۔

5752 -[14]	روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے ملاقات کی میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات سناؤ جو توریت میں مذکور ہیں ۲؎ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم حضور توریت میں بعض ان صفات سے موصوف ہیں جو قرآن میں موجود ہیں ۳؎ وہاں ارشاد ہے اے نبی ۴؎ ہم نے تم کو گواہ ۵؎ بشارت دینے والے ڈرانے والا ۶؎ بے پڑھوں کا حفاظت کرنے والا پناہ بناکر بھیجا ۷؎ تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ۸؎ نہ سخت دل نہ سخت زبان نہ بازاروں میں شور کرنے والے ۹؎ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معافی و بخشش کردیتے ہیں ۱۰؎ اللہ انہیں وفات نہ دے گا حتی کہ ان کے ذریعہ ٹیڑھے دین کو سیدھا کردے گا ۱۱؎ اس طرح کہ لوگ کہیں
وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ: أَجَلْ وَاللَّهِ إِنَّهُ لموصوف بِبَعْض صفته فِي القرآنِ: (يَا أَيُّها النبيُّ إِنَّا أرسلناكَ شَاهدا ومُبشِّراً وَنَذِيرا) وحِرْزا للأُمِّيينَ أَنْت بعدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّاب فِي الْأَسْوَاق وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا. رَوَاهُ	

اَلْبُخَارِيُّ	گے لا الہ الا اللہ ۱۲؎ اور اس سے اللہ اندھی آنکھیں بہرے کان اور ڈھکے دل کھول دے گا ۱۳؎ (بخاری)

۱؎ عطاء ابن یسار مشہور تابعی بھی ہیں اور آپ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں،حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص نے توریت علماء یہود سے سیکھی تھی۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف پڑھنی اور دوسرے سے پڑھوا کر سننی دونوں سنت صحابہ ہیں اور گذشتہ آسمانی کتابوں کے نعت والے مضامین یاد کرنا لوگوں کو سنانا بھی سنت ہے،پچھلی کتابوں میں حضور کی نعت تلاش کرنی بھی سنت ہے،بعض حضرات نے ہندو شاعروں کے نعتیہ کلام کتابی شکل میں شائع کیے ہیں یہ سب اس عمل سے ماخوذ ہیں۔

۳؎ یعنی توریت شریف میں بزبان عبرانی حضور انور کے بعض صفات ایسے مذکور ہیں جو قرآن کریم میں مذکور صفات کے بالکل مطابق ہیں۔

۴؎ جیسے قرآن مجید میں گذشتہ نبیوں کو پکارا گیا ہے ایسے ہی توریت شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پکارا گیا تھا۔جس آیت توریت کا یہ ترجمہ ہے اس میں حضور انور کو پکار کر حضور کے اوصاف بیان کیے گئے اور مخلوق کو سنائے گئے ہیں،کہیں توریت میں اہل کتاب کو پکار کر حضور کے اوصاف سنائے گئے۔

۵؎ یہ آیتِ کریمہ جزوی طور پر قرآن مجید میں موجود ہے،اس کی تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔شاہد یا بنا ہے شہود سے تو اس کے معنی ہیں حاضر،یا مشاہدہ سے تو معنی ہیں ناظر،یا شہادت سے تو معنی ہیں گواہ۔حضور دنیا میں اللہ کی ذات و صفات سارے عالم غیب کے گواہ ہیں،پچھلے نبی سن کر گواہ تھے حضور انور عینی گواہ کہ سب کچھ دیکھ کر آئے اور گواہی دی اسی لیے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں کہ عینی گواہ پر گواہی ختم ہوجاتی ہے،سمعی گواہ پر عینی گواہ کا انتظار رہتا ہے۔آخرت میں حضور رب کے سامنے اپنی امت کے عقائد اعمال اقوال کے عینی گواہ،سارے نبیوں انکی امتوں کے ہر حال کے عینی گواہ ہیں،نیز دنیا میں لوگوں کے انجام کے گواہ ہیں کہ کون مؤمن مرے گا کون کافر،مؤمنوں میں کون صدیق ہے کون فاروق،کون کس عہدے پر ہے۔غرض کہ حضور کی گواہی بہت اعلیٰ اور جامع ہے۔شاہد بمعنی محبوب یعنی عشاق کے دل میں رہنے والے بھی ہیں۔

۶؎ سارے نبیوں نے سن کر بشارت دی اور ڈرایا حضور انور نے جنت و دوزخ کی سیر فرماکر ہر شخص کا ٹھکانہ مکان جگہ دیکھ کر بشارت دی اور ڈرایا۔یہ فرق ہے حضور کی بشارت و نذارت اور دوسرے نبیوں کی بشارت و نذارت میں۔

۷؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہیں کہ آپ کے دامن میں امت پناہ لیے ہوئے ہے۔**امیین** کے معنی یا تو ہیں امّ القریٰ والے یعنی مکہ کے لوگ یا بے پڑھے لوگ کیونکہ اہل عرب عمومًا بے پڑھے تھے اس زمانہ میں،یا اس کے معنی ہیں نبی امّی والے یعنی ساری امت کے رسول اللہ،یہ تیسرے معنی بہت موزوں ہیں کہ اس میں ساری امت داخل ہے۔(مرقات) حضور کا پناہ ہونا توریت میں مذکور تھا۔

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ہمچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام

۸؎ حضور انور بھی اللہ کے عبد ہیں اور ہم بھی اللہ کے عبدوبندے ہیں مگر دونوں کی عبدیت میں فرق یہ ہے کہ ہم کو ناز ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور دستِ قدرت کو ناز ہے کہ حضور انور میرے بندے ہیں"**هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ**"الخ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر　　　　　　ایں سراپا انتظار او منتظر

سارے بندے اللہ کی رحمت کا انتظار کرتے ہیں اور اللہ کی رحمت حضور انور کا انتظار کرتی ہے۔توریت میں حضور کا نام متوکل تھا کیونکہ حضور نے اتنا بڑا تبلیغ کا کام کیابغیر ظاہری سہارے کے۔بھائی کوئی نہیں،ماں باپ بچپن شریف میں رخصت ہوگئے،جو اقرباء تھے وہ دشمن تھے،ایسے ناسازگار حالات میں دنیا کی کایاپلٹ دینا غیبی طاقت نہیں تو اور کیا ہے۔

۹؎ حضور جیسا نرم دل،حضور جیسا شیریں گفتار،حضور جیسا نیک کردار آسمان نے نہ دیکھا آسمان تو کیا خالق دو جہاں نے نہ دیکھا کیونکہ اس نے ایسا کوئی بندہ پیدا ہی نہیں کیاپھر دیکھنے کے کیا معنی۔حضور وہ ہیں جنہوں نے ابو سفیان ہندہ،عکرمہ،وحشی کو معاف فرمایا،لوگوں کی گالیاں سن کر دعائیں دینے والے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں　　　　　سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

حضور بازار میں تشریف لے جاتے تھے مگر وہاں شور کے لیے نہیں بلکہ تبلیغ احکام کے لیے اسی لیے یہاں **سخاب** کی نفی فرمائی نہ کہ **ذھاب** یعنی جانے کی۔

۱۰؎ یہاں ذاتی برائی کرنے والوں کا ذکر ہے۔حضور انور نے اپنے ذاتی دشمن سے بدلہ نہ لیا معافی دی مگر دینی قومی ملکی دشمن کو معاف نہ کیا ضرور سزا دی۔وحشی عکرمہ وغیرہم کو معافی دے دی کہ وہ دشمن ذاتی تھے مگر فاطمہ مخذومیہ نے چوری کرلی تو اسے ہرگز معاف نہ فرمایا ہاتھ کٹوادیا کہ وہ دینی قانون کی مجرمہ تھی،یہ فرق ضرور خیال میں رہے۔آج ہمارا عمل برعکس ہے معافی اور بخشش میں بڑا فرق ہے،رب فرماتاہے:"اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ" حضور کی زندگی شریف اس آیت کی تفسیر ہے۔ مرقات نے فرمایا کسی کا عیب چھپالینا مغفرت ہے اور سزا نہ دینا معافی ہے۔حضور اللہ تعالٰی کی صفات کے مظہر ہیں،اللہ تعالٰی عفو بھی ہے اور غفور بھی ہے،حضور کو یہ صفات رب نے پوری پوری عطا فرمائی ہیں۔

۱۱؎ ٹیڑھے دین سے مراد ملت ابراہیمی ہے جس میں کفار مکہ نے زیادتی کمی کرکے اسے ٹیڑھا کردیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام برائیوں کو دور کرکے جیسی وہ ملت تھی اسے ویسا کردیا یہ ہے اس ملت کا سیدھا کرنا۔(مرآت)یہ شرح بہت اعلٰی ہے۔

۱۲؎ **لا الہ** کہنے سے مراد ہے سارے اسلامی عقیدے مان لینا جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں **الحمد** پڑھنا واجب ہے یعنی ساری سورۂ فاتحہ۔

۱۳؎ یعنی حضور کے ذریعہ سےلوگوں کو کلمہ طیبہ نصیب ہوگا اور کلمہ طیبہ کے ذریعہ لوگوں کی اندھی آنکھیں روشن،بہرے کان سننے والے،غافل دل جاگ جائیں گے۔بعض روایات میں **بھا** کی بجائے **بہ** یعنی حضور انور کے ذریعہ یہ تین نعمتیں ان کو ملیں گی۔

[15]- 5753	
وَكَذَا الدَّارِمِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ نَحْوَهُ وَذَكَرَ حَدِيثَ أَبِي هُرَيْرَةَ:«نَحْنُ الْآخَرُونَ»فِي «بَاب الْجُمُعَةِ»	یوں ہی اسے دارمی نے بروایت عطاء عن عبداللہ ابن سلام بھی اسی طرح روایت کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ہم آخر ہیں **باب الجمعۃ** میں ذکر کردی گئی۔

الفصل الثانی
دوسری فصل

روایت ہے حضرت خباب ابن ارت سے ۱؎ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو اسے بہت دراز فرمایا ۲؎ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ایسی نماز پڑھی جو کبھی نہ پڑھتے تھے ۳؎ فرمایا ہاں یہ نماز رغبت اور ڈر کی ہے ۴؎ میں نے اس میں اللہ سے تین چیزیں مانگیں تو اس نے مجھے دو عطا فرمادیں اور ایک سے منع فرمادیا ۵؎ میں نے اس سے مانگا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ فرمائے اس نے مجھے عطا فرمادیا اور میں نے اس سے مانگا کہ ان پر ان کا غیر دشمن مسلط نہ فرمائے ۶؎ مجھے عطافرمادیااور میں نےاس سے مانگاکہ ان کے بعض کو بعض کی سختی نہ چکھائے اس سے مجھے منع فرمادیا ۷؎ (ترمذی،نسائی)	[16]- 5754 عَن خبَّابِ بنِ الأرتِّ قَالَ: صَلَّى بنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً فَأَطَالَهَا. قَالُوا: يَا رَسُولَ الله صلَّيتَ صَلَاةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيهَا قَالَ: «أَجَلْ إِنَّهَا صَلَاةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ وَإِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ فِيهَا ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِسَنَةٍ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُذِيقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فمنعَنيها» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ

۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں،پرانے مؤمن ہیں،حضور کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے،کفار کی ایذا پر بہت صبر کیا،بدر میں شریک ہوئے،کوفہ میں سب سے پہلے وہ مسلمان ہیں جن کی وفات ہوئی،حضرت علی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی،کوفہ میں ہی آپ کا مزار شریف ہے۔(اشعہ)

۲؎ یا تو اس طرح دراز فرمایا کہ اس نماز کے سارے ارکان دراز کئے یا اس طرح کہ اس میں دعا دراز مانگی،دیکھو مرقات۔یا سجدہ دراز کیا اور سجدہ میں دعا طویل مانگی،نوافل کے سجدہ میں دعا مانگنا جائز ہے یہ نماز نفل ہی تھی جو اس کے لیے ادا کی گئی تھی۔

۳؎ یعنی اس وقت آپ نماز کبھی نہ پڑھتے تھے ایسی دراز اور لمبی نماز آپ کبھی نہ پڑھتے تھے اس صورت میں دن کی نماز مراد ہوگی کیونکہ حضور انور تہجد کی نماز تو بہت ہی دراز پڑھتے تھے۔

۴؎ یعنی دوسری نمازوں میں یا امید غالب ہوتی ہے یا خوف الٰہی غالب مگر اس نماز میں امید و خوف دونوں کامل طور پر جمع تھے۔ جب نماز ایسی میسر ہو تو اسے خوب دراز پڑھنا چاہیے تاکہ خوف و امید کا کمال دیر تک رہے۔خیال رہے کہ یہاں امید و خوف سے مراد ہے اپنی امت کے متعلق امید و خوف،ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی محبوبیت مقبولیت کا یقین ہے وہاں نہ محض امید کی گنجائش ہےنہ خوف کی۔یا مطلب یہ ہے کہ اس نماز میں جو دعا مانگی اس کی قبولیت کی امید تھی اور انکار کا خطرہ،چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دو دعائیں قبول ہوئیں اور تیسری دعا سے روک دیا گیا۔

۵؎ منع فرمانے کے وہ ہی معنی ہیں کہ مجھے یہ دعا مانگنے سے منع فرما دیااس میں دعا کا رد نہیں ہے،رد دعا اور چیز ہے منع عن الدعاء کچھ اور چیز،منع میں محبوبیت کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

۶؎ غیر سے مراد کفار ہیں اور مسلط کرنے سے مراد ہے مسلمانوں پر اس طرح چھا جانا کہ مسلمانوں کو وہ بالکل ہلاک کردیں کہ کوئی مسلمان نہ بچے جیساکہ پہلے گزرا،آج تک نہ تو ایسا ہوا ہے اور نہ ان شاءاللہ ایسا ہوگا۔

ے اس کی شرح پہلے ہوچکی ہے کہ مسلمانوں میں آپس کی جنگیں تو رہیں گی۔چنانچہ خلافت عثمانی کے آخر دور میں مسلمانوں میں جنگ ہوئی سب سے پہلے حضرت عثمان غنی شہید کیے گئے،اس دن کی میان سے نکلی ہوئی تلوار آج تک میان میں نہ گئی،ہر دور میں مسلمان آپس میں لڑتے بھڑتے ہی رہے،خلافت حیدری میں مسلمانوں کا آپس میں جو کشت و خون ہوا وہ سب کو معلوم ہے،تمام جنگوں میں فریقین کے قریبًا اسّی ہزار مسلمان قتل ہوئے۔معالم التنزیل میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی"قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ"تو حضور انور نے عرض کیا اعوذ بوجهك پھر فرمایا گیا"اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ"عرض کیا اعوذ بوجهك پھر فرمایا"اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ"حضور انور نے عرض کیا الٰهی هذا اهون هذا ایسر الٰهی آسمانی عذاب اور زمینی عذابوں سے یہ آپس کی جنگوں کا عذاب آسان ہے۔

[17]- 5755 وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ: أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلَكُوا جَمِيعًا وَأَنْ لَا يُظْهِرَ أَهْلَ الْبَاطِلِ على أهلِ الحَقِّ وَأَن لَا تجتمِعوا على ضَلَالَة ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُد	روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے تم کو تین آفتوں سے امان دے دی،تم پر تمہارے نبی بد دعا نہ کریں گے کہ تم سارے ہلاک نہ ہو جاؤ۱ اور جھوٹے لوگ حق والوں پر غالب نہیں آئیں گے ۲ اس سے کہ تم گمراہی پر جمع نہ ہوؤ گے ۳(ابوداؤد)

۱ یعنی جیسے گذشتہ نبیوں نے اپنی سرکش قوموں کے لیے بددعائیں کیں اور ان پر عام عذاب آئے حتی کہ زمانہ نوحی میں روئے زمین پر کوئی کافر نہ رہا الحمدللہ میں تمہارے لیے بددعا نہ کروں گا۔اولًا تو اس لیے کہ میں رحمۃ للعالمین ہوں کسی پر بددعا نہیں کرتا،دوسرے اس لیے کہ میری قوم گذشتہ قوموں کی طرح سرکش نہیں میری قوم میں اکثر لوگ مؤمن ہوجائیں گے، بعض کافر مریں گے مگر ان کی وجہ سے عام بددعا نہ کروں گا۔(مرقات واشعہ)

۲ یعنی میری امت میں بڑے بڑے بیدین پیدا ہوں گے مگر وہ کبھی اہل حق پر غالب نہیں آسکیں گے اگرچہ بظاہر بیدین بڑے سازوسامان سے لیس ہوں گے اور اہل حق بظاہر بے سامان ہوں گے مگر ہمیشہ غلبہ اہل حق کو ہی رہے گا آج تک اسی کا ظہور ہو رہا ہے۔اہل سنت کے پاس ترقی کے اسباب بہت کم ہیں اور اہل باطل کے پاس ہر طرح کے اسباب ہیں مگر غلبہ اہل سنت ہی کا ہے۔

۳ یعنی جیسے گذشتہ امتیں جب گمراہ ہوتی تھیں تو ساری کی ساری گمراہ ہوجاتی تھیں ان کے پاس کتاب الٰہی اور انبیاء کرام کی تعلیم باقی نہیں رہتی تھی میری امت میں ایسا نہ ہوگا ان میں گمراہ فرقے بہت پیدا ہوں گے مگر ایک فرقہ حق پر بھی رہے گا۔اس فرقہ کی پہچان دو بیان کی گئیں ہیں: ایک یہ کہ ما علیه انا واصحابی میری اور میرے صحابہ کی سنت کے متبع ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ جماعت ان ہی کی زیادہ ہوگی اتبعوا السواد الاعظم،الحمدللہ!۔تیسرے یہ کہ اس فرقے میں اولیاء اللہ ہونگے، رب فرماتا ہے:"وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ"اور فرماتا ہے:"صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"۔یہ تینوں چیزیں اسی فرقہ اہلسنت والجماعت میں ہیں،یہ جماعت برحق ہے۔اولیاء اللہ وہ ہیں جو مؤمن ہوں اور متقی ہوں اور لوگ انہیں خواہ مخواہ ولی مانیں

ولی کہیں،رب تعالٰی فرماتا ہے:"الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی"الخ تمام زندہ ولی اور اولیاءاللہ کے آستانہ سب اہل سنت میں ہیں۔

روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اس امت پر دو تلواریں کبھی جمع نہیں فرمائے گا ایک تلوار اس کی اپنی اور دوسری تلوار اس کے دشمن کی۱؎(ابوداؤد)	[18]- 5756 وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَنْ يَجْمَعَ اللَّهُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ سَيْفَيْنِ: سَيْفًا مِنْهَا وسَيفاً منْ عدُوِّها " رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

۱؎ عموماً دیکھا گیا ہے کہ اولًا تو مسلمان لڑتے بھڑتے رہتے ہیں مگر جب کفار کا حملہ ہوجاتا ہے تو سب یکدم متفق ہو جاتے ہیں۔۶ ستمبر ۱۹۶۵ء میں بھارت نے بڑی قوت سے اچانک پاکستان پر ڈھائی بجے رات کے حملہ کردیا اللہ تعالٰی نے اس جنگ میں مسلمانوں کو ایسا متفق کردیا کہ یہ لڑنا بھڑنا بھول گئے اور جب اللہ کے فضل سے ہم نے جوابی کاروائی کی تو بھارت کے دانت کھٹے کردیئے ان کے چھ سو ٹینک،بیس ہزار فوج تباہ کردی آخر وہ صلح پر مجبور ہوگئے،سترہ دن جنگ ہوئی اگر کچھ دن جنگ اور رہتی تو ان شاءاللہ بہت فتح مسلمان پاتے،بڑی طاقتوں نے بیچ میں پڑ کر صلح کرادی۔یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور کفار جب کبھی مسلمانوں پر غالب آجاتے ہیں اس کی وجہ ہماری غلطیاں ہماری غفلت ہماری اسلام سے دوری ہوتی ہے،اللہ رسول سچے ہیں مگر ہم جھوٹے ہوجاتے ہیں۔

روایت ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے شاید انہوں نے کچھ سنا تھا ۱؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے فرمایا میں کون ہوں۲؎ لوگوں نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں،فرمایا میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہوں اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے اچھوں میں سے بنایا۳؎ پھر ان اچھوں کی دو جماعتیں کیں تو مجھے ان کے اچھے فرقہ میں سے بنایا۴؎ پھر ان اچھوں کے کئی قبیلے کیے تو مجھے اچھے قبیلے میں بنایا۵؎ پھر ان اچھوں کے گھر بنائے تو مجھے اچھے گھر والوں میں بنایا ۶؎ تو میں ان سب میں اچھی ذات والا۷؎ اور اچھے گھر والا ہوں۸؎(ترمذی)	[19]- 5757 وَعَنِ الْعَبَّاسِ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّهُ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ:«مَنْ أَنَا؟» فَقَالُوا: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ. فَقَالَ:«أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ ثُمَّ جعلهم فرقتَيْن فجعلني فِي خير فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبيلَة ثُمَّ جعله بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَأَنَا خَيْرُهُمْ نفسا وَخَيرهمْ بَيْتا» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

۱؎ بعض بدباطن منافقوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب و حسب شریف پر کچھ طعنہ کیا تھا جیسے آج عیسائی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ہاجرہ کی نسل سے ہیں اور حضرت ہاجرہ بی بی سارہ یا حضرت ابراہیم کی لونڈی تھیں،اس کی تحقیق ہم پہلے کرچکے ہیں۔حضرت عباس کو یہ طعن سن کر بہت صدمہ ہوا اور حضور انور سے اس کی شکایت کی۔

۲؎ حضور انور نے اس کا جواب صرف حضرت عباس کو نہ بتایا بلکہ مجمع میں کھڑے ہو کر سب کو سنایا تاکہ مسلمان آئندہ ایسے اعتراضات کے جوابات دے سکیں۔اپنے متعلق لوگوں سے سوال فرمایا تاکہ لوگ جواب دیں اور ان کے دل میں یہ بات اتر جائے۔
۳؎ جناب عبد المطلب سارے عرب میں عظمت و عزت و شرافت میں مشہور و معروف تھے۔غالبًا معترضین نے کہا تھا کہ نبوت ہم کو ملنی چاہیے تھی تب حضور نے یہ فرمایا۔عرب تمام جہان سے افضل ہے حضور انور کو عرب میں پیدا فرمایا،یا یہ مطلب ہے کہ ساری مخلوق میں انسان افضل،مجھے انسانوں میں سے بنایا انسانیت کو حضور سے فخر ہوا۔
۴؎ یعنی انسان دو قسم کے ہیں: عرب و عجم،ان میں عرب افضل ہیں مجھے عرب میں پیدا فرمایا۔
۵؎ یعنی عرب کے بہت سے قبیلے بنائے سب سے بہتر قریش ہیں مجھے قریش میں پیدا فرمایا۔
۶؎ یعنی قریش میں بہت سے خاندان و بطن بنائے سب خاندانوں میں بنی ہاشم افضل ہیں مجھے بنی ہاشم سے پیدا فرمایا۔
۷؎ یعنی اللہ تعالٰی نے مجھے ذاتی شرافت بھی بخشی اور خارجی و بیرونی شرافتیں بھی،بنی ہاشم افضل ہیں مجھے بنی ہاشم سے پیدا فرمایا ہے"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ"بعض قرأت میں انفسکم میں ف کا فتحہ بمعنی نفیس ترین بہترین،یعنی تم میں وہ رسول تشریف لائے جو تم سب میں سب سے زیادہ نفیس اور شریف ہیں۔
۸؎ خیال رہے کہ عرب میں چھ طبقات ہوتے ہیں: شعب،قبیلہ،عمارہ،بطن،فخذ،فصیلہ،حضور ان چھ طبقات میں سے بہترین میں تشریف لائے۔خیال رہے کہ ہمیشہ انبیاء کرام اعلیٰ نسب اونچے خاندان میں تشریف لاتے رہے جیساکہ ہرقل والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔بہترین شکل،بہترین آواز،بہترین اخلاق سے موصوف ہوتے ہیں،کشش والی ہر چیز اللہ انہیں بخشتا ہے۔یہ بھی خیال رہے کہ نبوت محض اللہ تعالٰی کے فضل سے ملتی ہے اس میں کسب کو یا کسی اور شرف کو دخل نہیں،ہاں جسے رب نے نبوت دی اسے ہر طرح اشرف بنایا،رب فرماتاہے:"اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ"اور فرماتاہے:"وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ"حضور انور تو نبیوں کے سردار ہیں بعد خدا تمام مخلوق سے بہتر آپ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

[20]- 5758 وَعَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟قَالَ:«وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی فرمایا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے ۱؎(ترمذی)

۱؎ یعنی جب کہ حضرت آدم کے جسم میں روح پھونکی نہ گئی تھی اس وقت ہم نبی تھے۔اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ہم علم الٰہی میں نبی تھے کہ اللہ تعالٰی جانتا تھا کہ ہم نبی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالٰی تو تمام انبیاء کرام کی نبوت کو جانتا تھا پھر اس میں حضور کی خصوصیت کیا،بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی نبوت کا اعلان اس وقت ہوچکا تھا،فرشتے حضور پر کروڑوں سال سے درود پڑھ رہے تھے،تمام روحوں کے سامنے سارے نبیوں سے حضور پر ایمان لانے،آپ کی نصرت و مدد کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا تھا "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ"الخ۔عرش اعظم،آسمان،جنت کے محلوں،دریچوں میں،وہاں کے درختوں کے پتوں پر،حوروں کی پتلیوں میں،فرشتوں کی آنکھوں میں،غلمان کے سینوں پر، طوبٰی کے غنچہ و گل میں حضور انور کا نام لکھ دیا گیا تھا،ان شاءاللہ

ہم لوگ بھی وہاں جاکر یہ ساری بہار اپنی آنکھوں دیکھیں گے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں حضور سارے نبیوں کے نبی تھے،آپ ان کی روحوں کو تعلیم و تربیت دیتے تھے،سارے نبی حضور کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرکے دنیا میں تشریف لائے اور حضور سے سیکھے ہوئے علوم مخلوق کو سکھائے۔(اشعۃ اللمعات) **اللهم صل علی سیدنا محمد واله وصحبه وسلم**۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔چنانچہ ابن سعد نے اور ابو نعیم نے حلیہ میں،طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس سے یوں روایت کی **کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد**،امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت کی **کنت اول النبی فی الخلق واخرهم فی البعث** ہم پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلے ہیں بعثت میں سب کے بعد،دانہ درخت سے پہلے زمین میں جاتا ہے اور آخر میں وہ ہی دانہ نمودار ہوتا ہے،ہم نے عرض کیا۔

باغ رسالت کی ہیں جڑ اور ہیں بہار آخری   مبداء جو اس گلشن کے تھے وہ منتہی یہ ہی تو ہیں

خیال رہے کہ جسمانی نبوت کے لیے شرط ہے کہ نبی انسان ہوں اور انسانی سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوجاتا ہے،روحانی نبوت کے لیے یہ شرط نہیں۔لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ نبی انسان ہونے چاہئیں،اس وقت حضور صفت انسانیت سے موصوف نہ تھے،یا یوں کہو کہ انسانیت کے لیے اولاد آدم ہونا ضروری حضرت بی بی حوا انسان ہیں مگر اولاد آدم نہیں،یوں ہی جو مخلوق جنت بھرنے کے لیے پیدا کی جاوے گی وہ انسان ہوگی مگر اولاد آدم نہ ہوگی لہذا اس وقت بھی حضور انسانیت کی صفت سے موصوف تھے۔

روایت	ترجمہ
[21]- 5759 وَعَنِ العِرْباضِ بن ساريةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:"إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لِمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِي دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسَى وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ «. وَرَاه فِي» شرح السّنة " [22]- 5760 وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ مِنْ قَوْلِهِ: «سأخبركم» إِلَى آخِره	روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے[1] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا میں اللہ تعالٰی کے نزدیک آخر نبی لکھا ہوا تھاجب کہ آدم اپنی خمیر میں لوٹ رہے تھے[2] میں تم کو اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں میں دعاء ابراہیم ہوں اور بشارت عیسٰی ہوں[3] میں اپنی ماں کا نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان کے لیے شام کے محل چمک گئے[4] (شرح سنہ)اور احمد بروایت ابو امامہ حضور کے فرمان **ساخبرکم** سے۔

[1] آپ مشہور صحابی ہیں،آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں،صفہ والے صحابہ میں سے ہیں،آپ بہت گریہ زاری کرنے والوں سے تھے،آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق آیت کریمہ "**وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ**"الخ نازل ہوئی۔

۲؎ یہاں لکھنے سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا مراد نہیں بلکہ کوئی خاص تحریر مراد ہے جو عالم ارواح میں مشہور کرنے کے لیے لکھی گئی تھی،وہاں حضور انور کو سب جانتے پہچانتے تھے اس تحریر وغیرہ کی وجہ سے۔خمیر میں لوٹنے کے معنی یہ ہیں کہ ابھی اس میں روح نہیں پھونکی گئی خمیر میں سکھایا جارہا تھا۔

۳؎ یعنی قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کی جو دعا مذکور ہے"رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ"اور اسی قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت مذکور ہے میں وہ ہوں ورنہ بہت نبیوں نے آپ کی دعائیں مانگیں ہیں اور قریبًا سارے نبیوں نے آپ کی بشارتیں دی ہیں صرف ان دو نبیوں نے ہی دعا یا بشارت نہیں دی۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا　　دعاء خلیل اور نوید مسیحا
معلم خدائی کے وہ بن کر آئے　　جھکے ان کے آگے سب اپنے پرائے

۴؎ یہاں رؤیاء سے مراد خواب نہیں بلکہ نظارہ ہے کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب تو ولادت سے پہلے دیکھا تھا، ولادت شریف کے وقت یہ نور اور نور سے ملک شام کے محلات و قصور بیداری میں آنکھوں سے دیکھے تھے۔ابن جوزی نے کتاب الوفاء شریف میں روایت کی کہ جناب آمنہ نے ولادت کے وقت دیکھا کہ ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا بولا کہ آمنہ یہ دعا مانگو اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد،بلکہ حاملہ ہوتے ہی خواب دیکھا تھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے آمنہ کیا تم کو خبر ہے کہ تم اس امت کے سید اس امت کے نبی سے حاملہ ہو۔(مرقات)۔

سب بیبیوں میں آمنہ تم کاملہ ہوئیں　　اس فخر انبیاء کی جو تم حاملہ ہوئیں
آئی ندا کہ آمنہ جاگے تیرے نصیب　　آئیں گے تیری گود میں اللہ کے حبیب
گودی میں تو کھلائے گی آج اپنے لال کو　　اللہ نے کیا ماہ کامل ہلال کو!!

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا میلاد شریف پڑھنا جیسے سنت الہیہ اور سنت ملائکہ ہے ویسے ہی سنت رسول اللہ بھی ہے،دیکھو حضور انور منبر پر کھڑے ہو کر اپنا میلاد شریف خود ارشاد فرمارہے ہیں،قرآن کریم نے تو حضور کا میلاد بہت جگہ بیان فرمایا ہے۔ حضور انور کے معجزات چھ قسم کے ہیں: بعض وہ جو حضور انور سے پہلے گزشتہ نبیوں اور امتوں نے دیکھے،بعض وہ ہیں جو ولادت پاک سے پہلے والدہ ماجدہ اور عرب بلکہ دنیا نے دیکھے،بعض وہ ہیں جو ولادت پاک کے وقت دیکھے گئے،بعض وہ ہیں جو بچپن شریف میں دیکھے گئے،بعض وہ ہیں جو ظہور نبوت کے بعد سے وفات پاک تک دیکھے گئے،بعض وہ ہیں جو بعد وفات سے قیامت تک دیکھے جائیں گے،انکی تفصیل ہماری کتابوں میں دیکھو۔بعد نبوت سے وفات تک چھ ہزار معجزات منقول ہیں۔

[23]- 5761 وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ. وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں ۱؎ فخریہ نہیں کہتا ۲؎ اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا ۳؎ فخریہ نہیں کہتا،اس دن کوئی نبی آدم علیہ السلام اور ان کے سوا ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے تلے نہ ہو ۴؎ میں ان میں پہلا ہوں جن سے زمین کھلے گی ۵؎ فخریہ نہیں فرماتا۔

	(ترمذی)

۱؎ لغت میں سید بمعنی سردار پیشوا آتا ہے اس لیے قرآن مجید نے زلیخا کے خاوند یعنی عزیز مصر کو جو کافر تھا زلیخا کا سید فرمایا "وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَا الْبَابِ"۔مگر شریعت کی اصطلاح میں سید بمعنی دستگیر حاجت روا مشکل کشا آتا ہے۔حضور قیامت کے دن سارے انسانوں بلکہ ساری مخلوق کے فریاد رس بھی ہوں گے اور مشکل کشا بھی حاجت روا بھی جس کو ہم بحوالہ مرقات اسی باب کی تیسری حدیث کی شرح میں عرض کرچکے۔اس وقت سب حضور کو دافع البلاء،مشکل کشا،حاجت روامان لیں گے اگرچہ آج بھی حضور سرکار اسی معنی سے سید ہیں مگر آج بعض لوگ یہ بات نہیں مانتے قیامت میں سب مان لیں گے اس لیے یوم القیامت فرمایا،جیسے رب فرماتاہے:"لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ"۔

۲؎ اپنی شیخی و ناموری کے لیے اپنی بڑائی بیان کرنا فخر ہے،اللہ تعالٰی کی نعمت کے اظہار کے لیے بیان کرنا شکر ہے۔فخر منع ہے،رب فرماتا ہے:"لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ"۔اور اللہ کے شکر کے لیے اپنے فضائل بیان کرنا عبادت ہے،رب فرماتا ہے: "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ"یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا"اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ"۔سرکار فرمارہے ہیں کہ میں اپنے فضائل فخریہ نہیں بلکہ شکریہ کے طور پر بیان فرمارہا ہوں۔خیال رہے کہ اللہ تعالٰی اور حضور کے صفات جاننے ماننے کا نام ایمان ہے۔اگر حضور اپنے فضائل بیان نہ فرماتے تو ہم حضور کو کیسے پہچانتے اس لیے اللہ تعالٰی نے اپنے صفات قرآن مجید میں بیان کیے اور حضور نے اپنے فضائل بیان فرمائے تاکہ ہم کو ایمان ملے،تو یہ فرمان ہم کو ایمان دینے کے لیے ہیں لہذا یہ بھی تبلیغ ایمان ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ان صفات پر فخر نہیں کرتا بلکہ صفات دینے والے رب پر فخر کرتا ہوں یا میں ان صفات پر فخر نہیں فرماتا بلکہ مجھے اپنی عبدیت،عبودیت،عبادت اور نیاز مندی پر فخر ہے۔(مرقات)خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کی ان کے سامنے تعریفیں فرمائیں تاکہ انہیں اور زیادہ عبادات کا شوق ہو اور یہ بھی حکم دیا کہ کسی تعریف اس کے سامنے نہ کرو تاکہ اس میں فخر پیدا نہ ہوجائے۔حضرت عمر فرماتے ہیں المدح هو الذبح غرض کہ لوگ مختلف ہیں۔(مرقات)

۳؎ اس فرمان عالی کے بہت معنی کیے گئے ہیں:ایک یہ کہ واقعی ایک جھنڈے کا نام لواء الحمد ہے،یہ جھنڈا اللہ تعالٰی کی اعلیٰ نعمت ہے جو صرف حضور کو عطا ہوگی کیونکہ اللہ کی حمد سب سے افضل ہے۔دوسرے یہ کہ قیامت میں سب سے پہلے سجدہ میں گر کر اللہ تعالٰی کی بے مثال حمد حضور ہی کریں گے،ایسی حمد جو اس سے پہلے کسی نے نہ کی ہو اور علانیہ حمد بھی حضور ہی کریں گے حمد کے جھنڈے سے یہ ہی مراد ہے یعنی اعلان حمد۔تیسرے یہ کہ حمد سے مراد ہے اللہ تعالٰی کا حضور کی حمد فرمانا اور آپ کی حمد کا اعلان فرمانا کہ تمام دنیا اور خود خدا تعالٰی حضور کی حمد فرمائے،آپ کی حمد کا اعلان کرے۔قیامت کا حساب صرف چار گھنٹہ میں ہوگا باقی یہ پچاس ہزار برس کا دن حضور کی مدح خوانی میں صرف ہوگا،رب فرماتاہے:"عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"ان ہی وجوہ سے حضور انور کا نام احمد،محمد اور محمود ہے بلکہ حضور کی امت کا نام ہے حمادون کیونکہ یہ حضور محمد کی امت ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزم محشر کا | کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

۴؎ اگر پہلے جھنڈے سے مراد یہ ظاہری جھنڈا ہے تو یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ سارے نبی میرے اس جھنڈے تلے جمع ہو کر حمد الٰہی کریں گے،ہم ان کے امام ہوں گے اور اگر وہاں جھنڈے سے مراد تھی حمد الٰہی تو مطلب یہ ہے کہ سب ہمارے بتانے سکھانے سے حمد الٰہی کریں گے اور اگر وہاں مراد تھی حضور کی حمد تو مطلب یہ ہے کہ رب تعالٰی بھی ہماری حمد کرے گا اور ساری مخلوق حتی کہ انبیاء کرام بھی ہماری حمد کریں گے۔

۵؎ اس کی شرح پہلے ہوچکی کہ دوسرا نفخ صور ہونے پر سب سے پہلے حضور انور بیدار ہوں گے بعد میں ترتیب وار اور لوگ۔

[24]- 5762

وَعَن ابْن عَبَّاس قَالَ: جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَاب رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ قَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَقَالَ آخَرُ:مُوسَى كَلَّمَهُ اللَّهُ تَكْلِيمًا وَقَالَ آخَرُ: فَعِيسَى كَلِمَةُ اللهِ وروحه. وَقَالَ آخَرُ: آدَمُ اصْطَفَاهُ اللَّهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: «قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيل الله وَهُوَ كَذَلِكَ وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللَّهُ وَهُوَ كَذَلِكَ أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَهُ آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللَّهُ لِي فَيُدْخِلُنِيهَا وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخَرِينَ عَلَى اللَّهِ وَلَا فَخر» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ والدارمي

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ بیٹھے ۱؎ پھر حضور انور تشریف لائے حتی کہ ان حضرات سے قریب ہوگئے ۲؎ تو انہیں کچھ تذکرہ کرتے سنا ۳؎ ان میں سے بعض نے کہا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کو اپنا دوست بنایا، دوسرے صاحب بولے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا ۴؎ ایک اور صاحب بولے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اس کی روح ہیں ۵؎ ایک دوسرے نے کہا آدم کو اللہ نے برگزیدہ کرلیا ۶؎ تب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ۷؎ اور فرمایا کہ ہم نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا ۸؎ یقینًا ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام راز کی بات کرنے والے ہیں ۹؎ واقعی وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور کلمہ وہ ایسے ہی ہیں،آدم کو اللہ نے چن لیا واقعی وہ ایسے ہی ہیں ۱۰؎ مگر خیال رکھو کہ میں اللہ کا محبوب ہوں ۱۱؎ فخریہ نہیں کہتا قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں ہی اٹھائے ہوں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے سواء ہوں گے فخریہ نہیں کہتا میں پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول الشفاعت قیامت کے دن میں ہوں فخریہ نہیں کہتا میں پہلا وہ شخص ہوں جو جنت کی زنجیر ہلائے گا ۱۲؎ تب اللہ کھولے گا پھر اس میں مجھے داخل کرے گا ۱۳؎ میرے ساتھ فقراء مسلمان ہوں گے ۱۴؎ فخریہ نہیں کہتا میں سارے اگلے پچھلوں میں اللہ پر زیادہ عزت والا ہوں ۱۵؎ فخریہ نہیں کہتا۔ (ترمذی،دارمی)

۱؎ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے یا کسی اور جگہ یوں ہی آپس میں بات چیت کرنے کے لیے۔دیکھو حضرات صحابہ کے دن رات کی آپس کی گفتگو کیسی ہوتی تھی اور ان کی مجلسیں کیسی پیاری ہوا کرتی تھیں،ہماری مجلسیں غیبت بہتان،کسی کے خلاف اسکیم سازی کی ہوتی ہیں مگر وہ مجلسیں دینی ہوتی تھیں۔

۲؎ اس وقت حضور انور ان حضرات سے قریب تو ہوئے مگر ان پر ظاہر نہ ہوئے ورنہ وہ حضرات اپنی گفتگو بند کردیتے۔معلوم ہوا کہ آقا اپنے غلاموں کی بات چیت چھپ کر سن سکتا ہے اور اس کی اصلاح بھی کرسکتا ہے،یہ تجسّس نہیں بلکہ اصلاح اور تبلیغ ہے۔تجسّس کہتے ہیں کسی کی عیب جوئی کرنا یہ ممنوع ہے،رب فرماتا ہے:"وَ لَا تَجَسَّسُوْا"۔

۳؎ ان حضرات کی گفتگو اس بارے میں تھی کہ کون نبی افضل ہیں۔بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ انہیں اللہ نے خلیل بنایا،رب فرماتا ہے:"وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا" خلیل کے معنی اور خلیل وحبیب میں فرق ان شاءاللہ ابھی ہم عرض کرتے ہیں۔

۴؎ یعنی اللہ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے ان کی زندگی شریف میں کوہ طور پر بغیر واسطہ فرشتہ کلام کیا اور کئی بار کیا اسی لیے ان کا لقب ہے کلیم اللہ لہذا وہ ہی تمام نبیوں سے افضل ہونے چاہئیں۔خیال رہے کہ کلیم کے معنی ہیں کہ بار بار کلام فرمانا،اللہ تعالٰی نے آپ سے پہلے تو عطا نبوت کے وقت کلام کیا"وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى" پھر بارہا انہیں کوہ طور پر بلاکر کلام فرمایا،یہ بیداری میں تھا باقی نبیوں سے ایسے بےواسطہ کلام نہ ہوا۔مگر خیال رہے کہ یہ کلام تھا حجابانہ،ہمارے حضور سے معراج میں ملے،بے حجابانہ کلام کیا،وہاں دیدار کے ساتھ گفتار تھی"فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى"۔

طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں ان سے پردہ تھا خدا کا آپ سے پردہ نہ تھا

۵؎ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو رب نے ذاتی خوبی یہ بخشی کہ آپ کی پیدائش مرد یا عورت کے نطفہ سے نہیں ہوئی بغیر واسطۂ نطفہ،رب نے حضرت مریم کے پیٹ شریف میں بذریعہ جبریل علیہ السلام کے دم کے آپ کا جسم بنایا،چونکہ آپ روح الامین کے دم سے پیدا ہوئے اس لیے آپ کا لقب روح اللہ ہے اور چونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک کلمہ کہہ کر دم کیا تھا اس لیے آپ کا لقب کلمۃ اللہ ہے۔اسی لیے آپ کلمہ کن فرما کر مردے میں روح ڈال دیتے تھے،بیمار اچھے کردیتے تھے کیونکہ آپ روح الامین کے ایک کلمہ کے ذریعہ پیدا ہوئے اس لیے چاہیے کہ آپ تمام نبیوں سے افضل ہوں۔

۶؎ یعنی اللہ تعالٰی نے چند خصوصیتوں میں آدم علیہ السلام کو ممتاز فرمایا،آپ کو ابوالبشر بنایا،آپ کو ساری چیزوں کے نام بتائے،آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا،آپ کو اپنا خلیفہ بنایا،آپ کو سارے نبیوں کا والد بنایا اس لیے آپ ہی افضل ہونے چاہئیے تھے ان بزرگوں میں کسی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا ذکر نہ کیا مگر۔

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو نمکین حسن والا ہمارا نبی

۷؎ یعنی اب حضور انور ان حضرات کے سامنے تشریف لائے اگر پہلے ہی ظاہر ہوجاتے تو وہ حضرات اس آزادی سے گفتگو نہ کرسکتے تھے۔الحمدللہ کہ ان حضرات کے دلائل بھی ہمارے سامنے آگئے اور حضور انور کا فیصلہ بھی سامنے آگیا اب تاقیامت یہ فرمان عالی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ رہے گا۔

۸؎ عجب سے مراد ہے ان حضرات کا ان انبیاء کرام کے درجات عالیہ پر تعجب و حیرت کرنا اور انہیں افضل سمجھنا،وجہ فضیلت میں گفتگو کرنا۔

۹؎ نجی بنا ہے نجوی سے بمعنی تنہائی میں خفیہ بات کرنا یعنی سرگوشی۔چونکہ موسیٰ علیہ السلام رب تعالٰی سے طور پر بالکل تنہائی میں کلام کرتے تھے اس لیے آپ کو نجی اللہ فرمایا،آپ کا لقب کلیم اللہ بھی ہے اور نجی اللہ بھی۔

۱۰؎ سبحان اللہ! یہ ہے حضور انور کا انصاف والا کلام کسی کی شان کا انکار نہیں فرماتے بلکہ ان حضرات کی یہ شانیں حضور انور نے ہی دنیا کو بتائیں اور ان کے اوصاف عالم میں مشہور کیے۔جس پیغمبر کی جتنی شانیں حضور نے مشہور فرمادیں ان کی صرف اتنی ہی شانیں مشہور ہوئیں،جس نبی کا نام نہ بتایا ان کے نام دنیا سے گم ہوگئے،جن کے اوصاف کا ذکر نہ کیا ان کے اوصاف گم ہو کر رہ گئے۔

مصرع شان یوسف جو بڑھی وہ بھی اس در سے بڑھی

۱۱؎ یعنی میں ان تمام مذکورہ صفات کا جامع ہوں کیونکہ اللہ کا حبیب ہوں،میں خلیل بھی ہوں،کلیم بھی،مشرف بھی ہوں اس کے ساتھ حبیب بھی ہوں۔(مرقات)خیال رہے کہ خلیل و حبیب میں چند طرح فرق ہے:(۱)خلیل بنا ہے خلت سے بمعنی حاجت،حبیب بنا ہے حب سے یعنی محبت بمعنی اسم فاعل بھی ہے اور اسم مفعول بھی یعنی محب و محبوب۔خلیل وہ جو رب سے محبت کرے حاجت سے،حبیب وہ جو رب سے محبت کرے بغیر کسی حاجت کے یعنی طالب ذات ہو(۲)خلیل وہ جو مرید ہو طالب ہو،حبیب وہ جو مراد ہو،مطلوب ہو،مجذوب ہو(۳)خلیل وہ جو رب کی رضا چاہے،حبیب وہ کہ رب تعالٰی اس کی رضا چاہے"وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی"اور"فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا"(۴)خلیل وہ جو رب کی مغفرت و رحمت کا امیدوار ہو،حضرت ابراہیم نے کہا تھا"اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ"،حبیب وہ کہ رب تعالٰی اسے اپنی رحمت کا یقین دلائے"لِیَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ"

(۵) خلیل وہ جو اپنا ذکر خیر باقی رکھنے کی درخواست کرے"وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ"،حبیب وہ جس کا ذکر رب تعالٰی بلند کرے"وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ"بلکہ اپنے نام کے ساتھ ان کا نام ملائے(۶) خلیل وہ جو رب سے جنت مانگے"وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیۡمِ"،حبیب وہ جسے رب جنت دوزخ بلکہ عالم کثرت کا مالک بنادے"اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ"۔(مرقات) (۷)کلیم وہ جو رب سے کلام کرنے طور پر جائے،حبیب وہ جسے رب کلام کرنے کے لیے عرش پر بلائے(۸) خلیل وہ جو باہر کا دوست ہو،حبیب وہ جو درون سرا ہو۔چنانچہ قیامت میں حضرت خلیل فرمائیں گے کنت خلیلا من وراء۔

تم تو ہو مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست تم ہو درون سرا تم پہ کروڑوں درود

(۹)کلیم وہ جو تجلی صفات کی جھلک کی تاب نہ لائے"وَخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا"،حبیب وہ جو عین ذات کبریا دیکھے اور مسکرائے

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک پر تو صفات   تو عین ذات می نگری در تبسمی

(۱۰)کلیم وہ جو جس کی راز دارانہ گفتگو محبوب کو سنا دی جاوے، حبیب وہ جس سے ہمکلامی کی باتیں کسی کو نہ بتائی جاویں(۱۱)کلیم وہ جس کا عصا غضب کا اژدھا ہو، حبیب وہ جس کا عصا گرتوں کا سہارا ہو۔

عصاء کلیم اژدھائے غضب تھا   گرتوں کا سہارا عصاء محمد

(۱۲)کلیم اللہ وہ جو رب سے عرض کرے"اَرِنِیۡٓ"اور رب فرمائے"لَنۡ تَرٰىنِیۡ"،حبیب اللہ وہ جسے رب تقاضوں سے بلائے اپنا دیدار دکھائے ان کو یا محمد فرمائے۔

تو بدیں جمال و خوبی سر عرش گر خرامی   ارنی بگوید آں کس کہ بگفت لن ترانی

(۱۳)روح اللہ وہ کہ جب اس کی پاک ماں کو تہمت لگے تو اس کے بچپن شریف کی میٹھی پیاری باتوں کے ذریعہ اس طیبہ طاہرہ کی عصمت بیان کی جائے یعنی اس کا گواہ بچہ ہو، حبیب وہ کہ جب اس کی زوجہ طیبہ طاہرہ کو تہمت لگے تو خود خالق گواہی دے (۱۴)روح اللہ وہ جس کا دم بے جان جسموں کو چند روز عارضی زندگی بخشے مگر حبیب اللہ وہ جس کا نام بے جان مردہ دلوں کو دائمی زندگی بخشے اور اس کا یہ فیض تاقیامت جاری رہے(۱۵)روح اللہ وہ جو مرے ہوئے انسانوں حیوانوں کو زندہ کرے، حبیب اللہ وہ جو خشک لکڑیوں کنکروں کو زندگی اور گویائی بخش کر ان سے اپنا کلمہ پڑھوائے(۱۶)صفی اللہ وہ جنہیں ایک بار فرشتے سجدہ کریں، حبیب اللہ وہ جن پر ہمیشہ اللہ تعالٰی اور فرشتے درود بھیجیں (۱۷)صفی اللہ وہ جو اجسام کے والد ہیں، حبیب اللہ وہ ارواح کے والد ہیں(۱۸)صفی اللہ وہ جو سارے انسانوں کے والد ہیں، حبیب اللہ وہ جو سارے عالم کی اصل ہیں جن کے نور سے عرش و فرش لوح قلم وغیرہ بنے(۱۹)صفی اللہ وہ جنہیں اللہ نے چیزوں کا نام سکھایا"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا"،حبیب اللہ وہ جسے رحمٰن نے قرآن سکھایا"اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ"۔

۱۲؎ حلق جمع ہے حلقہ کی اور حلقہ کہتے ہیں چھلے یا زنجیر کی کڑی کو، یہ کڑیاں اور چھلے مل کر زنجیر بنتی ہے، زنجیر ہلانے سے مراد ہے دروازہ کھلوانا اپنی آمد کی اطلاع دے کر۔

۱۳؎ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ سارے نبی اور ان کی امتیں جنت کے دروازہ پر حضور انور سے پہلے پہنچ جائیں گے، حضور انور اپنے گنہگاروں کو بخشوانے، نیکیوں کے ہلکے پلے بھاری کرانے، صراط پر گرتوں کو سنبھالنے میں مصروف ہوں گے مگر دروازہ جنت بند ہوگا داروغہ جنت دروازے کے اندر ہوگا کسی کو زنجیر ہلانے بجانے کی جرأت نہ ہوگی، ہمت و جرأت والے نبی کا انتظار ہوگا حضور پہنچ کر دروازہ کھلوائیں گے۔

۱۴؎ اس فرمان عالی کی شرح وہ حدیث ہے کہ فقراء بمقابلہ اغنیاء کے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔خیال رہے کہ یہاں فقیر سے مراد محتاج الی الخلق نہیں، یہ فقیری تو نفس کی ہے جس سے حضور انور نے پناہ مانگی ہے بلکہ اس سے مراد محتاج الی اللہ جسے حضور انور نے اپنے لیے فخر فرمایا **الفقر فخری**۔صوفیاء کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جو عدم کے وقت صابر ہے وجود کے وقت باذل و سخی ہو۔(مرقات)لہذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضرت عثمان غنی جنت میں آخر میں پہنچیں گے کیونکہ وہ مال کے غنی تھے دل کے فقر والے۔

۵؎ یہ فرمان عالی گذشتہ سارے مضمون کا تتمہ یا اس کی وجہ ہے اللہ تعالٰی نے حضور جیسا عزت والا کوئی پیدا ہی نہیں کیا،حضور نے جس پر نگاہ کرم کردیں وہ عزت والا ہوجاوے،خدا تعالٰی کے بعد حضور ہی عزت والے ہیں۔

[25]- 5763	
وَعَن عَمْرو بن قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " نَحْنُ الْآخِرُونَ وَنَحْنُ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنِّي قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ: إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ اللهِ ومُوسَى صفي الله وَأَنا حبيب اللَّهِ وَمَعِي لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ اللَّهَ وَعَدَنِي فِي أُمَّتِي وَأَجَارَهُمْ مِنْ ثَلَاثٍ: لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ وَلَا يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ وَلَا يجمعهُمْ على ضَلَالَة ". رَوَاهُ الدَّارمِيّ	روایت ہے حضرت عمرو ابن قیس ۱؎ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم آخری ہیں اور ہم قیامت کے دن اول ہوں گے ۲؎ اور میں ایک بات کہتاہوں مگر فخر نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں،موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ ہیں ۳؎ اور میں اللہ کا محبوب ہوں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے پاس ہوگا ۴؎ اللہ نے مجھے میری امت کے بارے میں وعدہ فرمالیا ہے اور انہیں تین آفتوں سے امان دی ہے ان پر عام قحط نہ بھیجے گا،انہیں کوئی دشمن جڑ سے نہ اکھیڑے گا،انہیں گمراہی پر جمع نہ کرے گا ۵؎ (دارمی)

۱؎ آپ کا نام عبداللہ ابن ام مکتوم ہے،آپ کے والد کا نام قیس ماں کا نام عاتکہ ہے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی خالہ ہیں،آپ مشہور صحابی ہیں،نابینا تھے،حضور انور نے بہت موقعوں پر مدینہ منورہ کا خلیفہ وقتی آپ کو بنایا،قوی یہ ہے کہ عہد فاروقی میں قادسیہ میں شہید ہوئے۔

۲؎ یعنی دنیا میں سب نبیوں سے آخر ہمارا ظہور ہوا،کتاب آخری یعنی قرآن ہم کو ملی،آخری کلمہ ہمارا جاری ہوا،آخری ملت آخری امت ہماری ہے،قیامت میں ہر جگہ اولیت کا سہرا ہمارے سر ہوگا،اول شفیع ہم،جنت میں پہلے داخلہ ہمارا پھر دوسرے نبیوں کا، ساری امتوں میں پہلے ہماری امت جنت میں جاوے گی پھر دوسری امتیں۔غرضکہ "هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ" مخلوق میں ہم ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کرو۔

۳؎ یہاں صفی لغوی معنی میں ہے یعنی چنے ہوئے جنہیں اللہ تعالٰی نے اپنے کلام کے لیے چن لیا ورنہ صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام کا لقب ہے آپ کا لقب کلیم اللہ ہے۔

۴؎ ان تمام فرمانوں کی شرح ابھی کچھ پہلے ہم عرض کرچکے ہیں۔حمد سے مراد یا تو حامدیت ہے کہ سب سے زیادہ حمد الٰہی حضور کریں گے اس لیے آپ کا نام پاک احمد ہے،یا مراد محمودیت ہے کہ اس دن سب سے زیادہ حمد حضور ہی کی ہوگی اسی لیے آپ کا نام پاک محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔محمودیت کا ظہور دنیا میں بھی ہورہا ہے،جتنی حمدوثناء حضور کی ہوئی اور ہورہی ہے اتنی کسی کی نہ ہوئی،ہر زبان میں آپ کے نعتیہ قصیدے بھی ہیں اور نعتیہ کلام بھی۔

۵؎ یعنی میری امت میں اختلافات ہوں گے مگر سارے گمراہ نہ ہوں گے ایک جماعت ضرور حق پر رہے گی،وہ ہی سب پر غالب ہوگی،سواد اعظم یعنی بڑا گروہ وہ ہی ہوگا۔

[26]- 5764	
وَعَنْ جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَنَا	روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں رسولوں کا پیش رو ہوں ۱؎ فخریہ نہیں کہتا میں نبیوں میں آخری ہوں،فخریہ نہیں کہتا میں پہلا شفاعت

قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شافعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَا فَخر» . رَوَاهُ الدَّارمِيّ	والا اور مقبول الشفاعت ہوں فخر یہ نہیں(دارمی)

۱؎ قائد بنا ہے **قود** سے بمعنی کھینچنا کہ چلانے والا آگے ہو چلنے والا پیچھے،سائق کے معنی ہیں ہانکنا کہ چلانے والا پیچھے ہو چلنے والا آگے،حضور جنت میں سب نبیوں سے پہلے جائیں گے اور سارے نبی حضور کے پیچھے پیچھے ہوں گے اس لحاظ سے حضور قائد المرسلین ہیں۔

[27]- 5765 وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا إِذَا بُعِثُوا وَأَنَا قَائِدُهُمْ إِذَا وَفَدُوا وَأَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا أَنْصَتُوا وَأَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا حُبِسُوا وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوا الْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي وَأَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي يَطُوفُ عَلَيَّ أَلْفُ خادمٍ كأنَّهنَّ بَيْضٌ مُكْنُونٌ أَوْ لُؤْلُؤٌ مَنْثُورٌ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيب	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب لوگ اٹھائیں جاوے گے ان سب میں پہلے ہم قبر انور سے باہر آئیں گے۱؎اور جب لوگ وفد بنیں گے تو ہم پیش رو ہوں گے ۲؎اور لوگ جب خاموش ہوں گے تو ہم ان کے خطیب ہوں گے ۳؎اور جب لوگ روکے ہوئے ہوں گے ۴؎تو ان کے شفیع ہوں گے،لوگ جب مایوس ہوں گے تو انہیں بشارت دینے والے ہم ہوں گے۵؎اس دن عزت اور کنجیاں ہمارے ہاتھ ہوں گی ۶؎حمد کا جھنڈا اس دن ہمارے ہاتھ ہوگا،میں ساری اولاد آدم میں اپنے رب کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں۷؎ہمارے پاس ایک ہزار خدام گھومیں گے گویا وہ محفوظ انڈے ہیں۸؎یا بکھرے ہوئے موتی ۹؎(ترمذی،دارمی)اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎اس کی شرح گزر چکی کہ جب قیامت میں دوسرے نفخہ پر قبریں کھلیں گی مردے نکلیں گے زندہ ہو کر تو اس کی ترتیب یہ ہوگی کہ سب سے پہلے حضور انور کی قبر کھلے گی اور نبیوں کے بعد میں،پھر سب سے پہلے حضرت صدیق و فاروق کی قبریں کھلیں گی دوسرے لوگوں کی بعد میں اس کا یہاں ذکر ہے۔

۲؎قرآن کریم فرماتاہے:"یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِیۡنَ اِلَی الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا وَّ نَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وِرۡدًا"جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن متقی مؤمن رب کی بارگاہ میں وفد اور نمائندوں کی صورت میں اس سے ملنے کے لیے حاضر ہوں گے اس وقت حضور انور ان سب کے پیشوا اور پیشرو ہوں گے،حضور ہی کے ذریعے لوگ رب سے ملیں گے،حضور ہی رب تعالٰی کا جواب ان لوگوں کو سنائیں گے یہ واقعہ قیامت میں ہوگا۔

۳؎یہ واقعہ شفاعت کبریٰ کا ہے جب کہ مخلوق سخت پریشان ہو کر انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوگی اور کوئی رسول شفاعت کی جرأت نہ کریں گے رب کی بارگاہ میں سب ہی خاموش ہوں گے،اس وقت حضور ہی سجدہ کرکے حمد الٰہی کرکے شفاعت کریں گے۔ خطیب بمعنی پیغام پہنچانے والا خطاب کرنے والا،بندوں کی طرف سے رب کی بارگاہ میں عرض و معروض اور رب کی طرف سے بندوں کو فرمان سنانا اس وقت حضور ہی کاکام ہوگا اس کا ذکر ہے۔

۴؎ یعنی جب لوگ میدان محشر میں جمع تو کردیئے جائیں گے مگر کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا سخت گرمی سے کلیجے منہ کو آگئے ہوں گے،سب خاموش"فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا"تب حضور انور رب سے عرض کرکے حساب وکتاب شروع کرائیں گے،حضور کی شفاعت قیامت کے تمام کاموں کی کنجی ہوگی۔

۵؎ یہاں یاس سے مراد خوف کے باعث گویا بخشش سے مایوسی چھاجانا۔اول قیامت میں مؤمنوں کا یہ حال ہوگا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو رب کی طرف سے بخشش رحمت مغفرت کی خوشخبری دیں گے کہ مت گھبراؤ تم بخشے جاؤ گے،رب تم پر رحم فرمائے گا۔اس بشارت پر دھڑکتے دل ٹھہر جائیں گے،روتی آنکھیں خشک ہوجائیں گی،لبوں پر مسکراہٹ آجاوے گی مگر یہ بشارات مؤمنوں کے لیے ہوں گی۔

۶؎ یعنی نبیوں ولیوں کو عزت،گنہگاروں کو بخشش،سیہ کاروں کو معافی میرے ذریعہ سے ملے،اللہ تعالٰی کے لاکھوں خزانے ہیں ہر خزانہ میں کروڑوں رحمتیں ان سب خزانوں کی چابیاں حضور انور کے ہاتھ ہوں گی۔

لاورب البیت جو جس کو ملا ان سے ملا　　　　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

۷؎ اولاد آدم سے مراد سارے انسان ہیں جن میں حضرت آدم و حوا بھی داخل ہیں حضور ان سے بھی افضل ہیں اور جب سارے انسانوں سے حضور افضل ہیں تو باقی مخلوق فرشتے جن وغیرہ سے بھی افضل ہیں کہ انسان ان سب سے افضل ہے۔لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہیں۔رب نے مکہ معظّمہ کی قسم اس لیے فرمائی کہ وہاں حضور جلوہ گر ہیں"لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ"ان شاءاللہ یہ تمام صفات قیامت میں سب آنکھوں سے دیکھیں گے جو یہاں بیان ہے وہاں عیاں ہوگا۔

۸؎ بیض جمع ہے بیضة کی بمعنی انڈا،اس سے شتر مرغ کے انڈے مراد ہیں۔مکنون کے معنی ہیں جسے گردوغبار نہ پہنچا اپنی اصلی صفائی پر ہوں۔عرب میں شتر مرغ کے انڈے کے رنگ کو بہت حسین سمجھتے تھے لہذا انہیں سمجھانے کے لیے یہ فرمایا یعنی سفیدی مائل بہ زردی اس لیے قرآن کریم نے حوروں کا حسن اسی طرح بیان فرمایا"كَاَنَّهُنَّ بَيۡضٌ مَّكۡنُوۡنٌ"باقی دنیا میں جیسے حلب شام وغیرہ میں سفیدی مائل بہ سرخی کو پسند کیا جاتا ہے حضور انور کا حسن ایسا ہی تھا جیساکہ حلیہ شریف کے بیان میں آوے گا۔(مرقات)

۹؎ یہاں او فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تشبیہ صرف عرب کو سمجھانے کے لیے ہے کہ یوں سمجھو جیسے شتر مرغ کے محفوظ انڈے یا یوں سمجھو جیسے درنا سفتہ۔خیال رہے کہ موتی جس میں سوراخ نہ کیا جائے اور اسے دھاگہ میں نہ پرویا جائے وہ زیادہ حسین معلوم ہوتا ہے سوراخ کیے ہوئے موتی کے مقابلہ میں کہ وہ اپنے سیپ والی حالت پر ہوتا ہے اس لیے ہر جگہ در منثور سے تشبیہ دی جاتی ہے یعنی بغیر پروئے ہوئے موتی ہیں بکھرے ہوئے،نیز وہ خادم حضور کے ہر طرف پھیلے ہوں گے لہذا انہیں بکھرے موتیوں سے تشبیہ دینا بہت ہی موزوں ہے۔یہ خدام یا تو قیامت ہی میں حضور کے گردوپیش ہوں گے یا جنت میں،اگر جنت میں ہیں تو علاوہ ان غلمانوں کے ہوں گے جو دوسرے جنتیوں کو عطا ہوں گے۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا پھر مجھے جنتی جوڑا پہنایا جاوے گا۱؎ پھر	[28]- 5766

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَأُكْسَى حُلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يقومُ ذلكَ المقامَ غَيْرِي». رَوَاهُ الترمذيُّ. وَفِي رِوَايَة«جَامع الْأُصُول» عَنهُ:«أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ فَأُكْسَى»	میں عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا۲ مخلوق میں میرے سوا کوئی نہیں جو اس جگہ کھڑا ہو۳ (ترمذی)اور جامع الاصول کی روایت میں ہےاور انہیں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جس کی قبر کھلے گی پھر مجھے جوڑا پہنایا جاوے گا۔

۱؎ یہ حدیث ایک بڑی حدیث کا تتمہ ہے۔ثم فرماکر اس مضمون کو پہلے مضمون پر معطوف کیا گیا ہے یعنی سب سے پہلے قیامت کے دن قبر انور سے میں اٹھایا جاؤں گا،وہاں ہی مجھے حلہ پہنایا جاوے گا۔وہ جو گزرا کہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلہ پہنایا جاوے گا،پھر مجھے یہ دوسرا جوڑا ہوگا حلہ کرامت یہ جوڑا میدان محشر میں پہنچ کر پہنایا جاوے گا۔اور یہاں جس جوڑے کا ذکر ہے وہ جوڑا ستر کے لیے ہے جو قبر انور پر اٹھتے ہی پہنادیا جاوے گا،سب ننگے جائیں گے حضور انور اور بعض خاص پیارے کپڑے پہنے ہوئے۔

۲؎ یعنی میرا یہ خاص مقام جہاں میں تشریف فرما ہوں گا عرش اعظم کی داہنی جانب ہوگا،اس مقام پر میرے سواء کوئی نہ ہوگا،یہ مطلب نہیں کہ عرش کی داہنی طرف سواء میرے کوئی نہ ہوگا اس دن جب کافرو مؤمن میں چھانٹ ہوگی اور ارشاد ہوگا "وَامۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ"تو مؤمن عرش اعظم کی داہنی طرف کھڑے ہوجائیں گے کفار بائیں طرف رب فرماتاہے:"وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ"اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں یعنی عرش اعظم کی داہنی جانب والے۔

۳؎ کھڑے ہونے سے مراد ہے تشریف فرما ہونا،یہ مقام وسیلہ ہے یا مقام محمود،وسیلہ مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی شفاعت کریں گےاور مقام محمود پر سب حضور کی تعریفیں کریں گے حتی کہ رب تعالٰی بھی۔

[29]- 5767 وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سلوا الله الْوَسِيلَةَ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَسِيلَةُ؟ قَالَ: «أَعْلَى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنَالُهَا إِلَّا رجلٌ واحدٌ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو۱؎ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ کیا چیز ہے فرمایا بہشت میں سب سے اونچا درجہ جسے صرف ایک شخص پائے گا۲؎ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۳؎ (ترمذی)

۱؎ خیال رہے کہ مقام وسیلہ حضور انور کے لیے ہی نہیں بنایا گیا ہے حضور کے نامزد ہوچکا ہے،پھر ہم سے دعا کرانا اس لیے ہے تاکہ اس دعا کے ذریعہ ہم کو بھی کچھ مل جاوے۔کریموں کو دعائیں دینا بھیک مانگنے کا ایک طریقہ ہوتاہے۔

قلب کی صورت غنچہ بستہ اس کو کرم سے کردو شگفتہ ‏ ‏ ‏ دے گا دعائیں حافظ خستہ صلی اللہ علیہ وسلم

درود شریف پڑھنے کا بھی یہ ہی مقصد ہے،اذان کے بعد جو دعائے وسیلہ پڑھی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔

۲؎ اس کی بحث اذان کے بیان میں گزر گئی۔اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ وسیلہ جنت میں سب سے بلندوبالا مقام ہے جو صرف حضور انور کے لیے ہے باقی سب کے لیے اس کے نیچے کے مقامات ہیں،حتی کہ فردوس والے جنتی بھی اس کے نیچے ہوں گے۔محشر میں مقام محمود ہی ہےاور اگر وہاں بھی وسیلہ ہے تو وہ دوسرا مقام ہے۔

۳؎ یہاں ارجو فرمانا بے علمی یا بے یقینی کی وجہ سے نہیں بلکہ تواضعًا ہے یا یوں کہو کہ کریم کی امید بھی یقینی ہوتی ہے۔

[30]- 5768	
وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غيرَ فَخر» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا۱؎ تو میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب ہوں گا اور ان حضرات کا شفاعت والا۲؎ فخریہ نہیں فرماتا ہوں(ترمذی)

۱؎ یہاں امام سے مراد نماز کا امام نہیں بلکہ سب سے آگے چلنے والا،سب کی طرف سے رب کی بارگاہ میں کلام کرنے والا،ہر کام میں سب پر پہل کرنے والا مراد ہے،حتی کہ جنت میں آگے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پیچھے سارے نبی داخل ہوں گے۔

۲؎ یعنی تمام نبیوں کی شفاعت ہم کریں گے بلندی درجات کی یا ان سب کی شفاعت کی ابتداء ہم سے ہوگی کہ پہلے ہم دروازۂ شفاعت کھول دیں گے پھر ہمارے بعد دوسرے نبی شفاعت کریں گے۔

[31]- 5769	
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم:"إن لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِنَ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ وَلِيِّيَ أَبِي وَخَلِيلُ رَبِّي ثُمَّ قَرَأَ:[إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمنُوا وَاللهُ ولي الْمُؤمنينَ]. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کے بعض نبی قریب تر ہوتے ہیں۱؎ اور میرے قریبی میرے باپ میرے رب کے خلیل ہیں ۲؎ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ لوگوں میں ابراہیم سے قریب ترین وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ۳؎ اور اللہ والی ہے مؤمنوں کا ۴؎(ترمذی)

۱؎ یعنی حضرات انبیاء کرام میں ہر نبی کو کسی دوسرے نبی سے خاص قرب خاص مناسبت ہوتی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو نوح علیہ السلام سے مناسبت ہے جلالت میں اور کفار کو ہلاک کرانے میں یا عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت یحیٰی علیہ السلام سے تارک الدنیا ہونے میں۔

۲؎ یعنی میں صورۃً سیرۃً اخلاقًا حضرت ابراہیم سے بہت ہی مناسبت رکھتا ہوں حتی کہ حضور کا دین اسلام بھی ملت ابراہیم کہلاتا ہے،رب فرماتاہے:"قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِمَ حَنِيْفًا" حتی کہ حضور انور نے فرمایا کہ بالکل جناب ابراہیم کی ہم شکل ہوں جو انہیں دیکھنا چاہے وہ مجھے دیکھ لے۔

۳؎ حضور انور نے اپنے فرمان عالی کی تائید میں یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں حضور کو حضرت ابراہیم سے قریب تر فرمایا گیا ہے۔معلوم ہوا کہ اچھوں سے قرب بھی اچھا ہے،حضور حبیب اللہ ہیں اور خلیل سے قرب خاص رکھتے ہیں نور علی نور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴؎ اس آیت کی تفسیر ہماری تفسیر میں ملاحظہ کرو۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم توکل،صبر،رضا بالقضاء،راہ خدا میں قربانی دینے سے بڑی سے بڑی طاغوتی طاقت کا مقابلہ کرکے اسے فنا کرنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات زندگی کا مطالعہ کرو پھر آقائے دو جہاں کی سیرت پاک بغور پڑھو یکسانیت نظر آئے گی۔جو مؤمن حضور انور کے نقش قدم پر چلے اسے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان شاءاللہ قرب حاصل ہوگا۔

روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اخلاق کے درجات مکمل کرنے ۱؎ اور اچھے اعمال کے کمالات پورے کرنے کے لیے مجھ کو بھیجا(شرح سنہ)	[32]- 5770 وَعَنْ جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قا ل: «إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَكَمَالِ محَاسِنِ الْأَفْعَالِ» . رَوَاهُ فِي شرح السّنة

۱؎ مکارم جمع ہے مکرمۃ کی بمعنی پسندیدہ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر۔اخلاق جمع ہے خلق کی بمعنی عادت و خصلت یعنی دل کی وہ حالت جس سے اچھے اعمال کرنا آسان ہوں۔بعض نے فرمایا کہ دلی باطنی صفات یعنی پچھلے انبیاء کرام بھی لوگوں کو اچھی عادات سکھانے تشریف لاتے تھے مگر ہم اعلیٰ درجہ کے اخلاق سکھانے تشریف لائے ہیں۔

روایت ہے حضرت کعب سے ۱؎ وہ توریت سے حکایت کرتے ہیں فرمایا ہم وہاں لکھا پاتے ہیں ۲؎ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں میرے پسندیدہ بندے ہیں ۳؎ نہ سخت دل ہیں اور نہ سخت زبان اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے ۴؎ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن معاف فرمادیتے ہیں بخش دیتے ہیں ۵؎ ان کی ولادت مکہ میں ہوگی ۶؎ اور ان کی ہجرت مدینہ میں ۷؎ اور ان کا ملک شام میں ۸؎ ان کے امتی بہت حمد کرنے والے ہیں،آرام و تکلیف میں اللہ کی حمد کریں گے اور ہر درجہ میں اللہ کی حمد کریں گے ۹؎ اور ہر بلندی پر اللہ کی تکبیر کہیں گے ۱۰؎ سورج کا خیال رکھیں گے ۱۱؎ جب نماز کا وقت آوے گا تو نماز پڑھا کریں گے ۱۲؎ اپنی کمر پر تہبند باندھیں گے ۱۳؎ اور اپنے اعضاء پر وضو کیا کریں گے ۱۴؎ ان کا مؤذن آسمان کی فضا میں اذان دیا کرے گا ۱۵؎ ان کی صف جہاد میں اور ان کی صف نماز میں برابر ہوگی ۱۶؎ رات میں ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھی کی بھنکار کی طرح ہوگی ۱۷؎ یہ مصابیح کے لفظ ہیں،دارمی نے معمولی	[33]- 5771 وَعَنْ كَعْبٍ يَحْكِي عَنِ التَّوْرَاةِ قَالَ: نَجِدُ مَكْتُوبًا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ عَبْدِي الْمُخْتَار لَا فظٌّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّاب فِي الْأَسْوَاق وَلَا يَجْزِي بالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهُ بطِيبَةَ وَمُلْكُهُ بِالشَّامِ وَأُمَّتُهُ الْحَمَّادُونَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ يَحْمَدُونَ اللَّهَ فِي كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَيُكَبِّرُونَهُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِلشَّمْسِ يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ إِذَا جَاءَ وَقْتُهَا يتأزّرون على أَنْصَافِهِمْ ويتوضؤون عَلَى أَطْرَافِهِمْ مُنَادِيهِمْ يُنَادِي فِي جَوِّ السَّمَاءِ صَفُّهُمْ فِي الْقِتَالِ وَصَفُّهُمْ فِي الصَّلَاةِ سَوَاءٌ لَهُمْ بِاللَّيْلِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ «. هَذَا لَفْظُ» الْمَصَابِيحِ " وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مَعَ تَغْيِير يسير

	فرق سے روایت کی۔

۱؎ محاسن جمع ہے حسن کی،خلاف قیاس اس کے معنی ہیں خوبی عمدگی یا خوب عمدہ اعلیٰ۔افعال جمع ہے فعل کی بمعنی ظاہر اعضاء کے ظاہری کام یعنی ہماری تشریف آوری اس لیے ہے کہ ہم تمام لوگو ں کی دل کی عادتیں بھی اعلیٰ درجہ کی کردیں اور ظاہری اعمال بھی،یا ان کے عقیدے بھی ٹھیک کردیں اور اعمال بھی،یا انہیں طریقت بھی سکھادیں شریعت بھی۔بعض شارحین نے فرمایا کہ ذاتی خوبی کو کرم کہا جاتا ہے،بیرونی خوبی کو کمال۔رب فرماتا ہے:"مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ"یا مقام کریم یا قرآن کریم حضور نے دنیا کی نیت ارادے عقیدے دلی حالات بھی درست فرمائے اور ان کی عبادات معاملات بھی ٹھیک کئے،انسان کو فرشتوں سے آگے بڑھا دیا،عرب کون تھے انہیں کیا کردیا۔شعر

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے　　　اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے صدق مقال،اکل حلال،سائلین کی حاجت روائی،امانت کی حفاظت،حیاء اور شرم،پڑوسیوں سے اچھا سلوک،مہمان کی تواضع،بڑوں کا احترام،چھوٹوں کا لحاظ،ماں باپ کی خدمت نصیب فرماتا ہے یہ اخلاق محمدیہ کا ایک کرشمہ ہیں۔(از مرقات)

۲؎ آپ مشہور تابعی ہیں،آپ کو کعب احبار کہتے ہیں،یہود کے بڑے عالم توریت کے ماہر تھے،حضور انور کا زمانہ شریف پایا مگر اس زمانہ میں نہ ایمان لائے نہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے،عہد فاروقی میں ایمان لائے،آپ کی کنیت ابواسحاق ہے،خلافت عثمانیہ میں ۳۲ھ میں مقام حمص میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے۔(اکمال)

۳؎ مختار کے معنی پسندیدہ بھی ہیں اور اختیار والا بھی حضور،دونوں معنی سے مختار ہیں حضور کو اللہ نے اپنے خزانوں کا مالک کیا مختار کیا۔مختار تو توریت میں بھی آپ کو کہا گیا ہے۔شعر

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے　　　سرکار کیا مالک و مختار بنایا

مختار مقابل ہے مجبور کا،حضور مجبور نہیں مختار ہیں۔

۴؎ حضور انور دل کے نرم،زبان کے نرم،طبیعت کے نرم تھے،بازار میں تشریف لے جاتے تھے مگر تبلیغ احکام کے لیے نہ کہ محض سیر و تماشہ کے لیے،یہاں بازار میں جانے کی نفی نہیں بلکہ وہاں گھومنے پھرنے وہاں چیخ و پکار کرنے کی نفی ہے۔

۵؎ ہم عفو اور غفر کے فرق پہلے بیان کرچکے ہیں۔چھوٹے گناہ معاف کرنا غفر ہے،حق العباد معاف کرنا عفو ہے،حق اللہ معاف کرنا غفر،جرم معاف کردینا عفو ہے اور جرم چھپالینا کہ اس کا کبھی ذکر نہ کیا جاوے تاکہ اسے شرمندگی نہ ہو غفر ہے۔مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب عکرمہ ابن ابی جہل ایمان لائے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تاکید فرمادی کہ عکرمہ کے سامنے کوئی ابوجہل کو برا نہ کہے کہ اس سے فطری طور پر عکرمہ کو تکلیف ہوگی۔خیال رہے کہ ہمارے ہر گناہ میں حق تعالیٰ بھی مارا جاتا ہے اور حق الرسول بھی لہذا ہر گناہ کی معافی حضور سے مانگنا جائز ہے کیونکہ ہمارے گناہ سے حضور کو تکلیف ہوتی ہے"عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَاعَنِتُّمۡ"۔

۶؎ خیال رہے کہ حضور کی پیدائش تو مکہ میں ہوئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سارے جہاں میں جیسے سورج رہتا ہے چوتھے آسمان پر مگر چمکتا ہے سارے جہان پر اسی لیے رب نے تمام جہان سے خطاب فرمایا:"لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ"پھر جیسے

سورج روشنی ساری زمین پر دیتا ہے مگر پھل پھول کی پختگی باغوں کھیتوں میں کرتا ہے،لعل بناتا ہے بدخشاں کے پہاڑوں میں حضور نے ایمان سب کو دیا مگر ولایت و صحابیت کسی کسی کو۔

۷؎ مدینہ منورہ کے بہت نام ہیں جن میں سے ایک نام طیبہ ہے یعنی نکھاری ہوئی صاف کی ہوئی زمین کہ رب نے یہاں کی وبا منتقل کرکے ہجر میں بھیج دیں اور اسے شفا کا گھر بنادیا،اب مدینہ کی خاک کا نام خاک شفا ہے۔

۸؎ یعنی ان کے بعد ان کی خلافت مدینہ یا عراق میں رہے گی مگر ان کی سلطنت شام میں ہوگی۔چنانچہ اسلام کے پہلے سلطان حضرت امیر معاویہ کا دارالخلافہ دمشق بنا یعنی ملک شام کا ایک شہر،یہاں ملک سے مراد ملک نبوت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک نبوت تو سارا جہاں ہے"لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا"۔(مرقات)اور اگر ملک نبوت مراد ہو تو چونکہ شام میں ہمیشہ جہادوں کا زور رہا ہے اس لیے اسے خصوصیت سے بیان کیا۔

۹؎ سبحان اللہ! نبی محمد ہیں اور امت حمادون یعنی ہر حال میں حمد الٰہی کرنے والی،ایسی پاکیزہ امت کسی نبی کو نہیں ملی۔

۱۰؎ یعنی اونچے قلعوں میں رہ کر بھی اللہ کی عبادت کریں گے اور نیچے جھونپڑوں میں بھی۔

۱۱؎ یعنی نماز اور روزوں کی وجہ سے ہمیشہ سورج کے طلوع غروب استواء کا حساب رکھیں گے اور اس کی جنتریاں چھاپا کریں گے۔ اسلامی نمازیں افطار سحری تو سورج سے ہیں مگر خود روزے عیدیں حج وغیرہ چاند سے اس لیے مسلمان دونوں کا حساب رکھتے ہیں اور کوئی قوم یہ دونوں کام نہیں کرتی۔

۱۲؎ نماز پنجگانہ سواء اسلام کے کسی اور دین میں نہیں ہوئیں اس لیے اس امت کی صفات یہ بیان ہوئیں۔

۱۳؎ انصاف جمع ہے نصف کی بمعنی آدھا،یہاں مراد ہے جسم کا آدھا یعنی کہ مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ کمر پر تہبند پائجامہ باندھے رہیں گے،نہ تو ننگے پھریں گے،نہ ننگے رہیں گے،نہ ننگے نہائیں گے۔اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ وہ لوگ باپردہ بہت رہیں گے ستر ڈھکے رہا کریں گے۔یا انصاف سے مراد ہے آدھی پنڈلی تب علیٰ بمعنی الی ہے یعنی ان کے تہبند پائجامے ٹخنوں کے نیچے نہ ہوا کریں گے تاکہ گندے نہ رہیں بلکہ ٹخنوں سے اونچے ہوا کریں گے کہ پاک رہیں اس صورت میں یہ مسلمانوں کی پاکیزگی اور صفائی کا ذکر ہے۔(لمعات،مرقات،اشعہ)ہماری اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ حضور انور نے ٹخنوں سے اوپر تک تہبند لٹکانے کی اجازت دی ہے اور یہاں نصف پنڈلی فرمایا گیا۔

۱۴؎ یعنی نماز کے پابند ہوں گے اس پابندی کی وجہ سے وہ ہمیشہ نہایت مبالغہ سے وضو کیا کریں گے۔خیال رہے کہ پچھلی بعض امتوں پر بھی نمازیں فرض تھیں اور وہ لوگ وضو بھی کرتے تھے مگر مسلمانوں کی طرح پابند نہ تھے۔

۱۵؎ گذشتہ امتوں میں نماز کا اعلان اذان سے نہیں ہوتا تھا کسی دین میں گھنٹے بجائے جاتے تھے،کسی میں آگ روشن کرکے نماز کی اطاع دی جاتی تھی،اذان اسلام کی خصوصیت سے ہے۔آسانی فضا بتاکر فرمایا گیا کہ مؤذن اونچے میناروں پر اذانیں دیا کریں گے،اب لاؤڈ اسپیکر پر اذان بہت ہی لطف دیتی ہے ساری فضا ساری بستی گونج جاتی ہے سبحان اللہ! کبھی فجر کے وقت کی اذانیں سنو اور یہ حدیث پڑھو۔

۱۶؎ یعنی مسلمانوں میں تاقیامت نمازیں باجماعت ہوتی رہیں گی اور جہاد قائم رہیں گے وہ لوگ نمازوں جہادوں میں بڑے اہتمام سے صفیں بنایا کریں گے۔نماز میں مسلمان نفس اور شیطان سے جہاد کرتا ہے جہاد میں کفار سے اس لیے یہاں نماز اور جہاد کی صفوف کا ایک جگہ ذکر فرمایا گیا۔

۱۷؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اس سے مراد آخری رات کی نماز ہے یعنی تہجد،وہ لوگ تہجد کی نماز میں قرأت قرآنیہ آہستہ کیا کریں گے مگر پھر بھی ان کے سینوں سے رونے کی گڑگڑاہٹ ایسی محسوس ہوگی جیسے شہد کی مکھیوں کی بنبناہٹ،یا اس سے مراد ہے آہستہ آہستہ درد والی آواز سے تلاوت قرآن اور تسبیح و تہلیل ہے،اللہ تعالٰی یہ علامت ہم گنہگاروں کو بھی نصیب فرمائے۔آمین

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ توریت میں حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مذکور ہے ۲؎ اور عیسیٰ ابن مریم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیے جائیں گے ۳؎ ابو مودود کہتے ہیں ۴؎ کہ حجرہ انور میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے ۵؎ (ترمذی)	[34]- 5772 وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِيسَى بن مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ قَالَ أَبُو مَوْدُودٍ: وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْت مَوضِع قَبره رَوَاهُ الترمذيُّ

۱؎ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے،یہود کے بڑے عالم تھے،انہیں حضور انور نے جنت کی خوشخبری دی،آپ کی وفات ۴۳ھ تینتالیس میں مدینہ منورہ میں ہوئی،قرآن مجید میں جہاں اہل کتاب کی تعریف آتی ہے وہاں اکثر آپ ہی مراد ہوتے ہیں،بڑے فضائل و خوبیوں کے مالک ہیں۔

۲؎ یہاں صفت جنس ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی نعت شریف توریت میں بالتفصیل مذکور ہے،اس کا مطلب یہ نہیں کہ توریت میں حضور انور کی صرف ایک صفت مذکور تھی۔

۳؎ یعنی توریت میں یہ بھی مذکور ہے کہ قریب قیامت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لائیں گے یہاں رہیں گے وفات پائیں گے اور حضور انور کے ساتھ روضہ اطہر میں دفن ہوں گے۔مرزا قادیانی کہتا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم میں ہوں مگر وہ مرا ہے لاہور میں دفن ہوا ہے زمین قادیان میں،اس حدیث میں سچے عیسیٰ ابن مریم کا ذکر ہے۔

۴؎ ابو مودود کا نام عبدالعزیز ابن سلیمانی مدنی ہے،تابعی ہیں،حضرت ابو سعید خدری اور سائب ابن یزید عثمان ابن ضحاک وغیرہم صحابہ کرام سے ملاقات ہے۔(مرقات)مہدی کے زمانہ میں وفات پائی۔

۵؎ فی الحال حجرہ شریف میں تین قبریں اس ترتیب سے ہیں کہ آگے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے،اس سے متصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر،اس طرح کہ جناب صدیق اکبر کا سر شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ شریف کے مقابل ہے اس قبر شریف کے متصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے کہ آپ کا سر جناب صدیق کے سینہ کے مقابل ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے متصل دفن ہوں گے اس طرح کہ آپ کا سر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے کے مقابل ہوگا۔یوں سمجھو کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ دو نبیوں کے بیچ میں رہیں گے،ادھر حبیب اللہ ادھر روح اللہ بیچ میں یہ دونوں حضرات علیہم السلام۔عیسیٰ علیہ السلام حج کریں گے،مدینہ منورہ آتے ہوئے راستہ میں وفات پائیں گے،مسلمان میت شریف مدینہ منورہ لاکر یہاں دفن کریں گے۔(مرقات)

الفصل الثالث
تیسری فصل

[35]- 5773 عَن ابْن عبَّاس قَالَ: إنَّ الله تَعَالَى فضل مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ فَقَالُوا يَا أَبَا عَبَّاسٍ بِمَ فَضَّله الله عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ؟ قَالَ: إنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِأَهْلِ السَّمَاءِ [وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِنْ دُونِهِ فَذَلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نجزي الظَّالِمين] وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: [إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبكَ وَمَا تأخَّر] قَالُوا: وَمَا فَضْلُهُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ؟ قَالَ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: [وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ] الْآيَةَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم: [وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّة للنَّاس] فَأرْسلهُ إِلَى الْجِنّ وَالْإِنْس	روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے نبیوں پر اور سارے آسمان والوں پر بزرگی دی۱؎ لوگوں نے کہا کہ اے ابن عباس آسمان والوں پر کس طرح بزرگی دی فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے آسمان والوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو کہے گا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں۲؎ تو یہ وہی ہوگا جسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۳؎ اور اللہ تعالٰی نے حضور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا کہ ہم نے آپ کے لیے روشن فتح دی۴؎ کہ آپ کے صدقہ سے آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہ اللہ بخشے۵؎ لوگوں نے کہا کہ نبیوں پر کیسے بزرگی دی فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ان کی قوم کی زبان میں۶؎ تاکہ وہ ان کے لیے بیان کریں تو اللہ جسے چاہے گمراہ کرے آخر آیت تک اور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے لوگوں کے لیے کافی۷؎ تو حضور کو جن و انسان کی طرف بھیجا۸؎

۱؎ یعنی فرشی عرشی ساری مخلوق سے حضور انور کو اللہ نے افضل کیا،حضور **خیر الخلق کلھم** ہیں۔

۲؎ یعنی جو فرشتہ دعویٰ خدائی کرے گا ہم اسے دوزخ میں ڈالیں گے۔یہ فرمان فرضی صورت پر ہے جیسے قرآن فرماتا ہے کہ اگر خدا کے بیٹا ہوتا تو اسے پہلے میں پوجتا۔فرشتے گناہ بھی نہیں کرسکتے چہ جائیکہ دعویٰ خدائی کریں یہ خوب خیال رہے۔

۳؎ یعنی فرشتوں کے متعلق یہ فرمان عالی قہر و غضب پر مبنی ہے جس سے انہیں خوف و ہراس ہو۔

۴؎ **فتح** سے مراد یا فتح مکہ ہے یا رحمت کے تمام دروازے حضور کے لیے کھولنا مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ رب نے آپ کے ذریعہ سب دروازے کھول دیئے۔اس کی نفیس تحقیق ہمارے حاشیۃ القرآن میں دیکھو۔

۵؎ یعنی حضور انور سے رب تعالٰی نے رحمت و کرم بندہ نوازی والا کلام فرمایا اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ تو کیا گناہ کے ارادے سے بھی محفوظ ہیں لہذا **ذنبك** سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کرم پر ہے یعنی امت کے گناہ۔اس کی نفیس تحقیق ہماری تفسیر میں ملاحظہ کرو۔**ذنبك** کی تفسیریں اور بہت کی گئی ہیں۔**تقدم** اور **تأخر** سے مراد امت کے اگلے پچھلے گناہ ہیں۔

۶؎ یعنی پچھلے نبیوں کی امتیں خاص ہوتی تھیں یوں ہی ان کے علاقے،ان کے زمانے مخصوص ہوتے تھے کہ اس کے باہر ان کی نبوت کا ظہور نہ ہوتا تھا۔دیکھو موسی علیہ السلام جب خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تو ان پر اپنے دین اپنی کتاب کے احکام جاری نہ کرسکے،جب ان کی نبوتیں خاص تھیں تو ان حضرات کی زبانیں بھی خاص تھیں وہ خاص اسی زبان میں تبلیغ فرماتے تھے،حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولیوں کا علم عطا فرمانا ان کا معجزہ تھا تبلیغ کے لیے نہ تھا۔

۷؎ کافة یا تو ناس کا حال ہے تب توت تانیث کی ہے اور یا ارسلناك کے کاف خطاب سے حال ہے تو ت مبالغہ کی ہے جیسے علامة یا فهامة کی ت۔کافة بنا ہے کف سے بمعنی روکنا یا پورا ہونا،ناس سے مراد حضور انور کے زمانہ سے لے کر تا قیامت سارے انسان ہیں،حضور سب کے نبی ہیں اور سب پر حضور کی اطاعت واجب و لازم ہے۔رات میں ہر گھر کا چراغ علیحدہ ہوتا ہے مگر دن میں سارے جہاں کا سورج ایک اور ہوسکتا ہے ناس سے مراد ہوں سارے انسان از آدم علیہ السلام تا روز قیامت کہ سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض پہنچا کسی کو بلواسطہ اور کسی کو بلاواسطہ،رات میں چاند تارے سورج ہی کا نور دنیا کو دیتے ہیں۔

۸؎ اگرچہ مذکورہ آیت میں صرف انسانوں کا ذکر ہے مگر چونکہ جنات انسانوں کے تابع ہیں لہذا وہ بھی ان میں داخل ہیں بلکہ حضور انور ساری مخلوق کے نبی ہیں فرشتے وغیرہ سب آپ کی امت ہیں،رب فرماتاہے:"لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا"رب تعالٰی رب العالمین ہے حضور رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور نذیر للعالمین بھی۔خیال رہے کہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان سے واقف بھیجے گئے ساری مخلوق حضور کی امت ہے لہذا حضور سب کی زبان جانتے ہیں۔حضور سے اونٹوں،چڑیوں نے فریادیں کی ہیں،پتھر سلام کرتے تھے،لکڑی کا ستون حنانہ حضور کے فراق میں رویا،آپ سے دل کا دکھ درد کہا اور حضور نے سب کچھ سمجھ لیا۔آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ہر شخص اپنی بولی میں حضور سے فریادیں کرتا ہے کوئی ترجمہ کرنے والا درمیان میں نہیں ہوتا،سب کی سنتے سمجھتے ہیں سب کی دادا رسی فریاد رسی کرتے ہیں یہ ہے حضور کا سب زبانیں جاننے کا ثبوت اللهم صل وسلم بارك علیه۔شعر

قدرت کی تحریریں جانے امی اور تقریریں جانے | بخشش کی تدبیریں جانے وہ ہے رحمت والا
جن کا نام ہے محمد ان سے دوجگ ہے اوجیالا

[36]- 5774	
وَعَن أبي ذرّ الْغِفَارِيّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ عَلِمْتَ أَنَّكَ نَبِيٌّ حَتَّى اسْتَيْقَنْتَ؟ فَقَالَ: " يَا أَبَا ذَر أَتَانِي ملكان وَأَنا ب بعض بطحاء مَكَّة فَوَقع أَحدهمَا على الْأَرْضِ وَكَانَ الْآخَرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَهُوَ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَزِنْهُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِهِ فَوَزَنْتُهُ ثُمَّ قَالَ:	روایت ہے حضرت ابو ذر غفاری سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیسے جانا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں حتی کہ آپ نے یقین کرلیا۱؎ تو فرمایا اے ابو ذر میرے پاس دو فرشتے آئے جب کہ میں مکہ کے بعض پتھریلے علاقہ میں تھا۲؎ تو ان میں سے ایک تو زمین کی طرف آگیا اور دوسرا آسمان و زمین کے درمیان رہا۳؎ تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کیا یہ وہ ہی ہیں۴؎ اس نے کہا ہاں اس نے کہا کہ انہیں ایک شخص سے تولو۵؎ میں اس سے تولا گیا تو میں

زِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ: زنه بمِائَة فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُونَ عَلَيَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِيزَانِ. قَالَ: فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: لَو وزنته بأمته لرجحها ". رَوَاهُمَا الدَّارمِيّ	وزنی ہوا ۶؎ پھر اس نے کہا کہ انہیں دس سے تولو تو میں ان سے تولا گیا میں ان پر وزنی ہوا، پھر اس نے کہا کہ انہیں سو سے تولو میں ان سے تولا گیا میں ان پر بھاری ہوا ۷؎ وہ بولا انہیں ہزار سے تولو میں ان سے تولا گیا تو میں ان پر بھاری ہوگیا گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ پلہ ہلکا ہونے کی وجہ سے مجھ پر گرے پڑتے ہیں ۸؎ تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر تم انہیں ان کی پوری امت سے تولو تو بھی یہ سب پر بھاری ہوں گے ۹؎ (دارمی)

۱؎ یعنی حضور آپ نے دنیا میں آکر اپنی نبوت یہاں کے کس سبب سے جانی پہچانی لہذا یہ سوال ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ ہم اس وقت نبی تھے جب آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے یا بچپن شریف میں ہم کو شجر و حجر سلام کرتے تھے آپ کی،نبوت کا اعلان آپ کی ولادت پاک سے پہلے ہوچکا تھا،دنیا بھر نے آپ کو نبی جان لیا تھا۔پڑھو وہ معجزات جو حمل شریف اور ولادت پاک کے وقت تمام دنیا میں ظاہر ہوئے،رب فرماتا ہے:"**یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ**"انسان اپنے بیٹے کو اس کی ولادت سے پہلے ہی جانتا ہے۔

۲؎ غالبًا یہ واقعہ بہت ہی بچپن شریف کا ہے۔جب حضور حلیمہ دائی کے یہاں تھے یا اس کے کچھ بعد جب بکریاں چراتے تھے۔بطحاء کہتے ہیں پتھریلے علاقہ کو مکہ معظمہ کے آس پاس تمام علاقہ پتھریلا ہے۔

۳؎ یعنی ہوا میں یا فضا میں معلق رہامیں نے اسے اسی طرح دیکھا مگر حضور یہ عجیب نظارہ دیکھ کر دوڑے نہیں۔معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہچان لیا کہ یہ فرشتے ہیں اس لیے فرمایا **اتانی ملکان**۔

۴؎ یعنی کیا یہ وہ ہی نبی ہیں جن کا اعلان فرشتوں میں کیا جاچکا ہے،جن پر ایمان لانے کا عہد و پیمان نبیوں سے ہمارے سامنے لیا جاچکا ہے، جن کی دعائیں جناب خلیل نے مانگی ہیں،جن کی بشارتیں جناب مسیح نے دی ہیں،جن کے مدرسہ فیض میں سارے نبی تعلیم پاکر دنیا میں آتے رہے جو آگے چل کے سارے جہان کا سہارا،مؤمنوں کی آنکھوں کا تارا ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

۵؎ اگر امت سے مراد امت مرحومہ ہے تو شاید حضور انور کو جناب صدیق و فاروق کے ساتھ تولا گیا ہوگا اور اگر مطلقًا امت ہے تو حضور کو جناب خلیل و کلیم کے ساتھ تولا گیا ہوگا،یہ ترازو بھی کوئی اور ہی تھا اور تولنے والے ہاتھ بھی دست قدرت ہی ہوں گے۔

۶؎ یہ وزنی ہونا نبوت کے وزن سے ہوا نبوت بڑی وزنی نعمت ہے۔

۷؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ترتیب وار تولنا کہ پہلے ایک شخص سے پھر دس سے پھر سو سے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دکھانے کے لیے ہے ورنہ اگر پہلے ہی ہزار سے تول دیا جاتا تو یہ بات ظاہر نہ ہوتی۔

۸؎ یعنی جب ترازو کے ایک پلہ میں دو ہزار رکھے گئے اور دوسرے پلہ میں ہم تشریف فرما ہوئے تو ان سب کا پلہ ہلکا ہونے کی وجہ سے اتنا اونچا ہوگیا کہ وہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔خیال رہے کہ یہاں جسمانیت کا وزن تھا جس میں ہلکا اونچا ہوتا ہے بھاری نیچا،روحانیت کے وزن میں ہلکا نیچا ہوتا ہے بھاری اونچا کہ جسم کا رجحان نیچے کی طرف ہے کہ وہ مادی چیز ہے اور نورانیت

کا رجحان اوپر کی طرف ہے کہ وہ مجرد ہے جیساکہ روایات میں ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہاں ہلکا پلہ اونچا کیوں ہوگا،رب تو فرماتاہے:"اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ"۔

۹؎ خیال رہے کہ یہ تو حضور انور کا ظاہری وزن تھا حقیقی وزن کا یہ حال ہے کہ کارخانہ قدرت میں ایسی ترازو نہیں بنی جو حضور کا ایک سجدہ بھی تول سکے جیسے کسی انسانی کارخانہ نے ایسی ترازو نہ بنائی جو سمندر کا پانی یا ہوا تول سکے،ایسا میٹر نہ بنایا جو سورج کی روشنی ناپ لے تو کارخانہ قدرت نے ایسی ترازو نہ بنائی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال تول لے اس لیے قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کا وزن نہ ہوگا کہ وزن کس ترازو سے کیا جاوے وہ ترازو کہاں سے آئے کارخانہ قدرت میں تو بنی نہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ ایک گنہگار کے تاحدِ نظر گناہوں کے دفتر ایک ڈیڑھ ماشہ پرچہ کے ساتھ تولے جائیں گے جس پر لکھا ہوگالا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو پرچہ بھاری ہوگاوہ لاکھوں من کے دفتر ہلکے کیوں نہ ہوں کہ وہ تھےاس کے کام،یہ ہے اللہ رسول کا نام ہمارے کاموں سے ان کا نام بھاری ہے۔شعر

دل عبث خوف سے پتّہ سا اڑا جاتا ہے ۔۔۔ پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

اگر قیامت کے دن حضور ساری امت کے ہلکے پلے میں اپنا قدم رکھ دیں تو قسم خدا کی سب کا پلہ بھاری ہوجائے اور سب کے بیڑے پار لگ جاویں اللھم صل وسلم و بارك علیہ۔

[37]- 5775 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُتِبَ عَلَيَّ النَّحْرُ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ وَأُمِرْتُ بِصَلَاةِ الضُّحَى وَلَمْ تؤمَروا بهَا» . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيّ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر قربانی فرض کی گئ تم پر فرض نہیں کی گئ۱؎ اور میں چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا ہوں تم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا۲؎(دار قطنی)

۱؎ یعنی ہم میں تم میں شرعی احکام میں بھی فرق ہے کہ تم میں سے جو شخص امیر ہو اس پر قربانی فرض نہیں بلکہ واجب ہے، غریب پر واجب بھی نہیں مگر ہم پر بہرحال فرض ہے۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ فرض نہیں(شامی) یا اس لیے کہ آپ کا مال وقف ہے اور وقف میں زکوۃ نہیں(شامی) یا اس لیے کہ ساری امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی غلام ہے اور اپنے غلام لونڈی کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی آپ کے لیے مصرف موجود نہیں۔(شیخی و مرشدی مولانا نعیم الدین صاحب) فقیر کے نزدیک یہ وجہ قوی ہے ورنہ آپ پر قربانی فرض نہ ہوتی،مال وقف سے قربانی نہیں دی جاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس آیت کی طرف اشارہ ہے"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انۡحَرۡ"۔

۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چھ نمازیں فرض تھیں پانچ تو یہ نمازیں چھٹی نماز تہجد،رب فرماتاہے:"وَ مِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ"آیت کریمہ میں نافلہ بمعنی زائدہ ہے یعنی مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں آپ پر نماز تہجد زائد فرض ہے۔چنانچہ ہمارے لیے ارکان ایمان پانچ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چار یعنی زکوۃ فرض نہیں، ہم پر نمازیں پانچ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چھ یعنی تہجد بھی فرض ہے۔خیال رہے کہ پنجگانہ نمازیں اطاعت کی ہیں جو ہمارے لیے آئیں اور نماز تہجد نماز عشق ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آئی۔ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل یہ نماز پڑھ لیتے ہیں اور نماز چاشت حضور صلی اللہ

علیہ وسلم پر ایک بار پڑھنا فرض تھی اس کی زیادتی مستحب تھی لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ہی نماز چاشت پڑھی ہے۔

باب اسماء النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصفاتہ

نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے نام شریف اور حلیہ شریف کا بیان ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ حق یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کے نام بھی ایک ہزار ہیں اور حضور انور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے نام بھی ایک ہزار۔اللّٰہ تعالٰی کے دو نام ذاتی ہیں: عربی میں اللّٰہ،عبرانی میں ایل۔حضور انور کے بھی دو نام ذاتی ہیں: محمد،احمد باقی نام صفاتی،چونکہ اللّٰہ رسول کی صفات بہت ہیں،نیز ان کے آستانوں پر مختلف حاجت مند اپنی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے رہیں گے اس لیے ان دونوں ذاتوں کے نام بہت ہوئے کہ جیسا حاجت مند آوے اسی نام سے پکارے۔حضور انور سے پہلے کسی کا نام محمد نہ ہوا،ہاں یہ ثابت ہے کہ نجومیوں نے پیش گوئی کی تھی کہ نبی آخر الزمان پیدا ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو عرب میں چار شخصوں نے اپنے بیٹوں کے نام محمد رکھے مگر چونکہ یہ سن کر انہوں نے یہ نام رکھے اس لیے پہلے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہی کا نام محمد ہوا،چونکہ ساری مخلوق بلکہ خود خالق ہمیشہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ہر ادا کی تعریف فرماتے رہیں گے اس لیے نام پاک محمد ہوا۔اللّٰہ تعالٰی نے اپنے محبوب کو اپنے تئیں نام عطا فرمائے۔امام سیوطی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے نام پر رسالہ مستقل لکھا ہے۔عبدالمطلب نے بھی ایک خواب دیکھ کر حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا۔ (مرقات،اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ناموں میں کوئی نام جامد نہیں سب نام شریف مشتقات ہیں۔(مرقات)

5776 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ)	
عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعَمٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِنَّ لِي أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ ". وَالْعَاقِب: الَّذِي لَيْسَ بعده شَيْء.	روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے بہت نام ہیں میں محمد ہوں ۱؎ میں احمد ہوں ۲؎ محو کرنے والا ہوں کہ اللّٰہ میرے ذریعہ کفر کو محو فرمائے گا ۳؎ اور میں جامع ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کیے جائیں گے ۴؎ اور میں عاقب ہوں،عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو ۵؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے تین نام حمد سے مشتق ہیں: محمد،احمد،محمود۔محمد کے معنی ہیں ہر طرح ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کا حمد کیا ہوا،یا ان کی ہر ادا کی ہر وصف کی ذات کی حمد کی ہوئی۔مخلوق بھی ان کی حمد کرے،خالق بھی ان کی حمد فرمائے۔جتنی نعتیں جتنی سوانح عمریاں ہر زبان میں ہر وقت حضور کی ہو رہی ہیں اتنی کسی کی نہیں ہوئیں،کیوں نہ ہو کہ قیامت کا دن اس نعت خوانی ہی میں تو صرف ہونا ہے حساب کتاب تو چار گھنٹہ میں ختم ہوجاوے گا اور دن ہے پچاس ہزار سال کا وہ نعت خوانی میں خرچ ہوگا۔شعر

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزم محشر کا　　　　کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

۲؎ احمد اسم تفضیل ہے حمد کا یا تو حمد معروف کا تو معنی ہوں گے بہت ہی حمد فرمانے والے اپنے رب کی،یا حمد مجہول کا تو معنی ہوں گے بہت ہی حمد کیے ہوئے پہلے معنی قوی ہیں۔حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم جامع ہیں حامدیت اور محمودیت میں جیسے آپ مرید

بھی اللہ کے اور مراد بھی،یوں ہی آپ طالب بھی ہیں مطلوب بھی،یوں ہی آپ احمد بھی محمود بھی،حبیب بھی ہیں محبوب بھی۔(مرقات)

۳؎ حضور سورج ہیں دوسرے انبیاء چاند تارے شمع تھے اور کفر تاریکی ہے اگرچہ تاریکی کو چراغ چاند ستارے بھی دور کرتے ہیں مگر وہ رات کو دن نہیں بناتے سورج رات کو دن بنادیتا ہے،نیز چراغ وغیرہ ایک محدود جگہ میں روشنی کرتے ہیں سورج ساری زمین کو منور کردیتا ہے اس لیے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ماحی ہوا،نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں اندھیرا ہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور کیا،نیز حضور ہم گنہگاروں کے گناہوں کو،محجوبوں کے حجاب کو دور کرتے ہیں۔

۴؎ سب سے پہلے قبر انور سے حضور اُٹھیں گے پھر دوسرے لوگ،سب سے پہلے حضور میدانِ محشر میں پہنچیں گے پھر حضور کے پیچھے ساری مخلوق۔نیز سارے لوگ آخر کار شفاعت کی بھیک مانگنے حضور ہی کے پاس پہنچیں گے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارد گرد جمع ہوجائیں گے،حضور ہی کو گھیر لیں گے،حضور کے پاس آکر پھر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے اس لیے حضور حاشر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۵؎ عاقب بنا ہے **عقب** سے بمعنی پیچھے۔حضور سارے نبیوں سے پیچھے دنیا میں آئے،نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بہت خیر چھوڑ گئے لہذا حضور عاقب ہیں سب کی عاقبت حضور کے دم سے ہی ہے۔خیال رہے کہ حضور عاقب یعنی پچھلے نبی ہیں لہذا نہ تو آپ کے زمانہ میں کوئی نبی تھا اور نہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی ہوسکتا ہے۔جو انبیاء کرام زندہ تھے یا زندہ ہیں وہ اب بہ شان نبوت زندہ نہیں،اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جیسے حضرت عیسیٰ و ادریس آسمان میں اور خضر والیاس زمین میں علیہم الصلوۃ والسلام۔

روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنے نام پاک بتاتے تھے فرماتے تھے کہ میں محمد ہوں میں احمد ہوں۱؎ مقفی ہوں۲؎ میں حاشر ہوں میں توبہ کا نبی ہوں۳؎ میں رحمت کا نبی ہوں۴؎(مسلم)	[2]- 5777 وَعَن أبي مُوسَى الْأَشْعَرِيّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَمِّي لَنَا نَفْسَهُ أَسْمَاءً فَقَالَ: «أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْمُقَفِّي وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَة» . رَوَاهُ مُسلم

۱؎ لفظ اللہ اور لفظ محمد میں چند طرح مناسبت ہے:اللہ میں حرف چار تو محمد میں حرف چار،اللہ کے چاروں حرف بے نقطہ محمد کے چاروں حرف بے نقطہ،اللہ میں ایک شد محمد میں ایک شد،اللہ کے تین حرف حرکت والے محمد کے تین حرف حرکت والے،ہاں اللہ کے شد پر الف ہے محمد کے شد پر الف نہیں،اللہ سلطان حضور اس سلطنت کے وزیر اعظم،اللہ بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہوتے ہیں محمد بولنے سے دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں کہ وہ نیچوں کو اوپر والوں سے ملانے ہی تو آئے ہیں۔

۲؎ **مقفی** اسم فاعل سب نبیوں سے پیچھے دنیا میں آنے والا،**مقفی** اسم مفعول سب نبیوں تمام انسانوں ساری مخلوق سے آگے رہنے والا کہ میرے نقش قدم پر سب چلنے والے یا **مقفی** اسم سب کی مہمانی کرنے والا کہ دنیا اس کی مہمان ہو وہ سب کا میزبان،قفاوہ کہتے ہیں لطف و کرم مہمانی کے کھانے کو۔(مرقات)

۳؎ اس طرح کہ میرے ہاتھ پر ساری خلقت نے توبہ کی اور کرے گی یا میرے دین میں توبہ آسان کردی گئی یا میری برکت میرے صدقہ سے حضرت آدم و دیگر نبیوں کی توبہ قبول ہوئی ان کی مشکلیں حل ہوئیں۔شعر

اگر نام محمد را نہ آوردے شفیع آدم　　　نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

یا جو میرے دروازے پر آجاوے رب کو تواب ورحیم پائے "لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا"۔

۴؎ حضور کی رحمت عامہ تمام جہان پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دنیا میں عذاب آنا بند ہوگئے رحمت خاصہ مؤمنوں پر رحمت خاص الخاصہ ولیوں،صدیقوں بلکہ گذشتہ نبیوں پر بھی ہے،اللہ رب العالمین ہے حضور رحمۃ للعالمین،حضور مؤمنوں پر رؤف ورحیم۔شعر

رب اعلی کی نعمت پر اعلی درود　　　حق تعالی کی منت پہ لاکھوں سلام

حضور کی رحمت کا پورا بیان ناممکن ہے۔

[3]- 5778	
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا تَعْجَبُونَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللَّهُ عَنِّي شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ؟ يَشْتُمُونَ مُذَمَّمًا وَيَلْعَنُونَ مُذَمَّمًا وَأَنَا مُحَمَّدٌ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ نے کس طرح مجھ سے قریش کی گالیوں،ان کے لعن کو پھیر دیا وہ تو مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعن طعن کرتے ہیں ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۱؎(بخاری)

۱؎ پہلے کفار مکہ حضور انور کا نام شریف لے کر آپ کی شان اقدس میں گستاخی کرتے تھے،ابولہب کی بیوی عورابنت حرب نے کہا کہ تم لوگ محمد کہنا بھی چھوڑ دو کہ اس نام میں ان کی تعظیم ہے انہیں مذمم کہا کرو یعنی بہت ہی برے اب وہ لوگ مذمم کہہ کر گالیاں دینے لگے،اس پر حضور انور نے یہ فرمایا کہ وہ مذمم کو برا کہتے ہیں ہوگا کوئی مذمم ہم تو محمد ہیں۔اللہ نے آپ کے نام کو بھی گستاخی سے بچالیا۔جو حضور کو محمد کہہ کر گستاخی کرے وہ اپنے منہ سے خود جھوٹا ہے،محمد وہ جو بے عیب ہو اور تو اسے عیب لگارہا ہے،یہ مردودہ فخریہ کہا کرتی تھی۔

مذمما عصینا وأمرہ أبینا ودینہ قلینا

[4]- 5779	
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ وَكَانَ إِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ وَإِذَا شَعِثَ رَأْسُهُ تَبَيَّنَ وَكَانَ كَثِيرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ فَقَالَ رَجُلٌ: وَجْهُهُ مِثْلُ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيرًا وَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يشبه جسده ". رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پاک اور ڈاڑھی شریف کا اگلا حصہ کھچڑی تھا۱؎ اور جب آپ تیل لگاتے تو ظاہر نہ ہوتا تھا اور بال بکھرے ہوتے تو ظاہر ہوتا۲؎ ڈاڑھی شریف میں بہت بال تھے۳؎ تو ایک آدمی بولا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور تلوار کی طرح تھا۴؎ فرمایا نہیں بلکہ سورج اور چاند جیسا تھا۵؎ اور قدرے گول۶؎ اور میں نے مہر نبوت کو آپ کے کندھے شریف کے پاس دیکھا کبوتری کے انڈے کی طرح تھی جسم اطہر کے ہم رنگ تھے۷؎(مسلم)

۱؎ شمط کے لفظی معنی ہیں کچھ بال سفید ہوجانا کچھ بال سیاہ رہنا اسے اردو میں کھچڑی بال کہتے ہیں۔سر شریف میں چودہ بال سفید تھے،داڑھی شریف میں پانچ بال اور ریش بچی میں ایک بال سفید کل بیس بال شریف سفید ہوئے تھے اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں۔

۲؎ یعنی آپ کے بالوں کا کھچڑی ہونا جب ظاہر ہوتا تھا جب کہ بال شریف بکھرے ہوئے ہوتے ورنہ ظاہر نہ ہوتا تھا جس سے معلوم ہوا کہ بہت تھوڑے بال سفید تھے۔

۳؎ حضور کی ڈاڑھی شریف پورا خط گھنے بال تھے۔حق یہ ہے کہ ایک مشت رہتی تھی،ایک مشت سے داڑھی کم کرنا ممنوع ہے،مشت سے زیادہ میں بہت اختلاف ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی سینہ تک رہتی تھی،حضور غوث پاک کی داڑھی لمبی تھی،حضرت ابن عمر ایک مشت رکھتے تھے۔(اشعۃ اللمعات)

۴؎ یعنی جیسے تلوار سفید اور چمکدار ہوتی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چمکدار تھا مگر چونکہ اس تشبیہ میں دھوکہ ہوتا تھا کہ تلوار کی طرح لمبا ہو اس لیے اس کی تردید کردی گئی۔

۵؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو تلوار سے تشبیہ نہ دو چاند سورج سے تشبیہ دو مگر حقیقت یہ ہے۔شعر

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں ان کے چہرے کو ۔۔۔ میں ان کے کفش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں

۶؎ یعنی چہرہ انور مائل بہ گولائی تھا نہ بالکل گول نہ لمبا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ **لیس بہ کلثم**۔

۷؎ یعنی مہر نبوت جسم شریف کے ہمرنگ تھی برص کی طرح بہت چٹی نہ تھی،یہ بہت ہی حسین معلوم ہوتی تھی حضور کا حسن اسی شعر میں مذکور ہے۔شعر

خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات ۔۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

کس نیست در جہاں کہ زحسنت عجب نہ ماند ۔۔۔ ای درکمال حسن عجب ترزہر عجب

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سرجس سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ گوشت روٹی کھائی یا فرمایا ثرید کھایا۱؎ پھر میں آپ کے پیچھے مڑ گیا تو میں نے حضور کی مہر نبوت دیکھی جو آپ کے دو کندھوں کے بیچ بائیں کندے کی گھنڈی کے پاس تھی۲؎ اکٹھی تھی جس پر کھرنڈ کی طرح تل تھے۳؎(مسلم)	[5]- 5780 وَعَن عبدِ الله بن سرجسٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْتُ مَعَهُ خُبْزًا وَلَحْمًا أَوْ قَالَ: ثَرِيدًا ثُمَّ دُرْتُ خَلْفَهُ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاغِضِ كَتِفِهِ الْيُسْرَى جُمْعًا عَلَيْهِ خيلال كأمثال الثآليل. رَوَاهُ مُسلم

۱؎ راوی کو شک ہے کہ ان صحابی نے گوشت روٹی فرمایا یا ثرید کہا۔ثرید گوشت کے شوربے میں گلائی ہوئی روٹی کہ روٹی بوٹی اور شوربا ایک جان کردی جاوے،حضور انور کو یہ بہت پسند تھا۔

۲؎ **ناغض** وہ نرم ہڈی جو کندھے کے درمیان دونوں کندھوں کے کناروں کے ملنے کی جگہ واقع ہے۔**جمعا** بمعنی مٹھی آتا ہے جس میں انگلیاں جمع ہوں یعنی یہ پارہ گوشت یا یہ تل الگ الگ نہ تھے بلکہ یکجا ملے ہوئے تھے۔

۲؎ ثالیل جمع ہے ثولول کی چنے کے دانہ کی برابر جو کھرنڈ سا جسم پر نکل آتا ہے،اسے عربی میں ثولول فارسی میں زخ کہتے ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ دو کندھوں کے بیچ میں کچھ ابھرا ہوا گوشت تھا جس پر تل تھے اگر بغور دیکھا جاتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے میں آتا تھا جیساکہ بعض روایات میں ہے۔یہ حضور کی نبوت کی علامت تھی اسے مہر نبوت کہتے تھے،بحیرہ راہب یہ ہی مہر نبوت دیکھ کر ایمان لایا تھا۔

[6]- 5781 وَعَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَتْ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَاب فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيرَةٌ فَقَالَ: «ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ» فَأُتِيَ بهَا تُحْمَلُ فَأَخَذَ الْخَمِيصَةَ بِيَدِهِ فَأَلْبَسَهَا. قَالَ: «أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي» وَكَانَ فِيهَا عَلَمٌ أَخْضَرُ أَوْ أَصْفَرُ. فَقَالَ: «يَا أُمَّ خَالِدٍ هَذَا سِنَاهْ» وَهِيَ بالحبشيَّةِ حسنَة. قَالَت: فذهبتُ أَلعبُ بخاتمِ النبوَّةِ فز برني أَبِيٍّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دعها» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے جناب ام خالد بنت خالد ابن سعید سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جن میں کالی چھوٹی سی کملی بھی تھی ۲؎ تو فرمایا ام خالد کو لاؤ چنانچہ انہیں لایا گیا گود میں اٹھا کر ۳؎ تو حضور نے وہ کملی اپنے ہاتھ میں لی انہیں پہنائی فرمایا پرانی کرو اور پھاڑو پھر پرانی کرو اور پھاڑو ۴؎ اس میں ہرے یا پیلے بیل بوٹے تھے تو فرمایا اے ام خالد یہ بہت اچھے ہیں،سناہ حبشی زبان میں اچھے کو کہتے ہیں ۵؎ فرماتی ہیں میں حضور کی مہر نبوت سے کھیلنے لگی ۶؎ تو مجھے میرے والد نے ڈانٹا ۷؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑدو ۸؎ (بخاری)

۱؎ ام خالد بھی صحابیہ ہیں اور ان کے والد ابن سعید بھی صحابی ہیں،خالد ابن سعید ابن عاص اموی بڑے پرانے مؤمن ہیں،آپ چوتھے مسلمان ہیں،آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کرتے تھے کہ ہم دونوں میں پہلے اسلام کون لایا،ام خالد اپنی کنیت میں مشہور ہیں،آپ حبشہ میں پیدا ہوئیں،بچپن ہی میں مدینہ منورہ لائی گئیں،ان سے حضرت زبیر ابن عوام نے نکاح کیا۔(مرقات،اشعہ،اکمال)

۲؎ **خمیصہ** مربع کمبل کو کہتے ہیں جس کے کنارے منقش ہوں۔شاید یہ کپڑے مال غنیمت میں آئے تھے یا کسی جگہ سے ہدیہ، حضور انور نے صحابہ کرام میں تقسیم فرمائے اس چھوٹی سی کملی کے لیے نظر انتخاب ان چھوٹی سی صحابیہ پر پڑی۔

۳؎ ام خالد کے والد انہیں گود میں اٹھا کر لائے کیونکہ اس وقت آپ بہت کمسن بچی تھی۔

۴؎ یعنی اے ام خالد جیتی جاگتی رہو تمہاری عمر دراز ہو تم اس کملی کو پرانی کرکے پھاڑو اس کے بعد اور کپڑے پرانے کرتی پھاڑتی رہو،بعض روایات میں ہے کہ یہ دعا تین بار دی۔

۵؎ چونکہ ان کے والد خالد بن سعید اولًا ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے تھے وہاں ام خالد پیدا ہوئیں وہاں کی زبان سیکھ گئیں اس لیے حضور انور نے ان سے حبشی زبان کا کلمہ ارشاد فرمایا **سناہ**،مدینہ منورہ کی زبان **حسنہ** نہ فرمایا۔

۶؎ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر نئی اور عجیب چیز کو چھوتے چھیڑتے چٹکی سے دباتے ہیں میں بھی مہر نبوت شریف سے یہ ہی حرکت کرنے لگی۔

ے اور کہا کہ بیٹی ایسی بے ادبی نہ کرو ادب سے بیٹھو۔خیال رہے کہ حضور انور کی قمیض کا گریبان سینہ پر نہ تھا بلکہ گردن کے دونوں طرف چاک تھا جن میں ایک ایک بٹن لگا ہوا تھا وہ بٹن اکثر کھلے رہتے تھے،ام خالد نے اپنا ننھا سا ہاتھ ان چاکوں کے اندر ڈال دیا اور مہر نبوت شریف کو مس کرنے لگیں۔کاش وہ پورے وہ انگلیاں ہم کو ان کی زیارت میسر ہوتی تو ہم چوم کر آنکھوں سے لگاتے۔شعر

ساربان کے کبھی ہاتھوں کی بلائیں لیتے ہوتے صدقے کبھی ناقہ کے کبھی محمل کے

دھجیاں جیب و گریبان کی اڑاتے جاتے دشت طیبہ میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے

اس گنہگار فقیر احمد یار نے اپنی داڑھی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پائنتی شریف کی چوکھٹ جھاڑی ہے،خدا کرے یہ داڑھی جو اس آستانہ کی جھاڑو بنی ہے میری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔

۸؎ یعنی اس بچی کو اپنا کام کرنے دو اسے اس کام سے برکت حاصل ہورہی ہے کبھی یہ اپنے پوروں اپنی ان انگلیوں پر ناز کیا کرے گی اسے آج دوہری برکتیں نصیب ہیں ہماری چادر کا عطیہ اور مہر نبوت سے مس۔حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس حدیث سے بزرگوں کے خرقے ان کا پہننا،ان سے برکت لینا ثابت فرمایا کہ مؤمنوں کے ان اعمال کی اصل یہ حدیث ہے۔(مرقات)

5782 -[7] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللَّهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وبالمدينة عشر سِنين وتوفَّاه الله على رَأس سِتِّينَ سَنَةً وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ وَفِي رِوَايَةٍ يَصِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ أَزْهَرَ اللَّوْنِ. وَقَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ: بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ: كَانَ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَالْقَدَمَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ سَبْطَ الكفَّين.وَفِي أُخْرَى لَهُ قَالَ:كَانَ شثن الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ	روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت دراز قد تھے ۱؎ اور نہ بالکل پست قد ۲؎ اور نہ خالص سفید رنگ تھے ۳؎ اور نہ گندمی رنگ نہ تو چھلے دار بالوں والے تھے اور نہ بالکل سیدھے بال والے ۴؎ اللہ نے انہیں نبی بھیجا سرے پر چالیس سال کی عمر شریف کے ۵؎ مکہ میں دس سال رہے اور مدینہ میں دس سال ۶؎ اللہ نے آپ کو وفات دی ساٹھ سال کے کنارے پر ۷؎ اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے ۸؎ اور ایک روایت میں انس رضی اللہ عنہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ قوم میں درمیانہ قد تھے نہ بہت دراز اور نہ پست قد ۹؎ چمکدار رنگت ۱۰؎ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف آپ کے آدھے کانوں تک تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے ۱۱؎ (مسلم،بخاری) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ انس نے کہا کہ حضور بھاری سر ۱۲؎ اور بھاری قدم والے تھے ۱۳؎ میں نے آپ جیسا حسین نہ آپ کے بعد دیکھا نہ آپ سے پہلے ۱۴؎ آپ کشادہ ہتھیلی تھے ۱۵؎ بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور بھاری

	قدم بھاری ہاتھوں والے تھے ۱۶

۱؎ بائن بنا ہے بون سے بمعنی دوری اسی سے ہے طلاق بائنہ،یہاں بائن سے مراد ہے بہت زیادتی جو حد اعتدال سے دور ہو یعنی حضور انور اتنے دراز قد نہ تھے کہ حد اعتدال سے دور ہوں۔

۲؎ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور مائل بہ درازی تھے کیونکہ **طویل** کے ساتھ **بائن** کی قید بیان ہوئی اور **قصیر** مطلق بغیر قید کے فرمایا۔

۳؎ یلکہ آپ کا رنگ شریف سفید مائل بہ سرخی تھا یا سرخی پیلا ہوا سفید جو کہ بہت ہی حسین ہوتا ہے۔

۴؎ یعنی حضور کے بال شریف نہ تو حبشہ والوں کی طرح بالکل چھلے دار مٹھے ہوئے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ بال سیدھے کناروں پر خم دار تھے ایسے بال بہت حسین معلوم ہوتے ہیں۔

۵؎ سرے سے مراد آخری کنارہ ہے۔حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا جب آپ کا سنہ شریف پورے چالیس سال کا ہوچکا تھا۔

۶؎ تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا،اس پر بھی سب متفق ہیں کہ بعد ہجرت مدینہ منورہ میں قیام دس سال رہا مگر اس میں اختلاف ہے کہ ظہور نبوت کے بعد ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ میں کتنا قیام رہا دس سال،تیرہ سال،پندرہ سال۔قوی یہ ہے کہ تیرہ سال قیام رہا لہذا عمر شریف کل تریسٹھ سال ہوئی ساٹھ یا پینسٹھ سال نہیں یہاں دس سال والی روایت ہے۔

۷؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ ساٹھ والی روایت میں دہائی لی گئی ہے تین جو کسر تھی وہ چھوڑ دی گئی اور پینسٹھ سال والی روایت میں ولادت اور وفات کے سال شامل کرلیے گئے ہیں ورنہ عمر شریف تریسٹھ سال ہے اور یہ دونوں روایات اس کے خلاف نہیں۔

۸؎ بعض روایات میں ہے کہ سر مبارک داڑھی شریف اور ریش بچی سب میں ملاکر بیس بال سفید تھے،بعض میں ہے کہ کل چودہ بال سفید تھے،یہ روایت چودہ بالوں والی ہے شمار میں اختلاف ہوسکتا ہے،اس روایت میں ہے کہ سر مبارک میں چودہ بال سفید تھے،داڑھی شریف میں پانچ بال اور ریش بچی میں ایک بال سفید۔

۹؎ پہلے گزر چکا کہ حضور انور درمیانہ قد تھے مائل بہ درازی یہ قد بہت حسین ہوتا ہے۔

۱۰؎ رنگت سفید جس میں سرخی پلائی ہوئی اور وہ جگمگاتی ہوتی تھی یہ حسن کی انتہا ہے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے   اس چمک دار رنگت پہ لاکھوں سلام

۱۱؎ بالوں کی درازی میں چار روایتیں ہیں: نصف کان تک،کانوں کی گدیوں تک،کانوں اور کندھوں کے درمیانی تک،کندھوں تک،ان میں تعارض نہیں کبھی تاگوش کبھی تابدوش مختلف اوقات میں مختلف حالات تھے۔حضور انور بال کٹواتے تھے اور سواء حج وعمرہ کے کبھی منڈواتے نہیں تھے۔

۱۲؎ چھوٹا سر کم عقلی کی علامت ہوتی ہے اور بہت بڑا سر حسین نہیں ہوتا درمیان سر قدرے بڑا بہت حسین ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔شعر

ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا   ہمہ بروجہ کمال است **کما لایخفی**   (اشعہ)

۱۳؎ بھاری قدم بہادری ثابت قدمی اور عبادت میں طاقت کی دلیل ہیں،پتلے دبلے قدم کمزوروں کی علامت ہے،یوں ہی تلوے اندر کو دھنسے ہونا حسن کے خلاف ہے کہ زمین پر صرف کنارہ قدم لگے باقی الگ رہیں پورا قدم زمین کو لگے، بھرے قدم ہوں یہ حسن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف ایسے ہی تھے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔شعر

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

۱۴؎ یعنی آپ کا حسن کما حقہٗ میں بیان نہیں کرسکتا بس اتنا سمجھ لو کہ میری آنکھوں نے نہ آپ سے پہلے حسین دیکھا نہ آپ کے بعد۔حضرت انس کی آنکھ تو کیا دیکھتی جناب جبرئیل امین کی آنکھوں نے ایسا نہ دیکھا۔شعر

معراج میں جبرئیل سے کہنے لگے شاہِ امم تم نے تو دیکھے ہیں بہت بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
روح الامین کہنے لگے اے مہ جبین تیری قسم آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدم ام لیکن تو چیزے دیگری

۱۵؎ کشادہ ہتھیلی علامت ہے جودوسخا کی حضور جیسا سخی پیدا نہ ہوا نہ ہوگا۔عرب کہتے ہیں عبدالکف بخیل وسبط الکف جواد تنگ ہتھیلی والا کنجوس ہوتا ہے،وسیع ہتھیلی والا سخی داتا۔

۱۶؎ خیال رہے کہ حضور انور کے دستِ مبارک قدم شریف تھے تو بھاری مگر کھال مبارک نہایت نرم تھی جیساکہ روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء ریشم سے بھی زیادہ نرم تھے۔نرمی اور چیز ہے بھاری ہونا کچھ اور یہ بھی خیال رہے کہ ہاتھ پاؤں بھاری ہونا مردوں میں ہنر ہے عورتوں میں عیب ہے کیونکہ مردوں کے مضبوط اعضاء بہادری کی علامت ہیں عورتوں کے اعضاء نازک چاہئیں۔(مرقات)

5783 -[8] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنِ الْبَرَّاءِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوعًا بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعْرٌ بَلَغَ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ	روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے۱؎ دو کندھوں کے درمیان فاصلے والے۲؎ آپ کے بال آپ کے کانوں کی گدیوں تک تھے۳؎ میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں دیکھا آپ سے اچھا میں نے کبھی کوئی نہ دیکھا ۴؎ (مسلم،بخاری)اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا میں نے زلفوں ۵؎ والا سرخ جوڑا پہنے کوئی ایسا حسین نہ دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین ہو آپ کے بال آپ کے کندھوں کو چھوتے تھے ۶؎ دو کندھوں کے درمیان فاصلہ والے نہ تو دراز قد تھے نہ پستہ قد ۷؎

۱؎ یہ فرمان ترکیبی ہے یعنی قریبًا درمیانہ تھے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قدرے طویل قد تھے جیساکہ پہلے عرض کیا گیا۔(مرقات)

۲؎ دو کندھوں میں فاصلہ جب ہی زیادہ ہوگا جب کہ سینہ چوڑا ہو،حضور کا سینہ مبارک بہت کشادہ تھا۔چوڑا سینہ شجاعت و سخاوت،دل کی وسعت کی علامت ہے،اس سے دل کی وسعت کا پتہ لگتا ہے جس کا دل وسیع ہو وہ کینہ،غصہ،بغض و حسد سے پاک ہوتا

ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ کسی سے نہ لیا بلکہ ہمیشہ در گزر کی معافی دی،یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی۔

۳؎ یعنی کبھی آپ کے بال شریف تاگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

۴؎ یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ **مخطط بالا حمر** مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔حلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حلہ یمنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی لباس محبوب تھا۔

۵؎ جو بال کانوں کی گدیوں تک ہوں انہیں وفرہ کہتے ہیں،جو کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور جو کندھوں تک پہنچیں انہیں لمہ کہتے ہیں۔حضور انور کے بال کبھی لمہ بھی ہوتے تھے اسی کا یہاں ذکر ہے۔

۶؎ خیال رہے کہ عورتوں کی طرح بہت لمبے بال رکھنا مردوں کو ممنوع ہیں،کندھوں تک مردوں کے بالوں کی انتہا ہے۔

۷؎ یعنی حضور کے جسم شریف میں وہ درازی یا پستی نہ تھی جو بری معلوم ہو۔(مرقات)

[9]- 5784 وَعَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ أَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ مَنْهُوشَ الْعَقِبَيْنِ قِيلَ لَسِمَاكٍ: مَا ضَلِيعُ الْفَمِ؟ قَالَ: عَظِيمُ الْفَمِ. قِيلَ: مَا أَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ؟ قَالَ: طَوِيلُ شَقِّ الْعَيْنِ. قِيلَ: مَا مَنْهُوشُ الْعَقِبَيْنِ؟ قَالَ: قليلُ لحم الْعقب. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت سماک ابن حرب سے ۱؎ وہ حضرت جابر ابن سمرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ منہ والے ۲؎ سرخ و سفید آنکھ والے پتلی ایڑیوں والے تھے ۳؎ سماک سے پوچھا گیا کہ **ضلیع الفم** کیا چیز ہے فرمایا کشادہ منہ ۴؎ کہا گیا کہ **اشکل العین** کیا ہے فرمایا آنکھ کی لمبائی دراز ۵؎ کہا گیا کہ **منہوش العقبین** کیا ہیں فرمایا ایڑی شریف پر گوشت تھوڑا ۶؎ (مسلم)

۱؎ آپ مشہور تابعی ہیں،کوفی ہیں،تیس صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے،بہت مقبول الدعا تھے،خود کہتے ہیں کہ میری بینائی جاتی رہی تھی اللہ تعالٰی سے دعا کی اس نے مجھے بینائی واپس فرمادی۔(اشعہ)

۲؎ منہ کی کشادگی حسن ہے اور منہ کی تنگی بدزیب مگر کشادگی زیادہ مراد نہیں کہ وہ بدزیب ہوتی ہے۔بعض نے فرمایا کہ یہاں کشادگی منہ سے مراد ہے فصاحت و بلاغت مگر یہ قوی نہیں کہ یہاں حلیہ شریف کا ذکر ہے فصاحت کو حلیہ شریف سے تعلق نہیں۔

۳؎ **اشکل** بنا ہے **شکلہ** سے معنی ہوتے ہیں مخلوط رنگ جس میں سفیدی میں سرخ ڈورے ہوں یا آنکھ کی سفیدی مائل بہ سرخی ہو اسی سے بنا ہے **اشکل**۔

۴؎ عربی میں **وجہ** کہتے ہیں چہرہ کو اور **فم** کہتے ہیں دہان یعنی منہ کو،کشادہ منہ سے مراد ہے ہونٹ قدرے دراز ہوں یہ بھی حسن و خوبی ہے۔

۵؎ محدثین فرماتے ہیں کہ سماک نے جو **اشکل العین** کی تفسیر کی ہے وہ درست نہیں تمام محدثین کا اسی پر اتفاق ہے کہ **اشکل** کے معنی یہ نہیں،اس کے معنی وہ ہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے یعنی آنکھ کی تیز سفیدی میں سرخ باریک ڈورے یہ بھی حسن ہے۔

۶؎ پتلی ایڑی بہت حسین ہوتی ہے موٹی و چوڑی ایڑی بھدی ہوتی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حسن کے تمام اوصاف جمع تھے۔

5785 -[10] وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَبْيَضَ مَلِيحًا مقصدا ". رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے حضور گورے نمکین حسن والے میانہ قد تھے ۲؎ (مسلم)

۱؎ آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے،لیثی ہیں،کنانی ہیں،کنیت ابو طفیل اسی کنیت میں مشہور ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آٹھ سال پائے،روئے زمین میں سب سے آخری صحابی آپ ہیں جن کی وفات سب صحابہ سے آخر میں ہوئی،آپ کی وفات کے بعد کوئی صحابی دنیا میں نہ رہے دور صحابہ آپ کی وفات پر ختم ہوا،۱۰۲ھ ایک سو دو میں وفات پائی،مکہ معظّمہ میں وفات ہوئی وہاں ہی دفن ہوئے۔(مرقات،اکمال وغیرہ)

۲؎ حسن دو قسم کا ہوتا ہے: ملیح اور صبیح۔ملیح جس کا ترجمہ ہے نمکین حسن اگرچہ صباحت بھی حسن ہے مگر ملاحت حسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔اس میں فرق بیان سے معلوم نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی چھانٹ عاشق کی نگاہ کرتی ہے اس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔(اشعۃ)اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔شعر

ذکرسب پھیکےجب تک نہ مذکورہو نمکین حسن والا ہمارا نبی

یوں سمجھو کہ سفید رنگ صبیح ہے اور سفیدی میں سرخی کی جھلک ہو اور اس میں کشش ہو کہ دل ادھر کچھ اور دیدہ اس کے دیدار سے سیر نہ ہو وہ ملیح ہے یعنی نمکین حسن حضور ایسے ہی حسین تھے۔

5786 -[11] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ خِضَابِ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يُخْضَبُ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ - وَفِي رِوَايَةٍ: لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِي رَأسه - فعلت.	روایت ہے حضرت ثابت سے۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا۲؎ تو فرمایا کہ اس حد کو نہ پہنچے کہ خضاب لگاتے۳؎ میں اگر چاہتا تو آپ کے سفید بال جو داڑھی شریف میں تھے گن لیتا ۴؎ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں ان سفید بالوں کو گننا چاہتا جو آپ کے سر شریف میں تھے تو ایسا کرلیتا ۵؎ (مسلم، بخاری)اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا کہ کچھ سفیدی آپ کی ریش بچی اور کنپٹیوں میں تھی اور سر شریف میں کچھ معمولی سا حصہ ۶؎

۱؎ آپ کا نام ثابت ابن اسلم ہے،بنانی ہیں،کنیت ابو محمد ہے،تابعی ہیں،بصری ہیں،حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چالیس برس رہے،بصرہ میں وفات پائی۔(مرقات)

۲؎ سوال یہ تھا کہ حضور انور نے سر شریف یا داڑھی مبارک میں خضاب لگایا یا نہیں اگر لگایا تو کس رنگ کا اور کس چیز سے۔خضاب بنا ہے خضب سے بمعنی رنگنا،سیاہ خضاب ممنوع ہے سرخ خضاب بہتر ہے۔

۳؎ یعنی حضور انور کے سر یا داڑھی شریف کے بال اتنے سفید نہ ہوئے جن میں خضاب لگایا جاسکتا صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔یہاں شیخ نے فرمایا کہ سفید بال تو بہت تھوڑے تھے کچھ بال سرخ ہوگئے تھے یعنی سفید ہونے والے تھے کہ وفات شریف واقع ہوگئی اس پر حدیث پیش کی **وکان مثیبہ احمر** وہ سرخی بھی قابل خضاب نہ ہوتی۔

۴؎ **شمطات** جمع ہے **شمط** کی **شمط** شین کی فتح میم کے سکون سے سفید اور میم کے بھی فتح سے ہو تو سیاہی سفیدی سے مخلوط، یہاں پہلے معنی ہیں یعنی سفید بال داڑھی شریف میں پانچ بال سفید تھے۔

۵؎ یعنی سر شریف میں بھی گنتی چنتی کے بال شریف سفید تھے اور داڑھی شریف میں بھی سر شریف میں چودہ بال سفید تھے ظاہر ہے کہ اتنے بال ضرور گنے جاسکتے ہیں۔

۶؎ **نبذ** کے معنی ہیں تھوڑے سے بال وہ بھی الگ الگ،کل بیس بال شریف سفید ہوئے تھے چودہ تو سر شریف میں،پانچ داڑھی مبارک میں،ایک ریش بچی میں۔یہ ہے صحابہ کا عشق رسول کہ حلیہ شریف ہو بہو بیان کردیا۔خدا کرے یہ حلیہ شریف قبر میں یاد رہے کہ اس پر وہاں کی کامیابی موصوف ہے۔

5787 -[12] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقُهُ اللُّؤْلُؤُ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ وَمَا مَسَسْتُ دِيبَاجَةً وَلَا حَرِيرًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمتُ مسكاً وَلَا عَنْبَرَةً أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.	روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چمکدار رنگت والے تھے آپ کا پسینہ گویا موتی تھا۱؎ جب چلتے تو طاقت سے چلتے تھے۲؎ اور میں نے موٹا باریک ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے زیادہ نرم نہ چھوا۳؎ اور نہ مشک و عنبر سونگھا جو حضور انور کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۴؎(بخاری مسلم)

۱؎ یعنی چمک دار اور نہایت ہی آبدار صاف شفاف خوشبودار یہاں صرف صفائی و آب تاب مراد ہے خوشبو دوسری احادیث سے مروی ہے۔

۲؎ جب طاقتور آدمی چلتے ہیں تو رفتار کے دوران یکدم پاؤں زمین سے اٹھاتے ہیں گویا پاؤں کو ہیڑ رہے ہیں،حضور انور کی چال پہلی قسم کی تھی۔**تکفا** کے یہ معنی ہیں جیسے انسان اوپر سے اترتے ہوئے قدم اٹھاتا ہے حضور کی رفتار ایسی تھی۔

۳؎ حضور انور کے ہاتھ موٹے موٹے یعنی بھرے ہوئے نہایت طاقتور تھے مگر ساتھ ہی نہایت نرم بھی تھے۔اس گنہگار نے ایک بار خواب میں اس دست اقدس کو بوسہ دیا ہے بالکل ایسے ہی دیکھے نہایت ٹھنڈے کہ مصافحہ ہوا تو کلیجہ ٹھنڈا ہوگیا رب تعالٰی پھر نصیب کرے۔شعر

خدا نے ان کو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے　　　وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں سے حسین ہو کر

۴؎ یہ خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے ہر وقت مہکتی تھی بہت تیز تھی اور دور دور پہنچتی تھی حتی کہ گلی سے گزرتے تو گھروں والے اندرون خانہ محسوس کرلیتے تھے پھر یہ خوشبو بہت دیر تک پھیلی رہتی تھی کہ جس گلی سے گزر جاتے بعد میں بہت دیر تک وہ گلی مہکتی رہتی تھی کہ بعد میں آنے والے پہچان لیتے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزر گئے ہیں۔اعلٰی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔شعر

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ کیسی خوشبو میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

بلکہ اب بھی روضہ اطہر پر خصوصًا مواجہہ شریف جہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھا جاتا ہے کبھی کبھی نہایت نفیس خوشبو محسوس ہوتی۔بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ کبھی کسی کو اپنے گھر میں خصوصًا تہجد کے وقت غیبی خوشبو محسوس ہوتی ہے اس وقت درود شریف پڑھنا چاہیے،یہ خیال کرے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔بعض لوگوں کی وفات کے بعد ایسی خوشبو محسوس ہوتی ہے سمجھو حضور تشریف لائے ہوئے ہیں اس میت کو لینے آئے ہیں۔

5788 -[13] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيهَا فَيَقِيلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ نطْعًا فَيَقِيلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيرَ الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهُ فَتَجْعَلُهُ فِي الطِّيبِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا؟» قَالَتْ: عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِيبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا قَالَ: «أصبت» .	روایت ہے حضرت ام سلیم سے ۱؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے تھے تو ان کے پاس قیلولہ کرتے تھے ۲؎ وہ حضور کے لیے چمڑے کا بستر بچھادیتی تھیں ۳؎ حضور اس پر آرام کرتے تھے حضور کو پسینہ بہت آتا تھا ۴؎ تو وہ حضور کا پسینہ جمع کرلیتی تھیں ۵؎ اسے خوشبو میں ڈال لیتی تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم یہ کیا ہے بولیں حضور آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں یہ بہترین خوشبو ہے ۶؎ اور ایک روایت میں ہے کہ بولیں یارسول اللہ ہم اس کی برکت کی اپنے بچوں کے لیے امید کرتے ہیں ۷؎ فرمایا تم ٹھیک کرتی ہو ۸؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ آپ کے نام میں بہت اختلاف ہے،کنیت ام سلیم بنت ملحان ہے،آپ پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں ان سے حضرت انس ابن مالک پیدا ہوئے،مالک ابن نضر مشرک مارے گئے تو ابوطلحہ نے آپ کو اپنے نکاح کا پیغام دیا آپ نے فرمایا کہ میرا مہر یہ ہوگا کہ تم مسلمان ہوجاؤ اس کے سواء میں اور مہر نہیں چاہتی۔چنانچہ ابو طلحہ مسلمان ہوئے اور آپ سے نکاح کیا،بے شمار فضائل و شمائل والی بی بی ہیں۔

۲؎ خیال رہے کہ ام سلیم اور آپ کی بہن ام حرام دونوں ملحان کی صاحبزادیاں ہیں۔بعض مورخین نے فرمایا کہ یہ دونوں بیبیاں حضور انور کی رضاعی خالہ تھیں اس لیے آپ سے پردہ نہ کرتی تھیں اور آپ ان کے ہاں آرام فرماتے تھے مگر یہ درست نہیں کیونکہ یہ دونوں بیبیاں مدینہ کے انصار بنی نجار سے ہیں،حضور انور کبھی شیر خوارگی میں مدینہ نہ گئے لہذا حق یہ ہے کہ یہ دونوں بیبیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کی رضاعی خالہ تھیں کیونکہ عبدالمطلب نے مدینہ منورہ میں بنی نجار میں ایک بی بی سے نکاح کیا تھا وہاں یعنی مدینہ پاک میں ہی حضرت عبداللہ پیدا ہوئے،وہاں ہی ان کی شیر خوارگی کا زمانہ گزرا اور بنی نجار میں ہی پلے بڑھے،ام حرام اور ام سلیم کی بہن نے انہیں دودھ پلایا اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ یہ دونوں بی بیباں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی دادیاں پھوپھیاں ہیں لہذا آپ کا ان کے پاس جانا سونا بالکل درست ہے۔(مرقات)

۳؎ **نطعا** نون کے کسرہ اور ط کے فتحہ سے چمڑا کا بستر۔

۴؎ کیونکہ حضور انور بہت حیا والے تھے جس کو حیاءو شرم بہت ہوتی ہے اسے پسینہ بہت آتا ہے۔(مرقات)

۵؎ظاہر یہ ہے کہ ام سلیم جسم شریف سے پسینہ پونچھ پونچھ کر اپنے عطر میں ملا لیتی تھی،انہیں جسم اطہر چھونا جائز تھا اسی رشتہ کی وجہ سے جو ہم نے عرض کیا اور ہوسکتا ہے کہ اس بستر سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کپڑے سے نچوڑ لیتی ہوں۔

۶؎پسینہ شریف کا خوشبو دار ہونا غیر اختیاری معجزہ تھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن یا داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی۔ حضرات انبیاء کرام کے معجزات تین قسم کے ہوتے ہیں: لازمی معجزات جیسے یہ مذکورہ معجزے،عارضی اختیاری معجزات جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا یا ید بیضا کہ جب پھینکا وہ سانپ بن گیا،عارضی غیر اختیاری معجزات جیسے آیاتِ قرآنیہ کا نزول،یہ خوشبودار پسینہ پہلی قسم کا معجزہ ہے۔

۷؎یعنی بطور تبرک آپ کا پسینہ اپنے بچوں پر ملتے ہیں جس سے خوشبو بھی حاصل ہو برکت بھی کہ اس کی برکت سے ہمارے بچے آفات اور بلاؤں سے محفوظ رہیں۔(اشعۃ)معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات دافع بلا ہوتے ہیں،یوسف علیہ السلام کی قمیض نے حضرت یعقوب کی بینائی کی بلا دور کر دی۔

۸؎اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پسینہ،ان کے لباس،بال،سارے آثار سے برکت اور قربِ الٰہی حاصل کرنا مستحب ہے۔(مرقات)جب حضرت انس کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری میت پر جو خوشبو ملی جاوے اس میں یہ پسینہ شریف شامل کیا جاوے۔(مرقات)حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند شریف اپنی صاحبزادی زینب کے کفن میں رکھوایا برکت کے لیے۔

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز پڑھی ۲؎ پھر اپنے گھر کی طرف چلے میں حضور کے ساتھ چلا آپ کے سامنے بچے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخساروں پر ہاتھ پھیرنے لگے ایک ایک کے ۳؎ رہا میں تو حضور نے میرے رخساروں پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک پائی اور خوشبو ۴؎ گویا عطار کے ڈبہ سے نکالا ہے ۵؎(مسلم)اور حضرت جابر کی حدیث **سموا باسمی** ناموں کے باب میں ذکر کی گئی اور سائب ابن یزید کی حدیث کہ میں نے مہر نبوت دیکھی پانیوں کے احکام کے باب میں بیان کی گئی ۶؎	[14]- 5789 وَعَنْ جَابرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْأُولَى ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَهْلِهِ وَخَرَجْتُ مَعَهُ فَاسْتَقْبَلَهُ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ أَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَأَمَّا أَنَا فَمَسَحَ خَدِّي فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بردا وريحاً كَأَنَّمَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذَكَرَ حَدِيثَ جَابرٍ: «سَمُّوا باسْمِي» فِي «بَابِ الْأَسَامِي»وَ حَدِيثُ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ: نَظَرْتُ إِلَى خاتمِ النبوَّةِ فِي «بَاب أَحْكَام الْمِيَاه»

۱؎آپ اور آپ کے والد سمرہ دونوں صحابی ہیں،حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں۔(اشعہ)

۲؎اس سے مراد نماز فجر ہے کہ ان کی پہلی نماز یہ ہی ہے اس وقت دروازہ مسجد پر بچے جمع ہوجاتے تھے دم کرانے یا دست اقدس اپنے سروں پر پھروانے کے لیے۔

۳؎ بہت چھوٹے بچے اپنے والد کی گود میں تھے کچھ سمجھدار بچے خود کھڑے تھے،حضور انور محبت سے ان کے رخساروں پر اس طرح چھوتے ہوئے نکلتے چلے گئے کہ انگوٹھا شریف ایک رخسار پر انگلیاں دوسرے رخسار پر ان بچوں کی ٹھوڑی حضور کی ہتھیلی شریف میں جیسے عموماً بزرگ حضرات بچوں کے رخساروں پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔

۴؎ یعنی ہاتھ شریف ٹھنڈے اور خوشبودار تھے مگر ٹھنڈک تکلیف دہ نہیں بلکہ نہایت ہی خوشگوار تھی جیسا کہ ظاہر ہے۔

۵؎ خیال رہے کہ حضور انور کا جسم اطہر خود بھی خوشبودار معطر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عطر ملتے بھی تھے تاکہ اصل و عارضی دونوں خوشبوئیں مل کر بہت لطف دیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات فرشتوں سے ہوتی رہتی تھی۔ (مرقات) یہاں اس ذاتی خوشبو کا ذکر ہے اس لیے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ اور صفات شریف میں ذکر کی گئی۔

۶؎ یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں اس جگہ مذکور تھیں مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے ان بابوں میں بیان فرمادیں وہاں ہی مطالعہ کرو۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

روایت ہے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت دراز قد تھے ۱؎ اور نہ پستہ قد بڑے سر اور داڑھی والے ۲؎ موٹی ہتھیلیاں اور موٹے قدم ۳؎ سرخی پلائے ہوئے ۴؎ موٹے جوڑوں والے ۵؎ دراز بالوں کی ڈوری ۶؎ جب چلتے تو قوت سے چلتے گویا آپ بلندی سے اتر رہے ہیں ۷؎ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ تو آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد ۸؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی۔	[15]- 5790 عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بالطويل وَلَا بالقصير ضخم الرَّأْس واللحية شئن الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ مُشْرَبًا حُمْرَةً ضَخْمَ الْكَرَادِيسِ طَوِيلَ الْمَسْرُبَةِ إِذا مَشى تكفَّأ تكفُّأً كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

۱؎ اس کی شرح پہلے گزر گئی کہ حضور انور کا قد شریف مائل بہ درازی تھا مگر دراز قد نہ تھے۔

۲؎ یعنی حضور انور کی داڑھی شریف نہ تو بچی تھی جو صرف ٹھوڑی پر ہوتی ہے بلکہ بھرا خط تھا اور نہ آپ کٹواتے تھے بلکہ پوری ایک مشت یعنی چار انگل رکھتے تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث شریف کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور داڑھی کو اطراف سے لیتے تھے۔اس کی تفسیر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وہ عمل ہے کہ آپ اپنی داڑھی شریف مٹھی سے پکڑتے جو حصہ مٹھی سے باہر ہوتا اسے کٹوادیتے تھے۔تمام انبیاء کرام گھنی داڑھی والے تھے،حضور انور کی داڑھی شریف بھی گھنی اور بڑی تھی ایک مشت۔

۳؎ یعنی ہتھیلیاں اور تلوے بھرے ہوئے یہ بڑا حسن ہے۔

۴؎ **مشرب** باب افعال کا مفعول ہے جس کے معنی ہیں سفیدی میں کچھ تھوڑی سرخی پلائی ہوئی۔ بالکل سرخ رنگ بھی اچھا نہیں اور سرخی میں سفیدی کی جھلک بھی حسن نہیں بلکہ سفیدی میں سرخی کی جھلک اعلیٰ حسن ہے۔اس حسن کا نام ملاحت ہے یعنی نمکین حسن،پچھلے دو حسنوں کو صباحت کہا جاتاہے۔

۵؎ **کرادیس** جمع ہے **کردوس** کی،اس کے معنی ہیں جوڑ جہاں دو ہڈیاں جڑتی ہیں جیسے کندھے،گھٹنے،کلائی،کہنی وغیرہ۔ ہڈیوں کے کناروں کو بھی کردوس کہتے ہیں،یہ اگر موٹے ہوں تو اعضاء میں طاقت و قوت پوری ہوتی ہے۔

۶؎ **مشربه** بالوں کی وہ پتلی دوڑی جو سینہ کے کنارہ سے ناف تک ہوتی ہے یہ کسی کے ہوتی ہے کسی کے نہیں۔یہ ڈوری علامت ہے وفاداری کی اگر سینہ بالوں سے ننگا ہو تو آدمی اکثر بے وفا مطلبی ہوتا ہے۔

۷؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں ضعف بھی نہ تھا اور تکبر بھی نہیں،قوت والی تواضع والی چال تھی،سرجھکا ہوا قدم پوری طاقت سے اٹھتا پوری طاقت سے زمین پر پڑتا تھا۔یہ لفظ بنا ہے **کفو** سے بمعنی قدم پر اعتماد۔

۸؎ یہاں **قبلهٗ** سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اور **بعدهٗ** سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیونکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے پہلے کا زمانہ دیکھا ہی نہیں آپ حضور انور سے قریبًا تیس سال چھوٹے ہیں۔

[16]- 5791

وَعَنْهُ كَانَ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِي الْوَجْهِ تَدْوِيرٌ أَبْيَضُ مُشْرَبٌ أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ جَلِيلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ أَجْرَدُ ذُو مَسْرُبَةٍ شثن الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ إِذَا مَشَى يَتَقَلَّعُ كَأَنَّمَا يَمْشِي فِي صَبَبٍ وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً وَأَكْرَمُهُمْ عَشِيرَةً مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعِتُهُ: لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے انہیں سے کہ آپ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کرتے تو فرماتے تھے ۱؎ کہ نہ تو آپ بہت ہی دراز قد تھے اور نہ بہت ہی پستہ قد ۲؎ قوم میں درمیانہ قد تھے اور نہ تو آپ چھلے والے گھونگر بال تھے اور نہ بالکل سیدھے بال والے آپ کے بال خمدار تھے ۳؎ اور نہ آپ بہت موٹے تھے ۴؎ نہ بالکل گول چہرے والے آپ کے چہرے میں قدرے گولائی تھی سفید رنگ تھے سرخی پلائی ہوئی خوب کالی آنکھیں دراز پلک ۵؎ موٹی ہڈیوں والے موٹے کندھوں والے ۶؎ جسم شریف صاف ۷؎ بالوں کی باریک ڈوری موٹی ہتھیلیاں موٹے موٹے قدم جب چلتے تو پوری طاقت سے چلتے گویا آپ گہرائی میں اُتر رہے ہیں ۸؎ اور جب اِدھر اُدھر توجہ کرتے تو پوری توجہ کرتے ۹؎ آپ کے کندھوں کے بیچ مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین ہیں ۱۰؎ لوگوں میں سخی دل لوگوں میں بہت سچی بات والے ان میں نہایت نرم طبیعت والے اور ان میں بہت اچھے برتاؤ والے تھے ۱۱؎ جو آپ کو اچانک دیکھتا تو آپ سے ہیبت کرتا اور جو آپ سے خلا ملا کرتا جان کر تو آپ سے محبت کرتا ۱۲؎ آپ کا نعت گو کہتا تھا

	کہ میں نے آپ کی مثل نہ آپ کے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد صلی اللہ علی وسلم ۱۳(ترمذی)

۱؎یہاں وصف سے مراد ہے صورت پاک کی صفات بیان کرنا یعنی حلیہ شریف۔حضور انور کی نعت شریف چند قسم پر ہے: حضور کے نور کا بیان،صورت کا بیان،سیرت و اخلاق کا بیان،گھر والوں سے برتاوے کا بیان،مخلوق سے تعلق کا بیان،رب کی عبادات کا بیان،بندوں سے معاملات کا بیان،حضور کی جودوسخاوکرم نوازیوں کا بیان غرضکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حال ہر کمال لازوال کی تعریفیں دریا ناپیدا کنار ہیں۔

زفرق تابہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم　　　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

۲؎ **ممغط** بمعنی ممدود ہے باب افعال کا اسم مفعول ہے یعنی انتہائی دراز لمبے،اور متردد بمعنی انتہائی ہے یعنی بہت ہی پستہ قد۔(مرقات)

۳؎حضور انور کے بال شریف سیدھے اور کناروں پر خم دار تھے اسے اردو میں کنڈل والے بال کہتے ہیں۔یہ بہت ہی حسین ہوتے ہیں حضور کے بال،کھال،خدو خال،رخسار،گفتار،کردار سب ہی حسین تھے،حضور حسن کے مرکز ہیں جہاں سے حسن تقسیم ہوتا ہے۔

۴؎**مطهم** بہت موٹے کو بھی کہتے ہیں اور بہت دبلے کو بھی یہ لفظ دو ضدوں کے لیے وضع کیا گیا ہے یعنی جیسے حضور انور میانہ قد تھے نہ بہت دراز نہ بہت پستہ قد یوں ہی حضور میانہ جسم تھے نہ بہت بھاری نہ بہت پتلے جسم والے۔(مرقات)

۵؎**اذعج** وہ آنکھ ہے جس کی سفیدی بھی تیز ہو اور پتلی کی سیاہی بھی خوب تیز ہو یہ آنکھ کا بہت حسن ہے،گدلی سفیدی یا بھوری پتلی حسن کے خلاف ہیں،لمبے پلک حسن ہے پلکوں کا چھوٹا ہونا یا بالکل نہ ہونا حسن کے خلاف ہے۔

۶؎**جلیل** بمعنی موٹے یا بھاری،**مشاش** ہڈیوں کا کنارہ کندھوں کا کنارہ یا کندھے۔

۷؎یعنی کلائیوں پنڈلیوں وغیرہ پر بہت بال نہ تھے۔خیال رہے کہ یہ اعضاء شریفہ بالوں سے بالکل خالی نہ تھے جیساکہ دوسری روایت میں ہے۔(مرقات)

۸؎ صبب بلندی کو بھی کہتے ہیں اور نشیبی زمین کو بھی،پہلے صبب بمعنی بلندی گزر چکا یہاں بمعنی گہرائی ہے۔انسان چڑھتے اترتے دونوں حالتوں میں خوب طاقت سے چلتا ہے لہذا دونوں فرمان بالکل درست ہیں کہ سرکار کی رفتار بہت طاقت سے ہوتی تھی جیسے چڑھتے یا اترتے وقت چلا جاتا ہے۔

۹؎یعنی اپنے داہنے بائیں کنکھیوں سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ادھر دیکھنا ہوتا تو ادھر گھوم کر دیکھتے تھے پوری توجہ سے۔

۱۰؎مہر نبوت کی تفصیل پہلے گزر گئی یہ مہر خاتم النبیین ہونے کی علامت تھی اسی لیے کسی نبی کو یہ معجزہ عطا نہیں ہوا کیونکہ ان میں کوئی صاحب خاتم النبیین نہ تھے۔

۱۱؎یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاوا اپنے پرایوں سے بہت ہی اچھا تھا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچی،جب کسی پر سختی کہ تو اللہ کے لیے جیسے جہاد پر کفار مجرمین کو سزائیں۔

۱۲؎ معلوم ہوا کہ چہرہ انور میں وقار رعب دبدبہ اور ہیبت تھی کہ جو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہوجاتا مگر اخلاق کریمانہ ایسے تھے کہ چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہتا تو آپ سے مانوس ہوجاتا،اب بھی روضہ انور پر ہیبت ہے پہلی بار حاضری پر دل تھرا جاتا ہے پھر وہاں سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا حتی کہ وداع کے وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔شعر

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے

روضہ اچھا زائر اچھے اچھی راتیں اچھے دن سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

۱۳؎ حضرات صحابہ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کیا دیکھتے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ دیکھا،دیکھتے کیسے خدا نے حضور کا مثل بنایا ہی نہیں۔حضور انور کی بے مثالی کا مسئلہ ہم نے تفسیر نعیمی پارہ اول میں "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ" کی تفسیر میں کچھ تفصیل سے عرض کیا ہے جسے کہتے ہیں مسئلہ امتناع النظیر۔حضور کا مثل ناممکن ہے۔خیال رہے کہ آیت کریمہ "اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ" سے مراد یہ ہے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں اس چیز میں مثل کہ خالص بندہ ہوں مجھ میں الوہیت کا شائبہ نہیں،نہ خدا ہوں،نہ خدا کا جز،نہ خدا کا بیٹا بھائی وغیرہ بلکہ خالص بندہ ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں ایکم مثلی تم میں مجھ جیسا کون ہے یعنی کوئی نہیں۔

[17]- 5792	
وَعَنْ جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيقًا فَيَتْبَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا عرفَ أنه قد سلكه من طيب عرقه - أَوْ قَالَ: مِنْ رِيحِ عَرَقِهِ - رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ	روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چلتے تھے کوئی راستہ پھر پیچھے آتا کوئی ۱؎ مگر وہ پہچان جاتا تھا کہ یہاں سے حضور گزر رہے ہیں آپ کی اعلیٰ مہک کی وجہ سے یا کہا آپ کے پسینہ کی خوشبو سے ۲؎ (دارمی)

۱؎ پیچھے سے مراد یہ نہیں کہ فورًا آپ کے بعد کوئی آتا بلکہ دیر تک گلی کوچہ میں خوشبو رہتی تھی کہ اگر کچھ دیر کے بعد بھی کوئی ادھر سے گزرتا تو پہچان لیتا کہ پہلے یہاں سے حضور گزرے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲؎ یہ راوی کو شک ہے کہ حضرت جابر نے عرفہ فرمایا ف سے یا عرقہ کہا قاف سے۔عرف جسم کی ذاتی مہک یا خوشبو کو کہتے ہیں،عرق قاف سے بمعنی پسینہ۔یعنی خوشبو ملے ہوئے عطر کی وجہ سے نہ ہوتی تھی بلکہ خود جسم پاک میں خوشبو تھی یا پسینہ معطر میں مگر عرف زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مہک تو دائمی تھی اور پسینہ صرف گرمی کے موسم میں آتا ہے۔

[18]- 5793	
وَعَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: قُلْتُ لِلرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ: صِفِي لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَوْ رأيته رأيتَ الشَّمسَ طالعة. رَوَاهُ الدَّارِمِيّ	روایت ہے حضرت عبیدہ ابن محمد ابن عمار ابن یاسر سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب ربیع بنت معوذ ابن عفراء سے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف سنایئے ۲؎ وہ بولیں اے میرے بچے اگر تم حضور کو دیکھتے تو چمکتا ہوا سورج دیکھتے ۳؎ (دارمی)

۱؎ آپ عمار ابن یاسر تو صحابی ہیں مگر ان کے بیٹے محمد اور پوتے عبیدہ دونوں تابعی ہیں،عبیدہ بہت مشہور تابعی ہیں،بڑے عالم بڑے عامل متقی تھے،بہت صحابہ رضی اللہ عنھم سے ان کی ملاقات ہے،ان سے عبدالرحمٰن ابن اسحاق جیسے جلیل القدر تابعی نے احادیث روایت کیں۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم کے پاس جانا ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال طیبہ طاہرہ سننا بلکہ فرمائش کرکے ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف سننا بزرگان دین کی سنت ہے۔دیکھو یہ تابعی ایک صحابیہ بی بی کے پاس جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات آپ کا حلیہ شریف آپ کی نعت سننے کے لیے مگر یہ سننا سنانا پردہ میں سے ہوتا تھا،اجنبی عورت مردوں کو خوش الحانی سے نعت نہ سنائے بلکہ جو عورت قاریہ ہو وہ بھی اپنی قرأت عورتوں کو سنائے مردوں کو نہ سنائے کہ عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے اسی لیے عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی کہ امام کو قرأت بلند آواز سے کرنی پڑتی ہے۔

۳؎ یعنی تم کو حضور انور کے چہرہ اطہر میں سورج کی سی تجلی معلوم ہوتی چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا چمکتا دمکتا تھا۔حضور انور کے چہرہ کو بعض صحابہ چاند جیسا کہتے ہیں،بعض سورج جیسا یا تو یہ دونوں کلام صرف سمجھانے کے لیے ہیں یا جب حضور انور خوشی میں ہوتے تو انوار اور زیادہ ہوجاتے تھے،اس وقت کی چمک کو سورج سے تعبیر کیا گیا ہے عام حالات میں چاند جیسا چہرہ ہوتا تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا۲؎ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور چاند کو دیکھنے لگا۳؎ آپ پر سرخ جوڑا تھا۴؎ میری نظر میں حضور چاند سے زیادہ حسین تھے۵؎(ترمذی،دارمی)	[19]- 5794 وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ والدارمي

۱؎ آپ کا نام جابر ابن سمرہ ہے،کنیت ابو عبداللہ ہے،قبیلہ بنی عامر ہے،حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں،کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی،۷۴ھ چوہتر میں وفات پائی۔(اکمال)

۲؎ اضحیان الف اور ح کے کسرہ سے وہ رات جس میں چاند رات بھر رہے یعنی چودھویں شب اور بادل بھی نہ ہو آسمان صاف ہو جب یہ دو شرطیں ہوں تو اسے اضحیان کہتے ہیں۔

۳؎ اس طرح کہ کبھی تو آسمان کے چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے مدینہ کے چاند شمس الضحیٰ بدرالدجی کو صلی اللہ علیہ وسلم۔خیال رہے کہ حضور انور کا چہرہ دیکھنا بھی اعلیٰ عبادت ہے جیسے قرآن مجید کا دیکھنا بھی عبادت ہے بلکہ قرآن کو دیکھنے سے چہرہ انور دیکھنا اعلیٰ و افضل ہے کہ قرآن کو دیکھ کر مسلمان صحابی نہیں بنتا حضور کا چہرہ دیکھ کر صحابی بن جاتا ہے،ان کا نام مسلمان بنائے،ان کا چہرہ صحابی بنائے اور ان کا تصور عارف بناتا ہے۔شعر

تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا   حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا   تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

فرشتے قبر میں وہ چہرہ ہی دکھاتے ہیں پہچان کراتے ہیں قرآن مجید یا کعبہ معظمہ نہیں دکھاتے،انہیں کے چہرے کی شناخت پر قبر میں بیڑا پار ہوتا ہے،ہر مؤمن کی قبر مدینہ ہے بلکہ ہر مؤمن کا سینہ مدینہ ہے۔ہم نے عرض کیا ہے۔

بنا دو میرے سینہ کو مدینہ　　　　　　نکالو بحر غم سے یہ سفینہ

۴؎ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ حضور انور نے خالص سرخ کپڑے کبھی نہ پہنے بلکہ اس سے مردوں کو منع فرمایا،ان جیسی احادیث میں سرخ دھاریوں والا جوڑہ مراد ہوتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔

۵؎ ان حضرات کی نگاہ حقیقت بین تھی،حقیقت میں چہرہ مصطفوی چاند سے کہیں زیادہ حسین ہے کہ چاند صرف رات میں چمکے یہ چہرہ دن رات چمکے،چاند صرف تین رات چمکے یہ چہرہ ہمیشہ ہر دن رات چمکے،چاند جسموں پر چمکے یہ چہرہ دلوں پر بھی چمکے،چاند نور ابدان دے یہ چہرہ نور ایمان دے،چاند گھٹے بڑھے یہ چہرہ گھٹنے سے محفوظ رہے،چاند کو گرہن لگے یہ کبھی نہ گہے،چاند سے عالم اجسام کا نظام قائم ہے حضور سے عالم ایمان کا۔حضور انور کا چاند سے زیادہ حسین ہونا صرف ان کی عقیدت میں نہ تھا بلکہ واقعہ یوں ہی ہے۔چاند دیکھ کر کسی نے اپنے ہاتھ نہ کاٹے،حسنِ یوسف دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور حسنِ یوسفی سے حسن محمد کہیں افضل ہے لہذا حضرت جابر کا یہ فرمان بالکل درست ہے۔

[20]- 5795	
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَن الشَّمْس تَجْرِي على وَجْهِهِ وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مَشْيِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لغير مكترث. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی چیز ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہ دیکھی ۲؎ گویا سورج آپ کے چہرے میں گردش کررہاہے ۳؎ اور میں نے کوئی شخص نہ دیکھا جو اپنی رفتار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تیز ہو ۴؎ گویا آپ کے لئے زمین لپٹی جاتی تھی ۵؎ ہم تو اپنی جانوں کو مشقت میں ڈال دیتے تھے اور آپ پرواہ نہ فرماتے تھے ۶؎(ترمذی)

۱؎ کوئی چیز میں چاند سورج تارے اور تمام حسین انسان سب ہی داخل ہیں حضور ان سب سے بہتر ہیں۔

۲؎ یعنی نور اور نورانی کرنیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور میں ایسی چکر کاٹتی معلوم ہوتی تھیں جیسے سورج اپنے فلک میں گردش کرتا ہے۔(مرقات)اور اگر **تجری** کے معنی کرلیے جائیں جگمگا رہا ہے تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔

۳؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی تیزی رستہ طے ہونے کے لحاظ سے تھی نہ کہ سرکار کے چلنے کے لحاظ سے حضور انور نہایت وقار سے آہستہ چلتے تھے،رب فرماتاہے:"**وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ**"مگر آپ کے آہستہ چلنے کے باوجود راستہ جلد اور بہت زیادہ طے ہوتا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۴؎ یہ بھی حضور انور کا معجزہ تھا کہ آہستہ چلنے پر زمین زیادہ طے ہوتی تھی،بعض صوفیاء کو بھی یہ کرامت عطا ہوتی ہے اسے طے الارض کہتے ہیں،معراج میں جو حضور انور نے طی الارض ہی نہیں کی بلکہ زمین و آسمان،عرش و کرسی،لوح و قلم سب ہی طے فرما لیے،آصف ابن برخیا کی طی الارض تو قرآن مجید سے ثابت ہے،رب فرماتاہے:"**اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ**"میں ملکہ بلقیس کا تخت یمن سے آپ کے پاس پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

۵؎رب کا منشا یہ تھا کہ کوئی شخص میرے محبوب سے آگے نہ چل سکے "لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ" پر عمل خود رب تعالٰی نے ان سے کرالیا تھا۔

5796 -[21]	
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ فِي سَاقَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا وَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ: أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَكحل. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں میں کچھ باریکی تھی۱؎ اور نہ ہنستے تھے مگر مسکراہٹ سے۲؎ اور میں جب حضور کو دیکھتا تو کہتا تھا کہ آپ آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ آپ سرمہ لگائے نہ ہوتے تھے۳؎(ترمذی)

۱؎یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں بہت موٹی نہ تھیں جو بدنما ہوتی ہیں بلکہ قدرے پتلی تھیں جن سے کمزوری کا نہیں بلکہ لطافت کا ظہور ہوتا ہے،بہت پتلی بھی نہ تھیں جو دوسرے اعضاء کے مناسب نہ ہوں اور اچھی نہ معلوم ہوں۔(مرقات)

۲؎حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹھٹھا مار کر ہنسنا کبھی ثابت نہیں۔بہت ہنسنا دل کو غافل کردیتا ہے،مسکرانے سے اپنا دل بھی خوش ہوتا ہے سامنے والے کا دل بھی موہ لیتا ہے۔

۳؎یعنی حضور پیدائشی طور پر سرمگیں آنکھیں والے تھے پھر بھی سوتے وقت ہر آنکھ میں تین سلائی سرمہ لگاتے تھے اگر کبھی سرمہ نہ بھی لگاتے تو وہ قدرتی سرمہ جو رب تعالٰی نے لگا کر دنیا میں بھیجا تھا وہ نمودار ہوتا تھا۔حضور انور قدرتی طورپر ناف بریدہ ختنہ شدہ سرمہ و شانہ کیے ہوئے پیدا ہوئے ولادت پاک اس طرح ہوئی تھی۔شعر

بالوں میں شانہ آنکھوں میں سرمہ دیا ہوا لپٹے ہوئے حریر میں ختنہ کیا ہوا

الفصل الثالث

تیسری فصل

5797 -[22]	
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ. رَوَاهُ الدَّارِمِيّ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیہ دانتوں میں کھڑکی والے تھے۱؎جب کلام فرماتے تو آپ کے ثنیہ دانتوں کے درمیان سے نور سا نکلتا تھا ۲؎(دارمی)

۱؎آگے والے اوپر نیچے کے چار دانتوں کو رباعیہ کہتے ہیں،ان سے متصل ایک ایک دانت ثنائی کہلاتے ہیں،کیلوں کو انیاب کہتے ہیں،داڑھوں کو اضراس۔حضور کی ثنائیہ دانت رباعیہ سے بالکل ملے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کے درمیان باریک کھڑکیاں تھیں۔یہ بھی حسن کا بہترین مرقع ہے یہ کھڑکی اوپر نیچے والے دونوں ثنایا میں تھیں۔(اشعہ)

۲؎یہ نور دن میں بھی دیکھا جاتا تھا مگر رات میں تو دانتوں کے اس نور سے سوئی تلاش کرلی جاتی تھی۔اعلٰی حضرت نے فرمایا۔

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے رات کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

5798 -[23] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	
وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ:كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ	روایت ہے حضرت کعب بن مالک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ انور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ.	دمک جاتا تھا گویا آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے ہم یہ جان لیتے تھے۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی حضور کے دل کی خوشی چہرہ انور پر ظاہر ہوجاتی تھی۔چہرہ پاک چمک دمک جاتا تھا،یوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ قدرتی طور پر ہر وقت ہی منور اور چمکیلا تھا مگر خوشی میں ایک خاص چمک اور بھی نمودار ہوتی تھی جس سے وہ نور علیٰ نور ہوجاتا تھااور یہ نور ایسا ظاہر باہر ہوتا تھا کہ کسی پر مخفی نہیں رہتا تھا۔

[24]- 5799 وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ غُلَامًا يَهُودِيًّا كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَوَجَدَ أَبَاهُ عِنْدَ رَأْسِهِ يَقْرَأُ التَّوْرَاةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا يَهُودِيُّ أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى هَلْ تَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ نَعْتِي وَصِفَتِي وَمَخْرَجِي؟» . قَالَ: لَا. قَالَ الْفَتَى: بَلَى وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَجِدُ لَكَ فِي التَّوْرَاة نعتك وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَإِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «أَقِيمُوا هَذَا مِنْ عِنْدِ رَأْسِهِ وَلُوا أَخَاكُمْ» . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي «دَلَائِلِ النُّبُوَّة»	روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۱؎وہ بیمار ہوگیا تو اس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پرسی کو تشریف لائے۲؎اور اس کے باپ کو اس کے سرہانے توریت پڑھتے پایا۳؎تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے یہودی میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری۴؎کیا تو میرے اوصاف میری نعت،میری ہجرت توریت میں پاتا ہے۵؎کہا نہیں تو جوان بولا ہاں۶؎یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم ہم آپ کی نعت آپ کی صفات آپ کی ہجرت توریت میں پاتے ہیں۷؎اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۸؎تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اس یہودی کو اس جوان کے پاس سے اٹھا دو اور تم اپنے بھائی کا انتظام کرو۹؎(بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎عربی میں **غلام** نابالغ مگر سمجھدار بچے کو کہتے ہیں،بہت چھوٹے بچے کو صبی کہا جاتا ہے،شیر خوار کو **رضیع** اور جس کا دودھ چھوڑا دیا جاوے اسے **فطیم** کہا جاتا ہے۔یہ بچہ یہودی کا تھا،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا،آپ کی ہر طرح کی خدمت کرتا تھا۔معلوم ہوا کہ کافر بچوں سے خدمت لینا جائز ہے کبھی یہ خدمت و صحبت ہی ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہے جیساکہ یہاں ہوا۔اس بچہ اور اس کے باپ کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

۲؎ہوا یہ کہ وہ بچہ حضور عالم کی خدمت میں حاضر نہ ہوا،لوگوں سے وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایسا بیمار ہے کہ چل پھر نہیں سکتا،تب مع صحابہ کرام خود حضور انور اس کی بیمار پرسی کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔معلوم ہوا کہ کفار کی بیمار پرسی جائز ہے خصوصًا جب کہ وہ کافر تندرستی میں ہمارے پاس آتا جاتا ہو۔

۳؎معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم لوگ اپنے مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسین پڑھتے ہیں ایسے ہی یہود اپنے مرنے والوں کے پاس توریت پڑھا کرتے تھے وہ بچہ غالبًا قریب الموت تھا۔

۴؎ اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جیسے خود قسم کھانا جائز ہے ایسے ہی دوسرے کو قسم دینا بھی جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جب کسی کو قسم دی جائے یا اس سے قسم لی جاوے تو قسم میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جس سے اس کے دل پر رعب چھا جاوے۔یہود کے نزدیک توریت شریف اور موسیٰ علیہ السلام بڑے عزت و عظمت والے ہیں اور توریت کا نزول ان کے ہاں اللہ کی بڑی نعمت ہے ان وجوہ سے حضور انور نے ان الفاظ سے اسے قسم دی۔

۵؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال اس سے اقرار کرانے کے لیے ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور توریت بلکہ ساری کتب الٰہیہ سے واقف ہیں۔توریت و انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سب کچھ موجود ہے۔

۶؎ اس یہودی نے دیدہ دانستہ جھوٹ بولا اس نے توریت میں یہ تمام کچھ پڑھا تھا،وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سب کچھ توریت میں پڑھ چکا تھا۔

۷؎ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا اگرچہ تھا تو کم عمر مگر توریت شریف سے واقف تھااور اس کے دل میں حضور انور کی محبت تھی، اسے یہ نعمت حضور انور کی صحبت پاک سے نصیب ہوئی تھی۔

۸؎ حضور انور کے سامنے مسلمان ہوگیا کوئی اسلام و ایمان میں آتا ہے مگر اس شخص کے پاس ایمان و اسلام آیا کیونکہ جس ذات کریمہ پر ایمان لایا جاتا ہے جن کے نام سے انسان مسلمان بنتا ہے وہ خود اس کے گھر تشریف لے گئے یہ اثر صحبت پاک کا تھا۔

۹؎ فرمایا یعنی اس کی تیمار داری کرو،جب یہ مرجاوے تو اس کے کفن و دفن، نماز جنازہ کا انتظام کرو۔اب اسے یہ یہودی باپ ہاتھ نہ لگائے۔اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ نابالغ سمجھ دار بچے کا ایمان معتبر ہے۔دوسرے یہ کہ مرتے وقت کا ایمان قبول ہے جب کہ غرغرہ کی حالت سے پہلے ہو۔تیسرے یہ کہ اسلامی رشتہ جانی رشتوں سے قوی تر ہے کہ مؤمن کا کفن دفن اجنبی مسلمان تو کریں گے مگر اس کا باپ دادا کافر نہ کرے گا۔چوتھے یہ کہ اسلام میں نئے پرانے مسلمان برابر ہیں۔

[25]- 5800 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:«إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ». رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي «شُعَبِ الْإِيمَانِ»	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے فرمایا کہ میں رحمت ہوں،رب کا ہدیہ ہوں ۱؎ (بیہقی شعب الایمان)

۱؎ یعنی رب نے مجھے تمہارے لیے رحمت بھی بناکر بھیجاہے اور اپنا ہدیہ و تحفہ بھی۔اس فرمان عالی میں اس امت کی بہت ہی عزت فزائی ہے کیونکہ ہدیہ تحفہ اپنے پیاروں کو ہی دیا جاتا ہے۔معلوم ہوا کہ یہ امت رب کو پیاری ہےاس لیے اسے تحفہ دیا گیا فرماتاہے:"وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ"اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔شعر

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود　　حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پر دائم درود　　ہم فقیروں کی ثروت پر لاکھوں سلام

باب فی اخلاقه وشمائله صلی اللّٰہ علیه وسلم

نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کا بیان ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ اب تک حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت کا بیان تھا،اب حضور کی باطنی سیرت کا ذکر شریف ہے۔اخلاق جمع خلق کی ہے بمعنی عادت اور شمائل جمع ہے شمال کی میم کے فتح سے بمعنی طبیعت وجبلت۔اخلاق عام ہے اور شمائل خاص،انسان کی جو عادت دنیا میں آکر پڑے وہ بھی خلق ہے مگر شمال پیدائشی عادت کو ہی کہا جاتا ہے۔حضور کے اخلاق کو رب تعالٰی نے عظیم فرمایا کہ ارشاد ہوا"اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ"کوئی شخص بھی کما حقہٗ حضور کے اخلاق کا بیان نہیں کرسکتا۔جب ہم دنیا کی نعمتیں نہیں گن سکتے جو کہ بہت تھوڑی ہیں"قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ"تو جسے رب عظیم کہے اسے کیسے گن سکتے ہیں اعلٰی حضرت فرماتے ہیں۔شعر

تیری خلق کو رب نے جمیل کیا تیرے خلق کو رب نے عظیم کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیری خالق حسن ادا کی قسم

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۱؎ کبھی مجھ سے تف نہ فرمایا اور نہ یہ کہ تم نے یہ کیوں کیا اور نہ یہ کہ کیوں نہ کیا ۲؎(مسلم،بخاری)	5801 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَنْ أَنَسٍ قَالَ: خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي:أُفٍّ وَلَا: لِمَ صَنَعْتَ؟ وَلَا: أَلَّا صَنَعْتَ؟

۱؎ حضور انور کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے پر حضرت انس رضی اللّٰہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی،ان کے والدین اس وقت حضور انور کی خدمت میں انہیں لائے اور بولے کہ ہم نے انہیں آپ کی خدمت کے لیے وقف کردیا۔وفات شریف سنہ ۹۰ ہجری میں ہوئی،وفات شریف تک حضور انور کی خدمت میں رہے بعد وفات مدینہ سے باہر آگئے،مقام موصل میں آپ کا مزار ہے۔

۲؎ یعنی میں کم عمر بھی تھا اور کم سمجھ بھی،مجھ سے قصور بھی ہوتے تھے اور کبھی کچھ نقصان بھی ہوجاتا تھا جیسے کوئی چیز ٹوٹ جانا وغیرہ مگر اس سراپا رحم و کرم نے مجھے کبھی جھڑکا نہیں اور ملامت کے طریقہ پر یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کردیا یہ کیوں چھوڑ دیا۔اف کا ترجمہ اردو میں ہے افوہ یہ سرزنش اور ملامت کے وقت بولا جاتا ہے یہاں دنیاوی کاموں میں اف نہ فرمانا مراد ہے شرعی غلطی پر پکڑ کرنا تو اصلاح ہے۔(مرقات و اشعہ)

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۱؎ حضور نے مجھے ایک دن کسی کام کے لیے بھیجا۲؎ میں نے کہا اللّٰہ کی قسم میں نہ جاؤں گا۳؎ اور میرے دل میں یہ تھا کہ اس کام کے لئے جاؤں جس کا مجھے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے حکم دیا۴؎	5802 -[2] وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَأَرْسَلَنِي يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ: وَاللَّهِ لَا أَذْهَبُ وَفِي نَفْسِي أَنْ أَذْهَبَ لِمَا أَمَرَنِي بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْتُ

حَتَّى أَمُرَّ عَلَى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي السُّوق فَإِذَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَبَضَ بِقَفَايَ مِنْ وَرَائِي قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ: «يَا أُنَيْسُ ذَهَبْتَ حَيْثُ أَمَرْتُكَ؟» . قُلْتُ: نَعَمْ أَنَا أَذْهَبُ يَا رَسُول الله. رَوَاهُ مُسلم	چنانچہ میں روانہ ہوگیا حتی کہ میں کچھ بچوں پر گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے۵ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے سے میری گردن پکڑی۶ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی طرف دیکھا آپ ہنس رہے تھے۷ فرمایا اے انیس کیا تم وہاں جارہے ہو۸ جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ میں جارہا ہوں۹ (مسلم)

۱؎ ناس سے مراد سارے ہی انسان ہیں خلق سے مراد برتاوا ہے۔(مرقات)

۲؎ یعنی مجھے وہاں جانے کا حکم دیا لہذا اگلا مضمون بالکل درست ہے۔

۳؎ یہ جواب نافرمانی یا مخالفت حکم نہیں بلکہ ناز بردار بے نیاز کریم پر نیاز مندانہ ناز ہے۔شعر

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے (اقبال)

جیسے بچے ماں باپ پر ضد کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو نہیں کرتے،نیز یہ واللہ قسم کے لیے نہیں کہ اس پر قسم کے احکام جاری ہوں بلکہ بلاقصد یہ لفظ بولا گیا ہے۔امام شافعی کے ہاں یہ قسم لغو ہے،امام اعظم کے ہاں یہ قسم ہی نہیں۔

۴؎ یعنی میرا یہ انکار صرف زبانی تھا دل سے نہ تھا،چونکہ یہ کام لڑکپن میں تھا اس لیے حضور انور نے بار بار جانے کا حکم نہ دیا بلکہ نہایت ہی نرمی فرماتے ہوئے خاموش ہوگئے صلی اللہ علیہ وسلم۔(لمعات)

۵؎ جب میں ان کھیلنے والے بچوں پر گزرا تو میں بھی ان کا کھیل دیکھنے کے لیے کھڑا ہوگیا یہ ہی مطلب ہے اس عبارت کا جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۶؎ گردن پکڑنا انتہائی پیارومحبت سے تھا۔قفا کہتے ہیں گردن کے پچھلے حصہ کو یا کہو کہ پچھلا حصہ قفا یعنی گردن ہے اگلا حصہ حلقوم یعنی گلا ہے۔

۷؎ یعنی مسکرارہے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جہاں کہیں لفظ **ضحك** آتا ہے وہاں تبسم مراد ہوتا ہے کیونکہ حضور انور نے کبھی ٹھٹھا نہ لگایا۔

۸؎ لفظ انس کو انیس فرمانا تصغیر کرکے یہ بھی محبت کرم سے تھا یہ نام کا بگاڑنا نہیں جیسے ہمارے ہاں ساجدہ کو سجو غلام کو گاماں کہہ دیتے ہیں۔

۹؎ یہ ہے اپنے ارادہ کا اظہار یعنی میں نے صرف زبان سے انکار کیا تھاجانے کا ارادہ اس وقت ہی تھاچنانچہ میں مطابق حکم کے جارہا ہوں۔

[3]- 5803 وَعَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فجبذه جَبْذَةً شَدِيدَةً وَرَجَعَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ الْأَعْرَابِيِّ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا حضور پر نجرانی موٹے کنارے والی چادر تھی۱؎ حضور کو ایک بدوی نے پکڑ لیا اور حضور کو آپ کی چادر سے کھینچا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بدوی کے سینہ میں پہنچ گئے ۲؎ حتی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے کنارہ میں دیکھا اس کی سخت بھنچنے کی وجہ سے

صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أثرت بِهِ حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدك فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بعَطَاء.	چادر کے کنارہ نے اثر کیا تھا۳ پھر بولا اے محمد اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے میرے لیے بھی حکم دیجئے۴ تو اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطا کا حکم دیا۵ (مسلم،بخاری)

۱؎ نجران یمن کی مشہور بستی ہے جہاں کے عیسائی حضور انور سے مناظرہ کرنے آئے تھے،حضور انور نے انہیں مباہلہ کے لیے کہا انہوں نے نہیں کیا۔بعض کے نزدیک حجاز اور یمن کے درمیان ہے وہاں موٹے اون کی چادریں بہت بنتی تھیں جن کے کنارے بہت زیادہ موٹے ہوتے تھے۔

۲؎ اس بدوی نے اس طرح حضور انور سے بھیک مانگی وہ آداب تو کیا طریقہ گفتگو سے بھی بے خبر تھا،حضور انور نے اس کی اس بے ادبی پر ناراضی نہ فرمائی خیال فرمایا کہ یہ آداب گفتگو سے واقف نہیں ہے۔شعر

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں (اعلیٰ حضرت)

۳؎ قرآن کریم نے سچ فرمایا:"اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ"۔(مرقات)

۴؎ غالبًا یہ بدوی نو مسلم تھا جو ابھی دین کے مسائل سے پورا واقف بھی نہ تھا اور بات کرنے کا طریقہ بھی نہ جانتا تھا اور تھا بھی مؤلفۃ القلوب سے جن کو دین پر پختہ کیا جاتا ہے اس لیے حضور انور کو صرف نام شریف سے پکارا اور اس پر کوئی گرفت نہیں فرمائی گئی۔(مرقات)وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے پاس فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے زکوۃ و صدقات کے مال ہیں میں بھی فقیر ہوں مجھے بھی اس میں سے دیجئے۔

۵؎ یعنی حضور انور اس کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی یہ بات سن کر مسکرائے اور صحابہ کو حکم دیا کہ اسے مال زکوۃ سے کچھ دے دیں۔اس عطاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کافر یا منافق نہ تھا کہ کفار و منافقین کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حکام بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو چاہیے کہ رعایا کی سختی پر صبر و تحمل سے کام لیا کریں اس صبر کے پھل بہت شیریں ہوتے ہیں۔شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

5804 -[4] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَبَقَ النَّاس إِلَى الصَّوْت هُوَ يَقُولُ: «لَمْ تُرَاعُوا لَمْ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں بہت حسین اور سب سے زیادہ سخی سب سے زیادہ بہادر تھے۱؎ ایک رات مدینہ والے گھبرا گئے تو لوگ آواز کی طرف دوڑے ۲؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے روانہ ہوئے۳؎ آپ لوگوں سے پہلے آواز کی طرف دوڑے اور کہتے جاتے تھے مت گھبراؤ۴؎ اور آپ ابو طلحہ کے ننگے

تُرَاعُوا» وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ وَفِي عُنُقِهِ سَيْفٌ. فَقَالَ: «لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا».	گھوڑے پر تھے جس پر زین نہ تھی ۵؎ اور آپ کے گلے میں تلوار تھی پھر فرمایا کہ ہم نے اسے دریا پایا ۶؎(مسلم، بخاری)

۱؎ بدصورتی، بدخلقی، بخیلی، بزدلی انسانی عیب ہیں اللہ تعالیٰ ان سے اپنے نبیوں کو محفوظ رکھتا ہے۔حضور انور چونکہ تمام نبیوں کے سردار سیّد ہیں اس لیے حضور ان عیوب سے بہت دور تھے۔حضور حسین تھے تو ایسے کہ اللہ کے محبوب ہوئے، سخی ایسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت سے آج بھی بلکہ قیامت تک لوگ پرورش پاتے رہیں گے علماء، صوفیاء، نعت خواں، مشائخ اس باڑے سے پل رہے ہیں، ان کا جود و کرم و سخاوت کوئی مجھ جیسے کمینے سے پوچھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی مجھ پر اتنی کہ بیان نہیں کرسکتا۔شعر

ہم نے خطامیں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی   کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں درود

مرزا قادیانی ایسا بزدل تھا کہ ڈر کے مارے حج کو نہ گیا، والی افغانستان کو اپنی نبوت کی دعوت دی انہوں نے جواب دیا ایں جا بیا یہاں آکر تبلیغ کرو مرزا نہ گیا، سچے نبی کبھی بزدل نہیں ہوتے۔اسی شجاعت کی بنا پر رب نے فرمایا: "فَقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَکَ"، "حَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَی الۡقِتَالِ"۔اے محبوب تم اکیلے ہی کفار سے جہاد کرو آپ ہی کو جہاد کا حکم دیا جاتا ہے۔مؤمنوں کو بھی رغبت جہاد دو اس لیے حضور اکثر خچر پر سوار ہوتے تھے کہ خچر جنگ پر پیچھے نہیں لوٹتا۔(مرقات)

۲؎ یعنی مدینہ طیبہ کے کسی محلّہ میں رات کو اچانک شور مچ گیا کہ دوڑو ہماری مدد کو دشمن یا چور ہم پر آن پڑے، کبھی ایسا ہوجاتا ہے سارے محلّہ والے چیخ رہے تھے۔

۳؎ اس جملہ کے دو معنی کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ ھم کا مرجع وہ ہی چیخنے شور مچانے والے لوگ ہیں تو مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگ تو جماعت اور ٹولیاں بن کر شور کی طرف دوڑے کہ ایسے موقع پر امداد کرنے والے اکیلے نہیں جایا کرتے دشمن یا چوروں کا خطرہ ہوتا ہے مگر حضور ان سب لوگوں سے پہلے اکیلے ہی بیدھڑک روانہ ہوئے اور ان سب سے پہلے پہنچے یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری و جرأت۔دوسرے یہ کہ ھم کا مرجع یہ مدد کے لیے جانے والے لوگ ہیں اور استقبل کے معنی ہیں حضور انور واپس آتے ہوئے ان جانے والوں کو ملے آپ وہاں ہوکر سب تحقیقات کرکے ان ڈرنے والوں کو تسلی و تشفی دے کر واپس آرہے تھے ہم جارہے تھے حضور آرہے تھے، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری۔(مرقات)

۴؎ اس عبارت کے معنی بھی دو ہیں: ایک یہ کہ آپ جاتے ہوئے ان ڈرنے والوں کو تسلی دیتے ہوئے آواز دیتے جارہے تھے کہ مت گھبراؤ میں آگیا ہوں مت ڈرو میں تمہاری مدد کو آگیا ہوں۔اس صورت میں لم بمعنی لا ہے اور یہ عبارت نہی کا صیغہ ہے۔دوسرے یہ کہ لم تراعوا میں خطاب ہے ان مددگاروں سے جو ادھر جارہے تھے اور مطلب یہ ہے کہ تم لوگ بھی ڈرو نہیں ہم وہاں ہو آئے ہیں وہاں کوئی خطرناک چیز نہیں ہے یوں ہی ان لوگوں کو دھوکا ہوگیا تھا۔لم تراعوا بنا ہے روع سے بمعنی گھبراہٹ اور ڈر یا یہ مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر ہے یعنی تم لوگ ڈرائے نہ گئے ہو بلکہ یوں ہی وہم میں مبتلا ہوگئے ہو بعض روایات میں لن تراعوا ہے۔

۵؎ ابو طلحہ کے اس گھوڑے کا نام مندوب تھا بمعنی مطلوب آپ نے جلدی میں اس پر کاٹھی لگام وغیرہ کچھ نہ لگائی یوں ہی بغیر کاٹھی بغیر لگام سوار ہو کر روانہ ہوگئے۔(مرقات)

٦؎ اہلِ عرب تیز رو اور سبک رفتار گھوڑے کو دریا سے تشبیہ دیتے ہیں وہ ہی محاورہ یہاں استعمال ہوا ہے یعنی جیسے دریا کا سوار نہایت آرام سے بغیر جھٹکے سفر کرتا ہے ایسے ہی اس گھوڑے کا حال ہے کہ مجھے نہایت تیز اور آرام سے لے گیا۔یہ گھوڑا بہت سی سست رفتار اور سخت اڑیل تھا جناب ابوطلحہ اس گھوڑے سے تنگ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سواری کے بعد یہ دونوں عیب جاتے رہے،یہ حضور انور کا ایک معجزہ نہیں بلکہ چند معجزے ہوئے،گھوڑے کی پشت پر سوار ہوگئے تو حقیقت بدل دی جس انسان پر ہاتھ رکھ دیں نظر کرم کردیں اس کی بھی قسمت کھل جاوے۔شعر

السلام اے دو جہاں کے بادشاہ | مجھ غریب و خستہ پر بھی اک نگاہ | (غلام امام شہید)

5805 -[5] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ: لَا.	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز نہ مانگی گئی کہ حضور نے فرمایا ہو نہیں ۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی حضور انور نے کسی سائل بھکاری کو یہ کبھی نہیں فرمایا کہ ہم تم کو نہیں دیں گے اگر وہ چیز ہو تو عطا فرمادی ورنہ یا خاموشی اختیار کی یا آئندہ کے لیے وعدہ فرمالیا یا معذرت کردی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں"قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحۡمِلُکُمۡ عَلَیۡہِ"کہ آیت کریمہ میں معذرت کا لا ہے اور یہاں انکار کا لا مراد ہے۔فرزق شاعر نے حضور کی نعت میں عرض کیا شعر

ما قال لا قط الافی تشھدہ | لولا التشھد کانت لاءہ نعم

کسی نے اس کا ترجمہ یوں کیا۔شعر

نرفت کلمہ لا برزبان اوہر گز | مگر بہ اشھدان لا الٰہ الا اللہ

یعنی حضور انور نے بجز کلمہ طیبہ کے لا انکار کے لیے بھی ارشاد نہ فرمایا۔آج بھی حضور سے مانگ کر دیکھ لو محروم نہ پھروگے،یہ تو کوئی مجھ سے پوچھے میں نے بہت تجربہ کیا ہے ہم نے عرض کیا ہے۔شعر

زمانہ نے زمانہ میں سخی ایسا کہیں دیکھا | زباں پر جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا

5806 -[6] وَعَن أنس إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَأَتَى قَوْمَهُ فَقَالَ: أَي قوم أَسْلِمُوا فو الله إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان بھری ہوئی بکریاں مانگیں ۱؎ حضور نے وہ سب اسے دے دیں ۲؎ وہ اپنی قوم کے پاس گیا بولا اے میری قوم مسلمان ہوجاؤ اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عطا دیتے ہیں کہ فقیری کا خوف نہیں فرماتے ۳؎ (مسلم)

۱؎ یعنی اتنی زیادہ بکریاں مانگیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کا سارا جنگل بھرا ہوا تھا یہ سب بکریاں حضور انور کی اپنی تھیں کہ غزوہ حنین میں مال غنیمت کے خمس میں اتنی بکریاں آپ کو ملی تھیں۔

۲؎ یعنی بغیر دغدغہ بے تامل یہ سب اسے عطا فرمادیں۔بعض روایات میں ہے کہ سائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بکریاں دیکھ کر عرض کیا تھا یارسول اللہ حضور تو بڑے مالدار ہوگئے فرمایا کیسے،اس نے عرض کیا کہ اتنی زیادہ بکریاں آپ کی اکیلے کی ملک ہیں،فرمایا جاسب تجھے عطا فرمادیں لے جا،وہ حیرت سے حضور کا منہ تکتا رہ گیا۔

۳؎ خیال رہے کہ داتا سخی ہے مگر اس کی دین کے دروازے مختلف ہیں کسی کو جمال دکھا کر ایمان بخش دیا،کسی کو جودونوال یعنی سخاوت دکھا کر اپنا متوالا بنالیا،کسی کو میدان جہاد میں جلال الٰہی دکھاکر مؤمن بنادیا ہم جیسے دور افتادہ غلاموں کو اپنا نام سناکر ایمان دے دیا۔ان کا نام،ان کے کام،ان کی صورت،ان کی سیرت سب ہی ایمان بخشنے کا ذریعہ ہیں اس بدوی نے اسی عطا کو حضور کی نبوت کی دلیل بنایا مع اپنی قوم کے مسلمان ہوگیا وہ بکریاں کیا ملیں کہ انہیں ایمان مل گیا۔خیال رہے کہ کسی سے مانگنا عیب ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے مگر اللہ رسول سے مانگنا ہم سب کے لیے باعث فخر ہے۔

[7]- 5807	
وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَتِ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمُرَةٍ فَخَطَفَتْ رِدَاءَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «أَعْطُونِي رِدَائِي لَوْ كَانَ لِي عَدَدَ هَذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَلَا كذوباً وَلَا جَبَانًا» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے ۱؎ کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے حنین کی واپسی کے موقعہ پر ۲؎ تو بدوی لوگ حضور سے لپٹ گئے آپ سے مانگتے تھے حتی کہ آپ کو ایک خاردار درخت کی طرف لے گئے آپ کی چادر الجھ گئی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے فرمایا مجھے میری چادر تو دے دو ۳؎ اگر میرے پاس ان درختوں کی برابر جانور ہوتے تو میں تم میں تقسیم کردیتا ۴؎ پھر تم مجھے نہ تو کنجوس پاتے نہ جھوٹ بولنے والا نہ بزدل ۵؎ (بخاری)

۱؎ آپ جبیر ابن مطعم ابن عدی ابن نوفل ابن عبدمناف ہیں،قریشی ہیں،بڑے عالم ہیں،حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔(اشعہ)

۲؎ حنین ایک جنگل ہے جو مکہ معظّمہ اور طائف کے درمیان ہے،فقیر نے اس کی زیارت کی ہے۔غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا،اسی علاقہ بلکہ اسی قوم کی حضرت حلیمہ دائی تھیں یعنی قبیلہ بنی ہوازن کی اس لیے حضور انور نے تمام قیدیوں کو آزاد فرمادیا جو اس غزوہ میں گرفتار ہوئے تھے۔

۳؎ اس غزوہ میں مال غنیمت بہت زیادہ مسلمانوں کو ملا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال میں سے زیادہ فتح مکہ میں مسلمان ہونے والے مؤلفۃ القلوب کو بہت مال عطا فرمایا تھا،گذشتہ حدیث کا بکریوں والا واقعہ بھی اس موقعہ پر ہوا تھا۔(اشعۃ اللمعات) یہ لوگ حضور سے ایسے لپٹ گئے تھے جیسے فقراء ومساکین ایک کریم غنی کو گھیر لیں حضور کسی منگتے کو ہٹایا نہیں کرتے۔

۴؎ عضاء جمع ہے عضاعة کی بمعنی درخت خاردار ببول ہو یا کوئی اور درخت۔

۵؎ یہاں شجاعت صدق کا ذکر اپنے فضائل کی تکمیل کے لیے بیان فرمایا یعنی مجھے اللہ تعالٰی نے ان تین عیبوں سے بری کیا بخل، بزدلی، جھوٹ۔حضور انور سخی نہیں بلکہ جواد ہیں،خود نہ کھائیں زمانہ بھر کو کھلائیں۔شعر

وہ آقا جو کہ خود کھائے کھجوریں اور غلاموں کو کھلائے نعمتیں دنیا کی کب ایسا کہیں دیکھا

5808 -[8] وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِينَةِ بِآنِيَتِهِمْ فِيهَا الْمَاءُ فَمَا يَأْتُونَ بِإِنَاءٍ إِلَّا غمس يده فِيهَا فَرُبَمَا جاؤوهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو ان کے پاس مدینہ کے لونڈی غلام اپنے برتن لے آتے تھے جن میں پانی ہوتا تھا۱ تو وہ کوئی برتن نہ لاتے مگر حضور اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے تو بہت دفعہ وہ لوگ آپ کے پاس بہت ٹھنڈی صبح کو پانی لاتے آپ ان میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے ۲ (مسلم)

۱ یعنی اہل مدینہ اپنے لونڈی غلاموں کو پانی کے برتن لے کر بھیج دیتے تھے وہ دروازہ مسجد پر کھڑے ہوجاتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر نکلتے اور ان برتنوں میں اپنی انگلیاں ڈالتے جاتے تھے۔

۲ یہ پانی اہلِ مدینہ اپنے بیماروں کو شفا کے لیے پلاتے تھے اس میں بیان ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کا۔اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات سے شفاء حاصل کرنا جائز بلکہ سنت صحابہ ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز میں بزرگوں کا ہاتھ لگ جاوے وہ تبرک ہوجاتا ہے،قرآن کریم میں ہے:"وَجَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ"۔

5809 -[9] وَعَنْهُ قَالَ: كَانَتْ أَمَةٌ مِنْ إِمَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ تَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی تھی ۱ تو جہاں چاہتی حضور کو لے جاتی تھی ۲ (بخاری)

۱ ہاتھ پکڑنے سے مراد ہے اپنی حاجت براری کے لیے عرض کرنا یا کہیں لے جانااور اگر ظاہری معنی مراد ہوں تب بھی مضائقہ نہیں کہ ساری امت حضور کی اولاد ہے،حضور انور امت کے باپ ہیں مہربان باپ کا ہاتھ اولاد پکڑ لیتی ہے۔یعنی اگر معمولی سے معمولی آدمی حتی کہ مدینہ کی لونڈی بھی کچھ التجا کے لیے حضور کا ہاتھ پکڑ لیتی تو حضور اس سے ہاتھ چھڑاتے نہ تھے بلکہ اس کی حاجت روائی کردیتے تھے۔

۲ خواہ اپنے گھر لے جاتی یا کسی اور جگہ حضور انور منع نہ فرماتے تھے۔

5810 -[10] وَعَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ فِي عَقْلِهَا شَيْءٌ فَقَالَت: يَا رَسُول الله إِنِّي لِي إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ: «يَا أُمَّ فُلَانٍ انْظُرِي أَيَّ السِّكَكِ شِئْتِ حَتَّى أَقْضِيَ لَكِ حَاجَتَكِ» فَخَلَا مَعَهَا فِي بَعْضِ الطُّرُقِ حَتَّى فرغت من حَاجَتهَا. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے انہیں سے کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا ۱ اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ سے کچھ کام ہے ۲ تو فرمایا اے فلاں کی ماں تو سوچ لے کہ کون سی گلی پسند کرتی ہے کہ میں وہاں تیرا کام کروں ۳ تو کسی راستہ میں حضور اس کے ساتھ کھڑے ہوگئے حتی کہ وہ اپنے کام (عرض و معروض) سے فارغ ہوگئی ۴ (مسلم)

۱ یعنی وہ بی بی دیوانی تھی یا مجذوبہ اس کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور راستے سے جارہے تھے کہ یہ مجذوبہ بی بی صاحبہ حاضر ہوکر عرض کرنے لگیں وہ خود حضور انور کے دولت خانہ میں نہ آئی تھی۔(اشعۃ اللمعات)

۳؎ یعنی اگر تو نے مجھ سے کوئی بات تنہائی میں عرض کرنی ہے تو کوئی گلی تجویز کرکے مجھے بتا جہاں میں اکیلے کھڑے ہوکر صحابہ کرام سے جدا ہوکر تیری بات سنوں اور تیرا کام کروں۔

۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ گلی کوچہ یا گزر گاہ عام میں کسی عورت کے ساتھ تنہائی خلوت نہیں نہ اس پر خلوت کے احکام جاری ہوں۔(مرقات)اتنی عبارت لکھ کر میں دوپہری میں آرام کے لیے سو گیا،خواب میں اس گنہگار کو اس کی مکمل شرح بتائی گئی وہ یہ ہے کہ خلوت دو قسم کی ہے:خلوت لغویہ،خلوت شرعیہ۔خلوت لغویہ یہ ہے کلام سننے سنانے میں تنہائی ہو کہ کوئی ان کی بات نہ سن سکے اگرچہ دیکھنے دکھانے میں جلوت ہو کہ لوگ دونوں کو دیکھ رہے ہو۔کہ خلوت شرعیہ یہ ہے کہ سننے دیکھنے دونوں کے لحاظ سے خلوت تنہائی ہو کہ نہ کوئی دیکھے نہ کوئی کلام سنے۔خلوت شرعیہ نامحرم کے ساتھ حرام ہے مگر خلوت لغویہ بوقت ضرورت حلال ہے۔یہاں خلوت لغویہ تھی خلوت شرعیہ نہ تھی کہ یہاں گلی میں وہ دیوانی حضور کو الگ لیے کھڑی ہے، راہ گیر یہ ماجرا دیکھ رہے ہیں مگر اس کی عرض و معروض حضور انور کا جواب نہیں سن رہے ہیں۔مسجد کے گوشہ میں گلی کوچہ میں دن کے وقت یہی خلوت ہوسکتی ہے لہذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے نہ اس کے خلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دیکھ لو یہ میری زوجہ ہیں(الحدیث)کہ وہاں خلوت شرعیہ کا ذکر اور یہاں خلوت لغویہ واقعہ ہوئی۔الحمدللہ! فقیر کو یہ خواب میں آج بارہ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ مطابق بارہ مارچ ۱۹۶۸ء سہ شنبہ کو بوقت دوپہر یہ رہبری فرمائی گئی وہ ہی اس گنہگار نے سپرد قلم کردی،یہ میرے آقا کی کرم نوازی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

[11]- 5811	
وَعَنْهُ قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ: «مَا لَهُ تربَ جَبينُه؟» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے فحش گو اور نہ لعنت کرنے والے نہ گالی دینے والے۱؎ غصہ عتاب میں فرماتے تھے اسے کیا ہوا اس کی پیشانی میں مٹی لگ جاوے ۲؎(بخاری)

۱؎ یعنی حضور کی عادت کریمہ فحش باتیں کرنے کی کسی پر لعنت پھٹکار کرنے کی نہ تھی،ساری عمر شریف میں ایک بار بھی کسی کو گالی نہ دی،کسی خادم بیوی کو لعنت کے لفظ سے یاد نہ فرمایا۔خیال رہے کہ سباب اور لعان مبالغے کے صیغے ہیں مگر یہاں اصل لعنت اور گالی کی نفی ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے:"وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ"۔

۲؎ کیسا پیارا کلمہ ہے۔اس کلمے کے دو معنے ہوسکتے ہیں:ایک یہ کہ وہ شخص خواہ ناک رگڑ دے مگر کامیاب نہ ہو۔دوسرے یہ کہ اللہ اسے سجدے سجود کی توفیق دے جس سے اس کی پیشانی سجدہ میں لگا کرے،سجدے سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ع غصہ میں بھی وہ کہتے ہیں کہ تیرا برا نہ ہو

[12]- 5812	
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قِيلَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ عَلَى	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں عرض کیا یارسول اللہ مشرکین پر بددعا کیجئے فرمایا میں بددعا کرنے والا

الْمُشْرِكِينَ. قَالَ: «إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ	نہ بھیجا گیا میں تو رحمت ہی بھیجا گیا ہوں۱؎(مسلم)

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت خاصہ تو مسلمانوں پر ہی ہے اور رحمت عامہ کفار پر بھی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دنیا میں کفار پر عذاب آنا بند ہوا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کفار کو دعوت اسلام دی یعنی رحمت ایزدی سے قریب کرنے کی کوشش فرمائی۔لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دوری کی دعا کرنا،جو رحمت سے قریب کرنے کے لیے بھیجا گیا ہو وہ رحمت سے دور کیسے کرسکتا ہے،فرمایا گیا"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"اس لیے جب حضور انور نے قبیلہ رعل اور ذکوان کے لیے فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی تو آیت کریمہ نازل ہوئی"لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ"اے محبوب یہ بات آپ کے لیے مناسب نہیں یہ تو جلال والے پیغمبروں حضرت نوح اور موسیٰ علیہما السلام کے ہی لائق تھی جن مشرکین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی وہ بحکم الٰہی کی جیسے فرمایا اللھم علیك بالقریش پھر وہ سب بدر میں مارے گئے۔(اشعہ)

5813 -[13] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ.	روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جیسی کنواری لڑکی اپنے پردے میں شرمیلی ہوتی ہے۱؎اور جب کوئی ناپسند چیز دیکھتے تو ہم چہرہ انور میں اسے پہچان لیتے تھے۲؎(مسلم،بخاری)

۱؎ کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو اسے گھر کے ایک گوشہ میں بٹھادیا جاتا ہےاسے اردو میں مایوں بٹھانا کہا جاتا ہے،اس جگہ یعنی گھر کے گوشہ کو مائیں کہتے ہیں عربی میں خدر۔اور اس زمانہ میں لڑکی بہت ہی شرمیلی ہوتی ہے،گھر والوں سے بھی شرم کرتی ہے،کسی سے کھل کر بات نہیں کرتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم اس سے بھی زیادہ تھی،حیاء انسان کا خاص جوہر ہے جتنا ایمان قوی اتنی حیا زیادہ۔

۲؎ یعنی دنیاوی باتوں میں سے کوئی بات یا کوئی چیز حضور انور کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے نہ فرماتے مگر چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوجاتے تھے خدام بارگاہ پہچان لیتے تھے۔ایک دعوتِ ولیمہ پر دو تین آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف میں کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کررہے تھے حضور کو ان کے بیٹھنے سے تکلیف ہوئی مگر ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ،رب تعالٰی نے ارشاد فرمایا:"اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ" تمہارا یہ عمل ہمارے نبی کی تکلیف کا باعث ہے مگر وہ تم سے حیا فرماتے ہیں رب تعالٰی نہیں شرماتا،یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا۔

5814 -[14] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ وَإِنَّمَا كَانَ يتبسم. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی پورا کھل کر ہنستا نہ دیکھا حتی کہ میں آپ کے کوے دیکھ لیتی۱؎آپ تبسم ہی فرمایا کرتے تھے۲؎(بخاری)

۱؎ لہوات جمع ہے لہاۃ کی،عربی میں لہاۃ حلق کے کنارہ پر گوشت اور لٹکے ہوئے کوے کو کہتے ہیں۔جب انسان ٹھٹھہ مار کر ہنستا ہے تو پورا منہ کھل جاتا ہےاور وہ جگہ نظر آجاتی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نہیں ہنستے تھے۔

۲؎ یہاں مرقات میں ہے کہ حضور انور سے بہت کم ہنسنا بھی ثابت ہے مگر قہقہہ لگانا ٹھٹھہ مارنا کبھی ثابت نہیں،تبسم فرمانے کی عادت بہت ہی تھی۔(مرقات،اشعہ)

5815 -[15] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْهَا قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيثَ كَسَرْدِكُمْ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ.	روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری جلدی کی طرح بات جلدی جلدی نہ کرتے تھے آپ باتیں یوں کرتے تھے کہ اگر کوئی گننے والا گننا چاہتا تو انہیں گن لیتا۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ حضور انور کا کلام شریف نہ تو لگاتار ہوتا تھا نہ جلد جلد بلکہ ایک جملہ پر رک جاتے تھے تاکہ سننے والا غور کرکے سمجھ لے اور ہر جملے کے کلمات بھی بہت آہستگی سے ادا ہوتے تھے کہ ہر کلمہ دل میں بیٹھ جاتا تھا کیونکہ حضور انور کا ہر کلمہ تبلیغ کے لیے ہوتا تھا،اگر حضور جلد یا مسلسل یا بہت زیادہ کلام فرماتے تو لوگ بھول جاتے آپ کا کلام نہایت جامع مگر مختصر ہوتا تھا کہ حضرات صحابہ قرآن کی طرح اسے یاد کرلیتے تھے وہ ہی حدیث کی شکل میں جمع ہوگیا،اسی کلام مبارک سے آج دین قائم ہے،اسی کلام مبارک سے قرآن سمجھ میں آرہا ہے۔ایک صاحب نے حضور انور کے وعظ جمع کیے وہ ایسے ہیں کہ آج واعظ حضور کے بڑے وعظ کو دس منٹ میں کہہ سکتا ہے مگر ان وعظوں نے دنیا پلٹ دی ہوا کا رخ بدل دیا اللھم صل وسلم وبارك علیه۔

5816 -[16] وَعَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ - تَعْنِي خدمَة أَهله - فَإِذا حضرت الصَّلَاة خرج إِلَى الصَّلَاة. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے اسود سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب عائشہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے۲؎ آپ نے کہا کہ اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے یعنی گھر والوں کا کام کرتے تھے۳؎ پھر جب نماز آجاتی تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۴؎(بخاری)

۱؎ آپ اسود بن حلال محاربی ہیں،عظیم الشان تابعی ہیں،آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی پایا خلفاء اربعہ کو بھی دیکھا،بڑے بڑے صحابہ سے ملاقات کی،اسی ۸۰ حج و عمرے کیے،آخری زمانہ میں صائم الدھر قائم اللیل تھے،ہر شب ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے،بڑے فقیہ تھے۔

۲؎ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات حضور انور کی بیرونی اور اندرونی زندگی کے حافظ ہونا چاہتے تھےاور امت تک پہنچانا چاہتے تھے اس لیے بیرونی زندگی شریف صحابہ کرام سے پوچھتے تھے اور اندرونی زندگی ازواج پاک سے خصوصًا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔

۳؎ مهنة بروزن کلمہ بمعنی کام کاج خدمت یعنی حضور انور اپنے گھر کے کسی کام میں تکلف نہیں کرتے تھے،بکری دوھ لیتے،اپنے کپڑے دھولیتے تھے،پھٹے کپڑے پھٹی نعلین شریف میں پیوند لگالیتے تھے۔معلوم ہوا کہ گھر میں کام کرلینا صالحین کا طریقہ ہے کسی جائز کام میں تکلف نہیں چاہیئے۔

۴؎ یعنی جب نماز جماعت کا وقت آتا تو سارے کام چھوڑ دیتے گھر بار سے منہ موڑ لیتے جیسے کسی کو جانتے ہی نہیں اور مسجد تشریف لے جاتے یہ ہی سنت ہے،اللہ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔(مرقات)شعر

اپنے کپڑے خود دھولینا خاک کے بستر پر سولینا ساده ساده نیک طبیعت صلی اللہ علیہ وسلم

5817 -[17] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ يُنتهكَ حرمةُ الله فينتقم لله بهَا.	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نہیں اختیار دیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں کبھی بھی مگر حضور نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا۱؎ جب تک کہ گناہ نہ ہوتا لیکن اگر گناہ ہوتا تو سب لوگوں سے زیادہ دور ہوتے ۲؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی چیز میں بدلہ نہ لیا مگر یہ کہ اللہ تعالٰی کے دین کی حرمت توڑی جاتی تو اللہ کے لیے اس کا بدلہ ضرور لیتے ۳؎(مسلم،بخاری)

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ اختیار دینے والا اللہ تعالٰی ہے یعنی اگر اللہ تعالٰی حضور انور کو دو کاموں کا اختیار دیتا تو آپ آسان کام اختیار فرماتے تاکہ امت کو تکلیف نہ ہو۔بعض نے کہا کہ اختیار دینے والے یا کفار ہوتے یا مسلمان کہ اگر یہ لوگ دو باتیں حضور پر پیش کرتے تو آپ آسان اختیار فرماتے جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا مشورہ دیا گیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا بھی،تو حضور انور نے حضور ابوبکر صدیق کا مشورہ فدیہ قبول فرمایا یہ ہے آسان کو اختیار فرمانا،پھر رب تعالٰی نے اس فدیہ لے کر چھوڑ نے کو قانون بنادیا کہ فرمایا:"فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً"۔اس کی مفصل بحث ہماری تفسیر میں دیکھو۔

۲؎ اگر اختیار دینے والا رب تعالٰی ہے تو گناہ سے مراد ہے کسی جائز کام کا گناہ کا ذریعہ بننا ایسے کام سے حضور دور رہتے جیسے رب نے حضور کو اختیار دیا کہ یا آپ شاہانہ زندگی اختیار فرمائیں خزانے آپ کے ساتھ رہیں یا آپ سادہ زندگی قبول فرماویں،چونکہ شاہانہ زندگی دنیا میں مشغولیت نیکیوں میں کمی کا ذریعہ بن سکتی تھی اس لیے حضور انور نے سادہ زندگی اختیار فرمائی۔شعر

عجز اللہ رہے تمہارا کہ شہ کل ہو کر زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

۳؎ یعنی حضور انور نے اپنی ذات کے لیے کسی موذی سے بدلہ نہ لیا،جس سے بدلہ لیا دین کی حرمت کے لیے،حضور نے اپنے جن دشمنوں کو قتل کرایا ہے یا قتل کیا ہے وہ بھی درحقیقت دین ہی کے دشمن تھے جیسے عقبہ بن ابی معیط،عبداللہ ابن ختل کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرایا کہ وہ درحقیقت دین کے دشمن تھے۔بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں مالی جرم کا عوض مراد ہے آبرو کے دشمنوں سے بدلہ لیا ہے۔(مرقات،اشعہ)مگر پہلی بات قوی ہے۔حضور نے ہندہ وحشی عکرمہ کو معافی دے دی کہ وہ اپنے دشمن تھے مگر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوا دیا کہ اس نے چوری کی تھی قانون اسلامی کا جرم کیا تھا،اس موقع پر کسی کی سفارش قبول نہ فرمائی بلکہ سفارش پر ناراضی فرمائی۔

5818 -[18] وَعَنْهَا قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لنفسهِ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا إِلَّا أَنْ	روایت ہے انہیں سے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہ مارا۱؎ نہ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو ۲؎ مگر یہ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ۳؎ اور ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ سے کوئی چیز پائی جاوے ۴؎ پھر آپ

يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللَّهِ فينتقم لله. رَوَاهُ مُسلم	اس کرنے والے سے بدلہ لیتے مگر اس صورت میں کہ اللہ کی محرمات میں سے کوئی حرمت توڑ دی جاتی تو اللہ کے لیے اس کا بدلہ لیتے تھے۵؎(مسلم)

۱؎ یہاں **شیئًا** سے مراد آدمی ہے یعنی حضور نے کسی آدمی کو کبھی نہ مارا اونٹ گھوڑے کو بارہا مارا ہے،ایک بار بچھو بھی مارا ہے،سانپ کے مارنے کا حکم دیا ہے۔

۲؎ چونکہ انسان کو اپنی بیویوں خادموں سے تعلق بہت رہتا ہے اکثر انہیں مارنا پڑتا ہے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ورنہ **شیئًا** میں یہ بھی داخل تھے کہ یہ بھی آدمی ہی ہیں۔

۳؎ حضور انور نے غزوہ احد میں ابی ابن خلف کو اپنے ہاتھ شریف سے قتل کیا۔(مرقات)صرف یہ ہی ایک کافر حضور کے ہاتھوں سے قتل ہوا ہے۔یہاں شرعی سزائیں تعزیرات مراد نہیں وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرموں پر جاری فرمائی ہیں،یہ تمام قتل وغیرہ اپنی ذات کے لیے نہ تھے اللہ تعالٰی کی رضا کے لیے تھے۔

۴؎ یعنی اگر کوئی شخص قانون اسلامی کی مخالفت کرتا چوری زنا کرتا تو اس کو سزا ضرور دیتے تھے۔

۵؎ یعنی اگر کوئی شخص آپ کا کوئی حق مار لیتا تو آپ اسے معاف فرمادیتے تھے اس سے بدلہ نہ لیتے تھے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[19]- 5819 عَنْ أَنَسٍ قَالَ: خَدَمْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِينَ خَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا لَامَنِي عَلَى شَيْءٍ قَطُّ أَتَى فِيهِ عَلَى يَدَيَّ فَإِنْ لَامَنِي لَائِمٌ مِنْ أَهْلِهِ قَالَ: «دَعُوهُ فَإِنَّهُ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ كَانَ» . هَذَا لَفَظُ «الْمَصَابِيحِ» وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي «شُعَبِ الْإِيمَانِ» . مَعَ تَغْيِيرٍ يَسِيرٍ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت خدمت کی جب کہ میں آٹھ سال کا تھا۱؎ میں نے حضور کی دس سال خدمت کی تو مجھے کبھی کسی چیز پر ملامت نہ کی جسے میرے ہاتھ پر خرابی پہنچتی۲؎ اگر آپ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو فرماتے جانے دو۳؎ اگر کچھ اور مقدر میں ہوتا تو وہ ہوتا۴؎ یہ مصابیح کے لفظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں کچھ معمولی فرق سے روایت کی۔

۱؎ حضرت انس جب حضور انور کی خدمت میں خدمت گاریا خاص خادم کی حیثیت سے حاضر ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر شریف آٹھ سال تھی اور آپ نے کل دس سال حضور کی بے مثال خدمت کی،حضور انور کی وفات کے بعد آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی اس کا یہاں ذکر ہے۔

۲؎ یعنی چھوٹا بچہ تھا مجھ سے کبھی کوئی چیز ٹوٹ بھی جاتی تھی کبھی مجھ سے کام بگڑ جاتے تھے مگر حضور انور مجھے کبھی برا نہ کہتے تھے اور نہ جھڑکتے تھے۔اتی ماضی مجہول ہے **فیه** اس کا نائب فاعل ہے۔

۳؎ یعنی حضور انور نہ تو خود ملامت کرتے نہ کسی کو ملامت کرنے دیتے تھے۔چیز کا درد گھر کی عورتوں کو بہت زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے ازواج پاک ناراض ہوتی تھیں حضور انہیں منع فرماتے تھے۔
۴؎ یعنی اس برتن کی عمر اتنی ہی تھی اور یہ کام رب کی طرف سے یوں ہی ہونے والا تھا انس تو اس کا مظہر ہیں انہیں کچھ نہ کہو۔ اگر ہم لوگ اس طریقہ نبوی پر عمل کریں تو ثواب بھی پاویں اور ہمارے گھر جنت بن جاویں کبھی لڑائی جھگڑے نہ ہوں،گھروں میں فساد لڑائیاں اس چیز کے بھول جانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

[20]- 5820	
وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا سَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو عادۃً بری باتیں کرتے تھے اور نہ تکلفًا ۱؎ نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے ۲؎ اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معافی دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے ۳؎ (ترمذی)

۱؎ **فحش** کے معنی ہیں حد سے بڑھی ہوئی بات،اکثر گالی کو فحش کہتے ہیں۔بعض لوگوں کے منہ سے عادۃً گالیاں نکلتی رہتی ہیں انہیں خیال بھی نہیں ہوتا کہ میرے منہ سے گالی نکل رہی ہے،بعض لوگ گالی گفتاری کے ایسے عادی تو نہیں ہوتے مگر وہ غصہ میں گالیاں بک دیتے ہیں۔پہلی قسم کے لوگ فاحش کہلاتے ہیں،دوسری قسم کے لوگ **متفحش**۔ اللہ تعالٰی نے اپنے اس ستھرے پاکیزہ طیبہ و طاہر نبی کو ان دونوں عیبوں سے محفوظ رکھا تھا۔
۲؎ حضور انور کبھی بازار تشریف لے جاتے تھے مگر تاجروں گاہکوں کو احکام شرعیہ کی تبلیغ کرنے کے لیے کبھی خرید و فروخت بھی فرماتے تھے۔یہاں اس کی نفی ہے کہ جیسے بعض لوگوں کو بازار میں پھرنے گھومنے بلاوجہ چیزوں کا بھاؤ پوچھنے کی عادت ہوتی ہے اس سے حضور محفوظ تھے۔
۳؎ **عفو** کے معنی ہیں معافی دینا سزا نہ دینا۔**صفح** کے معنی ہیں دیکھی کو ان دیکھی بنا دینا،مجرم کی طرف سے منہ پھیر لینا جیسے دیکھا ہی نہیں،اس سے سامنے والے پر بڑا ہی رعب پڑتا ہے ہر بات کی گرفت کرنے سے رعب جاتا رہتا ہے۔بڑے بننے کے لیے صفح درگزر ضروری ہےفرماتاہے:"**فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ**"۔حضور انور اس آیت کے نزول سے پہلے ہی اس پر عامل تھے حضور انور بچپن شریف میں نماز پڑھتے تھے اور قریبًا سارے احکام شرعیہ پر عامل تھے فطری طور پر۔

[21]- 5821	
وَعَنْ أَنسٍ يُحَدِّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كانَ يعودُ المريضَ وَيتبع الْجنَازَة ويجيب دَعْوَة الْمَمْلُوك ويركب الْحمار لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَوْمَ خَيْبَرَ عَلَى حِمَارٍ خِطَامُهُ لِيفٌ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي «شُعَبِ الْإِيمَانِ»	روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ بیماروں کی مزاج پرسی کرتے تھے اور جنازوں کے ساتھ جاتے تھے ۱؎ غلام کی دعوت قبول کرلیتے تھے ۲؎ اور دراز گوش پر سوار ہوتے تھے میں نے خیبر کے دن دیکھا آپ ایک گدھے پر سوار تھے جس کی مہار پوست کھجور کی تھی ۳؎ (ابن ماجہ،بیہقی شعب الایمان)

۱؎ حضور انور نے بیمار پرسی بعض کفار کی بھی کی ہے مگر جنازہ میں شرکت صرف مسلمانوں کے ہی کی ہے حتی کہ ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا واد اباك فی التراب اپنے باپ کو مٹی میں داب دو اگرچہ حضور کو ان کے انتقال کا صدمہ بہت ہی ہوا تھا۔

۲؎ یہاں مملوک سے مراد یا تو آزاد کردہ غلام ہے یا عبد مأذون جسے تجارت وغیرہ کی اجازت مولیٰ سے مل گئی ہو یا مطلب یہ ہے کہ غلام کا مولیٰ اپنے غلام کے ذریعہ حضور انور کی دعوت کرتا تو بھی قبول فرمالیتے تھے۔(مرقات)پہلے دو معنی زیادہ قوی ہیں۔غرضیکہ طبیعت میں بڑائی شیخی تکبر بالکل نہ تھا مگر خیال رہے کہ حضور انور نے کفار کے ہدیے قبول فرمادیئے ہیں،انہیں تحفے دیئے بھی ہیں لیکن کفار کے گھر دعوت قبول کرنے کا ثبوت نہیں ملتا خصوصًا جب کہ ان کی محبت کی بنا پر ہو۔

۳؎ گدھے کی سواری خصوصًا جب کہ اس کی لگام کھجور کے پوست کی ہو بہت معمولی سمجھ جاتی تھی۔حضور انور فاتح خیبر ہیں مگر ایسی معمولی سواری پر سوار ہیں جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی شان و شوکت سلطنت حضور کے قلب پاک کو نہ بدل سکی،سب کو دنیا بدلتی ہے مگر حضور نے دنیا کو بدل دیا خود دنیا سے نہ بدلے۔

[22]- 5822 وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَخِيطُ ثَوْبَهُ وَيَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ كَمَا يَعْمَلُ أَحَدُكُمْ فِي بَيْتِهِ وَقَالَتْ: كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِي ثَوْبَهُ وَيَحْلُبُ شَاتَهُ وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا شریف درست کرلیتے تھے اپنے کپڑے سی لیتے تھے ۱؎ اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے،فرماتی ہیں آپ بشروں میں سے ۲؎ ایک کی سی زندگی رکھتے تھے اپنے کپڑوں کی جوئیں دیکھتے تھے ۳؎ اپنی بکری دوھ لیتے تھے اپنے کام خود کرتے تھے ۴؎ (ترمذی)

۱؎ اس عمل شریف سے دو مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ پیوند والا کپڑا اور پیوند لگا ہوا جوتا پہننے میں عار نہ کرے یہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔دوسرے یہ کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بھی شرم نہ کرے دوسرے کا حاجت مند نہ رہے مگر یہ دونوں عمل بخل کی بناء پر نہ ہوں بلکہ تواضع انکسار کے لیے ہوں لہذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ جب نیا کپڑا یا نیا جوتا پاؤ تو پرانا خیرات کردو کہ وہاں سخاوت کی تعلیم ہے اور یہاں تواضع کی۔اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر ہر کام جانتے ہیں،حضور سلطنت کرنا،مقدمہ میں فیصلہ کرنا بھی جانتے ہیں اور کپڑے سینا، جوتے میں پیوند لگانے سے بھی واقف ہیں یہ سب کچھ کسی سے سیکھا نہیں رب کے ہاں سے سیکھے سکھائے تشریف لائے،حضور انور نے کوئی کمال کسی مخلوق سے نہیں سیکھا۔

۲؎ یعنی حضور کی زندگی پاک شاہانہ پرتکلف نہ تھی عام بشر کی طرح سادہ تھی۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور میں سواء بشریت کے اور کوئی کمال نہ تھا اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حضرات صحابہ کرام حضور کو بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔بشر کہنا تو بڑی بات ہے حضرت عباس حضور کو بھتیجا نہیں کہتے،حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی نہیں کہتے،حضرت عائشہ خاوند کہہ کر نہیں پکارتیں سب یہی کہتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا"۔

۳؎ خیال رہے کہ حضور انور کے سر یا کپڑوں میں جوئیں پڑتی نہ تھیں ہاں دوسرے کی چڑھ جاتی تھیں وہ آپ اپنے کپڑوں سے صاف کرتے تھے اور ام حرام آپ کے سر شریف سے نکالتی تھیں،ہاں مکھی جسم پاک پر نہیں بیٹھتی تھی مچھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دیتے تھے۔(اشعہ)بعض شارحین نے فرمایا کہ کبھی ایک دوجوں پڑجاتی جوں پڑنا صفائی خون کی علامت ہے اس لیے جذامی کے سر یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی مگر فقیر کے نزدیک پہلی بات قوی ہے۔

۴؎ یعنی اپنے کام خود آپ بھی کرلیتے تھے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت انس اور دوسرے صحابہ حضور انور کی خدمت کرتے تھے۔

[23]- 5823	
وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: دَخَلَ نَفَرٌ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوا لَهُ: حَدِّثْنَا أَحَادِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنْتُ جَارَهُ فَكَانَ إِذَا نزل الْوَحْيُ بَعَثَ إِلَيَّ فَكَتَبْتُهُ لَهُ فَكَانَ إِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا وَإِذَا ذَكَرْنَا الْآخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا وَإِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا فَكُلُّ هَذَا أُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت خارجہ ابن زید ابن ثابت ا؎ سے فرماتے ہیں کہ ایک جماعت زید ابن ثابت کے پاس آئی وہ بولے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنایئے فرمایا کہ میں حضور کا پڑوسی تھا۲؎ تو جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو مجھے بلاتے میں اسے لکھتا تو جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی وہ ہی ذکر کرتے تھے۳؎ ہمارے ساتھ میں اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ وہ ہی ذکر کرتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ وہ ہی ذکر کرتے ۴؎ یہ تمام باتیں میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر دے رہا ہوں ۵؎(ترمذی)

ا؎ حضرت زید ابن ثابت تو مشہور صحابی ہیں،کاتب وحی ہیں مگر آپ کے فرزند خارجہ تابعی ہیں،خلافت عثمانیہ کا زمانہ پایا ہے،مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں۔

۲؎ یعنی مجھے حضور انور کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہے اور میں حضور انور کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہوں کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کے حالات سے باخبر ہوتا ہے مجھ سے پوچھو وہ کیسے تھے۔

۳؎ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں صرف آخرت ہی کا ذکر نہ ہوتا تھا کہ لوگ اکتا جائیں بلکہ دنیا کی برائی یا بھلائی کا ذکر بھی ہوتا تھا۔دنیا نفس کے لیے بری ہے اور آخرت کی کھیتی ہو تو اچھی ہے۔جب ہم دنیا کی کوئی بات کرتے تو حضور انور بھی اس میں شریک ہوجاتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ یہ باتیں بھی جائز ہیں۔

۴؎ مگر ان ذکروں میں بہت سے مسائل شرعیہ بھی حاصل ہوجاتے ہیں کیا کھانا چاہیے،کیسے کھانا چاہیے،کون سا کھانا ہم کو مرغوب ہے،اس کھانے میں کیا فوائد ہیں۔حضور کی مجلس علم کی مجلس تھی ہر بات میں تبلیغ و تعلیم تھی۔

۵؎ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو شیخ جلوت میں ہر وقت اللہ اللہ ہی کرتا ہو اور کوئی بات ہی نہ کرتا وہ مکار ہے مجلس میں ہر طرح کا ذکر چاہیے،ہاں جائز ذکر چاہیے ناجائز نہ چاہیے۔رب تعالٰی کو اپنے محبوب حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں پسند ہیں جو ان اداؤں کی نقل کرے گا وہ خدا کو محبوب ہوگا۔مجلس کی یہ ادا کہ وہاں ہر طرح کا دین کا دنیا کا ذکر ہو محبوب کی ایک ادا ہے تم بھی اس ادا کی نقل کرو۔

[24]- 5824	
وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَنْزِعُ يَدَهُ وَلَا يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَجْهِهِ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَن وَجهه وَلم يُرَ مقدِّماً رُكْبَتَيْهِ بَين يَدي جليس لَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تھے تو اپنا ہاتھ نہ کھینچتے حتی کہ وہ ہی اپنا ہاتھ کھینچتا تھا ۱؎ اور آپ اپنا منہ اس کے منہ سے نہیں پھیرتے تھے حتی کہ وہ ہی اپنا منہ حضور کے چہرے سے پھیرتا اور حضور کو کبھی نہ دیکھا گیا کہ حضور اپنے ہم نشین کے سامنے گھٹنے پھیلا کر بیٹھے ہوں ۲؎ (ترمذی)

۱؎ **الرجل** اس لیے فرمایا گیا کہ حضور انور نے کبھی کسی عورت سے مصافحہ نہیں کیا،مردوں سے اکثر مصافحہ فرمایا،کبھی کسی سے معانقہ یعنی گلے ملنا بھی فرمایا ہے جیسے حضرت جعفر یا حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہم۔یہ حضور کے اخلاقِ کریمانہ ہیں کہ کسی سے جب مصافحہ فرماتے تو اپنا ہاتھ نہ کھینچے وہ جتنی دیر تک آپ کا ہاتھ تھامے رہتا آپ بھی ویسے ہی اس کا ہاتھ پکڑے رہتے وہ دستگیر عالم جو ہوئے۔

۲؎ یعنی حضور انور کبھی کسی مجلس میں کسی کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے نہ اولاد کی طرف،نہ ازواج پاک کی طرف،نہ غلاموں خادموں کی طرف کہ اس عمل سے شاید اس کو تکلیف ہو کہ اس میں سامنے والے کی تحقیر ہوتی ہے،نیز یہ طریقہ متکبرین اور غرور والوں کا ہے۔دوسروں کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھنا اپنی عزت اس کی حقارت ظاہر کرنا اللہ تعالٰی ہم سب کو اخلاق محمدی نصیب کرے۔آمین!

[25]- 5825	
وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرتے تھے ۱؎ (ترمذی)

۱؎ یعنی اپنی ذات کریم کے لیے کوئی چیز کل کے لیے نہ رکھتے،روزانہ حالت یہ ہوتی تھی کہ نیا روز نئی روزی یہ انتہائی توکل ہے۔رہا مہمانوں اور گھر والوں کا معاملہ اس کے متعلق طریقہ یہ تھا کہ فتح خیبر سے پہلے تو گھر شریف میں بھی کچھ نہ ہوتا تھا دو دو ماہ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کبھی بالکل فاقہ۔شعر

اور کبھی تھوڑے چھوارے کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا دو دو مہینے یوں ہی گزارا صلی اللہ علیہ وسلم
جس کی تمنا روز نہ کھانا اک دن فاقہ اک دن کھانا جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم

مگر فتح خیبر کے بعد ہر بی بی صاحبہ کو ایک سال کے لیے جو اور کھجوریں عطا فرمادیتے تھے وہ ذخیرہ بال بچوں اور مہمانوں کے لیے ہوتا تھا۔(مرقات واشعہ)لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کیونکہ سب کو تو حضور کا سا توکل میسر نہیں۔شعر

ہوسیا آداب دانا دیگر اند سوختہ جان در داناں دیگر اند

[26]- 5826	
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلَ الصَّمْتِ. رَوَاهُ فِي «شرح السّنة»	روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز خاموشی والے تھے ۱؎ (شرح سنہ)

۱؎ خاموشی سے مراد ہے دنیاوی کلام سے خاموشی ورنہ حضور اقدس کی زبان شریف اللہ کے ذکر میں تر رہتی تھی لوگوں سے بلا ضرورت کلام نہیں فرماتے تھے یہ ذکر ہے جائز کلام کا ناجائز کلام تو عمر بھر زبان شریف پر آیا ہی نہیں جھوٹ،غیبت،چغلی وغیرہ ساری عمر شریف میں ایک بار بھی زبان مبارک پر نہ آیا۔حضور سراپا حق ہیں پھر آپ تک باطل کی رسائی کیسے ہو۔آم کے درخت میں جامن نہیں لگتے،بار دار درخت خار دار نہیں ہوتےخود فرماتا ہے کہ جو بھی کلام کرے تو خیر کلام کرے ورنہ خاموش رہے،حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کاش میں گونگا ہوتا مگر حق بات سے۔(مرقات)

5827 -[27] وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيلٌ وَتَرْسِيلٌ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام شریف میں آہستگی اور ٹھہراؤ تھا ۱؎ (ابوداؤد)

۱؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ ترتیل اور ترسیل کے معنی ہیں کلام میں آہستگی،رب فرماتاہے:"وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا" بعض شارحین نے فرمایا کہ ترتیل کے معنی ہیں آہستگی سے کلام کرنا،ترسیل کے معنی ہیں واضح اور ظاہر کلام فرمانا کہ ایک ایک حرف ظاہر ہو زبان کسی حرف کے ادا کرنے میں لپٹے نہیں۔(مرقات)دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور انور رب تعالٰی کی طرف سے مبلغ اعظم ہیں کلام میں جلدی یا کلام واضح نہ ہونا تبلیغ کے لیے مضر ہےاس لیے رب نے آپ کو فصاحت وبلاغت کے ساتھ خوش ادائیگی بھی عطا فرمائی تھی۔

5828 -[28] وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هَذَا وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَهُ فَصْلٌ يَحْفَظُهُ من جَلَسَ إِلَيْهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری اس جلدی کی طرح کلام میں جلدی نہیں کرتے تھے ۱؎ لیکن ایسے کلام کرتے تھے جس کے درمیان فاصلہ ہوتا تھا جو آپ کی خدمت میں بیٹھتا وہ حفظ کرلیتا تھا ۲؎ (ترمذی)

۱؎ یعنی حضور کے کلام اور کلمات مسلسل نہیں ہوتے تھے جیسے عام لوگ لگاتار کلام کرتے ہیں بلکہ ایک بات بتائی پھر کچھ خاموشی پھر دوسری بات اور ان دو باتوں کے درمیان اللہ کا ذکر۔

۲؎ صحابہ کرام کو احادیث قرآن مجید کی طرح حفظ تھیں اسی وجہ سے تو احادیث جمع ہوئیں،اس جمع ہونے کی بڑی وجہ حضور انور کا یہ وقار سے کلام فرمانا تھا۔

5829 -[29] وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حارث ابن جزء سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہ دیکھا ۲؎ (ترمذی)

۱؎ آپ کی کنیت ابوالحارث ہے،سہمی ہیں،بدر میں حاضر ہوئے،مصر میں قیام رہا وہاں ہی وفات پائی،آپ مصر کے آخری صحابی ہیں،آپ کی وفات سے مصر صحابہ سے خالی ہوگیا۔(اشعہ و مرقات)

۲؎ تبسم یعنی مسکرانے سے اپنا دل تازہ اور مخاطب کا دل خوش ہوتا ہے۔زیادہ ہنسی اور ٹھٹھا لگانا دل کو مردہ کردیتا ہے۔

[30]- 5830 وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ أَنْ يَرْفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باتیں کرنے بیٹھتے تو اپنی نگاہ شریف آسمان کی طرف زیادہ اٹھاتے تھے[2](ابوداؤد)

[1] آپ کی کنیت ابو یوسف ہے،حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں،توریت کے بڑے عالم تھے،آپ کے فرزند ہیں یوسف اور محمد وغیرہم،۴۳ھ تینتالیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے۔(اکمال)

[2] یہ نظر کا اٹھنا انتظار وحی میں ہوتا تھا۔(مرقات،اشعہ)اور نہ معلوم قدرت کے کیا کیا نظارے کرتے ہوں گے،رب فرماتا ہے: "قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ"۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

[31]- 5831 عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُهُ مُسْتَرْضَعًا فِي عَوَالِي الْمَدِينَةِ فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهُ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَإِنَّهُ لَيُدَّخَنُ وَكَانَ ظِئْرُهُ قَيْنًا فَيَأْخُذُهُ فَيُقَبِّلُهُ ثُمَّ يَرْجِعُ. قَالَ عَمْرٌو: فَلَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ إِبْرَاهِيمَ ابْنِي وَإِنَّهُ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَإِنَّ لَهُ لَظِئْرَيْنِ تُكْمِلَانِ رَضَاعَهُ فِي الْجَنَّةِ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے حضرت عمرو ابن سعید سے وہ حضرت انس سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا جو بال بچوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مہربان ہو[1] آپ کے فرزند ابراہیم[2] بیرون مدینہ میں شیر خوارگی کرتے تھے[3] تو آپ تشریف لے جاتے تھے ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے آپ گھر میں تشریف لے جاتے حالانکہ وہاں دھواں ہوتا تھا ان کا رضاعی والد لوہار تھا[4] آپ بچے کو لیتے اسے چومتے پھر لوٹ آتے[5] حضرت عمرو نے فرمایا پھر جب ابراہیم وفات پاگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بچہ ابراہیم شیر خوارگی میں وفات پاگیا[6] اس کے لیے دو دوائیاں مقرر ہیں جو اس کی شیر خوارگی جنت میں پوری کریں[7](مسلم)

[1] عیال بنا ہے عول سے بمعنی پرورش ہر پرورده پالنے والے کا عیال ہے،رب فرماتا ہے:"وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی"ہم نے آپ کو بڑا عیال والا پایا تو غنی کردیا۔یہاں عیال سے مراد یا تو بیویاں بچے ہیں یا ساری حضور کی امت ہے کہ سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پرورده ہیں۔مرقات نے یہاں فرمایا کہ بعض نسخوں میں بالعباد ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال بچوں پر بہت ہی مہربان تھے یا اپنی امت پر بہت ہی مہربان ہیں،پہلے معنی کی تائید تو اگلا واقعہ کررہا ہے دوسرے معنی کی تائید وہ آیت ہے"بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ"۔

[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بیٹے تھے اور چار بیٹیاں:بیٹے تو طیب،طاہر،قاسم،ابراہیم ہیں۔صاحبزادیاں زینب،رقیہ،کلثوم،فاطمہ ہیں رضی اللہ عنہم ساری اولاد حضرت خدیجۃ الکبری کے بطن شریف سے تھیں سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ جناب ماریہ قبطیہ

کے بطن شریف سے تھے۔حضور کی زندگی شریف میں ساری اولاد وفات پاگئی تھیں سواء جناب فاطمہ زہرا کے جو حضور کی وفات کے صرف پانچ ماہ کچھ دن بعد وفات پاگئیں۔

۳؎ عوالی جمع ہے عالیہ کی بمعنی بلند جگہ عوالی مدینہ بستی مدینہ کے آس پاس کے وہ مقام جو مدینہ منورہ سے ملحق ہیں چونکہ وہ زمین مدینہ سے قدرے بلند ہے اس لیے انہیں عوالی کہتے ہیں۔مسجد قبا،بنی قریظہ اس عوالی میں واقع ہیں،اس فقیر نے عوالی مدینہ کی بارہا زیارت کی ہے۔

۴؎ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی دایہ دودھ کی ماں کا نام ام یوسف تھا اور اس کے شوہر کا نام براہ ابن اوس انصاری تھا،کنیت ابو سیمین تھی،لقب قین تھا یعنی لوہار کیونکہ وہ لوہاری پیشہ کرتے تھے اس لیے انکے گھر میں دھواں بھی ہوتا تھا۔اس گنہگار نے اس گھر کی زیارت کی ہے،جنت بقیع سے قریبًا نصف میل ہے۔خیال رہے کہ ظئر دایہ کو بھی کہتے ہیں اور دایہ کے خاوند کو بھی،یہاں ظئر دوسرے معنی میں ہیں۔

۵؎ یعنی حضور انور ہفتہ عشرہ میں ابوسیمین کے گھر اپنا بچہ ابراہیم دیکھنے جاتے وہاں باوجود دھوئیں کے کچھ دیر تشریف رکھتے،فرزند کو چومتے پیار کرتے،پھر واپس تشریف لے آتے تھے۔

۶؎ خیال رہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ حضور انور کی لونڈی تھیں جنہیں مصرواسکندریہ کے بادشاہ مقوقش قبطی نے حضور انور کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا تھا،ذی الحجہ ۸ھ آٹھ میں انہیں کے بطن شریف سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔یہ سب مانتے ہیں کہ جناب ابراہیم شیر خوارگی میں فوت ہوئے،اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی غالبًا سولہ یا سترہ ماہ تھی جیساکہ مرقات وغیرہ میں ہے۔

۷؎ یعنی حضرت ابراہیم وفات پاتے ہی جنت میں پہنچادیئے گئے اور دو صاحبہ وہاں انہیں دودھ پلانے کے لیے مقرر کردی گئیں جو انہیں بقیہ ماہ دودھ پلائیں گی اپنا دودھ یا جنت کی نہر کا دودھ یہ جناب ابراہیم کی خصوصیت ہے۔بعض روایات میں ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔اس حدیث کو اکثر محدثین نے محض باطل و موضوع کہا ہے،اگر صحیح بھی ہو تو یہ حضرت ابراہیم کی خصوصیت ہے ورنہ گذشتہ نبیوں کے سارے بیٹے نبی نہیں ہوئے ہیں،نیز اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضور خاتم النبیین نہ ہوں کیونکہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جناب ابراہیم زندہ نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ اگر وہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں لہذا وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔(مرقات)غرضکہ یہ حدیث امام نووی ابن عبدالبر وغیرہم محدثین کے نزدیک موضوع ہے،بعض محدثین نے اسے مرفوعًا صحیح مانا اور مطلب وہ بتایا جو ابھی ہم نے عرض کیا۔(مرقات)

[32]- 5832 وَعَن عَليّ أَنَّ يهوديًا يُقَالُ لَهُ: فُلَانٌ حَبْرٌ كَانَ لَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَنَانِيرُ فَتَقَاضَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: «يَا يَهُودِيُّ مَا عِنْدِي مَا أُعْطِيكَ» . قَالَ: فَإِنِّي لَا أُفَارِقُكَ يَا مُحَمَّدُ حَتَّى تُعْطِيَنِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ	روایت ہے حضرت علی سے کہ ایک یہودی جس کا نام فلاں پادری تھا۱؎ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ دینار قرض تھے۲؎ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کیا۳؎ حضور نے اس سے فرمایا کہ اے یہودی میرے پاس کچھ نہیں ہے جو تجھے دوں۴؎ وہ بولا کہ میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں حتی کہ آپ مجھے قرضہ ادا کردیں۵؎ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تب تو میں تیرے ساتھ ہی بیٹھوں گا آپ اس کے ساتھ بیٹھ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذًا أَجْلِسُ مَعَكَ» فَجَلَسَ مَعَهُ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ الْآخِرَةَ وَالْغَدَاةَ وَكَانَ أَصْحَاب رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَدَّدُونَهُ وَيَتَوَعَّدُونَهُ فَفَطِنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الَّذِي يَصْنَعُونَ بِهِ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ يَهُودِيٌّ يَحْبِسُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنَعَنِي رَبِّي أَنْ أَظْلِمَ مُعَاهِدًا وَغَيْرَهُ» فَلَمَّا تَرَجَّلَ النَّهَارُ قَالَ الْيَهُودِيُّ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ وَشَطْرُ مَالِي فِي سبيلِ الله أَمَا وَاللَّهِ مَا فَعَلْتُ بِكَ الَّذِي فَعَلْتُ بِكَ إِلَّا لِأَنْظُرَ إِلَى نَعْتِكَ فِي التَّوْرَاةِ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهُ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهُ بِالشَّامِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا مُتَزَيٍّ بِالْفُحْشِ وَلَا قَوْلِ الْخَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ وَهَذَا مَالِي فَاحْكُمْ فِيهِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَكَانَ الْيَهُودِيُّ كَثِيرَ المالِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي «دَلَائِلِ النُّبُوَّة»

گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر مغرب عشاء آخری اور فجر کی نمازیں پڑھیں ۶ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اسے ڈراتے دھمکاتے تھے ۷ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا ۸ جو وہ اس کے ساتھ کرتے تھے،صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ایک یہودی آپ کو روکے ہوئے ہے ۹ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کسی عہد والے کافر وغیرہ پر ظلم کروں ۱۰ پھر جب دن چڑھ گیا تو یہودی بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں ۱۱ اور میرا آدھا مال اللہ کی راہ میں ہے ۱۲ حضور جو کچھ میں نے آپ کے ساتھ برتاؤ کیا یہ صرف اس لیے کہ میں آپ میں صفات دیکھ لوں جو توریت میں ہیں ۱۳ کہ محمد عبداللہ کے بیٹے ہیں،ان کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت طیبہ ہے اور ان کی سلطنت شام میں ہے ۱۴ نہ تو سخت دل ہیں نہ سخت زبان اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے،نہ تو بری باتوں سے متصف ہیں اور نہ سخت کلام برے کلام سے ۱۵ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ ہے میرا مال آپ اس میں وہ فیصلہ فرمائیں جو اللہ آپ کو دکھائے ۱۶ یہودی بہت بڑا مال دار تھا ۱۷ (بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎ یعنی حضرت علی نے اس یہودی کا نام بتایا تھا مگر راوی کو یاد نہ رہا تھا وہ اپنے مذہب کا بڑا عالم تھا۔حبر عالم یہود کو کہتے ہیں، جمع ہے احبار،محدثین نے بھی اس یہودی کا نام نہ بتایا۔

۲؎ یعنی حضور انور نے اس یہودی پادری سے ضرورۃً چند اشرفیاں قرض لی تھیں۔اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے مالی معاملات حتی کہ قرض کا لین دین بھی جائز ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا مال مخلوط ہو کہ اس کی کمائی حرام بھی ہو حلال بھی اس سے قرض ہدیہ لینا درست ہے،دیکھو یہود کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:"اَکّٰلُوۡنَ لِلسُّحۡتِ "یہ بڑے حرام خور ہیں،رشوتیں، سود جوئے بھی ان کی کمائیاں تھیں مگر حضور انور نے ان سے قرض لیا،اس سے بہت دینی مسئلے حاصل ہوں گے۔

۳؎ اس یہودی کا یہ تقاضا مقررہ مدت سے پہلے تھا۔خیال رہے کہ قرض یعنی دست گرداں میں مدت مقرر لازم نہیں ہوتی،قرض خواہ طے شدہ وقت سے پہلے بھی تقاضا کرسکتا ہے مگر کاروباری قرض جسے دین کہتے ہیں جیسے کوئی چیز خریدی اس کی قیمت قرض کرلی اس میں طے شدہ مدت سے پہلے قرض خواہ کو تقاضا کرنے کا حق نہیں ہوتا۔

۴؎ اس فرمان عالی میں حضور انور کی طرف سے وعدہ خلافی نہیں بلکہ وعدہ خلافی اس قرض خواہ یہودی کی طرف سے تھی کہ وہ طے شدہ مدت سے پہلے ہی قرضہ وصول کرنے آگیا تھا۔

۵؎ فقہ میں اسے ملازمت کہتے ہیں یعنی قرض خواہ مقروض کے ساتھ رہے کہے کہ میں تجھے بغیر قرضہ وصول کیے چھوڑوں گا نہیں۔

۶؎ غالبًا یہ واقعہ مسجد نبوی شریف میں ہوا کہ وہ یہودی مسجد میں ہی حضور انور کے ساتھ بیٹھ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں ہی باجماعت نماز پڑھتے رہے اور اس یہودی کے ساتھ بیٹھے رہے۔یہودی کافر تھا،کفار مسجد میں آسکتے ہیں،قرآن مجید میں جو ہے"اِنَّمَا الۡمُشۡرِکُوۡنَ نَجَسٌ فَلَا یَقۡرَبُوا الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ"وہاں نجاست سے مراد عقیدوں کی گندگی اور وہاں مشرکین کو حج بیت اللہ سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۷؎ **تھدد** اور **توعد** دونوں کے معنی ہیں دھمکانا ڈرانا۔یہاں **تھدد** سے مراد ہے مار پیٹ سے ڈرانا اور **توعد** سے مراد ہے نکال دینے سے ڈرانا وہ حضرات چپکے چپکے اسے ڈراتے دھمکاتے تھے جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۸؎ یعنی قرائن و علامات سے حضور انور نے سمجھ لیا کہ ہمارے صحابہ اس یہودی کو ڈرا رہے ہیں۔**فطن** سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے علامات سے معلوم کیا۔یہ ہے اسلام کا عدل و انصاف اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں،مسلمان حاکم قوم ہیں،وہ یہودی مسلمانوں کی رعیت کا ایک شخص ہے سلطان اسلام پر وہ ایسی سختی کررہا ہے اور اس کو اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دیا جاتاایسا عدل و انصاف کسی قوم نے نہیں کیا ہوگا۔

۹؎ صحابہ کی یہ عرض و معروض بطور تعجب ہے کہ ایک ذلیل حقیر یہودی جو آپ کی رعایا ہمارا ماتحت ہے اس نے پہلی زیادتی تو یہ کی کہ وقت سے پہلے قرضہ کا مطالبہ کیا،پھر اس کا یہ ظلم کہ آپ کے ساتھ رہ پڑا ہم کو اجازت دیں کہ ہم اسے ان حرکتوں کا مزہ چکھادیں۔ان حضرات کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس کو ڈراتے دھمکاتے ہیں،اس کی زیادتی کی وجہ سے ہم کو اس کی اجازت دینی چاہیے۔خیال رہے کہ یا تو ان حضرات کے پاس روپیہ تھا نہیں کہ حضور انور کا قرض ادا کردیتے یا حضور انور کو یہ منظور نہ تھا،یا ان حضرات کو اس یہودی کا وقت سے پہلے مطالبہ کرنا پسند نہ تھا،ان وجوہ سے ان حضرات نے حضور کا قرض ادا نہ کیا بلکہ اور طرح دھمکایا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صحابہ نے قرض ہی ادا کیوں نہ کردیا۔(از مرقات)حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام سے قرض نہیں لیتے تھے بلکہ غیر مسلموں سے یعنی اپنی رعایا یہود وغیرہ سے قرض لیتے تھے۔(مرقات)

۱۰؎ معاہد سے مراد ذمی کافر ہے اور غیر معاہد سے مراد مستامن کافر ہے یا معاہد سے مراد ہے ذمی و مستامن دونوں قسم کے کفار اور غیر معاہد سے مراد ہیں حربی کفار کہ ظلم حربی کافر پر بھی جائز نہیں،یا معاہد سے مراد ہیں ذمی مستامن کفار اور غیر معاہد سے مراد ہیں سارے انسان۔خیال رہے کہ ذمی پر ظلم کرنا بمقابلہ مسلمان پر ظلم کرنے کے زیادہ برا ہے کیونکہ مسلمان کے قرض کا نتیجہ قیامت میں یہ ہوگا کہ یا تو مقروض کی نیکیاں قرض خواہ کو دے دی جائیں یا قرض خواہ کے گناہ مقروض پر ڈال دیئے جائیں۔اگر کافر قرض خواہ یا مظلوم ہے اور مسلمان ظالم ہے تو یہ دونوں صورتیں وہاں ناممکن ہیں اسی لیے کافر پر ظلم بدتر ہے مسلمان پر ظلم کرنے سے جیسے جانوروں پر ظلم کرنا بدتر ہے انسان پر ظلم کرنے سے کہ جانور کسی سے شکایت نہیں کرسکتا دیکھو مرقات یہ ہی مقام،نیز جانور کے ظلم کا مسئلہ شامی میں بھی ہے۔خیال رہے کہ حضور انور نے یہاں قرض مارنے کا ظلم نہیں فرمایا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت یہ تو تھی ہی نہیں بلکہ قرض خواہ کے پاس نہ بیٹھنے کو اسے ڈرانے دھمکانے کو ظلم قرار

دیا ہے اس لیے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس بیٹھنا چاہیے۔حربی کفار کا مال جنگ میں غنیمت میں لینا جائز ہے امانت،قرض،عاریت کافر کی بھی ادا کرنی پڑے گی۔

اا یعنی میں دیکھ کر اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت کی گواہی دیتا ہوں اس کی تفصیل ابھی آگے آرہی ہے۔

۱۲ یعنی میں مسلمان ہوتا ہوں اور اسلام کی توفیق ملنے کی خوشی میں اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں خیرات کرتا ہوں۔یہ اس کا شکریہ ہے کہ رب نے مجھے اسلام کے ساتھ صحابیت کا شرف بھی بخشا۔

۱۳ یعنی میں نے آپ کی صورت آپ کا حلیہ توریت کے بیان کے مطابق پایا مگر وہ سیرت پاک اور دیکھنی تھی جو توریت شریف میں آپ کی بیان کی گئ ہے۔میری یہ سخت روی اس کی تحقیق کے لیے تھی ورنہ قصور تو میرا ہے کہ میں نے وقت سے پہلے قرض کا مطالبہ کیا۔

۱۴ اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر گئ کہ اسلام میں پہلے سلطان جناب امیر معاویہ ہیں،ان کا دارالخلافہ دمشق تھا جو شام کا پایہ تخت ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ کی سلطنت بالکل حق ہے جیسے خلفاء راشدین کی خلافت بالکل درست و حق ہے،نیز یہ کہ امیر معاویہ کی سلطنت حضور انور کی سلطنت ہے۔سلطنت اور خلافت نیز سلطنت اور خلافت راشدہ میں بڑا فرق ہے۔سلطان اسلام مسلمانوں کے صرف اجسام کا حاکم ہوتا ہے اور خلیفۃ المسلمین مسلمانوں کے جسم و قلب و روح سب کا حاکم ہوتا ہے۔رسول اللہ کا جانشین اس کی بیعت سلطنت کی بیعت بھی ہے طریقت کی بیعت بھی کہ وہ مسلمانوں کا بادشاہ بھی ہوتا ہے اور پیر طریقت بھی اس لیے حضرات خلفاء راشدین کے زمانہ میں لوگ مشائخ کی بیعت نہ کرتے تھے،امیر معاویہ کے زمانہ سے یہ طریقت کی بیعت علیحدہ ہوئی لوگوں نے شیخ اختیار کیے۔

۱۵ **متزی** بنا ہے زی سے بمعنی لباس وہیت،**متزی** باب تفعل کا اسم فاعل برے برتاوے بری باتوں سے ملوث،**فحش** کے معنی ہیں حد سے بڑھی ہوئی چیز،خنا بمعنی بیہودہ۔

۱۶ یعنی میں نے یہ مال اللہ کی راہ میں خیرات تو کردیا مگر اسے تقسیم حضور انور کریں،حضور میرے اور میرے مال کے مالک و مختار ہیں جہاں چاہیں جسے چاہیں عطا فرمادیں۔

۱۷ اب مال کے ساتھ اس کا حال،اس کا مآل(انجام)بھی اچھا ہوگیا یہ ہے خوش نصیبی۔

[33]- 5833	
وَعَنْ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الذِّكْرَ وَيُقِلُّ اللَّغْوَ وَيُطِيلُ الصَّلَاةَ وَيُقْصِرُ الْخُطْبَةَ وَلَا يَأْنَفُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَ الْأَرْمَلَةِ و المسكين فَيَقْضِي الْحَاجة. رَوَاهُ النَّسَائِيّ والدارمي	روایت ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر زیادہ کرتے تھے اور دنیاوی کلام بہت کم کرتے تھے ۱ اور نماز دراز کرتے تھے اور خطبہ چھوٹا پڑھتے تھے ۲ اور بیوگان،مساکین کے ساتھ چلنے سے عار نہیں سمجھتے تھے کہ ان کی حاجت پوری فرمادیں ۳ (نسائی،دارمی)

۱؎ خیال رہے کہ لغو کے معنی ہیں بے کار کام یا بے کار کلام،یہاں کلام دنیا کو لغو فرمایا ذکر اللہ کے مقابلہ میں وہ بھی حضور انور کی نسبت ہے ورنہ حضور انور کی دنیا عین دین ہے۔حضور کے دنیاوی کام ہماری ہزارہا عبادات سے افضل ہیں حتی کہ حضور انور کا مزاح(خوش طبعی کی باتیں) بھی دین تھیں کہ ان میں بھی تبلیغ تھی ہم کو مزاح دکھانا مقصود تھا۔

۲؎ یعنی جمعہ اور عیدین کے خطبے چھوٹے پڑھتے تھے نمازیں دراز کیونکہ نماز میں رب تعالٰی سے ہم کلامی ہوتی ہے وہ معراج مؤمن ہے اور خطبہ میں لوگوں سے خطاب کم ہی اچھا ہے رب سے ہم کلامی دراز ہی بہتر ہے۔(از مرقات)اب بھی سنت یہ ہی ہے۔

۳؎ یعنی حضور انور کو غریبوں،یتیموں،مسافروں،بیوگان کے ساتھ رہنے سہنے،چلنے پھرنے،ان کا کام کرنے میں کوئی عار نہ تھی،فرشتوں کے بھی ہم نشین تھے عابدوں زاہدوں کے بھی اور گنہگاروں مساکین کے بھی۔شعر

شاہِ باز لامکانی آن او | رحمت للعالمین درشان او

[34]- 5834 وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّ أَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ عَلَيْهِ وَسلم: إِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلَكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِمْ:[فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ] رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت علی سے کہ ابوجہل نے ۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ۲؎ لیکن ہم تو اسے جھٹلاتے ہیں جو آپ لائے ہیں ۳؎ تب اللہ تعالٰی نے ان کے بارے میں آیت اتاری کہ یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ۴؎(ترمذی)

۱؎ ابوجہل کا نام عمرو ابن ہشام تھا،قریش مکہ کا سردار تھا،بڑا سخت دل حضور انور کا دشمن تھا،حضور انور نے اس کو ابوجہل کہا یعنی جہالت والا۔ابو کے معنی باپ نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں والا جیسے ابوہریرہ بلی والا،ابوبکر ہر نیکی میں اوّلیت والے ایسے ہی ابوجہل حماقت و جہالت والا،لوگ اسے ابوالحکم کہتے تھے حضور انور نے ابوجہل کہا تووہ ابوجہل ہی ہو کر رہ گیا۔

۲؎ یہ ہے حضور انور کی سچائی کی دھاک جو کفار کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی یعنی ہم نے آپ کی زبان پر کبھی جھوٹ آتے نہیں دیکھا ہماری عقل نہیں قبول کرتی کہ آپ کی زبان جھوٹ کہے۔

۳؎ اس عبارت کے دو مطلب ہوسکتے ہیں:ایک یہ کہ **بما جئت** میں ب سببیہ ہو اور **نکذب** کا مفعول پوشیدہ ہو یعنی ہم آپ کو اس قرآن مجید کی وجہ سے جھوٹا کہتے ہیں اگر آپ قرآن سنانا چھوڑ دیں تو ہم آپ کو جھوٹا کہنا چھوڑ دیں۔دوسرے یہ کہ **بما** مفعول ہے **نکذب** کا یعنی ہم تو اس قرآن کو جھوٹا کہتے ہیں نہ کہ آپ کو۔تب اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فرشتہ آپ کو قرآن لاکر سناتا ہے وہ فرشتہ نہیں ہے کوئی جن وغیرہ جھوٹی مخلوق ہے وہ آپ سے جھوٹ بول جاتا کہ یہ کلام الٰہی ہے ہم اس کو اور اس کلام کو جھوٹا کہتے ہیں آپ دھوکا کھا گئے ہیں لہذا اس قول پر یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ حضور کے متعلق یہ کہتا تھا کہ آپ کا یہ کہنا قرآن کلام الٰہی ہے جھوٹ ہے تو پھر اس نے حضور انور کو جھوٹا کہہ دیا پھر **لا نکذبك** کے کیا معنی۔

۴؎ ایک بار ابوجہل کا خاص دوست اخنس ابن شریق اسے علیحدگی میں لے گیااور بولا کہ یہاں کوئی نہیں ہے سچ کہہ دے کہ محمد مصطفٰی سچے ہیں یا نہیں وہ بولا ہیں تو وہ بالکل سچے،اخنس بولا پھر تو انہیں مانتا کیوں نہیں وہ بولا کہ قصی کی اولاد میں پہلے ہی سے کعبہ کی کلید برداری حجاج کو پانی پلانا اور دوسری شرافتیں حاصل ہے اگر نبوت بھی ان میں چلی گئی تو دوسرے قریشیوں کے لیے

کون سی عزت باقی بچے گی اس پر یہ آیات اتری لہذا اس آیت کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ یہ آیت الٰہیہ کی وجہ سے آپ کو جھٹلاتے ہیں، یہ حاسد ہیں اگر آپ قرآن نہ سناتے یہ آپ کو جھوٹا نہ کہتے۔

[35]- 5835 وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِي جِبَالُ الذَّهَبِ جَاءَنِي مَلَكٌ وَإِنَّ حُجْزَتَهُ لَتُسَاوِي الْكَعْبَةَ فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا فَنَظَرْتُ إِلَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ ضَعْ نَفْسَكَ "	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۱ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی کمر کعبہ کے برابر تھی۲ اس نے عرض کیا کہ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو بندگی والے نبی بنیں اور اگر چاہیں تو بادشاہ نبی بنیں۳ تو میں نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا۴ تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ اپنی ذات میں انکسار کریں۵

۱؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حضور جو چاہیں رب تعالٰی وہ ہی کردے جسے جو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں حتی کہ حضرت ربیعہ نے حضور انور سے جنت مانگی بلکہ جنت میں آپ کی ہمراہی مانگی حضور نے انہیں عطا فرمائی جیساکہ جلد اول باب **السجود** میں حدیث گزری۔شعر

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے　　　سرکار بنایا تمہیں مختار بنایا

خیال میں رہے یعنی اگر ہم یہ چاہیں۔مولانا فرماتے ہیں۔

یاد او سرمایہ ایماں بود　　　ہر گدا از یاد او سلطان بود

تو کریمی من کمینہ بندہ ام　　　لیک از لطف شما پروردہ ام

۲؎ اس فرمان عالی سے اس فرشتہ کی قدر آوری اور درازی بیان فرمانا مقصود ہے کہ وہ کعبہ معظّمہ سے دوگنا بلند تھا۔

۳؎ حضرات انبیاء کرام اکثر مساکین تھے،حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام بادشاہ نبی تھے آپ کو اختیار ہے کہ آپ مسکین نبی ہونا قبول فرماویں یا بادشاہت والے نبی بنیں۔اس سے معلوم ہوا کہ تمام جہان رب تعالٰی کی رضا چاہتا ہے اور اللہ تعالٰی حضور کی رضا چاہتا ہے۔

۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو مشورہ کے لیے دیکھا اشارۃً فرمایا کہ اے جبریل تمہاری کیا رائے ہے۔معلوم ہوا کہ اپنے ماتحتوں سے مشورہ کرلینا بھی سنت ہے۔

۵؎ یعنی اے محبوب حضور مسکینیت اور عبدیت اختیار فرماویں کہ یہ غنا سے افضل و اعلٰی ہے۔معلوم ہوا کہ مسکین صابر اعلٰی ہے غنی شاکر سے،رب تعالٰی نے شکر کی جزا زیادتی نعمت بتلائی ہے:"لَئِنۡ شَکَرْتُمْ لَاَزِیۡدَنَّکُمْ"اور صبر کی جزا خود ذات پروردگار ہے،فرماتا ہے:"اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ"۔خیال رہے کہ اگرچہ حضور انور سارے حجاز کے بادشاہ ظاہری بھی ہوئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی شاہانہ نہیں گزاری بلکہ درویشانہ گزاری مسکینیت کا یہ ہی مطلب ہے۔شعر

دولت دنیاخاک برابر ہاتھ کے خالی دل کے تونگر　　　ہاتھ کا تکیہ خاک کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم

5836 -[36]	
وَفِي رِوَايَة ابْن عبَّاسٍ: فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِبْرِيلَ كَالْمُسْتَشِيرِ لَهُ فَأَشَارَ جِبْرِيلُ بِيَدِهِ أَنْ تَوَاضَعْ. فَقُلْتُ: «نَبِيًّا عَبْدًا»قَالَتْ: فَكَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ ذَلِكَ لَا يَأْكُلُ متكأ يَقُولُ: «آكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَأَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ العبدُ» رَوَاهُ فِي «شرح السّنة»	اور حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کی طرف دیکھا ان سے مشورہ لینے والے کی طرح تو جناب جبریل نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ انکسار کریں ا میں نے کہا کہ میں بندگی والا نبی رہوں گا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر نہیں کھاتے تھے فرماتے تھے میں ایسے ہی کھاؤں گا جیسے بندے کھاتے ہیں اور ایسے ہی بیٹھوں گا جیسے بندے بیٹھتے ہیں ۲ (شرح سنہ)

۱؎ یعنی حضور تمام نبیوں کے سردار ہیں تو آپ کا ہر وصف آپ کی ہر ادا افضل و اعلیٰ ہی چاہیے،تواضع اعلیٰ ہے کہ آپ ہر چیز کے مالک ہو کر بھی انکسار فرماویں۔

۲؎ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دو زانو بیٹھتے تھے اور اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے جیسے مولیٰ کا فرمانبردار مولیٰ کی آواز کا منتظر بندہ اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے تاکہ اگر مولیٰ بلائے تو اٹھنے میں دیر نہ لگے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ نماز کے باہر بھی دوزانو بیٹھنا افضل ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بہت دفع اکڑوں بھی بیٹھتے تھے۔(مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور کھانے کے بعد یہ انگلیاں چاٹ لیتے تھے،پھر ہاتھ شریف دھوتے تھے،پانی تین سانسوں میں پیتے تھے یہ باتیں پہلے گزرچکی ہیں۔

باب المبعث وبدء الوحی

ظہور نبوت اور ابتداء وحی کا بیان ۱

الفصل الاول

پہلی فصل

۱ باب اصل میں بوب تھا بمعنی لوٹنا اپنی ابتدا کی طرف،واؤ الف سے بدل گیا اس کی جمع ابواب آتی ہےاور ابوبہ بھی۔ **مبعث** مصدر میمی ہے،بعث بھیجنا،ظہور نبوت کو بعثت کہا جاتا ہے۔وحی کے لفظی معنی اشارہ،خفیہ کلام،آواز،بول کا القاء۔ شریعت میں وہ کلام الٰہی جو نبی سے بواسطہ فرشتہ یا بلاواسطہ ہو یا بطور القاء دل میں ہو۔حضرت داؤد علیہ السلام پر زیادہ وحی اس آخری قسم کی اکثر آتی تھی یعنی دل میں ڈالنا۔(اشعۃ اللمعات)یہاں وحی سے مراد ہیں دوسرے معنی یعنی بواسطہ فرشتہ کلام الٰہی،یہ ہی وحی نبی سے خاص ہے۔وحی بمعنی الہام یا بمعنی القاء فی القلب غیر نبی پر بھی ہوتی ہے۔رب فرماتاہے:"وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی"یا فرماتاہے:"وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ"۔(اشعۃاللمعات)

5837 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعِينَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثلاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فهاجرَ عشر سِنِينَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً.	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے(نبی بنے)۱ پھر مکہ معظمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا کہ آپ پر وحی کی جاتی تھی پھر ہجرت کا حکم دیئے گئے تو دس سال مہاجر رہے ۲ اور تریسٹھ سال کی عمر شریف میں وفات پائی۳ (بخاری،مسلم)

۱ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آئی تو عمر شریف چالیس سال تھی۔

۲ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ظہور نبوت چالیس سال کی عمر میں ہوا،اس پر بھی سب متفق ہیں کہ بعد ہجرت مدینہ میں دس سال قیام فرمایامگر اس میں اختلاف ہے کہ بعد ظہور نبوت مکہ معظمہ میں کتنا قیام رہااس کے متعلق تین روایات ملتی ہیں:دس سال،تیرہ سال،پندرہ سال،تیرہ سال کو ترجیح ہےاور اس کا یہاں بیان ہے۔

۳ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے متعلق تین قول ہیں:ساٹھ سال،تریسٹھ سال،پیسنٹھ سال،قوی تر قول تریسٹھ سال کا ہے۔بعض شارحین نے ان تینوں قولوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ ساٹھ کے قول میں اکائیوں کو چھوڑ دیا گیا ہےصرف چھ دہائیاں بیان ہوئی ہیں اور پینسٹھ والے قول میں سالِ ولادت اور سالِ ہجرت کو الگ الگ سال شمار کرلیا گیا ہے بہرحال تریسٹھ کا قول قوی ہے۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم،حضرت ابوبکر،عمر فاروق،علی مرتضی ان تمام حضرات کی عمریں تریسٹھ سال ہوئی ہیں۔

نکتہ: لا الہ الا اللہ کے حروف بارہ ہیں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حروف بارہ،یوں ہی ابوبکرصدیق،عمر ابن الخطاب،عثمان ابن عفان،علی ابن ابی طالب سب کے حروف بارہ بارہ ہیں۔ان حضرات کے ناموں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ناموں سے بہت ہی قرب ہے۔

5838 -[2] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	
وَعَنْهُ قَالَ: أَقَامَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً يَسْمَعُ الصَّوْتَ وَيَرَى الضَّوْءَ سَبْعَ سِنِينَ وَلَا يَرَى شَيْئًا وَثَمَانِ سِنِينَ يُوحَى إِلَيْهِ وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ.	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں پندرہ سال قیام فرمایا۱ کہ سات سال تک غیبی آواز سنتے تھے اور روشنی دیکھتے تھے اور دیکھتے کچھ نہ تھے ۲ اور آٹھ سال آپ پر وحی کی جاتی تھی اور مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا اور پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی ۳ (مسلم،بخاری)
5839 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: تَوَفَّاهُ اللَّهُ على رَأس سِتِّينَ سنة.	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضور کو ساٹھ سال کے کنارے پر وفات دی۔(مسلم وبخاری)

۱ اس کا مطلب ابھی عرض کیا جاچکا ہے کہ ولادت شریف اور ہجرت شریف کے سال علیحدہ مان لیے گئے اس حساب سے پندرہ سال کہے گئے۔

۲ بعض روایات میں ہے کہ یہ غیبی نور اور غیبی آوازیں ظہور نبوت سے پہلے حضور دیکھتے اور سنتے تھے یہ نور اور آوازیں فرشتے کی تھیں پہلے صرف نور اور آوازوں کا حضور کو عادی بنایا گیا،پھر فرشتہ وحی لایا تاکہ حضور انور اس کی برداشت کرسکیں،اک دم سارا بوجھ نہ ڈالا گیا اس کے باوجود نزول وحی پر سردی میں پسینہ آجاتا تھا۔(مرقات واشعہ) موسیٰ علیہ السلام کو پہلے عصا سے مانوس کیا گیا،پھر کوہ طور پر تنہائی میں انہیں عصا کو سانپ بنا کر دکھایا گیا تاکہ فرعون کے سامنے سانپ بن جانے پر آپ کو فکر نہ ہو۔

۳ اس کی تحقیق ابھی ہوچکی کہ عمر شریف تریسٹھ ہے یہ دو سال کسروں کو پورا کرکے لئے گئے ہیں۔(مرقات)

5840 -[4]	
وَعَنْهُ قَالَ: قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَأَبُو بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيّ: ثَلَاث وَسِتِّينَ أَكثر	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تریسٹھ سال کی عمر میں وفات دیئے گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں ۱ اور عمر رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں ۲ (مسلم) محمد ابن اسمٰعیل بخاری نے فرمایا کہ تریسٹھ سال کی روایت زیادہ ہیں ۳

۱ حضرت عثمان غنی کی عمر شریف بیاسی سال ہوئی ان تمام حضرات کے نام اور کام یکساں ہیں۔

نکتہ عجیبہ: حضور انور نے فرمایا **خیر القرون قرنی**۔اس قرنی میں ق سے اشارہ ہے ابوبکر صدیق کی طرف،ر سے عمر فاروق کی طرف،ن سے عثمان غنی کی طرف اور ی سے حضرت علی کی طرف یہ چاروں زمانے حضور انور کے اپنے زمانے ہیں رضی اللہ عنھم اجمعین۔حضرت صدیق اکبر کی خلافت دو سال چار ماہ ہوئی،بائیس جمادی الاول منگل کی شب ۱۳ھ تیرہ ہجری مغرب و عشاء کے درمیان وفات پائی،آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا،عمر فاروق نے نماز پڑھائی۔

۲ حضرت عمر کی خلافت دس سال چھ ماہ ہوئی،چھبیس ذی الحجہ بدھ کے دن آپ کو مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابو لولو نے فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے محراب النبی میں برچھا مارا اس سے آپ شہید ہوئے، ۲۳ھ اتوار کے دن دفن کئے گئے خاص روضہ انور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں۔حضرت علی خاص شہادت عثمان کے دن خلیفہ ہوئے یعنی اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن

۳۵ھ پینتیس ہجری میں عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے آپ کو جمعہ کے دن سترہ رمضان ۴۰ھ ہجری میں کوفہ میں شہید کیا، آپ کی خلافت چار سال ۹ ماہ چند دن ہوئی۔حضرت انس نے جب یہ حدیث بیان کی تو اس وقت حضرت علی زندہ تھے اس لیے آپ کا ذکر نہیں کیا۔ (مرقات)ایک دن امیر معاویہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر کی عمریں تریسٹھ سال ہوئیں اب میری عمر بھی تریسٹھ سال ہے میری تمنا ہے کہ اس سال میری وفات بھی ہوجائے مگر آپ کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔بلکہ آپ کی عمر شریف اٹھتر سال ہوئی مگر آپ کو اس تمنا کا ثواب مل گیا۔(مرقات)وترمذی میں جریر عن معاویہ۔

۳؎ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے بھی تریسٹھ سال کو ترجیح دی ہے، قاضی عیاض نے تو روایت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔اس پر سب متفق ہیں کہ حضور کی ولادت پاک دو شنبہ کے دن صبح صادق کے وقت ماہ ربیع الاول میں ہوئی،اس پر بھی اتفاق ہے کہ وفات شریف دو شنبہ بارہ ربیع الاول دوپہر کے وقت ہوئی مگر اس میں اختلاف ہے کہ ولادت پاک دوسری ربیع الاول کو ہوئی یا آٹھویں کو یا دسویں کو یا بارھویں کو مگر زیادہ مشہور بارہ ربیع الاول ہے۔

5841 -[5] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إليهِ الخَلاءُ وكانَ يَخْلُو بغارِ حِراءٍ فيتحنَّثُ فِيهِ - وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ - قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدَ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعَ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدَ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اقْرَأْ. فَقَالَ: «مَا أَنَا بقَارِئٍ» . قَالَ: " فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ: اقْرَأْ. فَقُلْتُ: مَا أَنَابقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ: اقْرَأْ. فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ. فَأَخذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجهد ثُمَّ أَرْسلنِي فَقَالَ: [اقرَأْ باسمِ ربِّكَ الَّذِي خَلَقَ. خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ. الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لم يعلم] ". فَرجع بهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ	روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ا؎ فرماتی ہیں کہ اولًا جس وحی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء ہوئی وہ سوتے میں سچی خواب تھی۲؎ کہ آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر وہ صبح کے ظہور کی طرح ظاہر ہوجاتی۳؎ پھر حضور کو خلوت پسند ہوگئ تو غار حرا میں خلوت کرتے تھے وہاں اس میں عبادت کرتے۴؎ **تحنث** کے معنی ہیں اپنے گھر لوٹنے سے پہلے چند راتیں عبادت کرنا حضور اس کے لیے توشہ لے جاتے تھے۵؎ پھر جناب خدیجہ کی طرف لوٹتے تھے اور اتنی راتوں کے لیے توشہ لے جاتے تھے۶؎ حتی کہ آپ پر حق آیا جبکہ آپ غار حراء میں تھے آپ کے پاس فرشتہ آیا۷؎ عرض کیا پڑھئے فرمایا میں نہیں پڑھنے والا۸؎ پھر اس نے مجھے پکڑا مجھے گلے لگایا۹؎ حتی کہ اسے مجھ سے مشقت پہنچی۱۰؎ پھر مجھے چھوڑ دیا پھر کہا پڑھیئے میں نے کہا میں نہیں پڑھنے والا اس نے مجھے پھر پکڑا پھر مجھے دوبارہ گلے لگایا حتی کہ اس کو مجھ سے مشقت پہنچی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا پھر کہا پڑھیئے میں نے کہا میں نہیں پڑھنے والا اس نے مجھے تیسری بار پکڑا اور مجھے گلے لگایا حتی کہ اسے مجھ سے مشقت پہنچی پھر مجھے چھوڑ دیا۱۱؎ پھر کہا پڑھیئے اپنے رب کا نام جس نے سب کچھ بنایا،جس نے جمے خون سے انسان بنایا پڑھیئے اور آپ کا رب عزت والا ہے جس نے قلم سے سکھایا۱۲؎ انسان کو وہ سب سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۱۳؎ یہ وحی لے کر رسول اللہ صلی اللہ

فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ: «زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي» فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لخديجة وأخبرَها الخبرَ: «لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي» فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وتقْري الضيفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ إِلَى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ ابْنِ عَمِّ خَدِيجَةَ. فَقَالَتْ لَهُ: يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى؟ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى. فَقَالَ وَرَقَةُ: هَذَا هُوَ النَّامُوسُ الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟» قَالَ: نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرُكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا. ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الوحيُ.

علیہ وسلم واپس ہوئے اس طرح کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا۱۴ جناب خدیجہ کے پاس گئے فرمایا مجھے چادر اوڑھا دو انہوں نے حضور کو چادر اوڑھائی حتی کہ آپ سے رعب جاتا رہا ۱۵ پھر بی بی خدیجہ کو یہ خبر دے کر فرمایا کہ میں اپنی جان پر خوف کرتا ہوں۱۶ خدیجہ بولیں رب کی قسم ہرگز نہیں اللہ آپ کو کبھی عمگین نہ کرے گا ۱۷ کیونکہ آپ رشتہ جوڑتے ہیں، بات سچی کرتے ہیں، دوسروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، نیستی والوں کے لیے کمائی کرتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں، حق کی طرف لے جانے والوں کی مدد کرتے ہیں ۱۸ پھر حضور کو جناب خدیجہ ورقہ ابن نوفل کے پاس لے گئیں جو خدیجہ کے چچا زاد تھے ۱۹ ان سے بولیں اے چچیرے بھائی آپ اپنے بھتیجے سے تو سنیے ۲۰ حضور نے ورقہ سے کہا اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو ۲۱ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خبریں سنائیں جو آپ نے دیکھا تھا تو ورقہ نے کہا یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا ۲۲ ہائے کاش میں اس زمانہ میں قوی جوان ہوتا ۲۳ ہائے کاش میں زندہ ہوتا جب کہ آپ کو آپ کی قوم نکالے گی ۲۴ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھے نکالیں گے عرض کیا ہاں ۲۵ کوئی صاحب وہ پیغام نہ لائے جو آپ لائے ہیں مگر ان سے دشمنی کی گئی ۲۶ اور اگر مجھ کو آپ کا وہ زمانہ نصیب ہو تو میں آپ کی بلیغ مدد کروں ۲۷ پھر ورقہ نہ ٹھہرے کہ ان کی وفات ہوگئی اور وحی بند ہوگئی ۲۸ (مسلم، بخاری)

۱ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرسل حدیث ہے یعنی صحابی کے مراسیل میں سے ہے کیونکہ وہ زمانہ حضرت عائشہ صدیقہ نے پایا نہیں۔غالب یہ ہے کہ کسی صحابی سے سن کر فرمارہی ہیں، صحابی کی مرسل حدیث سب کے نزدیک حجت ہے۔ (مرقات)اور ہوسکتا ہے کہ ام المؤمنین حضور سے سن کر فرمارہی ہوں مگر کسی روایت میں آپ نے حضور انور سے نقل نہ فرمائی۔

۲ اگرچہ حضور انور کو ہمیشہ ہی سچی خوابیں آتی تھیں مگر قریب ظہور نبوت یعنی چھ ماہ پہلے ان خوابوں کا سلسلہ بندھ گیا اور تعبیر کا ظہور بہت جلد ہونے لگا۔

۳ یعنی حضور کی خواب کا ظہور بہت جلد اور بالکل درست ہوتا تھا جیسے رات کے بعد بہت جلد سویرا ہوتا ہے۔

۴؎ غار حرا حضور انور کا چلہ گاہ ہے جو جبل نور کی چوٹی پر واقع ہے،یہ جبل نور مکہ معظّمہ سے قریبًا دو میل فاصلہ پر جنت معلٰی سے آگے ہے،فقیر نے اس غار شریف میں نفل پڑھے ہیں۔

۵؎ یعنی کچھ روٹیاں پکوا کر وہاں غارِ حرا میں لے جاتے اور آٹھ دس دن تک باسی تہ باسی روٹیاں کھاتے،وہاں روزے نوافل،رکوع سجود ادا کرتے رہتے تھے۔اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ حضور انور نزول قرآن سے پہلے ہی عارف باللہ تھے اور عبادات ریاضات سے واقف تھے۔جو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سے اللہ تعالٰی کو جانا پہچانا اور قرآن سے عبادات سیکھیں وہ جھوٹا ہے۔دیکھو ابھی قرآن کریم آنا بھی شروع نہ ہوااور حضور عبادات کررہے ہیں۔دوسرے یہ کہ بزرگوں کے چلے اور چلوں میں ریاضات،ترک حیوانات کرنا،روزے رکھنا،کم کھانا،معمولی کھانا سب درست ہیں ان سب کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔خیال رہے کہ ام المؤمنین کا اس زمانہ کو راتیں فرمانا اس لیے ہے کہ خلوت کے لیے رات ہی مناسب ہے۔ذوات عدد فرماکر بتایا کہ بہت راتوں تک عبادت کرتے تھے،ذوات عدد کثرت کے لیے ہے۔

۶؎ اس میں گفتگو ہے کہ اس زمانہ میں حضور کونسی عبادت کرتے تھے۔حق یہ ہے کہ حضور انور کسی نبی کی شریعت والی عبادت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے امتی نہیں بلکہ اجتہاد اور رائے سے عبادت کرتے تھے جو عبادت ابراہیمی یعنی اسلامی عبادت کے موافق تھیں۔(شامی شروع کتاب الطہارۃ اور شروع کتاب الصلوۃ)کلمہ طیبہ کا ذکر،اللہ کی صفات میں فکر،اعتکاف،رکوع،سجود وغیرہ(مرقات)میں تو ایک بار غار میں حاضر ہوا ہوں میرے ساتھیوں کو بخار آگیا تھا،سخت دشوار بہت اونچا اور پیچیدہ راستہ ہے۔قربان ان نرم و نازک تلوؤں پر جو ہر ہفتہ وہاں سے چڑھتے اترتے تھے۔

۷؎ یعنی جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے وحی لے کر،بعض نے فرمایا یہ اسرافیل علیہ السلام تھے۔(مرقات)یہ فرشتہ اللہ کا فرمان بھی لایا اور فیضان بھی سینہ سے لگا کر دیا فرمان زبانی پہنچایا جیساکہ آرہا ہے۔خیال رہے کہ اس وقت پہلے فرشتے نے اپنا تعارف نہیں کرایا کہ میں رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں جیسے جناب مریم سے کہا تھا"اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ"نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے ہو کیونکہ آئے ہو۔معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہلے سے جانتے پہچانتے تھے اگر نہ پہچانتے تو آیۃ کریمہ"اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ"کا قرآن ہونا بھی نہ جانتے،یہ نہ جاننا شانِ نبوت بلکہ شان اسلام کے خلاف ہے۔قرآن کا جاننا پہچاننا ماننا فرض ہے بغیر جانے مانے گا کیا،بعض روایات میں ہے کہ حضور انور کو حریر ریشم کا ایک ٹکڑا دیا جس پر یہ سورت لکھی تھی اور کہا اسے پڑھئے۔(اشعہ)یا یہ معنی ہیں کہ جو میں پڑھاؤں وہ پڑھیئے۔(مرقات)مگر یہ دونوں توجیہیں قوی نہیں۔ظاہر یہ ہے کہ عرض کیا جو ذکر اور اللہ کا نام پہلے ہی سے آپ کے دل شریف پر نقش ہے وہ پڑھیئے اس لیے اقراء کا مفعول بیان نہ کیا کہ کیا پڑھئے۔

۸؎ عام شارحین اس کے معنی کرتے ہیں کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا میں امی ہوں مگر یہ قوی نہیں کیونکہ حضور انور کو رب نے لکھنے کی مشق نہیں دی تھی یہ ہی معنی ہیں امی کے۔(اشعہ)حضور کو اللہ کا نام لینا اس کا ذکر کرنا تو اول ہی سے آتا تھا آپ تو اس غار میں عبادات ذکر اللہ عرصہ سے کررہے تھے اور اگر یہ معنی ہوں کہ میں نے پڑھنا کسی سے سیکھا نہیں تو حضرت جبریل یہ تو جانتے ہی تھے پھر اس سوال و جواب کے کیا معنی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے جبریل اس وقت میں نہیں پڑھنے والا اس وقت تو

پڑھنے والے تم ہو سننے والا میں ہوں تاکہ نزول قرآن اور وحی الٰہی کے معنی درست ہوں۔وحی قولی کے معنی ہی یہ ہیں کہ فرشتہ کہے نبی سنے۔اس فرمان عالی میں اپنا منصب حضرت جبریل علیہ السلام کی خدمت اور قرآن کے درجے کا متعین فرمانا ہے۔

۹؎غط کے معنی ہیں دبانا،نچوڑنا،اس پر طاقت صرف کرنا۔یہاں مراد ہے گلے لگا کر خوب زور سے دبانا،یہ معانقہ فیض ربانی سینہ نبوی تک پہنچانے کے لیے تھا۔بعض مشائخ مصافحہ سے معانقہ سے بلکہ نظر سے توجہ باطنی دیتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے۔معلوم ہوا کہ حال قال سے پہلے ہے قال زبان سے حال توجہ سے دیا جاتا ہے۔

۱۰؎اس عبارت کے معنی یہ نہیں کہ مجھے مشقت پہنچی ورنہ عبارت یوں ہوتی **بلغنی الجھد**۔یہاں لفظ **منی** سے معلوم ہوتا ہے کہ میری طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام کو مشقت پہنچی کہ انہوں نے سارا ملکی زور ختم کردیا۔**الجھد** یا تو **بلغ** کا فاعل ہے اور مرفوع ہے تو **بلغ** کا مفعول پوشیدہ ہے،**بلغه** یا یہ مفعول ہے اور منصوب تو **بلغ** کا فاعل **ھو** پوشیدہ ہے یعنی جبریل کو میری طرف سے مشقت پہنچی یا وہ مشقت کو پہنچے کہ انہوں نے بہت ہی محنت سے وہ امانت فیض مجھ کو سونپی۔

۱۱؎فیض کی امانت آہستہ تین بار ادا کی۔اس سے معلوم ہوا کہ فیض رسانی آہستگی سے ہوتی ہے۔یہ اس آیت کے نزول کی تمہید ہے جو اس وقت آنے والی ہے تاکہ اس کے حروف کا نزول کان پر ہو،اس کے فیض و نور کا نزول دل پاک پر اس عظیم مہمان کے لیے یہ گھر تیار کیا گیا۔مرقات نے فرمایا کہ پہلی بار جو ارشاد ہوا **ما انا بقارئ** وہاں **ما** نافیہ ہے اور اب تیسری بار جو فرمایا **ما انا بقارئ** اس میں **ما** استفہامیہ ہے یعنی اب بتاؤ میں کیا پڑھوں۔(مرقات)

۱۲؎قوی یہ ہے کہ یہاں **قلم** سے مراد وہ پہلا قلم قدرت ہے جس نے لوح محفوظ پر تاقیامت سارے واقعات لکھے پھر لوح محفوظ کی اس تحریر کے ذریعہ فرشتوں نبیوں ولیوں کو سب کچھ بتایا سکھایا اس لیے اسے **کتاب مبین** کہتے ہیں یعنی مقبولوں پر اولین و آخرین کے علوم روشن کرنے والی۔اور ہوسکتا ہے کہ قلم سے مراد یہ ہی دنیاوی قلم ہوں یعنی اس قلم کے ذریعہ سینہ کے علوم محفوظ کیے جس سے اگلوں کے علوم پچھلوں نے سیکھے مگر پہلے معنی قوی بھی ہیں لذیذ بھی۔(اشعہ)یا قلم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے جو رب کا قلم ہے جس کے ذریعہ تاقیامت ولیوں عالموں کو علوم سکھائے گئے،اس کی بہت نفیس تفسیریں ہمارے حاشیہ قرآن میں دیکھو۔

۱۳؎قوی یہ ہے کہ **الانسان** سے مراد انسانیت کی جان حبیب الرحمٰن حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور **مالم یعلم** سے مراد ہے سارے علوم غیبیہ۔اس کی اور بہت تفسیریں ہیں دیکھو ہمارا حاشیۃ القرآن یہاں بیان کی گنجائش نہیں۔خیال رہے کہ یہاں **بسم اللہ** شریف کا ذکر نہیں۔معلوم ہوا کہ **بسم اللہ** ہر سورت کا جز نہیں اور نہ ہر صورت کے اول اتری یہ ہی امام اعظم کا مذہب ہے اور سب سے پہلی صورت **اقراء** شریف ہے۔سب سے اعلیٰ عبادت اللہ کا ذکر اس کا نام جپنا ہے کہ قرآن مجید میں پہلے اسی کا حکم دیا گیا۔

۱۴؎یہ دل کانپنا اس فیض ربانی کا اثر تھا جو آج عطا ہوا تھا۔بعض مشائخ جب اپنے مرید کو سینے سے لگاکر توجہ دیتے ہیں تو وہ مرید بے ہوش ہوجاتا ہے گر پڑتا ہے یہ توجہ اگر پہاڑوں پر ڈالی جاتی تو پھٹ جاتا یہ تو حضور کا قوت والا دل ہے جو ٹھہرا رہا،رب فرماتا ہے:"لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خٰشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ"۔

۱۵؎ یعنی کچھ دیر لگ جانے سکون سے لیٹنے سے صرف رعب ہی گیا۔فیضان و نورانیت میں بالکل کمی نہ ہوئی بلکہ دل شریف میں تحمل و برداشت ہوگئی۔

۱۶؎ یہاں کس چیز کا خوف مراد ہے اس میں بہت گفتگو ہے اپنی موت کا خوف یا دیوانگی و جنون کا خوف،یا نبوت کی ذمہ داری برداشت نہ کرسکنے کا خوف،یا قوم کی ایذا رسانی کا خوف آخری احتمال قوی ہے۔حضرت خدیجہ وہ خوش نصیب بی بی ہیں کہ نبوت کی پہلی خبر انہیں ملی۔

۱۷؎ یعنی جس نے درد دیا وہ ہی دوا دے گا،جس نے نبوت آپ کو دی ہے وہ برداشت و تحمل کی طاقت دے گا اور کفار کی شر سے آپ کو محفوظ رکھے گا۔

۱۸؎ جناب خدیجہ نے حضور کی چھ صفات حضور کو سنائیں: عزیزوں پر مہربانی،ہمیشہ سچ بولنا،لوگوں کے بوجھ اپنے پر لے لینا،فرض اولاد خصوصًا بچیوں کی پرورش،بے دست و پا فقیروں کو کماکر کھلانا،مہمان نوازی کرنا،غیبی مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرنا۔مقصد یہ ہے کہ آپ ان علامتوں کی وجہ سے بحکم توریت آخری نبی ہیں آپ کا سورج بلند ہوگا،آپ کا دین غالب ہوگا۔حضرت خدیجہ توریت کی عالمہ تھیں اور علماء اسرائیل سے بھی آپ نے حضور کی یہ علامات سنی تھیں اس وجہ سے تو حضور سے نکاح کیا۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور انور اول سے ہی ایسی عالی صفات سے موصوف تھے،نزول قرآن کے بعد ان سے موصوف نہ ہوئے۔حضور کو قرآن نے یہ چیزیں نہ سکھائیں بلکہ رب نے سکھا کر بھیجا۔معلوم ہوا کہ اچھے صفات اچھے اعمال بلائیں دفع کرتے ہیں حفاظت الٰہی میں رکھتے ہیں۔

۱۹؎ حضرت خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ہیں اور جناب ورقہ ابن نوفل ابن اسد ہیں لہذا جناب خدیجہ اور ورقہ اسد میں مل جاتے ہیں،نوفل جناب خدیجہ کے چچا زاد ہیں۔

۲۰؎ حضور رشتہ میں ورقہ کے بھتیجے نہیں مگر اہل عرب محبت و پیار میں اپنے کم عمروں کو بھتیجا یا بیٹا کہہ دیتے ہیں وہ محاورہ یہاں استعمال ہوا ہے۔

۲۱؎ ورقہ زمانہ جاہلیت میں عیسائی بن گئے تھے،انجیل کا ترجمہ عربی میں آپ نے کیا تھا،توریت وانجیل کے بڑے ماہر تھے،اس وقت بہت بوڑھے تھے نابینا ہوچکے تھے،صاحب مشکوۃ نے آپ کو صحابہ کی فہرست میں لیا ہے دیکھو اکمال مگر قوی یہ ہے کہ ورقہ صحابی نہیں کیونکہ صحابی وہ ہے جو شرعی مؤمن بن چکنے کے بعد حضور کا دیدار یا صحبت پائے اور شرعی ایمان تبلیغ کی آیات آنے حضور کی تبلیغ اور دعوت اسلام دینے پر حاصل ہوتا ہے ورقہ نے وہ وہ زمانہ نہ پایا اس واقعہ کے بعد ہی فوت ہوگئے۔اسی لیے اول صحابی ابو بکر صدیق ہیں نہ کہ ورقہ ابن نوفل اگر ورقہ صحابی ہوتے تو اول صحابی ہوتے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انہیں کو اپنی وحی کی خبر دی ابھی صحابی بننے کا زمانہ شروع ہی نہیں ہوا تھا۔اعلان نبوت کے بعد جو شرعی ایمان لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے وہ صحابی ہوتا ہے اس لیے جناب آمنہ عبدالمطلب کو کسی نے صحابی نہیں کہا۔

۲۲؎ صاحب اسرار یعنی بھیدی ساتھی اگر خیر ہو تو ناموس کہلاتا ہے،شر ہو تو جاسوس کہا جاتا ہے یہاں جبریل مراد ہیں۔چونکہ موسیٰ علیہ السلام پہلے صاحبِ شریعت صاحب کتاب نبی ہیں اس لیے ورقہ نے ان کا نام لیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نہ لیا، بعض لوگوں نے کہا کہ ورقہ کے بتانے پر حضور انور کو خبر ہوئی کہ وہ جبریل تھے یہ محض غلط ہے ورنہ لازم آوے گا کہ اتنے وقت تک حضور اس آیت کے کلام الٰہی ہونے سے بے خبر رہے ورقہ کے کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ یہ آیت

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ"کلام الٰہی ہے۔بی بی خدیجہ اور ورقہ مکہ بلکہ عرب میں بڑے معزز علماء میں سے مانے جاتے تھے۔منشاء الٰہی یہ تھا کہ پہلے ان دونوں سے حضور انور کی نبوت کی گواہی دلوائی جائے پھر تبلیغ اسلام کا حکم حضور کو دیا جاوے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے،یہ تشریف لے جانا اپنے جاننے کے لیے نہ تھا بلکہ لوگوں کو بتانے سمجھانے کے لیے تھا۔

۲۳؎ عربی میں بکری کے دو سالہ بچہ کو اور اونٹ کے پانچ سالہ بچہ کو جذع کہتے ہیں،اس عمر میں وہ دونوں قوی جوان ہو جاتے ہیں اس لیے ہر قوی جوان کو جذع کہنے لگے وہ ہی معنی یہاں ہیں۔فیھا میں ھا ضمیر مدت نبوت کو یامدت نبوت تبلیغ کی طرف ہے یعنی جب آپ کو تبلیغ کا حکم دیا جاوے گا اس وقت میں جوان ہوتا تو آپ کی خدمت کرتا۔

۲۴؎ معلوم ہوتا ہے کہ ورقہ نے حضور انور کے سارے پیش آنے والے واقعات گذشتہ کتابوں میں پڑھے تھے۔خیال رہے کہ اپنی نبوت کا علم ورقہ کے بتانے سے نہیں ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بچپن شریف میں پتھر درخت بایں الفاظ سلام کرتے تھے السلام علیك یارسول الله جیساکہ باب المعجزات میں آوے گا۔والدہ ماجدہ آمنہ کی بشارتیں،جناب حلیمہ کی حکایتیں اپنے متعلق حضور سن چکے تھے،آپ اپنی نبوت سے اس وقت خبردار تھے جب کہ دنیا بھی نہیں بنی تھی دیکھو کتاب نشر الطیب مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی۔یہ سب کچھ انتظام لوگوں کو سنانے کا ہورہا ہے کہ لوگ ورقہ کی زبان سے سن لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی صفات اعلیٰ واقعات سے خبردار ہوجائیں۔

۲۵؎ خیال رہے کہ یہاں نکالنے سے مراد ہے اتنا تنگ کرنا کہ حضور مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوجائیں نہ کہ خود نکالنا کفار مکہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنا چاہتے تھے نہ کہ نکالنا وہ تو قتل کے لیے ڈھونڈتے پھرے۔حضور انور کا ان سے یہ پوچھنا بھی اسی لیے تھا کہ لوگ ورقہ کی زبان سے ہجرت کی خبر سن لیں اور ہجرت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی دلیل سمجھیں۔

۲۶؎ اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ قریبًا سارے نبیوں نے ہجرت کی الا ماشاءالله۔خیال رہے کہ دشمنی سارے نبیوں سے کی گئی ہجرت اور جہاد اکثر نبیوں نے کیے۔خیال رہے کہ حضور انور سے پہلے بعض لوگ اصلی عیسائیت پر قائم تھے مگر خال خال وہ بھی پہاڑوں غاروں میں چھپے چھپائے،جناب ورقہ اور سلمان فارسی جیسے لوگوں نے انہیں راہبوں سے یہ علوم حاصل کیے تھے،انہیں علوم کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانا پہچانا تھا۔

۲۷؎ مؤزر بنا ہے ازر سے بمعنی پشت اور پشت پناہی و قوت،رب فرماتا تھا"اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ"مؤزر بمعنی مضبوط و قوی۔

۲۸؎ یعنی"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ"پہلی وحی کے نزول سے کچھ دن بعد ہی ورقہ کا انتقال ہوگیا اور صرف یہ ہی ایک وحی آکر بند ہوگئی،کتنے روز بند رہی اس میں بہت گفتگو ہے۔غالب یہ ہے کہ چھ ماہ بند رہی اسی دوران میں حضرت جبریل آتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے مگر وحی نہ لاتے تھے۔(اشعہ)مرقات نے فرمایا کہ"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ"پہلی وحی ہے اور "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ"دوسری وحی ان دونوں کے درمیان کچھ دنوں کا فاصلہ ہے۔وحی بند ہونے میں بڑی حکمتیں تھیں قلب پاک کو سکون بخشنا،حضور کو شوق وحی زیادہ کرنا وغیرہ۔(مرقات)

بخاری نے یہ زیادتی کی کہ حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمگین	[6]- 5842

وَزَادَ الْبُخَارِيُّ: حَتَّى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مرارًا كي يتردَّى مِنْ رؤوسِ شَوَاهِقِ الْجَبَلِ فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهُ مِنْهُ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا. فَيَسْكُنُ لذلكَ جأشُه وتقرُّ نفسُه	ہوئے جو روایت ہم کو پہنچی ہے۱؎ اس میں ہے کہ آپ سخت غمگین بارہا صبح کے وقت گئے تاکہ اپنے کو اونچی پہاڑ کی چوٹی سے گرادیں۲؎ مگر جب کبھی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تاکہ وہاں سے اپنے کو گرادیں تو حضرت جبریل حضور کے سامنے آتے کہتے اے محمد آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اس سے آپ کا قلق جاتا رہتا اور آپ کا دل مطمئن ہوجاتا ۳؎

۱؎ یہ عبارت **فیما بلغنا** کسی راوی کا قول ہے یعنی پہلے تو قلب پاک پر رعب اور خوف تھا اور اب شوق کا دریا موجیں مار رہا تھا مگر ادھر سے خاموشی تھی۔شعر

دیر است کہ دلدار پیامے نہ فرستاد　　　ننوشت سلامی نہ فرستاد کلامے

۲؎ یعنی شوق و فراق برداشت سے باہر ہوگیا تو اپنے کو ہلاک کرنے کے لیے پہاڑ پر چڑھے کہ وہاں سے اپنے کو گرا کر خود کشی کریں اس وقت تک احکام شرعیہ نہیں آئے تھے لہذا یہ ارادہ گناہ نہ تھا۔

۳؎ یعنی جبریل امین آکر عرض کرتے تھے کہ آپ ہیں سچے رسول وحی الٰہی آئے گی اور بارہا آئے گی آپ غم نہ کریں۔یہ سنکر حضور انور واپس گھر لوٹ آتے پھر شوق کا جوش ہوتا پھر وہی ارادہ فرماتے **سبحان اللہ**!کیا انداز محبوبانہ ہے کہ کلام بھی نہیں فرماتے آگے بڑھنے بھی نہیں دیتے۔شعر

دیکر جھلک سی آپ تو پردہ میں چھپ رہے　　　اور کہہ گئے کہ آنکھ سے ڈھونڈھا کرے کوئی

5843 -[7] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ: " فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الأرضِ فجئتُ أَهلِي فقلتُ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَأَنْزل اللَّهُ تَعَالَى: [يَا أَيُّها الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ. وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ. وَالرجز فاهجر] ثُمَّ حمي الْوَحْي وتتابع ".	روایت ہے حضرت جابر سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ وحی بند ہوجانے کے متعلق خبر دیتے تھے۱؎ فرمایا جب کہ ہم چل رہے تھے۲؎ کہ ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی میں نے اپنی نگاہ اٹھائی تو وہ ہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا تو میں رعب کی وجہ سے اس سے ڈرا دیا گیا۳؎ حتی کہ زمین کی طرف مائل ہوگیا۴؎ پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا میں نے کہا مجھے چادر اوڑھاؤ مجھے چادر اوڑھاؤ انہوں نے مجھے چادر اوڑھا دی تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی اے چادر اوڑھنے والے اٹھو ۵؎ ڈراؤ،اپنے رب کی بڑائی بولو،اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی دور رکھو ۶؎ پھر وحی گرم ہوگئی اور لگاتار جاری ہوگئی ۷؎(مسلم،بخاری)

۱؎ معلوم ہوا کہ حضور انور اپنے حالات خود صحابہ کرام سے بیان فرماتے تھے کہ جب عارضی طور پر وحی بند ہوگئی تو ہمارا کیا حال تھا۔

۲؎ یہ واقعہ مکہ معظّمہ بلکہ غار حرا کا ہے۔(مرقات)وہاں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیبی آواز آسمان کی جانب سے سنی تھی۔معلوم ہوتا ہے کہ اس آواز میں یا تو الفاظ تھے نہیں یا تھے تو معمولی تھے اس لیے حضور نے اسے آواز فرمایا کلام نہ کہا۔

۳؎ جئثت بنا ہے جائثۃ سے بمعنی گھبراہٹ ڈر،جئثت مجہول فرمانے میں اسطرف اشارہ ہے کہ یہ رعب رب کی طرف سے میرے دل میں ڈالا گیا،یہ رعب اس کلام الٰہی کا تھاجو حضور پر پہلے نازل ہوا تھا۔خیال شریف یہ ہوا کہ پھر کوئی آیت نازل ہوگی دل میں بے قراری اور رعب پیدا ہوگیا۔حضرت جبریل اس وقت بھی شکل انسانی میں تھے ان سے رعب ہونے کی وجہ ہی کوئی نہیں اپنی صورت میں تو صرف دو بار حاضر ہوئے۔

۴؎ ھوی کے معنی ہیں زمین پر لیٹ جانا اوندھے لیٹ کر اپنے ہاتھ پاؤں زمین پر چمٹا دینا۔

۵؎ مدثر بنا ہے دثار سے،عربی میں شعار نیچے والے کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا ہو،دثار اوپر والے کپڑے کو،مدثر کے معنی ہوئے چادر کمبل اوڑھنے والے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں اے بشریت کی چادر اوڑھ کر مخلوق کے سامنے جانے والے۔نور مطلق نے بشریت کی چادر اوڑھی تب مخلوق آپ سے فیض لے سکی ہے۔شعر

لباس آدمی پہنا جہاں نے آدمی جانا   مزمل بن کے آئے تھے ہویدا بن کے نکلیں گے

یہاں مرقاۃ نے اس کے معنی کیے اے نبوت کی عبا اوڑھنے والے،رسالت کا بوجھ اٹھانے والے۔اس کی اور بہت نفیس نفیس تفسیریں ہمارے حاشیہ قرآن نور العرفان فی تفسیر القرآن میں ملاحظہ کرو وہاں لکھا ہے کہ اپنی چادر کرم میں اپنی امت کو چھپانے والے۔

۶؎ یعنی پیارے اٹھو تاکہ دنیا تمہارے سہارے اٹھے۔خیال رہے کہ سورۂ مزمل میں بھی ہے"یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا"وہاں قیام سے مراد ہے نماز میں کھڑا ہونا اور یہاں قیام سے مراد ہے نبوت کی تبلیغ کے لیے اٹھنا یا وہاں نبوت کے لیے اٹھنا مراد ہے یہاں رسالت و تبلیغ کے لیے اٹھنا مراد ہے۔(مرقات)

۷؎ یعنی اپنے جسم کے کپڑے پاک و صاف رکھو۔معلوم ہوا کہ پاکیزگی کا حکم پہلے آیا نماز کا حکم بہت بعد میں۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ کپڑوں سے مراد ہے نفس کے صفات،انہیں پاک کرنے سے مراد ہے برائیوں سے دور رکھنا۔(اشعہ)

5844 -[8] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	
وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ».قَالَتْ عَائِشَةُ: وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ	روایت ہے جناب عائشہ سے کہ حارث ابن ہشام نے ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر وحی کیسے آتی ہے ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو میرے پاس جھانج کی سی جھنکار آتی ہے ۳؎ وہ مجھ پر بہت گراں ہوتی ہے ۴؎ تو وہ مجھ سے ختم ہوتی ہے حالانکہ میں نے اس سے وہ یاد کرلیا ہوتا ہے ۵؎ جو اس نے کہا اور کبھی میرے سامنے فرشتہ مرد کی شکل میں آتا ہے مجھ سے بات کرتا ہے ۶؎ جو وہ کہتا ہے محفوظ کرلیتا ہوں ۷؎ جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور انور کو دیکھا کہ آپ پر سخت ٹھنڈے دن میں وحی نازل ہوتی تھی تو ختم ہوتی تھی

عَرَقًا.	اس حالت میں کہ آپ کی پیشانی پسینہ سے نچڑتی ہوتی تھی ۸؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے وحی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ "اور دوسری وحی "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ "ان دونوں کے درمیان فاصلہ وہ ہے جو ہم پہلے عرض کرچکے ہیں یعنی چھ ماہ یا کم و بیش۔حارث ابن ہشام بھائی ہیں ابوجہل کے جس کا نام عمرو ابن ہشام تھا،حارث صحابی ہیں،فتح مکہ کے دن ایمان لائے ان کے لیے جناب ام ہانی نے امان لی تھی،شام میں رہے،جنگ یرموک میں ۱۵ھ میں عہد فاروقی میں شہید ہوئے،انہیں حضور نے فتح مکہ کے دن ایک سو اونٹ تالیف قلب کے لیے عطا فرمائے۔(اکمال)

۲؎ غالب یہ ہے کہ حارث کے اس سوال کے وقت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ موجود تھیں اور ہوسکتا ہے کہ حارث نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو یہ واقعہ سنایا ہو۔(مرقات)

۳؎ صلصلہ یا تومسلسل آواز کو کہتے ہیں یا وہ آواز جو لوہے کو لوہے سے لگنے سے مسلسل پیدا ہو۔جرس وہ گھنگرو وغیرہ ہیں جو جانور کے گلے یا پاؤں میں باندھ دیئے جائیں جب وہ دوڑے تو مسلسل جھنکار پیدا ہو۔یہ مثال سمجھانے کے لیے دی گئ ہے یعنی وحی ایک بار اور مسلسل آواز میں ہوتی ہے جو بغیر غور سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا کہا جارہا ہے۔

۴؎ کیونکہ اسے سمجھنا اس میں غور کرنا پھر اسے یاد رکھنا بیک وقت یہ تین کام کرنا پڑتے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں فرشتہ نہیں آتا تھا بلکہ کان میں غیبی آواز گھنگرو کی جھنکار کی طرح آتی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہوتا تھا کہ یہ وحی الٰہی ہے۔

۵؎ یعنی قدرتی طور پر وہ مجھے یاد بھی ہوجاتی اور میں اس کا معنی مقصد مطلب اسرار سب کچھ سمجھ بھی لیتا ہوں،یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے"اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ" حتی کہ فرمایا "ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ"یہ سارے کام رب تعالٰی کے ذمہ کرم پر تھے۔

۶؎ چنانچہ اکثر حضرت جبریل دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے،کبھی اجنبی شخص کی شکل میں،کبھی دوسرے لوگ بھی انہیں دیکھتے تھے کبھی نہیں مگر آواز سنتے تھے۔خیال رہے کہ فرشتے لڑکوں کی شکل میں صرف حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے وہ بھی ایک بار اور کبھی عورتوں کی شکل میں نہ آئے۔یہ بھی خیال رہے کہ اگر فرشتے وحی لے کر نہ آئیں کسی اور مقصد کے لیے آئیں تو ممکن ہے کہ نبی اولًا انہیں نہ پہنچانیں جیسے ابراہیم علیہ السلام فرشتوں کے لیے بھنا بچھڑا گھر میں سے لے کر آئے تھے انہیں مہمان سمجھ کر مگر یہ ناممکن ہے کہ فرشتہ وحی لائے اور نبی نہ پہچانیں کہ اس صورت میں وحی مشکوک ہوجاویں گی،انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔

۷؎ یعنی اس فرشتے کے الفاظ دماغ میں اس کے کلام کے مضامین دل میں محفوظ کرلیتا ہوں یہ حفاظت رب کی طرف سے ہے۔

۸؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور کی یہ حالت شریفہ دونوں قسم کی وحی میں ہوتی تھی اور یہ حالت حضور انور پر اس کلام شریف کی عظمت اس کی تجلی کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ فرشتہ کی وجہ سے اور حالت شریف صرف تبلیغی وحی آنے پر ہوتی تھی ویسے جب بھی فرشتے آتے تو حضور انور بے تکلف ان سے کلام فرماتے تھے جس کی بہت سی احادیث ہیں۔تبلیغی وحی کی شان ہی اور تھی یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ کبھی جناب جبریل کی ملکیت حضور کی بشریت پر غالب آتی تو جھانج کی سی آواز محسوس فرماتے اور کبھی حضور انور کی بشریت

حضرت جبریل کی ملکیت پر غالب آتی تو وہ شکل انسانی میں آتے تھے،پہلی صورت میں حضور انور اپنی بشریت سے غائب بے نیاز ہوجاتے تھے،نیز یہ حالت کہ سردی میں پسینہ آجاوے یہ بھی پہلی قسم کی وحی میں ہوتا تھاجب جھانج کی سی آواز سنتے اور اپنی بشریت سے بے نیاز ہوتے تھے۔(اشعۃاللمعات)

[9]- 5845 وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذا نزل عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ لِذَلِكَ وَتَرَبَّدَ وَجْهُهُ. وَفِي رِوَايَة: نكَّسَ رأسَه ونكَّسَ أصحابُه رؤوسَهم فَلَمَّا أُتْلِيَ عَنْهُ رَفَعَ رَأْسَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ اس سے بڑے متفکر ہوتے[1] اور آپ کا چہرہ بدل جاتا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ سر جھکالیتے اور آپ کے صحابہ اپنے سر جھکالیتے پھر جب ختم ہوتی تو اپنا سر اٹھاتے[2] (مسلم)

[1] یہاں کرب بمعنی فکر مند ہونا نہایت موزوں ہیں،غمگین ہونے کے معنی مناسب نہیں حضور انور کو یہ فکر یا تو وحی کی شدت کی بنا پر ہوتی تھی یا اس کی تبلیغ کی ذمہ داریوں پر۔اس کے شکریہ ادا کرنے کی فکر کہ وحی ایک نعمت ہے اور نعمت کا شکر لازم ہے وہ بھی بقدر نعمت۔مرقاۃ میں یہاں فرمایا کہ یہ حال شریف ابتداء نبوت میں ہوا کرتا تھا بعد میں نہیں۔واللہ اعلم!

[2] حضور انور تو اپنا سر شریف غور سے سننے کے لیے جھکا لیتے تھے،حاضرین بارگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کے لیے سر جھکاتے تھے وجہ میں فرق تھا۔

[10]- 5846 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ [وَأَنْذِرْ عشيرتك الْأَقْرَبين] خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِي: «يَا بَنِي فِهْرٍ يَا بني عدي» لبطون قُرَيْش حَتَّى اجْتَمعُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ: " أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خيلاً تخرجُ منْ سَفحِ هَذَا الْجَبَلِ - وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ - أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟ " قَالُوا: نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا. قَالَ: «فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٌ شديدٍ» . قَالَ أَبُو لهب: تَبًّا لكَ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟ فَنَزَلَتْ: [تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ]	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ آپ نے قریبی عزیزوں کو ڈرایئے[1] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے حتی کہ صفا پہاڑ پر چڑھے پھر پکارنے لگے کہ اے بنی فہر اے بنی عدی قریش کے قبیلوں کے نام لے کر حتی کہ وہ سب جمع ہوگئے[2] حالت یہ ہوگئی کہ اگر کوئی آ نہ سکا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ جا کر دیکھے کہ کیا واقعہ ہے[3] تو ابولہب بھی آیا اور قریش بھی۔تب فرمایا بتاؤ تو اگر میں تم کو خبردوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے کنارے سے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لشکر اس جنگل سے نکلے گا[4] وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم میری تصدیق کروگے[5] سب بولے ہاں ہم نے آپ پر کبھی نہ آزمایا مگر سچ ہی[6] فرمایا تو میں تمہارے لیے ڈرانے والا ہوں سخت عذاب کے آگے[7] ابولہب بولا کہ ہلاکت ہو تمہارے لیے کیا تم نے ہم کو اسی لیے جمع کیا تھا[8] تب یہ آیت نازل ہوئی "تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ"[9] (مسلم،بخاری)

۱؎ یہ حضور انور پر چوتھی قسم کی وحی آئی،پہلی وحی "اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ"،دوسری وحی "يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ"،تیسری وحی "مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى"پوری سورت چوتھی وحی یہ اس ترتیب میں اور روایات بھی ہیں۔پہلی وحی میں ذکر اللہ کا حکم،دوسری وحی میں حضور کی محبوبیت کااظہار،تیسری وحی میں تہذیب اخلاق پاکیزگی صفائی کا حکم،چوتھی وحی میں عزیزوں کو تبلیغ۔خیال رہے کہ یہ تربیت بہت ہی شاندار ہے پہلے اپنے اصلاح،پھر اپنی قریبی عزیزوں کی اصلاح،پھر دوسروں کی درستی،یہ ہی ترتیب جہاد میں تھی کہ پہلے قریبی کافروں پر پھر دور والوں پر،رب فرماتا ہے:"قٰتِلُوا الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ"اب بھی یہ ترتیب چاہیے کہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح،پھر قریبی عزیزوں کی،پھر دوسروں کی۔

۲؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ پہلی تبلیغ صفا پہاڑ پر چڑھ کر فرمائی نہ کہ بیت اللہ شریف میں۔اس میں اشارۃً اپنا مقام بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر انسان دور دور کی چیز دیکھ لیتا ہے اور پہاڑ کے دونوں طرف کی خبر رکھتا ہے حضور انور انسانیت کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور اس مقام پر ہیں جہاں کونین نظر آتے ہیں فرش پر بھی نظر رکھتے ہیں عرش پر مخلوق کی بھی خبر رکھتے ہیں،خالق کی ذات و صفات سے بھی خبردار ہیں۔شعر

ادھر اللہ سے واصل ادھر دنیا میں ہیں شاغل خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

حضور کی زبان مخلوق کی طرف ہے کان خالق کی طرف حضور کا ایک ہاتھ لینے والا رب کی طرف ہے دوسرا ہاتھ دینے والا ہم بھکاریوں کی طرف۔جب رب اپنے بندوں سے کچھ کہتا ہے تو حضور کی معرفت تو ہم جب رب تعالٰی سے کچھ کہیں تو حضور کی معرفت حضور برزخ کبریٰ ہیں خالق و مخلوق کے درمیان اللھم صل وسلم وبارك علیه۔

۳؎ یہ آواز سارے مکہ میں پہنچ گئی ہر کان نے سن لی یہ بھی حضور کا معجزہ ہے ورنہ پہاڑ کی آواز نیچے نہیں پہنچتی حضرت ابراہیم کی پکار تمام ارواح کو سنا دی گئی۔

۴؎ یہاں حدیث مختصر لائی گئی،اس تبلیغ کی ابتداء یوں فرمائی کہ ارشاد فرمایا کیف انا فیکم اے اہل مکہ تم میں میں نے اپنی عمر گزاری تم نے میرے شب و روز دیکھے بتاؤ میں تم میں کیسا ہوں،سب نے یک زبان سے کہا کہ صادق الوعد ہیں امین ہیں،تب فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں الخ۔جس سے پتہ لگا کہ ایمان کا پہلا رکن حضور انور کو جاننا پہچاننا ماننا ہے باقی ارکان بعد کے ہیں اسی لیے کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں قرآن مجید نماز وغیرہ سب بعد کی چیزیں ہیں۔

۵؎ یعنی اگر تمہاری آنکھیں کہتی ہیں کہ اس میدان میں ایک چیونٹی بھی نہیں مگر میری زبان کہے کہ یہاں لشکر جرار ہے جو عنقریب تم پر حملہ آور ہوگا تو بتاؤ اپنی آنکھوں کو مانو گے یا میری زبان کی۔اس میں حضور انور نے اپنے علوم غیبیہ کا ان کفار سے اقرار کرایا،نبی کہتے ہی اسے ہیں جو غیبی خبریں دے جیسے رب تعالٰی نے آدم علیہ السلام کے علوم فرشتوں کو دکھائے پھرانہیں سجدے کا حکم دیا،علم غیب نبی ماننا سب سے مقدم ہے۔

۶؎ یعنی ہم نے آپ کا بچپن جوانی پختہ سال دیکھی ہے آپ کی زبان پر کبھی جھوٹ نہیں آتے دیکھا ہماری آنکھ جھوٹی ہوسکتی ہے مگر آپ کی زبان جھوٹی نہیں ہوسکتی،یہ ہے دشمنوں کی گواہی۔خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنے محبوب کو مکہ معظّمہ سے باہر نہیں رکھا تاکہ کفار مکہ فرعون کی طرح یہ نہ کہہ سکیں کہ آپ باہر سے علم پڑھ کر جادو سیکھ آئے ہیں

بلکہ مکہ معظّمہ میں ہی رکھا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان سب کے سامنے رہے اور کوئی یہ الزام نہ دے سکے،کفار مکہ نے حضور کو صادق الوعد اور امین کا لقب دیا تھا۔

ے ابولہب پہلے حضور انور کا بہت مدّاح تھا یہ فرمان عالی سنتے ہی دشمن ہوگیا۔اس نے ایک بھاری پتھر دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر حضور انور کی طرف پھینکا۔(اشعۃ اللمعات) یہ حدیث **باب تغیر الناس** کے بعد والے باب میں گزر گئی۔

۹ دونوں ہاتھ سے مراد یا تو ابولہب کی ذات ہے کہ اہل عرب گردن یا دونوں ہاتھ کہہ کر ذات مراد لیتے ہیں،یا اس کے وہ ہی دونوں ہاتھ مراد ہیں جن سے اس نے وہ پتھر اٹھایا تھا۔خیال رہے کہ اگلی تین سورتوں میں **قل** ہے یعنی سورۂ اخلاص اور فلق اور ناس میں مگر اس سورت میں **قل** نہیں تاکہ معلوم ہو کہ اپنے محبوب کا بدلہ رب خود لیتا ہے حتی کہ جو لفظ ابولہب نے حضور انور کے لیے بولے تھے وہ ہی الفاظ رب نے ابولہب کے لیے فرمائے۔

5847 -[11] (مُتَّفقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجُمِعَ قُرَيْشٌ فِي مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ: أَيُّكُمْ يَقُومُ إِلَى جَزُورِ آلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ إِلَى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا ثُمَّ يُمْهِلُهُ حَتَّى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلَى فَاطِمَةَ فَأَقْبَلَتْ تَسْعَى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ: «اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ» ثَلَاثًا - وَكَانَ إِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَإِذَا سَأَلَ سَأَلَ ثَلَاثًا -: «اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بن الْوَلِيد» . قَالَ عبد الله: فو الله لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعَى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوا إِلَى الْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ القليب لعنة» .	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھتے تھے ۱ اور قریش کی ایک جماعت اپنی مجلسوں میں تھی کہ ایک بولا ۲ تم میں کون شخص فلاں قبیلہ کے ذبیحہ اونٹ کیطرف جائے گا اور اس کی لید اور اس کے خون اس کی اوجڑی لائے حضور کو مہلت دے حتی کہ جب آپ سجدہ کریں تو اسے آپ کے کندھوں کے بیچ رکھ دے ۳ تو ان میں سے بڑا بدبخت گیا پھر جب حضور نے سجدہ کیا تو وہ آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا ۴ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ٹھہرے رہے ۵ کفار ہنسے حتی کہ بعض بعض پر گرنے لگے ہنسی کی وجہ سے ۶ پھر کوئی جانے والا جناب فاطمہ کے پاس گیا ۷ وہ دوڑتی آئیں ۸ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں رہے حتی کہ انہوں نے آپ سے یہ گندگی ہٹا دی اور آپ ان پر متوجہ ہوئیں انہیں برا کہتی تھیں ۹ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمالی تو عرض کیا الٰہی ان قریشیوں کو پکڑ لے تین بار فرمایا ۱۰ اور آپ جب دعا مانگتے تو تین بار مانگتے تھے اور جب سوال کرتے تو تین بار کرتے تھے ۱۱ الٰہی پکڑ لے ابوجہل کو ۱۲ عتبہ ابن ربیعہ کو شیبہ ابن ربیعہ کو ۱۳ اور ولید ابن عتبہ کو اور امیہ ابن خلف کو اور عقبہ ابن ابی معیط کو اور عمارہ ابن ولید کو ۱۴ جناب عبداللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے انہیں بدر کے دن پچھڑا ہوا دیکھا ۱۵ پھر وہ بدر کے جھیرے کی طرف

	کھینچ کر پھینکے گئے ۶؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان جھیرے والوں پر لعنت ڈالی گئی ۷؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ غالب یہ ہے کہ یہ نماز وہ نماز تھی جو حضور انور اپنے الہام سے پڑھا کرتے تھے،یہ نماز پنج گانہ میں سے نہ تھی کیونکہ یہ واقعہ جب کا ہے جب جناب فاطمہ بہت چھوٹی بچی تھی اور ابھی حضور انور کو معراج نہیں ہوئی تھی نماز پنجگانہ معراج میں عطا ہوئی ہے۔
۲؎ یہ بولنے والا ابوجہل تھا جیساکہ روایات میں ہے،بعض نے کہا کہ کوئی اور تھا۔(مرقات)
۳؎ یعنی وہ تو یہ حرکت کرے اور ہم لوگ تماشا کے طور پر ہنسی مذاق کریں۔معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام سے ہنسی کرنا کفار کا پرانا دستور ہے،ان حضرات کے کسی عمل شریف کا مذاق اڑانا کفر ہے،ان کی ہر ادا کا ادب و احترام ایمان کا رکن ہے۔
۴؎ یہ حرکت کرنے والا عقبہ ابن ابی معیط تھا،بعض نے کہا کہ ابوجہل خود تھا۔
۵؎ چونکہ اس وقت تک نماز کے احکام طہارۃ وغیرہ نہیں آئے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست پڑ جانے کے باوجود سجدہ جاری رکھا،یہ نماز وہ نہ تھی جو اسلام میں بعد معراج جاری ہوئی یا ممکن ہے کہ سر مبارک اس لیے نہ اٹھایا کہ فرش کعبہ پر یہ نجاستیں نہ گریں۔جب جناب فاطمہ نے یہ چیزیں پھینک دیں تو کپڑے پاک کرکے نماز دوبارہ پڑھی ہو لہٰذا اب اگر دوران نماز نمازی پر نجاست گرجاوے تو نماز ٹوٹ جاوے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی،بعض آئمہ کے ہاں اگر دوران نماز نمازی پر نجاست گرجاوے تو نماز ہوجاتی ہے اول سے کپڑے بدن پاک ہونا چاہئیں درمیان میں پاک رہنا ضروری نہیں انکے قول پر حدیث بالکل ظاہر ہے۔
۶؎ یہ ہنسی صرف کفر ہی نہ تھی بلکہ عذاب الٰہی کا پیش خیمہ تھی ان لوگوں کو ایمان کی توفیق نہ ملی حتی کہ جنگ بدر میں سارے کفر پر مارے گئے۔
۷؎ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق یا علی مرتضٰی یا اور کوئی صحابی موجود نہ تھے کفار میں سے کوئی نرم دل کافر جو بدنصیبوں کا مقابلہ کرکے حضور انور کی یہ تکلیف دور نہ کرسکتا تھا وہ دوڑا ہوا جناب فاطمہ کے پاس پہنچا کہ ایسے موقعہ پر چھوٹے بچے بے تکلف وہ کام کرلیتے ہیں جو بڑوں سے نہیں ہوتے اور اگر مسلمان نے خبر دی ہے تو وہ بھی یہی وجہ تھی کہ اس مسلمان کے یہ پلیدی ہٹانے پر جنگ کا خطرہ تھا وہ اکیلا ان سب سے لڑ نہ سکتا تھا اس لیے اس نے یہ ترکیب نکالی۔اشعۃ اللمعات نے کہا کہ یہ خبر دینے والے حضرت عبداللہ ابن مسعود تھے۔
۸؎ اس وقت حضرت فاطمہ بہت چھوٹی بچی تھیں اسی لیے آپ دوڑتی ہوئی آئیں بچے جب بھی چلتے ہیں تو دوڑتے ہوئے چلتے ہیں۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا کی ولادت پاک کے وقت حضور انور کی عمر شریف اکتالیس سال تھی۔
۹؎ خیال رہے کہ عربی میں شتم کہتے ہیں گالی کو،سب کہتے ہیں برا کہنے ملامت کرنے کو۔حضرت فاطمہ کی زبان شریف پر گالی کبھی نہیں آئی ہاں آپ نے اس وقت کفار کو ملامت کی سب کے یہ ہی معنی ہیں۔
۱۰؎ قریش سے مراد قوم قریش نہیں،قریش تو خود حضور انور جناب صدیق و فاروق عثمان و علی بھی ہیں۔مراد یہ قریشی لوگ ہیں جنہوں نے مذکورہ بے ادبی گستاخی کی،اگلی عبارت اسی کی تفصیل ہے۔نماز پوری فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے فورًا نماز نہیں توڑ دی بلکہ بقیہ رکعات پوری فرمالیں،اس کی تحقیق ابھی کی گئی کہ اس وقت نماز میں طہارت کے بلکہ خود نماز کے احکام نہیں آئے تھے۔
۱۱؎ سنت یہ ہی ہے کہ دعا مانگے تو تین بار،رب سے کچھ سوال کرے تو تین بار،سوال سے مراد بھی دعا ہی ہے۔

۱۲؎ ابوجہل کا نام عمرو ابن ہشام ابن مغیرہ مخزومی ہے،اس کی کنیت ابو الحکم تھی کہ لوگوں میں یہ فیصلے کرتا تھا حضور انور نے اس کی کنیت ابوجہل رکھی،اس میں وہ ایسا مشہور ہوگیا کہ اس کا نام اس کی پہلی کنیت چھپ کر رہ گئی۔غزوہ بدر میں عفراء کے دو بچوں معوذ و معاذ کے ہاتھوں قتل ہوا،حضرت عبداللہ ابن مسعود نے اس کا ناپاک سر جسم سے جدا کیا۔

۱۳؎ حضور انور نے اپنی ذاتی دشمن کو کبھی بددعا نہیں دی،یہ دشمن دینی تھے جو حضور انور کی نماز میں خلل ڈالتے اور حضور کو دینی تکالیف بھی پہنچاتے رہتے۔اپنے دشمنوں کو معافی دینا،قوم،ملک،قانون کے دشمنوں پر سختی کرنا یہ ہی اخلاق محمدی ہیں"اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"۔

۱۴؎ خیال رہے کہ شیبہ ابن ربیعہ ابن شمس ابن عبدمناف کو بدر کے دن حضرت علی نے جہنم رسید کیا اور عتبہ ابن ربیعہ کو جو شیبہ کا بھائی تھا حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب نے بدر کے دن قتل کیا اور امیہ ابن خلف جو حضرت بلال کا پہلا مولیٰ تھا یہ بھی بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں بہت بری طرح مارا گیا جس کا ذکر بہت طویل ہے۔اللہ تعالٰی نے اسے اسی طرح قتل کرایا نیزے،برچھے چھروا کر جیسے وہ حضرت بلال کے جسم شریف میں گرم لوہے کی سلاخین چبھویا کرتا تھا۔اس کے بھائی ابی ابن خلف کو احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قتل کیا اپنے ہاتھ شریف سے،صرف یہ ہی کافر حضور کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔

۱۵؎ یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور انور کی یہ دعا قبول ہوئی اور یہ لوگ کفر پر مرے یا مارے گئے۔خیال رہے کہ ان میں سے عمارہ ابن ولید جنگ بدر میں قتل نہیں ہوا بلکہ حبشہ میں مرا اور عقبہ ابن ابی معیط جنگ بدر سے واپس آکر مارا گیا۔(اشعہ)لہذا ان سب کو بدر کا مقتول کہنا تغلیبًا ہے۔

۱۶؎ بدر ایک شخص کا نام تھا جو اس جگہ کا مالک تھا اس کے نام پر اس علاقہ کو اور اس کنویں کو بدر کہنے لگے۔قلیب کنویں کے پاس وہ گہرا غار جو کچا ہو اور اس پر من وغیرہ نہ ہو اس میں ان تمام کی لاشیں ڈالی گئیں مگر امیہ ابن خلف کی لاش ڈالی نہیں جاسکی کیونکہ اسے کھینچتے ہی اس کے اعضاء الگ الگ ہوگئے۔

۱۷؎ یعنی دنیا میں تو ان کی ایسی ذلت و رسوائی ہوئی اور آخرت کی رسوائی اور عذاب ان کے لیے تیار تھا کہ قلیب میں پڑتے ہی اس میں گرفتار کرلیے گئے۔لعنت سے مراد فرشتوں کی پھٹکار اور ان کی سخت مار ہے جس میں وہ گرفتار ہوئے۔(مرقات)معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے والا بدترین بدبخت ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے والا بہت ہی خوش نصیب ہے۔

5848 -[12] (مُتَّفق عَلَيْهِ)	
وَعَن عَائِشَة أَنَّهَا قَالَت: هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ فَقَالَ: " لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ فَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عرضتُ نَفسِي على ابْن عبد يَا لِيل بْن كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ - وَأَنا مهموم - على وَجْهي فَلم أفق إِلَّا فِي قرن الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا	روایت ہے حضرت عائشہ سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ پر کوئی دن ایسا بھی گزرا جو احد کے دن سے زیادہ سخت ہو۱؎ تو فرمایا میں نے تمہاری قوم سے بڑی مصیبتیں جھیلیں۲؎ احد سے سخت دن جب میں نے ان کی مصیبت جھیلی عقبہ کا دن تھا۳؎ جب کہ میں نے اپنے کو ابن عبدیا لیل ابن کلال کے سامنے کیا۴؎ جو میں نے چاہا تھا اس نے وہ جواب نہ دیا۵؎ تو میں اپنے رخ پر چلا حالانکہ میں حیران تھا مجھے اس حیرانی سے

افاقہ نہ ہوا مگر مقام قرن ثعالب میں۶ تو میں نے اپنا سر اٹھایا ۷ تو میں ایک بادل کے سامنے تھا جس نے مجھ پر سایہ کیا تھا میں نے دیکھا تو اس میں جبریل تھے۸ انہوں نے مجھے پکارا عرض کیا کہ اللہ نے آپ کی قوم کا کلام اور جو انہوں نے آپ کو جواب دیا سن لیا آپ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے ۹ تاکہ آپ ان کفار کے متعلق جو چاہیں حکم دیں۱۰ فرمایا کہ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا مجھے سلام کیا پھر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱ اللہ نے آپ کی قوم کا کلام سن لیا میں پہاڑوں کافرشتہ ہوں مجھے آپ کے رب نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے اپنے فیصلے کا حکم دیں۱۲ اگر آپ چاہیں تو میں ان لوگوں پر دو اخشب پہاڑ ملادوں۱۳ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰی ان کی پیٹھوں میں سے ایسے لوگ پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں ۱۴ (مسلم، بخاری)	بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ ". قَالَ: " فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِي رَبُّكَ إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ إِن شِئْتَ أطبق عَلَيْهِم الأخشبين " فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ وَلَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا» .

۱ غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز شہید ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت شریف شکستہ ہوا، سر مبارک زخمی ہوا، مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچی۔ میرے خیال میں ایسا سخت دن آپ پر کوئی نہیں گزرا ہوگا فرمایئے تو اس سے سخت دن بھی کوئی آپ پر گزرا ہے۔

۲ یہاں **قومك** فرمانا اظہار افسوس کے لیے ہے حضرت عائشہ صدیقہ کی قوم وہی تو ہے جو حضور انور کی قوم ہے یعنی قریش۔ مقصد یہ ہے کہ ہم نے قریش سے بہت تکلیفیں دیکھی ہیں جو غزوہ احد سے زیادہ سخت تھیں کہ ان میں میرے قلب کو زخمی کیا گیا۔

۳ عقبہ منیٰ شریف کے ایک حصہ کا نام ہے،جمرہ عقبہ اس ستون کا نام ہے جو اسی جگہ واقع ہے۔ حضور انور حج کے زمانہ میں منیٰ شریف میں باہر سے آنے والوں کو تبلیغ فرمایا کرتے تھے یہاں اس تبلیغ کا ذکر ہے۔ یوم عقبہ سے مراد ہے عقبہ کے میدان میں تبلیغ کا دن،عقبہ پہاڑ کے راستہ کو کہتے ہیں،چونکہ یہ جگہ دو پہاڑوں کے بیچ میں ہے اسی لیے اس کو عقبہ کہا جاتا ہے۔ (مرقات) یا **عقب** بمعنی پیچھے ہے یہاں کا جمرہ پہلے دو جمروں کے پیچھے واقع ہے لہذا یہ ستون جمرہ عقبہ کہلاتا ہے اور یہ جگہ عقبہ۔

۴ اس شخص کا نام مسعود ابن عبد یا لیل ابن کلال ابن عمرو تھا،یہ قبیلہ بنی ثقیف سے تھا،طائف کا رہنے والا وہاں کا بڑا سردار تھا،یہ سولہ سولہ ساتھیوں کے ساتھ طائف سے حج کرنے آیا تھا،اسے حضور انور نے عقبہ میں دعوتِ اسلام دی یہ سخت بدتمیزی سے پیش آیا اور اسلام لانے سے انکار کر گیا،حضور انور کو اس سے بہت صدمہ ہوا،ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ سنہ ۱۰ ہجری میں مسلمان ہوا،انہوں نے اسے صحابہ میں شمار کیا ہے مگر علامہ واقدی نے کہا کہ یہ مسلمان نہیں ہوا۔ **واللہ اعلم!** (مرقات)

۵؎ یعنی اس نے اسلام قبول نہیں کیا میری کوئی بات نہ مانی بلکہ اپنے ساتھیوں اور لڑکوں کو حضور انور کے پیچھے لگادیا جنہوں نے حضور انور پر پتھر برسائے اور آپ کو زخمی کردیا حتی کہ آپ کے قدم شریف نعلین شریف سے خون کی وجہ سے چپک گئے۔(اشعہ)

۶؎ یعنی اس واقعہ سے مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ میں گویا بے ہوش ہوگیا اس حالت میں سامنے کی طرف چل دیا حتی کہ مجھے یہ خبر نہیں کہ میں کہاں جارہا ہوں چلتے چلتے مقام قرن الثعالب پر پہنچ گیا،قرن الثعالب کو قرن المنازل بھی کہتے ہیں یہ جگہ نجد والوں کا میقات ہے وہاں پہنچ کر مجھے اس حالت سے افاقہ ہوا۔

۷؎ آسمان کی طرف سے سر اٹھا کر اپنے رب کی رحمت کا انتظار کیا کیونکہ آسمان قبلہ دعا ہے۔

۸؎ آج حضرت جبریل حضور کی خدمت میں نئی شان سے حاضر ہوئے کہ بادل سایہ دار اور پہاڑوں کا حاکم فرشتہ ساتھ ہے۔

۹؎ اس فرشتہ کا نام اسمٰعیل ہے یہ پہاڑوں کے انتظامات پر مقرر ہے،دنیا کے پہاڑوں پر اس کا راج ہے سارے پہاڑ اس کے زیر فرمان ہیں۔

۱۰؎ یعنی پہاڑ تو اس فرشتہ کے زیر فرمان ہیں اور یہ فرشتہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے زیر فرمان جو آپ حکم دیں گے وہ یہ فرشتہ کرے گا اور جو یہ حکم دے گا اس پر پہاڑ عمل کریں گے گویا سارے پہاڑ آپ کے خادم ہیں آپ کے قبضہ میں ہیں،یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت۔آج بعض اولیاء جیسے حضور غوث پاک جہان کے راجہ ہیں اور حضور انور کے زیر فرمان ہیں اللھم صل وسلم وبارك علیه۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان درخت،پتھر،پہاڑ،جانور سب ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے پتھروں نے کلمہ پڑھا،چاند پھٹا،بادل برسے۔یہاں حضو صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ شان دکھائی ہے کہ پہاڑوں کا حاکم فرشتہ بھی آپ کے زیر فرمان ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کا تخت خود نہ لائے بلکہ اپنے خادم آصف ابن برخیا سے منگایا جو پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے شام میں لے آئے تاکہ پتہ لگے کہ ان کے آستانہ کے خدام یہ طاقت رکھتے ہیں۔

۱۱؎ حضور انور کو یا محمد کہہ کر پکارنا اس آیت کے نزول سے پہلے تھا"لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا"اس آیت سے آپ کو صرف نام لے کر پکارنا حرام ہوا یا حضور انور نے اس فرشتہ کے الفاظ کی نقل بامعنی فرمائی اس نے تو رسول اللہ حبیب اللہ کہہ کر پکارا ہوگا حضور انور نے ان لفظوں سے نقل کی جیسے ایک بڑا عالم کہتا ہے کہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تو بھی کچھ بول حالانکہ لوگ تو ادب سے عرض کرتے ہیں۔یا لفظ محمد اپنے لغوی معنی میں ہے یعنی تمام مخلوق بلکہ خالق کے سراہے ہوئے سب کے ممدوح سب کی تعریف کیے ہوئے اگر ان بے وقوفوں نے آپ کو نہیں پہنچانا تو آپ غم نہ کریں آپ کو تو ساری خلقت جانتی پہچانتی آپ کی حمد و ثنا کرتی ہے۔بہرحال فرشتے کے اس لفظ کو دیکھ کر ہم حضور کو اس طرح نہیں پکارسکتے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو رب یاایھا النبی،یاایھا الرسول،یاایھا المزمل،یاایھا المدثر کے پیارے القاب سے پکارتا ہے۔

۱۲؎ سبحان اللہ!رب تعالٰی حضور کا کتنا احترام فرماتا ہے کہ خود عذاب نہیں بھیجتا جیسے دوسرے نبیوں کی امتوں پر عذاب بھیجا بلکہ حضور انور کی اجازت پر معلق رکھا۔

۱۳؎ اخشبین تثنیہ ہے اخشب کی بمعنی مضبوط اور بڑا اونچا پہاڑ۔بعض شارحین نے کہا کہ یہ دونوں پہاڑ طائف میں ہیں جن کے بیچ میں طائف واقع ہے،بعض نے کہا کہ مکہ معظّمہ و طائف کے درمیان ہیں،بعض نے فرمایا کہ مکہ معظّمہ میں ہیں ہوسکتا ہے کہ مکہ معظّمہ سے شروع ہوئے اور طائف تک پہنچے ہوں جیسے ہمالیہ پہاڑ کا سلسلہ بہت دور تک چلا گیا ہے۔(از مرقات)

مطلب یہ ہے کہ مجھے حکم دیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو ملادوں جس سے سارا طائف اس طرح پس جاوے جیسے چکی کے پاٹوں میں دانے پس جاتے ہیں۔

۱۴؎ یہ فرمان عالی ایک سوال کے جواب میں ہے،حضور انور نے اس سے منع فرمایا فرشتہ نے بہ ادب اجازت دینے کا اصرار کیا تب حضور انور نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ اگرچہ یہ لوگ اسی سزا کے مستحق ہیں مگر وہ وہی ہیں ہم ہم ہیں۔ہم تو یہ کہتے ہیں۔

الہ العالمین کر رحم طائف کے مکینوں پر　　　الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

اعدا پہ یہ رحمت صل علی طائف کی فضائیں شاہد ہیں　　　دیتے ہیں دعا سرکار انہیں جو مارنے پتھر آتے ہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ابن عبدیا لیل اسلام لانے حاضر ہوا صحابہ نے خبر دی کہ وہ آتا ہے فرمایا آنے دو وہ آپ کے سامنے بیٹھ کر بہت زار زار رویا اور کبھی آپ کے سامنے سر اونچا نہ کیا آنکھ نہ اٹھائی۔**واللہ ورسولہ اعلم!** اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور ان کفار کی اولاد کے حالات سے بھی خبردار ہیں کہ وہ ایمان لائیں گے،چنانچہ وہاں سب ہی مؤمن ہوئے اور اب تک ایک بھی کافر نہیں،نوح علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا"**وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا**"خدایا اب یہ قوم کافر و فاجر ہی جنے گی۔معلوم ہوا کہ پشتہاپشت کے حالات سے خبردار ہیں۔شعر

ملکہ قبل از دادن تو سالہا　　　ہم چنیں دانند چنیں حالہا

[13]- 5849 وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَشُجَّ رَأْسِهِ فَجَعَلَ يَسْلُتُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُولُ: «كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا رَأْسَ نَبِيِّهِمْ وَكَسَرُوا رَبَاعِيَتَهُ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکڑی شہید کردی گئی ۱؎ اور آپ کے سر میں زخم لگادیا گیا ۲؎ تو آپ اپنے سے خون پونچھنے لگے ۳؎ اور فرمانے لگے کہ وہ قوم کیسے کامیاب ہو جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کردیا اور اس کی چوکڑی شہید کردی ۴؎ (مسلم)

۱؎ سامنے کے چار دانت دو اوپر کے اور دو نیچے کے رباعیہ کہلاتے ہیں،بروزن ثمانیہ،اردو میں انہیں چوکڑی کہتے ہیں۔حضور انور کی داہنی کی نیچے کی چوکڑی کا ایک دانت شریف کا ایک کنگرہ ٹوٹا تھا یہ دانت شہید نہ ہوا تھااور ہونٹ شریف بھی زخمی ہوگیا تھا۔یہ زخم عتبہ بن ابی وقاص کے پتھر سے لگا تھا،اس کے بعد عتبہ کا جو بیٹا پیدا ہوتا بالغ ہوتے ہی اس کا یہ ہی دانت گر جاتا تھا۔عتبہ کے اسلام میں اختلاف ہے،یہ عتبہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بھائی ہے۔(اشعۃ اللمعات)

۲؎ غزوہ احد میں حضور انور پر کفار کی تلواریں ستر پڑیں اللہ نے حضور کو بچالیا،ان کے وار خالی گئے۔ایک کافر کا پتھر سر مبارک میں لگا جس سے خود ٹوٹ کر سر شریف میں گڑ گیا اور خون جاری ہوگیا۔ایک مسلمان نے اس پتھر مارنے والے کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے،آگے گڑھا تھا جس میں حضور انور کا گھوڑا گر گیا اور آپ اس غار میں گر گئے حضرت طلحہ فورًا وہاں کود گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انور کو اپنی گود میں اٹھالیا،حضور نے فرمایا طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کرلی،حضرت ابو عبیدہ ابن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کی کڑیاں سر شریف میں سے نکالیں اور مالک ابن سنان نے حضور کے زخم پر منہ رکھ کر خون چوس لیا،حضور انور نے فرمایا میرا خون تیرے خون سے مخلوط ہوگیا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔(اشعۃ اللمعات)

۳؎ حضور انور اپنے زخم سے خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے،حضرت علی اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے،جناب فاطمہ زہرا نے چٹائی جلا کر راکھ زخم شریف میں بھری جس سے خون بند ہوا۔

۴؎ چنانچہ حضور انور نے وہ خون زمین پر نہ گرنے دیا فرمایا کہ اگر میرے اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرجاوے تو عذاب الٰہی آجاوے۔(اشعہ)خیال رہے کہ حضور انور کی فصد کے خون کا یہ حکم نہیں کہ وہ خون اور نوعیت کا ہے یہ زخم کا خون ظالم کے ظلم کا نتیجہ ہے لہذا اس خون کا اثر اور ہے۔

5850 -[14] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ فَعَلُوا بِنَبِيِّهِ» يُشِيرُ إِلَى رَبَاعِيَتِهِ «اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُولُ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس قوم پر اللہ کا غضب سخت ہوتا ہے جو اپنے نبی کے ساتھ یہ کرے اور حضور اپنی چوکڑی کی طرف اشارہ کرتے تھے۱؎ اللہ کا غضب سخت ہے اس شخص پر جسے رسول اللہ اللہ کی راہ میں قتل کریں۲؎(مسلم،بخاری)یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

۱؎ یعنی قریش کا میرے ساتھ یہ عمل سخت عذاب کا سبب ہے کیونکہ نبی کو قتل کرنا نبی کو زخمی کرنا عذابِ الٰہی کا باعث ہے،یہ ہے قدرت کا قانون مگر چونکہ آپ رحمت عالمین ہیں اس لیے قریش پر عذاب نہیں آیا یہ ہے رب کی رحمت یہ مطلب یاد رہے،اس بنا پر حدیث پر اعتراض نہیں کہ قریش پر عذاب آیا کیوں نہیں۔

۲؎ یعنی جو کافر جہاد میں نبی کے ہاتھ سے قتل ہو وہ دوزخ کے سخت تر طبقے میں جاوے گا جسے نبی قصاص زنا کی سزا وغیرہ میں قتل کریں اس کا یہ حکم نہیں۔خیال رہے کہ دوسرے مسلمان غازی اگر کسی کافر کو قتل کریں تو وہاں غلطی کا احتمال ہے کہ شاید اسے کافر سمجھنے میں غلطی ہوگئی،نبی جس کو قتل کریں وہاں یہ احتمال نہیں،نیز وہ مقتول کافر نبی کو قتل کرنے ہی کے ارادہ سے آیا تھا جیسے نبی کو قتل کرنا بدترین کفر ہے ایسے ہی نبی کے قتل کا ارادہ کرنا بدتر کفر ہے اس وجہ سے وہ مقتول سخت سزا کا مستحق ہے۔حضور انور نے صرف ایک کافر کو جہاد میں قتل کیا ہے ابی ابن خلف کو۔مسئلہ برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ انہیں کنعان سے نکال دینے کا ارادہ کیا تھا،نیز اس وقت یوسف علیہ السلام نبی نہ تھے،نیز بعد میں ان سب نے یوسف علیہ السلام سے معافی حاصل کرلی لہذا وہ اس قانون کی زد میں نہیں آتے۔سوا نبی کے اور کسی کو دنیاوی وجہ سے قتل کرنا کفر نہیں،یہ نبی کی شان ہے کہ انہیں کسی وجہ سے قتل کرنا یا قتل کا ارادہ کرنا بدترین کفر ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

5851 -[15] (مُتَّفَق عَلَيْهِ) عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَوَّلِ مَا نزل من الْقُرْآن؟ قَالَ: [يَا أَيهَا المدثر] قلت: يَقُولُونَ: [اقْرَأْ باسم رَبِّكَ] قَالَ	روایت ہے حضرت یحیٰی ابن ابی کثیر سے فرماتے ہیں کہ میں نے ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن سے۱؎ قرآن کی پہلی نازل ہونے والی آیت کے متعلق پوچھا تو فرمایا یا ایھا المدثر ہے،میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اقرا باسم ربك ہے ۲؎ تو ابو سلمہ بولے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس

أَبُو سَلَمَةَ: سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ ذَلِكَ. وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ الَّذِي قُلْتَ لِي. فَقَالَ لِي جَابِرٌ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا بِمَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ خَلْفِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ شَيْئًا فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ: دَثِّرُونِي فَدَثَّرُونِي وصبُّوا عليَّ مَاء بَارِدًا فَنزلت: [يَا أَيهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ. وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ. وَالرجز فاهجر] وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلَاةُ.	بارے میں پوچھا اور میں نے ان سے اسی طرح کہا جو تم نے مجھ سے کہا تو مجھ سے حضرت جابر نے کہا کہ میں تم کو نہیں خبر دیتا مگر اس کی جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی فرمایا تھا کہ میں نے حراء میں ایک ماہ اعتکاف کیا۳ تو جب میں نے اپنا اعتکاف پورا کیا۴ تو میں اتر آیا پھر مجھے پکارا گیا میں نے اپنے داہنے دیکھا تو کچھ نہ دیکھا اور میں نے اپنے بائیں غور کیا تو کچھ نہ دیکھا اور میں نے اپنے پیچھے دیکھا تو کچھ نہ پایا ۵ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا تو ایک چیز دیکھی پھر میں جناب خدیجہ کے پاس آیا میں نے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو انہوں نے اوڑھا دیا اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا ۶ تب یہ آیت اتری اے کپڑے اوڑھنے والے اٹھو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو پلیدی دور کرو،یہ واقعہ نماز فرض کیے جانے سے پہلے کا ہے ۷(مسلم،بخاری)

۱یہ دونوں حضرات تابعی ہیں،یحیی ابن کثیر بھی اور ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن بھی دونوں بڑے عالم فقیہ،عابد زاہد متقی تھے۔

۲دونوں روایتیں درست ہیں نبوت کی پہلی آیت "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" ہےاور رسالت کی پہلی آیت "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" ہے، آپ پڑھ چکے ہیں کہ "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ"وحی بند ہونے کے بعد اتری ہے۔(مرقات)یعنی تبلیغ انداز کی پہلی آیت "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" ہے۔

۳یہاں اعتکاف سے وہ اعتکاف مراد ہے جو وحی بند ہوجانے کے زمانہ میں حضور انور نے غار حرا میں کیا تھا"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ"آیۃ آچکی تھی،اس کے بعد بھی حضور انور غار حرا میں جاتے وہاں عبادت کرتے رہے۔اس سے معلوم ہوا کہ وحی ایک ماہ تک بند رہی ہے۔(مرقات)وحی بند رہنے کی مدت میں جو گفتگو ہے وہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں۔حضور انور کا پہلا اعتکاف تو چھ ماہ کا تھاجو نزول وحی سے پہلے ہوا۔

۴یعنی یہ دوسرا اعتکاف ایک ماہ والا مراد ہے لہذا حدیث پر کوئی اشکال نہیں وہ پہلا اعتکاف چھ ماہ والا مراد نہیں۔خیال رہے کہ ان اعتکافوں میں حضور انور ساتویں آٹھویں دن اپنے گھر جناب خدیجۃ الکبریٰ کے پاس روٹی لینے تشریف لاتے تھے۔

۵یعنی آواز تھی مگر آواز والا کوئی نہ تھا۔

۶کیونکہ اللہ کے ذکر اس کی تجلی میں گرمی ہوتی ہے جو کبھی ٹھنڈے پانی سے کم ہوجاتی ہے۔بعض صوفیا کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ٹھنڈے پانی میں نہریا دریا میں کھڑے ہو کر ذکر اللہ کرتے ہیں یہ غلط نہیں ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔

۷معلوم ہوا کہ طہارت و صفائی کا حکم پہلے آیا نماز کا حکم بعد میں،یہ بھی خیال رہے کہ نماز پنجگانہ معراج میں آئی یعنی شب معراج میں اور نماز تہجد پہلے آئی معراج سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے،بیت المقدس میں حضرات انبیاء کرام کو

یہ نماز تہجد کی پڑھائی ہوگی۔واللہ اعلم! یہاں صلوۃ سے مراد مطلقًا نماز ہے کیونکہ سورۂ مدثر کے عرصہ کے بعد سورۂ مزمل آئی اور سورۂ مزمل سے نماز تہجد جاری ہوئی۔

باب علامات النبوّة

نبوت کی نشانیاں ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ علامت بنا ہے علم سے بمعنی نشانی۔یہاں نبوت کے نشانات مراد ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پتہ چلے،یعنی وہ عجائب قدرت جو آپ کی تائید میں آپ سے ظاہر ہوں خواہ نبوت کے اعلان سے پہلے جنہیں ارہاص کہتے ہیں خواہ نبوت کے ظہور کے بعد جنہیں معجزات کہتے ہیں،بلکہ گزشتہ آسمانی کتب میں آپ کا ذکر بھی انہیں علامات میں داخل ہے اس لیے اس باب میں یہ تینوں چیزیں بیان ہوں گی اور معجزات کے باب میں صرف وہ عجائبات بیان ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بعد دعویٰ نبوت کے ظاہر ہوئے اس لیے صاحب مشکوۃ معجزات کا علیحدہ باب باندھیں گے۔

[1]- 5852	
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً. فَقَالَ: هَذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَأَمَهُ وَأَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ يَعْنِي ظِئْرَهُ. فَقَالُوا: إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ أَنَسٌ: فَكُنْتُ أَرَى أَثَرَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جناب جبریل علیہ السلام آئے جب کہ آپ بچوں کے ساتھ مشغول تھے ۱؎ تو حضور کو پکڑا انہیں لٹایا ان کا دل چاک کیا تو اس سے پارہ گوشت نکالا پھر کہا کہ یہ آپ میں شیطان کا حصہ ہے ۲؎ پھر اسے سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا ۳؎ پھر اسے سی دیا اور اس کی جگہ واپس رکھ دیا ۴؎ چند بچے حضور کی ماں یعنی حضور کی دائی کے پاس دوڑتے آئے ۵؎ بولے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردیا گیا لوگ آپ کی طرف دوڑے آئے ۶؎ آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا ۷؎ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دھاگے کا اثر آپ کے سینہ پاک میں دیکھا کرتا تھا ۸؎(مسلم)

۱؎ یہاں **لعب** سے مراد لغو کھیل کود نہیں ہے کیونکہ حضور انور اپنی عمر شریف میں کبھی نہیں کھیلے بچپن شریف میں ہی کھیل سے نفرت تھی،کسی بچے نے کھیل کے لیے بلایا تو فرمایا **ما خلقنا لھذا** ہم کھیل کے لیے پیدا نہیں ہوئے بلکہ لعب سے مراد دنیاوی کام میں مشغولیت ہے۔یہ واقعہ جناب حلیمہ کے ہاں کا ہے جب حضور انور حلیمہ کے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے قبیلہ بنی سعد کے جنگل میں تشریف لے گئے تھے اور خود اپنی خوشی سے بہ اصرار گئے تھے یہ واقعہ وہاں کا ہے۔شعر

فضل پیدائشی پر کروڑوں درود کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

۲؎ یعنی اگر یہ حصہ تمہارے دل میں رہتا تو شیطان اس پر اپنا اثر کیا کرتا ہم وہ چیز آپ کے دل میں رہنے دیں گے ہی نہیں جس پر شیطان اثر جماتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ کرسکتے ہی نہ تھے کیونکہ گناہ یا تو نفس امارہ کراتا ہے یا شیطان،حضور کا نفس امارہ نہیں بلکہ نفس مطمئنہ ہے،شیطان کی حضور انور کے دل تک گزر نہیں پھر گناہ کون کرائے۔خیال رہے کہ اولًا دل میں یہ گوشت کا ٹکڑا پیدا کیا جانا پھر اس کا نکالا جانا ایسا ہے جیسے جسم اقدس پر بالوں ناخنوں کا ہونا پھر ان کا کٹوایا جانا

یہ بات نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔یہ بھی خیال رہے کہ اس واقعہ کا نام شرح صدر بھی ہے،شق صدر بھی۔یہ واقعہ عمر شریف میں کئی بار ہوا ہے یہ پہلا موقعہ ہے،رب فرماتاہے:"اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ"اس آیت میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ ہے،دوسری بار دس سال کی عمر شریف میں،پھر غارِ حرا میں اعتکاف کے زمانہ میں،پھر شبِ معراج میں،ان تین بار میں زیادتی نور زیادتی شرح کے لیے ہوا۔

۳؎ یہ طشت سونے کا جنت سے لائے تھے جنتی سونے کا استعمال خصوصًا فرشتوں کے لیے حرام نہیں۔ان شاءاللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے ہم لوگ جنت میں سونے کے زیورات سونے کے برتن استعمال کریں گے۔اس سے معلوم ہوا کہ آبِ زمزم سارے پانیوں سے حتی کہ جنت کے کوثر و سلسبیل سے بھی افضل ہے ورنہ فرشتے کوثر لاتےاور کیوں نہ ہو کہ یہ پانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں سے پیدا ہوا اس لیے افضل وہ پانی ہے جس کے چشمے حضور کی انگلیوں سے چھوٹے،اس پانی سے افضل حضور کے منہ شریف کا لعاب ہے کہ ان دونوں پانیوں کو حضور سید الانبیاء سے نسبت ہے۔(مرقات)

۴؎ یعنی یہ عمل کرکے دل کو سینے میں اپنی جگہ رکھ کر سینہ سی دیا مگر اس سارے عمل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تکلیف ہوئی نہ زخم پہنچا نہ خون نکلا،یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ارہاصات ہوئے اسی لیے یہ حدیث اس باب میں لائے۔

۵؎ یعنی حضرت حلیمہ کے بچے بھی اور دوسرے بچے بھی جو قریب میں اپنی بکریاں چرا رہے تھے یہ واقعہ دیکھ کر گھبرا گئے اور دوڑے ہوئے بی بی حلیمہ کے پاس آئے اور اس کی خبر دی وہ سمجھے کہ حضور انور کو شہید کردیا گیا۔

۶؎ یعنی جناب حلیمہ اور ان کے خاوند ابوکبشہ اور قبیلہ بنی سعد کے قریبًا سارے آدمی ادھر بھاگے یہ عجیب واقعہ سن کر سب گھبرا گئے اس لیے **فاستقبلوہ** جمع کا صیغہ ارشاد ہوا۔

۷؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ حیرت یا ہیبت سے بدل گیا تھا عمر شریف سات سال سے بھی کم تھی۔

۸؎ یہ دھاگے قدرتی تھے اور سینے والے فرشتے تھے،یہ اثر ایسا ہی تھا جیسے آپریشن کے بعد سلائی کا اثر آپریشن کی جگہ رہتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر نبوت اور چیز ہے یہ سلائی کچھ اور چیز کیونکہ یہ سلائی اور دھاگے کے نشانات سینہ شریف پر تھے اور مہر نبوت دو کندھوں کے درمیان۔جن لوگوں نے کہا ہے کہ یہ نشان ہی مہر نبوت تھی انہوں نے غلطی کی ہے چار بار شق صدر ہواہر دفعہ اسی طرح ہوا۔

[2]- 5853 وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبعث إِني لأعرفه الْآن» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں مکہ کے وہ پتھر پہچانتا ہوں جو نبوت کے ظہور سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۱؎ میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں ۲؎(مسلم)

۱؎ بعض شارحین نے کہا کہ یہ پتھر سنگ اسود ہے مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جو مکہ معظّمہ میں زقاق الحجر میں واقع ہے۔ **زقاق الحجر** مکہ معظّمہ کا ایک محلّہ ہے جو کعبہ معظّمہ اور جناب خدیجہ کے گھر کے درمیان واقع ہے،اس پتھر میں حضور انور کی کہنی کے آثار موجود ہیں،لوگ خصوصًا اہل مکہ اسی پتھر کی زیارت کرتے ہیں دور دور سے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں۔(مرقات،اشعۃ اللمعات)اب نجدیوں کی برکت سے یہ تبرکات گم ہوگئے۔

۲؎ وہ پتھر یوں کہتا تھا السلام علیك یارسول اللہ السلام علیك یا حبیب اللہ جیساکہ باب المعجزات میں آوے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور اپنی نبوت سے بچپن شریف میں ہی خبردار تھے۔مکہ معظّمہ کے پتھر اور در و دیوار حضور کی نبوت کی گواہی دے چکے تھے،پہلی وحی کے سارے واقعات حضور کی بے علمی کی بنا پر نہیں جیساکہ ہم ابھی پچھلے باب میں عرض کرچکے ہیں۔جو لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت حضور کو اپنی نبوت کی خبر نہ تھی،آپ نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا یا یہ کہ خدیجہ کبریٰ اور ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے حضور نے اپنے کو نبی جانا غلط ہے۔آج بچپن شریف میں پتھر تک حضور کو رسول اللہ نبی اللہ کہہ کر سلام کررہے پھر بے خبری کیسے۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ مکہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہیں حضور کوئی معجزہ دکھائیں ۱؎ تو حضور نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھایا ۲؎ حتی کہ انہوں نے حراء کو ان دونوں کے بیچ میں دیکھا ۳؎ (مسلم،بخاری)	5854 -[3] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن أنسٍ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتَّى رَأَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا.

۱؎ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں ہے کہ یمن کا سردار حبیب ابن مالک ابوجہل کی دعوت پر مکہ معظّمہ آیا تھا کہ اسلام کا زور کم کرے،لوگوں کو اسلام سے روکے،اس نے ابوجہل وغیرہ کے ساتھ یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ ہم کو آسمانی معجزہ یعنی چاند دو ٹکڑے کرکے دکھائیں حضور انور نے ان سب کو صفا پہاڑ پر لے جاکر یہ معجزہ دکھایا،پھر وہ بولا کہ اب یہ معجزہ دکھائیں کہ بتائیں میرے دل کو کیا دکھ ہے،فرمایا تیری ایک بیٹی ہے سطیحہ نام جو آنکھوں سے اندھی،کانوں سے بہری،پاؤں سے لنگڑی،زبان سے گونگی،ہاتھوں سے لنجی ہے جا اسے اللہ نے شفا دے دی حبیب نے فورًا کلمہ پڑھا،جب گھر پہنچا تو دروازہ کھولنے وہ ہی بے دست و پا لڑکی سطیحہ آئی باپ کو دیکھ کر اس نے کلمہ پڑھا حبیب بولا تجھے یہ کلمہ کون پڑھا گیا ابھی تو اس ملک میں یہ کلمہ نہیں آیا وہ بولی۔شعر

وہ دکھاکے شکل چلے گئے میرے دل کا چین بھی لے گئے

مری روح ساتھ نہ کیوں گئی مجھے اب تو زندگی بار ہے

میں نے اس حلیہ کے بزرگ کو خواب میں دیکھا جو کہتے ہیں بیٹی تیرے باپ کو ہم مکہ میں کلمہ پڑھا رہے ہیں تو یہاں کلمہ پڑھ لے تجھے اللہ نے شفا بھی بخش دی،میں جاگی تو تندرست تھی اور یہ کلمہ زبان پر جاری تھا۔(خرپوتی)

۲؎ چاند چیرنے کا معجزہ تواتر معنوی سے اور قرآن مجید سے ثابت ہے،رب فرماتا ہے:"اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ"آیت میں قیامت کا چاند چرنا مراد نہیں کیونکہ آگے ہے:"وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ"کفار یہ معجزہ دیکھ کر بھی کہیں گے کہ یہ جادو دائمی ہے قیامت میں مستمر چاند چرنے کو جادو کوئی نہیں کہہ سکتا،دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات۔

۳؎ خیال رہے کہ جنہوں نے یہ معجزہ صفا پہاڑ کی طرف سے دیکھا انہوں نے کہا کہ چاند کے دو ٹکڑوں کے بیچ میں صفا تھا،جنہوں نے جبل نور کی طرف سے دیکھا انہوں نے کہا کہ بیچ میں حرا تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔خیال رہے کہ جیسے چاند گرہن ہر جگہ نظر نہیں آتا ایسے ہی چاند چرنا ہر جگہ نظر نہیں آیا اس وقت بعض ملکوں میں دن تھا،نیز جہاں نظر آیا وہاں سب نے نہ دیکھا،بعض لوگ اس وقت سوچکے تھے جاگتے تھے انہوں نے آسمان کی طرف نہ دیکھا کیونکہ چاندنی میں کوئی کمی یا فرق نہ ہوا تھا،

پھر مکہ میں آنے والے نووارد مسافروں نے بھی اس کے دیکھنے کی خبر دی تھی۔چاند کا چرا رہنا لحظ بھر کے لیے تھا جتنی دیر میں ان لوگوں نے دیکھا اور یقین کرلیا پھر فورًا ہی جوڑ دیا گیا۔شعر

اشارہ سے چیر دیا چھپے ہوئے خود کو پھیر لیا | گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمہارے لیے

5855 -[4] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ: فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُونَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اشْهَدُوا» .	روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوکر پھٹا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو[1] (مسلم،بخاری)

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند ٹوٹ کر اس کے دونوں ٹکڑے اپنی جگہ سے نہ ہٹے بلکہ ایک ٹکڑا اپنی جگہ رہا دوسرا جگہ سے ہٹا تھا۔**دونہا** کے معنی یہ نہیں کہ چاند کا وہ ٹکڑا زمین پر اتر آیا تھا پہاڑ کے نیچے پہنچ گیا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آسمان کے کناروں کی طرف پہنچ گیا جو پہاڑ کے نیچے نظر آتا تھا جیسے چاند یا سورج نکلتے وقت درختوں کی شاخوں کی سیدھ میں نظر آتے ہیں۔

5856 -[5] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو جَهْلٍ: هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ فَقِيلَ: نَعَمْ. فَقَالَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَئِنْ رَأَيْتُهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ لَأَطَأَنَّ عَلَى رَقَبَتِهِ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي - زَعَمَ لِيَطَأَ عَلَى رَقَبَتِهِ - فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ إِلَّا وَهُوَ يَنْكُصُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَيَتَّقِي بِيَدَيْهِ فَقِيلَ لَهُ مَالك؟ فَقَالَ: إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهَوْلًا وَأَجْنِحَةً. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ دَنَا مِنِّي لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْواً عُضْواً» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ کیا محمد تمہارے سامنے اپنا چہرہ گرد آلود کرتے ہیں[1] کہا گیا ہاں تو بولا کہ لات و عزیٰ کی قسم اگر میں نے انہیں یہ کرتے دیکھا تو انکی گردن روند دوں گا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ حضور نماز پڑھ رہے تھے[2] ارادہ کیا کہ حضور کی گردن کو روندے تو کفار کو اسی بات نے گھبراہٹ میں کر ڈالا کہ وہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے لوٹ رہا تھا[3] اور اپنے ہاتھوں سے بچاؤ کررہا تھا،اس سے کہا گیا کہ تجھے کیا ہوا وہ بولا کہ میرے اور حضور کے درمیان آگ کی خندق ہے[4] اور ہیبت اور پَر ہیں[5] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مجھ سے قریب ہوتا تو فرشتے اس کے عضو عضو کے ٹکڑے کردیتے[6] (مسلم)

[1] یعنی کیا تمہارے ہوتے ہوئے حضور محمد مصطفٰی حرم شریف میں آکر کعبہ معظّمہ کے سامنے نماز ادا کرتے ہیں سجدہ کرتے ہیں۔ اس مردود نے سجدہ کرنے کو چہرہ گرد آلود کرنا کہا اظہار بے ادبی کے لیے حقارت کے لیے۔**نعوذ باللہ!**

[2] یعنی ان کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اس طرح آیا کہ یا تو انہیں شہید کردوں یا سخت ایذا پہنچاؤں۔

[3] یہ تھی حضور انور کی ہمت و جرأت کہ کفار میں گھرے ہوئے ہونے اور کفار کے ایسے برے ارادوں کو جاننے کے باوجود اکیلے کعبہ معظّمہ میں نماز پڑھ رہے ہیں نہایت خشوع و حضور کے ساتھ کسی کا خوف دل میں نہیں۔

۴؎ یعنی پہلے تو ابوجہل بڑی شیخی سے حضور انور کی طرف برے ارادے سے بڑھا اور اس کے ساتھی خوش ہوئے اور اگلی بات کا اظہار کرنے لگے مگر اب یہ لوگ حیران بھی ہوگئے اور پریشان بھی کہ انہوں نے دیکھا کہ وہ نہایت ذلت و خواری سے الٹے پاؤں لوٹ رہا ہے اپنے ہاتھ سامنے کی طرف پھیلائے ہوئے جیسے کوئی سخت پریشان کن چیز آگے دیکھے تو ہاتھ سامنے کیے ہوئے پیچھے الٹے پاؤں پلٹے۔

۵؎ یعنی میں نے اپنے آگے تین چیزیں دیکھیں: آگ سے بھری خندق (کھائی) ہے اور ایسی دہشت ناک چیزیں جو میں بتا نہیں سکتا کہ وہ کیا ہیں، تیسرے بڑے بڑے پَر۔غالب یہ ہے کہ یہ آگ دوزخ کی تھی اور پَر ان فرشتوں کے تھے جو حضور کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور ہولناک عذاب دوزخ کے سانپ بچھو تھے ان کی بڑائی دیکھ کر ابوجہل پہچان نہ سکا۔

۶؎ مگر چونکہ ابوجہل کی ذلت والی موت میدان بدر میں مقرر تھی اس لیے وہ نہ آگے بڑھا نہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔

[6]- 5857

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: بَيْنَا أَنَا عِنْد النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا إِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ أَتَاهُ الْآخَرُ فَشَكَا إِلَيْهِ قَطْعَ السَّبِيلِ. فَقَالَ: " يَا عدي هَل رَأَيْتَ الْحِيرَةَ؟ فَإِنْ طَالَتْ بكَ حَيَاةٌ فَلَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَلَئِنْ طَالَتْ بك حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى وَلَئِنْ طَالَتْ بكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يَخْرُجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ فَلَا يجد أحدا يقبله مِنْهُ وَلَيَلْقَيَنَّ اللَّهَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ يَلْقَاهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ فَلَيَقُولَنَّ: أَلَمْ أَبْعَثْ إِلَيك رَسُولا فليبلغك؟ فَيَقُولُ: بَلَى. فَيَقُولُ: أَلَمْ أُعْطِكَ مَالًا وَأُفْضِلْ عَلَيْكَ؟ فَيَقُولُ: بَلَى فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا جَهَنَّمَ وَيَنْظُرُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا جَهَنَّمَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ " قَالَ عَدِيٌّ: فَرَأَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ إِلَّا اللَّهَ وَكُنْتُ فِيمَنِ افْتَتَحَ كُنُوزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيَاةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ أَبُو

روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے فرماتے ہیں ۱؎ کہ جبکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے آپ سے فاقہ کی شکایت کی پھر آپ کے پاس دوسرا آیا اس نے حضور سے ڈکیتی کی شکایت کی ۲؎ تو فرمایا اے عدی کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے ۳؎ اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم ایک بڑھیا کو دیکھو گے کہ حیرہ سے چلے گی حتی کہ کعبہ کا طواف کرے گی خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے گی ۴؎ اور اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے ۵؎ اور اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم آدمی دیکھو گے کہ لپ بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اسے تلاش کرے گا جو اسے قبول کرے تو ایسا ایک شخص بھی نہ ملے گا ۶؎ جو اس سے قبول کرے اور رب سے ملاقات کے دن تم میں سے ہر ایک اپنے رب کو یوں ملے گا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا ۷؎ جو اسے ترجمہ کرے،رب فرمائے گا کہ کیا میں نے تیری طرف رسول نہ بھیجا ۸؎ جو تجھے تبلیغ کرے بندہ کہے گا ہاں،پھر فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تجھ پر فضل نہیں کیا بندہ کہے گا ۹؎ ہاں تو وہ اپنے داہنے دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر دوزخ اور اپنے بائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر دوزخ ۱۰؎ آگ سے بچو اگرچہ چھوہارے کی قاش کے ذریعہ جو یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات کے ذریعہ ۱۱؎ عدی فرماتے ہیں کہ میں نے بڑھیا کو تو دیکھ لیا کہ وہ حیرہ سے چلتی ہے حتی کہ کعبہ کا طواف کرتی ہے کہ اللہ کے

الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَخْرُجُ ملء كفيه» . رَوَاهُ البُخَارِيّ	سوا کسی سے نہیں ڈرتی۱۲ اور میں خود ان لوگوں میں تھا جنہوں نے کسریٰ ابن ہرمز کے خزانے فتح کیے اور اگر تم لوگوں کی عمر دراز ہوئی تو تم وہ بھی دیکھ لوگے جو ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی لپ بھر سونا لے کر نکلے گا۱۳ (بخاری)

۱؎ حضرت عدی صحابی ہیں،یہ حاتم کے بیٹے ہیں،یہ حاتم وہ ہے جو مشہور سخی گزرا ہے،آپ اپنے والد حاتم ابن عبد ابن سعد کی وفات کے بعد شعبان ۷ھ میں ایمان لائے بعد میں کوفہ میں رہے،حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے،جمل کے دن آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی،ایک سو بیس سال کی عمر پائی، ۶۷ھ میں وفات پائی مقام فرقلیہ میں قبر ہے۔(کمال)

۲؎ معلوم ہوا کہ اس وقت قحط سالی اور راستہ کی بدامنی شباب پر تھی،لوگوں کے گھروں میں رزق نہ تھا باہر جا کر کمانے کے لیے راہ میں امن نہ تھی کریں تو کیا۔

۳؎ حیرہ نیشاپور کا ایک محلّہ بھی ہے اور کوفہ کے قریب ایک بستی بھی یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔حضرات صحابہ نے اس زمانہ میں فارس کا ملک وہاں کے شہریوں کے محلے نہیں دیکھے تھے۔

۴؎ یہ بشارت ڈکیتی کی شکایت کا جواب ہے کہ عنقریب ایسا امن و امان کا زمانہ آنے والا ہے۔**ظعینة** بنا ہے **ظعن** سے بمعنی اونٹ کا ہودج یا ہودج کا سوار یعنی مسافر ظعینہ مسافرہ عورت۔یہاں سفر حج کی مسافرہ عورت مراد ہے۔اس فرمان عالی میں اشارۃً فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے زندگی میں یہ امن و امان دیکھ لوگے اسلام کی سخت سزاؤں نے عرب جیسے ملک میں امان قائم کردی جہاں صدیوں سے ڈکیتی چوری قزاقی وغیرہ تھی۔

۵؎ کسریٰ لقب تھا بادشاہ ایران کا یہ اصل میں خسرو تھا بمعنی بڑے ملک کا مالک۔خسرو فارسی لفظ ہے،اس سے عربی میں کسریٰ بنایا گیا لہذا یہ معرب ہے۔کنوز فرماکر یہ بتایا کہ تم صرف ملک ایران ہی فتح نہیں کروگے بلکہ ان کے سونے سے بھرے ہوئے خزانے بھی حاصل کروگے یہ بشارت عہد فاروقی میں ظاہر ہوئی۔

۶؎ یعنی لوگوں میں مال کی بہت ہی فراوانی ہوگی ساتھ ہی ایمانداری تقویٰ دیانت بھی کمال درجہ کی ہوگی کہ اس وقت نہ تو کوئی فقیر ہوگا جو زکوۃ لینے کے قابل ہو نہ کوئی طمع کا مارا لالچی ہوگا جو خواہ مخواہ زکوۃ لے لے اگرچہ فقیر نہ ہو جیسا آج ہورہا ہے کہ بعض امیر لوگ فقیر بن کر زکوۃ لے لیتے ہیں اس زمانہ میں قناعت بھی ہوگی۔یہ واقعہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہوچکا اور قریب قیامت امام مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کے دور میں ہوگا۔یہاں پہلے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس لیے فرمایا کہ اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لوگے جس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ صحابہ کرام دیکھیں گے۔(مرقات واشعۃ اللمعات) بیہقی نے اس پر یقین فرمایا کہ یہ واقعہ ہوچکا حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں۔

۷؎ یعنی تم لوگ قیامت میں براہ راست بلاواسطہ اپنے رب سے کلام کروگے یہ کلام عربی زبان میں ہوگا۔قیامت کا سارا کاروبار بلکہ آج نامہ اعمال کی تحریر،قبر میں منکر نکیر کے سوالات سب عربی زبان میں ہیں،مرتے ہی انسان کی زبان عربی ہوجاتی ہے۔رب تعالٰی کے ہاں سرکاری زبان عربی ہے اس لیے فرمایا کہ لوگ اپنی دنیاوی بولیاں نہ بولیں گے تاکہ رب کا عربی کلام انہیں سمجھانے

کے لیے کوئی ترجمہ کرنے والا درمیان میں نہ ہو۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود تو عربی بولتے تھے مگر ساری زبانیں سمجھتے تھے حتی کہ جانوروں کی بولیاں بھی سمجھ لیتے تھے اس لیے اونٹوں چڑیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر فریاد کی اور داد پائی،اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔شعر

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شتران ناشاد شکوۂ رنج وعنا کرتے ہیں

۸؎ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اپنی اس نعمت کا اقرار کرائے گا جو ساری نعمتوں کی اصل بلکہ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والی ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کہ اللہ کی ساری نعمتیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے ماتحت استعمال کی جاویں تو نعمتیں ہیں ورنہ عذاب ہیں ہمارے خلاف گواہ۔

۹؎ اس فرمان عالی میں یہ بتایا گیا کہ مال وغیرہ انسان کی محض اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے۔شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

بہ ناداں چناں روزی رساند کہ دانا اندراں حیراں بماند
اگر بہ ہر سر مویت ہنر دو صد باشد ہنر بہ کار نہ آید چو بخت بد باشد

۱۰؎ اس عبارت میں روئے سخن بخیل مالداروں کی طرف ہے جو مال کا واجبی صدقہ نہ دیں،صحابہ کرام سے خطاب نہیں کہ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے متقی اول درجے کے سخی تھے جیساکہ حدیث اور تاریخ خواں حضرات سے چھپا نہیں۔

۱۱؎ یہاں کلمہ طیبہ سے مراد یا تو کلمہ شہادت ہے یا اللہ کا ہر ذکر ہے یا فقیر سے اچھی بات کہہ دینا معزرت کردینا آئندہ کے لیے وعدہ کرلینا کہ ابھی کچھ نہیں جب کچھ ہوگا تب ان شاءاللہ تم کو دیں گے اسی کو قرآن مجید نے قول معروف فرمایا ہے۔خیال رہے کہ حضور انور نے آئندہ دولت کی خبریں دے کر انہیں سخاوت دینداری پر قائم رہنے کی تاکید فرمادی،یہ ہے قوم کی اصلاح۔

۱۲؎ یعنی خلافت فاروقی میں ایران فتح ہوا،اس کا دارالخلافہ مدائن مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔مدائن میں شاہی محل جسے فارسی میں کوشک کہتے ہیں۔مسلمانوں نے حاصل کیا وہاں کے بے پناہ خزانے مسلمانوں کو ملے،اس جہاد میں میں خود موجود تھا اور یہ امن و امان خلافت عثمانیہ میں بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی کہ حیرہ سے بوڑھی عورت اکیلی مکہ معظمہ آرہی ہے اور راستہ میں کسی ڈکیتی وغیرہ کا اسے خطرہ نہیں حضور انور کی یہ دو پیش گوئیاں تو میں نے دیکھ لیں۔

۱۳؎ یعنی میرا اب آخری وقت آچکا ہے غالبًا تیسری پیش گوئی تم لوگ دیکھوگے کہ کوئی زکوۃ قبول کرنے والا نہ ملے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عدی ابن حاتم حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ سے پہلے وفات پاگئے ہیں جیساکہ پہلے کہا گیا۔

[7]- 5858	
وَعَن خبَّاب بن الأرتِّ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقد لَقينَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ شِدَّةً فَقُلْنَا: أَلَا تَدْعُو اللَّهَ	روایت ہے حضرت خباب ابن ارت سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی جب کہ حضور کعبہ کے سایہ میں چادر کا تکیہ لگائے لیٹے تھے ہم نے مشرکین سے بہت سختی جھیلی تھی تو ہم نے عرض کیا کہ حضور اللہ سے دعا کیوں نہیں فرماتے ۲؎ تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے چہرہ انور سرخ

فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ وَقَالَ: «كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ فَيُجَاءُ بِمِنْشَارٍ فَيُوضَعُ فَوْقَ رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ فَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ وَاللَّهِ لَيَتِمَّنَّ هَذَا الْأَمْرُ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰه أَو الذِّئْب على غنمه ولكنَّكم تَسْتَعْجِلُون» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	تھا۳ اور فرمایا کہ تم سے اگلوں میں ایک شخص کے لیے گڑھا کھودا جاتا تھا اسے اس گڑھے میں دبایا جاتا تھا پھر آرالایا جاتا تھا وہ اس کے سر پر رکھا جاتا تھا وہ قاشیں کرکے چیر دیا جاتا تھا یہ اسے اس کے دین سے نہ روکتا تھا۴ اور اس کے گوشت کے نیچے ہڈیوں پٹھوں تک پہنچا کر لوہے کی کنگھیوں سے اسے کنگھی کی جاتی تھی اور یہ اسے اس کے دین سے نہ روکتا تھا۵ خدا کی قسم یہ دین پورا ہوکر رہے گا۶ حتی کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک چلے گا۷ کسی سے خوف نہ کرے گا سواء اللہ کے یا سواء بھیڑیئے کے اپنی بکریوں پر مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو۸(بخاری)

۱؎ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،قبیلہ بنی تمیم سے ہیں،زمانہ جاہلیت میں آپ کو غلام بنالیا گیا تھا پھر بنی خزاعہ کی ایک عورت نے آپ کو خرید لیا اور آزاد کردیا،ابھی حضور انور دار ارقم میں پہنچے نہیں تھے کہ یہ مسلمان ہوگئے،کفار کے ہاتھوں آپ نے بہت ہی ایذائیں پائیں اور صابر رہے بعد میں کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی دفن ہوئے،تہتر سال عمر ہوئی ۳۷ھ سینتیس میں وفات پائی۔(مرقات،اکمال)

۲؎ یعنی ہم نے اپنے جسم کے زخم اور تکالیف کے نشانات حضور انور کو دکھا کر یہ عرض کیا کہ ان مشرکین پر حضور بددعا فرمادیں کہ یہ سب ہلاک ہوجاویں اور ہم کو انکی شر سے امن مل۔

۳؎ یا تو اس لیے چہرہ سرخ تھا کہ حضور انور دھوپ میں لیٹے تھے یا اس لیے کہ کفار کی ایذا رسانی کی خبر سے یا مسلمانوں کی جلد بازی ملاحظہ فرماکر صدمہ ہوا اس سے چہرہ انور سرخ ہوگیا۔

۴؎ یعنی پچھلی امتوں میں مؤمنوں پر ایسی سختی کی جاتی تھی کہ انہیں زندہ کو آرے سے چیر دیا جاتا تھا وہ چر جاتے تھے مگر ایمان نہ چھوڑتے تھے نہ ان مصیبتوں سے گھبراتے تھے۔

۵؎ یعنی لوہے کی نوکیلی اور دھار دار کنگھیاں ان کی کھوپڑی میں ٹھونکی جاتی تھیں جب وہ دماغ کی تہہ تک پہنچ جاتی تھیں تو انہیں پیچھے کی طرف زور سے کھینچا جاتا تھا جس سے ان کا بھیجہ تک کھنچ کر باہر نکل پڑتا تھا مگر وہ لوگ اس کے باوجود نہ گھبراتے تھے نہ ایمان چھوڑتے تھے تو تم **خیر الامم** ہو تمہاری استقامت ان سے زیادہ چاہیے،دنیاوی تکالیف سے مت گھبراؤ یہ عارضی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کے قصے سناکر تسلی دینا سنت رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ قرآن کریم نے بھی اس قسم کے بہت سے واقعات بیان فرمائے ہیں۔

۶؎ یہاں دین پورا ہونے سے مراد ہے اسلام کا پھیلنا،مسلمانوں کا غالب آجانا کفار کا مغلوب ہوجانا،مسلمانوں کی سلطنت میں امن و امان قائم ہوجانا۔اس ایک کلمہ میں بہت سی بشارتیں ہیں،رب فرماتا ہے:"وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ"اور فرماتا ہے: "لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ"۔

۷؎ صنعاء یمن کا ایک کنارہ ہے حضر موت دوسرا کنارہ ان دونوں شہروں میں بڑا فاصلہ ہے۔حضر موت وہ شہر ہے جہاں صالح علیہ السلام تشریف لائے اور وہاں ان کی وفات ہوئی،نیز جرجیس علیہ السلام وہاں آئے وہاں ان کی وفات ہوئی اس لیے اس کا نام حضر موت رکھا گیا۔(مرقات)اس شہر میں بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوئے حتی کہ کہا جاتا ہے حضر موت ینبت الاولیاء یعنی حضر موت شہر ولی اگاتا ہے۔(اشعۃ اللمعات)ایک قبیلہ کا نام بھی حضر موت ہے یہ قبیلہ جہاں رہتا تھا اس جگہ کا نام حضر موت ہوا۔

۸؎ چنانچہ یہ ساری باتیں خلاف عثمانیہ میں مکمل طور پر ظاہر ہوئیں وہاں ایسا امن و امان قائم ہوا کہ سبحان اللہ!جس وقت حضور انور نے یہ خبریں دی تھیں اس وقت ظاہری اسباب سے یہ بات ناممکن معلوم ہوتی تھی اللہ نے اس ناممکن کو واقع کر دکھایا۔

5859 -[8] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ ثُمَّ جَلَسَتْ تَفْلِي رَأسه فَنَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ» . فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُضْحِكُكَ؟ قَالَ: «نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ».كَمَا قَالَ فِي الأولى. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ.قَالَ:«أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ». فَرَكِبَتْ أُمُّ حَرَامٍ الْبَحْرَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ.

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے پاس جاتے تھے۱؎ وہ حضرت عبادہ ابن صامت کی بیوی تھیں ایک دن حضور انکے پاس تشریف لے گئے انہوں نے حضور کو کچھ کھلایا پھر بیٹھ گئیں آپ کے سر کی جوئیں دیکھنے لگیں۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے پھر ہنستے ہوئے جاگے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کیا چیز آپ کو ہنسا رہی ہے یارسول اللہ تو فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے اللہ کی راہ میں غازی جو اس سمندر کی فراخی میں سوار ہوں گے۳؎ جیسے تختوں پر بادشاہ یا بادشاہوں کی طرح۴؎ تختوں پر میں نے عرض کیا یارسول اللہ حضور اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان سے کرے۵؎ حضور نے ان کے لیے دعا فرمائی۶؎ پھر حضور نے سر رکھا اور سو گئے پھر جاگے ہنستے ہوئے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا چیز حضور کو ہنساتی ہے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے اللہ کی راہ میں غازیانہ شان سے جیساکہ پہلی بار میں فرمایا تھا۷؎ تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ حضور اللہ سے دعا کریں کہ مجھے ان میں سے کرے فرمایا تم پہلوں میں سے ہو۸؎ چنانچہ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ام حرام سمندر میں سوار ہوئیں۹؎ پھر جب سمندر سے نکلیں تو اپنی سواری سے گر گئیں اور فوت ہوگئیں۱۰؎(مسلم،بخاری)

۱؎ آپ ام حرام بنت ملحان ابن خالد ہیں،بنی نجار قبیلہ سے ہیں،ام سلیم کی بہن ہیں لہذا حضرت انس کی خالہ ہیں،آپ کا نام معلوم نہیں ہوسکا کنیت ہی میں مشہور ہیں،عبادہ ابن صامت کی بیوی ہیں،اپنے خاوند کے ساتھ روم گئیں،مقام قبرص میں سواری سے گر کر فوت ہوئیں وہاں ہی آپ کا مزار ہے،خلافت عثمانیہ میں وفات پائی۔(اکمال)

۲؎ حضرت ام حرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محرمہ ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے۔گفتگو اس میں ہے کہ محرمہ کیوں تھیں یا تو آپ کی رضاعی خالہ ہیں یا حضرت عبداللہ کی خالہ ہیں یا عبدالمطلب کی کیونکہ عبداللہ اور عبدالمطلب بنی نجار کے رشتہ دار ہیں۔(مرقات) بہرحال حضور انور کا ان کے پاس جانا،کھانا پینا،وہاں سونا ان کا حضور انور کا سر شریف دیکھنا بالکل جائز تھا۔خیال رہے کہ لیٹے ہوئے آدمی کے سر کو کھجلانا ٹٹولنا اس کے راحت کا باعث ہے ام حرام کا یہ عمل شریف اس لیے تھا۔

۳؎ یعنی میری وفات کے بعد میری امت کے شاندار غازی جہاد کے لیے سمندر کا سفر کریں گے یہ پہلا سمندری حملہ ہوگا جو وہ لوگ کریں گے۔**ثبج** ث کے فتحہ جیم کے شد سے بمعنی چوڑائی،بلندی،گہرائی اور انسان کی پیٹھ و کندھے کے درمیان کی جگہ،یہاں پہلے معنی میں ہے بحر سے مراد بحر عرب یعنی سمندر ہے۔

۴؎ یہ شک راوی کو ہے کہ **ملوگا** فرمایا یا **مثل ملوك** فرمایا۔اس فرمان عالی میں دو باتیں بتائیں: ایک یہ کہ وہ غازی سادہ زندگی سادہ لباس والے نہیں بلکہ شاہانہ شان و شوکت والے ہوں گے،شاہانہ شان سے سمندر کا سفر کریں گے۔دوسرے یہ کہ یہ لوگ اللہ کے بڑے ہی مقرب بندے ہوں گے کہ باوجود شاہانہ شان اور دنیاوی عیش و آرام اور عیش کے ساز و سامان کے اپنے گھر چھوڑ کر جہاد کرنے نکلیں گے،مقبولین بارگاہ ہوں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم فرمانے سے معلوم ہوا کہ سرکار کو اپنی امت کے شان و شوکت دیکھ کر خوشی ہوئی کیوں نہ ہو کہ بچوں کی شان سے باپ کو خوشی ہوتی ہے۔

۵؎ حضرت ام حرام نے محسوس کرلیا کہ حضور انور ان غازیوں سے بہت ہی خوش ہیں اور وہ لوگ سارے کے سارے بخشے ہوئے ہیں،تو عرض کیا کہ حضور دعا فرمادیں کہ میں بھی ان میں سے ہوؤں تاکہ آپ کی نگاہ کرم اور اللہ تعالٰی کی بخشش کی حصہ دار ہوجاؤں۔

۶؎ حضور انور کی دعا کی برکت سے ام حرام اللہ کے ہاں ان غازیوں کی فہرست میں آگئیں جیساکہ آگے معلوم ہورہا ہے۔

۷؎ یعنی اس دوسری خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے غازی دکھائے گئے جو اس سمندر میں اسی نیت جہاد سے اسی ملک روم کا سفر کریں گے مگر یہ لوگ وہ ہی پہلے والے نہ ہوں گے بلکہ دوسرے لوگ ہوں گے،بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ دونوں جماعتیں مغفور ہوں گی۔

۸؎ یعنی تم کو اس جہاد میں شرکت کا موقعہ نہیں ملے گا کیونکہ تم پہلے جہاد میں شہید ہوچکی ہوگی یہ جہاد تمہاری وفات کے بعد ہوگا۔اس فرمان عالی سے چند مسائل معلوم ہوئے:ایک یہ کہ وہ سارے مجاہدین دنیا و آخرت میں مؤمن ہوں گے کہ انہیں **امتی** فرمایا۔دوسری روایت میں ہے کہ انہیں **مغفورین** فرمایا۔دوسرے یہ کہ مجاہدین شاہانہ شان و شوکت کے مالک ہوں گے اس وقت مسلمانوں کے پاس دولت ملک بہت ہوگی۔تیسرے یہ کہ ان کے یہ دونوں جہاد قبول ہوں گے اور حضور ان دونوں قسم کے غازیوں سے راضی و خوش ہیں اسی لیے حضور یہ خواب دیکھ کر مغموم نہیں ہوئے بلکہ خوش ہوئے۔چوتھے یہ کہ اس جہاد میں شریک ہونے والے بڑے درجات والے ہوں گے اگرچہ ان میں سے بعض کو جنگ کا موقعہ نہ ملے جیسے خود ام حرام کا واقعہ ہوا۔پانچویں یہ کہ حضور ہر شخص کے وقت موت اور جگہ موت سے خبردار ہیں کہ فرمادیا تم اس دوسرے جہاد کے وقت فوت ہوچکی ہوگی۔چھٹے یہ کہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھی جلیل القدر صحابہ ہیں جنتی ہیں کہ یہ واقعہ امیر معاویہ کے زمانہ ہی میں تو پیش آیا جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خوشی منائی دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر۔

۹؎ یہاں امیر معاویہ کے زمانہ سے مراد آپ کی سلطنت کا زمانہ نہیں ہے بلکہ آپ کی گورنری کا زمانہ ہے کیونکہ یہ پہلا جہاد روم خلافت عثمانیہ ۲۸ھ اٹھائیس میں واقعہ ہوا۔(اشعہ)اس جہاد کی کمان امیر معاویہ کررہے تھے لہذا فی زمن معاویة فرمایا گیا۔

۱۰؎ یہ واقعہ ۲۸ھ میں ہوا،آپ مقام قبرص میں اس طرح شہید ہوئیں۔خیال رہے کہ دوسرا جہاد روم امیر معاویہ کی سلطنت کے زمانہ میں ہوا، ۵۱ھ اکیاون ہجری میں اس جہاد میں یزید ابن معاویہ غازیوں کا جرنیل تھااور اس میں حضرت عبداللہ ابن عمر،عبداللہ ابن عباس،ابو ایوب انصاری،امام حسین وغیرہم جلیل القدر صحابی غازیانہ شان سے شامل تھے۔اس جہاد میں حضرت ابو ایوب انصاری نے قسطنطنیہ(استنبول)میں وفات پائی،یزید ابن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یزید ہی نے انہیں قسطنطنیہ(استنبول)کی فصیل کے نیچے دفن کیا اور وہاں کے عیسائیوں سے کہا کہ اگر تم نے اس قبر کی بے حرمتی کی تو میں تمہارے سارے گرجے جو ہمارے ملک میں ہیں ان کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔دیکھو قسطلانی شرح بخاری پارہ گیارہ باب قتال روم اور اکمال۔جو لوگ کہتے ہیں کہ امام حسین نے کفار سے جہاد کوئی نہ کیا وہ جھوٹے ہیں،جہاد روم کے اس جہاد میں امام حسین شریک تھے،اسی لشکر میں امام حسین کی شرکت البدایہ والنہایہ میں ہے۔غرضکہ پہلا جہاد حضرت امیر معاویہ کے دور گورنری میں ان کے زیر اہتمام ہوا اور دوسرا جہاد امیر معاویہ کے دور سلطنت میں ہوا۔

[9]- 5860 وَعَن ابْن عبَّاس قَالَ: إِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ وَكَانَ يَرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ أَهْلِ مَكَّةَ يَقُولُونَ: إِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُونٌ. فَقَالَ: لَوْ أَنِّي رَأَيْتُ هَذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللَّهَ يَشْفِيهِ عَلَى يَدَيَّ. قَالَ: فَلَقِيَهُ.فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيحِ فَهَلْ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ» فَقَالَ: أَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هَؤُلَاءِ فَأَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَرَّاتٍ فَقَالَ: لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هَؤُلَاءِ. وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوسَ الْبَحْرِ هَاتِ يَدَكَ أُبَايِعْكَ عَلَى الْإِسْلَامِ قَالَ: فَبَايَعَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي بَعْضِ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ضماد مکہ مکرمہ آئے اور یہ تھے ازد شنوءہ سے ۱؎ اس قسم کی ہوا سے جھاڑ پھونک کرتے تھے ۲؎ انہوں نے مکہ کے بے وقوف باشندوں کو کہتے سنا کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ ہیں تو بولے کہ ان صاحب کو میں دیکھ لیتا ہوں شاید کہ اللہ تعالٰی انہیں میرے ہاتھ پر شفا دے دیتا ۳؎ فرماتے ہیں کہ وہ حضور سے ملے بولے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اس خلل والی ہوا سے جھاڑ پھونک کرتا ہوں کیا یہ آپ کو ہے ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ ساری تعریفیں اللہ کی ہیں،ہم اس کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں،جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں،میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں اس کے بعد ۵؎ تب ضماد نے کہا اپنے یہ کلمات دوبارہ فرمایئے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس کے سامنے یہ کلمات تین بار لوٹائے ۶؎ وہ بولا کہ میں نے کاہنوں کی باتیں شاعروں کے قول سنے ہیں مگر میں نے آپ کی ان باتوں کی مثل کبھی نہیں سنیں ۷؎ یہ تو سمندر کی

نُسَخِ «الْمَصَابِيحِ» : بَلَغْنَا نَاعُوسَ الْبَحْرِ وَذَكَرَ حَدِيثَا أَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ «يهْلك كسْرَى» وَالْآخر «ليفتحنَّ عِصَابَةٌ» فِي بَابِ «الْمَلَاحِمِ» وَهَذَا الْبَابُ خَالٍ عَن: الْفَصْلِ الثَّانِي	تہہ کو پہنچی ہوئی ہیں۸ اپنا ہاتھ لایئے میں اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں فرمایا اس نے حضور کی بیعت کرلی ۹ (مسلم)اور مصابیح کے بعض نسخوں میں ہے سمندر کی گہرائی میں پہنچ گئے ہیں۱۰ اور ابوہریرہ اور جابر ابن سمرہ کی دونوں حدیثیں کہ کسریٰ ہلاک ہوجاوے گا اور دوسری کہ ایک جماعت فتح کرے گی لڑائیوں کے باب میں بیان کردی گئیں۔اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

۱؎ بعض شارحین نے کہا ہے کہ ضماد اور ضمام ایک ہی شخص کے دو نام ہیں مگر یہ صحیح نہیں ضمام ابن ثعلبہ بنی سعد ابن بکر قبیلہ سے ہیں اور ضماد ابن ثعلبہ قبیلہ ازد سے ہیں یہاں ضماد کا ذکر ہے،ضماد ابن ثعلبہ یمنی ہیں،وہاں ایک بڑا قبیلہ ہے شنوء،اس کا ایک خاندان ہے ازد،آپ ازد سے ہیں،انہیں طلب علم کا بہت شوق تھادم منتر بھی خوب کرتے تھے۔(اشعہ)

۲؎ یعنی دیوانوں پاگلوں پر دم کیا کرتے تھے۔سبحان اللہ!انہیں اسی علم نے حضور تک پہنچایا مسلمان بنادیا جیسے فرعونی جادوگروں کو ان کے علم جادو نے موسیٰ علیہ السلام تک پہنچایا اور انہیں ایمان نصیب کردیا۔معلوم ہوا کہ علم کوئی بھی برا نہیں کبھی یہ علم ایمان و معرفت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ہوا سے مراد یا جنون ہے یا جن،اہل عرب جنات کو ہوا کہتے تھے چنانچہ فلاں کو ہوا ہوگئی جب بولتے تھے جب اس پر جنات کا خلل ہوگیا ہو۔

۳؎ سبحان اللہ! جارہے ہیں علاج کرنے کی نیت سے مگر حقیقتًا علاج کرانے وہ سمجھے کہ طبیب بیمار کے پاس جا رہا ہے مگر واقعۃً بیمار حکیم کے پاس پہنچ رہا تھا۔

۴؎ انہوں نے حضور انور کو ہر طرح ٹھیک دیکھ کر سمجھا کہ شاید آپ کو جنات کا دورہ پڑا کرتا ہے،اس وقت دورہ نہیں ہے اس لیے آپ ہوش میں بیٹھے ہیں تب ہی تو اس نے آپ سے پوچھا۔

۵؎ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے یہ کلمات خطبہ کے طور پر ارشاد فرمائے۔اما بعد کے بعد قرآن کریم کی تلاوت فرمانا چاہتے تھے۔ضماد کو سنانے کے لیے ضماد کو خطبہ سے ہی ایمان مل گیا قرآن مجید تک پہنچنے کی نوبت نہ آئی،انہیں کلمات کی فصاحت و بلاغت نے ضماد کا ہوش اڑا دیا،وہ وارفتگی کی حالت میں بول اٹھے کہ ایک بار یہ کلام اور سنادیجئے کلمات شاندار پھر حضورانور کی زبان سے ادا ہوئے سونے پر سہاگہ ہوگیا۔

۶؎ معلوم ہوتا ہے کہ تین بار میں خاص برکت ہے۔اعضاء وضو دھوؤ تین بار،قل ھو اللہ پڑھو تین بار تو پورے قرآن مجید کا ثواب،حضور دعا مانگتے تھے تین بار۔

۷؎ یعنی آپ کے اس کلام نے بتادیا کہ آپ نہ ساحر ہیں نہ شاعر بلکہ سچے رسول ہیں۔خیال رہے کہ کسی نے متکلم سے کلام کو پہچانا مگر ضماد نے کلام سے متکلم کی شان معلوم کی۔

۸؎ قاموس بنا ہے قمس سے بمعنی گہرائی اس لیے غوطہ خور کو قماس بھی کہتے ہیں غواص بھی یعنی ان پیارے کلمات کی فصاحت و بلاغت دریاء معرفت کی تہہ تک پہنچی ہوئی ہے جہاں کسی انسان کے فکر و وہم نہیں پہنچ سکتے یہ کلمات انسانی نہیں بلکہ القاء ربانی ہیں۔

۹؎ جب ضماد ایمان لاکر کفار مکہ کے پاس واپس ہوئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کہو کیا گزری جواب دیا۔شعر

سنواے دوستو میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے ۔۔۔ کہ بے شک ان پہ سایہ ہے مگر اللہ کا سایہ ہے

۱۰؎ یعنی ایک روایت میں بجائے قاموس کے ناعوس ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی گہرائی یا تہہ۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضماد کی بات کا جواب نہ دیا اپنی صفائی نہ کی کہ میں دیوانہ نہیں ہوں لوگ غلط کہتے ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر کردی کہ جس کے منہ کے کلمات ایسے ہوں سمجھ لو کہ وہ ذات کریم کیسی ہے۔خوش نصیب تھے وہ جو سب کچھ لے گئے۔اس واقعہ سے پتہ لگا کہ بیعت ہوتے وقت مرید شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے اور زبان سے بیعت کرے،دیکھو ضماد نے عرض کیا کہ حضور اپنا ہاتھ لائیں میں بیعت کروں۔بیعت چار قسم کی ہے جن میں سے ایک بیعت اسلام کی بیعت ہے۔

الفصل الثالث
تیسری فصل

5861 -[10] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ مِنْ فِيهِ إِلَى فِيَّ قَالَ: انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَبينا أَنا بالشَّام إِذْ جِيءَ بِكِتَاب النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ. قَالَ: وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى فَدَفَعَهُ عَظِيمُ بُصْرَى إِلَى هِرَقْلَ فَقَالَ هِرَقْلُ:هَلْ هُنَا أَحَدٌ مِنْ قَوْمِ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ قَالُوا: نَعَمْ فَدُعِيتُ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ: أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا مِنْ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: فَقُلْتُ: أَنَا فَأَجْلَسُونِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَجْلَسُوا أَصْحَابِي خَلْفِي ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ: قُلْ لَهُمْ: إِنِّي سَائِلٌ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان ابن حرب نے منہ در منہ خبر دی۱؎ کہا کہ میں اس صلح کے زمانہ میں جو میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی۲؎ کہتے ہیں کہ میں شام میں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نامہ ہرقل کی پاس لایا گیا۳؎ ابوسفیان نے کہا کہ یہ خط دحیہ کلبی لائے تھے اور انہوں نے بصرے کے وزیر کو دیا تھا۴؎ پھر بصرے کے وزیر نے ہرقل کو پہنچایا ہرقل بولا کہ کیا یہاں ان صاحب کی قوم کا کوئی آدمی ہے جو دعویٰ نبوت کررہے ہیں۵؎ لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ قریش کی ایک جماعت میں میں بلایا گیا۶؎ تو ہم ہرقل کے پاس گئے ہم کو اس کے سامنے بٹھلایا گیا۷؎ وہ بولا کہ جن صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ہے ان سے زیادہ قریبی تم میں کون ہے ۸؎ ابوسفیان نے کہا کہ میں بولا میں ہوں ۹؎ تو مجھے اس کے سامنے بٹھادیا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے۱۰؎ پھر اپنے مترجم کو بلایا اس نے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ان سے ان صاحب کے متعلق کچھ پوچھوں گا جو اپنے کو نبی کہتے ہیں تو اگر یہ مجھ سے جھوٹ کہیں تو تم انہیں جھٹلادینا۱۱؎ ابوسفیان کہتے ہیں اللہ کی قسم اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ پر جھوٹ مشہور کیا جاوے گا تو میں اس سے جھوٹ بول دیتا۱۲؎ پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ

هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ. قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: وَايْمُ اللَّهِ لَوْلَا مَخَافَةُ أَنْ يُؤْثَرَ عَلَيَّ الْكَذِبُ لَكَذَبْتُهُ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: سَلْهُ كَيْفَ حَسَبُهُ فِيكُمْ؟ قَالَ: قُلْتُ: هُوَ فِينَا ذُو حَسَبٍ. قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: وَمَنْ يَتْبَعُهُ؟ أَشْرَافُ النَّاسِ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ. قَالَ: أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ يَزِيدُونَ. قَالَ: هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ؟ قَالَ: قلت: لَا. قلت: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالًا يُصِيبُ مِنَّا وَنُصِيبُ مِنْهُ. قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ: لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِي هَذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا؟ قَالَ: وَاللَّهِ مَا أَمْكَنَنِي مِنْ كَلِمَةٍ أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ. قَالَ: فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ: لَا. ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: قُلْ لَهُ: إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهِ فِيكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُو حَسَبٍ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا. وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ. قُلْتُ: رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ. وَسَأَلْتُكَ عَنْ أَتْبَاعه أضعافاؤهم أَمْ أَشْرَافُهُمْ؟ فَقُلْتَ: بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ. وَسَأَلْتُكَ: هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبُ فَيَكْذِبُ

ان سے پوچھوں کہ ان نبی کا خاندان تم میں کیسا ہے میں نے کہا وہ عالی خاندان ہیں ۱۳؎ بولا کیا ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ تھا میں نے کہا نہی ۱۴؎ بولا کیا ان کے دعویٰ نبوت سے پہلے تم انہیں جھوٹ سے متہم کرتے تھے میں نے کہا نہیں ۱۵؎ وہ بولا ان کی پیروی کون کرتا ہے سردار لوگ یا کمزور لوگ میں نے کہا بلکہ کمزور لوگ ۱۶؎ بولا یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے کہا بلکہ بڑھ رہے ہیں بولا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی اپنے دین سے ناراض ہو کر پھر جاتا ہے کہتے ہیں کہ میں نے کہا نہیں ۱۷؎ بولا کیا تم نے ان سے کبھی جنگ کی ہے میں نے کہا ہاں بولا تمہاری ان سے جنگ کیسی ہوتی ہے کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہمارے ان کے درمیان جنگ ایک ڈول ہوتی ہے ۱۸؎ کبھی ہم پر وہ غالب ہوتے کبھی ان پر ہم غالب، بولا کیا بدعہدی کرتے ہیں میں نے کہا نہیں ۱۹؎ آج کل ہم ان سے صلح میں ہیں ہم نہیں جانتے کہ اس میں وہ کیا کریں گے ۲۰؎ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم کہ اس بات کے سوا اور کوئی چیز شامل کرنے کا مجھے موقعہ نہیں ملا ۲۱؎ وہ بولا کیا ان سے پہلے کسی نے یہ بات کہی تھی ۲۲؎ میں نے کہا نہیں ۲۳؎ پھر بادشاہ نے اپنے مترجم سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے متعلق پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ تم میں عالی نسب ہیں اسی طرح انبیاء کرام اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں ۲۴؎ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر انکے باپ دادوں میں بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ وہ صاحب ہیں جو اپنے باپ دادوں کے ملک کے طالب ہیں ۲۵؎ اور میں نے تم سے ان کے متبعین کے متعلق پوچھا کہ معمولی لوگ ہیں یا بڑے لوگ تو تم نے کہا بلکہ کمزور لوگ ہیں یہ ہی کمزور نبیوں کی متبعین رہے ہیں ۲۶؎ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے اس دعویٰ سے پہلے تم انہیں جھوٹ کا الزام دیتے تھے تم نے کہا کہ نہیں میں نے پہچان لیا کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولیں پھر اللہ پر جھوٹ باندھنے لگیں ۲۷؎ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان میں سے کوئی اس دین میں داخل ہونے کے بعد اپنے دین اسلام سے ناراض ہو کر پھر بھی جاتا ہے تم نے کہا کہ نہیں ایمان کا ایسا ہی حال جب اس کی لذت و فرحت دلوں میں گھل مل جاتی ہے ۲۸؎ اور میں

عَلَى اللَّهِ. وَسَأَلْتُكَ: هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ إِذَا خَالَطَ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوهُ فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ تَكُونُ لَهَا الْعَاقِبَةُ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ: رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ: بِمَا يَأْمُرُكُمْ؟ قُلْنَا: يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ. قَالَ: إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ. ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُ.
وَقَدْ سَبَقَ تَمَامُ الْحَدِيثِ فِي «بَابِ الْكِتَابِ إِلَى الكفّار»

نے تم سے پوچھا کہ مسلمان بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں تو تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں ایمان کا یہی حال ہے حتی کہ پورا ہوجاتا ہے ۲۹اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی ان سے جنگ کی ہے تو تم نے کہا کہ تم نے ان سے جنگ کی ہے تو جنگ تمہارے اور ان کے درمیان ایک ڈول ہوتی ہے کہ وہ تم سے اور تم ان سے لیتے ہو اسی طرح انبیاء کرام آزمائے جاتے ہیں انجام انہیں کے حق میں ہوتا ہے۳۰اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا عہد شکنی کرتے ہیں تم نے کہا کہ نہیں کرتے اسی طرح انبیاء عہد شکنی نہیں کرتے ۳۱اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کسی نے ان سے پہلے یہ دعویٰ کیا ہے تم نے کہا کہ نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات ان سے پہلے کسی نے کہی ہوتی تو میں کہتا کہ ایسے صاحب ہیں جو اپنے سے پہلے کہی ہوئی بات کی پیروی کررہے ہیں ۳۲پھر بولا وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں۳۳ہم نے کہا کہ ہم کو نماز،زکوۃ،صلہ رحمی،پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں ۳۴وہ بولا جو تم کہتے ہو اگر یہ سچ ہے تو وہ بھیجے نبی ہیں۳۵میں تو جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر میرا خیال یہ نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہیں ۳۶اگر میں جانتا کہ ان تک پہنچ سکوں گا تو ان سے ملنا پسند کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم دھوتا۳۷اور ان کا ملک میرے قدموں کے نیچے تک پہنچ جاوے گا۳۸پھر رسول اللهصلی الله علیہ وسلم کا خط منگایا پھر اسے پڑھا۔(مسلم،بخاری) بقیہ پوری حدیث کتاب الی الکفار کے باب میں گزر گئی ۳۹

۱ ابوسفیان اپنے زمانہ کفر کا یہ واقعہ مسلمان ہونے کے بعد سنا رہے ہیں۔خیال رہے کہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے کفر کے زمانہ کی روایت معتبر ہے۔**من فیہ** فرماکر یہ بتایا کہ مجھ سے براہ راست ابوسفیان نے یہ کہا کوئی واسطہ درمیان میں نہیں ہے۔ایمان لائے،غزوہ حنین میں شریک ہوئے،حضور انور نے انہیں حنین کی غنیمت سے ایک سو اونٹ عطا فرمائے اور چالیس اوقیے سونا،غزوہ طائف میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی غزوہ یرموک میں دوسری آنکھ بھی بے کار ہوگئی تھی،۳۴ھ چونتیس میں وفات پائی،مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن ہوئے،حضرت عثمان غنی نے آپ کا جنازہ پڑھا،آپ سے حضرت عبدالله ابن عباس وغیرہم نے احادیث نقل کیں۔(اکمال)

۲؎ یعنی ۶ھ چھ ہجری میں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حدیبیہ میں صلح ہوئی جس کی معیاد دس سال تھی اسی صلح کے بعد ہی سفر میں مکہ مظمہ سے باہر گیا۔خیال رہے کہ صلح حدیبیہ کی مدت تھی تو دس دس سال مگر کفار مکہ نے اس صلح کی ایک شرط توڑ دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنی خزاعہ کے قتل میں مدد کردی اس لیے حضور انور نے ۸ھ میں مکہ معظّمہ پر حملہ فرمایا اسے فتح کرلیا۔

۳؎ حضور انور نے شاہان عرب و عجم کو تبلیغی فرمان نامے بھیجے جن میں ان سلاطین کو دعوت اسلام دی،اس سلسلہ میں شاہ روم ہرقل کو بھی دحیہ کلبی کے ہاں فرمان نامہ بھیجا یہاں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

۴؎ خیال رہے کہ بصرہ عراق کا ایک مشہور شہر ہے بغداد شریف کے قریب یہاں وہ مراد نہیں بلکہ بُصرہ ب کے پیش سے آخر میں ہ۔یہ دمشق کے پاس ایک بستی ہے شام کا ایک شہر ہے یہاں وہ بستی مراد ہے۔حضور انور نے دحیہ کلبی کو یہ ہی حکم دیا تھا کہ ہمارا فرمان نامہ عظیم بصرہ کو دو وہ ہرقل کو پہنچائے عظیم بصرہ ہرقل کا گویا وزیر خارجہ تھا،دوسرے ممالک کے بادشاہوں سے کلام وزیر خارجہ کے ذریعے سے ہی ہوتا ہے۔

۵؎ ہرقل نے چاہا کہ فرمان عالی پڑھنے سے پہلے حضور انور کے حالات معلوم کرے پھر خط شریف کا مطالعہ کرے متکلم کے کلام کا حال معلوم ہوتا ہے۔

۶؎ یہ تیس آدمی تھے جو بغرض تجارت مکہ معظّمہ سے شام کے ملک میں گئے ہوئے تھے ان کے سردار ابوسفیان تھے،یہ سب ہرقل کے دربار میں بلائے گئے۔

۷؎ ابوسفیان اور ان کی جماعت کو حضور انور کا پہلا فیض تو یہ ملا کہ ان کے صدقہ سے ان لوگوں کو شاہی دربار میں رسائی وہاں باریابی نصیب ہوئی۔

۸؎ یعنی تم سب ہمارے پاس رہو مگر مجھ سے کلام وہ کرے جو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب و قرابت میں بہت قریب ہو۔یہ اس لیے کہا کہ قریبی رشتہ دار حالات سے زیادہ خبردار ہوتے ہیں وہ حضور انور کے ہر طرح کے حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔

۹؎ کیونکہ ابوسفیان قرشی ہیں،عبد مناف میں حضور انور سے مل جاتے ہیں،دوسرے لوگوں کو حضور انور سے یہ قرب میسر نہ تھا۔

۱۰؎ یہ نشست اس ترتیب سے اس لیے رکھی کہ بادشاہ مجھ سے بہ آسانی بات کرسکے اور مجھے میرے ساتھی بات بتاسکیں اگر میں کچھ بھول جاؤں اور ٹوک سکیں اگر میں غلط گوئی کروں۔

۱۱؎ یعنی تم لوگ اس گفتگو میں میری بھی مدد کرو اور ان ابوسفیان کی بھی،ان کی مدد تو اس طرح کہ ان کی سچی باتوں کی زبانی یا باشارہ سر تائید کرو اور جو وہ بھول جائیں انہیں بتادو،میری مدد اس طرح کہ اگر یہ کچھ جھوٹ بولیں تو انہیں نہ بولنے دو روک دو تاکہ مجھ کو ان کے متعلق صحیح حالات معلوم ہوجائیں۔

۱۲؎ یعنی مجھے حضور انور سے اس زمانہ میں اتنی عداوت تھی کہ اگر میرے ساتھی میرے پاس نہ ہوتے اور مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا تو حضور انور کے متعلق بہت جھوٹی باتیں کہہ دیتا تاکہ اس کے دل میں حضور سے نفرت پیدا ہو۔معلوم ہوا کہ جھوٹ اور بدنامی کو کفار بھی برا سمجھتے تھے افسوس ان لوگوں پر جو خدا تعالٰی کو جھوٹ سے متصف مانیں۔

۱۳؎ حسب بمعنی نسب بھی آتا ہے اور باپ دادوں کے فضائل کے معنی میں بھی یہاں دونوں احتمال ہیں،بخاری شریف میں بجائے حسب کے نسب ہے ممکن ہے کہ اس نے دونوں لفظ بولے ہوں۔ابوسفیان نے اقرار کیا کہ وہ سرکار سارے عرب میں عالی نسب والا حسب ہیں کیونکہ وہ قرشی،ہاشمی،مطلبی ہیں اتنا اعلیٰ خاندان کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

۱۴؎ یعنی وہ سرکار شاہی خاندان سے یا مساکین خاندان سے ذاتی شرافت کے بعد بیرونی شرافت کا سوال کیا جواب دیا کہ ان کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا مساکین کا خاندان ہے یہ شرافت عارضی کا ذکر ہوا۔

۱۵؎ اس جواب سے معلوم ہورہا ہے کہ حضور انور کی زبان پاک پر ساری عمر شریف میں ایک بار بھی جھوٹ نہ آیا اگر ایک بار بھی جھوٹ بولا ہوتا تو آج ابوسفیان بڑھا چڑھا کر اسے بیان کرتے کیونکہ وہ اس وقت حضور انور کے سخت تر دشمن تھے،یہ ہے دشمنوں کا اقرار و اعتراف الفضل ما شهدت به اعداء۔

۱۶؎ یعنی عام طور پر مساکین و فقراء ہی ان پر ایمان لائے ہیں امیر اور سردار بہت کم ایمان لائے ہیں۔یہ مطلب نہیں کہ کوئی سردار اور امیر ان پر ایمان نہیں لایا کیونکہ حضرت عمر،ابوبکر صدیق،حمزہ،جعفر جو قریش کے بڑے سردار تھے اور حضرت عثمان جو سردار بھی تھے اور بڑے مالدار بھی اس وقت ایمان لاچکے تھے لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔

۱۷؎ یعنی اب تک کوئی مسلمان اسلام میں خرابی دیکھ کر اسلام سے نہیں پھرا،قبیلہ عرینہ والے لوگ تو اپنی خیانت اور ڈکیتی کی عادت کی بنا پر مرتد ہوئے تھے نہ کہ اسلام میں خرابی دیکھ کر۔غرضکہ مسلمان گھٹتے نہیں ان میں سے کوئی اسلام سے نکلتا نہیں ہاں بڑھ رہے ہیں کہ لوگ مسلمان ہورہے ہیں۔

۱۸؎ یہاں ڈول سے مراد پرانے زمانہ کا وہ ڈول ہے جس سے اس زمانہ میں کھیت سیراب کیے جاتے تھے کہ ایک رسے کے کناروں پر دو ڈول باندھ کر گول چکر پر رسا چڑھا کر ایک ڈول کو اوپر اور دوسرے کو نیچے کیا جاتا ہے،پھر ایک ڈول داہنے دوسرا بائیں طرف ڈالا جاتا تھا۔مطلب یہ ہے کہ کبھی وہ ہم پر غالب آتے ہیں جیسے غزوہ بدر میں اور کبھی ہم ان پر غالب آجاتے ہیں جیسے غزوہ احد میں۔شعر

فیوما علینا و یوما لنا　　　　ویوما نسر و یوما نساء

رب تعالٰی فرماتا ہے:"وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ"۔

۱۹؎ یعنی انہوں نے آج تک کبھی اپنا وعدہ خلاف نہیں کیا حتی کہ مکہ والوں نے حضور کو صادق الوعد اور امین کے خطاب دیئے ہوئے تھے۔خیال رہے کہ جھوٹ عام ہے اور وعدہ خلافی خاص اس لیے اس نے جھوٹ کے متعلق پوچھنے کے بعد وعدہ خلافی کے متعلق پوچھا۔

۲۰؎ یعنی آج کل حدیبیہ کے مقام پر ہم میں جنگ بندی وغیرہ پر معاملہ ہوچکا اب خبر نہیں کہ وہ اس وعدے کو پورا کریں گے یا نہیں اب تک تو کبھی وعدہ خلافی انہوں نے کی تو نہیں۔

۲۱؎ یعنی مجھے یقین تھا کہ حضور انور اس دفعہ بھی وعدہ خلافی نہیں کریں گے مگر میں نے اپنی ذاتی دشمنی کی بناء پر اتنی بات ہرقل سے کہہ ضرور دی کہ نہ معلوم وہ یہ وعدہ پورا کریں یا نہ کریں،یہ تھا انتہائی دشمنی کا اثر۔

۲۲؎ یعنی کیا تمہارے خاندان یا تمہارے ملک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔

۲۳؎ خیال رہے کہ ملک عرب میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے لے کر حضور انور صلی اللّٰہ علیہ وسلم تک قریبًا چار ہزار سال کا فاصلہ ہے اس زمانہ میں ملک عرب میں نہ تو کوئی نبی آیا نہ کسی نے دعویٰ نبوت کیا۔لوگ نبوت کو بھول چکے تھے اور نبی کے فیض سے یک سر محروم ہوچکے تھے،رب فرماتاہے:"لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ"اور فرماتا ہے:"وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ"یہ لوگ اس زمانہ میں نبوت سے محروم رہنے کی وجہ سے انسانیت تک کھو چکے تھے حضور انور نے ایسوں کو سنبھالا ہے۔

۲۴؎ ہرقل مذہبًا عیسائی تھا،بادشاہ بھی تھا اور اپنے دین کا بڑا عالم بھی،توریت و انجیل کا ماہر تھا،گزشتہ انبیاء کرام کے حالات طیبہ سے پورا خبردار بھی۔اس نے بتایا کہ ہمیشہ انبیاء کرام اپنی ہی قوم میں بڑے عالی نسب و عالی حسب میں آئے کیونکہ نیچی قوم والے کا اونچی قوم میں احترام نہیں ہوتا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد سارے نبی ان کی اولاد ہی میں آئے کوئی غیر ابراہیمی شخص نبی نہ ہوا،رب فرماتاہے:"وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ"۔مرزائے قادیان نرا جھوٹا تھا،اگر نبی ہوتا تو اولاد ابراہیم یعنی سید ہوتا۔سادات کرام کے ہوتے ہوئے مغل بچہ نبی کیسا۔جن لوگوں نے کہا کہ ہر قوم میں نبی ہوئے اس قوم سے بھنگیوں میں بھنگی،چماروں میں چمارانہوں نے غلط کہاآیت کریمہ"وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ"میں نذیر سے مراد نبی نہیں بلکہ ڈرانے والے مبلغین مراد ہیں۔ہمیشہ نبی اونچی قوم میں آئے نیچے قومیں ان کے تابع رہیں۔خیال رہے کہ اسلام میں کوئی قوم ذلیل نہیں،ہاں بعض قومیں بعض سے افضل ہیں جیسے حضرات سادات کرام دوسری قوموں سے افضل و اشرف ہیں۔اس کی تحقیق ہماری کتاب الکلام المقبول فی طھارۃ نسب الرسول میں ملاحظہ کرو۔

۲۵؎ یعنی اگر وہ شاہی خاندان سے ہوتے پھر دعویٰ نبوت کرتے تو کہا جاسکتا تھا کہ یہ دین کے بہانہ سے اپنے لیے رائے عامہ ہموار کررہے ہیں کہ اس ذریعہ سے لوگ میرے ہمنوا بن جاویں اور مجھے اپنا بادشاہ بنالیں میرے باپ دادوں کی طرح یہاں یہ بھی نہیں۔خیال رہے کہ حضور نے دین پھیلانے کے لیے ممالک فتح فرمائے وہ بھی بعد ہجرت۔ملک فتح کے لیے دین کو بہانہ نہیں بنایا لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور آخر کار بادشاہ تو ہوئے،نیز حضور انور نے بادشاہ بننے کے بعد بھی اپنا گزارہ نہایت معمولی سادہ رکھا،زندگی شریف میں کوئی فرق نہیں آیا،ٹوٹا چھوٹا سا گھر بوریا بستر۔فقر و فاقہ،قناعت رضا اسی طرح رہی،مرزا غلام احمد پندرہ روپیہ ماہوار پر چونگی کا محرر تھا،نبوت کا ڈھونگ رچا کر نواب بن گیا،یہ فرق ہے سچے اور جھوٹے میں۔

۲۶؎ یعنی میں نے گزشتہ نبیوں کی تاریخ پڑھی ہے تمام نبیوں کی اتباع پہلے غریبوں نے کی ہےامیر لوگ بعد میں ساتھ لگ گئے اس قاعدے سے بھی وہ سچے نبی معلوم ہوتے ہیں۔دیکھ لو آج بھی اسلام غریبوں سے ہی آباد ہے علماء،حافظ،مجاہد،غازی،اولیاء اللّٰہ عمومًا غریبوں میں ہی ہیں۔مسجدیں آباد ہیں تو غریبوں سے،خانقاہوں میں رونق ہے تو غریبوں سے،دین سے الفت ہے تو عمومًا غریبوں کو۔

۲۷؎ سبحان اللّٰہ!کیسی نفیس دلیل دی یعنی جو ذات کریم تم میں چالیس سال گزارے اور اس دوران میں اس کے منہ سے مخلوق کے متعلق ایک جھوٹ نہ نکلے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ چالیس سال کے بعد یکدم اللّٰہ تعالٰی پر جھوٹ باندھنا شروع کردے کہ

کہے مجھے اللہ نے نبی بنایا حالانکہ یہ بات غلط ہو،اللہ پر جھوٹ باندھنا بدترین جرم ہے۔ہرقل نے متکلم کے صدق سے کلام کا صدق پہچانا یعنی کلام سے متکلم کو نہیں بلکہ متکلم سے کلام کو جانا پہچانا۔

۲۸؎ یعنی ایمان و عرفان ایسی مزیدار چیزیں ہیں کہ جس دل میں یہ پہنچ جاویں وہاں سے پھر نہیں نکلتیں،کوئی لالچ تکلیف دل سے ایمان نہیں نکال سکتی۔اس کی تفسیر و شرح حضرت بلال،صہیب،عمار ابن یاسر وغیرہم فقراء صحابہ کی زندگیاں ہیں کہ انہوں نے اسلام کی خاطر ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں،دین سے نہ پھرے،جو ایک دو آدمی مرتد ہوئے ان کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا تھا۔

۲۹؎ یعنی قانون قدرت اور دستور ربانی یہ ہی ہے کہ ایمان کا معاملہ بہت معمولی طور سے شروع ہوتا ہے پھر پھیلتا اور پھلتا پھولتا ہے،رب تعالٰی نے اس کی مثال کھیت سے دی ہے جو کمزور نمودار ہوتا ہے پھر زور پکڑتا ہے،ہرقل کی یہ تمام باتیں بالکل درست تھیں۔

۳۰؎ یعنی تمہاری یہ فتوحات ظاہری اور محض عارضی ہیں،آخر کار چاند انہیں کا چمکے گا سورج انہیں کا چڑھے گا،ہرقل کا یہ خیال بالکل صحیح ثابت ہوا۔

۳۱؎ یعنی حضرات انبیاء کرام وعدہ خلافی عہد شکنی سے معصوم ہوتے ہیں کہ یہ عیوب تو انسانیت کے خلاف ہیں چہ جائیکہ شان نبوت۔اس سے معلوم ہوا کہ علم تاریخ بہترین فن ہے کبھی اس سے ایمان مل جاتا ہے،دیکھو ہرقل تاریخ کا بڑا ماہر تھا تو کس طرح حضور انور کی شان پہچان رہا ہے،یہ دل میں ایمان لاچکا تھا مگر زبان سے اقرار نہ کرسکا اپنی سلطنت کے خوف سے۔

۳۲؎ حضور انور سے پہلے ملک عرب تو کیا غالبًا ساری دنیا میں کسی نے دعویٰ نبوت جھوٹا نہیں کیا۔عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضور انور تک پونے چھ سو برس کے عرصہ میں کوئی نبی تشریف نہیں لائے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی فلسطین میں رہے عرب تشریف نہیں لائے،ان حالات کے ماتحت یہ احتمال بھی نہیں ہوسکتا کہ حضور انور نے کسی کی نقل کرتے ہوئے دعویٰ نبوت فرمایا،ہاں حضور کے زمانہ پاک میں آپ کو دیکھ کر مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا جو عہد صدیقی میں قتل کیا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو بہت لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے آخر میں پنجاب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے،رب تعالٰی نے ان سب کو ذلت کی موت ہلاک کیا۔

۳۳؎ حضور انور کے حالات معلوم کرنے کے بعد اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ابو سفیان سے پوچھیں،اسلام کی اصل بھی یہ ہی ہے کہ پہلے حضور انور کو پہچانو پھر قرآن مجید وغیرہ کی تعلیمات کو،پہلے کلمہ پڑھ کر مسلمان بنو پھر اور کچھ کرو۔اصل ایمان حضور کی پہچان ہے حتی کہ رب تعالٰی کو بھی حضور ہی کی معرفت جانو پہچانو،یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے کہا تھا"نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰـهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ"۔

۳۴؎ چونکہ اس وقت زکوۃ کے احکام آچکے تھے بلکہ جہاد وغیرہ کے بھی اس لیے زکوۃ کا ذکر بھی کیا۔مطلب یہ ہے کہ حضور انور سارے انسانوں کو حکم دیتے ہیں کہ ایمان لاکر بدنی مالی عبادات کرو اپنے اخلاق درست کرو لہذا اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ ہجرت سے پہلے حضور انور نے زکوۃ کا حکم نہیں دیا تھا ابوسفیان سے ملاقات حضور انور کی اس زمانہ میں تھی نہ یہ کہ کفار پر نماز و زکوۃ فرض نہیں۔

۳۵؎ اس نے توریت و انجیل میں حضور انور کی یہ علامات اور تعلیمات پڑھیں تھیں اس لیے اس نے یہ کہا کوئی معجزہ دریافت کیا۔

۳۶؎ یعنی مجھے نبی آخر الزمان کے ظہور کا یقین تھا مگر میرا خیال یہ تھا کہ وہ دوسرے نبیوں کی طرح بنی اسرائیل میں سے ہوں گے شام یا فلسطین میں،یہ خیال نہ تھا کہ عرب میں بنی اسماعیل میں پیدا ہوں گے اس کا یہ خیال غلط تھا اور کتابوں میں حضور کی ولادت گاہ اور ہجرت گاہ دونوں کا صاف ذکر تھا جیساکہ گزشتہ بابوں میں گزر چکا حتی کہ یہ بھی تھا **و ملکه بالشام** ان کی سلطنت شام میں ہوگی۔

۳۷؎ یعنی میں سلطنت کی وجہ سے ان تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر پہنچ جاتا تو ان کے قدم شریف دھوتا اور قدموں کا دھوون پیتا۔ افسوس! کہ اس قدر جاننے کے باوجود ایمان نہ لایا بلکہ ہمیشہ صحابہ کرام سے لڑ بھڑ کر شکستیں کھاکر مرا،اس کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا،اس کی ہلاکت پر اس کی سلطنت کا چراغ بجھ گیا وہ ممالک اسلامی سلطنت میں داخل ہوگئے،حضرت عمر فاروق کی تاریخ پڑھو۔

۳۸؎ یعنی ان کا یہاں بھی راج ہوگا اس نے یہ بات گزشتہ کتابوں میں دیکھ کر اور کہانت کے ذریعے معلوم کی تھی وہ کاہن بھی تھا جیساکہ بخاری شریف میں ہے۔

۳۹؎ بخاری شریف میں ہے کہ اس نے اپنے سرداروں سے کہا کہ اگر تم اپنی سلطنت کی بقا چاہتے ہو تو نبی پر ایمان لے آؤ وہ سب بھڑک گئے تو وہ بولا کہ میں تو تمہاری دین کی پختگی آزماتا تھا۔مسند امام احمد میں ہے کہ اس نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر ایک خط حضور انور کی خدمت میں بھیجا کہ میں مسلمان ہوں حضور نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے وہ نرا عیسائی ہے۔(اشعہ)معلوم ہوا کہ ہدایت بغیر رب کی مہربانی کے میسر نہیں ہوتی کبھی سلطنت اور امیری ایمان سے روک دیتی ہیں۔یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور کو جان پہچان لینا ایمان نہیں بلکہ انہیں ماننا ایمان ہے۔

باب فی المعراج

معراج کا بیان ۱

الفصل الاول

پہلی فصل

۱ معراج عروج کا اسم آلہ ہے،عروج کے معنی ہیں چڑھنا،معراج بمعنی چڑھنے کا آلہ یعنی سیڑھی مگر اصطلاح میں بمعنی مصدر آتا جیسے میلاد بمعنی ولادت یا میعاد بمعنی وعدہ "اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ" ایسے ہی معراج بمعنی عروج۔معراج کے متعلق لوگوں کے بہت سے قول ہیں: جسمانی تھی یا خواب میں،بارہویں ربیع الاول میں ہوئی یا ستائیسویں رمضان کو،نبوت سے پہلے ہوئی یا بعد میں،نبوت سے پانچ سال پہلے ہوئی یا کم و بیش۔مگر قوی اور صحیح یہ ہے کہ حضور انور کو بہت بار معراج ہوئی: ایک بار جسمانی باقی خواب میں۔جسمانی معراج نبوت کے گیارہویں سال یعنی ہجرت سے دو سال پہلے ہوئی اور اپنی ہمشیرہ ام ہانی کے گھر سے ہوئی ستائیسویں رجب شب دوشنبہ کو ہوئی،رب فرماتاہے:"اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ"اگر صرف خواب میں معراج ہوتی تو بعبدہٖ نہ فرمایا جاتا۔عبد کہتے ہیں جسم مع روح کو، نیز پھر لوگوں میں اتنا شور نہ مچتا خواب پر کون اعتراض کرتا ہے۔

مسئلہ: بیت اللہ شریف سے بیت المقدس تک کی جسمانی معراج قطعی یقینی ہے،اس کا انکار کفر ہے۔بیت المقدس سے آسمان بلکہ لامکان تک کی معراج کا اگر اس لیے انکار کرتا ہے کہ آسمان کے پھٹنے کو ناممکن مانتا ہے تو بھی کافر ہے کہ اس میں آیات قرآنیہ کا انکار ہے ورنہ گمراہ ہے۔اس کی پوری بحث یہاں مرقات اور اشعۃ اللمعات اور ہماری کتاب شانِ حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کرو۔ہم نے کہا ہے کہ آیۃ کریمہ "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ سے بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ" تک بیت المقدس تک کی معراج کا ذکر ہے اور "لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا" میں آسمانی معراج کا ذکر ہےاور "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" میں لامکانی معراج کا ذکر ہے۔

[1]- 5862	
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بن صعصعة أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدثهمْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِهِ:«بَيْنَمَا أَنَا فِي الْحَطِيمِ – وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ – مُضْطَجِعًا إِذْ أَتَانِي آتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ» يَعْنِي مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهِ إِلَى شِعْرَتِهِ «فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِي ثُمَّ أُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوءٍ إِيمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِي ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ أُعِيدَ» – وَفِي رِوَايَةٍ: " ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ ملئ إِيمَاناً وَحِكْمَةً – ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ دُونَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ	روایت ہے حضرت قتادہ سے وہ حضرت انس ابن مالک سے وہ مالک ابن صعصعہ سے راوی۱ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس رات کے متعلق خبر دی جس میں حضور کو معراج کرائی گئی۲ جب کہ میں حطیم بسا اوقات فرمایا کہ حجر میں تھا۳ کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اس نے یہاں سے یہاں تک چیرا یعنی آپ کے گلے کی گھنڈی سے آپ کے بالوں تک۴ پھر میرا دل نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا تھا پھر میرا دل دھویا گیا۵ پھر اسے بھردیا گیا پھر لوٹا دیا گیااور ایک روایت میں ہے پھر پیٹ دھویا گیا زمزم کے پانی سے پھر ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۶ پھر میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا سفید رنگ تھا جسے براق کہا جاتا ہے۷ وہ اپنی انتہائی نظر پر اپنا ایک قدم رکھتا ہے تو میں اس پر سوار کیا گیا۸ پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام لے

أَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ: الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهُ عِنْدَ أَقْصَى طَرْفِهِ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ. قَالَ: نَعَمْ. قيل: مرْحَبًا بِهِ فَنعم الْمَجِيء جَاءَ ففتح فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا فِيهَا آدَمُ فَقَالَ: هَذَا أَبُوكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَام ثمَّ قَالَ: مرْحَبًا بالابن الصَّالح وَالنَّبِيّ الصَّالح ثمَّ صعد بِي حَتَّى السَّمَاءَ الثانية فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ. فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يَحْيَى وَعِيسَى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ. قَالَ: هَذَا يَحْيَى وَهَذَا عِيسَى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ. ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ ففتح فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يُوسُفُ قَالَ: هَذَا يُوسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ. ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِدْرِيسُ فَقَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ

چلے حتی کہ وہ دنیا کے آسمان پر پہنچے ۹ دروازہ کھلوایا کہا گیا کون ۱۰ فرمایا جبریل، کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے، فرمایا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں ۱۱ ان کی خوش آمدید ہو وہ خوب آئے پھر دروازہ کھول دیا گیا، جب میں داخل ہوا تو وہاں جناب آدم علیہ السلام تھے ۱۲ کہا یہ تمہارے والد آدم علیہ السلام ہیں انہیں سلام کرو ۱۳ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا، پھر فرمایا صالح فرزند صالح نبی تم خوب تشریف لائے ۱۴ پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام اوپر لے گئے حتی کہ دوسرے آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا، کہا گیا کون بولے میں ہوں جبریل، کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں، کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں، کہا خوش آمدید تم بہت ہی اچھا آنا آئے، پھر دروازہ کھول دیا گیا تو جب میں اندر پہنچا تو ناگہاں وہاں حضرت یحیٰی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے وہ دونوں خالہ زاد ہیں ۱۵ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یحیٰی علیہ السلام ہیں یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کرو میں نے سلام کیا ۱۶ ان دونوں نے جواب دیا پھر کہا صالح بھائی صالح نبی آپ خوب آئے، پھر جبریل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے گئے دروازہ کھلوایا، کہا گیا کون وہ بولے جبریل علیہ السلام ہوں، کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے، کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہا گیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں خوش آمدید تم خوب ہی آئے پھر دروازہ کھول دیا گیا جب میں داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے ۱۷ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں انہیں سلام کرو میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا صالح بھائی صالح نبی آپ خوب آئے ۱۸ پھر مجھے اوپر لے گئے حتی کہ چوتھے آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا گیا، کہا گیا کون ہیں فرمایا میں جبریل ہوں، کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہا گیا کیا انہیں بولایا گیا ہے کہا ہاں کہا گیا خوش آمدید اچھا آنا آپ آئے دروازہ کھولا گیا جب ہم اندر داخل ہوئے تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے ۱۹ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں آپ انہیں اسلام کریں میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا کہا خوش آمدید اے صالح بھائی صالح نبی ۲۰ پھر مجھے اوپر چڑھایا گیا حتی کہ پانچویں آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا، کہا گیا کون ہے کہا میں جبریل علیہ السلام ہوں، کہا گیا

فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفتح فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُونُ قَالَ: هَذَا هَارُونُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَهل أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا مُوسَى قَالَ: هَذَا مُوسَى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزت بَكَى قيل: مَا يبكيك؟ قَالَ: أَبْكِي لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَكْثَرَ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِي ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ: هَذَا أَبُوكَ إِبْرَاهِيمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرد السَّلَام ثم قَالَ: مرْحَبًا بالابن الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى فَإِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ: هَذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهى فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَار: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ. قُلْتُ: مَا هَذَانِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَإِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ فَأَخَذْتُ

تمہارے ساتھ کون ہے کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں بلایا گیا ہے، کہا گیا خوش آمدید آپ اچھا آنا آئے دروازہ کھولا گیا جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے ۲۱ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا خوش آمدید اے صالح بھائی صالح نبی ۲۲ پھر مجھے اوپر لے گئے حتی کہ چھٹے آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا، کہا گیا کون ہے کہا میں جبریل علیہ السلام ہوں، کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں، کہا گیا خوش آمدید آپ اچھا آنا آئے دروازہ کھولا گیا میں جب اندر پہنچا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے ۲۳ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا خوش آمدید اے صالح بھائی صالح نبی جب وہاں سے آگے بڑھے تو وہ رونے لگے ۲۴ ان سے کہا گیا کیا چیز آپ کو رُلا رہی ہے فرمایا اس لیے کہ ایک فرزند ۲۵ میرے بعد نبی بنائے گئے ان کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں جائے گی ۲۶ پھر مجھے ساتویں آسمان کی طرف اٹھایا گیا جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، کہا گیا کون ہے کہا میں جبریل علیہ السلام ہوں، کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے، کہا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں تو کہا گیا خوش آمدید آپ بہت اچھا آنا آئے، پھر جب میں وہاں داخل ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں تھے ۲۷ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے والد ابراہیم علیہ السلام ہیں آپ انہیں سلام کریں ۲۸ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا خوب آئے اے صالح فرزند صالح نبی ۲۹ پھر میں سدرۃ المنتہٰی تک اٹھایا گیا ۳۰ تو اس کے بیر ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے ۳۱ اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح، جبریل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہٰی ہے وہاں چار نہریں تھیں: دو نہریں تو خفیہ تھیں اور دو نہریں ظاہر ۳۲ میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے عرض کیا کہ خفیہ نہریں تو جنت کی دو نہریں ہیں ۳۳ لیکن ظاہری نہریں وہ نیل اور فرات ہیں ۳۴ پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا ۳۵ پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دودھ کا اور ایک برتن شہد کا لایا گیا ۳۶ میں نے دودھ قبول کیا تو جبریل

اللَّبَنَ فَقَالَ: هِيَ الْفِطْرَةُ أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى مُوسَى فَقَالَ: بِمَا أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: أُمِرْتُ بِخَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ. قَالَ: إِنَّ أمتك لَا تستطع خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي وَاللَّهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلى مُوسَى فَقَالَ مثله فَرَجَعت فَوضع عني عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنى عَشْرًا فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ: بِمَا أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ. قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ قَالَ: سَأَلْتُ رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ وَلَكِنِّي أَرْضَى وَأُسَلِّمُ. قَالَ: فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادَى مُنَادٍ: أَمْضَيْتُ فريضتي وخففت عَن عبَادي ".

علیہ السلام نے کہا یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے ۳۷ پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر میں واپس ہوا تو موسیٰ علیہ السلام پر گزرا ۳۸ انہوں نے کہا آپ کو کیا حکم دیا گیا میں نے کہا ہر دن پچاس نمازوں کا،انہوں نے کہا کہ آپ کی امت ہر دن پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھے گی۳۹ اللہ کی قسم میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی اور بنی اسرائیل کو تو خوب آزمایا۴۰ لہذا آپ اپنے رب کی طرف لوٹیے اور اس سے اپنی امت کے لیے آسانی مانگیے۴۱ چنانچہ میں واپس ہوا تو اس نے مجھ سے دس نمازیں کم کردیں پھر میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا میں پھر رب کی طرف لوٹا اس نے مجھ سے دس معاف فرمادیں میں پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انہوں نے پھر وہی کہا میں پھر لوٹا اس نے مجھے سے دس اور معاف فرمادی میں پھر جناب موسیٰ کی طرف لوٹا انہوں نے پھر وہی کہا میں پھر لوٹا رب نے مجھ سے دس اور معاف کردیں۴۲ پھر میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انہوں نے پھر وہی کہا میں پھر لوٹا تو مجھے ہر دن پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا ۴۳ میں پھر جناب موسیٰ کی طرف لوٹا انہوں نے کہا کہ آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے میں نے کہا ہر دن پانچ نمازیں،انہوں نے کہا کہ آپ کی امت ہر دن پانچ نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۴۴ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کرلی ہے اور بنی اسرائیل کو تو میں نے اچھی طرح آزمالیا ہے آپ پھر اپنے رب کی طرف لوٹیے آپ اس سے اپنی امت کے لیے کمی کا سوال کریں ۴۵ حضور نے کہا کہ میں نے اپنے رب سے اتنے سوال کرلیے کہ اب شرم کرتا ہوں لیکن میں راضی ہوں تسلیم کرتا ہوں ۴۶ فرمایا کہ پھر میں جب آگے بڑھا تو پکارنے والے نے پکارا کہ میں نے اپنا فریضہ جاری کردیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی۴۷ (مسلم،بخاری)

۱؎ قتادہ تابعی ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی مشہور صحابی ہیں اور مالک ابن صعصعہ بھی صحابی ہیں۔

۲؎ اسریٰ بنا ہے اسراء سے بمعنی رات میں سیر کرنا۔سارے معجزات لوگوں کو دکھائے مگر معراج لوگوں سے چھپائی گئی بعد میں سنائی گئی کیونکہ معراج میں رب سے وصال تھا،اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت بھی ظاہر تھی اور حضور کا لباس بھی نورانی تھا،کسی آنکھ میں طاقت نہ تھی کہ حضور کو دیکھتی،گھر کا لباس اور ہوتا ہے دفتر کا لباس دوسرا،دنیا حضور کا دفتر ہے یہاں لباس بشریت میں آئے وہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے وہاں کا لباس نور ہے۔

۳؎ حجر اور حطیم ایک ہی چیز ہے یعنی کعبہ معظّمہ کا پرنالہ گرنے کی جگہ اس کی تفسیریں اور بھی کی گئی ہیں۔اگر یہ جسمانی معراج کا ذکر ہے تو حضور اول شب میں حطیم میں تھے اور آخر شب میں ام ہانی کے گھر میں،یا یوں کہو کہ حضور انور کو ام ہانی کے مکان سے یہاں حطیم میں لائے اور یہاں لاکر لٹایا۔یہاں سینہ پاک چاک کیا یہاں کوثر اور زمزم سے غسل دیا،یہاں حلہ بہشتی پہنا کر حضور کو دولہا بنایا،یہاں سے برات کے جلوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر فرشتے چلے تو اس حدیث میں اس جگہ سے معراج کا ذکر ہے۔فرشتہ یعنی جبریل امین کا ام ہانی کے گھر آنا اور قسم کا ہے یہاں حطیم میں آنا دوسری نوعیت کا ہے۔

۴؎ بالوں سے مراد زیر ناف کے بال ہیں یعنی سارا پیٹ چاک کیا۔

۵؎ بچپن شریف میں دل نکالا گیا تھا اس سے ایک چیز نکال دینے کے لیے،آج دل نکالا گیا ہے اس میں علم و عرفان بھر دینے کے لیے۔ وہاں تخلیہ یعنی صفائی تھی آج تحلیہ یعنی دل کی آراستگی ہے،بغیر تکلیف دل دھونا اور حضور انور کا زندہ رہنا یہ بھی معجزہ ہے۔

۶؎ حضور کے قلب شریف میں ایمان و حکمت پہلے ہی سے موجود تھا یہ بھی زیادتی فرمانے کے لیے ہوا سینۂ پاک پہلے ہی نورانی تھا اب نور علی نور ہوگیا۔سونا جنتی تھا،پانی زمزم،جنتی سونے کی لگن میں حرم کا پانی شریف سبحان اللہ سونے پر سہاگہ ہے۔

۷؎ براق بنا ہے برق سے بمعنی بجلی یا چمک دار سفیدی،چونکہ اس کی رفتار بجلی کی طرح تیز ہےاور وہ چمک دار سفید رنگ ہے اس لیے براق کہتے ہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ اس پر گذشتہ انبیاء کرام بھی سواری کرتے رہے تھے،بعض نے فرمایا کہ ہر نبی کا براق علیحدہ ہے یہ براق خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا اور ہے۔(مرقات)اس پر حضور معراج میں بھی سوار ہوئے اور قیامت میں بھی سوار ہوں گے۔یہ جنت میں چرتا رہا ہے،وہاں یہ جانور کسی عمل کی جزا کے لیے نہیں پہنچا تاکہ یہ کہا جائے کہ جنت تو صرف انسانوں کی جگہ ہے وہاں جانور کیسے پہنچا بلکہ حوروغلمان جنتی چڑیوں کی طرح یہ بھی خدمت کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ ہر نبی کا جنت میں ایک حوض ہوگا مگر حضور کے حوض کا نام کوثر ہے جو سب سے اعلیٰ ہے،یوں ہی ہر نبی کا جنت میں ایک براق ہوگا سواری کے لیے مگر حضور کا براق سب سے اعلیٰ ہوگا وہ یہ ہی براق ہے۔(اشعہ)

۸؎ یعنی میں خود سوار نہ ہوا بلکہ سوار کیا گیا،جبریل امین نے حضور کو سوار کیا رکاب جناب جبریل نے تھامی اور لگام میکائیل نے پکڑی اس شان سے دولہا کی سواری چلی۔(اشعہ)خیال رہے کہ حضور انور کا براق پر سوار ہونا اظہار شان کے لیے تھا جیسے دولہا گھوڑے پر ہوتے ہیں براتی پیدل اور گھوڑا خراماں خراماں چلتا ہے۔براق کی یہ رفتار بھی خراماں تھی ورنہ اس دن خود حضور کی اپنی رفتار براق سے زیادہ تیز ہوتی،دیکھو حضرات انبیاء کرام نے بیت المقدس میں حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور حضور کو وداع کیا مگر آسمانوں پر حضور سے پہلے پہنچ گئے اور حضور کا استقبال کیا جیساکہ آگے آرہا ہے کیونکہ آج ان حضرات کی کارکردگی کا دن تھا،حضور کے دولہا بننے کا دن تھا یہ ہے نبی کی رفتار۔

۹؎ حدیث میں اجمال ہے یہاں بیت المقدس کی نماز و خطبہ وغیرہ کا ذکر نہیں کیا گیا دوسری احادیث میں کیا گیا ہے۔اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور آسمان پر براق کے ہی ذریعہ پہنچے۔بعض نے کہا کہ وہاں بادبان کے ذریعہ پہنچے،بعض نے کہا کہ وہاں حضرت جبریل اپنے بازوؤں پر لے گئے براق صرف بیت المقدس تک تھا مگر قوی پہلا قول ہے۔(اشعہ ومرقات)خیال رہے کہ اسی معراج کے تین حصہ ہیں: فرش سے فرش تک یعنی بیت الحرام سے بیت المقدس تک،دوسرا فرش سے عرش تک،تیسرا حصہ عرش سے لامکاں تک۔بیت المقدس تک اس لیے پہنچایا گیا تاکہ اہل مکہ کو بیت المقدس کے حالات بتا کر دوسری دو معراجوں کا ثبوت دیا

جاوے کیونکہ وہ لوگ بیت المقدس جاتے آتے رہتے تھے اور تاکہ بیت المقدس کی عظمت کو چار چاند لگ جاویں،نیز آسمانوں کے دروازے بیت المقدس کے مقابل ہیں یہاں سے سیدھے ان دروازوں پر پہنچا جاوے۔(مرقات)

۱۰؎ اگرچہ فرشتوں میں حضور کی آمد کا پہلے سے ہی اعلان ہوچکا تھا اور آسمانوں کو ہر طرح سجایا آراستہ کیا جاچکا تھا،تشریف آوری کی دھوم مچ چکی تھی مگر دربار الٰہی کا ادب یہ ہے کہ وہاں اجازت لے کر حاضری دی جاوے حضور اللہ کے محبوب بھی ہیں اور عبد بھی معراج میں دونوں شانوں کا اظہار ہے۔خیال رہے کہ اس رات کو کروڑوں فرشتے تو حضور انور کو لینے مکہ معظّمہ آئے تھے اور بہت سے فرشتے استقبال کے لیے اپنی ڈیوٹیوں پر تھے اور آج جبریل امین اس دروازے سے حضور کو لے گئے تھے جو آج تک کسی کے لیے نہیں کھولا گیا تھا وہ صرف حضور انور کے لیے ہی تھا۔آسمان کے کروڑوں دروازے ہیں ہر شخص کی روزی اترنے کا دروازہ،اعمال چڑھنے کا دروازہ،فرشتوں کے چڑھنے کے دروازے ہیں یہ **باب الصعود** یا **باب العروج** تھا،مصعد ملائکہ دروازہ کا ذکر اس جگہ مرقات میں بھی ہے۔

۱۱؎ دربان فرشتے کے یہ تین سوال اسی لیے ہیں کہ جبریل یہ دروازہ تمہارے لیے تو ہے نہیں تمہارا دروازہ اور ہے آج تم ادھر کیوں داخل ہونا چاہتے ہو،انہوں نے فرمایا کہ آج میں ان کے ساتھ ہوں جن کی خاطر یہ دروازہ بنایا اور بند رکھا گیا ہے آج اس دروازہ کے کھلنے کا دن ہے،اس رات نہ معلوم کتنے دروازے کھلے ہوں گے۔**ارسل الیه** کا مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ کیا آج وہ بلائے گئے ہیں،یہ سوال اس اعلان کے خلاف نہیں جو پہلے سے حضور کی معراج کا ہوچکا تھا۔یہ ضابطہ کی کارروائی ہے۔یہاں مرقات میں فرمایا کہ خود رب تعالٰی حضور انور کے ساتھ تھا اور خود ہی حضور کا استقبال فرمارہا تھا۔

۱۲؎ آدم علیہ السلام نے ابھی بیت المقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور حضور کو وداع فرمایا خود پیچھے روانہ ہوئے مگر استقبال کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہاں پہنچ گئے۔یہ ہے نبی کی رفتار حضور کے براق کی یہ رفتار خراماں تھی،ان حضرات کی کارگزاری کا دن تھا اس لیے وہ کبھی اپنی قبر میں ہیں،کبھی بیت المقدس میں،کبھی آسمان کے دروازے میں جیساکہ برات کے منتظمین کا حال ہوتا ہے۔

۱۳؎ چونکہ حضور وہاں سے گزرے ہیں اور آدم علیہ السلام وہاں ہی ہیں اور رہیں گے آنے والا ٹھہرے ہوئے کو سلام کرتا ہے اس لیے آپ سلام کریں ورنہ حضور سارے نبیوں سے افضل ہیں۔

۱۴؎ صالح یا تو صلاحیت سے ہے بمعنی معراج حق سے ملاقات اس کے دیدار کی صلاحیت رکھنے والے یا اصلاح سے ہے بمعنی نیک،خوش خصال،یا صالح وہ ہے جو خالق و مخلوق دونوں کے حق ادا کرے اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی"**وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ**"صالح وہ ہے جس میں ساری خوبیاں جمع ہیں۔(مرقات)

۱۵؎ یہ دونوں پیغمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی جگہ ملے،یحیٰی علیہ السلام کی خالہ یعنی مریم کی بہن حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی تھیں،اس رشتہ سے حضرت زکریا نے جناب مریم کی پرورش کا حق ثابت کیا تھا۔(اشعہ)اس کے معنی اور بھی کیے گئے ہیں کہ مریم کی خالہ حضرت زکریا کی زوجہ تھیں تو معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں خالہ بھانجی کے بیٹے ہیں کہ مریم بھانجی ہیں اور ایشا یعنی والدہ یحیٰی علیہ السلام خالہ ابنا خالہ کہنا تغلیبًا ہے جیسے چاند سورج کو قمرین کہہ دیتے ہیں۔

۱۶؎ خیال رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالیے گئے باقی انبیاء کرام دوسروں کی طرح مرتے نہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں یعنی دار فنا سے داربقا کی طرف وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔(مرقات)

۱۷؎ خیال رہے کہ ان حضرات انبیاء کرام نے حضور انور کو اپنا بھائی فرمایا کیونکہ سارے نبی نبوت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں جیساکہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام علاتی بھائی ہیں،عقائد سب کے ایک قواعد شرعیہ میں مختلف۔یہ بھی خیال رہے کہ ان حضرات کا مختلف آسمانوں پر حضور سے ملاقات کرنا استقبال کے لیے ہے ورنہ ان کے مقامات یہ نہیں ہیں۔عیسیٰ علیہ السلام کا مقام چوتھا آسمان ہے مگر معراج میں انہوں نے حضور سے دوسرے آسمان پر ملاقات کی جیسے جب حاجی صاحبان حج سے آتے ہیں تو کوئی کراچی جاکر ان کا استقبال کرتا ہے کوئی لاہور جاکر اور کوئی گجرات کے اسٹیشن پر۔تفسیر روح البیان نے اس ترتیب مکان کی وجہ بہت شاندار بیان کی ہے دیکھو ہماری تفسیر نعیمی۔

۱۸؎ ان سب حضرات کا یہ فرمانا استقبالیہ کلمات کے طور پر تھا۔

۱۹؎ خیال رہے کہ ادریس علیہ السلام کا مقام جنت ہے،آپ نے دنیا میں عارضی موت اختیار کی پھر زندہ ہوئے اور جنت میں داخل ہوئے پھر وہاں سے نہ نکلے،رب نے فرمایا اچھا انہیں یہاں ہی رہنے دو،رب فرماتاہے:"وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا"مگر آج حضور انور کے استقبال کے لیے چوتھے آسمان کے اس دروازہ پر آئے چوتھا آسمان گویا ان کا دفتر ہے جنت انکا گھر،کار گزاری دفتروں میں ہوا کرتی ہے نہ کہ گھر میں۔

۲۰؎ ادریس علیہ السلام حضور انور کے آباءواجداد میں سے ہیں کیونکہ آپ نوح علیہ السلام کے آباؤ اجداد میں سے ہیں مگر آپ کو بھائی کہا اس لیے کہ نبوت کے لحاظ سے سارے انبیاء آپس میں بھائی ہیں اس نبوت کے رشتہ سے حضور کو بھائی کہا جیساکہ ہم عرض کرچکے ہیں۔(مرقات،اشعہ)

۲۱؎ تفسیر روح البیان نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ حضرت انبیاء کرام کے یہ مقامات ان کے درجات اور علوم کے لحاظ سے تھے، جس نبی کا جتنا درجہ اعلیٰ اتنا ہی مقام بلند،دیکھو حضرت ہارون علیہ السلام اور ان سے اوپر چھٹے آسمان پر حضور انور سے ملے جیساکہ آگے آرہاہے۔ابراہیم علیہ السلام چونکہ انبیاء کرام کے والد ہیں اور بڑے درجہ والے اس لیے وہ سب سے اوپر ساتویں آسمان پر حضور انور سے ملے،یہ فرق مراتب بیت المقدس کی نماز میں بھی تھا اعلیٰ درجہ والے نبی پہلی صف میں تھے۔**واللہ اعلم!**

۲۲؎ صالح کے نہایت لذیذ و نفیس معنی ابھی کچھ پہلے عرض کیے گئے کہ رب کے دیدار،اس سے بالمشافہ کلام فرمانے،اس سے اپنی بات منوانے،گنہگاروں کی شفاعت فرمانے کی صلاحیت رکھنے والے۔یہ صلاحیتیں سواء حضور انور کے اور کسی میں نہیں۔

۲۳؎ چونکہ موسیٰ علیہ السلام پہلے صاحبِ کتاب نبی ہیں آپ کی توریت پر ہزارہا نبیوں نے عمل کیا"يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ" آپ کلیم اللہ ہیں اس لیے آپ ان سب نبیوں سے اوپر یعنی چھٹے آسمان پر دکھائے گئے۔اکثر علماء فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جناب عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں،ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

۲۴؎ بعض بیوقوفوں نے سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد کی وجہ سے تھاکہ جو درجہ انہیں مل گیا وہ مجھے نہ ملا اور ان کی امت جس قدر اہل جنت ہوئے میری نہ ہوئی مگر یہ غلط محض ہے کیونکہ آخرت میں تو اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے سینوں سے بھی حسد دور کرے گا،فرماتاہے:"وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ"تو وہ حضرات انبیاء کرام

جو دنیا میں حسد سے پاک تھے وہاں حسد کیسے کریں گے۔عام شارحین فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا اپنی امت پر اظہار افسوس کے لیے ہے کہ ان بدنصیبوں نے ہمیشہ میری مخالفت کی اس لیے ان میں جنتی تھوڑے ہوئے اور ان محبوب کی امت ان کی اطاعت بہت کرے گی اس لیے وہ جنتی زیادہ ہوں گے مگر عشاق کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا خوشی کا تھا کہ آج ان کی طور والی تمنا پوری ہوگی کہ آج بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں گے اور میں ان کی آنکھوں کو دیکھوں گا گویا رخسار مصطفیٰ جمال الٰہی کا میرے لیے آئینہ بنیں گے۔اگلا مضمون رونے کی وجہ نہیں ہے بلکہ مستقل کلام ہے یہ توجیہ بڑی لذیذ ہے ان شاءاللہ اس کا ذکر بھی آگے آتا ہے۔

۲۵؎عرب میں غلام بمعنی قوی اور طاقتور بھی آتا ہے اگرچہ وہ ادھیڑ یا بوڑھا ہے۔چنانچہ اہل عرب حضور انور کو شاب یعنی جوان کہتے تھے اور ان سے کم عمر حضرت ابوبکر صدیق کو شیخ کہتے تھے۔موسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غلام کہا بمعنی نہایت قوت و طاقت والے رسول جنہوں نے تھوڑے عرصہ میں دنیا کا نقشہ بدل دیا ہے بگڑی قوم کو بنانا بہت دشوار کام ہے۔

۲۶؎اس فرمان عالی کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ یہ حسد یا غبط نہیں بلکہ اپنی امت اسرائیلیوں پر اظہار افسوس ہے کہ کاش میری امت بھی ان محبوب کی امت کی طرح تابع فرمان ہوتی،میری امت میں بھی ان کی امت کی طرح اولیاء علماء صالحین رہتے۔

۲۷؎یعنی سب سے بلند مقام ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی،یہ ہی ترتیب اکثر روایات میں ہے۔بعض روایات میں اس کے خلاف بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ساتوں آسمان میں دیکھا،ادریس علیہ السلام کو تیسرے آسمان میں، یوسف علیہ السلام کو دوسرے آسمان میں۔اگر وہ روایت درست ہے تو وہ واقعہ کسی اور معراج کا ہے،حضور انور کو معراجیں بہت ہوئی ہیں ایک جسمانی باقی منامی یعنی خواب میں۔

۲۸؎یہاں مرقات نے فرمایا کہ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم شوق دیدار الٰہی میں بحالت استغراق تھے اس لیے جبریل علیہ السلام ہر بار عرض کرتے تھے کہ یہ فلاں نبی ہیں اور یہ فلاں رسول آپ انہیں سلام کریں،آپ کی توجہ تام رب انام کی طرف تھی"مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی"کا ظہور تھا۔(مرقات)ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام انبیاء کرام کو جانتے پہچانتے تھے،کیسے نہ جانتے ابھی کچھ دیر پہلے تو بیت المقدس میں یہ سب حضرات حضور انور کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں،آپ سے ملاقات کرچکے ہیں،آپ کو وہاں سے وداع کرچکے ہیں پھر نہ پہچاننے کے کیا معنی بات وہ ہی ہے جو مرقات میں فرمائی۔

۲۹؎یہاں مرقات نے باتیں بہت مفید بیان فرمائیں:ایک یہ کہ ان آسمانوں پر یہ انبیاء کرام اپنے جسم شریف سے ہی موجود تھے صرف روح نہ تھی۔دوسرے یہ کہ ہر آسمان پر بہت سے نبی استقبال کے لیے موجود تھے جن کی قیادت خاص خاص نبی کر رہے تھے۔پہلے آسمان کی قیادت آدم علیہ السلام کررہے تھے حتی کہ ساتویں آسمان والوں کی قیادت ابراہیم علیہ السلام کررہے تھے،یہاں قائدین انبیاء کا ذکر ہے۔تیسرے یہ کہ اس ترتیب مکانی میں رب تعالٰی کی بڑی حکمتیں تھیں،چونکہ آدم علیہ السلام اول بشر اول نبی ہیں لہذا وہ اول آسمان پر تشریف فرما ہوئے اولیت کے اظہار کے لیے،عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین ہیں کہ آپ میں اور ان کے درمیان میں کوئی اور نبی نہیں لہذا وہ وہاں سے قریب ترین جگہ یعنی دوسرے آسمان پر دکھائے گئے،چونکہ حضور کی امت شکل یوسفی میں جنت میں داخل ہوگی اس لیے آپ ان کے بعد دکھائے گئے اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبیوں کے والد ہیں اس لیے آپ کو سب سے اونچے آسمان پر بلایا گیا۔

۳۰؎ یہ ایک نورانی بیری کا درخت ہے جس کی جڑ چھٹے آسمان پر ہے شاخیں ساتویں آسمان کے اوپر۔اسے منتہی چند وجہ سے کہتے ہیں: ایک یہ کہ فرشتوں کے علم کی انتہاء یہاں ہے اس سے اوپر کی خبر کسی فرشتے کو نہیں۔دوسرے یہ کہ حضور انور کے سواء کوئی نبی یہاں سے آگے تشریف نہ لے گئے۔تیسرے یہ کہ سب سے بڑے فرشتے حضرت جبریل کی انتہا یہاں ہی ہے کہ وہ اس سے آگے نہیں بڑھتے۔چوتھے یہ کہ لوگوں کے اعمال یہاں تک ہی بذریعہ فرشتے کے پہنچتے ہیں پھر یہاں سے اوپر اٹھائے جاتے ہیں،یوں ہی احکام الٰہی اوپر سے یہاں تک آتے ہیں پھر فرشتے یہاں سے لیتے ہیں۔بہرحال یہ بیری چند وجہوں سے منتہیٰ یعنی ختم ہونے کی جگہ ہے،یہاں اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہے۔(مرقات)

۳۱؎ ہجر یمن کا ایک شہر ہے جہاں کے مٹکے بہت بڑے ہوتے ہیں۔فرمایا اس بیری کے بیر مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح ہیں۔خیال رہے کہ تمام درختوں میں بیری افضل ہے اس کے بعد کھجور کا درخت۔

۳۲؎ یعنی اس بیری کے درخت کی جڑ سے چار نہریں نکل رہی ہیں: دو تو ظاہر بہتی ہیں اور دو زمین دوز جیسے مکہ معظّمہ میں نہر زبیدہ۔

۳۳؎ یہ جنتی نہریں کوثر اور سلسبیل ہیں یا کوثر اور نہر رحمت۔

۳۴؎ معلوم ہوا کہ نیل اور فرات بڑی اشرف و اعلیٰ نہریں ہیں کہ ان کی اصل جنت سے ہے۔

۳۵؎ اس طرح کہ بیت المعمور تک پہنچایا گیا اور وہ میرے سامنے آیا جیسے لاہور جانے والا کہتا ہے کہ لاہور آگیا یعنی میں لاہور آگیا۔بیت المعمور فرشتوں کا قبلہ ہے،کعبہ معظّمہ کے مقابل ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے وہاں فرشتوں کو نماز پڑھائی جیسے بیت المقدس میں نبیوں کو پڑھائی تھی۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔شعر

یہ نور سداسماں پہ بندھا یہ سدرہ اٹھا وہ عرش جھکا   صفوف سمانے سجدہ کیا ہوئی جو اذاں تمہارے لیے

۳۶؎ وہاں دین فطرت دودھ کی شکل میں دکھایا گیا،دودھ ہی دنیا میں انسان کی پہلی غذا ہے اس کا رنگ سفید ہے اور سفید رنگ تمام رنگوں کی اصل ہے۔فطرت کی اصل شریعت کی اتباع ہے انتہا وصول الی اللہ ہے۔آج بھی جو خواب میں دودھ پئے تو اس کی تعبیر فطرت علم دین اور اسلام پر استقامت ہوتی ہے(اشعہ،مرقات)اگرچہ شہد بھی اچھی چیز ہے مگر اس میں دودھ کی سی سفیدی صفائی غذائیت نہیں ہے،یہ شراب جنت تھی جو حرام نہیں۔

۳۷؎ نماز کی فرضیت لامکان میں پہنچ کر ایسے مقام پر ہوئی جہاں نہ مکان تھا نہ مقام،نہ یہاں تھا نہ وہاں۔یہ خاص تحفہ تھا جو امت محمدیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دیا گیا،حضور انور تو پہلے ہی سے نمازیں ادا کرتے تھے۔

۳۸؎ یعنی چھٹے آسمان پر۔معلوم ہوتا ہے کہ واپسی میں بھی حضور انور سے تمام نبیوں نے اسی ترتیب سے ملاقات کی جس ترتیب سے جاتے وقت ملاقات کی تھی،یہ ہی سواریوں کا حال تھا کہ براق رفرف وغیرہ جس ترتیب سے حضور کو لے گئے تھے اسی ترتیب سے واپس لائے۔

۳۹؎ یہ ہے موسیٰ علیہ السلام کا علم غیب کہ امت محمدیہ جو ان کے بہت بعد ہے اور تاقیامت رہے گی اس کی طبعی کیفیت سے خبردار ہیں۔واقعی اگر نمازیں پچاس رہتیں تو چوبیس گھنٹہ میں پچاس نمازیں سخت بھاری پڑتیں نمازوں کے بعد کوئی وقت ہی نہ بچتا جو دوسرا کام کیا جاتا،کھانا کمانا سونا وغیرہ سب بند ہوجاتے۔خیال رہے کہ طاقت سے زیادہ کی تکلیف دینا رب کا قانون نہیں "لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"۔یہاں تکلیف نہیں کیونکہ یہ حکم امت تک پہنچا ہی نہیں جب ان تک پہنچا تو آسان بن چکا تھا لہذا اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

۴۰؎ موسیٰ علیہ السلام کی امت پر دن رات میں صرف دو نمازیں فرض تھیں جنہیں وہ ادا نہ کرسکے اس لیے آپ یہ فرمارہے ہیں اگر موسیٰ علیہ السلام کی ہر بات مانی جاتی تو غالبًا ہفتہ میں ایک نماز رہتی۔

۴۱؎ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی ارحم الراحمین ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رؤف رحیم ہیں مگر امت محمدیہ پر رحم آیا جلال والے نبی موسیٰ علیہ السلام کو،آخر یہ کیوں؟اس کی چند وجہیں ہیں: ایک یہ کہ رب چاہتا تھا کہ دکھادیا جاوے کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات لوگوں کی مدد کرسکتے ہیں،دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات سے تین ہزار سال بعد مسلمانوں کی مدد یہ کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔دوسرے یہ کہ بتا دیا جاوے کہ اللہ تعالٰی جسے دیتا ہے اپنے مقبولوں کے ذریعہ وسیلہ سے دیتا ہے،رب نے یہ رعایت دی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کر دیں مگر موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے۔تیسرے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام بھی رب سے عرض و معروض کرتے ہیں تو حضور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے،دیکھو جناب موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی رب سے یہ نہ کہہ دیا کہ پچاس نمازیں زیادہ ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کہا۔اے لوگو! تم بھی حضور کے توسل سے رب سے عرض و معروض کیا کرو۔چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ الٰہی میں ایسی باریابی ہے کہ بار بار حاضر ہوسکتے ہیں،دیکھو حضور نے یہاں سے ہی دعا نہ کردی بلکہ بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رب تعالٰی کے درمیان آتے جاتے رہے اس لیے رب تعالٰی نے پانچ پانچ نمازیں کم کیں ایک بار ہی پینتالیس کم نہ کردیں۔پانچویں یہ کہ موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ محبوب بار بار رب کو دیکھ کر آتے ہیں اور میں محبوب کو ان کی آنکھوں کو بار بار دیکھتا ہوں رخسار مصطفٰی جمال کبریا کا آئینہ تھے۔طور والی دعائے دیدار آج قبول ہورہی ہے،وہ تمنا آج پوری ہورہی ہے امت کا بہانہ تھا کام اپنا بنانا تھااس لیے اس کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام منتخب ہوئے۔غرضیکہ اس واقعہ میں بہت سی حکمتیں ہیں جو رب ہی جانے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۲؎ یہاں دس دس نمازوں کی معافی کا ذکر ہے،دوسری روایت میں ہے کہ رب نے آدھی نمازیں معاف کردیں،ایک اور روایت میں ہے کہ پانچ پانچ نمازیں معاف فرمائیں یہ آخری روایت مفصل ہے باقی دونوں روایتیں مجمل ہیں یعنی چند بار میں آدھی نمازیں معاف ہوئیں یا دوبار میں دس نمازیں معاف فرمائیں۔تفصیل یہ ہے کہ پانچ پانچ نمازیں معاف ہوئیں اور حضور انور اسی رات دس دفعہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوئے ایک دفعہ تو پہلی بار اور نو دفعہ حضرت موسیٰ اور رب تعالٰی کے درمیان تب نمازیں پچاس کی پانچ ہوئیں۔

۴۳؎ یعنی میں نے آخر بار میں موسیٰ علیہ السلام کہا کہ نمازیں پینتالیس معاف ہوگئیں اور پانچ باقی رہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حکم شرعی عمل بلکہ مکلفین کی خبر سے پہلے بھی منسوخ ہوسکتا ہے،دیکھو معاف شدہ پینتالیس نمازوں کا حکم ہوا مگر مسلمانوں نے نہ تو ان پر عمل کیا نہ ادا کیں کہ منسوخ ہوگئیں،صرف حضور انور کے علم میں آئیں نسخ سے پہلے حضور کا علم ہی کافی ہے۔

۴۴؎ یعنی عام مسلمان پانچ نمازوں کی پابندی نہیں کرسکیں گے اس میں سستی کیا کریں گے،حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان بالکل درست ہوا،دیکھ لو آج مسلمان زکوۃ،حج،جہاد،مسجدوں کی تعمیر بڑے شوق سے کرتے ہیں،روزے کے لیے بچے ضدیں کرتے ہیں مگر نماز کا پابند کوئی کوئی ہی ہے،رب تعالٰی فرماتاہے:"وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ" یہاں طاقت سے مراد قوت نہیں بلکہ رغبت والی طاقت مراد ہے۔لہٰذا اس فرمان موسوی پر کوئی اعتراض نہیں نہ تو رب نے طاقت سے زیادہ نمازوں کا ہم کو مکلّف کیا ہے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان غلط ہوا،طاقت واستطاعت کی بہت سی قسمیں ہیں۔

۵۴؎ یعنی نمازیں پانچ سے بھی کم کردی جاویں شاید جناب کلیم اللہ کا مقصد یہ ہوگا کہ دن رات میں ایک بلکہ ہفتہ میں ایک نماز رہے۔

۵۶؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ پروگرام پہلے ہی طے شدہ تھا ورنہ جب نو بار حضور انور نے بے جھجک عرض معروض کی تو اب کیوں حیاء فرمائی۔

۵۷؎ یعنی نمازیں پڑھنے میں کم کی گئی ہیں ثواب میں کم نہیں کی گئیں مسلمان پڑھیں پانچ مگر ثواب پچاس ہی کا پائیں گے،رب فرماتاہے:"**مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا**"۔

[2]- 5863

وَعَن ثابتٍ الْبُنانِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُتيتُ بالبُراق وَهُوَ دابَّة أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَقَعُ حَافِرُهُ عِنْدَ مُنْتَهى طَرْفِهِ فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي تَرْبُطُ بهَا الْأَنْبِيَاءُ».قَالَ:" ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خرجتُ فَجَاءَنِي جِبْرِيلُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لبن فاخترتُ اللَّبن فَقَالَ جِبْرِيل: اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عَرَجَ بنَا إِلَى السَّمَاءِ ". وَسَاقَ مِثْلَ مَعْنَاهُ قَالَ: «فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ فرحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بخَيْرٍ» . وَقَالَ فِي السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ: «فَإِذا أَنا بيُوسُف إِذا أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بخَيْرٍ» . وَلَمْ يَذْكُرْ بُكَاءَ مُوسَى وَقَالَ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ: " فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذهب بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهى فَإِذا وَرقهَا كآذان الفيلة وَإِذا ثمارها كَالْقِلَالِ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللَّهِ مَا غَشَّى تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا وَأَوْحَى إِلَيَّ مَا أوحى فَفرض عَليّ خمسين صَلَاة كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ إِلَى

روایت ہے حضرت ثابت بنانی سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا۱؎ وہ سفید دراز جانور ہے گدھے سے اونچا خچر سے نیچا اپنی ٹاپ اپنی نگاہ کی حد پر رکھتا ہے۲؎ میں اس پر سوار ہوگیا حتی کہ میں بیت المقدس میں آیا تو میں نے اسے اس کڑے سے باندھا جس سے حضرات انبیاء باندھا کرتے تھے فرمایا۳؎ پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو اس میں دو رکعتیں پڑھیں۴؎ پھر میں نکلا تو میرے پاس جبریل علیہ السلام ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دودھ کا لائے تو میں نے دودھ اختیار کیا۵؎ تو جبرئیل علیہ السلام بولے کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا پھر ہم کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا اور پچھلی حدیث کے معنی بیان کیے۶؎ فرمایا کہ ہم جناب آدم علیہ السلام کے پاس تھے انہوں نے مجھے مرحبا کہی اور مجھے دعا خیر دی فرمایا پھر تیسرے آسمان میں پہنچے تو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تھا انہیں دیا گیا ہے آدھا حسن۷؎ انہوں نے مجھے مرحبا کہی اور میرے لیے دعا خیر کی اور جناب موسیٰ علیہ السلام کا رونا ذکر نہیں کیا۸؎ اور فرمایا کہ ساتویں آسمان پر پہنچے تو ہم جناب ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھے جو بیت المعمور سے اپنی پیٹھ لگائے تھے۹؎ اس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو پھر کبھی وہاں لوٹ کر نہیں آتے۱۰؎ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس لے گئے تو اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۱۱؎ اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح تو جب اسے اللہ کے حکم سے وہ نورانیت چھا گئی تو سدرۃ ایک دم بدل گیا۱۲؎ اللہ کی مخلوق میں کوئی نہیں جو اس کی خوشنمائی بیان کرسکے۱۳؎ رب نے میری طرف جو وحی کی وہ کی۱۴؎ پھر مجھ پر پچاس نمازیں ہر دن و رات میں فرض فرمائیں۱۵؎ پھر میں موسیٰ علیہ السلام تک اتر کر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا

مُوسَى فَقَالَ: مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: خَمْسينَ صَلَاة كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ. قَالَ: ارْجعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَإِنِّي بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ. قَالَ: " فَرَجَعْتُ إِلَى رَبِّي فَقُلْتُ: يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلَى أُمَّتِي فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقُلْتُ: حَطَّ عَنِّي خَمْسًا. قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَارْجعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ ". قَالَ: " فَلَمْ أَزَلْ أَرْجعُ بَيْنَ رَبِّي وَبَيْنَ مُوسَى حَتَّى قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ فَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً مَنْ هَمَّ بحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ لَهُ شَيْئًا فَإِنَّ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً ". قَالَ: " فَنَزَلْتُ حَتَّى انتهيتُ إِلى مُوسَى فَأَخْبَرته فَقَالَ: ارجعْ إِلى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ " فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَقُلْتُ: قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتَّى استحييت مِنْهُ ". رَوَاهُ مُسلم

کہ ہر دن و رات میں پچاس نمازیں انہوں نے کہا اپنے رب کی طرف لوٹیےاس سے ہلکا کرنے کی درخواست کیجئے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی ۱۶؎ میں تو بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں ان پر تجربہ کرلیا ہے،فرمایا پھر میں اپنے رب کی طرف لوٹا میں نے عرض کیا یارب میری امت پر تخفیف فرما تو اس نے پانچ نمازیں کم کردیں ۱۷؎ پھر میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا میں نے کہا کہ مجھ سے پانچ کم کردیں انہوں نے کہا کہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں اس سے کمی کا سوال کریں،فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان دورہ کرتا رہا حتی کہ فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہر دن و رات میں پانچ نمازیں ہیں ہر نماز کا دس گناہ ثواب تو یہ پچاس نمازیں ہی ہوئیں ۱۸؎ جو کوئی کسی نیکی کا ارادہ کرے پھر وہ کرے نہیں تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاوے گی ۱۹؎ پھر اگر وہ یہ کر بھی لے تو اس کے لیے دس لکھوں گا ۲۰؎ اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں تو اس کے لیے کچھ نہیں لکھوں گا ۲۱؎ پھر اگر وہ کرلے تو اس کے لیے ایک ہی گناہ لکھا جاوے گا ۲۲؎ فرماتے ہیں کہ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف اترا میں نے انہیں یہ خبر دی تو انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس ہوجایئے اس سے کمی کا سوال کیجئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف اتنا لوٹ چکا کہ اب میں اس سے شرم کرتا ہوں ۲۳؎(مسلم)

۱؎ حضور انور براق پر سوار ہوئے مسجد حرام شریف میں پھر اسی براق پر سوار ہوئے مسجد اقصیٰ سے آسمان تک سفر میں،ساتویں آسمان سے آگے براق رہ گیا۔رفرف یعنی قدرتی تخت حضور کو اوپر لے گیا پھر عرش اعلیٰ سے اوپر بغیر کسی سواری کے تشریف لے گئے،ادھر سے خطاب تھا **ادن یامحمد** اے محبوب اور قریب آیئے،ادھر سے ایک قدم حضور آگے بڑھاتے تھے ایک قدم میں ہزارہاپردے طے ہوجاتے تھے۔

۲؎ لہٰذا براق ایک قدم میں آسمان پر پہنچا مگر یہ رفتار خراماں تھی حضرات انبیاء کرام براق سے پہلے اپنے اپنے مقام پر حضور کے استقبال کے لیے پہنچ چکے تھے۔

۳؎ یہ کڑا اس گنہگار نے دیکھا ہے،اب وہ زیر زمین ہے تہہ خانہ میں واقع ہے،پیتل کا ہے،بہت باریک رہ گیا ہے،ایک دیوار میں نصب ہے،وہاں لوگ برکت کے لیے نوافل پڑھتے ہیں یعنی حضرات انبیاء کرام جب بیت المقدس میں سواریوں پر آتے تھے تو اس حلقہ سے ہی باندھتے تھے۔بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر نبی کو رب تعالیٰ نے براق عطا فرمائے تھے جو اسی حلقہ سے

باندھتے تھے مگر یہ شارحین یہ نہیں بتاسکے کہ وہ حضرات اپنے براقوں پر سوار کب ہوئے تھے حضور انور تو معراج میں سوار ہوئے ان حضرات کو معراج عطا نہیں ہوئی،اگر یہ معنی کرو کہ آج سارے نبی اپنے اپنے براقوں پر آئے اور انہیں نے اسی حلقہ سے باندھے تو بالکل غلط ہے کیونکہ یہاں ماضی استمراری ہے باندھتے تھے بہرحال یہ ہی معنی قوی ہیں کہ وہ حضرات اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔معلوم ہوا کہ جس میخ سے انبیاء کرام کی سواریاں بندھا کریں وہ میخ بھی افضل ہوجاتی ہے۔

۴؎ بیت المقدس میں پڑھیں جہاں سارے نبی آپ کے انتظار میں تھے سب نے حضور کے پیچھے یہ رکعتیں ادا کیں۔حقیقت میں حضور کی یہ امامت اس عہد کا ظہور تھا جو میثاق کے دن نبیوں سے حضور کے متعلق اطاعت و فرمانبرداری کا لیا گیا،اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔شعر

نماز اسریٰ میں تھا یہ ہی سرعیاں ہوں معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

۵؎ پچھلی روایت میں گزرا کہ یہ برتن بیت المعمور کے پاس پیش کیے گئے،یہاں ارشاد ہے کہ بیت المقدس کے پاس پیش ہوئے ہو سکتا ہے کہ دونوں جگہ پیش ہوئے ہوں،یا یہ دوسری معراج کا واقعہ ہے جو خواب میں ہوئی تھی۔یہاں شہد کا ذکر نہیں شہد بیت المعمور میں پیش کیا گیا تھا یہاں نہیں،یا روایت میں اجمال ہے۔

۶؎ یعنی اس حدیث کے الفاظ پچھلی حدیث کے کچھ خلاف ہیں مگر معنی ایک ہی ہیں۔

۷؎ یعنی آدھا حسن تو حضرت یوسف علیہ السلام کو تنہا ملا ہے اور آدھا حسن ساری دنیا کو تقسیم ہوا تو آپ کا حسن سارے حسینوں کے حسن کے برابر ہے۔ترمذی نے بروایت انس حدیث بیان کی کہ حضور نے فرمایا اللہ تعالٰی نے سارے نبی نہایت خوبصورت خوش آواز بھیجے ہیں میں ان سب میں زیادہ حسین اور خوش آواز ہوں لہذا یہاں اس حدیث میں حضور مستثنٰی ہیں۔شیخ ابن حجر مکی نے شرح شمائل میں فرمایا کہ مسلمان یہ اعتقاد رکھے کہ صورت و سیرت کا حسن اللہ نے سب سے بڑھ کر حضور کو عطا فرمایا، الوہیت کے سوا سارے اوصاف سارے فضل و کمال حضور میں جمع ہیں۔(اشعہ)شعر

کسے بہ حسن و ملاحت بیار مانرسد　　　ترا دریں سخن انکار کار مانرسد

ہزار سکربہ بازار کائنات زدند　　　یکے بخوبی صاحب عیار مانرسد (اشعۃ اللمعات)

یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور کے چہرے میں درودیوار ایسے نظر آتے تھے جیسے آئینہ میں اور فرمایا کہ حسن مصطفٰی کماحقہٗ صحابہ کو نہیں دکھایا گیا کہ کسی میں اس کے دیکھنے کی طاقت نہ تھی مگر حسن یوسفی کماحقہٗ سب کو دکھادیا گیا،یا اس فرمان کے معنے یہ ہیں کہ یوسف علیہ السلام کو میرے حسن کا آدھا عطا فرمایا گیا یعنی پورا حسن مجھے عطا ہوا مجھ سے آدھا یوسف علیہ السلام کو۔(مرقات)

حسنِ یوسف سے کہیں بڑھ کر تھا حسنِ مصطفٰی　　　بات یہ تھی اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

۸؎ صاحب مشکوۃ اس روایت میں اور گذشتہ روایت میں فرق رکھا ہے ہیں کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کے رونے کا ذکر تھا اس روایت میں اس کا ذکر نہیں گویا یہاں اجمال ہے۔

۹؎ یعنی ابراہیم علیہ السلام اس طرح کھڑے تھے کہ ان کا منہ تو میری طرف تھا اور ان کی پیٹھ شریف بیت المعمور سے لگی ہوئی تھی۔ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ بیت المعمور خانہ کعبہ کے بالکل مقابل ہے،بعض نے فرمایا کہ یہ ہی بیت المعمور آدم علیہ السلام اپنے ساتھ لائے تھے پھر اٹھالیا گیا۔واللہ و رسولہ اعلم ! (اشعۃ اللمعات)

۱۰؎ بیت المعمور فرشتوں کا کعبہ و قبلہ ہے کہ اس طرف رخ کرکے سجدے کرتے ہیں اور اس کی زیارت کرنے باری باری سے آتے ہیں،جو ایک بار کرجاتے ہیں وہ دوبارہ نہیں آتے،یہ زیارت فرشتوں کا حج ہے۔

۱۱؎ فیلۃ کی ت تانیث کی نہیں وحدت کی ہے یعنی اس بیری کے پتے ہاتھی کے کان برابر بڑے ہیں۔

۱۲؎ یعنی جب ہم سدرہ پر پہنچے تو اس پر ایک نور چھا گیا اس نور سے وہ سماں بندھا کہ اسے کوئی بیان نہیں کرسکتا۔اس گنہگار فقیر نے ایک صبح کو جالی شریف پر ایسے انوار دیکھے جو بیان نہیں ہوسکتے وہ نظارہ اب تک یاد ہے اللہ تعالٰی پھر دکھائے۔الٰہی ایں کرم بار دگر کن !

۱۳؎ یعنی میرے سوا کوئی اس کا حسن بیان نہیں کرسکتا اور مجھے اس کے کما حقہٗ بیان کی اجازت نہیں ایسے موقعہ پر متکلم مستثنٰی ہوتا ہے۔حضور نے تو اللہ تعالٰی کی ذات و صفات بیان فرمادیں،حضور ہی کے بیان سے دنیا نے خدا کو جانا مانا۔اعلٰی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اے رضا احمد پاک کا فیض ہے ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے

۱۴؎ یہاں وحی سے مراد وہ بالمشافہ کلام ہے جو رب نے حضور انور کو اپنی ذات اپنا جمال دکھاتے ہوئے فرمایا،فرماتاہے:"فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى"۔اس کلام کی خبر نہ جبریل علیہ السلام کو ہے نہ کسی اور مخلوق کو۔خیال رہے کہ رب نے موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام خلوت میں کیا وہ سب حضور کو بتادیا"وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى"مگر جو کلام اپنے محبوب سے کیا وہ کسی کو نہ بتایا۔معلوم ہوا کہ حضور صاحب اسرار خاص ہیں۔

۱۵؎ فیصلہ الٰہی یہ ہوچکا تھا کہ نمازیں اولًا پچاس فرض کی جاویں پھر موسیٰ علیہ السلام کے عرض و معروض پر پانچ رہیں یہ پروگرام پہلے سے طے شدہ تھا۔لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ کیا رب کو خبر نہ تھی کہ نمازیں پانچ رہیں گی،رب کو یہ بھی خبر تھی کہ پانچ رہیں گی،یہ بھی خبر تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی مدد ان کی خواہش سے پانچ رہیں گی،یہ بھی خبر تھی کہ پانچ پانچ کم ہوں گی ۹ بار میں پینتالیس کم ہوں گی۔

۱۶؎ اس کی شرح ابھی کی جاچکی کہ یہاں طاقت نہ رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ وہ مجبور محض ہوں گے بلکہ آسانی والی طاقت مراد ہے۔علی امتك فرماکر یہ بتایا کہ حضور آپ کو پچاس نمازوں میں کوئی تکلف نہ ہوگا آپ کی عام امت پر بھاری پڑیں گی۔

۱۷؎ یہ حدیث مفصّل ہے پچھلی حدیث میں قدرے اجمال تھا پانچ پانچ نمازیں کم ہوئیں نو بار پینتالیس کی معافی پانچ باقی۔جہاں دس کی کمی کا ذکر ہے وہاں دوبار کو ایک دفعہ میں فرمایا گیا ہے اجمالًااس کے باقی نکات ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

۱۸؎ یعنی نماز پڑھنے میں پانچ ثواب میں پچاس ہیں ہمارا فیصلہ قائم ہے ترمیم صرف عمل میں کی گئی امت پر تخفیف کے لیے۔

۱۹؎ ھم سے مراد ہے کچا خام ارادہ یعنی جو شخص کسی نیکی کا غیر پختہ ارادہ کرے تب بھی اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاوے گی اگرچہ وہ کسی شرعی عذر یا ظاہری وجہ سے نہ کرسکے جیسے کسی نے حج کا ارادہ کیا مگر قرعہ میں نام نہ نکلا تو اسے

ارادہ کا ثواب مل گیا کہ نیکی کا ارادہ کرنا بھی نیکی ہے بلکہ نیکی کی آرزو اور تمنا کرنا بھی نیکی ہے۔حجاج حج کو جارہے ہیں ایک غریب آدمی انہیں دیکھ کر اپنی محرومی پر آنسو بہارہا ہے،تمنا کررہا ہے کہ میرے پاس پیسہ ہوتا تو میں بھی جاتا اسے ثواب مل گیا۔ایک شخص حضرات صحابہ کرام کی خوش نصیبی میں غور کررہا ہے کہ وہ کیسے خوش بخت تھے کہ حضور کے دیدار سے مشرف ہوئے اور سوچتا ہے کہ ۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اسے اس تمنا کا ثواب مل رہا ہے اور ان شاءاللہ کل اسے صحابہ کرام کے ساتھ حشر نصیب ہوگا۔

۲۰؎ یعنی ارادۂ نیکی ایک نیکی ہے اور عمل نیکی دس نیکیاں ہیں یہ اللہ کا کرم ہے،پھر نیکی کے ہر عمل پر الگ ثواب،نماز کا ارادہ کرنا الگ نیکی،وضو کرنا علیحدہ نیکی،مسجد کو چلنا اور نیکی بلکہ ہر قدم الگ نیکی،وہاں نماز کے انتظار میں بیٹھنا الگ نیکی،نماز کے بعد دعا مانگنا الگ نیکی،نماز تو مستقل علیحدہ نیکی ہے،ہم کام کریں اپنی حیثیت کے لائق وہ عطا فرماتا ہے اپنی شان کے شایاں۔

۲۱؎ **ھم** اور **عزم** میں فرق ہے۔**ھم** سے مراد ہے خیال گناہ اس پر پکڑ نہیں،**عزم** کے معنی ہے گناہ کا پورا ارادہ اس پر پکڑ ہے،کسی کے قتل یا چوری کی تاک میں رہا مگر کرنہ سکا تو گنہگار ہوگیا ہاں خیال گناہ گناہ نہیں ہے بلکہ اس سے باز آجانا توبہ کرلینا نیکی ہے۔

۲۲؎ یعنی نیکی کی طرح گناہ میں اضافہ نہیں ہوتا۔خیال رہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کا ایک لاکھ بن جانا وہ ایک ہی گناہ ہے مگر ہے اتنا بڑا کہ دوسری جگہ کے ایک لاکھ گناہوں کی برابر ہے کیونکہ اس نے حرم شریف کی زمین پاک کی توہین کی جیسے رمضان میں روزہ توڑنا دوسرے زمانہ کے اکٹھ روزے توڑنے کے برابر ہے مگر ہے ایک ہی جرم لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں نہ یہ دوسری احادیث کے خلاف ہے۔

۲۳؎ اس شرم کے معنی اور اس کی وجہ ابھی پچھلی حدیث میں عرض کردی گئی کہ یہ پروگرام رب تعالٰی اور حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے درمیان پہلے سے طے شدہ تھا جو کچھ ہوا پروگرام کے ماتحت ہوا۔

5864 -[3] (مُتَّفق عَلَيْهِ)

وَعَن ابْن شهَاب عَن أنسٍ قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " فُرِجَ عني سقفُ بَيْتِي وَأَنا بمَكَّة فَنزل جِبْرِيل فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٌ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدي فعرج بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا. قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ. قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ جِبْرِيلُ. قَالَ: هَل مَعَك أحد؟ قَالَ: نعم معي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟

روایت ہے ابن شہاب سے ۱؎ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی فرمایا کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ خبر دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی جب کہ میں مکہ میں تھا ۲؎ پھر جناب جبریل علیہ السلام اترے انہوں نے میرا سینہ کھولا پھر اسے آب زمزم سے دھویا ۳؎ پھر سونے کا ایک طشت لائے حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا اسے میرے سینہ میں لوٹ دیا ۴؎ پھر اسے سی دیا ۵؎ پھر میرا ہاتھ پکڑا تو مجھے آسمان کی طرف لے گئے ۶؎ تو جب میں دنیاوی آسمان تک پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے خزانچی سے کہا کھولو اس نے کہا کون ہے،انہوں نے کہا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں،کہا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۷؎ اس نے کہا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہاں ہاں ۸؎ جب کھولا تو ہم دنیا کے آسمان میں چڑھ گئے وہاں ایک صاحب

قَالَ: نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا إِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ. قُلْتُ لِجِبْرِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ الْيَمِين مِنْهُم أهل الْجنَّة والأسودة عَن شِمَاله أهلُ النَّار فَإِذا نظر عَن يَمِينه ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا: افْتَحْ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ " قَالَ أَنسٌ: فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَاوَاتِ آدَمَ وَإِدْرِيسَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَإِبْرَاهِيمَ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم: «ثمَّ عرج بِي حَتَّى وصلت لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ» وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسٌ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَفَرَضَ اللَّهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى. فَقَالَ: مَا فَرَضُ اللَّهِ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فَرَضَ خَمْسِينَ صَلَاةً. قَالَ: فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِن أُمَّتَكَ لَا تطِيق فراجعت فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقُلْتُ: وَضَعَ شَطْرَهَا فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَرَاجَعْتُهُ فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ

بیٹھے تھے جن کے داہنے کچھ جماعتیں تھیں اور ان کے بائیں کچھ جماعتیں تھیں تو جب اپنے داہنے دیکھتے تو ہنستے تھے اور جب اپنے بائیں دیکھتے تو روتے تھے۹؎ انہوں نے کہا نبی صالح فرزند صالح خوب آئے، میں نے جبریئل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کون ہیں، انہوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ جماعتیں جو ان کے داہنے بائیں ہیں وہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں، داہنے والے ان میں سے جنتی ہیں اور وہ جماعتیں جو ان کے بائیں طرف ہیں وہ دوزخی لوگ ہیں۱۰؎ جب وہ اپنے داہنے دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب اپنے بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۱۱؎ حتی کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے پھر اس کے خزانچی سے کہا کھولو ان سے خزانچی نے اس طرح کہا جو پہلے نے کہا، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ذکر کیا کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو پایا یہ یاد نہ رہا کہ ان کے مقامات کیسے تھے۱۲؎ بجز اس کے کہ انہوں نے یہ ذکر کیا کہ انہوں نے پہلے آسمان سے آدم علیہ السلام کو اور چھٹے آسمان میں ابراہیم علیہ السلام کو پایا۱۳؎ ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابن حزم نے خبردی۱۴؎ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوحیہ انصاری کہا کرتے تھے۱۵؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چڑھایا گیا حتی کہ میں ایک میدان میں پہنچا۱۶؎ جس میں قلموں کی چرچراہٹ سنتا تھا۱۷؎ اور ابن حزم اور انس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالٰی نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۱۸؎ تو میں یہ لے کر واپس ہوا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام پر گزرا۱۹؎ کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے ذریعہ آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کیں۲۰؎ انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ جایئے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی۲۱؎ انہوں نے مجھے واپس کردیا رب نے آدھی نمازیں معاف کردیں میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو میں نے کہا کہ اس کی آدھی معاف فرمادیں۲۲؎ انہوں نے کہا آپ اپنے رب کی طرف واپس جایئے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر میں واپس ہوا رب نے اس کی آدھی اور معاف فرمادیں۲۳؎ میں پھر موسیٰ کی طرف لوٹا، انہوں نے کہا کہ رب کی طرف لوٹ جایئے کیونکہ آپ

الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ. فَقُلْتُ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي ثُمَّ انْطُلِقَ بِي حَتَّى انْتُهِيَ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ؟ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ ".	کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی پھر میں واپس گیا تو رب نے فرمایا کہ نمازیں پانچ ہیں وہ حقیقت میں پچاس ہیں ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی۲۴ میں پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس جایئے میں نے کہا کہ میں اپنے رب سے شرم کرتاہوں ۲۵ پھر مجھے لے گئے حتی کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا ۲۶ اور اس پر مختلف رنگ چھا گئے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے ۲۷ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتی کی عمارتیں تھیں۲۸ اور اس کی مٹی مشک تھی ۲۹ (مسلم، بخاری)

۱؎ آپ کا نام ابوبکر محمد ابن عبداللہ ابن شہاب ہے،زہری قبیلہ سے ہیں جو زہرہ ابن کلاب کی طرف منسوب ہے،آپ کو زہری کہا جاتا ہے،تابعی ہیں،بڑے فقیہ محدث ہیں،مدینہ منورہ میں قیام رہا،ماہ رمضان ۱۲۴ھ ایک سوچوبیس میں وفات ہوئی۔(اکمال) آپ اپنی کنیت یعنی ابن شہاب میں مشہور ہیں۔

۲؎ میرے گھر سے مراد میرے قیام کا گھر ہے ورنہ اس گھر کی مالکہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب تھیں حضور ان کے گھر سو رہے تھے،ملائکہ یہاں سے جگا کر حضور کو حطیم کعبہ میں لائے ابھی تک آپ پر اونگھ طاری تھی پھر یہاں غسل وغیرہ دیا لہذا تمام حدیثیں درست ہیں ان میں تعارض نہیں۔ابتداء معراج جناب ام ہانی کے مکان سے ہوئی ہے اور ابتداء عروج بیت المقدس سے جناب ام ہانی کا گھر محلّہ شعب ابی طالب میں تھا،اب وہ جگہ حرم شریف میں داخل ہوگئی اس کے مقابل ایک دروازہ ہے جسے باب ام ہانی کہا جاتا ہے

۳؎ دنیاوی دولہا کے جسم کو غسل دیا جاتا ہے حضور انور ایسے انوکھے دولہا ہیں کہ آپ کے دل کو بھی غسل دیا گیا۔آبِ زمزم دوسرے پانیوں سے افضل ہے کہ حضرت اسماعیل کے قدم سے جاری ہوا ہے اس لیے یہ پانی اس غسل کے لیے منتخب ہوا۔

۴؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ سونا جنت کا تھا ایمان و حکمت خاص خزانہ ربانی میں سے کیونکہ جنت میں پانی دودھ وغیرہ کے چشمے ہیں،پھل فروٹ کے باغات ہیں مگر وہاں ایمان و حکمت یا چشمہ یا باغ نہیں،یہ ایمان و حکمت کا چشمہ علاوہ اس ایمان و حکمت کے ہے جو اول سے ہی حضور انور کو عطا فرمایا گیا تھا آج اس میں اور اضافہ کیا گیا،یہ دونوں چیزیں رب کے ہاں مستقل صورت و حیثیت رکھتی ہیں

۵؎ یعنی یہ ایمان و حکمت انڈیل کر میرا سینہ بھر دیا پھر اسے سی دیا۔

۶؎ یہاں نہ تو براق کا ذکر ہے نہ مسجد اقصیٰ کی نماز کا۔اس بنا پر بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ معراج خواب کی ہے جسمانی معراج میں براق تھا فرشتوں کی برات بھی بیت المقدس کی نماز بھی۔جو حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں بھی جسمانی معراج مراد ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہاں اجمال ہے وہاں تفصیل تھی یہاں ان دو تین چیزوں کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے۔

۷؎ اس سوال کی وجہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ آج حضرت جبریل اس دروازے پر دستک دے رہے ہیں جو صرف حضور انور کی معراج کے لیے مخصوص تھا اس کے سواء کسی کے لیے اس کا کھلنا ناممکن تھا،پوچھا اے جبرئیل یہ دروازہ تمہارا تو ہے نہیں تم

یہاں کیوں آئے ہو کیا کسی کو لائے ہو ان کی خاطر تم بھی یہاں آئے،انہوں نے فرمایا ہاں انہیں کو لایا ہوں جن کے لیے یہ دروازہ کھلنا ہے۔

۸؎ یہ سوال انتہائی خوشی کی بنا پر ہے کہ کیا آج معراج کی رات ہے حضور بہ حیثیت مہمان بلائے گئے ہیں،فرمایا ہاں یہ وہی رات ہے۔

۹؎ واقعہ وہ ہی ہے جو پہلے بیان ہوچکا یعنی پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات،یہاں کچھ تفصیل ہوگئی ہے کہ جناب آدم علیہ السلام کو اس طرح پایا۔

۱۰؎ یہ مؤمنین اور کفار وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے آئندہ تاقیامت پیدا ہونے والے ہیں وہ آپ کے ارد گرد اس طرح جمع ہیں کیونکہ جو مؤمنین اور کفار پیدا ہوکر مرچکے وہ اس آسمان پر کیسے آسکتے ہیں۔مؤمنین کی روحیں اعلیٰ علیین میں پہنچیں کفار کی روحیں سجین میں ان کا اجتماع کیسا۔(مرقات) یا یوں کہو کہ یہ وہ ہی مؤمنین و کفار ہیں جو مرچکے ہیں،وہ لوگ کبھی کبھار اپنے مقامات سے بلا کر یہاں اس طرح آدم علیہ السلام کو دکھائے جاتے ہیں،حضور انور جب وہاں پہنچے تو یہ ہی وقت تھا ان کی پیشی کا حضور انور نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔اس واقعہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام تا قیامت ہر سعید و شقی سے خبردار ہیں کہ کون ایمان پر مرے گا اور کون کفر پر،یہ ہی بات علوم خمسہ سے ہے۔دوسرے یہ کہ ان سعید و شقی لوگوں کو حضور انور نے بھی معراج کی رات دیکھا ہےاور سب کو پہچانتے ہیں،حضور ہر ایک کے انجام سے خبردار ہیں۔

بلکہ قبل از زادن تو سالہا ہم چنیں بینند چندیں حالہا

۱۱؎ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ ہنسنا رونا محبت پدری کی بنا پر تھا۔باپ اپنی اولاد کو اچھے حال میں دیکھے تو خوش ہوتا ہے اور تکلیف میں دیکھے تو غمگین ہوتا ہے یہ ہی حالت آپ کی اس وقت تھی کہ دوزخیوں کو دیکھ کر افسوس کرتے تھے کہ یہ میری اولاد کافر رہی دوزخ میں جائے گی،جنتیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ یہ میرے بچے خوش نصیب ہیں جنت میں جائیں گے۔

۱۲؎ یعنی حضور انور نے ان تمام رسولوں کے مقامات بالتفصیل بیان فرمائے تھے مگر تفصیل یاد نہ رہی یہ یاد نہ رہنا حدیث کو ضعیف نہیں کردیتا کیونکہ جو انہیں یاد نہ رہا اس کی روایت ہی نہیں کی جو یاد نہ رہنا حدیث کو ضعیف کرتا ہے۔جب غلط بات حضور انور کی طرف غلطی سے نسبت کردےاسے سوء حفظ کہتے ہیں وہ یہاں موجود نہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں۔

۱۳؎ پچھلی حدیث میں گزرا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضور انور نے ساتویں آسمان میں پایا وہ ہی قوی ہے کیونکہ وہاں تفصیل موجود ہے کہ بیت المعمور سے پشت لگائے ہوئے پایا اور اگر یہ متعدد معراج کے واقعات ہیں تب تو کوئی دشواری ہی نہیں کہ ایک معراج میں حضور نے جناب ابراہیم کو چھٹے آسمان پر پایا دوسری معراج میں ساتویں آسمان پر پایا۔اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں آسمانوں پر حضور انور کا استقبال کیا چھٹے پر بھی اور ساتویں پر بھی تب حدیث واضح ہے۔

۱۴؎ ابن شہاب یعنی امام زہری کے حالات تو ہم بیان کرچکے۔ابن حزم کا نام محمد ابن عمروابن حزم ہے،ان کے والد صحابی ہیں،انصاری ہیں،محمد ابن عمرو ابن حزم ۱۰ھ ہجری میں نجران میں پیدا ہوئے جب کہ ان کے والد حضور انور کی طرف سے نجران کے حاکم تھے،آپ جنگ حرہ میں شہید ہوئے،ترپن سال عمر پائی، ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔(مرقات و اکمال)

۱۵؎ ابوحیہ کا نام عامر یا مالک یا ثابت ابن نعمان انصاری ہے،صحابی ہیں،بدری ہیں،غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

۱۶؎ مستوی ہر میدان کو نہیں کہتے بلکہ بلند اور اعلیٰ میدان کو کہتے ہیں۔

۱۷؎ وہ قلم جس نے لوح محفوظ پر سب کچھ لکھا اور لکھ کر خشک ہوچکا وہ اور قلم ہے جس کے متعلق ارشاد ہے **اول ماخلق اللہ القلم**۔یہاں وہ قلم مراد نہیں جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں وہ فرشتے ان قلموں سے روزانہ کے احکام الٰہیہ لکھتے ہیں اور لوح محفوظ سے ایک سال کے واقعات الگ الگ صحیفوں میں نقل کرتے ہیں یہ صحیفے متعلقہ حکام فرشتوں کو پندرھویں شعبان کی شب میں حوالہ کردیئے جاتے ہیں،رب فرماتاہے:"فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ"۔ان قلموں کی درازی رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔دیسی قلم جب کاغذ پر چلتا ہے تو اس سے چرچراہٹ پیدا ہوتی ہے،حضور انور اس قدر ان سے قریب ہوئے کہ قلموں کی چرچراہٹ سن لی یقینًا تحریر بھی دیکھ لی قدرت کی تحریر حضور کے علم میں ہیں۔

قدرت کی تحریریں جانے امی اور تقریریں جانے
بخشش کی تدبیریں جانے وہ ہے رحمت والا
جن کا نام ہے محمد ان سے دو جگ ہے اوجیالا

۱۸؎ اگرچہ یہ پچاس نمازیں حضور انور پر بھی فرض کی گئیں تھیں مگر امت پر فرض تھیں پڑھنے کے لیے حضور پر فرض تھیں پڑھانے اور سکھانے کے لیے اس لیے امت کا ذکر فرمایا۔

۱۹؎ اسی ترتیب سے جس ترتیب سے جاتے ہوئے گزرے تھے ہر آسمان پر انہیں پیغمبر سے ملاقات ہوئی جن سے جاتے ہوئے ملاقات ہوئی تھی۔

۲۰؎ خیال رہے کہ اسلام کے تمام فرائض فرش پر ہی بھیجے صرف نمازیں معراج میں عرش پر فرض کی گئیں اس لیے حضور انور نے صرف نمازوں کا ذکر فرمایا اور کسی فرض کا ذکر نہیں کیا۔

۲۱؎ امت کہہ کر یہ بتایا کہ حضور ان نمازوں پر آپ اور آپ کے خاص غلام تو طاقت رکھتے مگر عام امت والے اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

۲۲؎ یہاں اجمال ہے یعنی چند بار حاضریوں میں آدھی نمازیں معاف فرمادیں یعنی پانچ بار حاضری میں پچیس نمازیں کم فرمادیں اور پچیس نمازیں باقی رکھیں۔مرقات نے فرمایا کہ یہاں شطر بمعنی آدھا نہیں بلکہ بمعنی ایک حصہ ہے یعنی رب نے اس ایک حاضری میں پچاس نمازوں کا ایک حصہ یعنی پانچ نمازیں معاف فرمادیں اس صورت میں مطلب بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

۲۳؎ یہاں **شطر** بمعنی ایک حصہ ہے نہ کہ بمعنی آدھا جیساکہ ظاہر ہے کیونکہ اگر پچاس کا دوسرا آدھا حصہ بھی معاف ہوجاتا تو کوئی نماز فرض نہ رہتی۔

۲۴؎ نسخ کی حقیقت یہ ہی ہے کہ اس میں حکم کی تبدیلی نہیں بلکہ اس حکم کی مدت کی انتہاء کا بیان ہوتا ہے یعنی پچاس نمازوں کا حکم آپ کی اس آمدورفت تک تھا اب پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ان پر ثواب پچاس ہی کا ہوگا پڑھنے میں پانچ ثواب میں پچاس۔

۲۵؎ حضور کا یہ شرم فرمانا اس لیے تھا کہ اب حضور کا جانا طے شدہ پروگرام کے خلاف ہوتا پہلی تمام آمدورفتیں پروگرام کے مطابق تھیں۔**واللہ ورسولہ اعلم!**

۲۶؎ غالبًا سدرۃ المنتہیٰ کی یہ دوسری سیر ہے واپس آتے ہوئے کیونکہ نمازوں کی فرضیت تو عرش سے اوپر جاکر ہوئی سدرہ اس سے کہیں نیچے ہے۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہوئے ان تمام مقامات سے دیکھتے ہوئے گزر گئے واپسی میں پھر

ان تمام پر تشریف لائے سیر فرمائی جیسے حاجی عرفات جاتے ہوئے مزدلفہ سے گزر جاتے ہیں پھر عرفات سے آتے ہوئے مزدلفہ میں ایک رات قیام کرتے ہیں۔

۲۷؎ یعنی اس بار سدرہ پر ایسے رنگ برنگے انوار چھا گئے کہ ان کی حقیقت رب تعالٰی ہی جانتا ہے ان کا حسن بیان میں نہیں آسکتا۔یہ انوار حضور انور کے استقبال کے لیے تھے جیسے معزز مہمان کی تشریف آوری پر دن کو شہر،کوٹھی سجائی جاتی ہے،رات کو سارے ہی چراغ،غبارے،آتشبازی سے رونق کی جاتی ہے یہ ساری سج دھج حضور کے دم قدم سے تھی۔مرقات نے فرمایا کہ اس وقت حضور کو ان انوار کی خبر نہ ہوئی کیونکہ اس وقت حضور کی توجہ خالق کی طرف تھی جیسے دولہا برات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کی نگاہ اصلی مقصود پر ہے۔

۲۸؎ جنابذ جمع ہے جنبذہ کی بمعنی اونچی عمارت۔جنت میں ایک ایک موتی کا ایک ایک وسیع محل ہے اگر وہ ایک موتی دنیا میں آجائے تو سورج کی روشنی خیرہ ہو جائے اور اس کی قیمت ساری دنیا کے خزانے نہ ہوسکیں۔

۲۹؎ یہ سمجھانے کے لیے ہے ورنہ دنیا کے مشک کو اس خوشبو سے کیا تعلق،اس مٹی کی خوشبو پانچ سو سال کی راہ سے محفوظ ہوتی ہے بھلا مشک میں یہ بات کہاں،ہاں مشک کی خوشبو اس مٹی کی خوشبو کی حکایت ہے دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔

روایت ہے حضرت عبداللہ سے ۱؎ فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہٰی لے جایا گیا یہ چھٹے آسمان میں ہے ۲؎ جو چیزیں زمین سے اوپر اٹھائی جاتی ہیں وہ وہاں تک ہی پہنچتی ہیں پھر وہاں سے لے لی جاتی ہیں اور جو چیزیں اوپر سے اتاری جاتی ہیں وہ وہاں تک ہی پہنچتی ہیں پھر وہاں سے لے لی جاتی ہیں ۳؎ فرمایا کہ اچانک سدرہ پر چھا گئی جو چھا گئی فرمایا وہ سونے کے پتنگے تھے ۴؎ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں آپ کو پانچ نمازیں دی گئیں اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں ۵؎ اور آپ کی امت میں سے جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں ان کے گناہ بخشے گئے ۶؎ (مسلم)	[4]- 5865 وَعَن عبدِ اللہ قَالَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ:[إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى]. قَالَ: فِرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ: فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا: أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لمن لَا يشرِكُ باللَّهِ من أمته شَيْئا الْمُقْحمَات. رَوَاهُ مُسلم

۱؎ حدیث اور فقہ میں جب عبداللہ بغیر قید آتا ہے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود مراد ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہے یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا۔

۲؎ بعض روایات میں ہے کہ سدرۃ المنتہٰی ساتویں آسمان میں ہے جیسا کہ مالک ابن صعصعہ کی روایت میں ابھی کچھ پہلے گزرا مگر ان دونوں روایتوں میں مخالفت نہیں اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے شاخیں ساتویں آسمان میں،یہاں جڑ کا ذکر ہے وہاں شاخوں کا تذکرہ تھا اس کی شاخوں کا سایہ تمام آسمانوں اور جنت میں ہے۔(مرقات)یہ ہی بات بہت قوی ہے۔

۳؎ جیسے دو ملکوں کی ڈاک کا تبادلہ باڈر یعنی سرحد پر ہوتا ہے اگرچہ دونوں ملکوں کا بادشاہ ایک ہی ہو۔سدرہ سے آگے ہمارے حضور کے سواء کوئی نہیں گیا بلکہ حضور تو اس جگہ گئے جہاں جگہ بھی نہیں وہاں نہ جہاں ہے نہ یہاں نہ وہاں۔

برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں — اسریٰ بعبدہ است من المسجد الحرام
تاعرصۂ وجوب کہ اقصاء عالم است — کانجانہ جاست ونے جہت ونے شان و نام

۴؎ یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے بیان میں جو آیت کریمہ "اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى"وارد ہے اس کی تفسیر حضور انور نے پتنگوں سے کی۔پتنگے یا تو فرشتے ہیں یاارواح انبیاء جو پتنگوں کی طرح محسوس ہوتی ہیں۔خیال رہے کہ اس بیری کے ہر پتہ پر فرشتوں کی فوجیں ہیں،بزرگوں کی روحیں اور سبز رنگ کے غیبی پرندے اور رنگ برنگے انوار لہذا احادیث میں تعارض نہیں کہیں کسی چیز کا ذکر ہے کہیں کسی اور چیز کا۔اس سے پہلے گزرا کہ حضور نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ وہاں کیا چیزیں ہیں وہاں حضور انور کے علم کی نفی مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تمہیں وہ چیزیں کیسے بتاؤں سمجھاؤں وہ بیان میں نہیں آسکتیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔میں ان کے بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں پاتا،یوں ہی رب کا فرمانا:"اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى"اس کا مطلب یہ نہیں کہ رب کو بھی خبر نہیں کہ سدرہ پر کون سی چیز چھا گئ تھی مطلب یہ ہی ہے کہ اس کا بیان نہیں ہوسکتا جیسے رب فرماتاہے: "فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ"بہرحال اس قسم کے فرمان کا منشا بے خبری نہیں۔(مرقات)

۵؎ یا تو سورۂ بقرہ کی آخری آیات معراج کی رات بھی حضور کو عطا کی گئیں اور بعد ہجرت بھی نازل کی گئیں،پہلی عطا بغیر واسطہ فرشتہ ہوئی اور دوبارہ نزول بواسطہ فرشتہ ہوا،یا یہ مطلب ہے کہ ان دعاؤں کی قبولیت وہاں عطا کی گئ جو ان آیات میں تعلیم کی گئ ہے حضور سے وعدہ کرلیا گیا کہ جو بھی یہ دعائیں ہم سے مانگے گا ہم اسے عطا کریں گے،یا مطلب یہ ہے کہ ان آیات کے فیوض ان کے انوار ان کی برکتیں جو شمار سے باہر ہیں حضور کو اس رات عطا کی گئیں۔(مرقات،اشعہ)ہوسکتا ہے کہ یہ تمام چیزیں مراد ہوں ان آیات کے الفاظ،قبولیت،انوار برکات سب کچھ اس رات حضور کو عطا ہوئیں،یہ آیات "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ"سے لے کر"فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ"تک ہیں۔

۶؎ شرک باللہ سے مراد مطلقًا کفر ہے یعنی کفر تو نہیں بخشا جاوے گا اس کے علاوہ سارے گناہ قابل بخشش ہیں،ہاں حقوق العباد خود حق والوں سے معاف کرائے جاویں گے جن کی تین نوعیتیں ہوں گی۔قرآن کریم میں قریبًا ہر جگہ شرک بمعنی کفر آتا ہے"لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا"۔

[5]- 5866	
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كَرْبًا مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ فَرَفَعَهُ اللَّهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے کو حطیم میں دیکھا۱؎ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق سوالات کر رہے تھے تو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی چیزوں کے متعلق سوالات کیے جو مجھے یاد نہ رہی تھیں۲؎ تو میں اتنا غمگین ہوا جتنا کبھی نہ ہوا تھا۳؎ تو اللہ نے میرے سامنے اسے کردیا

أَنْبَأْتُهُمْ وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّي. فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جعد كَأَنَّهُ أَزْد شَنُوءَةَ وَإِذَا عِيسَى قَائِمٌ يُصَلِّي أَقْرَبُ النَّاس بِهِ شبها عروةُ بن مسعودٍ الثَّقفيُّ فإذا إِبْرَاهِيمُ قَائِمٌ يُصَلِّي أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ - يَعْنِي نَفْسَهُ - فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ لِي قَائِلٌ: يَا مُحَمَّدُ هَذَا مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَهَذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ: الْفَصْلِ الثَّانِي	میں اسے دیکھ رہا تھا وہ کسی چیز کے متعلق مجھ سے نہ پوچھتے تھے مگر میں انہیں بتادیتا تھا۴ اور میں نے اپنے کو نبیوں کی جماعت میں دیکھا ۵ تو موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے وہ درمیانہ قد گھونگریلے بال والے ہیں گویا وہ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں ۶ اور عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ۷ ان سے قریبًا ہم شکل عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں ۸ اورا براہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ۹ سب میں زیادہ ان کے مشابہ تمہارے صاحب یعنی میں ہوں۱۰ پھر نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے انکی امامت کی ۱۱ پھر جب نماز سے میں فارغ ہوگیا تو مجھ سے کسی کہنے والے نے کہا اے محمد یہ آگ کے خزانچی مالک ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے ان کی طرف توجہ کی تو انہوں نے مجھے سلام کرنے سے ابتداء کی ۱۲ (مسلم) اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

۱ یعنی معراج کے سویرے کو جب ہم نے اپنی معراج کا اعلان کیا ہم حطیم کعبہ میں تھے کہ مشرکین مکہ نے ہم سے سوالات شروع کیے سوالات بھی لایعنی۔

۲ مثلًا یہ کہ بیت المقدس میں ستون کتنے ہیں، سیڑھیاں کتنی ہیں، منبر کس طرف ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیزیں تو بار بار دیکھنے پر بھی یاد نہیں رہتیں تو ایک بار دیکھنے پر یاد کیسے رہتیں۔ کفار نے کہا کہ عرش و کرسی کی باتیں جو آپ بیان کررہے ہیں ان کی تو ہم کو خبر نہیں بیت المقدس ہم نے دیکھا ہوا ہے وہاں کی نشانیاں آپ ہم کو بتائیں اسی لیے رب نے اس معراج کے دو حصے کئے: بیت المقدس تک، پھر وہاں سے عرش کے آگے تک تاکہ لوگ اس حصہ معراج کو بہت دلائل سے معلوم کرلیں۔

۳ یہ غم اپنے متعلق نہ تھا بلکہ کفار کے متعلق تھا کہ اگر میں نے بیت المقدس کی نشانیاں بیان نہ کیں تو یہ میری معراج نہ مانیں گے اور کافر رہیں گے یہ غم بھی عبادت ہے۔

۴ خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام پر کبھی تو بسط کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھتے اس کی خبر رکھتے ہیں اور کبھی قبض کی حالت ہوتی ہے جب اپنے سے بھی بے خبر ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں **رایت مشارق الارض ومغاربھا** اس وقت قبض تھا جب بیت المقدس سامنے آگیا تو یہ وقت بسط کا تھا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

گہے برطارم اعلیٰ نشینیم   گہے برپشت پائے خود نہ بینیم

۵ یعنی ہم معراج میں دوران سفر انبیاء کرام کی قبروں پر گزرے تو موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضور انور نے معراج میں چار بار انہیں کو دیکھا اولًا گزرتے ہوئے ان کی قبروں میں انہیں دیکھا، پھر بیت المقدس میں جہاں سب نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی، پھر آسمانوں میں اپنے مقامات پر، پھر واپسی معراج میں اپنے مقامات پر یہاں پہلی ملاقات کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں وہ زندہ ہیں مگر یہ نماز تکلیفی نہیں لذت و فرحت کی ہے۔

۶؎ شنوءہ یمن کا مشہور قبیلہ ہے،وہ لوگ بڑے خوبصورت ہوتے ہیں،فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے کا شوق ہو تو ان لوگوں کو دیکھ لو۔

۷؎ غالبًا آپ آسمانوں میں اپنے مقام پر نماز پڑھتے ہوئے حضور کو ملے۔

۸؎ عروہ ابن مسعود ثقفی اور ہیں اور عروہ ابن مسعود ہزلی دوسرے ہیں،یہ عبداللہ ابن مسعود کے بھائی ہیں اور ثقفی دوسرے ہیں، صحابی ہیں،نہایت حسین تھے۔

۹؎ ہوسکتا ہے کہ یصلی میں صلوۃ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ہو یعنی میں نے انہیں اس طرح پایا کہ وہ مجھ پر درود شریف پڑھ رہے تھے۔

۱۰؎ یعنی اگر تم کو شوق ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو تو مجھے دیکھ لو میں ان کی ہم شکل ہوں۔

۱۱؎ یعنی بیت المقدس میں سارے نبیوں نے میری اقتداء میں نماز پڑھی ہم نے سب کی امامت فرمائی اور ہوسکتا ہے کہ بیت المعمور والی نماز کی امامت مراد ہو جہاں حضور نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔خیال رہے کہ حضور کو نماز تو عرش پر پہنچ کر ملی مگر اس سے پہلے ہی نبیوں فرشتوں کو نماز پڑھائی۔معلوم ہوا کہ امت کے لیے نماز عرش پر ملی حضور کو پہلے ہی مل چکی تھی۔

۱۲؎ اس آخری جملہ سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ نماز وہ ہے جو حضور انور نے بیت المعمور میں فرشتوں اور نبیوں کو پڑھائی کیونکہ یہاں ارشاد ہے کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی داروغہ دوزخ مالک سے ملاقات ہوئی۔خیال رہے کہ ان تمام حضرات نے آج حضور کے پیچھے محمدی نماز پڑھی تھی انبیاء کرام نے اپنی اپنی نمازیں نہیں پڑھی تھیں۔سارے انبیاء کرام اور فرشتے حضور کے امتی ہیں یعنی قانونی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک کو سلام فرماتے کیونکہ آنے والا سلام کیا کرتا ہے مگر خازن دوزخ نے حضور انور کا احترام کرتے ہوئے پہلے ہی سلام عرض کیا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا ۱؎ تو میں حطیم میں کھڑا ہوگیا اللہ نے مجھ پر بیت المقدس ظاہر فرمادیا تو میں انہیں وہاں کی خبر دینے لگا حالانکہ میں اسے دیکھ رہا تھا ۲؎ (مسلم،بخاری)	5867 -[6] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَن جَابر أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللَّهُ لِيَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ» .

۱؎ قریش کو یقین تھا کہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی نشانیاں نہیں بتاسکیں گے ہم کو وہ نشانیاں معلوم ہیں تو ہم کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ آپ بیت المقدس گئے ہی نہیں جیسے آپ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ آپ آج رات بیت المقدس گئے تھے ایسے ہی یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ آپ آسمانوں پر گئے تھے۔کذبنی کے یہ ہی معنی ہیں یعنی انہوں نے مجھے جھوٹا کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔

۲؎ ہم اس کے متعلق ابھی کچھ پہلے عرض کرچکے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے ساری دنیا حضور انور کے سامنے فرمادی ہے مگر اس کشف کاظہور کبھی کبھی ہوتا ہے،کبھی خِفا جسے صوفیاء کی اصطلاح میں قبض وبسط کہتے ہیں۔جب رب تعالٰی کی طرف سے بسط کا فیض ہوا تو یہ حال ہوگیا کہ کفار وہاں کے نشانات پوچھتے تھے اور حضور انور دیکھ دیکھ کر بتاتے تھے،قبض و بسط کی مثال ایسی ہے جیسے کھیت میں بارش کی تری اور دھوپ کی خشکی،بسط بارش ہے قبض دھوپ،کھیت کے لیے نہ ہمیشہ بارش مفید ہے نہ ہمیشہ خشکی فائدہ مند دونوں ہی چاہئیں۔

باب فی المعجزات

معجزات کا بیان ۱

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ معجزات جمع ہے معجزہ کی،یہ بنا ہے اعجاز سے بمعنی عاجز کرنا،وہ کام جس کے مقابلہ سے بلکہ اس کی سمجھ سے خلق عاجز ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔شریعت کی اصطلاح میں معجزہ ہر وہ عجیب و غریب خلاف عادت کام ہے جو دعویٰ نبوت کرنے والے کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔دعویٰ نبوت سے پہلے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اسے کہتے ہیں ارہاص،بمعنی عمارت کو مضبوط وپختہ بنانا بنیاد مستحکم رکھنا،اس کے ذریعے نبوت کی دیوار کی پختگی کی جاتی ہے۔اولیاء اللہ کے ہاتھ پر جو عجیب بات ظاہر ہو اسے کہتے ہیں کرامت۔عام مؤمنین کے ہاتھ پر اگر کبھی کوئی عجیب بات ظاہر ہو وہ ہے معونت اور کفار کے ہاتھ سے جو عجوبہ ظاہر ہو وہ ہے استدراج۔یہ پانچ قسمیں یاد رکھو: معجزہ،ارہاص،کرامت،معونت،استدراج۔گذشتہ انبیاء کرام کو ایک یا دو معجزے عطا ہوئے تھے حضور انور کو ہزارہا معجزے عطا ہوئے،کسی نبی کے ہاتھ میں معجزہ تھا،کسی کے سانس میں،کسی کی آنکھ میں مگر حضور کی شان یہ ہے کہ۔

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

نیز سارے نبیوں کے معجزے قصے بن گئے،ہمارے حضور کے بہت سے معجزے تاقیامت دیکھنے میں آئیں گے ذکر کثیر،محبوبیت قرآن مجید،پتھروں،جانوروں پر حضور کا نام کندہ ملنا وغیرہ یہ زندہ جاوید معجزات ہیں۔حضور کے اولیاء اللہ ان کی کرامت حضور کے زندہ معجزے ہیں،مشکوۃ شریف میں چند خصوصی معجزے بیان ہوئے ہیں۔

5868 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصّدّيق رَضِي الله عَنهُ قا ل: نظرتُ إِلى أقدامِ المشركينَ على رؤوسنا وَنَحْنُ فِي الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمِهِ أَبْصَرَنَا فَقَالَ:«يَا أَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللَّهُ ثالثهما»	روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۱؎ کہ میں نے اپنے سروں کے اوپر مشرکین کے قدم دیکھے جب کہ ہم غار میں تھے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ان میں سے ایک اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو ہم کو دیکھ لے ۲؎ فرمایا اے ابوبکر تمہیں ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے ۳؎ (مسلم، بخاری)

۱؎ حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہے۔صادق وہ جو زبان کا سچا ہو،صدیق وہ ہے جو نیت،ارادہ،زبان،ہاتھ پاؤں غرض کہ سارے ظاہر باطن اعضاء کا سچا ہو۔صادق وہ کہ جیسا واقعہ ہو ویسا کہے اور صدیق وہ کہ جیسا وہ کہہ دے واقعہ ایسا ہی ہوجاوے اسی لیے شاہی ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق کہاجب کہ اس نے دیکھا کہ جوآپ نے کہا تھا وہ ہی ہوا،عرض کیا" **یُوۡسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیۡقُ**"۔حضرت صدیق اکبر نے مالک بن سنان کے متعلق جو کہا تھا وہ ہی ہوا کہ وہ شہید ہونے کے بعد زندہ ہو کر آئے۔ ان شاء اللہ یہ واقعہ باب الکرامات میں عرض ہوگا۔

۲؎ جب ہجرت کی شب حضور انور کو لے کر صدیق اکبر غار ثور میں بیٹھے تب مشرکین عرب اس غار کے دروازے پر پہنچ گئے تب آپ نے نہایت خوف کی حالت میں یہ کہا،جناب صدیق اکبر کو اس وقت اپنی جان کا خوف نہیں تھا اپنی جان تو آپ پہلے ہی

فدا کرچکے تھے کہ اکیلے اندھیرے غار میں گھس گئے سانپ سے کٹوالیا،خوف حضور انور کی تکلیف کا تھا،یہ خوف بہترین عبادت تھا جس پر ساری عبادات قربان ہوں۔

۳؎ حضرت صدیق اکبر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو رب تعالٰی کو ایسی پسند آئی کہ اسے قرآن کریم میں بایں الفاظ نقل فرمایا"اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصٰحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا"۔اس واقعہ میں حضرت صدیق اکبر کے چند فضائل معلوم ہوئے:ایک یہ کہ انہیں حضور کا ثانی اثنین،پھر انہیں تیسرا کون کرے حضور کے بعد درجہ اس ثانی کا ہے۔دوسرے یہ کہ انہیں حضور کا صحابی فرمایا گیا لِصٰحِبِهٖ ان کی صحابیت قطعی یقینی ہے۔تیسرے یہ کہ انہیں یار غار یعنی حضور کا گہرا دوست غار کا ساتھی کہا گیا آج بھی کہتے ہیں فلاں میرا یار غار ہے۔چوتھے یہ کہ حضور انور نے فرمایا:"اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا"۔معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی جیسے اپنے حبیب کے ساتھ ہے ویسے ہی جناب صدیق کے ساتھ بھی ہے یعنی جو ان دونوں کے دامن سے الگ ہو اللہ اس کے ساتھ نہیں۔خیال رہے کہ اللہ ثالثھما کہنا عین ایمان ہے اور ان اللہ ثالث ثلثة کہنا عین کفر ہے یعنی خدا کو نسبت کرو ناقص عدد کی طرف نہ کہ برابر عدد کی طرف جیسے وھو رابعھم اور وھو ثالثھم رب کو قرآن میں فرمایا گیا ہے۔(مرقات)یہ واقعہ اس لیے معجزہ بنا کہ حضور کی خبر کے مطابق کفار ان دونوں حضرات کو نقصان نہ پہنچاسکے،مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈے کے ذریعہ رب نے ان دونوں جانوں کو کفار سے بچالیا۔(مرقات)پھر حضرت صدیق اکبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب کچھ کہتے رہے مگر ان کی آواز کفار نے نہیں سنی اور کفار کی آوازیں غار میں جناب صدیق سنتے رہے یہ بھی معجزہ ہے۔

5869 -[2] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: يَا أَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِي كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِينَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتَّى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ وَخَلَا الطَّرِيقُ لَا يَمُرُّ فِيهِ أَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ يَأْتِ عَلَيْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدَيَّ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رسولَ الله وَأَنَا أَنْفُضُ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ أَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ قُلْتُ: أَفِي غنمكَ لبنٌ؟ قَالَ: نعم قلتُ: أفتحلبُ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَخَذَ شَاةً فَحَلَبَ فِي قَعْبٍ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ وَمَعِي إِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ	روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے وہ اپنے والد سے راوی انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابو بکر مجھے بتاؤ کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے تو تم نے کیا کیا تھا ۱؎ فرمایا ہم اپنی رات چلتے رہے اور کل بھی حتی کہ دوپہری کا ٹھہرنے والا ٹھہر گیا ۲؎ اور راستہ خالی ہوگیا کہ اس میں کوئی نہیں گزرتا تھا تو ہم کو ایک لمبا پتھر ظاہر ہوا جس کا سایہ تھا اس پر دھوپ نہیں آئی تھی ہم اس کے پاس اتر گئے ۳؎ اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جگہ اپنے ہاتھ سے ہموار کردی جس پر حضور سوئیں اور اس پر پوستین بچھادی ۴؎ اور میں نے عرض کیا یارسول اللہ سو جایئے میں آپ کے ارد گرد پہرہ دوں گا ۵؎ چنانچہ آپ سو گئے اور اور میں آپ کے ارد گرد پہرہ دینے لگا ۶؎ تو میں نے ایک چرواہا سامنے سے آتا دیکھا میں نے کہا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے وہ بولا ہاں میں نے کہا کیا دودھ دے گا بولا ہاں ۷؎ تو اس نے ایک بکری پکڑی ایک پیالہ میں تھوڑا سا دودھ دوہا ۸؎ میرے ساتھ برتن تھا جو میں نبی صلی اللہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِي فِيهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّأُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حَتَّى اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَقُلْتُ: اشْرَبْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَشَرِبَ حَتَّى رضيت ثمَّ قَالَ: «ألم يَأن الرحيل؟» قلتُ: بَلى قَالَ: فارتحلنا بعد مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ: أُتِينَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ: «لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا» فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهِ فَرَسُهُ إِلَى بَطْنِهَا فِي جَلَدٍ مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ: إِنِّي أَرَاكُمَا دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِي فَاللَّهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَا يلقى أحدا إِلا قَالَ كفيتم مَا هَهُنَا فَلَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهُ.

علیہ وسلم کے لیے لایا تھا جس میں آپ سیراب ہوتے تھے پیتے تھے اور وضو کرتے تھے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے آپ کو جگانا پسند نہیں کیا تو میں نے انتظار کیا حتی کہ آپ بیدار ہوگئے ۹؎ پھر میں نے دودھ پر پانی ڈالا حتی کہ اس کا تلہ بھی ٹھنڈا ہوگیا ۱۰؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ حضور پئیں آپ نے پیا حتی کہ میں راضی ہوگیا ۱۱؎ پھر فرمایا کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں ہوا میں نے عرض کیا ہاں فرمایا پھر ہم سورج ڈھلنے کے بعد چلے ۱۲؎ اور سراقہ ابن مالک ہمارے پیچھے پہنچ گئے ۱۳؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آن لیے گئے ۱۴؎ فرمایا غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے ۱۵؎ پھر انکے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو ان کا گھوڑا ان کے ساتھ پیٹ تک دھنس گیا سخت زمین میں ۱۶؎ سراقہ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ دونوں صاحبوں نے مجھ پر بددعا کی ہے ۱۷؎ میں آپ دونوں کو اللہ کا ضمان دیتا ہوں کہ میں تم دونوں سے تلاش کرنے والوں کو دور کردوں گا ۱۸؎ چنانچہ ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی وہ چھوٹ گئے ۱۹؎ پھر وہ یہ کرنے لگے کہ کسی سے نہیں ملتے تھے مگر کہتے تھے تم کفایت کیے گئے ادھر وہ نہیں ہیں کسی سے نہ ملتے مگر اسے واپس کردیتے ۲۰؎ (مسلم، بخاری)

۱؎ چونکہ ہجرت کی رات صرف جناب صدیق ہی حضور انور کے ساتھ تھے اس لیے لوگ یہ واقعہ انہیں سرکار سے پوچھا کرتے تھے اور جناب صدیق کی یہ خدمت ایسی مقبول ہوئی کہ سبحان اللہ! جب جناب صدیق حضور کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھے ہوں گے اور خوب جی بھر بھر کر چہرہ انور کو دیکھتے ہوں گے اس وقت ان کے دل کا کیا حال ہوگا، وہ اس رات ایسی عبادات کر رہے تھے جو فرش و عرش پر کوئی نہ کررہا تھا، ان کا زانو حضور کی رحل بنی تھی سامنے جمال یار تھا۔

۲؎ یعنی سورج بیچ آسمان میں آگیا ہمارے سروں پر ٹھہر گیا، اہل عرب دوپہری کے وقت کو کہتے ہیں کہ سورج بیچ آسمان پر ٹھہر گیا کیونکہ اس وقت سورج کی رفتار بہت کم محسوس ہوتی ہے گویا وہ ٹھہرا ہوا ہے یہ ہی محاورہ یہاں استعمال ہوا ہے۔

۳؎ یعنی ہم کو پہاڑ کے دامن میں ایک چوڑا پتھر نظر پڑا جس کے نیچے سایہ تھا وہاں دھوپ نہ پہنچ سکی تھی میں مع اپنے محبوب کے اس سایہ میں اتر گئے۔

۴؎ جناب صدیق اکبر اس سفر میں پانی کا ایک مشکیزہ، ایک کھال کچھ پیسے اپنے ہمراہ لائے تھے وہ بھی حضور کے لیے اور اپنے لیے حضور کو لائے تھے سارا مال و متاع مکہ میں چھوڑ آئے تھے اور جسم کی چادر پھاڑ پھاڑ کر غار ثور کے حوالہ کرآئے تھے آپ کا جسم بے چادر تھا۔

عشق نے کیتا حال فقیراں کپڑے کرکے لیراں لیراں　　　بند جا کیتا غار نبی دا اوہ وس دا

۵؎ یعنی حضور بے فکر سوجائیں ہر چہار طرف پہرہ میں دیتا رہوں گا کسی کو آپ تک نہ پہنچنے دوں گا،رات بھر تو جانوروں کو حضور سے دور رکھ چکا ہوں اب دشمن انسانوں کو حضور سے دور رکھوں گا،اب بھی صدیق حضور انور کے پاس قبر میں سو رہے ہیں پہرا دے رہے ہیں کہ کسی نااہل کو اس سرکار تک نہیں پہنچنے دیتے۔ہر چاہنے والے فقیر و بے نوا کو حضور تک آپ ہی پہنچاتے ہیں،یہ پہرا تاقیامت قائم ہے،اس گنہگار نے خواب میں اس کا نظارہ کیا۔**انفض** بنا ہے **نفض** سے بمعنی ہر چہار طرف نظر رکھنا،ہر ایک کا حال دیکھنا اس لیے جاسوس جماعت کو نفضہ کہا جاتا ہے دیکھو اشعہ اور مرقات۔

۶؎ **خرجت** سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق وہاں ہی بیٹھے نہ رہے بلکہ حضور کے ارد گرد چکر لگاتے پہرہ دیتے رہے کہ کوئی کسی طرف سے آتا نہ ہو۔

۷؎ ظاہر یہ ہے کہ جناب صدیق نے اس سے یہ دودھ خریدا تھا مانگا نہ تھا اور یہ بکریاں اس چرواہے کی اپنی تھیں یا مالک کی اجازت تھی کہ دودھ فروخت کردیا کرے لہذا اس واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں۔(لمعات)

۸؎ **قعب** کہتے ہیں لکڑی کے پیالے کو،**کثبہ** کے معنی ہیں تھوڑا سا یعنی جناب صدیق اکبر کے ساتھ ایک لکڑی کا پیالہ تھا آپ نے اس میں دودھ چوایا۔

۹؎ **فوافقته** کی دو روایتیں ہیں:ایک روایت پہلے ق بعد میں ف سے بمعنی انتظار کرنا ٹھہرے رہنا،یعنی میں حضور کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا کہ جب جاگیں تب لسی پلاؤں۔دوسرے پہلے ف بعد میں **قاف** سے یعنی میں نے حضور کی موافقت کی کہ کچھ دیر میں بھی حضور انور کے پاس ہی سوگیا۔(اشعۃ اللمعات)

۱۰؎ یعنی میرے ساتھ پانی کا مشکیزہ تھا میں نے اس سے ٹھنڈا پانی دودھ میں اس قدر ڈالا کہ دودھ کچی لسی بن گیا لسی بھی خوب ٹھنڈی۔

۱۱؎ یعنی میں اصرار کرکے بار بار حضور کو پلاتا رہا اور حضور میری عرض قبول کرکے پیتے رہے میں خوش ہوتا رہا یا تو سارا ہی پلادیا یا کچھ بقیہ جناب صدیق اکبر نے پیا دونوں صورتوں میں آپ کی خوش نصیبی خوش قسمتی پر قربان جایئے۔

۱۲؎ یعنی جب سورج ڈھل گیا اور دوپہری کی تیزی قدرے کم ہوگئی تب ہم دونوں روانہ ہوگئے۔

۱۳؎ کفار مکہ نے اعلان کیا تھا کہ جو کوئی حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرکے ہمارے حوالہ کردے یا انہیں شہید کرکے ہم کو ثبوت دے دے ہم اسے ایک سو اونٹ انعام دیں گے،اس اعلان پر بہت لوگ چوطرفہ دوڑ پڑے،اس طرف حضرت سراقہ ابن مالک ابن جعشم مدلجی کنانی آپہنچے اس وقت یہ کافر تھے بعد میں بڑے جلیل القدر صحابی بنے رضی اللہ عنہ۔

۱۴؎ اس وقت حضور انور تلاوت قرآن میں مشغول تھے محویت کے عالم میں تھے،جناب صدیق ہر چہار طرف دیکھ رہے تھے انہیں اپنا خوف نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک کا خوف،اپنے کو تو غار ثور میں فدا کرچکے تھے۔

۱۵؎ حضور انور کا یہ فرمان عالی اب دوسری بار جناب صدیق نے سنا پہلے غار ثور میں سن چکے تھے اب اس جگہ سنا،جناب موسیٰ علیہ السلام سے بھی بنی اسرائیل نے یہ کہا تھا **انا المدرکون** ہم تو پکڑے گئے تو آپ نے فرمایا "اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ" وہاں اپنا ذکر پہلے تھا رب کا ذکر بعد میں،یہاں اللہ کا نام پہلے ہے اپنا ذکر بعد میں،نیز وہاں ربی یعنی صفاتی نام کا ذکر ہے یہاں

اللہ یعنی ذات نام کا ذکر،نیز وہاں **معی** واحد ہے یہاں **معنا** جمع ہے یعنی اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے،یا اللہ ہمارے اور ہماری ساری امت کے ساتھ ہے تم غم نہ کرو اس کی تصدیق رب نے فرمائی کہ ارشاد کیا گیا"**وَ هُوَ مَعَكُمۡ اَیۡنَ مَا كُنۡتُمۡ**"۔

۱۶؎ حضور نے دعا یہ فرمائی کہ مولیٰ ہم کو سراقہ کی شر سے بچالے یہ نہیں دعا کی تھی کہ سراقہ کو ہلاک کردے ورنہ سراقہ زندہ نہ بچتے،جو عرض کیا تھا رب نے وہ ہی کردیا۔**جَلد** کہتے ہیں سخت زمین کو جو دھنسنے کے قابل نہ ہو،دلدل یا گہرے ریتے والی زمین میں دھنس جانا ممکن ہے مگر سخت زمین میں دھسنا معجزہ ہے۔

۱۷؎ اس وقت سراقہ حضور انور سے اتنے قریب تھے کہ آپ کی آواز حضور انور تک پہنچ سکتی تھی،سراقہ نے یہ عرض تیسری بار میں کی ہر دفعہ دھنسنے پر دل میں توبہ کرتے زمین چھوڑ دیتی،چھوٹ کر پھر نیت بگڑتی کہ گرفتار یا شہید کرنے پر سو اونٹ ملیں گے زمین پھر پکڑلیتی تھی تیسری بار میں اللہ کے حبیب کو پکارا۔

۱۸؎ یہاں حدیث شریف میں اجمال اور اختصار ہے۔حضور انور کی دعا سے زمین نے سراقہ کو چھوڑ دیا،سراقہ بارگاہ اقدس میں بہت نیاز مندی اور اخلاص سے حاضر ہوئے،پھر اپنے اور اپنے بچوں کے لیے حضور انور سے امان تحریری حاصل کی،دل سے مؤمن ہوگئے مگر اپنا ایمان ابھی ظاہر نہیں کیا اور وعدہ کیا کہ حضور آپ اطمینان سے سفر فرماویں میں ادھر کسی جاسوس کو نہ آنے دوں گا سب سے کہہ دوں گا کہ ادھر میں دیکھ آیا ہوں،حضور نے فرمایا کہ سراقہ میں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ شاہ فارس کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں۔چنانچہ عہد فاروقی میں فارس فتح ہوا کسریٰ کے کنگن سراقہ کو جناب فاروق نے عطا کیے آپ نے پہنے ؎

ابن مالک کو دی بشارت زر — اے مرے غیب داں ترے صدقے

مجھ خطا کار پر عطا پہ عطا — اے مرے مہرباں تیرے صدقے

اللہ کی شان ہے کہ جو گرفتاری کرنے آئے تھے وہ خود محبوب کی محبت میں گرفتار ہوگئے،جو پکڑنے آئے تھے وہ محافظ بن گئے۔ غار ثور میں مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈے سے یار کی حفاظت کرائی اور یہاں خود دشمن کو محافظ و نگران بنا دیا۔

۱۹؎ یہاں بیان ترتیب واقعہ کے موافق نہیں پہلے وہ زمین کی گرفت سے چھوٹے پھر یہ کام ہوئے جو یہاں مذکور ہیں۔

۲۰؎ یعنی میں ادھر دیکھ آیا ہوں ادھر وہ نہیں ہیں جنہیں تم تلاش کرتے ہو چونکہ ابھی سراقہ شرعًا مسلمان نہیں ہوئے تھے،نیز اس قول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت تھی،نیز حضور انور نے اس کہنے کا انہیں حکم نہیں دیا تھا اس لیے وہ اس جھوٹ بولنے پر گنہگار نہیں ہوئے اور اگر **ماھھنا** میں **ما** کو موصولہ مان لو تو پھر جھوٹ بنتا ہی نہیں یعنی اس سمت میں جو کچھ ہے اس کے لیے میں تمہاری طرف سے کافی ہوچکا تم تکلیف نہ کرو ادھر نہ جاؤ۔(مرقات)

[3]- 5870 وَعَن أنس قال سَمِعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي أَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ: فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ وَمَا يَنْزِعُ	روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن سلام نے رسول اللہ کی تشریف آوری کی خبر سنی حالانکہ وہ ایک زمین میں کام کررہے تھے۱؎ تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے،عرض کیا کہ میں آپ سے تین ایسی باتیں پوچھتا ہوں جنہیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۲؎ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے اور

الولدُ إِلَى أبيهِ أَو إِلَى أمه؟ قا ل: «أَخْبرَنِي بهنَّ جبْرِيلُ آنفًا أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوتِ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ» . قَالَ: أشهد أَن لاإله إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهْتٌ وَإِنَّهُمْ إِنْ يعلمُوا بِإِسْلَامِي من قبل أَن تَسْأَلَهُمْ يبهتوني فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ: «أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللَّهِ فِيكُمْ؟» قَالُوا: خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سيدِنا فَقَالَ: «أرأَيتم إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ؟» قَالُوا أَعَاذَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ. فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالُوا: شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوهُ قَالَ: هَذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رسولَ الله رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

بچے کو کون سی چیز اس کے باپ یا اس کی ماں کی طرف کھینچتی ہے۳؎ راوی نے کہا کہ حضور نے فرمایا کہ ابھی مجھے ان کی خبر جبریل علیہ اسلام نے دی۴؎ قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک پہنچادے گی ۵؎ اور پہلا وہ کھانا جسے جنتی کھائیں گے وہ مچھلی کی کلیجی کا کنارہ ہے ۶؎ اور جب مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہوجاوے تو مرد بچہ کو کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی غالب ہوجاوے تو وہ کھینچ لیتی ہے ۷؎ عبداللہ بولے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں ۸؎ یارسول اللہ یہود بہتان لگانے والی قوم ہے اگر آپ کی پوچھ گچھ سے پہلے وہ میرے اسلام کو جان لیں تو مجھے بہتان لگادیں گے۹؎ چنانچہ یہود آئے تو حضور نے فرمایا کہ تم میں عبداللہ کیسے شخص ہیں وہ بولے کہ ہم میں بہترین ہیں اور ہمارے بہترین کے بیٹے ہیں ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے ہیں۱۰؎ فرمایا بتاؤ تو اگر عبداللہ ابن سلام مسلمان ہوجائیں وہ بولے کہ انہیں اللہ اس سے پناہ دے ۱۱؎ تو عبداللہ نکلے بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں تو یہود بولے کہ وہ ہمارے بدترین ہیں اور ہمارے بدترین کے بیٹے ہیں۱۲؎ ان کی بہت برائی کی، عبداللہ نے کہا یارسول اللہ یہ ہی وہ چیز ہے جس سے میں ڈرتا تھا۱۳؎(بخاری)

۱؎ باغ میں پھل چن رہے تھے وہ پھل آپ کی گود میں تھے دامن پیچھے سے بندھا ہوا تھا،حضور انور کے پاس آئے تو خوشی کے مارے وہ پھل گھر میں رکھ دینا بھول گئے اسی طرح پھل گود میں لیے ہوئے حاضر ہوگئے۔

۲؎ یعنی ان تین سوالوں کے جوابات صرف نبی کو یا ان کے وسیلہ سے،ان کی کتابوں سے،ان کی تعلیم سے دوسروں کو معلوم ہو سکتے ہیں۔مجھے خبر ہے کہ آپ نے کوئی آسمانی کتاب کسی عالم سے پڑھی نہیں ان نبیوں کی تعلیمات آپ تک پہنچی نہیں تو اب آپ نور نبوت سے جواب دے سکتے ہیں لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ عبداللہ ابن سلام بھی تو نبی نہ تھے انہیں یہ جوابات کیسے معلوم تھے کیونکہ حضرت عبداللہ توریت کے بڑے عالم ماہر تھے۔

۳؎ خیال تو کرو کہ کیسے گہرے سوالات ہیں جن میں ابتداء انتہا سب کا سوال ہے کہ بیٹا یا بیٹی باپ کے ہم شکل یا ماں کی صورت پر کیوں ہوتے ہیں یکساں کیوں نہیں ہوتے،یہ مبداء کے متعلق سوال ہے اور اہل جنت کو پہلی غذا کیا دی جاوے گی،یہ انتہا کے متعلق سوال ہے،حضور انور نے یہ نہ فرمایا کہ مجھ سے نماز وغیرہ کے مسائل عقائد اسلامیہ پوچھو مجھے ان باتوں کی کیا خبر۔معلوم

ہوا کہ نبی یقینًا ہر بات جانتے ہیں،نبی کے معنی غیبی خبر والے یعنی غیبی خبریں دینے والے یا خبریں رکھنے والے یا سب کی خبر لینے والے۔ان سوالات نے نبی کا مقام بتادیا نبی بے خبر نہیں ہوتے اور بے خبر نبی نہیں ہوتے۔

۴؎ خیال رہے کہ نبی کو علوم غیبیہ آہستگی سے عطا ہوتے ہیں۔چنانچہ یہاں اس کا ذکر ہے کہ اس وقت جبریل امین کے ذریعہ مجھے اس وقت ان کے جوابات بتائے اس میں حضرت ابن سلام کی نہایت ہی عزت افزائی ہے کہ ان کے سوالات کے جوابات آسمان سے آئے۔

۵؎ اس کا تفصیلی ذکر باب علامات القیامت میں ہوچکا ہے۔یہ آگ قریب قیامت عدن سے اُٹھے گی لوگ آگے آگے بھاگیں آگ پیچھے پیچھے ہوگی،رات کو ٹھہرا کرے گی تاکہ لوگ آرام کرسکیں،سب کو فلسطین یا شام میں پہنچا کر غائب ہوجائے گی۔اول علامت سے مراد ہے قیامت سے بالکل متصل بڑی علامت پہلی یہ ہوگی۔

۶؎ اس کا ذکر بھی باب صفة الجنة واھلھا میں ہوچکا کہ جنتیوں کو سب سے پہلے زمین کی روٹی اور مچھلی جس پر زمین اٹھانے والی گائے کھڑی ہے اس کی کلیجی کا مزیدار کنارہ کھلایا جاوے گا اس کے بعد انہیں کبھی بھوک نہ لگے گی،پھل فروٹ لذت کے لیے کھایا کریں گے۔

۷؎ یعنی اگر رحم میں پہلے مرد کی منی گرے تو بچہ باپ کے ہم شکل ہوتا ہے اور اگر پہلے عورت کی منی گرے تو ماں کی ہم شکل ہوتا ہے،اگر مرد کی منی قوی ہو تو بچہ لڑکا ہوتا ہے اور ماں کی منی قوی ہو تو بچہ لڑکی ہوتی ہے اس لیے جس عورت کے لڑکیاں ہی ہوتی ہوں اسے شروع حمل میں بعض دوائیں کھلائی جاتی ہیں جن سے مرد کا نطفہ قوی ہوجاوے اور بچہ لڑکا بنے، تعویذ دعائیں بھی اسی مقصد کے لیے دیئے جاتے ہیں۔یہ مضمون کچھ فرق کے ساتھ کتاب الطھارۃ باب الغسل میں گزر چکا ہے۔

۸؎ یعنی حضور کے ان جوابات سے مجھے حضور کی نبوت کا یقین ہوگیا۔کوئی یار کا رخسار دیکھ کر ایمان لایا،کوئی گفتار سن کر،کوئی رفتار دیکھ کر،کسی نے دلیل سے مانا،کسی نے دل سے،حضرت عبداللہ چہرہ انور دیکھ کر ہی دل سے ایمان لاچکے تھے مگر زبانی اقرار کے لیے احتیاطًا یہ سوالات کیے وہ سمجھے کہ پانی پینا چھان کر مرشد کرنا جان کر۔

۹؎ یعنی یارسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ حضور انور یہود میں میرا مقام معلوم فرمالیں میرے اسلام کی یہود کو خبر نہ دیں ورنہ وہ جھوٹ بول کر مجھے بگاڑ کر پیش کریں گے بلکہ حضور پہلے ان سے میرے متعلق دریافت کریں کہ میرے متعلق ان کا اعتقاد کیا ہے پھر میرے اسلام کی انہیں خبردیں یہ فخر نہیں بلکہ رب کی نعمت کا اظہار ہے۔

۱۰؎ یعنی خاندانی لحاظ سے بھی وہ ہم سب میں بہتر ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں،ان کا خاندان ان کا نسب ہم سب میں اعلیٰ ہے،وہ حسب و نسب میں بہت اونچے ہیں اور علمی عملی لحاظ سے ہم سب سے افضل ہیں،توریت کے بڑے عالم اور اس پر عامل ہیں۔خیرنا و سیدنا میں یہ فرق ہے۔(مرقات)معلوم ہوا کہ اولاد نبی ہونا اللہ کی نعمت ہے بشرطیکہ ایمان و تقویٰ کے ساتھ ہو کیونکہ حضور انور نے ان یہود کے اس قول کی تردید نہیں فرمائی یونہی علمی خاندان سے ہونا اللہ کی نعمت ہے۔ان تمام کے متعلق ہماری کتاب الکلام المقبول فی طھارۃ نسب الرسول کا مطالعہ کرو جس میں کہا گیا ہے کہ حضور کا نسب شریف طیب و طاہر اور قیامت میں کام آنے والا ہے۔

۱۱؎ ان کے نزدیک اسلام ایک مصیبت تھی انہوں نے یہ کہا کہ ابن اسلام کے متعلق یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ مسلمان ہو جاویں یہ لفظ یا خبر ہے یا دعا۔

۱۲؎ یہود کی ہٹ دھرمی تو دیکھو کہ سیدنا ابن اسلام کا ایمان دیکھ کر بجائے اس کے کہ اسلام کی حقانیت کے قائل ہوجاتے حضرت عبداللہ ابن سلام بلکہ ان کے خاندان کی شرافت کا انکار کر بیٹھے۔خیال رہے کہ قرآن مجید نے حضرت عبداللہ ابن سلام کے اسلام قبول کرلینے کو اسلام کی حقانیت کی دلیل قرار دیا ہے،فرماتاہے:"اَوَلَمۡ یَکُنۡ لَّھُمۡ اٰیَۃً اَنۡ یَّعۡلَمَہٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ" کسی چیز کو علماء حقانی کا مان لینا اس چیز کی حقانیت کی دلیل ہے۔

۱۳؎ یعنی اگر حضور انور پہلے ہی سے انہیں میرے اسلام کی خبر دے دیتے تو یہ لوگ میری متعلق وہ ہی کہتے جواب کہتے ہیں،یہ لوگ ایسے سرکش ہیں اگر حضور انور کو یہ نہ مانیں تو حضور غمگین نہ ہوں۔

[4]- 5871

وَعنهُ قال: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِينَ بَلَغَنَا إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا. قَالَ: فَنَدَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا بَدْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ» وَيَضَعُ يدَه على الأرضِ هَهُنَا وَهَهُنَا قا ل: فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اور روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ اس وقت کیاجب ہم کو ابوسفیان کی آمد کی خبر پہنچی ۱؎ اور سعد ابن عبادہ کھڑے ہوئے بولے یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر آپ ہم کو حکم دیں کہ ہم گھوڑے سمندر میں ڈال دیں تو ہم ضرور ڈال دیں ۲؎ اور اگر آپ ہم کو حکم دیں کہ ہم ان کے سینے برک غماد تک ماریں ۳؎ تو ہم ایسا ضرور کریں،راوی نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کے لیے بلایا تو لوگ چلے حتی کہ بدر میں اترے ۴؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے اور اپنا ہاتھ زمین پر ادھر ادھر رکھتے تھے ۵؎ راوی نے کہا کہ ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی جگہ سے نہ ہٹا ۶؎ (مسلم)

۱؎ یہ واقعہ غزوہ بدر کا مقدمہ ہے،ابوسفیان چالیس ہمراہیوں کے ساتھ شام سے تجارت کرکے بہت نفع کما کر مکہ معظّمہ جارہے تھے، یہ سارا منافع مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگی تیاریوں پر خرچ کرنا تھا راستہ میں مدینہ منورہ پڑتا تھا مسلمانوں کو خیال ہوا کہ اس قافلہ کو روک کر یہ مال چھین لیا جاوے،ابو سفیان بحرین کے راستہ سے مکہ معظّمہ پہنچ گئے اور جنگ بدر کی صورت بن گئی تب حضور انور نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا کہ کہو کیا رائے ہے حالات بدل گئے اور جنگ کا نقشہ بن گیا تب حضرات صحابہ نے یہ عرض کیا جو یہاں مذکور ہے۔

۲؎ حضرت سعد ابن عبادہ انصار کے سردار تھے انہوں نے حضور انور کے مشورہ فرمانے پر یہ ایمان افروز جواب دیا۔مطلب یہ ہے کہ حضور انور یہ خیال نہ فرماویں کہ ہم کو ابوسفیان کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے لایا گیا تھا نہ کہ جنگ کرنے کو اور اب جنگ سامنے آگئی ہم پیچھے جائیں گے ہم تو بندہ حکم ہیں جو حکم ہو ہم اس پر کاربند ہوں گے ہمارا حال تو یہ ہے۔

تعالیٰ اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا   پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیر تمندماؤں کا
نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں   جہاں کو محو کردیں نعرہ اللہ اکبر میں

نحیضها میں ضمیر لوٹ رہی ہے گھوڑوں کی طرف وہ گھوڑے ان کے سامنے تھے ادھر ضمیر لوٹائی۔(مرقات)دیکھو آگے آرہا ہے اکبادها۔

۳؎ برک غماد یمن یا ہجر کا آخری شہر ہے جو مدینہ منورہ سے بہت دور ہے۔سینہ مارنے سے مراد ہے ایڑھ مارنا سوار گھوڑے یا اونٹ کے سینہ پر اپنا قدم مارتا ہے تیز چلانے کے لیے یعنی اگر ہم کو حضور حکم دیں کہ برک غماد تک بذریعہ اونٹوں اور گھوڑوں کے پہنچو وہاں جہاد کرو تو ہم کو اس میں تامل نہ ہوگا اگرچہ وہاں پہنچنا بہت دشوار ہے کیونکہ باوفا غلام ہیں وقت پر منہ موڑنے والے نہیں۔

۴؎ بدر دراصل ایک کنویں کا نام ہے جو اس کنویں کے بنانے والے کے نام پر مشہور ہوا،اب پوری بستی کا نام بدر ہے۔یہ جگہ مدینہ منورہ سے قریبًا ایک سو پینتالیس کیلو میٹر پر واقع ہے،اس گنہگار نے اس جگہ کی مفصّل اور بارہا زیارت کی ہے۔ادھر ابوجہل مع اپنے ساتھیوں کے مکہ معظّمہ سے چل کر بدر پہنچا ان کی تعداد نوسو پچاس تھی،سارے سامان جنگی سے لیس تھے، ادھر ابوسفیان ساحلی راستہ سے بخیریت گزرتے ہوئے مکہ معظّمہ پہنچ گئے اور ابوجہل کو پیغام بھیجا کہ اب چونکہ ہم لوگ بخیریت گھر پہنچ گئے ہیں تم بھی واپس آجاؤ مسلمانوں سے جنگ کی ضرورت نہیں مگر ابوجہل نے جواب بھیجا کہ بہادر جب جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں تو بغیر فتح ہوئے واپس نہیں ہوتے تم بھی ہم تک پہنچو۔چنانچہ پچاس آدمی ابوسفیان کو لے کر پہنچ گئے اب کفار کی تعداد ایک ہزار ہوگئی مسلمان غازی صرف تین سو تیرہ تھے جن کے پاس جو سامان جنگ تھا اس کی فہرست یہ ہے۔

تھے ان کے ساتھ دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں — پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

یہ لشکر ساری دنیا میں انوکھا اور نرالا تھا — کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

۵؎ حضور انور نے یہ نشان دہی جنگ سے ایک دن پہلے کردی تھی فرمایا کہ کل ستر۷۰ کفار مارے جائیں گے یہاں فلاں اور یہاں فلاں۔

۶؎ سبحان اللہ! یہ ہے کہ حضور انور کا معجزہ علم غیب جس جگہ جس کافر کے ہلاک ہونے کی خبر دی اسی جگہ وہ کافر مارا گیا ایک انچ آگے پیچھے نہ مرا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی نے ہر ایک کے وقت موت،جگہ موت اور کیفیت موت کی خبر دی ہے کہ کون کہاں مرے گا کب مرے گا اور کیسے مرے گا،کافر ہوکر مؤمن ہوکر،یہ علوم خمسہ ہیں جن کا ظہور بدر میں اس طرح ہوا۔اس کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

[5]- 5872 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ: «اللَّهُمَّ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ» فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بيدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَثِبُ فِي الدِّرْعِ وَهُوَ يقولُ:« [سيُهزَمُ الجمعُ ويُوَلُّونَ الدُّبُرَ]» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپ بدر کے دن ایک قبہ میں تھے ۱؎ الٰہی میں تجھ سے تیرا عہد تیرا وعدہ مانگتا ہوں ۲؎ الٰہی اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جاوے ۳؎ تب جناب ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑا عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اپنے رب پر زاری کافی کرلی ۴؎ تو آپ اس طرح نکلے کہ زرہ میں چل رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ یہ مجمع کفار بھگا دیا جائے گا پیٹھیں پھیر دی جائیں گی ۵؎ (بخاری)

۱؎ اس قبہ کی جگہ اب ایک مسجد بنی ہے جسے مسجد عریش کہتے ہیں۔اس کے سامنے ایک میٹھے پانی کا چشمہ ہے،فقیر نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہے اور ایک بار پڑھائی ہے اور اس چشمہ میں غسل کیا ہے۔

۲؎ شاید اس عہد و وعدہ سے مراد وہ عہد و وعدہ ہے جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے"وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ"۔معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے وعدہ کے وسیلے سے دعا کرنا سنت ہے بلکہ اس کے نبی کے وعدے کے توسل سے دعا کرنا حکم الٰہی ہے،فرماتا ہے کہ ہم سے یوں دعا کیا کروں"رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ"یہ تقاضا نہیں بلکہ توسل ہے یعنی وسیلہ کے ذریعہ دعا کرنا۔

۳؎ یعنی اگر تو نے ان مسلمانوں کی مدد نہ فرمائی اور یہ شکست کھا گئے یا شہید ہوگئے تو پھر دنیا میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔حضور انور نے یہ دعا اس جوش سے کی کہ آپ کی چادر مبارک کندھے شریف سے گر گئی اور حضور انور پر بہت رقت بلکہ وارفتگی طاری ہوگئی۔(اشعۃ اللمعات)یہ دعا تھی کہ تیر قضا تھا جو اپنا کام کر گیا۔

۴؎ حضرت ابوبکر صدیق کے عرض معروض کا مقصد ہے کہ یارسول اللہ حضور انور جو یہ دعا فرمارہے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دل مطمئن ہوجائیں،حضور یقین فرمائیں کہ حضور کی دعا سے ہمارے دلوں کو بالکل قوت و اطمینان میسر ہو گئے ہیں،حضور یہ دعا کافی ہے ہمارے دل قوی اور مطمئن ہوچکے ہیں۔اس عرض کا مطلب یہ نہیں کہ **نعوذ باللہ** حضور انور کو پریشانی تھی اور حضرت صدیق اکبر کو اطمینان تھا،حضور انور کو اللہ کی رحمت سے اپنی فتح کا یقین تھا یہ دعا مسلمانوں کے دلوں کو چین دلانے کے لیے تھی"اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ"۔

۵؎ اس میں بھی غیبی خبریں ہیں کہ بفضلہٖ تعالٰی فتح ہماری ہوگی کفار مارے جائیں گے اور جو بچیں گے وہ بھاگ جائیں گے مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگے گا۔

[6]- 5873	
وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ: «هَذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ فرسه عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہیں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہیں ان پر جنگ کے ہتھیار ہیں۱؎(بخاری)

۱؎ اس میں غیبی خبر ہے کہ ہم حضرت جبریل ان کے گھوڑے اور ان کی حرکات و سکنات کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔خیال رہے کہ اس غزوہ میں فرشتوں کا آنا مسلمانوں کی ہمت افزائی کے لیے نہ کہ کفار کے لیے،ان کی ہلاکت کے لیے صرف ایک فرشتہ ہی کافی ہے۔

[7]- 5874	
وَعنهُ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَئِذٍ يَشْتَدُّ فِي إِثْرِ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَمَامَهُ إِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهُ وَصَوْتُ الْفَارِسِ يَقُولُ: أَقْدِمْ حَيْزُومُ.	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ اس درمیان کہ ایک مسلمان آدمی اس دن ایک مشرک آدمی کے پیچھے دوڑ رہا تھا۱؎ جو اس سے آگے تھا کہ ناگاہ اس نے اس کافر کے اوپر کوڑے کی مار اور سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے حیزوم آگے بڑھ ۲؎ کہ اس نے سامنے اس مشرک کو دیکھا جو مرا پڑا تھا۳؎ اس

إِذْ نَظَرَ إِلَى الْمُشْرِكِ أَمَامَهُ خَرَّ مُسْتَلْقِيًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ أَنْفُهُ وَشُقَّ وَجْهُهُ كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذَلِكَ أَجْمَعُ فَجَاءَ الْأَنْصَارِيُّ فَحَدَّثَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:«صَدَقْتَ ذَلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ»فَقَتَلُوا يَوْمَئِذٍ سَبْعِينَ وَأَسَرُوا سبعين. رَوَاهُ مُسلم	نے اس مشرک میں غور کیا تو اس کی ناک پر نشان لگ گیا تھا۴ اور اس کا چہرہ چر گیا تھا کوڑے کی مار کی طرح وہ کافر سارا کا سارا سبز ہوگیا تھا۵ پھر انصاری آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کی مدد میں سے ہے۶ چنانچہ اس دن غازیوں نے ستر کافروں کو قتل کیا ستر کو قید کیا ۷(مسلم)

۱؎ یعنی غزوہ بدر کے دن جب کفار مکہ میں بھاگڑ پڑ گئی تو اس دوران مسلمان ان کا پیچھا کررہے تھے کہ ایک انصاری کا واقعہ یہ ہوا۔

۲؎ یعنی اس پیچھا کرنے والے انصاری نے اپنے آگے دو آوازیں سنیں ایک تو کوڑے کی آواز جو کسی جانور پر پڑے دوسرے سوار کی آواز جو جانور کو دوڑانے کے لیے اسے آواز دے مگر ان دونوں آوازوں کے ساتھ دیکھی کوئی چیز نہیں اس سے ان صحابی کو سخت تعجب ہوا،نیز یہ بھی نہ سمجھے کہ حیزوم کیا چیز ہے جسے آگے بڑھایا جارہا ہے۔

۳؎ یعنی یہ انصاری اس کافر تک پہنچے ابھی اسکو تلوار نہیں ماری تھی کہ دیکھا کہ وہ سامنے مراپڑا ہے،انہیں دوسری حیرت یہ ہوئی کہ اس قتل کا فاعل کہاں ہے اور اس مقتول کا قاتل کون ہے۔

۴؎ **خطم** بنا ہے **خطام** سے بمعنی ناک پر نشان یعنی اس مقتول کی ناک پر ایسا نشان تھا جیسے کسی نے اس پر کوڑا مارا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "**سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ**"ہم اس کی تھوتھنی(بوتھی) پر نشان لگادیں گے۔

۵؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ سبزی سے مراد ہے سیاہی یعنی وہ کافر تھا تو گورا چٹا مگر بعد قتل اس کا سارا جسم کالا ہوگیا تھا اور ہوسکتا ہے کہ اس سے سبزی ہی مراد ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیبی کوڑا زہریلا تھا،زہر سے مقتول کا رنگ ہرا ہوجاتا ہے۔

۶؎ یعنی غزوہ بدر میں ہر آسمان سے فرشتے مسلمان کی مدد کے لیے آئے ہیں تم نے جس فرشتے کی مدد محسوس کی یہ تیسرے آسمان کا فرشتہ تھا۔**سبحان اللہ**! یہ ہے حضور انور کا غیب کہ ہر غیبی فرشتہ کو بھی پہچانتے ہیں اس کا ٹھکانہ بھی جانتے ہیں کہ کس آسمان کا فرشتہ ہے۔اس حدیث میں ایک صحابی کی کرامت کا ذکر بھی ہے یعنی فرشتہ کی آواز سن لینااور ان کی مدد کے لیے فرشتہ کا آنا اور امتی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتی ہے اس لیے یہ حدیث **باب المعجزات** میں لائے۔

۷؎ یہ قتل و قید حضور انور کا معجزہ تھا ورنہ تہائی سے بھی کم جماعت وہ بھی بے ہتھیار اپنے سے تگنے سے زیادہ مسلح لشکر پر کیسے غالب آسکتی ہے۔خیال رہے کہ مکہ معظّمہ کے کفار جنگ آزمودہ لوگ تھے،مدینہ منورہ کے اکثر غازی جنگ سے ناواقف تھے، بعض بالکل نو عمر تھے حتی کہ ابوجہل کو ایسے چھوٹے بچوں نے مارا ہے کہ آج تک دنیا حیران ہے پھر ان بچوں کا ان کا کفار کی صفوں میں اسے مارنا بغیر تائید غیبی کے ناممکن ہے بات یہ تھی۔

نہ تیغ و تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر　　　بھروسہ ان کا تھا سادہ سی کالی کملی والے پر

5875 -[8] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَنْ يَمِينُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِهِ يَوْمَ	روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے بائیں احد کے دن دو شخصوں کو دیکھا جن پر سفید سفید کپڑے تھے۱؎ جو سخت

أُحُدٍ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ يُقَاتِلَانِ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رأيتُهما قبلُ وَلَا بعد يَعْنِي جِبْرِيل وَمِيكَائِيل.	جنگ کر رہے ہیں میں نے ان دونوں کو نہ تو پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھا ۲؎ یعنی جبریل و میکائیل ۳؎(مسلم،بخاری)

۱؎ اس جملہ کے دو معنی ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ حضور کے داہنے طرف ایک شخص تھا اور بائیں ایک،کل ملا کر دو شخص۔دوسرے یہ کہ داہنے بائیں دو دو شخص تھے کل چار۔دوسری صورت میں علیھما کی ضمیر جنس کی طرف ہے یعنی داہنے والے دونوں پر اور بائیں والے دونوں پر لباس تھے۔(مرقات)

۲؎ یعنی اس شکل و صورت میں ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھاورنہ یہ فرشتے بارہا حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرات صحابہ ان کو دیکھا کرتے تھے مگر آج ایک نئ شکل میں تھے۔

۳؎ یہ تفسیر حضرت سعد ابن ابی وقاص کی اپنی ہے۔غالبًا حضور انور سے سن کر فرمارہے ہیں اگر چار فرشتے دیکھے تھے تو داہنے ہاتھ ایک حضرت جبریل دوسرا فرشتہ ان کا ماتحت،اسی طرح بائیں طرف ایک تو حضرت میکائیل تھے دوسرا ان کا ماتحت،افسر کا ذکر کیا ماتحت کا ذکر نہیں کیا۔

[9]- 5876 وَعَن الْبَراء قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكٍ: فَوَضَعْتُ السَّيْف فِي بَطْنه حَتَّى أَخذ فِي ظَهره فَعرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ فَوَضَعْتُ رِجْلِي فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ: «ابْسُطْ رِجْلَكَ» . فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ابو رافع کی طرف ایک جماعت بھیجی ۱؎ تو اس پر عبداللہ ابن عتیک رات میں اس کے گھر میں گھس گئے وہ سورہا تھا ۲؎ آپ نے اسے قتل کردیا،عبداللہ ابن عتیک کہتے ہیں کہ میں نے اس کے پیٹ میں تلوار رکھی حتی کہ وہ اس کی پیٹھ میں گزر گئی ۳؎ میں سمجھ گیا کہ میں نے اسے قتل کردیا پھر میں دروازے کھولنے لگا حتی کہ میں آخری سیڑھی تک پہنچ گیا ۴؎ میں نے اپنا پاؤں رکھا تو میں چاندنی رات میں گر گیا میری پنڈلی ٹوٹ گئی ۵؎ میں نے پگڑی سے اس کی پٹی باندھ دی پھر میں اپنے ساتھیوں کی طرف چلا پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو میں نے آپ کو خبر دی تو فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤمیں نے اپنے پاؤں پھیلایا،آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو گویا میں نے کبھی اس کی شکایت نہ کی تھی ۶؎(بخاری)

۱؎ ابو رافع کا نام ابو حقیق تھا،مدینہ منورہ کا بڑا دولتمند یہودی تھا،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن ہمیشہ حضور کی شان میں بدترین گستاخیاں کرتا تھا اور حضور کے دشمنوں کو پناہ دیتا تھا،اپنے قلعہ میں حضور انور اور اسلام کے خلاف سازشیں کرتا تھا،اس کا ایک بڑا مضبوط قلعہ تھا جہاں یہ بالاخانہ پر رہا کرتا تھا،حضور انور نے اس کے قتل کے لیے کچھ آدمی بھیجے۔رھط وہ جماعت ہے جو دس سے کم ہو۔

۲؎ یہ پورا واقعہ بخاری وغیرہ میں بہت تفصیل سے آیا ہے حضرت عبداللہ ابن عتیک چاندنی رات ہی اپنی جماعت کو باہر چھوڑ کر ایک حیلہ سے اکیلے اس کے بالاخانہ پر چڑھ گئے،وہاں بہت لوگ سو رہے تھے پہچان نہ سکے کہ ابو رافع کون ہے اسے آہستہ سے آواز دی ابو رافع،وہ نیند کی غشی میں بول پڑا ہوں،اس ہوں کی آواز کی رہبری میں آپ اس کے بستر تک پہنچ گئے۔

۳؎ یہ واقعہ دوسری بار کا ہوا،پہلی بار آپ نے اس کے پیٹ میں تلوار گھونپی اور لوٹے پھر خیال آیا کہ شاید مرا نہیں پھر لوٹے اور بولے ابو رافع کیا ہوا تب وہ چیخا کہ مجھے کوئی مار گیا تب آپ نے وہ عمل کیا جو یہاں مذکور ہے۔

۴؎ ابورافع کے محل کے بہت دروازے تھے آپ نے جاتے وقت وہ تمام دروازے اندر سے بند کرلیے تھے تاکہ وقت پر باہر سے اس کو مدد نہ پہنچ سکے اب واپسی میں وہ دروازے کھولتے گئے اترتے گئے،دروازوں کا سلسلہ دور تک تھا آخری سیڑھی پر پہنچ کر سمجھے کہ زمین آگئی لیکن ابھی ایک سیڑھی باقی تھی۔

۵؎ یعنی چونکہ میرا پاؤں غلط پڑا میں سمجھا کہ زمین پر پاؤں رکھ رہا ہوں میں بے ڈھب گرا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی اس زمانہ میں اس کا کوئی علاج ہی نہ تھا۔

۶؎ یعنی گویا میری پنڈلی میں کبھی یہ بیماری نہ ہوئی تھی۔بعض علماء سے سنا گیا کہ اس پنڈلی میں طاقت دوسری پنڈلی سے زیادہ ہوگئی تھی۔حضور کے لعاب میں بہت معجزات تھے:یہاں تو وہ(۱)لعاب ہڈی کا سریش بن گئی(۲)معاذ ابن عفراء کے کٹے ہوئے بازو میں لگا تو بازو جوڑ دیا(۳)حضرت علی کی دُکھتی ہوئی آنکھ میں لگا تو ممیرے کا کام دیا(۴)حضرت طلحہ و(۵)جابر کے گھر ہانڈی و آٹے میں پڑ گیا تو ان میں ایسی برکت ہوئی کہ چار سیر جو سے سینکڑوں آدمی سیر ہوگئے(۶)حدیبیہ کے کنویں میں پڑا تو اس کا تھوڑا پانی زیادہ ہوگیا(۷)کھاری کنوؤں میں پڑا تو کنویں میٹھے ہوگئے(۸)حضرت صدیق کو سانپ نے کاٹا وہاں یہ لعاب لگا تو زہر کا تریاق بن گیا(۹)چاہ زمزم میں لعاب شریف پڑا تو وہ تاقیامت ہر مرض کی شفا بن گیا(۱۰)ایک عیسائی قوم مسلمان ہوئی تو ان کے لیے ایک مشکیزے میں کلی کرکے پانی بھر دیا فرمایا اپنے گرجے کی زمین پر چھڑک دو جگہ طاہر طیب عظمت والی ہوجائے وہاں مطہر بن گیا۔

5877 -[10] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن جَابر قال إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ فجاؤوا النَّبيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: هَذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ: «أَنَا نَازِلٌ» ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّام لانذوق ذوقا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْصًا شَدِيدًا فَأَخْرَجَتْ جراباً فِيهِ صاعٌ من شعير وَلَنا بَهْمَةٌ	روایت ہے حضرت جابر سے فرمایا کہ ہم خندق کے دن کھدائی کررہے تھے کہ ایک سخت پتھر سامنے آگیا۱؎ تو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۲؎ عرض کیا کہ یہ پتھر خندق میں پیش آگیا ہے تو فرمایا ہم اتریں گے حضور اُٹھے حالانکہ آپ کا پیٹ پتھر سے بندھا ہوا تھا،ہم تین دن تک اس طرح رہے تھے کہ کوئی چکھنے کی چیز نہیں چکھی تھیں۳؎ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لی پتھر پر ماری تو پتھر ریگ رواں بن گیا۴؎ پھر میں اپنی بیوی کی طرف گیا میں نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے ۵؎ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بھوک دیکھی ہے ۶؎ تو انہوں نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کی پٹھیا تھی۷؎ میں نے اسے ذبح کیا میری بیوی نے

دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم فساررتُه فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَهلَ الخَنْدَق إن جَابرا صَنَعَ سُوراً فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ» فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ» . وَجَاءَ فَأَخْرَجْتُ لَهُ عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتنا فبصقَ وَبَارك ثُمَّ قَالَ «ادعِي خابزة فلتخبز معي وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا» وَهُمْ أَلْفٌ فَأَقْسَمَ بِاللَّهِ لَأَكَلُوا حَتَّى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.	جو پیسے ۸؎ حتی کہ ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈالا پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا میں نے آپ سے چپکے سے سرگوشی کی عرض کیا یارسول اللہ ہم نے اپنا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں ۹؎ حضور سرکار آپ اور آپ کے ساتھ چھوٹی جماعت تشریف لائیں ۱۰؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ اے خندق والو جابر نے کھانا تیار کیا ہے چلو ۱۱؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی ہانڈی نہ اتارنا اور اپنے آٹے کی روٹی پکانا شروع نہ کرنا حتی کہ میں آجاؤں ۱۲؎ پھر حضور تشریف لائے تو حضور کے سامنے آٹا پیش کیا حضور نے لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی پھر ہماری ہانڈی کی طرف توجہ فرمائی اس میں لعاب ڈالا ۱۳؎ پھر فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہانڈی سے شوربا نکالو ۱۴؎ اور اسے نہ اتارو مجاہدین ایک ہزار تھے، میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ان سب نے کھایا حتی کہ کھانا چھوڑ دیا ۱۵؎ اور لوٹ گئے حالانکہ ہماری ہانڈی جیسی تھی ویسی ہی جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا پکایا جارہا تھا ۱۶؎ جیساکہ تھا۔ (مسلم،بخاری)

۱؎ یہ پتھر ایسا تھا جس میں کدال کام نہیں کرتی تھی اور کھدائی میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔

۲؎ جو مشکل کام کسی سے نہیں ہوسکتا تھا وہ کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کرتے تھے اسی لیے حضرات صحابہ کرام مشکلات میں حضور انور کی طرف رجوع کرتے تھے۔

۳؎ یعنی تمام صحابہ کرام نے اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا اور خندق کی کھدائی کا کام تھا،خالی پیٹ کدال اٹھانا مشکل تھا اس لیے حضور انور نے پیٹ شریف پر پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ پیٹ کے بوجھ سے کدال چلانا آسان ہوجاوے۔خیال رہے کہ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عادۃً کچھ نہ کھائیں اس لیے کہ کھانا موجود نہ ہو تب حضور اقدس پر بھوک کے آثار نمودار ہوتے تھے لیکن اگر عبادۃً نہ کھاتے روزے کی نیت سے تو خواہ کتنا ہی عرصہ نہ کھاتے مطلقًا ضعف نہ ہوتا تھا،اس کے متعلق ارشاد ہے "**یُطْعِمُنِیۡ وَ یَسْقِیۡنِ**" مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔حضور انور نور بھی ہیں بشر بھی،روزے میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی اور عادۃً نہ کھانے میں بشریت کا ظہور،دیکھو عیسیٰ علیہ السلام پہلے بھی کھاتے پیتے تھے اور قریب قیامت آسمان سے آکر بھی کھائیں گے پئیں گے کیونکہ آپ بشر ہیں مگر آسمان پر قریبًا دو ہزار سال سے گئے ہوئے ہیں بغیر کھائے پئے موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی کا نور ہیں،اسی حالت میں حضور انور نے کدال سے وہ سخت پتھر توڑا۔حدیث کا یہ مطلب میرے مرشد مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے خواب میں مجھ کو بتایا۔

۴؎ یہ پتھر تین چوٹوں میں ریگ رواں بن گیا تھا۔

۵؎ یعنی کچھ کھانے پینے کی چیز ہے۔اس سوال سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ گھر کا خرچ عورت کے ہاتھ میں رہنا چاہیے،کمانا مرد کے لیے مناسب ہے خرچ کرنا عورت کے لیے بہتر ہے۔دوسرے یہ کہ اگرچہ جابر کے گھر میں کچھ تھا ضرور مگر تین دن سے انہوں نے اور ان کے گھر والوں نے کچھ نہ کھایا تھا کیونکہ صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ کھایا تھا تو یہ کیسے کھالیتے۔

۶؎ اس طرح کہ ان کے پیٹ شریف پر پتھر بندھا دیکھا ہے اور چہرہ پاک پر زردی نمودار دیکھی ہے جو سخت بھوک کی علامت ہے۔ **خمص** خ اور میم کے فتحہ سے بمعنی جوع شدید(سخت بھوک)۔

۷؎ بعض روایات میں **یھیمیہ** ی کے ساتھ ہے بہت چھوٹی سی بکری،**داجن** بمعنی گھر والوں سے ہلی ملی یعنی گھریلو پٹھیا۔

۸؎ یعنی جلدی کھانا تیار کرنے کے لیے ہم دونوں نے تقسیم کار کرلی بیک وقت میں بکری کے ذبح سے فارغ ہوا اور میری بیوی جَو پیس کر فارغ ہوئی۔

۹؎ یعنی ہمارے گھر میں کھانا تھوڑا سا ہے اس لیے میں حضور کے کان میں یہ دعوت عرض کررہا ہوں۔معلوم ہوا کہ اگر میزبان مہمان پر اپنی حیثیت ظاہر کردے تاکہ بقدر کھانے کے آدمی آئیں تو جائز ہے،آج شادی بیاہ میں کہہ دیتے ہیں کہ پچاس آدمی یا سو آدمی لانا اس مقرر کرنے کی اصل یہ حدیث ہے۔

۱۰؎ **نفر** دس سے کم جماعت پر بولا جاتا ہے۔یہ بھی جائز ہے کہ میزبان دعوت والوں کو مقرر کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ خود مقرر نہ کرے دوسرے کو مقرر کرنے کا حق دے دے،یہاں دوسری صورت ہے۔

۱۱؎ سُور مہمانی کے کھانے کو کہتے ہیں یعنی دعوت کا کھانا۔خندق کھودنے والے حضرات چودہ سو سے زیادہ تھے،ان سب کی دعوت حضور نے کردی،سور فارسی لفظ ہے۔خیال رہے کہ آج لنگر حضور کا تھا گھر حضرت جابر کا لہذا یہ اعلان اور دعوت بالکل درست ہے۔نیز جو چیز استعمال سے گھٹے نہیں وہ مالک کی بغیر اجازت استعمال کی جاسکتی ہے جیسے کسی کے چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرلینا،کسی کی دیوار سے سایہ لے لینا آج یہ کھانا ان کھانے والوں کے استعمال سے گھٹے گا نہیں لہذا حضرت جابر کی بغیر اجازت حضور نے سب کو دعوت دے دی۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ ساری اُمت حضور کی لونڈی و غلام ہیں اور مولیٰ اپنے غلام کے گھر اس سے بغیر پوچھے مہمان لے جاسکتا ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ چار آدمیوں کی دعوت ہو تو پانچواں نہ جائے کہ وہ قانون اور جگہ کے لیے ہے اور یہ اختیار خدا داد یہاں جابر کے گھر کے لیے ہے۔

۱۲؎ حضرت جابر اس اعلان سے حیران رہ گئے ان کی حیرانی ملاحظہ فرمائی اور تسکین دینے کے لیے یہ فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ فضل کرے گا جو لائے گا وہ کھلائے گا،تم اتنا کرنا کہ میرے آنے سے پہلے ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا اور آٹا پکانا شروع نہ کرنا پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھنا۔خیال رہے کہ اگر حضور اس لشکر کے بغیر کھا آتے تو ان کا دل ٹوٹ جاتا۔ان شاءاللہ حضور ہم گنہگاروں کے بغیر جنت میں بھی اکیلے نہ جائیں گے۔

۱۳؎ ابھی کچھ پہلے آپ حضور انور کے لعاب کا ایک معجزہ پڑھ چکے کہ عبداللہ ابن عتیک کی ٹوٹی پنڈلی اس لعاب سے جڑ گئی تندرست ہوگئی یہ دوسرا اور تیسرا معجزہ دیکھو اور ایمان تازہ کرو۔حضور انور نے لعاب دو چیزوں میں ڈالا گوندھے ہوئے آٹے میں

اور پکتی ہوئی گوشت کی ہانڈی میں۔اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لعاب یا ان کے وضوء وغیرہ کا غسالہ برکت کے لیے کھانا پینا بالکل جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت ہے۔مؤمن کی طبیعت محبوب کی ہر چیز سے محبت کرتی ہے کسی چیز سے نفرت نہیں کرتی ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ دعائیہ کلمات کے ساتھ دم یا لعاب ڈالنا بھی سنت ہےاس کا ماخذ بھی یہ ہی حدیث ہے۔

۱۴؎ یہ خطاب حضرت جابر کی بیوی صاحبہ سے ہے کہ ایک عورت کو اور بلالو جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے چار سیر آٹا پکانے کے لیے دو عورتوں کو مقرر کرنا اگلی برکت کی پیش گوئی ہے۔

۱۵؎ یہ ایک ہزار آدمی تین دن سے بھوکے تھے انہوں نے کھانا بھی خوب ہی کھایا ہوگا۔جن روایات میں چودہ سو آیا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ ایک ہزار تو خندق کھودنے والے تھے اور چار سو وہ حضرات تھے جو بعد میں بچے کھچے رہے جو مدینہ منورہ کے گھروں،بازاروں وغیرہ میں تھے،مدینہ منورہ کے بچے عورتیں بھی اس دعوت میں شامل کرلی گئی تھیں۔غرضکہ کھانے والوں کے میلے لگ گئے تھے۔خوش نصیب تھے وہ لوگ جو اس برکت والے کھانے سے مشرف ہوئے۔مدینہ منورہ کے بازار میں ایک سبزی فروش اپنی سبزی پر پانی چھڑک رہا تھا اور کہہ رہا تھایا برکۃ النبی تعالیٰ وانزلی ثم لا ترتحلی اے نبی کی برکت آجا یہاں سماجا پھر یہاں سے نہ جا۔(اشعۃ اللمعات)اللھم صل وسلم وبارك علیه۔اس موقعہ پر حضور انور نے پہلے سب کو کھلایا بعد میں گھر والوں کے ساتھ مل کرخود کھایا اور حضور واپس لوٹے تو حضرت جابر کا گھر روٹیوں بوٹیوں سے بھرا ہوا تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۶؎ اس واقعہ میں حضور انور کے لعاب شریف کے بہت سے معجزات ہیں: بوٹیوں میں کثرت و برکت،شوربے کے پانی میں برکت،شوربے کے نمک مرچ مصالحہ گھی میں برکت و کثرت،آٹے میں برکت و کثرت،جس لکڑی سے یہ چیزیں پکائی گئیں اس میں برکت،روٹی پکانے والی کے ہاتھ میں قوت و طاقت ورنہ اتنی بڑی جماعت کی دعوت کے لیے کئی من گوشت لکڑیاں آٹا چاہیے بہت پکانے والے اور بہت تنور چاہیں جیساکہ آج کل بیاہ شادیوں کی دعوتوں میں دیکھا جاتا ہے۔موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے پانی کے بارہ چشمے پتھر سے پھوٹے یہاں حضور کے لعاب سے ہانڈی سے بوٹیوں شوربے کے چشمے پھوٹے۔

[11]- 5878 وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِينَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ رَأسه وَ يَقُولُ:«بؤس بن سميَّة تقتلك الفئة الباغية».رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے جناب عمار سے کہا جب کہ وہ خندق کھود رہے تھے تو آپ ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے اور کہتے کہ اے ابن سمیہ کی سختی۱؎ تم کو باغی جماعت قتل کرے گی ۲؎(مسلم)

۱؎ حضرت عمار ابن یاسر کی والدہ ماجدہ کا نام سمیہ بنت ابی حذیفہ تھا،قبیلہ بنی مخزوم سے تھیں،مکہ مکرمہ میں اسلام لائیں،ابوجہل اور دیگر کفارکے ہاتھوں بہت ہی بے دردی سے شہید کی گئیں۔اس جملہ کی کئی ترکیبیں ہیں۔آسان ترکیب یہ ہے بؤس ایک پوشیدہ فعل کا فاعل ہے اور ابن سمیہ منادی ہےیعنی اے سمیہ کے فرزند تم کو سخت تکلیف پہنچے گی۔

۲؎اس فرمان عالی میں تین غیبی خبریں ہیں: ایک یہ کہ حضرت عمار شہید ہوں گے،دوسرے یہ کہ مظلوم ہوں گے، تیسرے یہ کہ ان کے قاتل باغی ہوں گے یعنی امام برحق پر بغاوت کرنے والے،یہ تینوں خبریں من و عن اسی طرح ظاہر ہوئیں۔حضرت عمار جناب مولیٰ کائنات علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے،جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے۔جب یہ حدیث شہادت عمار کے بعد حضرت امیر معاویہ کو پہنچی کہ عمرو ابن عاص نے کہا کہ معاویہ غضب ہوگیاحضرت عمار ہماری جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے اور حضور انور نے ان کے قاتلین کو **فئة باغیہ** فرمایا ہے ہم اس حدیث کے ماتحت باغی ہوئے تو امیر معاویہ نے کہا**نحن امة باغیة لدم عثمان** یعنی یہاں باغیہ بغاوت سے نہیں بلکہ **بغیٌ** بمعنی مطالبہ سے،ہم حضرت عثمان کے خون کا بدلہ مانگنے والے ہیں،اس معنی سے واقعی ہم لوگ باغی ہیں۔دوسرے یہ کہ عمار کو قتل کرنے والے دراصل علی ہیں جو انہیں جنگ میں لائے ہم تو عمار کا بڑا احترام کرتے تھے اور کرتے ہیں۔حضرت علی نے فرمایا کہ اگر حدیث کا مطلب یہ ہے تو جناب حمزہ کے قاتل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ ہی آپ کو جنگ احد میں لے گئے تھے۔بہرحال حضرت علی خلیفہ برحق ہیں،امیر معاویہ ان کی مخالفت کی بنا پر باغی ہیں،حضرت علی کی ڈگری امیر معاویہ کی معافی ہے۔(مرقات و اشعہ)اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر میں دیکھو،صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار سب کا احترام لازم ہے۔

[12]- 5879	
وَعَن سليمانَ بن صُرَد قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَجْلَى الْأَحْزَابَ عَنْهُ: «الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يغزونا نَحن نسير إِلَيْهِم» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت سلیمان ابن صرد سے۱؎فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ احزاب آپ سے دور کیے گئے۲؎کہ ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ نہ کریں گے ہم ان کی طرف جائیں گے ۳؎(بخاری)

۱؎آپ صحابی ہیں، کوفی ہیں،بڑے بزرگ تھے،واقعہ کربلا کے بعد آپ نے یزیدیوں سے بدلہ لینے کے لیے بہت بڑی جماعت جمع کی اس کوشش میں شہید ہوئے۔(اشعہ)

۲؎احزاب غزوہ خندق کو کہتے ہیں،یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا۔**احزاب** جمع ہے **حزب** کی بمعنی گروہ و جماعت،چونکہ اس غزوہ میں کفار کی بہت جماعتیں جمع ہوکر مدینہ طیبہ پر ٹوٹ پڑیں تھیں اس لیے اسے احزاب کہتے ہیں۔ان تمام کے سردار ابوسفیان تھے، ان کی تعداد دس ہزار تھی۔چنانچہ نجدی کفار ایک ہزار تھے جن کا سردار عیینہ ابن حصن تھا ہوازن کا سردار عامر ابن طفیل تھا،بنی کنانہ وغیرہ کے الگ الگ سردار تھے،مدینہ کے یہودی بنی قریظہ اور بنی نضیر ان سے مل گئے تھے ایک ماہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ رہا تھا،دو طرفہ سے تیر اندازیاں اور معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں تھیں کھل کر جنگ نہیں ہوئی پھر اللہ تعالٰی نے تیز آندھی بھیجی جس سے لشکر کفار تتربتر ہوکر بھاگ گیا۔(مرقات وغیرہ)

۳؎اس میں غیبی خبر ہے کہ اب آئندہ مدینہ منورہ پر کفار حملہ نہ کرسکیں گے بلکہ اب ہم ہی ان پر حملہ کریں گے اور ایسا ہی ہوا کہ غزوۂ طائف،غزوۂ خیبر،فتح مکہ، تبوک وغیرہ سب میں مسلمان ہی حملہ آور ہوئے۔

[13]- 5880 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	
وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ الخَنْدَق وضع السِّلاحَ واغتسل أَتاه	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے لوٹے اور ہتھیار رکھ دیئے اور غسل فرمایا تو آپ کے پاس حضرت جبریل اپنا سر غبار سے

جِبْرِيلَ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْنَ فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.	جھاڑتے ہوئے آئے ۱؎ بولے آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے خدا کی قسم میں نے نہیں اتارے ان کی طرف جایئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہاں،جبریل نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے ۲؎

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ **ھو** ضمیر حضرت جبریل کی طرف ہے یعنی جبریل اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔چونکہ حضرت جبریل حضور کے خادم اور اسلام کے غازی بن کر آئے تھے اس لیے ان پر غازیوں کے آثار یعنی غبار اور ہتھیار تھے ورنہ فرشتوں پر نہ ہتھیار ہوتے ہیں نہ غبار۔

۲؎ بنی قریظہ اور بنی نضیر یہ یہود مدینہ کی دو جماعتیں تھیں جنہوں نے پہلے تو مسلمانوں سے معاہدہ کیا پھر خود ہی یہ معاہدہ توڑ دیا اور تمام مشرکین عرب کو مدینہ پر چڑھا کر یہ ہی لائے تھے۔انہوں نے مشرکین سے کہا کہ تم باہر سے مسلمانوں پر حملہ کرو ہم اندرون مدینہ ان پر حملہ کریں اور انہیں ایسا پیس ڈالیں جیسے چکی میں دانے۔غزوہ خندق سے فارغ ہو کر حضور انور نے ان پر حملہ کیا،بنی قریظہ چن چن کر قتل کردیئے گئے،بنی نضیر جلا وطن کردیئے گئے یہاں وہ واقعہ مذکور ہے،کتب تواریخ میں یہ واقعہ بالتفصیل موجود ہے۔

5881 -[14] وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ أَنَسٌ:كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِيَ غَنْمٍ موكبَ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بني قُرَيْظَة	اور بخاری میں روایت ہے کہ جناب انس نے فرمایا گویا کہ میں بنی غنم کی گلیوں میں غبار پھیلا ہوا دیکھ رہا ہوں ۳؎ حضرت جبریل کے سواروں سے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف چلے ۴؎

۳؎ بنی غنم انصار کا ایک قبیلہ تھا جن کا محلّہ بنی قریظہ کے راستہ میں پڑتا تھا یہاں اس کی نشاندہی فرمائی جارہی ہے۔

۴؎ موکب میم کے فتحہ کاف کے کسرہ سے سواروں کی جماعت جو آہستہ آہستہ چلے یعنی ہم نے اپنی آنکھوں سے بنی غنم کی گلیوں میں غبار اڑتا ہوا دیکھا مگر کوئی چلنے والا نظر نہیں آتا تھا،ہوا بھی تیز نہ تھی حضور انور نے بتایا کہ یہ غبار فرشتوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اٹھ رہا ہے اس واقعہ میں حضور انور کے بہت سے معجزات کا اظہار ہے۔خیال رہے کہ فرشتوں کی جماعت کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام تھے اس لیے صرف انہیں کا ذکر فرمایا۔

5882 -[15] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رِكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ قَالُوا: لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهِ وَنَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رِكْوَتِكَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ	روایت ہے حضرت جابر سے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ کے دن پیاسے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ڈول تھا ۱؎ جس سے حضور نے وضو کیا پھر لوگ اس طرف دوڑ پڑے بولے ہمارے پاس پانی نہیں جس سے ہم وضو کریں اور پئیں سواء اس پانی کے جو آپ کے ڈول میں ہے ۲؎ پھر نبی صلی

صلی اللہ عَلَيْهِ وَسلم يَدَه فِي الرِّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِيلَ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً.	اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس ڈول میں رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا ۳؎ فرمایا کہ ہم نے پیا اور وضو کیا ۴؎ حضرت جابر سے کہا گیا کہ تم کتنے تھے فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم کو کافی ہوتا ہم پندرہ سو تھے ۶؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی صلح حدیبیہ کے دن حدیبیہ کنوئیں کا پانی ہم نے تھوڑی دیر میں ہی خشک کردیا جیسا کہ عرب کے کنوؤں کا حال ہوتا ہے۔ اب پانی صرف ایک چمڑے کے ڈول میں تھا جو حضور انور کے سامنے رکھا ہوا تھا،کوہ حمیرہ کا ایک ڈول یا بڑا لوٹا جس سے وضو وغیرہ کیا جاوے۔

۲؎ یعنی اسلامی فوج بغیر پانی کے ہے پیاسی بھی ہے وضو وغیرہ کی بھی اسے ضرورت ہے اور پانی صرف اتنا ہے جتنا آپ کے ساتھ ہے۔

۳؎ حضور انور کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے سے افضل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا تو اس سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوگئے کیونکہ پتھر سے پانی جاری کردینا واقعی معجزہ ہے مگر انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دینا بڑا معجزہ۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر　　　ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

۵؎ خوش نصیب تھے یہ حضرات جنہیں اس پانی سے وضو نصیب ہوگیا جس سے ان کے ظاہر باطن دونوں پاک ہوئے،تمام پانیوں سے حتی کہ آبِ زمزم سے بھی یہ پانی افضل تھا۔(از مرقات)

۶؎ خیال رہے کہ اہلِ حدیبیہ کی تعداد میں مختلف روایات ہیں چودہ سو،پندرہ سو،تیرہ سو تحقیق یہ ہے کہ ان کی تعداد پندرہ سو پچیس تھی،باقی روایات یا تو تخمینی ہیں یا راوی کی اطلاع کے مطابق ہیں کہ انہیں اطلاع یہ ہی پہنچی۔(مرقات)آپ یہ بتارہے ہیں کہ ہم اس دن قریبًا پندرہ سو تھے مگر پانی کے جوش اور کثرت کا یہ عالم تھا کہ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی سب کے پینے،وضو،غسل کو کافی ہوتا۔

[16]- 5883 وَعَنِ الْبَراء بن عَازِب قا ل: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ النبيَّ صلی اللہ عَلَيْهِ وَسلم فَأَتَاهافجلس عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا ثُمَّ قَالَ: دَعُوهَا سَاعَةً " فَأَرْوَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتَّى ارتحلوا. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے ۱؎ حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس کا پانی نکال ڈالا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا ۲؎ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ اس کنویں پر آئے اس کے کنارہ پر بیٹھے پھر پانی کا برتن منگایا وضو کیا پھر کلی کی اور دعا فرمائی پھر وہ پانی کنویں میں ڈال دیا ۳؎ پھر فرمایا اسے گھڑی بھر چھوڑدو ۴؎ پھر لوگ اپنے آپ کو اپنی سواریوں کو سیراب کرتے رہے حتی کہ وہاں سے کوچ کیا ۵؎ (بخاری)

۱؎ ان روایات کی مطابقت ابھی ذکر کی گئی کہ چودہ سو پندرہ سو تقریبی ہے یعنی قریبًا چودہ پندرہ سو تھے لہذا ان میں تعارض نہیں۔

۲؎ عرب میں بلکہ پاکستان میں بعض جگہ کنویں ایسے ہیں کہ اگر ان سے پانی نکالا جاوے تو بہت جلد خشک ہوجاتے ہیں،نو کنڈی میں ہم نے کنویں دیکھے کہ دو تین سو ڈول نکالنے پر خشک ہوجاتے ہیں پھر چوبیس گھنٹے چھوڑے جاویں تب اس میں پانی اور آجاتا ہے یہ ہی حال حدیبیہ کے کنویں کا تھا۔

۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ وضو کلی ایک برتن میں کی پھر اس برتن پر دعاء برکت کی پھر یہ پانی حدیبیہ کنویں میں ڈال دیا،غالبًا حضور انور نے کلی علاوہ وضو کے کی تھی وضوء والی کلی اس کے سوا تھی لہذا **تمضمض** فرمانا زائد نہیں۔

۴؎ یعنی ہمارا تبرک پانی پڑتے ہی کنویں سے پانی نکالنا شروع نہ کردو کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔**ساعة** سے مراد گھنٹہ نہیں بلکہ گھڑی بھر مراد ہے یہ ٹھہرنا اس لیے تھا کہ یہ تبرک اپنا پورا اثر کرے۔یار کے جلوے مختلف ہیں کبھی فورًا تاثیر کبھی کچھ ٹھہر کر۔

۵؎ غالب یہ ہے کہ یہ کنواں پھر برابر بھرا ہی رہا کبھی خشک نہ ہوا کاش کہ اس پر گنبد وغیرہ بنادیا جاتا کہ لوگ اس کی زیارت بھی کرتے پانی بھی تبرکًا پیتے۔(مرقات)یہ میدان حدیبیہ مکہ معظّمہ سے بالکل قریب ہی ہے جدہ راستہ پر فقیر نے اس کی زیارت کی۔خیال رہے کہ حضرت جابر کا گزشتہ واقعہ اور ہے یہ واقعہ دوسرا ہےمگر یہ دونوں واقعہ ہوئے حدیبیہ میں۔

5884 -[17] (مُتَّفق عَلَيْهِ)	
وَعَن عَوْف عَن أبي رَجَاء عَن عمر بن حُصَيْن قال: كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيهِ أَبُو رَجَاء وَنَسِيَهُ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ: «اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ» . فَانْطَلَقَا فتلقيا امْرَأَة بَين مزادتين أَو سطحتين من مَاء فجاءا بهاإِلى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فاستنزلوهاعن بَعِيرهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِيهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ وَنُودِيَ فِي النَّاسِ: اسْقُوا فَاسْتَقَوْا قَالَ: فَشَرِبْنَا عِطَاشًا أَرْبَعِينَ رَجُلًا حَتَّى رَوِينَا فَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَإِدَاوَةٍ وَايْمُ اللَّهِ لَقَدْ أَقْلَعَ عَنْهَا وَإِنَّهُ لَيُخَيَّل إِلينا أَنَّها أَشدُّ ملئةً مِنْهَا حِين ابْتَدَأَ.	روایت ہے حضرت عوف سے وہ ابورجاء سے ۱؎ وہ عمران ابن حصین سے راوی فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو لوگوں نے حضور سے پیاس کی شکایت کی آپ اترے اور فلاں کو بلایا ابو رجاء اس شخص کا نام لیتے تھے اسے عوف بھول گئے اور جناب علی کو بلایا ۲؎ پھر فرمایا تم دونوں جاؤ پانی تلاش کرو وہ چلے تو دونوں ایک عورت سے ملے جو دو بڑے یا چھوٹے توڑوں کے درمیان تھی ۳؎ توڑے پانی کے تھے وہ دونوں اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اسے اس کے اونٹ سے اتارا ۴؎ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگایا پھر ان توڑوں کے منہ سے اس میں پانی انڈیلا اور لوگوں میں آواز دی گئی کہ پی لو ۵؎ چنانچہ لوگوں نے خوب پیا فرمایا کہ ہم چالیس پیاسے آدمیوں نے پیا حتی کہ سیر ہوگئے پھر ہم نے اپنے ساتھ والے مشکیزے اور برتن بھر لیے ۶؎ اللہ کی قسم ان سے پانی لینا جب بند کیا گیا تو ہم کو خیال ہوتا تھا کہ وہ ابتداء کے مقابلہ میں اب زیادہ پُر ہیں ۷؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ عوف تبع تابعی ہیں اور ابو رجاء تابعی ہیں ابو رجاء کا نام عمران ابن تمیم عطاردی ہے ، حضور انور کے زمانہ ہی میں مسلمان ہوگئے تھے مگر زیارت نہ کرسکے،بہت بڑی عمر پائی ۱۰۷ھ ایک سو سات میں وفات ہوئی،ایک سو بیس سال سے زیادہ عمر پائی۔(مرقات واشعہ)

۲؎ یعنی حضور انور نے دو صاحبوں کو یہ حکم دیا ایک تو حضرت علی تھے، دوسرے فلاں صاحب تھے ان فلاں کا نام مجھے یاد نہ رہا ابو رجاء نے بتایا تھا عوف بھول گئے۔اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنے دکھ درد حضور کو سنانا اور ان کے دفعیہ کے لیے حضور سے عرض کرنا نہ تو توکل کے خلاف ہے نہ شرک ہے بالکل جائز ہے دیکھو پیاس کی شکایت حضور سے کی۔اب بھی اپنے دکھ درد حضور سے کہنا بالکل جائز ہے،ہم بھیگ مانگنے ہی کو پیدا ہوئے،حضور بھیک دینے کو آئے"وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ"۔

۳؎ یعنی ایک حبشی عورت اونٹ پر سوار تھی اس کی دونوں جانب دو چھوٹے یا بڑے مشکیزے پانی کے بھرے ہوئے لٹک رہے تھے اور یہ عورت چلی جارہی تھی۔

۴؎ ھا ضمیر یا تو اس عورت کی طرف ہے یا اس کے مشکیزہ کی طرف یعنی اس عورت کو یا مشکیزے کو اونٹ سے اتارا یہ عورت بڑی مشکل سے حضور انور کی خدمت میں لائی گئی تھی وہ آنے پر تیار نہ تھی کیونکہ اس کے سفر میں حرج ہوتا تھا،جیساکہ دوسری روایات میں ہے۔ یہاں دو باتیں دھیان میں رکھی جاویں: ایک یہ کہ ان دونوں صحابہ نے اس عورت کو حاضر بارگاہ کردیا اس کا پانی نہیں چھین لیا کیونکہ وہ عورت اس پانی کی مالکہ تھی اور مالک کی مرضی کے بغیر اس کی چیز استعمال نہیں کرسکتے،ہاں خود مالک کو حضور کی بارگاہ میں حاضر کردیا، دوسرے یہ کہ کسی کو جبرًا روکنا اسے اس کی سواری سے جبرًا اتارنا،اس کا پانی بغیر اس کی مرضی کے لے لینا قانون کے لحاظ سے ممنوع ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے مالک ہیں اللہ تعالٰی نے انہیں ملک تام بخشی ہے مالک اپنی لونڈی غلام میں ہر طرح تصرف کرسکتا ہے اس کی جان میں بھی اس کے مال میں بھی،خصوصًا جب کہ اس تصرف میں اس شخص کا نقصان بھی نہ ہو۔

۵؎ یعنی مشکیزے کے منہ سے پانی ایک برتن لگن وغیرہ میں ڈالا اور لوگوں نے اسی لگن سے پانی لیا کہ لوگ اس برتن سے پانی لیتے تھے۔اسقوکے معنی یہ ہیں کہ خود بھی پی لو اپنے جانوروں وغیرہا کو بھی پلالو۔

۶؎ یعنی فی الحال سب نے پانی پی بھی لیا اور آئندہ پینے کے لیے بھر بھی لیا،وضو و غسل بھی کرلیے حضور انور نے اس مشکیزہ کا کنکشن حوض کوثر سے کردیا تھا غالبًا یہ پانی وہاں سے آرہا تھا۔

۷؎ یعنی پانی کی برکت کا یہ حال تھا کہ ہم کو محسوس ہوتا تھا کہ جب پانی لینا شروع کیا گیا تھا اس وقت سے اب یہ مشکیزہ زیادہ پر ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کی چیز ہمارے استعمال سے کم نہ ہو تو اس کی بغیر اجازت وہ چیز لے سکتے ہیں لہذا دوسرے کے چشمہ والے کنوئیں سے پانی بھر سکتے ہیں کسی کی روشنی سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں،بچوں سے ایصال ثواب کراسکتے ہیں۔

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حتی کہ ہم ایک وسیع جنگل میں اترے ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت(استنجاء)کے لیے گئے تو ایسی کوئی چیز نہ پائی جس سے آڑ کریں ۲؎ حضور نے جنگل کے کناروں میں دو درخت دیکھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کی طرف گئے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر ۳؎ وہ آپ کے ساتھ	[18]- 5885 وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهِ وَإِذَا شَجَرَتَيْنِ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى إِحْدَاهُمَا فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ فَانْقَادَتْ مَعَهُ

كَالْبَعِيرِ الْمَخْشُوشِ الَّذِي يُصَانِعُ قَائِدَهُ حَتَّى أَتَى الشَّجَرَةَ الْأُخْرَى فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَذَلِكَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا قَالَ الْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ فَالْتَأَمَتَا فَجَلَسْتُ أُحَدِّثُ نَفْسِي فَحَانَتْ مِنِّي لفتة فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَإِذَا الشَّجَرَتَيْنِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلَى سَاقٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ	اس مہار والے اونٹ کی طرح چلے جو اپنے چلانے والے کی اطاعت کرتا ہے۴ حتی کہ آپ دوسرے درخت کے پاس پہنچے۵ تو اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کروہ بھی اسی طرح حضور کے ساتھ چلا کہ جب ان دونوں کے بیچ میں ہوئے۶ تو فرمایا اللہ کے حکم سے مجھ پر مل جاؤ وہ دونوں مل گئے میں بیٹھ گیا اپنے دل میں کچھ سوچتا تھا۷ میرا اور طرف دھیان گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا اور درختوں کو دیکھا۸ کہ جدا ہوگئے تھے ان میں سے ہر ایک اپنی پنڈلی پر کھڑا ہوگیا تھا۹(مسلم)

۱؎ افیح بنا ہے فیح سے بمعنی چوڑائی افیح کے معنی ہیں بہت فراخ لمبا چوڑا جنگل۔

۲؎ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت دور چلے گئے تھے مگر پھر بھی بغیر آڑ کے استنجاء کرنا مناسب نہ سمجھا۔بہتر یہ ہی ہے کہ جنگل میں آڑ میں استنجاء کرے۔

۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ درخت بھی حضور انور کی بات سنتے ہیں،سمجھتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں جیسے حضور انور ان سب کی یوں سنتے سمجھتے ہیں،ان کے فیصلے کرتے ہیں ایسے ہی وہ تمام چیزیں حضور کی بات جانتی مانتی ہیں۔

۴؎ درخت کے چلنے کی نوعیت یہ ہوئی کہ درخت کی جڑیں باہر آگئیں اور درخت مع اپنی جڑ کے حضور انور کے پیچھے پیچھے ہولیا۔یہ ہے حضور کی بادشاہت مطلقہ کہ انسان و جانور تو کیادرختوں پر بھی جاری ہے وہ بھی حضور کی اطاعت کرتے ہیں اگر انسان حضور کی فرمانبرداری نہ کرے تو درختوں سے بدتر ہے۔

۵؎ سبحان اللہ! یہ ہے حضور کا خدا داد اختیار اور ملکیت اور سارے جہان پر بادشاہت اس درخت کو وہاں دوسرے درخت کے پاس کھڑا نہ کردیا بلکہ اس دوسرے درخت کو بھی اپنی جگہ سے ہٹایا اس طرح کہ ایک ہاتھ میں ایک درخت کی شاخیں تھیں، دوسرے ہاتھ میں دوسرے درخت کی شاخیں تھیں اور دونوں درخت حضور انور کے پیچھے دوڑے آرہے ہیں۔وہ نظارہ بھی قابلِ دید ہوگا جب مطیع فرمانبردار اونٹوں کی طرح حضور کے پیچھے یہ دونوں درخت دوڑے چلے آرہے ہوں گے۔حضور انور صرف آواز دے کر بھی ان درختوں کو بلا سکتے تھے مگر یہ نظارہ دکھانے کے لیے خود انہیں پکڑ لائے۔

۶؎ یعنی جب یہ دونوں درخت ان کے بیچ کی جگہ میں پہنچے تو ان دونوں کو ملادیا ان کے ملنے سے پردہ بن گیا۔

۷؎ یعنی میں کچھ سوچنے لگا،نگاہ میری ان درختوں سے ہٹ گئی۔

۸؎ بعض نسخوں میں الشجرتان ہے تب تو ظاہر ہے کہ الشجرتان مبتداء ہے اور قد افترقتا خبر اور ہمارے نسخوں میں الشجرتین ہے تو نظرت فعل پوشیدہ ہے جس کا یہ مفعول ہے۔

۹؎ یعنی اب جو میں نے دیکھا تو وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ پہنچ چکے تھے میں ان کا جانا نہیں دیکھ سکا پلک جھپکتے وہ دونوں واپس ہوگئے۔معلوم ہوتا ہے کہ آئے تھے حضور کے پکڑنے سے، گئے حضور کے محض حکم اور اشارہ سے حضور کا پکڑنا اور حکم دینا ایک ہی درجہ کا ہے۔

[19]- 5886	
عَن يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسلم مَا هَذِه الضَّربةُ؟ فَقَالَ: هَذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَة. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت یزید ابن ابی عبیدہ سے ۱؎ فرمایا کہ میں نے سلمہ ابن اکوع کی پنڈلی میں ایک چوٹ کا اثر دیکھا تو میں نے کہا کہ اے ابو مسلم یہ چوٹ کیسی ہے ۲؎ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ چوٹ ہے جو مجھے خیبر کے دن لگی تھی تو لوگوں نے کہا کہ سلمہ شہید ہوگئے ۳؎ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے تین بار دم فرمایا تو میں اس وقت تک تکلیف میں گرفتار نہیں ہوا ۴؎ (بخاری)

۱؎ آپ امام بخاری کے استاذ کے استاذ ہیں مکی ابن ابراہیم امام بخاری کے استاذ ہیں اور یزید ابن ابی عبید مکی ابن ابراہیم کے استاذ، آپ تابعی ہیں، حضرت سلمہ ابن اکوع کے آزاد کردہ غلام ہیں۔آپ سے یحیٰی ابن سعید نے روایت کی۔

۲؎ یعنی میرے مولیٰ حضرت سلمہ ابن اکوع کے پنڈلی میں بہت گہرے زخم کا اثر تھا میں نے اس زخم کی تاریخ پوچھی کہ یہ زخم کہاں اور کب لگا تھا۔

۳؎ خیال رہے کہ خیبر میں باقاعدہ جنگ نہ ہوئی تھی وہاں جھڑپیں کئی ہوئیں تھیں کسی جھڑپ میں آپ کو یہ چوٹ آئی تھی، رب تعالیٰ خیبر کے متعلق فرماتاہے:"وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا"جس میں فرمایا گیا کہ مسلمان نہایت آسانی سے خیبر کی غنیمتیں حاصل کریں گے۔

۴؎ یعنی حضور کے دم فرماتے ہی آرام ہوگیا اور پھر کبھی مجھے تکلیف نہ ہوئی۔

[20]- 5887	
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَن يَأْتِيهِ خَبَرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زيدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ من سيوف الله حَتَّى فتح الله عَلَيْهِم.رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرات زید جعفر،ابن رواحہ کی خبر موت لوگوں کو سنائی ۱؎ ان کی خبر آنے سے پہلے تو فرمایا کہ جھنڈا زید نے لیا وہ شہید ہوگئے پھر جعفر نے لیا اور وہ بھی شہید ہوگئے پھر ابن رواحہ نے لیا وہ بھی شہید ہوگئے ۲؎ آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں حتی کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا ۳؎ یعنی خالد ابن ولید نے حتی کہ اللہ نے ان پر فتح دی ۴؎ (بخاری)

۱؎ یہ واقعہ غزوہ موتہ میں ہوا جو ۸ آٹھ ہجری میں ہوا،اس غزوہ میں مسلمان تین ہزار تھے اور ہرقل کی رومی فوج ایک لاکھ تھی۔(مرقات،اشعہ)

۲؎ حضور انور نے لشکر اسلام روانہ فرماتے وقت سپہ سالار مقرر فرمادیئے تھے کہ اولًا زید ابن حارثہ سپہ سالار ہوں گے،پھر حضرت جعفر ابن ابی طالب طیار،پھر ان کی شہادت کے بعد عبداللہ ابن رواحہ ہوں گے۔موتہ میں یہ حضرات یکے بعد دیگرے شہید ہورہے تھے اور یکے بعد دیگرے جھنڈا لے رہے تھے اور یہاں حضور مسجد نبوی شریف میں ان تمام واقعات کی خبر دے رہے

تھے یہ ہے حضور انور کا علم غیب بلکہ حاضر و ناظر ہونا آج دوربین کے ذریعہ انسان دور کی چیز دیکھ لیتا ہے۔تو نبوت کی دوربین کا کیا کہنا اس زمانہ میں جھنڈا لشکر کے سردار کے ہاتھ میں ہوتا تھا حضور انور کا یہ فرمان کہ جھنڈا فلاں نے لیا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ امیر لشکر بن گئے۔

۳؎ حضور انور نے جناب خالد کو امارت کے لیے منتخب و نامزد نہیں کیا تھا حضرت عبداللہ ابن رواحہ کی شہادت پر جناب خالد نے خود جھنڈا لے لیا اور لشکر کے امیر بن گئے۔سیف اللہ سے مراد ہے بڑے بہادر،اللہ تعالٰی کی طرف نسبت عظمت کے لیے ہے اس دن حضرت خالد نے کفار اس قدر قتل کیے کہ آپ کے ہاتھ میں سات تلواریں ٹوٹیں اس زمانہ میں تلوار توڑ دینا بڑی بہادری کی علامت تھی۔غالبًا اس دن سے حضرت خالد کا لقب سیف اللہ ہوا،حضرت خالد نے شہادت کی بہت تمنا کی مگر میسر نہ ہوئی کیونکہ اللہ کی تلوار کون توڑتا۔

۴؎ غزوہ موتہ میں تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ رومیوں پر فتح پائی آج مشرق وسطٰی یعنی فلسطین وغیرہ میں مسلمان پانچ کروڑ سے زیادہ ہیں مگر بیس لاکھ اسرائیلی ان کے لیے آفت بنے ہوئے ہیں قوتِ ایمانی بڑی طاقت ہے۔شعر

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے ۔۔۔ مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

[21]- 5888 وَعَن عَبَّاسٍ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُونَ وَالْكُفَّارُ وَلَّى الْمُسْلِمُونَ مُدْبِرِينَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ وَأَنَا آخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُفُّهَا إِرَادَةَ أَن لَا تسرع وَأَبُو سُفْيَان آخِذٌ بركَاب رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ عَبَّاسُ نَادِ أَصْحَابَ السَّمُرَةِ فَقَالَ عَبَّاسٌ وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا فَقُلْتُ بِأَعْلَى صَوْتِي أَيْنَ أَصْحَابُ السَّمُرَةِ فَقَالَ وَاللَّهِ لَكَأَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِينَ سَمِعُوا صَوْتِي عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلَى أَوْلَادِهَا فَقَالُوا يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ قَالَ فَاقْتَتَلُوا وَالْكُفَّارَ وَالدَّعْوَةُ فِي الْأَنْصَارِ يَقُولُونَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالَ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلَى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ	روایت ہے حضرت عباس سے فرماتے ہیں کہ میں حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا۱؎ تو جب مسلمان و کفار بھڑ پڑے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے ۲؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی طرف اپنے خچر کو ایڑھ مار رہے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے تھا ۳؎ اسے روک رہا تھا کہ کہیں تیز نہ چل پڑے ۴؎ اور ابوسفیان ابن حارث ۵؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے ۶؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عباس بیعت الرضوان والوں کو پکارو ۷؎ تو جناب عباس نے کہا اور وہ تھے بہت بلند آواز ۸؎ آپ نے اپنی بلند آواز سے پکارا کہ بیعت رضوان والے کہاں ہیں فرمایا اللہ کی قسم گویا جب انہوں نے میری آواز سنی تو میں نے انہیں ایسے پھیر لیا جیسے گائے اپنے بچوں پر موڑتی ہے ۹؎ وہ بولے ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں حضور نے فرمایا کفار سے جنگ کرو انصار کے متعلق پکار یہ تھی کہ کہتے تھے اے گروہ انصار اے گروہ انصار راوی نے فرمایا کہ پھر بنی حارث ابن خزرج پر بلاوا محدود ہوگیا ۱۰؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر دوڑائی حالانکہ آپ اپنے خچر پر تھے گویا آپ اس پر جہاد کفار کے منتظر

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا إِلَى قِتَالِهِمْ فَقَالَ حِينَ حَمِيَ الْوَطِيسُ ثُمَّ أَخَذَ حَصَيَاتٍ فَرَمَى بِهِنَّ وُجُوهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ انْهَزَمُوا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهِ فَمَا زِلْتُ أَرَى حَدَّهُمْ كَلِيلًا وَأَمْرَهُمْ مُدبِرا. رَوَاهُ مُسلم	تھے اا تو فرمایا کہ یہ لڑائی گرم ہونے کا وقت ہے ۱۲ پھر چند کنکریاں لیں وہ کفار کے منہ کی طرف پھینکیں پھر فرمایا قسم رب محمد کی یہ بھاگ نکلے ۱۳ تو خدا کی قسم کچھ نہ ہوا سوا اس کے کہ حضور نے ان پر کنکریاں پھینکیں میں دیکھتا رہا ان کی دھار کند اور ان کا معاملہ ذلت والا ۱۴ (مسلم)

ا حنین ایک جنگل کا نام ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے اس گنہگار نے وہاں کی زیارت کی ہے۔غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا، بنی ہوازن سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تھا پہلے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح کامل عطا فرمائی یہ بنی ہوازن جناب حلیمہ دائی کی ہم قوم تھی اس علاقہ میں جناب حلیمہ کا گھر تھا۔حضور انور نے وہاں ہی پرورش پائی تھی غزوہ حنین بھی ۸ ہجری میں ہوا۔(مرقات)

۲ اس غزوہ میں مسلمان بارہ ہزار تھے اور کفار قریبًا چار ہزار،مسلمانوں کو خیال ہوا کہ آج ہم زیادہ ہیں فتح پائیں گے رب تعالٰی کی طرف سے عتاب ہوا فرماتا ہے:"اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنۡکُمْ شَیْـًٔا"ہوا یہ کہ حضرات صحابہ حضور انور سے آگے کفار سے لڑرہے تھے،مسلمان قبیلہ ہوازن کی تیر اندازی کی تاب نہ لاسکے اس لیے ان کے قدم اکھڑ گئے تتر بتر ہو کر بھاگ پڑے،یہاں **المسلمون** سے مراد اکثر مسلمان ہیں سارے نہیں۔

۳ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری کہ ایسی حالت میں خاطر اقدس پر قطعًا گھبراہٹ نہیں تنہا ہیں مگر کفار کی طرف ہی بڑھ رہے ہیں۔

۴ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خچر کفار کی طرف دوڑانا چاہتے تھے اور جناب عباس اسے روکتے تھے آپ چاہتے تھے مسلمان سب جمع ہو جاویں تب حضور کا خچر کفار میں پہنچے۔

۵ آپ کا نام مغیرہ ہے کنیت ابو سفیان آپ ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور کے چچا زاد بھائی بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ حلیمہ بنت ابو ذویب سعدیہ نے آپ کو بھی دودھ پلایا زمانہ کفر میں حضور انور کے سخت خلاف تھے حضور کے خلاف قصیدے لکھا کرتے تھے،فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور زندگی بھر حضور انور کے سامنے کبھی سر نہ اٹھایا شرم وحیاء کی وجہ سے ۲۰ بیس ہجری میں وفات پائی،حضرت عمر نے جنازہ پڑھایا دار عقیل میں دفن ہوئے۔(اکمال)

۶ اس وقت حضور انور کے ساتھ صرف یہ دو حضرات ہی تھے باقی صحابہ کرام جن کے قدم نہ اکھڑے تھے۔وہ اپنے اپنے مقام معین پر کھڑے تھے۔

۷ سمرہ والے وہ حضرات ہیں جنہوں نے بیعۃ الرضوان میں شرکت کی تھی یعنی بیعت رضوان والے صحابہ چونکہ یہ بیعت ایک خار دار درخت کے نیچے ہوئی تھی اس لیے انہیں اصحاب سمرہ کہا جاتا ہے انہیں پکارنا مدد کے لیے تھا اور یہ بتانے کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں ادھر آؤ۔

۸ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباس کی آواز چند میل تک پہنچتی تھی۔صیتا مبالغہ صائت کا صائت بمعنی آواز والا صیتًا بہت بڑی آواز والا۔

۹؎ یعنی جیسے گائے کے بچھڑے ہوئے بچے اپنی ماں کی آواز سن کر شوق و محبت میں دوڑے آتے ہیں ایسے ہی وہ حضرات میری آواز سن کر حضور انور کی طرف بڑے شوق سے آئے اور دوڑے ہوئے آئے۔

۱۰؎ یعنی ان تمام گروہوں کو علیحدہ علیحدہ آوازیں دی گئیں اور وہ سب حضرات آتے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہوتے گئے۔

۱۱؎ معلوم ہوا کہ بندوں سے مدد لینا انہیں مدد کے لیے بلانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ سنت انبیاء کرام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مدد کے لیے لوگوں کو پکارا "مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ"۔تطاول کے معنی ہیں انتظار میں کسی کو گردن اٹھا کر دیکھنا کہ وہ ہماری مدد کرے۔

۱۲؎ حمی کے معنی ہیں گرم ہونا۔وطیس بمعنی تنور اس سے مراد جنگ و جہاد ہے(اشعہ) یعنی اب دیر نہ کرو جلد جہاد کرو یہ وقت رحمتِ الٰہی کے نزول کا ہے۔

۱۳؎ اس فرمان عالی میں غیبی خبر ہے چونکہ اس خبر کا وقوع یقینی تھا اس لیے مستقبل کو ماضی سے تعبیر فرمایا یعنی یقین کرلو کہ وہ بھاگ ہی گئے۔

۱۴؎ دھار کند ہونے سے مراد ہے ان کی تیزی ختم ہوجانا جوش ٹھنڈا پڑ جانا اور معاملہ ذلیل ہونے سے مراد ہے ان کفار کا ذلیل و خوار ہوجانا شکست کھا جانا۔اس واقعہ میں حضور انور کے دو معجزے ظاہر ہوئے: ایک فعلی دوسرا قولی۔فعلی معجزہ تو ایک مٹھی کنکروں کا تقسیم ہو کر سب کی آنکھوں میں پڑ جانا ہے اور قولی معجزہ ہے کہ یہ شکست کھا گئے پھر فورًا ہوا بھی ایسا ہی۔

[22]- 5889	
وَعَن أبي إِسْحَق قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ يَا أَبَا عُمَارَةَ فَرَرْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا وَاللَّهِ مَا وَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ لَيْسَ عَلَيْهِمْ كَثِيرُ سِلَاحٍ فَلَقَوْا قَوْمًا رُمَاةً لَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُونَ يُخْطِئُونَ فَأَقْبَلُوا هُنَاكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ يَقُودُهُ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ ثُمَّ صفهم. رَوَاهُ مُسلم. وللبخاري مَعْنَاهُ	روایت ہے حضرت ابو اسحاق سے ۱؎ کہ کسی نے حضرت براء سے کہا کہ اے ابو عمارہ تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے ۲؎ تو فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری ۳؎ لیکن حضور کے نوجوان صحابہ اس طرح گئے تھے کہ ان کے پاس بہت سے ہتھیار نہ تھے ۴؎ تو وہ تیر انداز قوم سے ملے جس کا کوئی تیر زمین پر گرتا نہ تھا ۵؎ تو انہوں نے مسلمانوں کو زخمی کردیا ان کے تیر خطا نہیں کرتے تھے تب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر تھے ۶؎ اور ابوسفیان ابن حارث آپ کے خچر کو کھینچ رہے تھے ۷؎ تب حضور اترے فتح کی دعا کی اور فرمایا میں جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں ۸؎ پھر مسلمانوں کی صفیں بنائیں ۹؎ (مسلم)

۱؎ آپ کا نام عمرو ابن عبداللہ ہے، سبعی مشہور تابعی ہیں،اڑتیس صحابہ سے ملاقات ہے آپ سے بہت احادیث مروی ہیں(اشعہ و مرقات)

۲؎ یہ سائل قبیلہ بنی قیس سے تھا اس کا نام معلوم نہیں ہوا ابو عمارہ کنیت ہے حضرت براء ابن عازب کی ۔**فررتم** سے پہلے ہمزہ استفہام پوشیدہ**افررتم** ہے یعنی کیا تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے۔

۳؎ یعنی لشکر کا بھاگنا اس کے افسر کے بھاگنے سے ہوتا ہے ہمارے افسر اعلیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے حضور انور نے بھاگنے کا خیال بھی نہیں کیا پھر ہم کب بھاگے۔حضور انور کا جمارہنا ہم سب کا ڈٹا رہنا تھا **قراءۃ الامام له قراۃ،سبحان اللہ!** کیا پیارا جواب ہے۔خیال رہے کہ حضور انور کی شان تو ہمارے خیال و گمان سے دراز ہے جس خوش نصیب پر حضور کی نظر ہوجاوے وہ کبھی کسی جنگ میں پیٹھ نہیں پھیرتا،جیسے حضرت ابوبکر و عمر اور علی رضی اللہ عنہم ان بزرگوں نے کبھی کسی جہاد میں پیٹھ پھیرنے کا خیال تک نہ کیا۔

۴؎ یعنی بے ہتھیار ناتجربہ کار نوجوان حضرات تھے۔

۵؎ یعنی ہوازن بڑے تیر انداز تھے ان کا نشانہ خطا نہ ہوتا تھا ہر تیر ہم لوگوں کو لگتا تھا اس لیے ہم میں زخمی بہت ہوئے۔اس کلام میں اشارۃً فرمایا گیا کہ تمام صحابہ نے بھی پیٹھ نہیں پھیری تھی صرف ناتجربہ کار لوگ ہی بھاگ پڑے تھے لہذا جماعت مسلمین کو فرارین نہیں کہا جاسکتا۔

۶؎ حضور کے اس خچر کا نام دلدل تھا(اشعہ) یہ چتکبرہ رنگ کا تھاجو مقوقش شاہ اسکندریہ نے حضور انور کو ہدیۃً بھیجا تھا ایک خچر اور بھی حضور کے پاس تھا جو فروہ ابن نفاثہ نے ہدیۃً حاضر کیا تھا۔اس خچر کا نام فضہ تھا وہ سفید رنگ کا تھا۔(مرقات) بعض شارحین نے اس کے برعکس بھی کہا ہے۔

۷؎ اولًا خچر کی لگام صرف حضرت عباس تھامے تھے پھر جب حالت نہایت نازک ہوئی اور کفار کا دباؤ بہت بڑھ گیا تو ابوسفیان ابن حارث بھی آگے آگئے انہوں نے بھی لگام پکڑی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضرت عباس لگام تھامے تھے اور رکاب جناب ابوسفیان پکڑے تھے۔(مرقات)

۸؎ حنین میں جب مسلمان تتر بتر ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریبًا اکیلے رہ گئے اور کفار نے حضور انور کا خچر گھیر لیا اور بھرپور حملہ کرنا چاہا تب حضور انور گھبرائے بالکل نہیں بلکہ نہایت جرأت سے نیچے اترے تلوار سونت لی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں جھوٹا نبی نہیں ہوں تاکہ بزدل ہوں،بلکہ سچا نبی ہوں سچے نبی بہادر ہوتے ہیں پھر میں عبدالمطلب کا فرزند جو بہادری شجاعت میں مشہور ہوا کہ بعض موقعوں پر خصوصًا جہاد میں کفار کے مقابل اپنے نسب پر فخر کرنا بالکل جائز ہے خصوصًا جب کہ نسب بہادری شجاعت میں مشہور ہو۔ہاں مسلمانوں کے مقابل اپنے نسب پر فخر کرنا اس طرح کہ دوسروں کی توہین ہو حرام ہے لہذا یہ فرمان عالی ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں نسب پر فخر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے ایسے نازک موقعہ پر اپنے نسب کا ذکر دشمن کو مرعوب کرنے کا ذریعہ ہے۔حضرت عبدالمطلب سارے عرب میں بہادری شجاعت و کرامت و عزت میں مشہور تھے۔

۹؎ وہ ہی مسلمان جو تتر بتر ہونے کے بعد حضور انور کے پاس جمع ہوگئے ان کی صفیں بنائیں اس زمانہ میں صفیں بنا کر جنگ ہوتی تھی۔

5890 -[23] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ الْبَرَاءُ كُنَّا وَاللَّهِ إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ	اور بخاری کی روایت میں ہے کہ اس کے معنی ہیں ان دونوں کی روایت میں ہے کہ براء کہتے ہیں خدا کی قسم جب جنگ سخت ہوتی تھی تو ہم حضور کی پناہ لیتے تھے۱؎ اور ہم میں بہادر وہ تھا

نَتَّقِي بِهِ وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِي يُحَاذِيهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم	جو ان کے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوتا ۲

۱؎ یعنی حضور انور جہادوں میں سب مجاہدین کی جائے پناہ ہوتے تھے کہ ہر طرف سے آپ ہی کے پاس آیا جاتا تھا بلکہ قیامت تک ہر مسلمان کی پناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں ہر مصیبت ہر آفت میں حضور کی پناہ لو ابلیس کے دھوکوں سے حضور کی پناہ میں آؤ،فرماتے ہیں انا فئة المسلمین میں مسلمانوں کی پناہ ہوں۔

۲؎ عموماً جہادوں میں سردار محفوظ مقامات میں کھڑے ہوتے ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں مشکل ترین جگہ پر کھڑے ہوتے تھے جہاں حضور ہوتے تھے وہاں ہی جنگ کا زور ہوتا تھا اس لیے آپ کے ساتھ آپ کے پاس کھڑے ہونا ہر شخص کا کام نہ تھا بہت بہادر ہی وہ جگہ سنبھالتا تھا۔

5891 -[24] وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَوَلَّى صَحَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشُوا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ مِنَ الْأَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهِ وُجُوهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوهُ فَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا إِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَزَمَهُمُ اللہ عز وَجل وَقَسَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غنائمهم بَين الْمُسلمين رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی پیٹھیں پھر گئیں پھر جب کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا ۲؎ تو آپ خچر سے اترے پھر زمین سے مٹی کی مٹھی لی پھر اسے کفار کے چہروں کے سامنے کیا پھر فرمایا بگڑ گئے یہ چہرے ۳؎ تو ان میں سے اللہ نے کوئی انسان نہ پیدا فرمایا مگر اللہ نے اس کی آنکھیں اس مٹھی کی مٹی سے بھردیں پھر وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے ۴؎ اللہ نے انہیں شکست دے دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کی غنیمتیں مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں ۵؎ (مسلم)

۱؎ اصحاب سے مراد بعض صحابہ ہیں نہ کہ سارے۔(مرقات)پیٹھ پھیرنے کی وجہ ابھی پچھلی احادیث میں ذکر کی گئی ان حضرات صحابہ کا ناتجربہ کار کم ہتھیار ہونا اور اپنی زیادتی پر اعتماد کرنا مقابل کفار کا بہت نشانہ باز تیر انداز ہونا کہ ان کا کوئی تیر بغیر زخمی کیے نہ گرتا تھا۔

۲؎ غشوا بنا ہے غشیان سے بمعنی چھا جانا گھیر لینا،سینکڑوں کفار نے ایک ذات کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تھا مگر حضور انور کے قلب پاک پر گھبراہٹ مطلقًا نہیں آئی۔

۳؎ اس موقعہ پر حضور انور نے تین کام کیے تلوار سونت کر خچر سے اترنا،وہ رجز پڑھنا کہ انا النبی لا کذب.انا ابن عبد المطلب۔ تیسرا یہ عمل کہ مٹھی بھر کر مٹی کافروں پر پھینکنا۔خیال رہے کہ بعض موقعوں پر حضور انور کے منہ شریف سے بے تکلف شعر صادر ہوئے ہیں یہ شعر بھی انہیں میں سے ہے لہذا یہ واقعہ اس آیت کے خلاف نہیں"وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ"وہاں مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم شعر نہیں یا ہم نے محبوب کو شعر گانے کا ملکہ نہیں دیا۔شاہت کے معنی ہیں بگڑ گئے،پھر گئے۔

۴؎ اس واقعہ میں حضور انور کے تین معجزے ہیں: (۱)ان سب کی آنکھوں میں مٹی پہنچ جانا(۲)اتنی تھوڑی مٹی سے چار ہزار کافروں کی آنکھیں بھر جانا(۳)ان سب کا ایک مٹھی مٹی سے شکست کھا جانا کہ کفار کو شکست مسلمانوں کی تلوار سے ہوئی مگر اس کی ابتداء اس مٹھی مٹی سے ہوئی۔

۵؎ یعنی مسلمانوں کو فتح،عزت مال،غنیمت،غلام لونڈیاں سب کچھ ہی ملیں مگر ان کے غلام لونڈیاں بعد میں واپس کردیں گئیں اور ان کے مال بطور غنیمت تقسیم کیے اس لیے تقسیم مال کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔

[25]- 5892

وَعَن أبي هريرةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرأيتَ الَّذِي تحدثت أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ أَمَّا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذَلِكَ إِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحِ فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَ بهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَدَّقَ اللَّهُ حَدِيثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ وَقَتَلَ نَفْسه فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَكبرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ يَا بِلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدينَ بالرجلِ الْفَاجِر. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ والوں میں سے ایک شخص کے متعلق فرمایا۱؎ جو دعویٰ اسلام کرتا تھا۲؎ کہ یہ دوزخ والوں میں سے ہے ۳؎ تو جب جنگ کا وقت آیا تو اس شخص نے سخت جہاد کیا اور اس کو زخم بہت آئے تو وہ آیا عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غور تو فرمایئے کہ جس کے متعلق حضور نے خبر دی تھی کہ دوزخی ہے اس نے تو اللہ کی راہ میں سخت جہاد کیا حتی کہ اس کو بہت زخم پہنچے ۴؎ تو فرمایا آگاہ رہو وہ ہے دوزخی ۵؎ قریب تھا کہ بعض لوگ تردد کرجائیں ۶؎ تو جب وہ اسی حال میں تھا کہ اس نے زخم کی تکلیف بہت محسوس کی تو اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا ایک تیر نکالا اس سے اپنے کو ذبح کرلیا ۷؎ تو کچھ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے بولے یارسول اللہ رب تعالٰی نے آپ کی بات سچی کردی ۸؎ فلاں شخص نے اپنے کو ذبح کرلیا اور خودکشی کرلی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر ۹؎ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں ۱۰؎ اے بلال اٹھو اعلان کرو کہ جنت میں نہ جائے گا مگر مؤمن ۱۱؎ اور اللہ تعالٰی اس دین کو فاسق آدمی سے بھی قوت دے گا ۱۲؎ (بخاری)

۱؎ **معہ** فرما کر یہ بتایا کہ اس شخص کا جسم حضور کے ساتھ تھا دل نہ تھا یعنی وہ حقیقتًا منافق تھا یا وہ عارضی طور پر حضور انور کے ساتھ تھا آخر علیحدہ ہونے والا تھا کہ کافر ہو کر مرنے والا تھا۔

۲؎ یعنی اس شخص پر کوئی علامت کفر موجود نہ تھی بظاہر مسلمان مجاہد غازی تھا حضرات صحابہ کے ساتھ رہتا تھا۔

۳؎ یہ ہے حضور کا علم غیب کہ ہر شخص کے انجام سے خبردار ہیں کہ کون مؤمن مرے گا کون کافر،سعادت و شقاوت کا علم بھی علوم خمسہ میں سے ہے۔

۴؎ یعنی اس کے ظاہری حالات اہلِ جنت کے سے معلوم ہوتے ہیں کہ وہ مجاہد غازی صابر معلوم ہورہا ہے تعجب ہے کہ حضور نے اسے دوزخی فرمایا ہے۔

۵؎ یعنی وہ کچھ بھی عمل کرے زخمی ہو یا زخمی کرے وہ ہے دوزخی جو ہمارے منہ سے نکل چکا وہ ہو کر رہے گا۔جیسے یوسف علیہ السلام نے قیدی باورچی اور ساقی سے فرمایا تھا"قُضِیَ الۡاَمۡرُ الَّذِیۡ فِیۡهِ تَسۡتَفۡتِیٰنِ"جو میرے منہ سے نکل گیا وہ اٹل ہے یعنی ٹل نہیں سکتا اس لیے بعد میں ساقی نے آپ سے کہا یوسف ایھاالصدیق کیونکہ صدیق وہ ہے کہ جو وہ کہہ دے وہ ہو کر رہے۔

۶؎ یعنی اس شخص کے ظاہری حالات ایسے تھے کہ ممکن تھا کہ بعض لوگ اس خبر کی حقانیت میں تردد اور اس کے جنتی ہونے کا گمان کرلیں اور اپنا ایمان خراب کرلیں کیونکہ نبی کی خبر میں تردد کرنا کفر ہے۔

۷؎ بعض روایات میں ہے کہ اس نے اپنی تلوار زمین پر رکھی اور اس کی نوک پر اپنا پیٹ رکھ کر اس پر لد گیا حتی کہ تلوار کی نوک اس کی پیٹھ سے نکل گئی۔مگر دونوں روایتوں میں تعارض نہیں اس نے پہلے تو تیر سے اپنے کو ذبح کیا مگر جب اس سے اس کی جان نہ نکلی تو یہ حرکت کی بہرحال وہ حرام موت مرا یا کافر ہو کر مرا یا فاسق ہو کر ظاہر یہ ہے کہ کافر ہو کر مرا ظاہری حالت لوگوں نے دیکھ لی کہ اس نے خودکشی کی دل کی حالت کی خبر حضور انور نے دے دی اس کا یہ کام اس کے دلی کفر کی علامت بن گیا۔خیال رہے کہ خودکشی حرام ہے اور خودکشی کرنے والا حرام موت مرکر دوزخ کا مستحق ہوتا ہے۔اگر ایمان پر مرا ہے تو بہت عرصہ دوزخ میں رہے گا اور اگر کافر مرا ہے تو ہمیشہ رہے گا حضور انور کا فرمان کہ یہ اہلِ نار ہے دونوں کو شامل ہے۔

۸؎ یہ حضرات اس خوشی میں آئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کو اللہ نے سچا کردکھایا حضور کی عظمت کا ظہور حضور کے علمِ غیب کی تصدیق مؤمنوں کے لیے خوشی و فرحت کا ذریعہ ہے جو لوگ حضور کے علم غیب کی خبروں سے چڑ جاتے ہیں وہ مؤمن نہیں۔

۹؎ حضور انور کا اللہ اکبر فرمانا خوشی کے طور پر تھا،خوشی اس کے مرنے کی نہ تھی بلکہ اس غیبی خبر کی تصدیق کی تھی۔

۱۰؎ معلوم ہوا کہ حضور انور کا علم غیب آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل ہے۔یہاں اشھد فرمانا ظہور نبوت کی بنا پر ہے بمعنی مشاہدہ والی گواہی یہ فرمان عالی لوگوں کی تعلیم کے لیے ہے۔یعنی اب تم لوگ میری عبدیت اور رسالت کی گواہی بالمشاہدہ دو تم نے پہلے مجھے علم الیقین سے رسول مانا اب عین الیقین سے رسول مانو جیسے ابراہیم اور عزیر علیہما السلام نے مردہ زندہ ہوتے دیکھ کر فرمایا"اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ" یا "وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ حَكِیۡمٌ"حضور انور کے معجزات تو آج بھی دیکھے جارہے ہیں رب تعالٰی بینا آنکھ عطا فرمائے۔

۱۱؎ یعنی بغیر ایمان کوئی نیکی جنت میں پہنچنے کا ذریعہ نہیں تمام نیکیوں کی درستی کے لیے ایمان ایسا ہی ضروری ہے جیسے نماز کے لیے وضو یا جیسے درخت کی سرسبزی کے لیے جڑ کا درست ہونا۔

۱۲؎ یعنی تا قیامت یہ طریقہ رہے گا کہ بعض لوگ دینی خدمات کریں گے جن سے اسلام کو قوت پہنچے مسلمان ان سے فائدہ اٹھائیں گے مگر وہ خود اس کے فائدوں سے محروم رہے جیسا کوئی ریا کار مسجد خانقاہ مدرسہ دینی بنا جاوے لوگ فائدے اٹھائیں یہ خود اپنی خراب نیت کی وجہ سے ثواب نہ پائے یا جیسے کوئی شخص صدقات جاریہ قائم کرے مگر اس کا خاتمہ خراب ہوجاوے لوگ اس کے صدقات کی وجہ سے جنتی بن جاویں وہ خود دوزخی ہو۔الٰہی تیری پناہ! لہذا کوئی اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو رب کا فضل مانگتا رہے۔

احمد یار احمق ہویا علم و دھیرا پڑھ کے | پڑھے لکھے پر مان نہ کرنا چھٹ جاندا دودھ کڑھکے
شکلاں والیاں ناز دکھاون پکڑ نکالیاں جاون | اوگنہاریاں عجز کماون قرب حضوری پاون

5893 -[26] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ فَعَلَ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ حَتَّى إذا كَانَ ذَات يَوْم وَهُوَ عِنْدِي دَعَا اللَّهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ أَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا استفتيته جَاءَنِي رجلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخرُ عِنْدَ رِجْلِي ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ الْيَهُودِيُّ قَالَ فِي مَاذَا قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةِ ذَكَر قَالَ فَأَيْنَ هُوَ قَالَ فِي بئْرِ ذَرْوَانَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِلَى الْبِئْرِ فَقَالَ هَذِهِ الْبئْرُ الَّتِي أُريتها وَكَأَن ماءَها نُقاعةُ الْحِنَّاء ولكأن نخلها رُءُوس الشَّيَاطِين فاستخرجه

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا۱؎ حتی کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے فلاں کام کرلیا ہے حالانکہ کیا نہ ہوتا تھا۲؎ حتی کہ جب ایک دن حضور سرکار میرے پاس تھے تو اللہ سے دعا کی پھر دعا کی ۳؎ پھر فرمایا کہ اے عائشہ کیا تمہیں خبر ہے کہ اللہ نے مجھے وہ بات بتادی جو میں نے اس سے پوچھی تھی ۴؎ میرے پاس دو شخص آئے ان میں سے ایک تو میرے سر کے پاس بیٹھا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس ۵؎ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان صاحب کو کیا بیماری ہے اس نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے ۶؎ وہ بولا کس نے جادو کیا ہے کہا لبید ابن اعصم یہودی ۷؎ نے بولا وہ جادو کس چیز میں کیا گیا کہا کنگھی اور بالوں میں اور نر کھجور کے غلاف شگوفہ میں ۸؎ میں بولا تو وہ سامان کہاں ہے کہا ذروان کنویں میں ۹؎ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس کنویں تک گئے فرمایا یہ ہی وہ کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا ہے ۱۰؎ اس کا پانی مہندی کے نچوڑ کی طرح ہے اور گویا اس کے درخت سانپوں کے سر ہیں ۱۱؎ پھر حضور نے اسے نکلوایا ۱۲؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ لبید ابن عاصم یہودی اور اس کی لڑکیوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور استعمالی کنگھی کے دندانوں میں حضور پر جادو کیا اور ان بالوں میں گیارہ گرہیں لگائیں تب حضور پر وہ اثر ہوا جو آگے مذکور ہے۔

۲؎ یعنی ان لوگوں نے جادو تو بہت ہی سخت کیا تھا مگر اس کا اثر حضور انور کی عقل،حافظہ،دل جگر وغیرہ پر مطلقًا نہ ہوا صرف خیال پر اثر ہوا وہ بھی دنیاوی کاموں میں کہ کھانا نہیں کھایا ہے اور خیال رہا کہ کھالیا دین پر کوئی اثر نہیں ہوا،نبی کے خیال پر جادو کا اثر ہو جانا بالکل درست ہے قرآن کریم نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا"**فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ**

مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰی "دیکھو فرعونی جادو گروں کے جادو کا اثر موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر یہ ہوا کہ ان کی لاٹھیاں رسیاں حرکت نہیں کرتی تھیں مگر آپ کو حرکت کرتی محسوس ہوتی تھیں جیسے زہر، تلوار بچھو کا ڈنگ جسم نبی پر اثر کرسکتے ہیں ایسے ہی جادو بھی ان پر اثر کرسکتا ہے۔یہ اثر شان نبوت کے خلاف نہیں دیکھو حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی علیہم السلام کو تلوار سے قتل کیا گیا ہمارے حضور کو خیبر میں زہر دیا گیا تو آپ پر اثر ہوا ہاں جب جادو کا معجزہ سے مقابلہ ہوگا تو جادو ناکام ہوگا۔یوں ہی ان حضرات کا دل زبان اس کے اثر سے محفوظ رہے گا کہ اس کا تعلق تبلیغ سے ہے اس جادو کا یہ واقعہ ۶ ہجری بعد صلح حدیبیہ کے ہوا جادو کا زور چالیس دن رہاازالہ چھ ماہ کے بعد ہوا۔(اشعہ)

۳؎ یعنی حضور انور نے اس جادو کے دفع کے لیے بہت دعا فرمائی۔یہ تکرار تاکید کے لیے ہے یعنی خوب خوب دعا کی۔

۴؎ یعنی میں نے رب سے دعا کی تھی کہ مجھے بیماری کیا ہے کس وجہ سے ہے اگر جادو ہے تو کس چیز میں کیا گیا ہےاور سامان جادو کہاں ہے،رب نے مجھے بتادیا اور دفعیہ کا طریقہ بھی۔

۵؎ یعنی دو فرشتے دو مردوں کی شکل میں میرے پاس آئے جب میں سورہا تھا ایک میرے سرہانے دوسرا پائنتی بیٹھ گیا اور انہوں نے آپس میں سوال جواب کیے میں سن رہا تھا وہ سب کچھ بتا گئے۔

۶؎ خیال رہے کہ کفار جو آپ کے متعلق کہتے تھے مسحور اس کے معنی تھے مجنون یعنی جو جادو کے زور سے بے عقل کردیا گیا یہاں مطلوب کے معنی ہیں کہ جن پر جادو کیا گیا لہذا ان کے مسحور کہنے میں اور ان فرشتوں کے مطلوب کہنے میں بڑا فرق ہے،واقعی حضور انور پر جادو کیا گیا تھا مگر اس سے حضور کی عقل و ہوش و حواس پر مطلقًا اثر نہیں ہوا صرف خیال پر اثر ہوا۔

۷؎ جادو کیا تھا لبید کی لڑکیوں نے مگر ان کی مدد لبید نے کی تھی اور کہا بھی اس نے تھا اس لیے لبید کا نام لیا گیا۔خیال رہے کہ لفظ طب کے بہت معنی ہیں ان میں سے ایک معنی جادو ہے یہاں اسی معنی میں ہے۔

۸؎ **مشط** کنگھی کے دندے کو کہتے ہیں اور **مشاطه** سر یا داڑھی کے وہ بال جو کنگھی کرنے میں دندوں میں الجھ کر باہر آجاتے ہیں،**طلعه** کھجور کا نر درخت جب وہ غلاف میں ہو جس میں کھجور کے پھول محفوظ ہوتے ہیں اکثر جادو کنگھی سے نکلے ہوئے بالوں پر ہوتا ہے اس لیے بعض لوگ ان بالوں کی حفاظت کرتے ہیں اولًا ان پر کچھ تھوتکار دیتے ہیں پھر وہ بال کسی محفوظ جگہ میں ڈالتے ہیں۔

۹؎ اس کنویں کے تین نام ہیں ذرواں،ارواں اور ذی ارواں،مختلف احادیث میں یہ مختلف نام آئے ہیں یہ کنواں مدینہ منورہ سے باہر ابوزریق کے باغ میں تھااب موجود نہیں تب ہی بند کردیا گیا تھادیکھو مرقات وغیرہ۔

۱۰؎ معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں وہ کنواں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا بھی گیا تھا اور دکھایا بھی گیا تھا اس لیے **اریتها** فرمایا۔

۱۱؎ یعنی اس کنویں کا پانی نکالا نہیں جاتا تھا اس لیے پانی کا رنگ بدل گیا تھا اور اس کنویں پر چو طرفہ تھور کے درخت تھے جس کی شاخیں سانپ کے پھن کی طرح ہوتی ہیں ان پر باریک اور لمبے کانٹے ہوتے ہیں۔شیاطین سے مراد پھن والے سانپ ہیں۔

۱۲؎ اس طرح نکلوایا کہ آپ سرکار کنویں کے کنارہ پر کھڑے رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و عمار کو کنویں میں اتارا انہوں نے جادو کا سامان نکالا موم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پتلا تھا جس میں گیارہ سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں بالوں میں گیارہ گرہیں تھیں اس جگہ اس وقت جبریل امین سورۂ فلق اور سورۂ ناس لائے ان دونوں میں گیارہ آیتیں ہیں حضور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ایک آیت پڑھتے تو پتلا میں سے ایک سوئی نکل جاتی تھی اور بالوں کی ایک گرہ کھل جاتی تھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجھ

کچھ ہلکا ہوجاتا تھا اس طرح گیارہ آیتیں پڑھنے پر گیارہ سوئیاں نکل گئیں اور گیارہ گرہیں کھل گئیں حضور انور بالکل صحت یاب ہوگئے۔(اشعۃ اللمعات) حضور انور نے اس یہودی سے بدلہ نہیں لیا۔

5894 -[27] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَتَاهُ ذُو الْخوَيْصِرَة وَهُوَ رجلٌ من بني تَمِيم فَقَالَ يَا رسولَ الله اعْدِلْ فَقَالَ وَيلك وَمن يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِن لم أكن أعدل فَقَالَ عمر لَهُ ائْذَنْ لِي أَضْرب عُنُقه فَقَالَ دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رُصَافِهِ إِلَى نَضِيِّهِ وَهُوَ قِدْحُهُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيخرجُونَ على حِين فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ فَأَمَرَ بذلك الرجل فالْتُمِسَ فَأُتِيَ بِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَهُ وَفِي رِوَايَةٍ: أَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الجبين كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا مُحَمَّد اتَّقِ الله فَقَالَ: «فَمن يُطِيع اللَّهَ إِذَا عَصَيْتُهُ فَيَأْمَنُنِي اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي» فَسَأَلَ رَجُلٌ قَتْلَهُ فَمَنَعَهُ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ:«إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ کچھ تقسیم فرمارہے تھے۱؎ کہ آپ کے پاس چھوٹی کوکھ والا ایک شخص آیا جو بنی تمیم سے تھا۲؎ بولا یارسول اللہ انصاف کیجئے۳؎ حضور نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون کرے گا اگر میں انصاف نہ کروں تو تو خائب و خاسر ہوجاوے۴؎ تو جناب عمر نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں فرمایا اسے چھوڑ دو۵؎ کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانے گا۶؎ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۷؎ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۸؎ کہ اس کی نوک اس کے پر اس کی قدح یعنی لکڑی اس کے نوک کے نیچے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پا جاتا ہے حالانکہ وہ گوبر اور خون میں سے گزرا ہے۹؎ ان کی نشانی ایک کالا آدمی ہے جس کے بازوں میں سے ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کی بوٹی کی طرح جو ہلتا ہو۱۰؎ یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۱۱؎ حضرت ابو سعید نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب علی ابن ابی طالب نے ان لوگوں پر جہاد کیا۱۲؎ میں آپ کے ساتھ تھا۱۳؎ تو آپ نے اس شخص کے متعلق حکم دیا وہ ڈھونڈا گیا اسے لایا گیا حتی کہ میں نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی علامت پر دیکھا۱۴؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں ابھری پیشانی گھنی داڑھی اونچی کنپٹی والا سر منڈا ہوا۱۵؎ وہ بولا اے محمد اللہ سے ڈرو۱۶؎ تو فرمایا کہ اگر میں اس کی

يَمْرُقُونَ من الإسلام مروق السهْم من الرَّمية يقتلُون أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لأقتلنهم قتل عَاد» .	نافرمانی کروں تو اللہ کی اطاعت کون کرے گا مجھے اللہ تعالٰی زمین والوں پر امین بنائے اور تم مجھے امین نہ جانو ۱۷ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت مانگی ۱۸حضور نے منع فرمادیا جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایاکہ اس کی پشت سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی ۱۹قرآن ان کے گلے سے نہ اترے گا۲۰وہ اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے ۲۱اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کروں ۲۲(مسلم،بخاری)

۱یہ واقعہ غزوہ حنین کا ہے جس میں مال غنیمت بہت زیادہ حاصل ہوا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں ایمان لانے والے مؤلفۃ القلوب کو بہت زیادہ عطا فرمایا حتی کہ ابو سفیان وغیرہم کو سو سو اونٹ عطا کیے یہ تقسیم مقام جعرانہ میں ہوئی،فقیر نے حنین اور جعرانہ کی زیارات کی ہیں۔

۲یہ شخص پستہ قد تھا اسے اس وجہ سے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا،عرب کا مشہور قبیلہ ہے یہ منافق تھا جیساکہ اس کے کلام سے ظاہر ہورہا ہے۔

۳اس منافق نے یہ لفظ دو معنی والا بولا بظاہر معنی یہ تھے کہ آپ عطا میں برابری کیجئے ہر ایک کو یکساں دیجئے۔مگر اس کی نیت یہ تھی کہ آپ انصاف کیجئے ظلم نہ کیجئے آپ ظلم کررہے ہیں کہ حق دار کا حق مار کر غیر حق دار کو دے رہے ہیں۔یہ درحقیقت حضور کی نبوت کا انکار ہے نبی ظلم نہیں کرسکتے حضور انور اس کا یہ مقصد سمجھ گئے لہذا وہ جواب دیا جو آگے آرہا ہے۔(مرقات)

۴یعنی مجھے رب تعالٰی نے عدل قائم فرمانے کے لیے رحمت عالم بنا کر بھیجا میری ذات سے عدل،رحم،ایمان،عرفان قائم ہے اگر میں ہی عدل نہ کروں تو پھر تجھے امان و عرفان کیسے ملے گا تو تو بالکل ہی خائب و کاسر ہوجاوے گا،بندے اور رب کے درمیان نبوت ہی تو ہے جس سے بندہ کا تعلق قائم ہے اگر نبوت کا واسطہ بیچ میں نہ رہے تو بندے رب سے کٹ جائیں گے خائب و خاسر ہوں گے۔

۵حضرت عمر نے اس کے قتل کی اجازت اس لیے مانگی کہ وہ مرتد ہوگیا۔حضور انور کی گستاخی کرکے مرتد قابل قتل ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لیے ہے کہ حضور انور کی نظر لوح محفوظ پر ہے حضور جانتے ہیں کہ تقدیر الٰہی یہ ہے کہ اس کی نسل سے خوارج وہابی پیدا ہوں نیز یہ قتل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حق خود ہی چھوڑ دیا تو قتل ختم ہوگیا آج اگر کوئی یہ بکواس کرے تو قتل کیا جاوے گا دیکھو مرقات۔

۶یعنی اس کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی جن کی ظاہری نمازیں قرآن خوانی تمہاری نماز قرآن خوانی سے زیادہ ہوگی۔میں نے مسقط کے خوارج دیکھے ہیں ان کے برادران دینی وہابی دیوبندی یہاں دیکھنے میں آرہے ہیں،بڑے نمازی مگر دین سے خارج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت گستاخ و بدگو۔

۷خوارج کے متعلق ہر جگہ یہ ہی آتا ہے کہ قرآن بہت پڑھیں گے آج بھی وہابی دیوبندی قرآن ہی بہت پڑھتے ہیں۔

۸رمیہ بمعنی **مرمیہ** ہے وہ شکار جسے تیر سے شکار کیا جاوے وہ تیر اس شکاری جانور کے پورے جسم میں داخل ہو کر نکلتا ہے مگر اس پر خون گوشت گوبر،پیشاب وغیرہ کا بالکل اثر نہیں ہوتا۔

۹؎ جیسے بندوق کے مختلف اجزاء کے مختلف نام ہیں: بٹ،سال بٹ، کراگری ایسے ہی تیر کے اجزاء کے بہت نام ہے تیر کا اگلا نوک والا دھار دار لوہا نصل کہا جاتا ہے،اس کے نیچے جو دو پر ہوتے ہیں انہیں نصاف کہتے ہیں اور تیر کی لکڑی قدح یا نفی کہلاتی ہے نصال کے نیچے کا حصہ خذذ کہا جاتا ہے۔مقصد یہ ہے کہ جیسے تیر اپنے تمام اجزا کے ساتھ اس جانور کے سارے اجزاء میں سے ہو کر نکل جاتا ہے مگر خود اس کے خون وغیرہ سے رنگین نہیں ہوتا ایسے ہی وہ لوگ اسلام میں آکر اسلام سے نکل جائیں گے۔اس طرح کہ ان میں اسلام کا کوئی اثر نہ ہوگا۔جیسا آج دیکھا جارہا ہے ان میں حافظ قاری،مولوی بہت مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں دین سے دور کا تعلق بھی نہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ ان خوارج کے دل گویا تیر کی نصل نوک ہے ان کے سینے گویا تیر کے پر ہیں،ان کے بدن گویا تیر کی لکڑی ہے،ان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء گویا تیر کاخذذ ہیں کہ وہ لوگ عبادات اور علوم میں بڑی مشقتیں کریں گے مگر انہیں فائدہ کچھ نہ پہنچے گا۔(مرقات)خوارج کی تکفیر میں اختلاف ہے اس حدیث سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے۔(اشعہ)

۱۰؎ یعنی جب یہ فرقہ نکلے گا اس وقت ان کا سردار اس شکل کا ہوگا اس کا ایک ہاتھ ہوگا دوسرا ہاتھ نہ ہوگا بلکہ اس کے کندھے پر عورت کے پستان کی طرح گوشت ہوگا اس لیے اس کا نام ذو الثدیہ ہوگا۔

۱۱؎ خیال رہے کہ خوارج اگرچہ امیر معاویہ کو بھی برا کہتے ہیں مگر حضرت علی مرتضٰی اور اہل بیت اطہار کی بڑے سخت دشمن ہیں۔حضرت علی سے ہی انہوں نے جنگ کی اس فرمان عالی میں اسی طرف اشارہ ہے اس میں یہ بھی بتادیا کہ امیر معاویہ اور ان کی جماعت مؤمنین ہیں مگر ان جنگوں میں وہ حق پر نہیں حق پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہوگی اس لیے **علی خیر فرقۃ** ارشاد ہوا یہ ہے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب۔

۱۲؎ جب حضرت معاویہ نے صلح کرنے کے لیے حکم یعنی پنچ منظور کرلیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری کو اپنا حکم مقرر کیا اور امیر معاویہ نے حضرت عمرو ابن عاص کو تو ان لوگوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ دونوں مشرک ہوگئے کیونکہ انہوں نے اللہ کے سوا کوئی حکم مان لیا وہ اس آیت کی وجہ سے انکاری ہوگئے"اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ"ان کی تعداد دس ہزار تھی حضرت عبداللہ ابن عباس کی فہمائش پر پانچ ہزار ان میں توبہ کرگئے حضرت ابن عباس نے یہ آیت پیش فرمائی "فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا" باقی پانچ ہزار ذوالفقار حیدری سے فی النار ہوئے ان کے چند آدمی بچے جن کی ذریت آج وہابیوں کی شکل میں ہمارے لیے وبال بنی ہے،یہ لوگ بھی ہر بات پر شرک کا فتویٰ جڑتے ہیں یہ شرک کا فتویٰ خوارج سے چلا ہے اب وہابیوں نے کتابیں شائع کی ہیں جن میں یزید ابن معاویہ کو برحق اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے دیکھو ان کی کتب خلافت معاویہ ویزید اور خلافت رشید ابن رشید حضرت امیر المومنین یزید صلی اللہ علی یزید۔(**نعوذ باللہ**)

۱۳؎ یعنی مجھے یہ فخر ہے کہ اس جہاد میں جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اس جماعت مرتضوی کے بڑے فضائل ہیں۔

۱۴؎ یعنی جناب علی رضی اللہ عنہ اس جہاد سے فارغ ہوئے اور خارجیوں کی لاشیں بکھری دیکھیں تو فرمایا کہ ان کے سردار کی لاش تلاش کرو۔بعض روایات میں ہے کہ بار بار تلاش کرنے پر بھی اس کی لاش نہ ملی تو فرمایا قسم خدا کی اس کی لاش انہیں لاشوں

میں ہے تمہاری تلاش میں کمی ہے محمد مصطفیٰ کا فرمان برحق ہے پھر اس مردود کی لاش بہت سی لاشوں کے ڈھیر میں دبی ہوئی ملی بالکل وہ ہی علامات موجود تھیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھیں یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب۔

۱۵؎ اب بھی خوارج کی اور ان کی ذریت وہابیوں کی عموماً داڑھی لمبی،سر منڈا ہوا پیشانی پر سجدہ کے داغ گھٹنے تک پائجامے یا اونچے تہبند ہوتے ہیں خوارج کی یہ علامات دوسری روایات میں آئی ہیں۔اہل سنت کو چاہیے کہ داڑھی ایک مشت سے زیادہ نہ رکھیں سر منڈانے کی عادت نہ ڈالیں،ان لوگوں کی علامات سے بچیں حج کے سوا کبھی سر نہ منڈائیں کفار کی علامات سے بچیں۔

۱۶؎ اس بے ہودہ بکواس میں دو گستاخیاں ہیں: ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نام شریف سے پکارنا حالانکہ قرآن کریم فرماتاہے: "لَا تَجْعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ"الخ۔دوسرے حضور انور کے عمل شریف کو ظلم سمجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل و انصاف کی تبلیغ کرنا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عدل و انصاف کے مرکز ہیں،حضور کی بارگاہ سے خوفِ خدا عشق رسول لوگوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

۱۷؎ یعنی اللہ تعالٰی نے اپنی مخلوق میں ساری نعمتوں کا قاسم مجھے بنایا **اللہ المعطی و انا قاسم** اس نے مجھے امین بنایا ہے تب ہی تو تقسیم میرے سپرد کی ہے اور تم مجھے امین نہیں جانتے۔

۱۸؎ قتل کی یہ اجازت مانگنے والے حضرت عمر تھے رضی اللہ عنہ جیسا کہ پچھلی روایت میں گزرا اور حضور انور کی ممانعت کی وجہیں بھی وہاں ہی بیان ہوئیں اب ایسی بکواس کرنے والے کی سزا قتل ہی ہے کہ وہ مرتد ہے۔

۱۹؎ اس غیب داں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ظہور آج بھی ہورہا ہے،خوارج اور وہابی دیوبندی قرآن پر بہت زور دیتے ہیں سب کو قرآن کے نام پر اپنی طرف بلاتے ہیں حتی کہ اپنی انجمنوں مدرسوں کے ناموں میں قرآن ضرور رکھتے ہیں اشاعت القرآن،تبلیغ القرآن،اپنے کو شیخ القرآن کہلواتے ہیں۔خیال رکھو کہ اگر دل میں قرآن والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو تو قرآن سے صرف گمراہی ملتی ہے"یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا"ترجمہ قرآن ابوجہل ابولہب بھی جانتا تھا مگر کافر رہا۔

۲۰؎ کیونکہ ان کی زبان پر قرآن ہوگا دل میں شیطان،عالم دین وہ ہے جس کی زبان پر قرآن ہو دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان،بغیر پاور بجلی کی فٹنگ بے کار ہے یہ فیضان اور ہے جس کے لیے مدینہ منورہ سے کنکشن ضروری ہے یہ لوگ قرآن کو شکار کا جال بناتے ہیں۔

حافظا مے خورد زندگی کن و خوش باش دلے　　　　دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

۲۱؎ اس پیش گوئی کا مشاہدہ آج بھی ہورہا ہے۔وہابیوں دیوبندیوں کی جنگ ہمیشہ مسلمانوں سے ہی رہی یہ ہی لوگ مسلم لیگ کے دشمن رہے،کانگریس کے حامی پاکستان کے مخالف رہے،ہندوستان کے حامی مسلمانوں کو مشرک بناتے ہیں اور گاندھی جواہر لال پر دل سے نثار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پڑھنا شرک کہتے ہیں مگر کانگریس کے ترنگے جھنڈے کو سلامی دیتے ہیں۔جواہر لعل نہرو کو مرحبا یا نہرو رسول امن نجدیوں نے ہی کہا یہ ہے اس پیش گوئی کا مشاہدہ۔

۲۲؎ یعنی جیسے قوم عاد ایسی تباہ کی گئی کہ ان کا فرد بشر نہ بچا ایسے ہی میں انہیں قتل کرتا ان کا ایک فرد بشر باقی نہ رہتا۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قتل نہ کرنے دیا اس کی ذریت کے قتل کے متعلق فرمایا کیونکہ ابھی یہ شخص

مسلمانوں کے مقابل نہ آیا تھا اس کی ذریت طاقت حاصل کرکے سلطان اسلام کے مقابل آوے گی اس لیے اسوقت قتل کی مستحق ہوگی الحمدللہ یہ کام حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تلوار نے کیا۔

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن　　پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

[28]- 5895	
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَدْعُو أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَأَسْمَعَتْنِي فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أكره فَأَتَيْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَهْدِيَ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ» . فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صِرْتُ إِلَى الْبَابِ فَإِذَا هُوَ مُجَافٍ فَسَمِعَتْ أُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَسمعت خضخضة المَاء قَالَ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي مِنَ الْفَرح فَحَمدَ الله وَأثنى عَلَيْهِ وَقَالَ خيرا. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا وہ مشرکہ تھی ایک دن میں نے اسے دعوت دی۱؎ تو اس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ باتیں سنائیں جو میں ناپسند کرتا ہوں ۲؎ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتا ہوا گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ رب سے دعا فرمائیں کہ وہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے حضور نے کہا اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے تو میں خوشی خوشی نکلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ۳؎ تو جب میں دروازے تک پہنچا تو وہ بند تھا ۴؎ میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو بولیں اے ابوہریرہ وہاں ہی رہو اور میں نے پانی کی چھلک سنی انہوں نے غسل کیا پھر اپنی قمیص پہنی اور اپنے دوپٹہ سے جلدی کی ۵؎ دروازہ کھولا پھر بولیں اے ابوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا میں خوشی سے رورہا تھا حضور نے اللہ کا شکر کیا اور دعا خیر کی ۶؎ (مسلم)

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے والدین کو بھی تبلیغ کی جاوے جب وہ کافر مشرک بت پرست ہوں یوں ہی اگر وہ مصیبت میں گرفتار ہوں تو بھی انہیں تبلیغ کی جاوے۔

۲؎ یعنی میری ماں نے شان مصطفوی میں ایسی گستاخی کی جس کا خیال کرنا منہ سے نکالنا کسی کو سنانا بھی ناپسند کرتا ہوں۔

۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سنتے ہی مجھے یقین ہوگیا کہ میری ماں کو ضرور ہدایت ملے گی اور ان شاءاللہ ابھی ملے گی اس لیے میں خوش ہو کر قدرت خدا کا نظارہ کرنے اپنے گھر گیا۔

۴؎ اور یہ بندش دروازہ خلاف عادت تھی اس لیے مجھے تعجب ہوا۔

۵؎ یعنی میری والدہ خوشی خوشی دروازہ کھولنے اتنی جلدی آئیں کہ انہوں نے صرف تہبند اور قمیص ہی پہنی دوپٹہ نہ اوڑھا اسی حالت میں دروازہ کھولا اور مجھے کلمہ طیبہ سنایا اور مجھے اپنے ایمان کا گواہ بنایا۔

۶؎ کہ خدا تعالٰی ان کو دین پر استقامت دے۔معلوم ہوا کہ نو مسلم کے لیے دعا استقامت کرنا سنت ہے۔

روایت ہے انہیں سے فرمایا تم کہتے ہو۱؎ کہ ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات زیادہ کرتے ہیں ۲؎ اور اللہ وعدہ والا ہے۳؎ میرے مہاجر بھائیوں کو بازار میں چیخ پکار مشغول رکھتی تھی اور میرے انصاری بھائیوں کو ان کے مالوں میں کام کاج مشغول رکھتا تھا ۴؎ میں ایک مسکین آدمی تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن دل بھر کے پکڑے رہتا تھا۵؎ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم میں سے کوئی اپنا کپڑا پھیلا دے حتی کہ میں اپنا یہ کلام پورا کرلوں پھر وہ اپنے سینے سے لگائے پھر کبھی میرا کوئی کلام بھول جاوے ۶؎ چنانچہ میں نے کمبل پھیلادیا مجھ پر اس کے سواء اور کوئی کپڑا نہ تھا ۷؎ حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا کرلیا پھر میں نے وہ کمبل اپنے سینے سے لگالیا تو اس کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں اپنے اس دن سے حضور کا کوئی فرمان نہ بھولا ۸؎(مسلم،بخاری)	5896 -[29] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعنهُ إِنَّكُمْ تَقُولُونَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ الْمَوْعِدُ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا أَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَلْءِ بَطْنِي وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا: «لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا» فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرَهَا حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيتُ مِنْ مقَالَته تِلْكَ إِلَى يومي هَذَا.

۱؎ اس کلام میں خطاب یا تو تابعین سے ہے یا اس زمانہ کے بقیہ صحابہ کرام سے جو یہ چہ میگوئیاں کرتے تھے۔

۲؎ خیال رہے کہ ان صحابہ یا تابعین کا یہ کہنا کہ ابوہریرہ بہت احادیث کی روایت کرتے ہیں بے اعتمادی یا اعتراض کے طور پر نہ تھا بلکہ تعجب سے تھا کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک صرف چار سال میسر ہوئی مگر ہزاروں حدیثیں آپ نے روایت کیں دوسرے صحابہ زیادہ صحبت پاک میں رہے۔حضرت صدیق اکبر عمر بھر ساتھ رہے مگر ان سے مروی روایات تھوڑی ہیں تعجب ہے آپ پر جھوٹی احادیث گھڑ لینے کا شبہ نہیں ہوسکتا کہ صحابہ سارے عادل ہیں انہیں اللہ تعالٰی نے گناہوں جھوٹ وغیرہ سے محفوظ رکھا ہے چہ جائیکہ وہ اللہ رسول پر جھوٹ بولیں۔

۳؎ یہ عبارت دو طرح پڑھی جاسکتی ہے **واللہ الموعد** دونوں کو کسرہ واؤ قسمیہ یعنی وعدہ فرمانے والے یا ڈرانے والے رب کی قسم میں ایک ایک لفظ درست روایت کرتا ہوں دوسرے **واللہ الموعد** دونوں کو پیش یعنی مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالٰی نے بندوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنائے ان وعیدوں کی پیش نظر میں کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول سکتا ہوں۔

۴؎ یعنی میری کثرت احادیث کی وجہ مجھ سے ہی سنو مہاجرین و انصار میں سے کوئی صاحب بھی حضور انور کے پاس ہر وقت نہیں رہتے تھے مہاجرین تو بازاروں میں کاروبار کرتے ہوتے تھے کہ وہ حضرات عموماً تاجر لوگ تھے انصار حضرات باغوں کھیتوں والے تھے،انہیں اپنے باغوں کھیتوں میں رہنا پڑتا تھا وہ حضرات خاص اوقات میں ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

۵؎ یعنی مجھے دنیاوی کوئی کام نہیں تھا،حضور کی خدمت میں رہنا میرا مشغلہ تھا چہرہ انور صلی اللہ علیہ وسلم تکتے رہنا میرا کاروبار تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ میرا بازار تھا یہ ہی میرا باغ و بہار ہے۔

۶؎ یعنی ایک دن دریاء عطا موجزن تھا لوگوں کو قوت حافظہ تقسیم فرمارہے تھے فرمایا کوئی ہے جو اپنا کپڑا بچھائے ہم ایک دعا پڑھتے ہیں جب وہ دعا ختم ہوجاوے تو وہ یہ ہی کپڑا اپنے سینے سے لگالے ان شاءاللہ اس کا حافظہ بہت ہی قوی ہوجاوے گا۔خیال رہے کہ تھوڑی چیز ہاتھ پھیلا کر لی جاتی ہے مگر بڑے سخی کی بڑی عطا چادر پھیلا کر سمیٹی جاتی ہے یہاں چادر پھیلانا کا حکم دیا گیامعلوم ہوتا ہے عطا بڑی ہے۔خیال رہے کہ قوتِ حافظہ انسان کی ایک صفت ہے جو قدرتی طور پر لوگوں کو عطا ہوتی ہے کوئی قوی حافظے والا ہوتا ہے کوئی ضعیف حافظہ والا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صفات انسانیہ بھی عطا فرماتے ہیں بحکم پروردگار۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

اس سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کوئی دنیاوی بات بھولیں تو بھولیں میرا کلام بھی نہ بھولیں گے۔

۲؎ **نمرہ** نون کے فتحہ اور میم کے کسرہ سے وہ اونی کمبل جس میں سیاہ و سفید دھاریاں ہوں اس وقت سر سے پاؤں تک آپ صرف یہ ہی کمبل اوڑھے تھے اور کوئی کپڑا آپ کے پاس نہیں تھا اکیلے تھے یہ ہی اتار کر بچھادیا ضرورۃً برہنہ ہونا جائز ہے۔

۳؎ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عضو ہر ادا اللہ کے خزانوں کا دروازہ ہے کسی کو دم کرکے نعمتیں بخش دیں کسی کو نظر سے کسی کو ہاتھ سے کسی کو زبان شریف سے یوں ہی ہر جگہ حضور کا دروازہ عطا ہے جہاں رہ کر بھکاری اپنا ہاتھ پھیلا دے وہاں ہی عطا ہوجاتی ہے۔سورج کا نور کسی خاص جگہ میں نہیں جہاں بھی موجود ہو حجاب سے نکل آؤ نور پا جاؤگے اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

منگتے کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی دوری قبول و عرض میں صرف ہاتھ بھر کی ہے

مولانا حسن رضا خان صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔شعر

جہاں ہاتھ پھیلا دے منگتا بھکاری وہ ہی در ہے داتا کی دولت سرا کا

5897 -[30] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	
وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟» فَقُلْتُ: بَلَى وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ: «اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا». قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِي بَعْدُ فَانْطَلَقَ فِي مِائَةٍ وَخَمْسِينَ فَارِسًا مِنْ أَحمس فحرقها بالنَّار وَكسرهَا.	روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے ۱؎ فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو ذی الخلصہ سے راحت نہ دوگے ۲؎ میں نے عرض کیا ہاں اور میں گھوڑے پر ٹھہر نہ سکتا تھا میں نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو حضور نے اپنا ہاتھ شریف میرے سینہ پر لگادیا حتی کہ میں نے آپ کے ہاتھ کا اثر اپنے سینے میں پایا ۳؎ اور فرمایا الٰہی اسے ثابت رکھ اسے ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنادے ۴؎ فرمایا اس کے بعد اپنے گھوڑے سے نہ گرا ۵؎ پھر وہ ڈیڑھ سو سواروں میں گئے جو قبیلہ احمس سے تھے ۶؎ ذی الخلصہ کو آگ سے جلا دیا اور اسے ڈھا دیا ۷؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ آپ کا نام جریر ابن عبداللہ ہے،کنیت ابو عمرو،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سال اسلام لائے خود فرماتے ہیں کہ میں وفات شریف سے چالیس دن پہلے ایمان لایا پھر عرصہ تک کوفہ میں رہے پھر شہر قرقیہ میں رہنے لگے وہاں ہی ۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی۔(اکمال)اللہ نے آپ کو صورت و سیرت دونوں کا حسن بخشا تھا۔(اشعہ)

۲؎ کفار یمن کا ایک قبیلہ تھا خثعم انہوں نے کعبہ معظّمہ کے مقابل اپنے ہاں ایک کعبہ بنایا تھا جس کا نام ذوالخلصہ رکھا تھا۔خلصہ وہاں رکھا ہوا ایک بت تھا یا کوئی خاص درخت جس کی وہ پرستش کرتے تھے جیسے بھارت کی ہندو پیپل کی پوجا کرتے ہیں اس گھر کو کعبہ یمانیہ بھی کہتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ذوالخلصہ کی وجہ سے بہت تکلیف تھی کہ کہیں جاہل مسلمان بھی اس کا طواف و حج بھی نہ کرنے لگیں اسلام تا قیامت رہے گا اس لیے اس کا انتظام بھی قوی چاہیے اس لیے حضرت جریر سے یہ فرمایا کہ اسے جا کر فنا کردو۔

۳؎ دیکھو یہ ہے عطاء مصطفوی حضرت ابوہریرہ کو زبانی کلمات کے ذریعہ قوت حافظہ بخشی اور حضرت جریر کو انگلیوں کے ذریعہ قوت قلبی بخشی جس سے وہ گھوڑے پر ٹھہرنے لگے حضور کی ہتھیلی اور قدم شریف کی ٹھنڈک ان سے ہی پوچھو جنہیں ایسے موقع ملے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا　　　سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

۴؎ یہ ہے سوال سے زیادہ عطا حضرت جریر نے صرف قوت قلبی مانگی تھی مگر تین نعمتیں عطا ہوئی قوت قلبی اور ہدایت پر قائم رہنا،لوگوں کو ہدایت دینا کہ ان کے ذریعہ لوگ ہدایت پر آویں۔

۵؎ یعنی اس ہاتھ شریف کی برکت سے میں بقیہ عمر بھی گھوڑے سے نہ گرا۔

تو مرا دل دہ و دلیری بیں　　　روبہ خویش خواں وشیری بیں

حضور مجھے دل بخشو میری دلیری دیکھو مجھے اپنا گیدڑ کہہ دو پھر میری شیری و بہادری دیکھو۔

ومن یك من رسول اللہ نصرته　　　ان تلقه الاسد فی اجامها نجم

۶؎ احمس قریش کا ایک خاندان ہے یہ لفظ بنا ہے حماستہ سے بمعنی شجاعت و بہادری اس خاندان کو احمس اس لیے کہتے تھے کہ یہ لوگ دین و دنیا میں بڑے مانے جاتے تھے حتی کہ زمانہ جاہلیت میں یہ لوگ بہت ہی مشرکانہ رسوم سے محفوظ تھے جیسے زمانہ حج میں گھروں میں پیچھے سے آنا۔

۷؎ غالبًا کفار یمن کی جرأت ہی نہ ہوئی کہ ان کا مقابلہ کرتے ان حضرات نے اس ذوالخلصہ میں پہلے تو آگ لگائی پھر اسے ڈھاکر پھینک دیا اور ایسا فنا کیا کہ اب تک وہ نہ بنایا جاسکا۔سلطان محمود غزنوی نے سومنات مندر تباہ کیا پھر انڈیا نے وہ مندر بنایا ۱۹۶۵ء کی جنگ میں غازیان پاکستان نے اسے پھر تباہ کردیا خدا اسے کبھی آباد نہ ہونے دے ہمارے پاکستان کو دائم و قائم رکھے۔

5898 -[31] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا كَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِكِينَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْأَرْضَ لَا	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کاتب وحی تھا وہ اسلام سے پھر گیا ۱؎ اور مشرکین سے جا ملا ۲؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے زمین قبول نہ کرے گی ۳؎ مجھے ابوطلحہ نے خبر دی کہ وہ اس زمین میں گئے جہاں وہ مرا تھا اسے باہر پھینکا

تَقْبَلُهُ» . فَأَخْبَرَنِي أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهُ أَتَى الْأَرْضَ الَّتِي مَاتَ فِيهَا فَوَجَدَهُ مَنْبُوذًا فَقَالَ: مَا شَأْنُ هَذَا؟ فَقَالُوا: دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الأَرْض.	ہوا پایا پوچھا اس میت کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو بارہا دفن کیا اسے زمین نے قبول نہ کیا ۴؎ (مسلم، بخاری)

۱؎ یہ ایک عیسائی آدمی تھا جو پہلے مسلمان ہوا اور بارگاہِ عالی میں اتنا قرب حاصل کر گیا کہ حضور کے ہاں کاتبِ وحی ہوگیا، پھر مرتد ہو کر عیسائی بن گیا اللہ کی پناہ ابلیس نے بہت قرب الٰہی حاصل کیا پھر مارا گیا، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ عبداللہ ابی سرح تھا مگر یہ درست نہیں معلوم ہوتا وہ مرتد ہونے کے بعد پھر مسلمان ہوگیا۔(از مرقات)

۲؎ اس نے مشرکین سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں سکھاتا تھا جو میں بتاتا تھا وہ ہی وحی کرکے لکھ لیا جاتا تھا۔ **نعوذ باللہ!**

۳؎ یعنی یہ عنقریب کافر ہی مرے گااور اس کی لاش قبر میں نہ رہ سکے گی بلکہ اسے نکال پھینکے گی اس میں تین غیبی خبریں ہیں جو ہو بہو پوری ہوئیں۔

۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ زمین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست و دشمن کو پہچانتی ہے اور حضور کے حکم کے تابع ہے کہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالکل ویسا ہوا، ابولہب کے بیٹے عتبہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے شیر پھاڑے گا ایسا ہی ہوا کہ ایک شیر نے سب کے منہ سونگھے اس کا منہ سونگھ کر اسے پھاڑ ڈالا۔

5899 -[32] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن أبي أَيُّوب قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: «يَهُودُ تُعَذَّبَ فِي قبورها» .	روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے سورج ڈوب چکا تھا۱؎ حضور نے آواز سنی تو فرمایا کہ یہود اپنی قبروں میں عذاب دیئے جارہے ہیں۲؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ غالبًا یہ واقعہ مدینہ منورہ ہی کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر بعد غروب تشریف لے گئے صحابہ کرام ساتھ تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اور ساتھیوں نے بھی عجیب آوازیں سنیں۔یہاں صوت اسم جنس ہے جو ایک اور زیادہ سب کو شامل ہے۔

۲؎ یہاں دو معجزوں کا ظہور ہے: ایک تو صحابہ کرام کو مردہ یہودی کی آوازیں سنا دینا ہے، دوسرے پہچان لینا اور بتادینا کہ یہ عذاب کی آوازیں ہیں یا تو عذاب دینے والے فرشتوں کی آوازیں ہیں یا عذاب پانے والے یہود کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار تھے اس نے دو قبروں کا عذاب دیکھ لیا اور بدک گیا وہاں خچر کی آنکھوں سے حجاب اٹھا دیئے یہاں صحابہ کے کانوں سے حجاب ہٹا دیئے اسی طرح جس ولی کے سر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ رکھ دیں اس کی آنکھوں سے حجاب اٹھ جاتے ہیں۔مولانا فرماتے ہیں۔

سرمہ کن در چشم خاک مصطفیٰ　　　تابہ بینی زابتدا تا انتہاء

5900 -[33] وَعَن جَابر قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس ہوئے تو جب مدینہ سے قریب ہوئے

سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِينَةِ هَاجَتْ رِيحٌ تَكَادُ أَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بُعِثَتْ هَذِهِ الرِّيحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ» . فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا عَظِيمٌ مِنَ الْمُنَافِقِين قد مَاتَ. رَوَاهُ مُسلم	تو ایک ہوا چلی جو سوار کو دفن کیے دیتی تھی۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے ۲؎ پھر مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں کا ایک سردار تھا مرچکا تھا ۳؎(مسلم)

۱؎ عرب کے جنگلوں میں کبھی خونی آندھیاں آتی ہیں جو سواروں کو مع سواری ریتے میں دفن کردیتی ہیں مگر یہ آندھی آج مدینہ منورہ کے بالکل قریب آئی اس لیے ہم کو تعجب ہوا کہ یہاں یہ آندھی کیسی۔

۲؎ یعنی یہ تیز ہوا غضب ربانی کے اظہار کے لیے ہے جو صرف اسی منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے تاکہ لوگوں کو اس منافق کی موت اس کے عذاب پر مطلع کیا جاوے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ چاند سورج کسی کے مرنے جینے پر نہیں گہتے۔

۳؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ منافق رفاعہ ابن ورید تھا اور یہ سفر غزوہ تبوک کا تھا، بعض نے فرمایا کہ وہ منافق رافع تھا اور سفر غزوہ بنی مصطلق تھا۔(مرقات)اس موت پر ہوا چلنا بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ ہوا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منافق کی موت کی خبر دی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی موت کو پہچان لینا بھی معجزہ ہے کہ یہ آندھی اس کی موت کی بنا پر چلی۔

[34]- 5901 وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى قَدِمْنَا عُسْفَانَ فَأَقَامَ بهَا لَيَالِيَ فَقَالَ النَّاس: مَا نَحن هَهُنَا فِي شَيْءٍ وَإِنَّ عِيَالَنَا لَخُلُوفٌ مَا نَأْمَنُ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِي الْمَدِينَةِ شِعْبٌ وَلَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتَّى تَقْدَمُوا إِلَيْهَا» ثُمَّ قَالَ: «ارْتَحِلُوا» فَارْتَحَلْنَا وَأَقْبَلْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَوَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ مَا وَضَعْنَا رِحَالَنَا حِينَ دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ حَتَّى أَغَارَ عَلَيْنَا بَنُو عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمَا يُهَيِّجُهُمْ قَبْلَ ذَلِكَ شَيْءٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتی کہ عسفان پہنچے وہاں چند شب قیام فرمایا۱؎ لوگ کہتے ہیں کہ ہم یہاں کسی کام میں تو ہیں نہیں اور ہمارے بال بچے اکیلے ہم سے غائب ہیں ۲؎ ہم ان پر مطمئن نہیں یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ میں نہ کوئی گھاٹی ہے نہ کوئی راستہ مگر اس پر دو فرشتے ہیں جو اس کی حفاظت کررہے ہیں ۳؎ حتی کہ ہم لوگ وہاں پہنچے پھر فرمایا کوچ کرو ہم نے کوچ کیا اور مدینہ پہنچ گئے اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو ابھی ہم نے اپنے سامان نہ اتارے تھے کہ ہم پر بنی عبداللہ ابن غطفان نے حملہ کردیا ۵؎ حالانکہ اس سے پہلے انہیں کوئی چیز نہیں بھڑکاتی تھی۔(مسلم)

۱؎ یعنی ہم مدینہ منورہ واپس ہوتے وقت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ چلے اور منزل عسفان پر چند روز قیام پذیر ہوگئے عسفان مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہے اب راستہ میں یہ منزل نہیں آتی یہ پتہ نہیں لگا کہ عسفان میں یہ قیام کیوں ہوا شاید کسی دشمن کا انتظار ہوگا جو کہ وہاں نہ پہنچا۔

۲؎ خلوف جمع ہے خالف کی جس کا مادہ ہے خلف بمعنی پیچھے جیسے راقد کی جمع رقود،قاعدہ کی جمع قعود۔خلوف گھر میں رہ جانے والی عورتیں بچے جن کے ساتھ مرد نہ ہوں۔(مرقات)یعنی ہم لوگ یہاں بلا ضرورت ٹھہرے ہوئے ہیں ہمارے گھروں میں بال بچے اکیلے جن سے ہم غائب ہیں دشمنوں کا خطرہ ہے یہ گفتگو بعض ضعفاء مؤمنین کی ہے۔

۳؎ یعنی ہم اپنے بال بچوں سے غائب ہیں مگر بہت سے فرشتے ان کی نگرانی کررہے ہیں نقب زمینی راستہ اور شعب پہاڑی راستہ یہاں مراد ہے مدینہ کے راستہ اور گلی کوچے۔

۴؎ یعنی اللہ تعالٰی کی قسم کھانا شریعت میں بلا کراہت درست ہے،یاجس کے نام کی شرعی قسم کھائی جاتی ہے جس پر شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں۔خیال رہے کہ غیر خدا کی قسم لغوی قسم ہوتی ہے نہ کہ شرعی اس پر احکام شرعی جاری نہیں ہوتے جیسے باپ کی قسم اولاد کی قسم۔

۵؎ یعنی بنی غطفان اگر ہماری غیر موجودگی میں حملہ کردیتے تو ہمارے بچوں بیویوں کو بہت تکلیف پہنچ جاتی کہ وہ اکیلے تھے اس وقت انہیں حملہ کرنے سے انہیں کوئی چیز مانع نہ تھی۔معلوم ہوا کہ فرشتوں کی حفاظت ان کو حملہ سے روکے رہی،۱۹۶۵ء میں بھارت نے رات کے ڈھائی بجے لاہور پر حملہ کیا جب کہ پاک سرحد پر کوئی نہ تھا مگر انہیں خیال ہوا کہ شاید ہم گھیرے میں آرہے ہیں کہ ہمارے سامنے راستے سڑکیں صاف ہیں رک گئے پھر پاک فوج پہنچ گئی اور صبح ہوتے کفار کے کشتوں کے پشتے لگادیئے انہیں سخت جانی و مالی نقصان پہنچا کر پیچھے دھکیل دیا۔یہ ہے اللہ کی نصرت اس موقعہ پر حضرات اولیاء اللہ معرکہ میں دیکھے گئے بعض کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی عین محاذ جنگ پر امام حسین،داتا گنج بخش،میاں شیر محمد صاحب شیر قپوری خود بموں کو دفع کرتے دیکھے گئے۔مدینہ منورہ میں لوگوں نے خواب دیکھا کہ حضور انور بہت تیزی سے روضہ اطہر سے نکلے اور روانہ ہونے لگے پوچھا حضور کہاں جارہے ہیں فرمایا پاکستان وہاں جہاد ہورہا ہے اللھم صل وسلم وبارك علیه۔اللہ نے حضور کے غلاموں پاکستانیوں کو وہ فتح دی کہ اس کی مثال نہیں ملتی حالانکہ بھارتی فوج پانچ گناہ زیادہ تھی یہ حدیث ان سب واقعات کی اصل ہے۔

5902 -[35] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن أنسٍ قَالَ أَصَابَت النَّاس سنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم يخْطب فِي يَوْم جُمُعَة قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْت الْمَطَر يتحادر على لحيته صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فمطرنا يَوْمَنَا ذَلِك وَمن الْغَد وَبعد الْغَد وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو سخت قحط سالی پہنچی تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے جمعہ کے دن ایک دیہاتی اٹھا بولا یا رسول اللہ مال برباد ہوگیا اور بچے بھوکے ہوگئے ۱؎ آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا فرمائیں تو حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے ۲؎ ہم آسمان میں بادل نہیں دیکھتے تھے ۳؎ تو اس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ حضور نے ہاتھ نیچے نہ کیے حتی کہ بادل پہاڑوں کی طرح اٹھا پھر حضور اپنے منبر سے نہ اترے حتی کہ میں نے آپ کی داڑھی پر بارش ٹپکتے دیکھی ۴؎ پھر ہم پر آج اور کل اور پرسوں ہوتی رہی دوسرے جمعہ تک اور یہ ہی بدوی یا کوئی دوسرا آدمی

کھڑا ہوا عرض کیا یارسول اللہ عمارتیں گر گئیں مال ڈوب گئے آپ اللہ سے دعا کریں ۵؎ تو حضور نے عرض کیا یاالٰہی ہمارے آس پاس برسا ہم پر نہ برسا ۶؎ پھر آپ بادل کے کسی گوشہ کی طرف اشارہ نہ فرماتے مگر وہ چر جاتا ۷؎ اور مدینہ تالاب کی طرح ہوگیا ۸؎ اور وادی قنات ایک مہینہ تک بہتی رہی ۹؎ کسی طرف سے کوئی نہ آیا مگر اس نے بارش کی خبر دی ۱۰؎ اور ایک روایت میں ہے کہ الٰہی ہم پر نہ برسا ہمارے آس پاس برسا الٰہی ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور جنگلوں کے اندرون پر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر برسا ۱۱؎ فرمایا تو بارش رک گئی اور ہم دھوپ میں چلنے لگے ۱۲؎ (بخاری، مسلم)	أَوْ قَالَ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: «اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ» . قَالَ: فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ.

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے فقر و فاقہ کی شکایت حضور سے کرنا انہیں اپنے دکھ درد سنانا سنت صحابہ ہے، ہم بھی عرض کرسکتے ہیں کہ یارسول اللہ گناہوں نے ہماری پیٹھ توڑ دی پناہ دو مولانا جامی فرماتے ہیں۔شعر

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ہیچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام

ان دکھڑے سنانے کی اصل یہ حدیث ہے صحابہ نے خود اللہ تعالٰی سے دعا بارش نہ کری حضور سے دعا کے لیے عرض کیا معلوم ہوا کہ ہماری دعاؤں اور حضور کی دعا میں فرق ہے۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء کے لیے نماز استسقاء پڑھنا شرط نہیں ہے صرف دعا بھی استسقاء ہے یہ امام اعظم کی دلیل ہے۔امام اعظم نماز استسقاء کا انکار نہیں کرتے بلکہ اسے شرط نہیں مانتے دیکھو حضور نے صرف دعا کی اور بارش آگئی،یہ بھی معلوم ہوا کہ عین خطبہ جمعہ میں دعا مانگ سکتے ہیں۔

۳؎ **قزعه** بادل کا چھوٹا ٹکڑا یعنی آسمان بالکل صاف تھا شیشہ کی طرح۔

۴؎ **اللہ اکبر!** دعا تھی یہ کہ تیر تھا جو قبولیت کے نشانہ پر لگا خطبہ ختم ہونے سے پہلے بادل جمع بھی ہوگیا اور برس بھی پڑا۔مسجد کی چھت ٹپکنے بھی لگی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر قربان ہو کر گرنے بھی لگی۔**اللھم صل وسلم وبارك عليه**،یارسول اللہ ہمارے خشک دلوں پر بھی کرم کی بارش برسادو۔شعر

انا فی عطش وسخاک اتم اے گیسوئے پا اے ابر کرم برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گراجانا

۵؎ صحابہ کرام سمجھتے تھے کہ جن کی دعا بارش لائی ہے انہی کی دعاء ہٹائے گی اس لیے بارش تھمنے کی دعا خود نہ کی بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرائی۔معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔اعلٰی حضرت نے خوب فرمایا۔شعر۔

وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ بارش اگر مضر ہو تو اس کے بند کرنے کی دعا کرنا جائز ہے بارش حد میں ہو تو رحمت ہے اور حد سے بڑھ جاوے تو زحمت ہے،جو لوگ کہتے ہیں کہ بارش رحمت ہے اس کے رکنے کی دعا نہیں کرنا چاہیے غلط ہے۔

۷؎ حضور انور نے دعا کے بعد اپنے اختیار خداداد کا اظہار بھی کیا کہ ایک بار اسی انگلی کے اشارے سے چاند چیر دیا تھا اسی اشارہ سے ڈوباہوا سورج خیبر میں واپس لوٹایا تھا،اسی انگلی کے اشارہ سے جما ہوا بادل پھاڑ دیا اور اسے واپس لوٹادیا۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں ہوا دی گئی تھی"**فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّيۡحَ تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖ**"حضور کے قبضہ میں ساری خدائی دے دی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۸؎ زمین مدینہ میں پانی ایسا بھرا تھا جیسے تالاب میں بھرا ہوتا ہے اس پانی پر اب دھوپ پڑھ رہی تھی۔(مرقات)یا جوبۃ کے معنی ہیں بڑی گیند یعنی مدینہ کے اوپر آسمان گیند کی طرح ہوگیا کہ یہاں بادل کوئی نہیں آس پاس بادل تھا اور ضرورت کی جگہ برس رہا تھا(اشعہ)جو فرمایا تھا بادل نے وہ ہی عمل کیا۔

۹؎ **قناۃ** ایک جنگل کا نام ہے اس میں پہاڑی پانی آتا تھا گویا یہ ایک نالہ تھا جو ویسے خشک رہتا تھا بارش میں بہتا تھا۔فرماتے ہیں کہ اتنی بارش ہوچکی تھی کہ ایک ماہ تک پہاڑ سے پانی اس جنگل میں آتا رہا اور یہ نالہ برابر بہتا رہا۔

۱۰؎ معلوم ہوتا ہے کہ اولًا بارش صرف مدینہ منورہ پر ہوئی دوسری دعا سے اردگرد مقامات پر ہوئی اور دوسری دعا کے بعد لوگ جس طرف سے بھی آئے بارش کی خبر لائے۔حضور کا فیضان عام ہوا جس سے دور نزدیک سب نے فائدہ اٹھایا۔شعر

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو   تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

۱۱؎ ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں بلکہ پچھلی روایت میں اجمال ہے اس میں تفصیل۔

۱۲؎ گزشتہ جمعہ کو یہ حضرات دھوپ میں مسجد میں آئے تھے بارش لے کر گھروں کو گئے تھے،آج اس کے برعکس بارش میں مسجد شریف آئے دھوپ میں گھر گئے۔

[46]- 5903 وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ اسْتَنَدَ إِلَى جِذْعِ نَخْلَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوَى عَلَيْهِ صَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَت تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک ڈنڈے سے ٹیک لگا لیتے تھے جو مسجد کے ستونوں میں سے تھا۱؎ پھر جب حضور کے لیے منبر بنادیا گیا تو آپ اس پر جلوہ گر ہوئے تو جس ڈنڈا کے پاس آپ خطبہ پڑھتے تھے وہ چیخ پڑا حتی کہ قریب تھا کہ چر جاوے ۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے حتی کہ اسے پکڑا اپنے سے چمٹایاتو وہ سسکیاں بھرنے لگا اس بچے کی سسکیوں کی طرح جسے چپایا جاوے ۳؎ حتی کہ قرار پکڑگیا،راوی نے کہا کہ وہ اس ذکر الٰہی پر رویا جو وہ سنا کرتا تھا ۴؎(بخاری)

۱؎ اس ستون کا نام اسطوان حنانہ ہے،حنانہ بنا ہے حنین سے بمعنی باریک آواز سے رونا یہ ستون محراب النبی کے بائیں طرف بالکل متصل ہے اب وہاں اینٹ کا ستون ہے اسے اسطوان حنانہ ہی کہتے ہیں۔یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب منبر نہیں بنا تھا حضور انور زمین پر ہی کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے تھے۔

۲؎ رونے کی یہ آواز تمام صحابہ نے سنی یہ ستون کیوں رویا اس کے متعلق بعض ظاہر بین لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ذکر الٰہی سنا کرتا تھا اب اس سے محروم ہوگیا لہذا ذکر کی محرومی پر رویا۔یہ محض غلط ہے آج ہم لوگ بھی ذکر الٰہی کرتے ہیں ستون کیوں نہیں روتے،نیز خطبہ کی آواز تو اب بھی اس ستون تک آرہی تھی کہ وہ منبر سے بالکل ہی قریب تھا،نیز پھر وہ حضور کے سینہ سے لگالینے پر خاموش ہوگیا وجہ صرف یہ تھی کہ اس نے یہ کہا۔شعر

مسندت من بودم از من تاختی　　　بر سر منبر تو مسند ساختی

در فراق تو مرا چوں سوخت جان　　　چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

یہ گریہ وزاری اس لیے تھا کہ وہ جمعہ کے دن پشت پاک مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسہ لیتا تھا آج اس وصال کی نعمت سے محروم ہوگیا اس فراق پر رویا۔

۳؎ یعنی جب حضور انور نے اس ستون کو اپنے سینہ پاک سے لگایا تو وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگا جیسے روتے بچے کو ماں سینے سے لگائے تو وہ خاموش ہونے سے پہلے سسکیاں بھرتا ہے۔اس واقعہ سے دو مسئلہ معلوم ہوئے:ایک یہ کہ تمام حسینان جہاں صرف انسانوں کے محبوب رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انوکھے حسین ہیں کی ساری مخلوق کے محبوب ہیں کیوں نہ ہوں خالق کے محبوب ہیں،دیکھو لکڑیاں فراق میں گریہ و زاری کررہی ہیں دوسرے یہ کہ سارے حسینوں کا یہ حال ہے کہ انہیں دیکھا ہزاروں نے مگر عاشق ہوا ایک۔حسن یوسف کی عاشق صرف زلیخا،لیلیٰ پر فریفتہ صرف مجنوں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین ہیں کہ آج انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں مگر جاں نثار عاشق لاکھوں،حسن یوسفی صرف بازار مصر میں چمکا،حسن محمدی ہر جگہ تا ابد چمک رہا ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں　　　سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

۴؎ یہ حاشیہ آرائی صرف قتادہ کی ہے کہ ستون ذکر الٰہی پر روتا تھا مگر قتادہ صاحب کے ذکر پر کبھی کوئی ستون نہیں رویا یہ غلط ہے فراق رسول میں روتا تھا۔خواجہ حسن بصری جب یہ حدیث پڑھتے تو بہت روتے تھے فرماتے تھے کہ حضور کے عشق میں خشک لکڑی روئی تم اس لکڑی سے کم نہ ہو۔علماء فرماتے ہیں کہ چاند چرنے اور ستون کے رونے کی حدیثیں معنًی متواتر ہیں لفظًا مشہور مستفیض ہیں۔(اشعۃ اللمعات)یہاں مرقات نے فرمایا کہ ستون قرب رسول فوت ہونے پر رویا تھا۔

[37]- 5904	
وَعَن سَلمَة بن الْأَكْوَع أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بشمَالِهِ فَقَالَ: «كُلْ بِيَمِينِكَ» قَالَ: لاأستطيع. قَالَ «لَا اسْتَطَعْتَ» . مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ قا ل: فَمَا رَفعهَا إِلَى فِيهِ. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کھا وہ بولا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا فرمایا اب طاقت نہ رکھے گا۲؎ اسے صرف تکبر نے اس سے منع کیا راوی نے فرمایا کہ پھر وہ یہ ہاتھ اپنے منہ تک نہ اٹھا سکا۳؎(مسلم)

۱؎ زمانہ جاہلیت میں سردار لوگ الٹے ہاتھ سے کھاتے تھے معمولی آدمی داہنے ہاتھ سے یہ شخص کوئی سردار تھا جو اس متکبرانہ عادت سے الٹے ہاتھ سے کھارہا تھا۔

۲؎ اس نے شرمندگی مٹانے کے لیے کہا کہ میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے منہ تک نہیں پہنچتا۔اسی پر یہ جواب ارشاد ہوا یعنی اب تک تو منہ تک آتا تھا اب نہ آسکے گا۔معلوم ہوا کہ لوگوں کے اعضاء بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان ہیں۔

۳؎ وہ شخص علاج کرتے کرتے تھک گیا مگر اس کا ہاتھ منہ تک نہ اٹھ سکا۔شعر

قسم خدا کی نہ وہ اٹھ سکا قیامت تک کہ جس کو تو نے نظر سے گرا کہ چھوڑ دیا

[38] - 5905	
وَعَن أنسٍ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَزِعُوا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ بَطِيئًا وَكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ:«وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هَذَا بَحْرًا». فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يُجَارَى وَفِي رِوَايَةٍ: فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْم. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک بار اہلِ مدینہ گھبرا گئے ۱؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ کے سُست گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ اڑتا بھی تھا۲؎ جب حضور لوٹے تو فرمایا کہ ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو دریا پایا۳؎ پھر اس کے بعد وہ گھوڑا نہیں مقابلہ کیا جاتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے بعد کبھی پیچھے نہ رہا۴؎(بخاری)

۱؎ یعنی مدینہ والوں میں شور مچ گیا کہ دشمن آگیا خیال ہوا کہ غبان اپنی شامی فوج لے کر مدینہ پر ٹوٹ پڑا اس خیال سے ایک دم گھبراہٹ ہوگئی۔(اشعہ وحاشیہ)

۲؎ **کان یقطف** یا تو **بطیئا** کا بیان ہے یعنی وہ گھوڑا قریب قریب قدم رکھتا تھا یا بمعنی اڑیل ہے کہ وہ بمشکل قدم اٹھاتا تھا یعنی سست رفتار بھی تھا اور اڑیل بھی۔

۳؎ یعنی یہ گھوڑا دریا کی طرح تیز رفتار بھی ہے اور سبک رفتار بھی کہ سوار کو اس کی رفتار سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔معلوم ہوا جس پر حضور کا قدم پہنچ جاوے وہ سست ہو تو تیز ہوجاتا ہے۔

۴؎ یعنی حضور انور کا یہ فیض اس گھوڑے پر وقتی نہ تھا بلکہ دائمی ہوا کہ آئندہ تاحین حیات وہ گھوڑا کبھی کسی گھوڑے سے پیچھے نہ رہا۔سب سے آگے ہی رہتا تھا۔

[39]- 5906	
وَعَن جابرٍ قَالَ: تُوُفِّيَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَرَضْتُ عَلَى غُرَمَائه أَن يأخذو االتمر بمَا عَلَيْهِ فَأَبَوْا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ وَالِدِي استُشهدَ يَوْم أحد وَترك عَلَيْهِ دَيْنًا كَثِيرًا وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ لِيَ: " اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلَى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ فَلَمَّا نَظَرُوا إِلَيْهِ كَأَنَّهُمْ أُغْرُوا بِي تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَأَى مَا يَصْنَعُونَ طَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «ادْعُ لِي أَصْحَابَكَ» . فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى اللَّهُ عَنْ وَالِدِي أَمَانَتَهُ وَأَنَا أَرْضَى أَن يُؤَدِّي الله أَمَانَة وَالِدي وَلَا أرجع إِلَى أَخَوَاتِي بِتَمْرَةٍ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میرے والد کی وفات ہوئی۱؎ ان پر قرض تھا میں نے انکے قرض خواہوں سے درخواست کی وہ اپنے قرض کی عوض موجودہ چھوارے لے لیں ۲؎ انہوں نے انکار کیا ۳؎ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے عرض کیا کہ حضور جانتے ہیں کہ میرے والد احد کے دن شہید ہوگئے اور بہت سا قرض چھوڑ گئے ہیں،میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھیں۴؎ فرمایا جاؤ ہر قسم کے چھواروں کا ایک ایک طرف ڈھیر لگادو۵؎ میں نے یہ کام کردیا پھر میں نے حضور کو بلایا جب قرض خواہوں نے حضور کو دیکھا تو شاید وہ اس گھڑی مجھ پر بھڑک گئے ۶؎ پھر جب حضور نے ان لوگوں کا یہ عمل دیکھا تو ان میں سے بڑے ڈھیر کے آس پاس تین چکر گھومے ۷؎ پھر اس پر بیٹھ گئے ۸؎ پھر فرمایا اپنے قرض خواہوں کو ہمارے سامنے بلاؤ پھر آپ ناپ کراتے رہے ان سب

فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتَّى إِنِي أنظر إِلى البيدر الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهَا لم تنقصُ تَمْرَةَ وَاحِدَة. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	کے لیے حتی کہ اللہ نے میرے باپ کا سارا قرضہ ادا کردیا ۹ میں اس پر راضی تھا کہ اللہ میرے والد کا قرض ادا کردے میں اپنی بہنوں کو ایک چھوارا بھی نہ پہنچاؤں ۱۰ مگر اللہ نے سارے ڈھیر سلامت رکھے اور حتی کہ میں اس ڈھیر کو دیکھتا تھا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے گویا اس میں سے ایک چھوارا بھی کم نہیں ہوا ۱۱(بخاری)

۱؎ وفات سے مراد شہادت کی موت ہے کیونکہ حضرت جابر کے والد عبداللہ غزوہ احد شہید ہوئے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ وفات کے معنی ہیں پورا کرنا کافر کی موت سے اس کی ڈھیل و مہلت کی گھڑیاں پوری ہوتی ہیں وہ پکڑ میں آتا ہے،مؤمن کی موت سے اس کی کام کی گھڑیاں پوری ہوتی ہیں آرام و انعام شروع ہوتا ہے، اللہ والوں کی موت سے ان کی انتظار کی گھڑیاں پوری ہوتی ہیں انہیں وصال یار نصیب ہوتا ہے اس لیے ان کی وفات کو وصال یا عرس کہتے ہیں۔

۲؎ یعنی باغ میں جس قدر چھوارے پیدا ہوں وہ وصول کرلیں باقی قرضہ معاف کردیں ان پر قرضہ بہت زیادہ تھا اور موجودہ پھل بہت تھوڑے۔

۳؎ یہ قرض خواہ سارے یہودی تھے بھلا یہود میں اتنا حوصلہ کہاں سے آیا۔(مرقات)انہوں نے کہا کہ ہم چند سال تک تمہارے باغ کی ساری پیداوار وصول کرتے رہیں گے اپنا قرض پورا وصول کریں گے۔

۴؎ ممکن ہے کہ یہود مدینہ آپ کو دیکھ کر کچھ غیرت کریں اور موجودہ پیداوار لے کر بقیہ قرض معاف کردیں۔معلوم ہوا کہ قرض کی معافی میں کوشش کرنا بحالت مجبوری جائز ہے۔

۵؎ مدینہ منورہ میں قریبًا اسی ۸۰ قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں۔آپ کے باغ میں بہت قسم کی کھجوریں تھیں فرمایا ہر کھجور کا علیحدہ ڈھیر لگادو تاکہ ادا قرض میں آسانی ہو اور بعد میں چھانٹنے میں دیر نہ لگے اور ہر قرض خواہ کو اس کے قرض کی کھجوریں دی جائیں۔

۶؎ اغروابی کے بہت معنی کیے گئے ہیں مرقات نے بھڑکنے کے معنی کیے یعنی مجھ پر ان کا غصہ تیز ہوگیا وہ سمجھے کہ یہ قرض تو ادا کرتے نہیں سفارش لا کر ہمارا نقصان کرنا چاہتے ہیں۔

۷؎ حضور انور کا اس بڑے ڈھیر کے گرد تین بار چکر لگانا اس میں برکت و فیض دینے کے لیے تھا تاکہ ہر طرف اس میں برکت پہنچے یہ شرعی طواف نہیں وہ تو عبادت ہے اور سوائے کعبہ معظّمہ کے کسی کا شرعی طواف جائز نہیں، بعض لوگ برکت حاصل کرنے کے لیے بزرگ کی قبر کے ارد گرد گھومتے ہیں۔بعض لوگ اس قبر کے تعویذ پر پانی کا برتن گھماتے ہیں برکت کے لیے ان دونوں کاموں کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ عمل شرک نہیں۔مگر عوام مسلمانوں کے سامنے یہ کام نہ کرے کہ لوگ شرعی طواف اور اس طواف میں فرق نہ کریں گے قبر کا طواف ہی شروع کردیں گے اس کا خیال رہے۔

۸؎ حضور انور کا اس ڈھیر پر بیٹھنا برکت لازم کردینے کے لیے تھا۔بعض لوگ بزرگوں کو اپنے گھر بلاتے ہیں ان کی تشریف آوری کو برکت کا باعث سمجھتے ہیں ان کے بیٹھنے کی جگہ کو مبارک سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے، اللہ کے مقبول بندوں کے قدم میں برکت ہے"وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ"۔دعائے درویشاں رد بلا قدم درویشاں رحمت خدا صحابہ کرام حضور انور سے اپنے گھروں میں دو رکعت نفل پڑھواتے اور اس جگہ کو مصلی بنا لیتے تھے۔

۹؎ ایک ڈھیر سے ہی سارا قرضہ ادا ہوگیا دوسرے ڈھیروں کی نوبت ہی نہ آئی اور اس ڈھیر میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی ویسا کا ویسا ہی رہا یہ ہے حضور کے قدم شریف کی برکت۔
۱۰؎ یہ کھجوریں اتنی تھیں ہی نہیں کہ ان سے قرضہ پورا ادا ہوتا اس لیے یہ میری تمنا تھی۔معلوم ہوا کہ سعادت مند بیٹا وہ ہے جو باپ کے بعد اس کا قرض ادا کرے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابیت،جہاد،شہادت سب مل کر بھی حق العبد معاف نہیں کراتیں وہ تو ادا کرنا ہی ہوگا افسوس کہ آج ہم لوگ حقوق العباد مار لینے میں بڑے بہادر ہیں۔
۱۱؎ خیال رہے کہ ان قرض خواہوں کی حضرت عبداللہ پر مختلف قسم کی کھجوریں قرض تھیں کسی کی عجوہ تھیں کسی کی صفاوی کسی کی برنی تھیں حضور انور نے ان سب کو اعلیٰ درجہ کی کھجوریں ادا کیں یہ ڈھیر بڑا بھی تھا اور اعلیٰ درجہ کا بھی اعلیٰ درجہ سے قرض ادا کرنا سنت ہے اس لیے حضور انور نے ہر قسم کی کھجور کے الگ ڈھیر لگوائے تھے تاکہ ہر قرض خواہ کو اس کی قرض کی کھجوریں دی جاویں مگر سب کو اعلیٰ ہی ملیں۔

[40]- 5907	
وَعَنْهُ قَالَ: إِنَّ أُمَّ مَالِكٍ كَانَتْ تُهْدِي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا فَيَأْتِيهَا بَنُوهَا فَيَسْأَلُونَ الْأُدُمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ شَيْءٌ فَتَعْمِدُ إِلَى الَّذِي كَانَتْ تُهْدِي فِيهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجِدُ فِيهِ سَمْنًا فَمَا زَالَ يُقِيمُ لَهَا أُدُمَ بَيْتِهَا حَتَّى عَصَرَتْهُ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «عَصَرْتِيهَا» قَالَتْ نَعَمْ قَالَ: «لَوْ تَرَكْتِيهَا مَا زَالَ قَائِمًا» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ ام مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ڈبہ میں گھی کا ہدیہ بھیجا کرتی تھیں ۱؎ ان کے پاس ان کے بچے آتے ان سے سالن مانگتے حالانکہ ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو وہ اس ڈبے کی طرف جاتیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجتی تھیں تو اس میں گھی پاتیں تھیں ۲؎ ان کے لیے ان کے گھر کا سالن رہا ۳؎ حتی کہ انہوں نے اسے نچوڑ لیا ۴؎ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں فرمایا کیا تم نے اسے نچوڑ لیا عرض کیا ہاں فرمایا اگر تم اسے چھوڑ دیتیں تو وہ باقی رہتا ۵؎ (مسلم)

۱؎ یعنی ایک ڈبہ میں حضور انور کی خدمت میں گھی ڈال کر بطور ہدیہ حضور کی خدمت میں بھیجا کرتی تھی گھی کو نسبت ہوجاتی تھی حضور سے اور ڈبہ کو اس گھی سے اس دور کی نسبت نے بھی رنگ دکھادیا۔

تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے سامری کے سونے کے بچھڑے میں جان ڈال دی تھی۔شعر

اے ہزاراں جبریل اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر

۲؎ سبحان اللہ!اس ذات کریم سے نسبت سے خالی بھی بھر جاتے ہیں اس ڈبہ کو حضور انور سے صرف اتنی نسبت تھی کہ اس میں حضور سرکار کے لیے گھی حاضر کیا جاتا تھا تو یہ ڈبہ خالی ہو کر بھی بھرا ہوتا تھا،اگر ہمارے خالی دلوں پر حضور نظر کریمانہ فرمادیں تو یہ ایمان و عرفان سے بھر جاویں۔
۳؎ یعنی بہت عرصہ تک یہ ڈبہ گھر بھر کو سالن دیتا رہا یہ گھر کبھی بے سالن نہ ہوا۔عرب میں صرف گھی یا صرف زیتون کے تیل بلکہ صرف کھجوروں سے روٹی کھالیتے ہیں۔

۴؎ تاکہ بہت سا گھی نکل آوے یہ ہے ہوس اس لیے اس نے کام بگاڑ دیا کہ آئندہ پھر گھی نکلنا بند ہوگیا(مرقات).برکت کی چیز کو ناپنا تولنا،نچوڑنا،جھاڑنا اچھا نہیں۔

۵؎ یعنی تمہاری پشتہا پشت تک یا قیامت تک اس ڈبے سے گھی نکلتا رہتا۔اس حدیث کے ماتحت صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اس ڈبہ پر حضور انور نے کچھ دم نہیں کیا۔اسے ہاتھ نہیں لگایا۔صرف دور کی نسبت حضور سے ہوگئ تو برکت کا یہ حال ہوا۔لہذا جس چیز پر حضور کا نام پڑجاوے اس میں بھی برکت ہوگی لہذا جو چیز حضور کے نام پر لگادی جاوے کہ اس کھانا پر حضور کی فاتحہ پڑھ دی جاوے یا کہا جاوے کہ یہ دودھ حضور کا میرا بیٹا حضور کا غلام ہے ان شاءاللہ اس میں برکت ہوگی۔مجھ گنہگار کو میرے والد نے حضور قطب ربانی محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے درکار فقیر بنادیا ہے میرے پیدا ہوتے ہی انہوں نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بچہ حضور سرکار بغداد کا غلام ان کے در کا فقیر ہے تو یہ گنہگار اپنے ہر کام میں اپنے گھر میں برکت دیکھتا ہے،بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے۔

[41]- 5908	
وَعَن أنسٍ قَالَ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلْ عِنْدَكِ من شَيْء؟ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِي وَلَاثَتْنِي بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهِ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟» قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهُ قُومُوا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْت أَبَا طَلْحَة فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْس عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اللَّهُ وَرَسُوله أعلم قَالَ فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ نے ام سلیم سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کمزور سی سنی ہے جس میں بھوک محسوس کرتا ہوں۱؎ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے وہ بولیں ہاں چنانچہ انہوں نے جو کی چند ٹکیاں نکالیں پھر اپنا دوپٹہ نکالا تو اس کے بعض سے روٹیاں لپیٹیں پھر اسے میرے ہاتھ سے چھپادیا اور بعض حصہ لپیٹ دیا ۲؎ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو میں وہ لے گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا ۳؎ آپ کے ساتھ لوگ تھے تو میں نے انہیں سلام کیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا ہاں فرمایا کھانا دے کر میں نے کہا ہاں ۴؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس والوں سے فرمایا اٹھو حضور چلے اور میں انکے سامنے چلا۵؎ حتی کہ میں ابوطلحہ کے پاس آیا تو میں نے انہیں یہ خبر دی ابوطلحہ نے کہا اے ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر تشریف لے آئے ۶؎ ہمارے پاس کھانا نہیں جو انہیں کھلائیں وہ بولی اللہ رسول ہی جانیں ۷؎ ابوطلحہ چلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابوطلحہ حضور کے ساتھ تھے۔۸؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے

وَسَلَّمَ هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَأَتَتْ بذلك الْخبز فَأمر بِهِ ففت وعصرت أم سليم عكة لَهَا فأدمته ثمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثم خَرَجُوا ثم أذن لِعَشَرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا.وَفِي رِوَايَةٍ لمُسلم أَنه قَالَ: «أَذن لِعَشَرَةٍ» فَدَخَلُوا فَقَالَ: «كُلُوا وَسَمُّوا اللَّهَ» . فَأَكَلُوا حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ بِثَمَانِينَ رَجُلًا ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُ الْبَيْتِ وَتَرَكَ سُؤْرًا وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ: «أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً» . حَتَّى عَدَّ أَرْبَعِينَ ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ؟ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: ثُمَّ أَخَذَ مَا بَقِيَ فَجَمَعَهُ ثُمَّ دَعَا فِيهِ با لبركة فَعَاد كَمَا كَانَ فَقَالَ: «دونكم هَذَا»	ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے لاؤ۹ چنانچہ یہ ہی روٹیاں لائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حکم دیا وہ توڑ دی گئیں ام سلیم نے ڈبہ نچوڑا اسے سالن بنادیا۱۰ پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پڑھا جس کا پڑھنا اللہ نے چاہا ۱۱ پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو انہیں بلایا گیا انہوں نے کھایا حتی کہ سیر ہوگئے پھر چلے گئے پھر فرمایا اور دس کو بلاؤ پھر اور دس کو ۱۲ تو ساری قوم نے کھالیا اور سیر ہوگئے قوم کل ستر ۷۰ یا اسی ۸۰ آدمی تھے ۱۳ (بخاری، مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ دس کو بلاؤ وہ آئے فرمایا کھاؤ بسم اللہ پڑھ کر انہوں نے کھایا ۱۴ حتی کہ یہ ہی معاملہ اسی ۸۰ آدمیوں سے کیا گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور گھر والوں نے کھایا ۱۵ اور بقیہ چھوڑ بھی دیا اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میرے پاس دس آدمی لاؤ حتی کہ چالیس آدمی گنائے ۱۶ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ۱۷ تو میں دیکھنے لگا کہ کیا اس میں سے کچھ کم ہوا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر بقیہ لیا اسے جمع فرمایا پھر اس میں برکت کی دعا کی تو وہ جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا تو فرمایا اسے لو ۱۸

۱ یعنی حضور انور کی آواز میں ضعف ہے معلوم ہوتا ہے کہ کئی دن سے کھانا نہیں کھایا ہے۔یہ تحقیق پہلے کی جاچکی ہے کہ اگر حضور انور روزے کی نیت سے عرصہ تک بالکل نہ کھائیں تو مطلقًا ضعف محسوس نہیں ہوگا۔لیکن اگر بغیر روزہ کی نیت کے کھانا ترک فرمادیں تو بشریت کا ظہور ہوگا اور ضعف ظاہر ہوگا۔

۲ یعنی روٹیاں بہت ہی تھوڑی تھیں جو ایک بچہ یعنی حضرت انس کی بغل میں آگئیں ایک دوپٹہ کے کونہ میں لپٹ گئیں جس کا دوسرا حصہ میری بغل سے لپیٹ دیا گیا۔اقراص جمع ہے قرص کی بمعنی ٹکیاں (گلی) چھوٹی روٹی یہ جو کی تھیں۔

۳ یہاں مسجد سے مراد مسجد نبوی شریف نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ غزوہ خندق کا ہے جب کہ حضور انور خندق کھودنے کھدوانے میں خندق میں تشریف فرما تھے بلکہ مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو اس دن نماز کے لیے وہاں میدان میں مقرر فرمالی گئی جہاں اب خمسہ مساجد بنی ہوئی ہیں۔حضور انور کے ساتھ اس وقت اسی ۸۰ آدمی تھے۔(اشعہ،مرقات)

۴؎ حضرت انس نے یہ مجمع دیکھ کر روٹیاں پیش کرنے کی ہمت نہ کی کہ پونجی تھوڑی مقام شاندار عشاق کی بھیڑ بہت زیادہ تھی مگر وہاں کون چیز مخفی تھی جسے عرش و فرش کی خبر ہے اسے حضرت انس کی بغل کی روٹیوں کی خبر کیوں نہ ہو سب کچھ بتادیا کہ تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے روٹیاں دے کر بھیجا ہے۔

۵؎ یعنی حضور انور نے وہاں روٹیاں قبول نہ فرمائیں بلکہ کھانے کے ساتھ خود ان کے گھر پر کرم فرمائی کی۔اب حضرت انس خادمانہ شان سے آگے آگے تھے اور تمام مہمان پیچھے۔

۶؎ حضرت طلحہ نے یہ شکایت یا ناراضی کے طور پر نہیں کہا بلکہ بطور فکر کہا کہ اب کیا کریں ہمارے ہاں کھانا قریبًا ہے ہی نہیں اور مہمان زیادہ آگئے۔

۷؎ یعنی اے ابو طلحہ تم فکر کیوں کرتے ہو جو سرکار مختار ہماری حالت سے خبردار اتنے مہمان لائے ہیں وہ ہی انہیں کھلائیں گے۔شعر

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر	کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
بے یار و مددگار جسے کوئی نہ پوچھے	ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

۸؎ یعنی باقی تمام صحابہ پیچھے رہ گئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابو طلحہ کے گھر میں تشریف لائے۔معلوم ہوا کہ میزبان کو چاہیے کہ معظم مہمان کا استقبال کرے۔

۹؎ یعنی تم نے جو وہاں بھیجا تھا اب یہاں لاؤ ہمارا منشا یہ تھا کہ گھر تمہارا ہو لنگر ہمارا نیز ہم چاہتے تھے کہ تم بھی اسی کھانے سے کھاؤ اگر ہم وہاں ہی کھالیتے کھلادیتے تو یہ فائدے حاصل نہ ہوتے۔

۱۰؎ یعنی ان روٹیوں کا ملیدہ بنا دیا گیا جناب ام سلیم نے اس پر کچھ گھی ڈال کر اسے مزے دار بنادیا۔معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شکر نہیں ڈالی گئی کہ وہ تھی ہی نہیں پھیکا ملیدہ بنایا گیا گھی بجائے سالن کے ہوگیا جس سے روٹی کا ملیدہ کھانا آسان ہوگیا۔

۱۱؎ یہ پتہ نہ چلا کہ حضور انور نے اس پر کیا پڑھا۔بہرحال دعائے برکت کی کچھ اسماء الٰہیہ پڑھے اس سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا قرآن مجید وغیرہ سنت ہے ہم فاتحہ میں یہ ہی کرتے ہیں کہ کھانا سامنے رکھ کر آیات قرآنیہ دعائیں درود شریف وغیرہ پڑھتے ہیں ایصال ثواب کرتے ہیں یہ ممنوع یا شرک نہیں۔

۱۲؎ حضور انور نے سب کو یک دم کھانے پر نہ بلایا یا اس لیے کہ گھر میں سب کی جگہ نہ تھی دس آدمی ہی کی گنجائش تھی یا اس لیے کہ کھانے کا برتن چھوٹا تھا سب کے ہاتھ اس میں نہ پہنچتے یا اس لیے کہ اگر سب حضرات کو یک دم بٹھادیا جاتا تو وہ کھانا کم دیکھ کر خود بھی کم کھاتے تاکہ سب کو مل جاوے یا اس لیے تاکہ دیر تک یہ میلا لگا رہے اور لنگر جاری رہے۔(از مرقات)

۱۳؎ ان حضرات کی تعداد میں روایات مختلف ہیں چالیس۴۰ تھے ستر۷۰ تھے اسی۸۰ تھے،اسی۸۰ سے بھی زیادہ تھے ان سب کو جمع اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اولًا چالیس آدمی تھے پھر زیادہ ہوتے رہے حتی کہ ستر اسی یا اس سے بھی زیادہ نے کھانا کھایا۔(مرقات)

۱۴؎ کھانے کے آداب یہ بھی ہیں کہ اپنے سامنے سے کھائے اور بسم اللہ سے کھانا شروع کرے الحمدللہ پر ختم کرے یہ اعمال باعث برکت ہیں بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ ہر لقمہ پر بسم اللہ پڑھتے ہیں۔

۱۵؎ سنت یہ ہے کہ صاحبِ خانہ اور صاحبِ طعام سب سے آخر میں کھائے حضرت یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں روزانہ ایک وقت کھانا کھاتے تھے اور تمام آنے والوں کو کھانا کھلا کر تحقیق فرما کر کہ کوئی رہا تو نہیں سب نے کھا لیا پھر خود آپ کھاتے تھے۔

۱۶؎ یہ بقیہ اتنا ہی تھا جتنا اولًا رکھا گیا تھا اس میں کم بالکل نہیں ہوا تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔
۱۷؎ یہ روایت پچھلی روایت کے خلاف نہیں چالیس آدمیوں کے بعد حضور انور نے کھایا اور حضور انور کے کھا چکنے کے بعد اور چالیس آدمیوں نے کھایا کہ لوگ آتے رہے کھاتے رہے۔(اشعۃ اللمعات)
۱۸؎ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے اس کھانے پر دو بار دعا فرمائی پہلے کھانا کھلاتے وقت پھر سب کے کھا چکنے کے بعد اس دعا کا اثر بعد کو رہا اور لوگوں نے بھی اس سے کھایا۔

5909 -[42] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعنهُ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ وَهُوَ بالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثلاثمائةٍ أَو زهاءَ ثلاثمائةٍ.	روایت ہے انہیں سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا آپ زوراء میں تھے۱؎ تو حضور نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں سے پھوٹنے لگا۲؎ قوم نے وضو کرلیا قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے کہا کہ تم کتنے تھے فرمایا تین سو یا تین سو کے قریب ۳؎(مسلم، بخاری)

۱؎ زوراء مدینہ منورہ کا مشہور مقام ہے جہاں آج کل مدینہ کا بازار ہے یعنی سبزی منڈی۔(مرقات واشعہ)
۲؎ ظاہر یہ ہے کہ پانی خود انگلیوں کے درمیان یعنی گاہیوں میں سے ایسے پھوٹا جیسے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہوتا ہے۔حضور کا یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے افضل اور عجیب تر ہے کہ پتھر سے پانی کے چشمے پھوٹے،بعض نے جو کہا ہے کہ اس سے مراد پانی میں برکت ہوگئی غلط ہے حدیث کی منشاء کے خلاف ہے۔
۳؎ غالب یہ ہے کہ پانی کی قلّت ہوگئی ہوگی اور وضو کرنے والے زیادہ ہوں گے عرب میں کبھی بستیوں میں بھی پانی کم ہوجاتا ہے۔ہمارے ہاں گجرات میں ایک بار پانی کی بہت ہی کمی ہوگئی تھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ شہر میں پانی کی کمی کیسی وہاں تو پانی ہوتا ہی ہے۔

5910 -[43] وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْآيَاتِ بَرَكَةً وَأَنْتُمْ تَعُدُّونَهَا تَخْوِيفًا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ: «اطْلُبُوا فَضْلَةً مِنْ مَاءٍ» فَجَاءُوا بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَلِيلٌ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ قَالَ: «حَيَّ على الطَّهور الْمُبَارك وَالْبركَة من الله» فَلَقَد رَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَد كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم انہیں ڈر کی چیز سمجھتے ہو۱؎ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو پانی کم ہوگیافرمایا کچھ بچا ہوا پانی تلاش کرو۲؎ لوگ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا حضور نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا پھر فرمایا آؤ برکت والے پاک پانی اور اللہ کی برکت پر ۳؎ میں نے پانی کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا ہے اور یقینًا ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے حالانکہ وہ کھایا جاتا تھا۴؎(بخاری)

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ آیات سے مراد حضور انور کے معجزات ہیں اس ہی لیے یہ حدیث باب المعجزات میں لائی گئ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد آیات قرآنیہ ہیں آپ کا اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے"وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا"اور رب کے اس فرمان کی طرف بھی اشارہ ہے"وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ"۔مقصد یہ ہے کہ تم ان قرآنی آیات سے یہ مت سمجھ لینا کہ معجزات ڈرانے یا قوموں پر عذاب کے لیے ہی آتے ہیں جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی وغیرہ بلکہ مؤمنین کے لیے رحمت ہوتے ہیں اور سرکش معاندین کے لیے عذاب،جو معجزہ مانگیں اور دکھائے جانے پر ایمان نہ لائیں ان پر عذاب آجاتا ہے۔

۲؎ یعنی کسی برتن میں کسی کے پاس کچھ بچا کھچا پانی ہو تو لاؤ۔خیال رہے کہ یہاں برکت کا معجزہ دکھانا مقصود تھا اس لیے پانی منگایا ورنہ آپ کو اس پانی کی ضرورت نہ تھی سوکھے برتن میں بھی پانی پیدا ہوسکتا تھا۔

۳؎ یعنی یہ پانی پاک اور پاک گر بھی ہے اور برکت والا بھی ہے کہ تھوڑا پانی سب کو کافی ہوگا اور تمام پانیوں سے افضل و اعلیٰ بھی ہے کہ ہماری انگلیوں سے اس کا چشمہ پھوٹا ہے۔دنیا میں تین پانی بڑے افضل ہیں۔(۱) یہ پانی کیونکہ حضور کی انگلیوں سے جاری ہوا(۲) آب زمزم جو جناب اسمٰعیل کے قدم سے پیدا ہوا،پھر وہ پانی جو حضرت ایوب علیہ السلام کے ایڑی سے پیدا ہوا،رب فرماتا ہے:"اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ"بعض کے نزدیک پھر وہ پانی جو جناب مریم کے لیے جاری کیا گیا"قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا"۔خیال رہے کہ جس پانی کو الله والوں سے نسبت ہوجاوے اس کی عزت و عظمت ہےاور جس کو بتوں سے نسبت ہو وہ منحوس اگرچہ دونوں پانی الله کی مخلوق ہیں آبِ زمزم کی تعظیم ایمان کا رکن ہے اور گنگا کے پانی کی تعظیم کفر ہے کہ علامت کفر ہے۔

۴؎ اس حدیث کی تائید وہ آیت کریمہ کرتی ہے"وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ" بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ایک مٹھی کنکریاں لیں تو ان کنکریوں نے تسبیح پڑھی ہم سب نے سنی حضور انور نے ان حضرات کے کانوں سے حجاب اٹھادیئے جس سے انہوں نے یہ تسبیح سن لی حضور کی نظر حضور کا ہاتھ حضور کی توجہ عالم غیب کا مشاہدہ کرادیتے ہیں حضور خچر پر سوار ہوگئے تو اس کی آنکھوں نے قبر کا عذاب دیکھ لیا مردے کی چیخ و پکار سن لی۔

[44]- 5911	
وَعَن أَبي قتادةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكُمْ تَسيرُونَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَأْتُونَ الْمَاءَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ غَدًا فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَا يَلْوِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ فَبَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ فَمَالَ عَنِ الطَّرِيقِ فَوَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوا عَلَيْنَا صَلَاتَنَا فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ	روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو فرمایا کہ تم اپنی رات بھر اور کل تک چلتے رہو گے اور ان شاءالله کل پانی پر پہنچو گے ۱؎ تو لوگ چلے اس طرح کہ کوئی کسی پر توجہ نہیں کرتا تھا ۲؎ ابو قتادہ فرماتے ہیں جب کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم چل رہے تھے حتی کہ رات آدھی ہوگئی ۳؎ تو آپ راستہ سے ہٹ گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک رکھا پھر فرمایا کہ ہم پر ہماری نماز کی حفاظت کرنا ۴؎ تو پہلے جو صاحب جاگے وہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم تھے جب کہ دھوپ آپ کی پشت شریف میں تھی ۵؎

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِي ظَهْرِهِ ثُمَّ قَالَ ارْكَبُوا فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيضَأَةٍ كَانَتْ معي فِيهَا شيءٌ من مَاء قَالَ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا وُضُوءًا دُونَ وُضُوءٍ قَالَ وَبَقِيَ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ ثُمَّ قَالَ احْفَظْ عَلَيْنَا مِيضَأَتَكَ فَسَيَكُونُ لَهَا نَبَأٌ ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ وَرَكِبَ وَرَكِبْنَا مَعَهُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى النَّاسِ حِينَ امْتَدَّ النَّهَارُ وَحَمِيَ كُلُّ شَيْءٍ وَهُمْ يَقُولُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْنَا وَعَطِشْنَا فَقَالَ لَا هُلْكَ عَلَيْكُمْ وَدَعَا بِالْمِيضَأَةِ فَجَعَلَ يَصُبُّ وَأَبُو قَتَادَةَ يَسْقِيهِمْ فَلَمْ يَعْدُ أَنْ رَأَى النَّاسُ مَاءً فِي الْمِيضَأَةِ تَكَابُّوا عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسِنُوا الْمَلَأَ كُلُّكُمْ سَيُرْوَى قَالَ فَفَعَلُوا فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَأَسْقِيهِمْ حَتَّى مَا بَقِيَ غَيْرِي وَغَيْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ فَقَالَ لِيَ اشْرَبْ فَقُلْتُ لَا أَشْرَبُ حَتَّى تَشْرَبَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إن ساقي الْقَوْم آخرهم شربا قَالَ فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ قَالَ فَأَتَى النَّاسُ الْمَاءَ جَامِّينَ رِوَاءً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هَكَذَا فِي صَحِيحِهِ وَكَذَا فِي كتاب الْحميدِي وجامع الْأُصُولِ وَزَادَ فِي الْمَصَابِيحِ بَعْدَ قَوْلِهِ آخِرُهُمْ لَفْظَة شربا

پھر فرمایا سوار ہو چنانچہ ہم سوار ہوئے پھر چلے حتی کہ جب سورج چڑھ گیا تو حضور اترے پھر وضو کا برتن منگایا جو میرے ساتھ تھا جس میں کچھ پانی تھا تو اس سے وضو کیا ۷ہلکا وضو کیا عام وضوؤں سے کم فرمایا کہ کچھ پانی باقی رہ گیافرمایااس برتن کو ہمارے لیے سنبھال کر رکھنا کہ اس سے ایک قابل حکایت معجزہ ہوگا۸ پھر جناب بلال نے نماز کی اذان کہی ۹ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں پھر فجر کے فرض پڑھے۱۰ اور سوار ہوگئے ہم حضور کے ساتھ سوار ہوئے تو ہم لوگوں تک اس وقت پہنچے جب دن چڑھ گیا ۱۱اور ہر چیز گرم ہوگئی لوگ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ ہم ہلاک ہوگئے ہم پیاسے ہو گئے ۱۲تو فرمایا تم پر ہلاکت نہ آئے گی اور وضو کا برتن منگایا تو آپ انڈیلنے لگے اور ابوقتادہ لوگوں کو پلانے لگے دیر نہ ہوئی تھی کہ لوگوں نے برتن میں پانی دیکھ لیا لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۱۳ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخلاق اچھے رکھو تم سب سیر ہوجاؤگے ۱۴راوی نے فرمایا کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا ۱۵پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انڈیلنے لگے اور میں پلانے لگا حتی کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی باقی نہ رہا ۱۶پھر انڈیلا مجھ سے فرمایا پیؤ میں نے عرض کیا میں نہیں پیوں گا حتی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پی لیں تو فرمایا قوم کو پلانے والا آخر میں ہوتا ہے ۱۷فرمایا تو میں نے پیا اور حضور نے پیا،فرمایا راوی نے کہ لوگ پانی پر پہنچے خوب سیر کر راحت یافتہ ۱۸(مسلم)ان کی صحیح میں یوں ہی ہے اور ایسے ہی ہے کتاب حمیدی اور جامع الاصول میں اور مصابیح میں آخرھم کے بعد لفظ شربا زیادہ فرمایا ۱۹

۱صحابہ کرام کسی سفر میں تھے کہ پانی کی کمی ہوگئی تب یہ فرمایا۔پانی سے مراد ہے حضور انور کے معجزہ سے پیدا ہونے والا پانی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی تم کو پانی ہم کل اپنی انگلیوں سے نکال کر دکھائیں گے،پلائیں گے،انتظار کرو جو چیز انتظار کے بعد ملتی ہے اس کی قدر ہوتی ہے۔

۲؎ کیونکہ گرمی سخت تھی،پانی کی کمی تھی،سفر دراز تھا اور منزل پر پہنچ کر پانی ملنے کی امید تھی کہ وعدہ اس کا کیا گیا تھا اس لیے کوئی کسی کی طرف دھیان نہ کرتا تھا۔راستہ طے کرنے کی ہر ایک کو فکر تھی۔

۳؎ ابھار بنا ہے بھرۃ سے بمعنی حصہ،ابھار کے معنی ہیں ایک حصہ گزر گیا یعنی زیادہ گزر گیا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا گویا رات کا آخری حصہ آگیا۔

۴؎ یعنی نیند کا غلبہ ہے ہم لوگ سوتے ہیں تم میں سے بعض حضرات نماز فجر کا خیال رکھیں پو پھٹ جانے پر ہم کو بیدار کردیں۔

۵؎ یعنی سب لوگ سوتے رہ گئے حتی کہ دن چڑھ گیا تب سب سے پہلے حضور انور کی آنکھ کھلی۔خیال رہے کہ حضور انور کا سوتا رہ جانا غفلت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس رات رب نے اپنے محبوب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا جس سے آپ کی توجہ اس دنیا کی طرف نہیں رہی اور نماز قضا ہوگئی تاکہ لوگوں کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ آجائے اس قضا میں بھی تبلیغ تھی،اس قضا پر ہزاروں ادائیں قربان لہذا یہ حدیث اس فرمان کے خلاف نہیں کہ ہماری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے۔

۶؎ اس جگہ سے آگے چلنا چند وجہوں سے تھا: ایک یہ کہ ابھی وقت مکروہ تھا اور سفر ضروری تھا خیال فرمایا کہ وقت کراہت بھی نکل جاوے اور کچھ سفر بھی طے ہوجاوے،دوسرے یہ کہ آئندہ معجزہ اس جگہ پہنچ کر دکھانا تھا اس معجزہ کے لیے وہ جگہ ایسی موزوں تھی جیسے شق القمر دکھانے کے لیے صفا پہاڑ۔تیسرے یہ کہ یہاں نماز قضاء ہوئی تھی اس جگہ سے جلد ہٹ جائیں دوسری جگہ جا کر پڑھیں۔(از مرقات)مگر پہلی دو وجہیں قوی ہیں۔

۷؎ بیضاۃ دراصل موضاۃ تھا بمعنی وضو کا آلہ وضوء سے بدلا گیا۔خیال رہے کہ حضور کی نیند وضو نہیں توڑتی یہاں وضو کسی دوسری وجہ سے ٹوٹا ہوگا یا وضو پر وضو کیا ثواب کے لیے نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔

۸؎ یعنی اس برتن پر ہمارا ایک ایسا معجزہ ظاہر ہوگا جس کے قصے تا قیامت رہیں گے۔نباء کہتے ہیں شاندار خبر کو اس سے ہے نبی یعنی شاندار خبر والے خبر رکھنے والے یا خبر دینے والے یا خبر لینے والے۔

۹؎ اس سے دو مسئلے فقہی معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ادا نماز کی طرح قضا نماز کے لیے بھی اذان کہی جاوے گی۔دوسرے یہ کہ اگرچہ سارے ساتھی نمازی نماز کی جگہ جمع ہوں پھر بھی اذان کہی جاوے گی بلکہ اگر کوئی شخص جنگل میں اکیلے نماز پڑھے تب بھی اذان کہہ لے کہ اس کے ساتھ فرشتے نماز پڑھیں گے اور جہاں تک اذان کی آواز پہنچے گی وہاں تک کا ہر ذرہ ہر قطرہ اس کے ایمان کا گواہ بن جاوے گا۔

۱۰؎ اس عمل شریف سے فقہی مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر فجر کے فرض اور سنتیں دونوں قضا ہوگئی ہوں اور زوال سے پہلے قضا کرنا ہوں تو سنتوں کی بھی قضا کرے لیکن اگر فرض ادا کرلیے سنتیں رہ گئیں تو بھی سنتوں کی قضا نہیں اور اگر دونوں رہ گئے تھے بعد زوال قضا پڑھیں تو بھی سنتوں کی قضا نہیں۔(کتب فقہ)

۱۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چند صحابہ کرام حضور انور کے ساتھ تھے جو نماز فجر کی قضا میں حضور کے ساتھ رہے اور عام صحابہ آگے بڑھ گئے تھے،ریگستان کے سفر میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ لوگ یہ سفر جلدی طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں آگے جا کر وہ حضرات ٹھہر گئے اور حضور انور مع ان ساتھیوں کے ان سے جا ملے۔

۱۲؎ معلوم ہوا کہ اپنی بھوک پیاس فقر و فاقہ کی شکایت حضور سے کرسکتے ہیں یہ شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔بارش نہ ہونے، بارش زیادہ ہوجانے قحط سالی کی شکایت حضور انور سے صحابہ کرام نے کی ہیں کیوں نہ کریں بچے اپنی تکالیف ماں یا باپ سے کہتے ہیں۔امت اپنی تکلیف حضور سے نہ کہے تو کس سے کہے حضور ہم سب کے پناہ گاہ ہیں یہ پناہ تاقیامت ہے۔

۱۳؎ آپ خود اندازہ لگاسکتے ہیں کہ بہت تیز گرمی،پتتے ہوئے ریت،سخت پیاس کی حالت میں اچانک پانی نظر آجاوے تو پیاسوں کی بے قراری کا کیا حال ہوگا اس کا اندازہ وہ ہی کرسکتا ہے جو کبھی ان حالات سے دو چار ہوا ہو،سب حضرات جھوم کر پانی پر ٹوٹ پڑے۔

۱۴؎ یعنی آپس میں دھکم پیل نہ کرو پانی کم نہیں ہےسب کو بہت پانی عطا ہوگا پانی کافی ہے۔

۱۵؎ یعنی یہ حکم پاتے ہی ان حضرات کی بے چینی جاتی رہی،اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت اچھے اخلاق سے برتاوا کرے۔آج کل ایسے اژدہام پر قطار لگواتے ہیں یہ بہت اچھا ہے اور اس کا ماخذ یہ فرمان عالی ہوسکتا ہے۔

۱۶؎ یعنی سب لوگ پی چکے وضو کرچکے صرف ہم دو صاحبوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔

۱۷؎ یعنی قانون یہ ہے کہ پلانے والا پیچھے پیئے،کھلانے والا پیچھے کھائے ہم ہیں پلانے والے اس لیے ہم تمہارے بھی بعد پئیں گے۔خیال رہے کہ رب تعالٰی کی طرف سے قاسم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تاقیامت ہیں اور حضور انور کی طرف سے قاسم حضرت ابوقتادہ تھے حقیقتًا پلانے والے حضور انور تھے ظاہری ساقی ابوقتادہ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ساقی تو حضرت ابوقتادہ تھے۔

۱۸؎ اس واقعہ کے بعد ہم پانی کے کنوئیں پر پہنچے تو اس طرح پہنچے کہ پانی سے خوب سیر تھے کیونکہ حضور کے چشمہ فیض سے پانی پی چکے تھے۔

۱۹؎ یعنی مصابیح کی روایت میں ہے **ساقی القوم اخرھم شربا** ان کتب میں لفظ شربا نہ تھا۔

[45]- 5912

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ غزوةِ تَبُوك أصابَ النَّاس مجاعةٌ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللَّهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ: نعم قَالَ فَدَعَا بنطَعٍ فَبُسطَ ثُمَّ دَعَا بِفضْلِ أَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ شَيْءٌ يَسِيرٌ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوا فِي أوعيتكم فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكُوا فِي الْعَسْكَرِ وعَاء إلا ملؤوه قَالَ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبعُوا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا کہ جب غزوہ تبوک کا دن ہوا تو لوگوں کو بھوک نے گھیر لیا۱؎ جناب عمر نے عرض کیا یارسول اللہ ان لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشے منگائیے پھر ان کے لیے اللہ سے اس کھانے پر برکت کی دعا کیجئے فرمایا ہاں ۲؎ چنانچہ دستر خوان منگایا اسے بچھایا پھر ان کے بچے ہوئے توشے منگائے تو کوئی شخص ایک مٹھی جوار لانے لگا اور کوئی ایک مٹھی چھوہارے اور کوئی دوسرا روٹی کا ٹکڑا ۳؎ حتی کہ دستر خوان پر تھوڑی سی چیز جمع ہوگئی ۴؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے برکت کی دعا کی پھر فرمایا کہ اسے اپنے برتنوں میں لے لو ۵؎ چنانچہ لوگوں نے اپنے برتنوں میں لے لیا حتی کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا مگر اسے بھر لیا پھر کھایا حتی کہ سیر ہوگئے اور باقی بچ رہا ۶؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

وَسَلَّمَ: «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فيحجبَ عَنِ الْجنَّة» . رَوَاهُ مُسلم	اور میں اللہ کا رسول ہوں ۷؎ کوئی بندہ اس گواہی کو لے کر اللہ سے نہ ملے گا جب کہ شک نہ کرے پھر وہ جنت سے حجاب میں بھی رہے ۸؎ (مسلم)

۱؎ تبوک ایک مشہور بستی ہے حجاز اور شام کے درمیان خیبر سے پانچ سو میل جانب عمان ہے اور خیبر مدینہ منورہ سے ایک سو چالیس میل ہے تبوک کو بعض نحویوں نے منصرف مانا ہے مگر قوی یہ ہے کہ یہ غیر منصرف ہے کہ وزن فعل ہے اور علم، بعض نے کہا کہ تانیث ہے اور علم مگر قوی یہ ہے کہ مونث نہیں کہ ایک جگہ کا نام ہے جگہ مذکر ہے۔یہ غزوہ ۹ھ ہجری ماہ رجب میں ہوا یہ حضور انور کا آخری غزوہ ہے اونٹ کی سواری سے مدینہ منورہ سے ایک ماہ کا راستہ ہے،اب تو ہوائی جہاز مدینہ منورہ سے عمان ڈھائی گھنٹہ میں پہنچ جاتے ہیں۔اسی غزوہ کا ذکر سورۂ توبہ شریف میں ہے یہ غزوہ سخت گرمی میں واقع ہوا تھا لوگوں پر بہت سختی تھی۔

۲؎ اولًا لوگوں نے حضور انور سے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی اجازت دے دی گئی لوگ اونٹ ذبح کرکے کھانے لگے کئی اونٹ ذبح ہوگئے تب جناب فاروق اعظم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس طرح ہماری ساری سواریاں ختم ہوجائیں گی پھر جہاد اور سفر کیسے ہوگا۔حضور ذبح روک دیں اور یہ کرم فرمادیں آپ کی زبان پاک میں سب کچھ ہے۔شعر

تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے پڑے ہوئے تو سرِرہگزار ہم بھی ہیں

۳؎ غور کرو کہ شاہی فوج کا راشن یہ تھا اس بے سرو سامانی میں کیسے کام انجام دیئے دنیا اس سے دست بدنداں ہے آج کل فوجوں کے راشن اور ان کے آرام و عیش بھی دیکھو۔

۴؎ یہ سب کچھ مل کر اتنا بھی نہ تھا کہ ایک دن کا کھانا بھی ہوجائے۔

۵؎ یعنی ان موجودہ چیزوں میں سے جو بھی چاہو جتنی چاہو لے لو اپنے برتن ہر چیز سے بھر لو اس طرح کہ جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ رہا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

۷؎ اس گواہی سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالٰی کی توحید کے بھی گواہ ہیں اور اپنی نبوت کے بھی گواہ جیسے رب تعالٰی خود اپنی وحدانیت کا گواہ ہے فرماتا ہے: "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ "اور حضور انور کی یہ گواہی ہم سے گواہی دلوانے ہم کو گواہ بنانے کے لیے ہے۔دوسرے یہ کہ معجزات اور آیات دیکھ کر بندہ کا یقین اور زیادہ ہوجانا چاہیے اور زیادتی یقین پر گواہی دینا سنت ہے گویا اب دیکھ کر نبوت و وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے پہلے سن کر گواہی دی تھی اب دیکھ کر گواہی دی۔

۸؎ یعنی یہ ناممکن ہے کہ بندہ کا توحید و رسالت پر خاتمہ ہو اور پھر وہ جنت میں کبھی نہ جائے وہ جنت میں ضرور جائے گا خواہ اولًا ہی وہاں پہنچے یا کچھ سزا پا کر پاک و صاف ہو کر مگر شرط یہ ہے کہ اس گواہی میں تردد نہ کرے دل کے یقین سے گواہی دے لہذا اس بشارت سے منافقین خارج ہیں۔خیال رہے کہ ان جیسی احادیث میں کلمہ سے مراد سارے ایمانی عقائد ہوتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں **الحمد** پڑھنا واجب ہے **الحمد** سے مراد ہے پوری سورۂ فاتحہ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مرزائی چکڑالوی

سب ہی کلمہ پڑھتے ہیں کیا سب جنتی ہیں حضور فرماتے ہیں کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے سارے دوزخی ہوں گے سواء ایک کے۔

5913 -[46] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن أَنَس: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ فَعَمَدَتْ أُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى تَمْرٍ وَسَمْنٍ وَأَقِطٍ فَصَنَعَتْ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِي تَوْرٍ فَقَالَتْ يَا أَنَسُ اذْهَبْ بِهَذَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ بَعَثَتْ بِهَذَا إِلَيْكَ أُمِّي وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُولُ إِنَّ هَذَا لَكَ مِنَّا قَلِيلٌ يَا رَسُولَ الله قَالَ فَذَهَبْتُ فَقُلْتُ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا رِجَالًا سَمَّاهُمْ وَادْعُ مَنْ لَقِيتَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمَّى وَمَنْ لَقِيتُ فَرَجَعْتُ فَإِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِأَهْلِهِ قِيلَ لأنس عدد كم كَانُوا؟ قَالَ زهاء ثَلَاث مائَة. فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِمَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُو عَشَرَةً عَشَرَةً يَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَقُول لَهُم: «اذْكروا اسْم الله وليأكل كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ» قَالَ: فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا. فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتَّى أَكَلُوا كُلُّهُمْ قَالَ لِي يَا أَنَسُ ارْفَعْ. فَرَفَعْتُ فَمَا أَدْرِي حِينَ وَضَعْتُ كَانَ أَكْثَرَ أَمْ حِين رفعت.	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم جناب زینب کے نکاح میں نوشاہ تھے ۱؎ میری ماں ام سلیم نے کچھ چھوارے گھی اور پنیر کا ارادہ کیا اس سے حلوہ بنایا اسے ایک پیالہ میں ڈالا ۲؎ بولیں اے انس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں لے جاؤ عرض کرو کہ میری ماں نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ یہ آپ کے لیے ہماری طرف سے تھوڑا سا ہدیہ ہے ۳؎ اے اللہ کے رسول چنانچہ میں گیا اور میں نے یہ کہا فرمایا اسے رکھ دو ۴؎ پھر فرمایا جاؤ ہمارے پاس فلاں فلاں کو اور فلاں کو بلا لاؤ جن کا حضور نے نام لیا اور جس سے تم ملو ہمارے پاس بلا لاؤ ۵؎ میں انہیں بھی بلا لایا جس کا نام لیا تھا اور اسے بھی جس سے میں ملا پھر میں لوٹا تو گھر حاضرین سے بھرا ہوا تھا ۶؎ جناب انس سے کہا گیا کہ کتنے شمار کے لوگ تھے فرمایا قریبًا تین سو ۷؎ پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس حلوہ پر ہاتھ رکھا اور جو اللہ نے چاہا وہ پڑھا ۸؎ پھر حضور دس دس کو بلانے لگے وہ اس سے کھانے لگے حضور ان سے فرماتے تھے کہ اللہ کا نام لو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے ۹؎ فرمایا کہ لوگوں نے کھایا حتی کہ سیر ہوگئے ایک ٹولہ نکلتا تھا دوسرا ٹولہ آتا تھا حتی کہ سب نے کھالیا پھر مجھ سے حضور نے فرمایا اے انس اٹھالو میں نے اٹھالیا جب اٹھایا تو مجھے پتہ نہیں کہ جب رکھا گیا تھا جب زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا ۱۰؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی حضور انور نے جناب ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا سے نیا نکاح کیا تھا۔عروس دولہا دولہن دونوں پر بولا جاتا ہے بمعنی نوشاہ یعنی نیا دولہا یا نئی دولہن اس لیے منکر نکیر قبر میں کامیاب ہونے والے مردہ سے کہتے ہیں **نم کنومة العروس** خواہ مرد ہو یا عورت۔

۲؎ مشکوۃ شریف کے عام نسخوں میں تور ہے ت کے ساتھ بعض نسخوں میں یور ہے ی سے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی بڑا پیالہ جس میں پانی بھی پیا جاوے سالن بھی کھایا جاوے۔

۳؎یعنی یہ ہدیہ حضور انور کے لائق تو نہیں ہے تھوڑا سا ہے مگر حضور انور کرم کریمانہ سے قبول فرمالیں یہ نہ دیکھیں کہ کتنا ہے اور کیا ہے یہ نظر فرمائیں کہ کس دل سے بھیجا ہے۔

۴؎طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ حقیر ہدیہ کو بھی رد نہ فرماتے تھے ایسی خوشی سے قبول فرماتے تھے کہ لانے والے کا دل خوش ہوجاتا تھا بہت ہی رغبت کا اظہار فرماتے تھے یہ اخلاق کریمانہ قیامت تک ہیں امت دن رات ایصال ثواب کرتی رہے گی وہاں سے قبولیت بلکہ اس کا بہترین بدلہ ملتا رہے گا بعض لوگ اپنی ساری عبادات حضور انور کی طرف سے اداکرتے ہیں نماز،روزہ،حج، وغیرہ ان شاءاللہ ان کے ہدیے رد نہ ہوں گے قبول ہوں گے اور نہ معلوم ادھر سے کیا ملے گا،ایک صحابی نے ککڑی پیش کی تھی اسے لپ بھر سونا عطا ہوا تھا۔خدا کرے ہم کو رحمت کی نظر سے ایک بار دیکھ لیں توہماری ساری محنت ٹھکانے لگ جاوے یہ فریاد سن لیں۔شعر

سایہ رحمٰن سن لو والی قرآن سن لو　　　　صدقہ تم پر جان سن لو،اے مرے سلطان سن لو

اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کی بارگاہ میں سلام کہلوانا سنت صحابہ ہے آج بھی زائرین کی معرفت مسلمان سلام کہلواتے ہیں۔

۵؎حضور نے کرم کریمانہ سے اس تھوڑے سے کھانے کو گویا اپنا ولیمہ بنالیا اس لیے لوگوں کو جمع فرمایا اور خود جناب انس کو بھی بلانے بھیجا جب ان سے یہ فرمایا کہ جسے دیکھو اسے دعوت دے دو بچے تو اس چیز کے شوقین ہوتے ہیں انہوں نے سارے مدینہ منورہ کو دعوت دے دی ہوگی۔

۶؎گھر سے مراد گھر اور مسجد شریف دونوں ہیں ورنہ گھر شریف میں تین سو آدمیوں کی جگہ نہ تھی مہمان مسجد شریف میں ٹھہرائے جاتے تھے۔

۷؎زھاء کے لغوی معنی ہیں مقدار یا اندازہ،محاورہ میں بمعنی قریب استعمال ہوتا ہے یعنی وہ لوگ کم و بیش تین سو آدمی تھے کچھ کم یا زیادہ۔

۸؎یہ خبر نہیں کہ کیا پڑھا دعاء برکت ہی فرمائی ہوگی۔معلوم ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر دعا کرنا قرآن مجید پڑھنا جائز بلکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے فاتحہ میں یہ ہی ہوتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر دعا کرنا قرآن مجید پڑھتے ہیں اور ایصال ثواب کی دعا کرتے ہیں۔حضور انور قربانی کرکے جانور کو سامنے رکھ کر فرماتے تھے کہ مولیٰ یہ میری امت کی طرف سے ہے اسے قبول فرما یہ ہے ایصال ثواب۔

۹؎یہ دونوں کام سنت طعام ہیں یعنی بسم اللہ پڑھنا اور اپنے سامنے سے کھانا بیچ میں سے نہ کھائے نہ دوسرے کے آگے سے اٹھائے۔

۱۰؎یہ تردد ظاہر کے لحاظ سے ہے ورنہ اب کھانا زیادہ ہوچکا تھا کہ حضور کی دعاء برکت اور صحابہ کرام کا کھالینا شامل ہوچکے تھے۔(مرقات)خیال رہے کہ حضور انور نے جناب زینب رضی اللہ عنھا سے نکاح کرکے ولیمہ خود کیا تھا جس میں ایک بکری ذبح کی تھی اس میں ایک ہزار آدمی تھے اس میں بھی برکت ہوئی تھی یہ واقعہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں بکری ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

5914 -[47] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنا على نَاضِحٍ لنا قَدْ أَعْيَا فَلَا يَكَادُ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد کیا میں اونٹ پر تھا۱؎ جو تھک گیا تھا تو وہ چل سکتا نہ تھا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ و

يَسيرُ فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي مَا لبعيرك قلت: قدعيي فَتَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فزجره ودعا لَهُ فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قُدَّامَهَا يسير فَقَالَ لِي كَيفَ ترى بعيرك قَالَ قُلْتُ بخَيْرٍ قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ أَفَتَبِيعُنيهِ بوُقِيَّةٍ. فَبِعْتُهُ عَلَى أَنَّ لِي فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتَّى الْمَدِينَةِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيرِ فَأَعْطَانِي ثمنَهُ وردَّهُ عَليّ.	سلم ملے فرمایا تمہارے اونٹ کو کیا ہوا میں نے کہا کہ تھک گیا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے چلے اونٹ کو ڈانٹا پھر اس کے لیے دعا کی ۲؎ تو وہ دوسرے اونٹ کے آگے چلنے لگا ۳؎ پھر مجھ سے فرمایا اپنے اونٹ کو کیسا دیکھتے ہو میں نے کہا خیریت سے ہے اسے آپ کی برکت پہنچ گئی فرمایا ۴؎ تو کیا تم اسے ایک اوقیہ میں میرے ہاتھ فروخت کروگے ۵؎ تو میں نے اونٹ حضور کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کردیا کہ مجھے مدینہ تک اس کی پشت پر سواری کا حق ہو ۶؎ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے میں صبح کو آپ کے پاس لے گیا مجھے حضور نے اس کی قیمت بھی دی اور اونٹ بھی لوٹا دیا ۷؎(مسلم،بخاری)

۱؎ ناضح بنا **نضح** سے بمعنی پانی چھڑکنا پانی بکھیرنا،اصطلاح میں **ناضح** وہ اونٹ ہے جس سے کھیت کو پانی دیا جاوے اس پر کبھی سواری بھی کرلیتے ہیں یہ اونٹ بھی ایسا ہی تھا۔

۲؎ دعا فرمائی اس اونٹ کو قوت و طاقت ملنے کی اس دعا سے اس اونٹ میں زور آگیا جس کمزور پر نظر فرمادیں اس میں قوت آجاوے۔شعر

مجھ سے بے بس کی طاقت پہ دائم درود | مجھ سے بے کس کی قوت پر لاکھوں سلام

۳؎ **قدامها** بیان ہے **بين يدى** کا ان دونوں کے معنی ایک ہی ہیں،**ابل** سے مراد ہیں سارے اونٹ یعنی اب میرا یہ تھکا ماندہ اونٹ دوسرے اونٹوں سے آگے چلتا تھا۔

۴؎ یعنی اب جو میرے اونٹ میں یہ زور آگیا ہے وہ آپ کی طاقت ہے کہ اب یہ روکے نہیں رکتا۔دیتا اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت۔

۵؎ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور درہم ساڑھے چار آنے کا کل گیارہ روپیہ چار آنہ میں اونٹ کا سودا طے ہوا۔اس زمانہ میں جانوروں کی قیمتیں بہت تھوڑی تھیں۔

۶؎ **فقار** جمع ہے **فقرہ** کی بمعنی جوڑ اسی لیے حضور انور کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا کہ اس میں جوڑ تھے یہاں اس سے مراد ہیں اونٹ کی پیٹھ کی ہڈیاں یعنی میں فروخت تو کررہا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ مدینہ منورہ تک اس پر سواری کروں گا وہاں پہنچ کر حضور کے حوالے کروں گا۔

۷؎ یہ بیع بظاہر بیع بالشرط ہے جوکہ ممنوع ہے مگر درحقیقت یہ بیع تھی ہی نہیں بلکہ وعدہ بیع تھا کیونکہ بیع میں ضروری ہے کہ دو طرفہ ادھار نہ ہو یا قیمت پر یا چیز پر اسی مجلس عقد میں قبضہ ہوجائے۔یہاں نہ حضور انور نے قیمت دی نہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اونٹ دیا لہذا یہ بیع نہ تھی بلکہ بیع کا وعدہ تھا مدینہ منورہ آکر اونٹ دینے قیمت لینے پر بیع ہوئی یا یوں کہو کہ یہ لفظًا بیع تھی حقیقتًا نہ تھی اسی لیے حضور کی طرف سے بطور رعایت پیش کی گئی تھی مگر پہلی توجیہ قوی معلوم ہوتی ہے۔بہرحال یہ

حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کالی بالکالی سے منع فرمایا یا بیع بالشرط سے منع فرمایا نہ احناف کے خلاف ہے۔احناف کہتے ہیں کہ شرط فاسد لگانے سے بیع فاسد ہوجاتی ہے شرط فاسد کی تعریف اور شرط لگانے کی صورتیں کتب فقہ ملاحظہ کرو کہ نفس عقد میں ایسی شرط لگائی جاوے جس میں کسی کا نفع ہو اور نفع والا خود شرط لگائے اور وہ شرط ایسی ہو کہ تجارت اس کا تقاضا نہ کرتی ہو یہ بیع کو فاسد کردیتا ہے۔

5915 -[48] (مُتَّفق عَلَيْهِ)

وَعَن أبي حميد السَّاعِدِيّ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ فَأَتَيْنَا وَادِيَ الْقُرَى عَلَى حَدِيقَةٍ لِامْرَأَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اخْرُصُوهَا» فَخَرَصْنَاهَا وَخَرَصَهَا رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ وَقَالَ: «أَحْصِيهَا حَتَّى نَرْجِعَ إِلَيْكِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ» وَانْطَلَقْنَا حَتَّى قَدِمْنَا تَبُوكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَتَهُبُّ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَلَا يَقُمْ فِيهَا أَحَدٌ مِنْكُم فَمَنْ كَانَ لَهُ بَعِيرٌ فَلْيَشُدَّ عِقَالَهُ» فَهَبَّتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْهُ الرِّيحُ حَتَّى أَلْقَتْهُ بِجَبَلَيْ طَيِّئٍ ثُمَّ أَقْبَلْنَا حَتَّى قَدِمْنَا وَادِيَ الْقُرَى فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةَ عَنْ حَدِيقَتِهَا كَمْ بَلَغَ ثَمَرهَا فَقَالَت عشرَة أوسق.

روایت ہے حضرت ابو حمید ساعدی سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے تو وادی قری میں ایک عورت کے باغ پر پہنچے[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس باغ میں پھلوں کا اندازہ لگاؤ[2] ہم نے لگایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق اندازہ لگایا[3] اور اس عورت سے کہا کہ اس کا وزن خیال رکھنا حتی کہ ہم تجھ تک ان شاءاللہ واپس ہوں[4] ہم چلے گئے حتی کہ تبوک پہنچ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات تم پر سخت ہوا چلے گی تو اس میں کوئی کھڑا نہ ہو جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی رسی مضبوط باندھ دے[5] چنانچہ بہت سخت ہوا چلی ایک شخص کھڑا ہوگیا اسے ہوا نے اٹھالیا حتی کہ اسے طی کے پہاڑوں پر پھینک دیا[6] پھر ہم آئے حتی کہ وادی قریٰ پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس کے باغ کے متعلق پوچھا کہ اس کے پھل کس حد تک پہنچے وہ بولی دس وسق[7] (مسلم،بخاری)

[1] غزوہ تبوک کا ذکر پہلے ہوچکا کہ یہ غزوہ ۹ ہجری میں ہوا،وادی قری مدینہ منورہ سے تین دن کی راہ کے فاصلہ پر واقع ہے شام کو جاتے ہوئے یہ مقام آتا ہے۔

[2] حدیقہ،بستان،حائط،روضہ قریبًا ہم معنی ہیں یعنی باغ۔غالبًا یہ باغ کھجوروں کا تھا اور درخت پھل سے لدے ہوئے تھے پکنے کے قریب تھے۔

[3] یعنی ہم لوگوں نے مختلف اندازے لگائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق کا اندازہ لگایا یعنی اس باغ میں کھجوریں دس وسق ہوں گی وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع قریبًا ساڑھے چار سیر کا درختوں پر پھل کھیت میں پودوں پر دانے کا اندازہ لگانا آسان نہیں اس میں بڑی مہارت درکار ہے۔

[4] یعنی پھل توڑ کر تول لینا وزن یاد رکھنا جب ہم واپس آئیں توہم کو بتانا کہ پھلوں کا کتنا وزن ہوا۔

[5] یعنی آج رات سارا انتظام کرکے سونا رات میں کسی کو اٹھنے کی ضرورت نہ رہے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔

۶؎ طی ایک قبیلہ کا نام ہے جس سے حاتم طائی تھا یہ قبیلہ ملک یمن میں تھا یہ دونوں پہاڑ اس ہی جگہ واقع ہیں ان میں سے ایک کا نام آجاء ہے دوسرے کا نام سلمٰی بعض نے کہا کہ سلمی پہاڑ نجد میں ہے مگر قوی یہ ہے کہ یہ دونوں پہاڑ یمن ہی میں ہیں(مرقات)یہ حضور انور کا معجزہ ہے بلکہ دو معجزے ہیں۔

۷؎ یہ حضور کا تیسرا معجزہ ہے کہ حضور انور کا اندازہ ایسا درست تھا کہ اس میں ایک تولہ کا بھی فرق نہ ہوا یہ محض اندازہ نہ تھا ورنہ کچھ فرق ہوتا بلکہ یہ حضور انور کا علم غیب تھا۔

[49]- 5916 وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ وَهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيرَاطُ فَإِذَا فَتَحْتُمُوهَا فَأَحْسِنُوا إِلَى أَهْلِهَا فَإِنَّ لَهَا ذِمَّةً وَرَحِمًا أَوْ قَالَ: ذِمَّةً وَصِهْرًا فَإِذَا رَأَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا ". قَالَ: فَرَأَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمَن بن شُرَحْبِيل بن حَسَنَة وأخاه يَخْتَصِمَانِ فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجْتُ مِنْهَا. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابوذررضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم مصر فتح کروگے۱؎ وہ وہ جگہ ہے جس میں قیراط کا بہت نام لیا جاتا ہے۲؎ تو جب تم اسے فتح کرو تو اس کے باشندوں سے بھلائی کرنا۳؎ کیونکہ اس کا احترام ہے اور قرابت داری ہے یا فرمایا کہ سسرالی رشتہ ہے۴؎ پھر جب تم دو شخصوں کو اینٹ بھر جگہ میں جھگڑتے دیکھو تو وہاں سے نکل جانا۵؎ راوی نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمن ابن شرحبیل ابن حسنہ اور ان کے بھائی ربیعہ کو دیکھا گیا کہ وہ ایک ایک اینٹ بھر جگہ میں جھگڑ رہے تھے تو میں وہاں سے نکل گیا۶؎(مسلم)

۱؎ مصر سے مراد یہ ہی مشہور شہر مصر ہے جہاں یوسف علیہ السلام نے سلطنت فرمائی۔

۲؎ قیراط بہت چھوٹا سا وزن ہے یعنی دینار کا بیسواں حصہ یعنی وہاں کے تاجرین بہت ہی بے مروت ہیں کسی کی رعایت رتی بھر بھی نہیں کرتے قیراط تک کا حساب کرتے رہتے ہیں اگرچہ وہ چند رتی کا ہو یہ کہتے رہتے ہیں اتنی چھٹانک اتنی رتی۔معلوم ہوا کہ اہل مصر معاملات میں بہت سخت ہیں،یہ بھی معلوم ہوا کہ تاجر کو سخت گیر ہونا نہیں چاہیے معمولی چیزوں میں تولہ رتی کا حساب نہ کرے سونا چاندی اور چیز ہے اس میں رتی کا بھی حساب لگتا ہے۔

۳؎ یعنی اگرچہ مصر والے معاملات میں سخت ہیں ان کے مزاج بھی سخت ہیں طبیعت بھی تیز ہے مگر تم ان کی سختی برداشت کرنا ان سے برتاؤ اچھا کرنا ان کی سختی کا بدلہ نرمی سے کرنا۔

۴؎ یعنی ہم کو مصر والوں سے دو طرح تعلق ہے ایک یہ کہ ماریہ قبطیہ مصر سے آئی تھیں جن کے بطن شریف سے ابراہیم ابن رسول اللہ پیدا ہوئے لہذا وہاں کے لوگوں کو ہماری طرف سے امان ہے ذمہ بمعنی امان،دوسرا تعلق یہ ہے کہ ہماری دادی صاحبہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مصر ہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھیں انہیں کی اولاد سے ہم ہیں وہ ہماری دادی کا وطن ہے لہذا ان لوگوں سے ہماری قرابت داری بھی ہے۔صھر کے معنی ہیں سسرالی رشتہ یعنی ہماری لونڈی ماریہ مصر کی ہیں لہذامصر میں ہمارا سسرالی رشتہ ہے۔اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے نسبی رشتہ کی طرح سسرالی رشتہ کا بھی احترام کرے،ساس سسر کو اپنا ماں باپ سمجھے،ان کی قرابت داروں کو اپنا عزیز جانے بلکہ انکی بستی کا وہاں کے باشندوں کا احترام کرے کہ وہ ساس و سسر کے ہم وطن ہیں۔دوسرے یہ کہ نبی کے رشتہ داروں بلکہ نبی کے ملک

والوں کا بھی ادب کرے لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ حضور کی اولاد کا مکہ والوں کا احترام و ادب کریں ان کی سختی پر تحمل کریں اہل عرب کی سختی پر سختی تحمل کرنے والوں کے لیے شفاعت کا وعدہ ہے وہ لوگ کیسے ہی سہی مگر ہمارے رسول کے اہل وطن ہیں حضور کے پڑوسی ہیں۔ایک بزرگ گولڑوی غلام محی الدین صاحب حج کے بعد جناب حلیمہ سعدیہ کے گاؤں پہنچے وہاں سات دن قیام کیا ہر روز الگ الگ جماعتوں کی دعوت فرماتے رہے حتی کہ ایک دن وہاں کے کتوں کی دعوت کی حلوہ پوری وغیرہ پکوا کر خود انہیں کھلاتے تھے روتے جاتے تھے کہ یہ جناب حلیمہ کے وطن کے کتے ہیں ان سب باتوں کا ماخذ یہ حدیث ہے۔غرض یہ کہ وہاں کے درو دیوار کی عزت کرے افسوس! ان بے دینوں پر جو ازواج پاک یا صحابہ کبار کی برائیاں کرتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے حضور کو ایذا ہوتی ہے۔

۵؎ یہ حکم حضرت ابوذر کو دیا گیا کہ تم یہ واقعہ دیکھو گے کہ دو آدمی ایک اینٹ بھر جگہ میں لڑیں گے جب یہ دیکھو تب مصر میں نہ رہنا کیونکہ یہ ایک بڑے فتنہ کی ابتداء ہوگی جس کا مرکز مصر ہوگا ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد اہل مصر نے حضرت عثمان غنی سے بغاوت کردی انہیں شہید کرنے کے بعد محمد ابن ابوبکر کو جو حضرت علی کی طرف سے وہاں گورنر تھے شہید کردیا پھر ایسے فتنے اٹھے کہ خدا کی پناہ یہ ہے حضور کا علم غیب۔(مرقات)

٦؎ شرحبیل ابن حسنہ صحابی ہیں اور عبدالرحمٰن ربیعہ دونوں ان کے بیٹے ہیں یہ جھگڑا اس وقت ہوا جب کہ حضرت عثمان کا آخری دور خلافت تھا عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح یعنی حضرت عثمان کا رضاعی بھائی حضرت عثمان کی طرف سے مصر کا گورنر تھا اہلِ مصر اس کی گورنری سے ناراض ہوئے حتی کہ واقعہ شہادت عثمان پیش آگیا یہ اینٹ بھر جگہ پر جھگڑا اس فتنہ کی ابتداء کی علامت تھا۔اللہ اکبر! حضور کا علم کس قدر وسیع ہے۔

روایت ہے حضرت حذیفہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میرے ساتھیوں میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں۱؎ جو جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس کی خوشبو پائیں گے حتی کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہوجاوے ۲؎ ان میں سے آٹھ وہ ہیں جنہیں ایک پھوڑا ہی کافی ہوگا آگ کا شعلہ جو ان کے کندھوں میں ظاہر ہوگا حتی کہ ان کے سینوں میں پار ہوجاوے گا ۳؎ (مسلم)ہم سہل ابن سعد کی حدیث کہ میں یہ جھنڈا کل دوں گا جناب علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ذکر کریں گے اور حضرت جابر کی حدیث کہ جو اس گھاٹی پر چڑھ جاوے ان شاءاللہ جامع المناقب باب میں ہم ذکر کریں گے۔	[50]- 5917 وَعَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " فِي أَصْحَابِي وَفِي رِوَايَة قا ل: فِي أُمَّتِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدُونَ رِيحَهَا حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سم الْخياط ثَمَانِيَة مِنْهُم تَكْ (فيهم الدُّبَيْلَةُ: سِرَاجٌ مِنْ نَارٍ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى تَنْجُمَ فِي صُدُورِهِمْ ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيثَ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: «لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا» فِي «بَابِ مَنَاقِبِ عَلِيٍّ» رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَحَدِيثَ جَابِرٍ «مَنْ يَصْعَدُ الثَّنِيَّةَ» فِي «بَابِ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ» إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

۱؎ ان منافقوں کو اصحاب یا امت لغوی معنی سے فرمایا گیا ہے ورنہ منافق نہ صحابی ہے نہ حضور کا امتی (یعنی مسلمان) صحابی وہ ہے جو بحالت ایمان حضور کی زیارت کرے اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہو۔خیال رہے کہ یہ فرمان عالی غزوہ تبوک کے موقعہ پر ہوا جب کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس لوٹ رہے تھے تو ایک شب جسے لیلۃ العقبہ کہتے ہیں حضور انور ایک گھاٹی میں اترے

آپ کے ساتھ عمار ابن یاسر اور حذیفہ ابن یمان تھے چوتھا منافقین نے سازش کی غار میں پہنچ کر حضور انور پر حملہ کردیں اس ارادے سے وہ غار میں پہنچے مگر حذیفہ و عمار کو دیکھ کر بھاگ گئے۔حضور نے جناب حذیفہ سے پوچھا کہ کیا تم ان لوگوں کے نام جانتے ہو عرض کیا کہ نہیں فرمایا ہم جانتے ہیں تم کو ان کے نام بتائیں گے ان سے دو توبہ کرلیں گے اور بارہ دوزخی ہیں یہاں یہ واقعہ مذکور ہے بعد میں حضور انور نے جناب حذیفہ کو ان کے نام بتائے تابعین میں اکثر لوگ حضرت حذیفہ سے ان بارہ کے نام پوچھا کرتے تھے۔(مرقات)

۲؎ یعنی ان میں سے آٹھ منافق کفر پر مریں گے جنت میں ہرگز نہ جاسکیں گے۔اس فرمان کا ماخذ قرآن مجید کی یہ آیت ہے"**وَلَا يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الۡجَمَلُ فِىۡ سَمِّ الۡخِيَاطِ**"یہ ہے حضور انور کا علم غیب کہ لوگوں کی موت اس کی کیفیت سعادت شقاوت سے خبردار ہیں حالانکہ یہ چیزیں علوم خمسہ سے ہیں۔

۳؎ **دبیلہ** تصغیر ہے **دبلة** کی،**دبلہ** اندرون جسم میں ایک پھوڑا ہوتا ہے جو اندر ہی پھوٹ جاتا ہے آدمی مرجاتا ہے اسے فارسی میں عرسلک کہتے ہیں غالبًا یہ کینسر پھوڑا ہے۔جسے سرطان بھی کہا جاتا ہے،بعض شارحین نے کہ فرمایا کہ یہ طاعون کی گلٹی ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔اس پھوڑے میں اس غضب کی سوزش اور بدبو ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ اسی لیے حضرت حذیفہ نے دبیلہ کی تفسیر **سراج من نار** سے کی یعنی اس پھوڑے سے بیمار کو ایسی سوزش وجلن ہوتی ہے جیسے اس کے جسم میں آگ کا شعلہ بھڑکا ہوا ہے۔خلاصہ فرمان یہ ہے کہ ان آٹھ منافقوں کو دنیا میں یہ عذاب ہوگا کہ ان کی موت ایسی مصیبت اور ذلت و خواری سے ہوگی،اخروی عذاب یہ ہے کہ وہ کفر پر مریں گے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے،دیکھو حضور انور کا علم کہ حضور کو ہر شخص کی دنیا و دین دونوں کی خبر ہے نبی کے معنی ہیں خبردار۔

۴؎ یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں یہاں تھیں ہم نے وہاں بیان کیں کہ وہاں کے مناسب ہیں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[51]- 5918 عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: خَرَجَ أَبُو طَالِبٍ إِلَى الشَّام وَخرج مَعَه النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْيَاخٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَمَّا أَشْرَفُوا عَلَى الرَّاهِبِ هَبَطُوا فَحَلُّوا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ الرَّاهِبُ وَكَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ يَمُرُّونَ بِهِ فَلَا يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ قَالَ فَهُمْ يَحُلُّونَ رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتَّى جَاءَ فَأَخَذَ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ هَذَا رسولُ ربِّ الْعَالِمِينَ يَبْعَثُهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِلْعَالِمِينَ	روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ ابو طالب شام کی طرف گئے ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے سرداروں کی جماعت میں تشریف لے گئے۱؎ جب وہ اس راہب پر پہنچے تو اترے اپنی سواریاں کھولیں ۲؎ ان کے پاس وہ راہب آیا حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ اس پر گزرتے تھے وہ ان کے پاس نہ آتا تھا ۳؎ فرمایا کہ لوگ اپنے سامان کھول رہے تھے راہب ان لوگوں کے درمیان گھسنے لگا ۴؎ حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا بولا یہ تمام نبیوں کے سردار ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں اللہ انہیں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۵؎ تو سرداران قریش نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے علم

فَقَالَ لَهُ أَشْيَاخٌ مِنْ قُرَيْشٍ مَا عِلْمُكَ فَقَالَ إِنَّكُمْ حِينَ أَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ إِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَلَا يَسْجُدَانِ إِلَّا لِنَبِيٍّ وَإِنِّي أَعْرِفُهُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ أَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوفِ كَتِفِهِ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا أَتَاهُمْ بِهِ وَكَانَ هُوَ فِي رِعْيَةِ الْإِبِلِ فَقَالَ أَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأَقْبَلَ وَعَلَيْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهُ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ وجدهم قد سَبَقُوهُ إِلَى فَيْءِ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَيْءُ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ فَقَالَ انْظُرُوا إِلَى فَيْءِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ فَقَالَ أَنْشدكُمْ بِاللَّه أَيُّكُمْ وَلِيُّهُ قَالُوا أَبُو طَالِبٍ فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهُ حَتَّى رَدَّهُ أَبُو طَالِبٍ وَبَعَثَ مَعَهُ أَبُو بَكْرٍ بِلَالًا وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ وَالزَّيْتِ. (علق الشَّيْخ أَن ذكر بِلَال فِي الحَدِيث خطأ إِذْ لم يكن خلق بعد)	ہوا ۶ وہ بولا کہ تم جب اس گھاٹی سے سامنے آئے تو کوئی درخت پتھر نہ رہا مگر وہ سجدے میں گر گیا ۷ یہ مخلوق نبی کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتی ۸ اور میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے ۹ پھر وہ لوٹ گیا ان لوگوں کے لیے کھانا تیار کیا جب ان لوگوں کے پاس کھانا لایا اور حضور اونٹ چرانے میں مشغول تھے تو بولا انہیں بلا بھیجو ۱۰ چنانچہ آپ آئے آپ پر بادل تھا جو سایہ کررہا تھا ۱۱ جب آپ قوم سے قریب ہوئے تو ان کو درخت کے سایہ میں پہلے پہنچا ہوا پایا جب حضور بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ پر جھک گیا ۱۲ وہ بولا دیکھو درخت کا سایہ کہ آپ پر جھک گیا پھر بولا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں ان کا ولی کون ہے لوگوں نے کہا ابو طالب ہیں وہ انہیں قسمیں دیتا رہا حتی کہ حضور کو ابوطالب نے لوٹا دیا ۱۳ اور حضور کے ساتھ ابوبکر نے بلال کو بھیجا ۱۴ اس راہب نے آپ کو بسکٹ اور تیل کا توشہ دیا ۱۵ (ترمذی)

۱؎ اس وقت حضور کی عمر بارہ سال تھی ابو طالب تجارتی قافلہ لے کر مکہ معظّمہ سے شام کی طرف گئے تھے حضور انور بخوشی تشریف لے گئے (ازاشعہ) تشریف لے جانے میں وہ راز تھا جو آگے آرہا ہے یعنی بحیرہ راہب کو جمال دکھا کر ایمان بخشا۔

۲؎ اس عیسائی پادری کا نام بحیرہ تھا اور اس منزل کا نام بصری تھا یہ جگہ شام میں واقع ہے۔(اشعہ) بحیرہ عیسائیوں کا بڑا عالم بھی تھا بڑا عابد بھی لہذا ان روایات میں تعارض نہیں جن میں اسے عالم کہا گیا ہے بعض میں عابد۔

۳؎ بعض علماء کو میں نے فرماتے سنا کہ یہ راہب اس راستہ پر اس لیے بیٹھا تھا کہ اسے معلوم ہوا تھا کہ نبی آخر زمان اس راہ سے کبھی گزریں گے وہ شوق زیارت میں یہاں تھا۔واللہ و رسولہ اعلم۔ قافلے اس پر گزرتے تھے وہ پرواہ بھی نہ کرتا تھا کیونکہ ان قافلوں میں اسے تجلی و انوار نظر نہ آتے تھے۔آج اس نے اس قافلہ میں آثار نبوت دیکھے۔شعر

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف   بہ امید زآنکہ روزے بشکار خواہی آمد

دوسرے شکاری شکار کو ڈھونڈھتے ہیں وہ ایسے شکاری ہیں کہ شکار انہیں ڈھونڈتے ہیں۔

۴؎ یعنی اس قافلہ کے رکتے ہی وہ اس قافلہ میں آن گھسا اور فردًا فردًا۔ایک ایک کو دیکھنے لگا **خاتم النبیین** کا جو نقشہ اس کے ذہن میں تھا بہ تعلیم انجیل وہ کسی کے مطابق نہ ہوا۔

۵؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ العالمین سے مراد اولین و آخرین تمام جہان ہے حضور گزشتہ موجودہ آئندہ ساری مخلوق کے نبی رحمت اور سردار ہیں اب سارے انبیاء کرام اور ان کی امتیں حضور کی امت ہیں۔(ازمرقات) اللہ تعالٰی رب العالمین ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید العالمین رحمۃ للعالمین،رسول عالمین ہیں۔

۶؎ یعنی تو نے حضور کے یہ اوصاف حمیدہ کس ذریعہ سے پہچانے ابھی تو نے ان کے حالت دیکھے بھی نہیں ہیں۔خیال رہے کہ اہل مکہ ولادت پاک سے بھی حضور انور کے معجزات جنہیں ارہاص کہتے ہیں دیکھا کرتے تھے،ان میں سے بعض لوگ حضور کی نبوت پہچان گئے تھے مگر بحیرہ نے تو ابھی کچھ بھی نہ دیکھا تھا۔اس لیے انہوں نے بطور تعجب پوچھا۔

۷؎ بحیرہ راہب اس زمانہ کے اولیاء اللہ میں سے تھا اس نے اپنے کشف سے ان تمام کا سجدہ میں گرنا دیکھ لیا اور لوگ نہیں دیکھ سکے درخت و پتھروں کے سجدہ کی نوعیت کیا تھی یہ تو دیکھنے والے ہی جانیں۔خیال رہے کہ اولیاء اللہ کا وجود دین کی حقانیت کی دلیل ہے جس دین میں اولیاء اللہ ہوں وہ سچا ہے جس درخت میں پھل پھول ہو اس کی جڑ ہری ہے چونکہ اس وقت عیسائیت تھی وہاں اولیاء اللہ تھے منسوخ ہوتے ہی وہاں ولایت نہ رہی مسلمانوں کے صدہا فرقے ہیں مگر سواء اہل سنت کے اولیاء اللہ کسی فرقہ میں نہیں پتہ لگا کہ یہ ہی مذہب برحق ہیں۔

۸؎ خیال رہے کہ انسانوں کے سوا تمام چیزیں حضور کو سجدہ کرتی تھیں اونٹوں نے حضور کو سجدہ کیا یہاں معلوم ہوا کہ درختوں پتھروں نے حضور کو سجدہ کیا۔انسانوں کو بھی سجدۂ سر حرام ہے دل و جان و ایمان حضور کو سجدہ کناں ہیں۔شعر

گو سجدہ سر ہے ان کو منع لیکن دل و جان ہیں سجدہ کناں ہے حکم شریعت سر پہ رواں دل و جان نے اجازت پائی ہے

۹؎ بعض روایات میں ہے کہ اس نے حضور کی مہر نبوت کی زیارت کی اور اہل مکہ سے حضور انور کے سونے جاگنے کھانے پینے چلنے پھرنے وغیرہ کے حالات پوچھے سب کچھ انجیل کی مذکورہ علامات کے موافق پایا۔(اشعہ)**غضروف** وہ نرم ہڈی جو جوڑوں کے ملنے کی جگہ ہوتی ہے نہ گوشت کی طرح بالکل نرم نہ ہڈی کی طرح ایک دم سخت(لمعات)یہ ہڈی اور گوشت کے درمیان وابسطہ ہوتی ہے۔

۱۰؎ یعنی یہ راہب کھانا پکا کر ان لوگوں کے پاس لایا یہ سب لوگ اپنی جگہ موجود تھے حضور انور یہاں نہ تھے آپ اونٹ چرانے کچھ فاصلے پر تھے اس نے سمجھا کہ جس دولہا کی خاطر یہ کھانا پکایا گیا ہے وہ تو یہاں موجود نہیں برات بغیر دولہا کیسے سجے بولا دولہا کو بلاؤ پھر کھانا کھاؤ۔

۱۱؎ خیال رہے کہ گرمی میں دن کے وقت حضور انور پر بادل سایہ کرتا تھا،رات کو کبھی نہیں،دن میں سردی کے موسم میں بادل سایہ نہیں کرتا تھا تاکہ گرمی میں حضور کو دھوپ کی تکلیف نہ ہو اور اول ہی سے جسم پاک بے سایہ تھا خوشبو دار تھا کبھی جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی یہ حضور انور کے ارہاصات ہیں جو ظہور نبوت سے پہلے ظاہر تھے،بعض نادان کہتے ہیں کہ جب حضور انور پر بادل سایہ کیے رہتا تھا تو جسم اقدس کا بے سایہ ہونا کیونکر معلوم ہوا۔ان کا یہ سوال عبث ہے کیونکہ سایہ صرف دھوپ میں نہیں پڑتا بلکہ چاندنی میں شمع کے سامنے بھی پرتا ہے،نیز رات میں اور سردیوں کے دن میں بادل سایہ نہیں کرتا تھا اس سے بے سایہ ہونا ظاہر ہوجاتا تھا۔

۱۲؎ یعنی جس درخت کے نیچے ان تمام کو کھانا کھلانے کا انتظام کیا گیا تھا اس درخت کا سایہ پر ہوچکا تھا لوگ وہاں بیٹھ چکے تھے حضور انور مجمع کے کنارے پر بیٹھ گئے۔جہاں درخت کا سایہ نہ تھا۔خیال رہے کہ بادل حضور پر چھتری کی طرح سایہ کرتا تھا کہ صرف آپ پر سایہ رہے تاکہ معجزہ ہونا ثابت ہو لہذا یہاں یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ حضور کو درخت کے سایہ کی ضرورت ہی نہ تھی آپ پر تو بادل کا سایہ تھا،نیز درخت بھی حضور انور کی خدمت کرنا چاہتا تھا،رب کی مرضی تھی کہ محبوب کا یہ دوسرا معجزہ ظاہر ہو۔خیال رہے کہ یہ درخت حضور کی خدمت میں جھک گیا۔اس بے سایہ والے پر اپنا سایہ ڈال دیا۔اس طرح کہ دوسرے

کنارہ کے لوگ سایہ سے نکل کر دھوپ میں ہوگئے تاکہ سب کو اس معجزہ کا مشاہدہ ہو مرقات نے فرمایا کہ اس وقت بادل ہٹ گیا اور درخت کا سایہ حضور پر پڑنے گا۔

۱۳؎ بحیرہ نے کہا کہ ان کی شہرت دنیا بھر میں پہنچ چکی ہے رومی کفار ان کے درپئے آزار ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو قتل کردیں ان کی حفاظت کرو مکہ واپس بھیج دو۔ابو طالب نے منظور کرلیا،حاکم کی روایت میں ہے کہ اس دوران میں راہب کو سات رومی ملے جو حضور انور کے قتل کے ارادے سے اس طرف آتے تھے انہیں بھی کاہنوں نے پتہ بتایا تھا کہ نبی آخر الزماں اس ماہ اس راستہ سے گزریں گے بحیرہ نے بمشکل انہیں واپس کیا(اشعہ)

۱۴؎ ابن حجر نے اصابہ میں فرمایا کہ حدیث بالکل صحیح ہے اس کے راوی سارے ثقہ ہیں اتنی عبارت کہ ابوبکر صدیق نے بلال کو حضور انور کے ساتھ بھیجا کسی کی ملائی ہوئی ہے یہ باطل محض ہے کیونکہ بلال تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈھائی سال حضور سے چھوٹے تھے۔اس وقت حضور انور کی عمر بارہ سال تھی تو جناب صدیق کی عمر ساڑھے نو سال تھی۔غرضکہ اتنی روایت غلط ہے۔(لمعات،مرقات،اشعہ)

۱۵؎ امام قیروی کعب نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد کے تمام راوی مسلم بخاری کے راوی ہیں سارے ثقہ ہیں۔(اشعہ)

5919 -[52] وَعَنْ عَلِيِّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ والدارمي	روایت ہے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا ہم اس کے بعض اطراف میں گئے ۱؎ تو کوئی درخت پتھر آپ کے سامنے نہ آیا مگر وہ کہتا تھا یارسول اللہ آپ پر سلام ہوا ۲؎ (ترمذی،ودارمی)

۱؎ غالبًا یہ واقعہ ظہور نبوت کے بعد کا ہے آپ کسی کام کے لیے حضور کے ساتھ مکہ کے اطراف میں گئے تھے۔

۲؎ ظاہر یہ ہے کہ درختوں پہاڑوں پتھروں کا یہ سلام حضرت علی نے خود سنا لہذا اس واقعہ میں حضور کے معجزے حضرت علی کی کرامت دونوں کا ذکر ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عرض کرنا کہ **الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ** شرک یا حرام نہیں بالکل جائز ہے اسے تو پتھر درخت بھی حرام نہیں سمجھتے اس کے منکرین پتھروں جانوروں سے بھی بدتر ہیں ہم نماز میں پڑھتے ہیں **السلام علیك ایھا النبی**۔

5920 -[53] وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ مُلْجَمًا مُسْرجاً فاستصعب عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ: أَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هَذَا؟قَالَ: فَمَا رَكِبَكَ أَحَدٌ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنْهُ قَالَ: فَارْفَضَّ عَرَقًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس رات جس رات میں معراج کرائی گئی براق لایا گیا لگام و زین دیا ہوا تو آپ پر اس نے سرکشی کی ۱؎ تو اس سے جبریل نے کہا کہ کیا محمد کے ساتھ تو یہ کرتا ہے ۲؎ ان سے زیادہ اللہ کے نزدیک عزت والا تجھ پر کوئی نہیں سوار ہوا ۳؎ فرمایا وہ پسینہ سے نچوڑ گیا(۴)(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث

	غریب ہے۔

۱؎ یعنی کودنے اچھلنے لگا یہ کودنا اچھلنا خوشی میں تھا مگر اس سے سواری میں دقت واقع ہوئی۔خیال رہے کہ معراج میں براق کی سواری حضور کے اعزاز کے لیے تھی ورنہ حضور کو سواری کی کوئی ضرورت نہ تھی حضرات انبیاء کرام اس رات بیت المقدس میں پھر آسمانوں پر بغیر سواریوں کے گئے کیونکہ وہ حضرات اس رات براتی تھے۔حضور دولہا تھے دولہا سواری پر ہوتے ہیں براتی پیدل۔

۲؎ یعنی اے براق تیری یہ شوخی اگرچہ فخر یا خوشی سے ہے مگر بے ادبی ظاہر کررہی ہے تو محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کر یہاں ادب کی جگہ ہے۔

۳؎ بعض لوگوں نے اس عبارت سے دھوکا کھایا ہے کہ اس براق پر حضرات انبیاء کرام سوار ہوتے رہے ہیں آج حضور سوار ہورہے ہیں مگر یہ استدلال بہت کم زور ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اور لوگ سوار تو ہوئے ہیں مگر وہ حضور کی طرح معزز و مکرم نہ تھے۔بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی سوار ہوا ہی نہیں یہ تجھ پر پہلے سوار ہیں اور سب سے بے مثال ہیں،کسی نبی کو نہ تو معراج ہوئی نہ انہیں کبھی براق کی سواری کی ضرورت پیش آئی۔

۴؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ براق کی اچھل کود خوشی میں تھی اور یہ پسینہ آنا بے ادبی کی شرمندگی سے ہوا۔بعض واعظین بیان کرتے ہیں کہ براق نے حضور سے وعدہ لیا کہ قیامت میں آپ مجھے اپنی سواری کے لیے منتخب فرمائیں وعدہ فرمایا تب وہ خاموش کھڑا ہوگیا۔یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی۔واللہ اعلم! اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اچھل کود ناز کی تھی۔شعر

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے　　نیا مند نہ کیوں عاجزی سے ناز کرے

5921 -[54] وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ جِبْرِيل بِأُصْبُعِهِ فَخَرَقَ بِهَا الْحَجَرَ فَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہم بیت المقدس تک پہنچے تو جبریل نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا جس سے پتھر چر گیا اس سے براق باندھا۱؎(ترمذی)

۱؎ میں نے اس پتھر کی اس کے سوراخ میں پیتل کے کڑے کی زیارت کی ہے جس پر براق باندھا گیا تھا اب وہ جگہ زمین دوز ہوگئی ہے کئی سیڑھیاں اتر کر وہاں پہنچنا ہوتا ہے۔وہاں اندھیرا ہے روشنی کرکے نوافل پڑھے جاتے ہیں۔یہ جگہ مسجد اقصیٰ میں بائیں ہاتھ پر واقع ہے۔یہاں انبیاء کرام اپنے گھوڑے باندھا کرتے تھے یہ سوراخ بند ہوگیا تھا۔جبریل امین نے اشارہ سے یہ سوراخ کھول دیا لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ہمارا براق اس حلقہ سے باندھا گیا جس سے انبیاء کرام باندھا کرتے تھے۔

5922 -[55] وَعَن يعلى بن مرَّةَ الثَّقفي قَالَ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ رَأَيْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَه إِذ مَرَرْنَا بِبَعِير يُسْنَى عَلَيْهِ فَلَمَّا رَآهُ الْبَعِيرُ جَرْجَرَ فَوَضَعَ جِرَانَهُ فَوَقَفَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ	روایت ہے حضرت یعلی ابن مرہ ثقفی سے۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزیں دیکھیں جب کہ ہم حضور کے ساتھ چل رہے تھے کہ ہم ایک اونٹ پر گزرے جس پر پانی دیا جارہا تھا۲؎ تو جب حضور کو اونٹ نے دیکھا تو چیخا اپنی گردن رکھ دی۳؎ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے،فرمایا اس اونٹ کا مالک کہاں ہے وہ حضور کے پاس آیا

وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ صَاحِبُ هَذَا الْبَعِيرِ فَجَاءَهُ فَقَالَ بِعْنِيهِ فَقَالَ بَلْ نَهَبُهُ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنَّهُ لِأَهْلِ بَيْتٍ مَا لَهُمْ مَعِيشَةٌ غَيْرُهُ قَالَ أَمَا إِذْ ذَكَرْتَ هَذَا مِنْ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ شَكَا كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ العلفِ فَأَحْسِنُوا إِلَيْهِ قَالَ ثُمَّ سرنا فنزلنا مَنْزِلًا فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْأَرْضَ حَتَّى غَشِيَتْهُ ثُمَّ رَجَعَتْ إِلَى مَكَانِهَا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَتْ لَهُ فَقَالَ هِيَ شجرةٌ استأذَنَتْ ربّها عز وَجل أَنْ تُسَلِّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَ لَهَا قَالَ ثُمَّ سِرْنَا فَمَرَرْنَا بِمَاءٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ بِابْنٍ لَهَا بِهِ جِنَّةٌ فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بمنخره فَقَالَ اخْرُج إِنِّي مُحَمَّد رَسُول الله قَالَ ثُمَّ سرنا فَلَمَّا رَجَعْنَا من سفرنا مَرَرْنَا بِذَلِكَ الْمَاءِ فَسَأَلَهَا عَنِ الصَّبِيِّ فَقَالَتْ وَالَّذِي بَعثك بِالْحَقِّ مَا رأينا مِنْهُ رَيباً بعْدك. رَوَاهُ فِي شرح السّنة	فرمایا اسے میرے ہاتھ بیچ دے۴؎ اس نے کہا یارسول اللہ ہم یہ حضور کو ہبہ کرتے ہیں یہ ایسے گھر والوں کا ہے جن کے پاس اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں۵؎ فرمایا جب تم نے اس کا یہ حال بیان کیا تو اس نے زیادتی کام اور چارہ کی کمی کی شکایت کی تم اس سے اچھا سلوک کرو۶؎ پھر ہم چلے حتی کہ ایک منزل میں اترے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوگئے ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا حتی کہ آپ پر سایہ کرلیا پھر اپنی جگہ لوٹ گیا۷؎ پھر جب بیدار ہوئے تو میں نے حضور سے یہ ذکر کیا فرمایا یہ وہ درخت ہے جس نے اپنے رب سے یہ اجازت چاہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرے تو اسے اجازت دے دی۸؎ راوی نے کہا کہ پھر ہم ایک گھاٹ پر گزرے تو آپ کے پاس ایک عورت اپنا بچہ لائی جسے دیوانگی تھی۹؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بانسہ پکڑا پھر فرمایا کہ نکل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۱۰؎ پھر ہم چلے تو جب لوٹے تو اس گھاٹ پر گزرے اس سے بچہ کے متعلق پوچھا وہ بولی اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ کے بعد ہم نے اس سے کوئی شبہ کی چیز نہ دیکھی۱۱؎ (شرح سنہ)

۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں،قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں،حدیبیہ،فتح خیبر،حنین،طائف وغیرہ کے جہادوں میں حاضر رہے آپ نے ایک سفر میں حضور کے تین معجزے دیکھے اس کا بیان فرمارہے ہیں یہ پتہ نہیں چلا کہ کس سفر میں تھے اور یہ واقعہ کب کا ہے۔

۲؎ یُسنٰی بنا ہے سنی سے بمعنی کھیت کو پانی دینا اسی سے ہے سانیہ وہ اونٹنی جس سے کھیت کو پانی دیا جاوے یعنی اس وقت کھیت والے اس پر کھیت کو پانی دے رہے تھے۔

۳؎ اونٹ کی لمبی گردن سینے سے سر تک کو حبران کہتے ہیں یعنی وہ حضور انور کے سامنے اس طرح بیٹھ گیا کہ اپنی ساری گردن زمین پر بچھادی اس نے اس طرح اپنی انتہائی عاجزی ظاہر کی۔

۴؎ اسے ہم پال لیں گے یہ تیرے ہاں تنگ ہے حضور آفت زدوں کے غم خوار ہیں۔بیکسوں کے غمگسار جن کی کوئی قیمت نہ ہو ان مولے ہوں ان کے خریدار ہیں۔شعر

بے یار ومددگار جسے کوئی نہ پوچھے ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

۵؎ یعنی ان لوگوں کا سہارا ان کا گزارہ اس اونٹ سے ہے حضور چاہیں تو قبول فرمالیں ہم کو کوئی عذر نہیں۔

۶؎ یعنی اچھا ہم نہیں خریدتے تم اپنے پاس رکھو مگر اس سے کام کم لو چارہ زیادہ دو۔اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ حضور انور جانوروں کی بولی بھی سمجھتے ہیں حضرت سلیمان صرف چڑیوں چیونٹیوں کی بولی سمجھتے تھے،حضور شجر و حجر خشک و تر ساری مخلوق کی بولی جانتے ہیں۔دوسرے یہ کہ حضور حاجت روا مشکل کشاہ ہیں۔یہ وہ مسئلہ ہے جسے جانور بھی مانتے ہیں جو انسان مسلمان ہو کر حضور کو حاجت رواں مشکل کشانہ مانے وہ جانوروں سے بدتر ہے۔تیسرے یہ کہ حضور کی کچہری میں جانور بھی فریاد ہوتے ہیں۔شعر

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریادہاں یہی چاہتی ہیں ہرنی دوا

اس در پر شتران ناشاد شکوہ رنج و عناد کرتے ہیں

لہٰذااپنا ہر دکھ درد حضور سے کہو فریاد کرو۔

۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کے معجزات سوتے میں بھی جاری رہتے تھے صرف بیداری پر ہی منحصر نہ تھے۔

۸؎ یعنی درخت کی یہ حاضری صرف سایہ کرنے کے لیے نہ تھی بلکہ مجھے سلام کرنے کے لیے تھی اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کو جانور درخت بھی سلام کرتے ہیں دوسرے یہ کہ حضور انور سوتے میں بھی سلام کرنے والوں کے سلام سنتے انہیں جواب دیتے ہیں آج بھی بعد وفات حضور کو دنیا سلام کرتی ہے۔تیسرے یہ کہ اللہ تعالٰی خود اپنی مخلوق کو حضور کی بارگاہ میں سلام کرنے بھیجتا ہے۔دیکھو درخت اللہ تعالٰی سے اجازت لے کر سلام کرنے آیا تھا رہی یہ بات کہ درخت کو رب تعالٰی نے کیسے اجازت دی اور درخت نے یہ اجازت کیوں کر معلوم کی اس میں بڑی دراز گفتگو ہے حق یہ ہے کہ درختوں پتھروں کے بھی قدرتی دل ہیں ان کے دل میں ڈال دینا اللہ کی اجازت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے:"وَ اَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ" آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی یہ ہے اللہ کا ان سے کلام فرمانا۔

۹؎ وہ عورت اپنے دیوانہ بچے کو حضور کے پاس لائی تاکہ اسے حضور کے دم اور حضور کی برکت سے شفاء نصیب ہو معلوم ہوا کہ یہ حاجت مندوں کا حضور کے دروازے پر جانا سنت صحابہ ہے۔

۱۰؎ اس میں خطاب اس بچہ کی بیماری یعنی دیوانگی سے ہے اور انی رسول اللہ میں وجہ خطاب کا ذکر ہے یعنی تو اس میں سے نکل جا کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اس شان رسالت سے تجھ کو نکل جانے کا حکم دے رہا ہوں۔معلوم ہوا کہ حضور کی حکومت بیماریوں پر بھی ہے،آپ کا حکم ان پر بھی جاری ہے دیکھو حضور انور نے نہ تو کوئی دوا بتائی نہ کوئی دعا پڑھ کر دم کیا بلکہ اسے نکل جانے کا حکم شاہانہ دیا اور بیماری نے اطاعت کی ہم نے عرض کیا ہے۔

تخت ہے ان کا تاج ہے ان کا — دونوں جہاں میں راج ہے ان کا

جن و ملک ہیں ان کے سپاہی — رب کی خدائی میں ان کی شاہی

۱۱؎ یعنی وہ بیماری جڑ سے جاتی رہی پھر اس کا شائبہ بھی نہ ہوا سبحان اللہ! یہ ہے حضور کی بادشاہت۔

[56]- 5923 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ بابنٍ لَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک عورت اپنے بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی بولی یارسول اللہ میرے اس بچہ کو دیوانگی ہے اور اسے جنون شام سویرے پکڑتا ہے ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا

یارسول اللّٰہِ إِنَّ ابْنِي بِهِ جُنُونٌ وَأَنَّهُ لَيَأْخُذُهُ عِنْدَ غَدَائِنَا وَعَشَائِنَا (فَيَخْبُثُ عَلَيْنَا)فَمَسَحَ رَسُولُ اللّٰہِ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ وَدَعَا فَثَعَّ ثَعَّةً وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ مِثْلُ الجرو الْأسود يسْعَى. رَوَاهُ الدَّارمِيّ	کی اسے قے ہوئی اور اس کے پیٹ سے کالا سا پلا سا نکلا جو چلتا تھا۲ (دارمی)

۱؎ یعنی اسے دیوانگی ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ صبح و شام ظاہر ہوا کرتی ہے۔

۲؎ یہ واقعہ دوسرا ہے پچھلی حدیث میں جو گزرا وہ واقعہ دوسرا تھا وہاں اس میں کیڑے کے نکلنے کا ذکر نہ تھا جرو کہتے ہیں کتیا کے پلے بچے کو،وہ کیڑا اسی شکل و شبہات کا تھا وہ دراصل جنون تھا جو کیڑے کی شکل میں تھا بیماریوں کی بھی شکلیں ہوتی ہیں جو اللہ والوں کو نظر آتی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کو ایک کالی عورت کی شکل میں ملاحظہ فرمایا۔

5924 -[57] وَعَن أنس بن مَالك قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالس حَزِين وَقد تخضب بِالدَّمِ من فعل أهل مَكَّة من قُرَيْش فَقَالَ جِبْرِيل يَا رَسُول الله هَل تحب أَن أريك آيَةً قَالَ نَعَمْ فَنَظَرَ إِلَى شَجَرَةٍ مِنْ وَرَائِهِ فَقَالَ ادْعُ بِهَا فَدَعَا بِهَا فَجَاءَتْ وَقَامَت بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ مُرْهَا فَلْتَرْجِعْ فَأَمَرَهَا فَرَجَعَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حسبي حسبي. رَوَاهُ الدَّارمِيّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جب کہ آپ غمگین بیٹھے تھے مکہ والوں کی ایذا رسانی کی وجہ سے کہ خون سے رنگین تھے۱؎ عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو ایک نشان دکھاؤں ۲؎ فرمایا ہاں انہوں نے آپ کے پیچھے ایک درخت کی طرف دیکھا عرض کیا اسے بلایئے۔حضور نے اسے بلایا وہ آگیا آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا ۳؎ پھر عرض کیا اسے حکم دیجئے کہ لوٹ جائے حضور نے اسے حکم دیا وہ لوٹ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کافی ہے ۴؎ (دارمی)

۱؎ یہ واقعہ غزوہ احد کا ہے جب کہ حضور انور پر تلوار و نیزوں کے ستر۷۰ وار کیے گئے جن سے اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا مگر ایک پتھر سر مبارک پر لگادوسرا دانت شریف پر ایک پتھر سے آپ کی انگلی شریف زخمی ہوگئی ان تین زخموں کی وجہ سے آپ خونا خون ہوگئے اور آپ کو بہت تکلیف پہنچی۔(مرقات،لمعات،اشعہ)

۲؎ یعنی آپ کو آپ کی سلطنت خداداد دکھاؤں کہ اللہ نے آپ کا راج ساری مخلوق پر قائم فرمایا ہے اگرچہ بعض لوگ نادانی سے آپ کی حکومت نبوت نہ مانیں آیت سے مراد حضور کا وہ معجزہ ہے جس کا تعلق حضور کے خدا داد اختیار سے ہے۔

۳؎ یعنی حضور کے بلانے پر درخت بے توقف چلا آیا۔

۴؎ یعنی اب مجھے کفار کی مخالفت یا ان کی ایذا رسانی کی کوئی پرواہ نہیں جب مجھے اللہ تعالٰی نے ایسی حکومت بخشی ہے تو ان کفار کا نہ ماننا مجھے ایذائیں دینا ایک عارضی چیز ہے یہ سب میرے زیر نگیں آنے والے ہیں۔

5925 -[58] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَقْبَلَ أَعْرَابِي فَلَمَّا دنا مِنْهُ قَالَ لَهُ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک بدوی آیا جب قریب ہوا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالَ وَمَنْ يَشْهَدُ عَلَى مَا تَقُولُ؟ قَالَ: «هَذِهِ السَّلَمَةُ» فَدَعَاهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَأَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْأَرْضَ حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهدْهَا ثَلَاثًا فَشَهِدَتْ ثَلَاثًا أَنَّهُ كَمَا قَالَ ثُمَّ رجعتْ إِلى منبتِها. رَوَاهُ الدَّارمِيّ	یہ گواہی دیتا ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں[1] اور یہ کہ حضور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ بولا جو آپ کہتے ہیں اس پر گواہی کون دیتا ہے[2] فرمایا یہ درخت خار دار[3] اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا وہ جنگل کے کنارہ پر تھا وہ زمین چیرتا ہوا آیا حتی کہ آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا پھر حضور نے اس سے تین بار گواہی لی اس نے تین بار گواہی دی[4] کہ حضور ویسے ہی ہیں جیسے انہوں نے فرمایا پھر اپنے جھاڑی کی طرف لوٹ گیا[5] (دارمی)

[1] یہ سفر یا تو جہاد کا تھا یا عمرے کا کچھ پتہ چلا نہیں(مرقات)تشہد سے پہلے ہمزہ استفہامیہ پوشیدہ ہے۔حضور انور نے اس سے یہ سوال فرمایا۔

[2] یعنی انسانوں کے علاوہ اور کون شخص ہے جو آپ کی نبوت پر گواہی دے(اشعہ)اس نے نبی کے اختیاران کی سلطنت خدا داد دیکھ کر مسلمان ہونا چاہا۔

[3] سلمه کا ترجمہ ہے ببول(کیکر)جس کے پتوں کو عربی میں قرظ کہتے ہیں جس سے کھال رنگی جاتی ہے یعنی پکائی جاتی ہے،اس کی جمع سلام ہے بغیرت کے۔(مرقات)

[4] یہ گواہی وہ بدوی اپنے کانوں سے سن رہا تھا اس کا آنا جانا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔اس نے ایک معجزہ مانگا تھا حضور انور نے اسے دو معجزے دکھائے درخت کا آنا جانا،گواہی دینا ورنہ ہو سکتا تھا کہ حضور خود اس درخت کے پاس جاتے اس سے گواہی لے لیتے۔

[5] اس واقعہ کو امام بوصیری نے قصیدہ بردہ شریف میں یوں بیان فرمایا ہے۔

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة   تمشی الیه علی ساق بلا قدم

حضرت حسان یوں بیان فرماتے ہیں۔

نطق الحجر جاء الشجر شق القمر باشارته

5926 -[59] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بِمَا أَعْرِفُ أَنَّكَ نَبِيٌّ؟ قَالَ: «إِنْ دَعَوْتَ هَذَا الْعِذْقَ مِنْ هَذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ» فَدَعَاهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتَّى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: «ارْجِعْ» فَعَادَ فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ. رَوَاهُ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا میں کیسے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں[1] فرمایا اگر میں اس خوشہ کو اس درخت سے بلاؤں تو وہ گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں[2] چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا وہ کھجور کے درخت سے اترنے لگا حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گر گیا پھر فرمایا لوٹ جاؤ وہ لوٹ گیا[3] یہ دیہاتی مسلمان ہوگیا[4] (ترمذی)

التِّرْمِذِيّ وَصَححهُ	

ا؎ یعنی مجھے کوئی معجزہ دکھائیں جس سے میں آپ کی نبوت کو پہچانوں۔معلوم ہوا کہ معجزہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے دیگر انبیاء کرام کو گنے چنے معجزے عطا ہوئے۔حضور کے معجزات بے شمار گزشتہ نبیوں کے معجزات ان کی وفات پر ختم ہوگئے،حضور کے بہت سے معجزے تاقیامت باقی۔

۲؎ عذق کا ترجمہ اردو میں ہے گُدّھا یعنی درخت کی وہ موٹی شاخ جس میں چھوٹی اور پتلی بہت سی شاخیں ہوں یہ تحقیق ہے مرقات کی مگر لمعات اور اشعہ میں ہے کہ عذق بمعنی خوشہ یہاں بمعنی خوشہ ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۳؎ یعنی اس خوشہ گچھے کی کھجوریں ایک ایک کرکے آپ کے دامن میں گری پھر اسی طرح اوپر اٹھ گئیں۔اور اپنے خوشہ سے لگ گئی ان کا یہ آنا جانا ہی گویا انکی گواہی تھی۔

۴؎ حضور پر ایمان مختلف ذریعوں سے لوگوں کو حاصل ہوا ہے کوئی آپ کو دیکھ کر ہی ایمان لایا کوئی آپ کے صفات عالیہ میں غور کرکے کوئی آپ کا کلام سن کر اور کوئی صرف نام سن کر کوئی کسی خاص معجزے سے یہ اعرابی اس آخری قسم میں سے تھا جو معجزہ دیکھ کر ایمان لایا۔

[60]- 5927	
وَعَن أبي هريرةَ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ إِلَى رَاعِي غَنَمٍ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي حَتَّى انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصعِدَ الذئبُ على تل فأقعى واستذفر فَقَالَ عَمَدت إِلَى رزق رزقنيه الله عز وَجل أخذتُه ثمَّ انتزعتَه مِنِّي فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذئبا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ أَعْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى وَبِمَا هُوَ كَائِن بعدكم وَكَانَ الرجل يَهُودِيًا فجَاء الرجل إِلَى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَأسلم وَخبره فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا أَمارَة من أَمَارَاتٌ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ قَدْ أَوْشَكَ الرَّجُلُ أَن يخرج فَلَا يرجع حَتَّى تحدثه نعلاه وَسَوْطه مَا أَحْدَثَ أَهْلُهُ بَعْدَهُ ". رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا کسی بکریوں کے چرواہے کی طرف گیا ان میں سے ایک بکری پکڑی اسے چرواہے نے تلاش کیا حتی کہ بکری کو اس سے چھڑالیا ا؎ فرمایا کہ بھیڑیا ٹیلہ پر چڑھ گیا ہے وہاں بیٹھ گیا اور دم دبالی اور بولا کہ میں نے اس روزی کا ارادہ کیا جو مجھے اللہ نے دی میں نے اسے لیا پھر تو نے وہ مجھ سے چھین لی ۲؎ تو یہ شخص بولا اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہ دیکھا بھیڑیا باتیں کررہا ہے ۳؎ تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب تو یہ ہے کہ ایک صاحب دو پہاڑوں کے بیچ کھجوروں کے جھنڈوں میں ہیں ۴؎ تم کو ساری گزشتہ اور آنے والی باتوں کی خبر دے رہے ہیں ۵؎ وہ شخص یہودی تھا ۶؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو آپ کو یہ خبر دی اور مسلمان ہوگیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قیامت کے آگے نشانیاں ہیں ۷؎ قریب ہے کہ ایک شخص نکلے گا تو نہ بولے گا حتی کہ اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اسے ان باتوں کی خبریں دیں گے جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کیں ۸؎ (شرح سنہ)

ا؎ یعنی چرواہے نے بھیڑیئے کا پیچھا کرکے شور مچا کر اس کو مار پیٹ کر اس کے منہ سے بکری چھڑالی یہ اس کی بہادری تھی ورنہ بلی کے منہ سے چڑیا چھڑانا مشکل ہے۔

۲؎ یعنی تو نے مجھ پر ظلم کیا کہ رب کی دی ہوئی روزی مجھ سے چھین لی۔
۳؎ یعنی میں نے ایسا کبھی نہ دیکھا نہ سنا کہ بھیڑیا انسان سے ایسی فصیح زبان میں باتیں کرے یہ تو عجیب تربات ہے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں ہوا جب کہ حضور ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں آگئے تھے یہ شخص حضور انور سے بالکل بے خبر تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔
۴؎ اس سے مراد زمین مدینہ ہے کہ یہ دو سیاہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے اور اس میں کھجوروں کے درخت بہت ہیں جیسا کہ زیارت کرنے والوں پر ظاہر ہے۔
۵؎ یعنی تمام غیبی خبریں دے رہے ہیں از آدم علیہ السلام تا روز قیامت ہر بات لوگوں کو بتارہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا علم غیب جانور بھی مانتے تھے جو انسان ہو کر اس کا انکار کرے وہ جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے۔
۶؎ یہ شخص وہ صحابی ہیں جنہیں بھیڑیئے کے ذریعہ ایمان ملا،بعض صحابہ کو تابعین کے ذریعہ ایمان ملا جیسے حضرت عمرو بن عاص کو ایمان ملا نجاشی شاہ حبشی کے ذریعہ اور نجاشی تابعی تھے۔یار کے جلوے رنگ برنگے ہیں کسی کو صحابہ کے ذریعہ ایمان دیتا ہے اور کسی کے ذریعہ صحابی کو ایمان ملتا ہے۔اس یہودی کا نام ہبار ابن اوس خزاعی ہے اور اس کا لقب معلم الذئب ہے،یعنی جس سے بھڑیئے نے کلام کیا۔(از مرقات)
۷؎ یعنی بھیڑیئے کا انسان سے یہ کلام کرنا علامات قیامت سے ہے اب قیامت قریب ہے اور یہ حضور انور کا معجزہ بھی ہے معجزہ کے لیے تصرف ضروری نہیں۔حسن یوسفی،لحن داؤدی ان حضرات کے معجزے تھے حالانکہ وہ ان میں تصرف نہیں کرتے تھے۔
۸؎ یعنی قریب قیامت کوئی شخص اپنا جوتا اپنا کوڑا اپنے گھر چھوڑ جاوے گا وہ دونوں گھر والوں کی آوازیں ان کے کام کیچ کرلیں گے اس شخص کے آنے پر یہ دونوں سب کچھ بتادیں گے۔یہ زمانہ اب بہت ہی قریب معلوم ہوتا ہے۔ایسے آلات ایجاد ہوچکے ہیں کہ جو آوازیں صورتیں کیچ(جذب) کرلیتے ہیں اور مشین پر لگانے سے سب کچھ بول دیتے ہیں جیسے ٹیپ ریکارڈر وغیرہ،ٹیلی ویژن نے تو کمال کردیا ہے کہ وہ تو صورت بھی اپنے میں کیچ کرکے سب کو دکھادیتا ہے۔

[61]- 5928	
وَعَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُومُ عَشَرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا: فَمِمَّا كَانَتْ تُمَدُّ؟ قَالَ: مِنْ أَيْ شَيْءٍ تَعْجَبُ؟ مَا كَانَت تَمَدّ إِلا من هَهنا وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى السَّمَاءِ".رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ	روایت ہے حضرت ابوالعلاء سے ۱؎ وہ سمرہ ابن جندب سے راوی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالے سے صبح سے رات تک کھاتے رہتے تھے دس اٹھتے اور دس بیٹھتے تھے ۲؎ ہم نے کہا کہ کہاں سے بڑھتا تھا ۳؎ فرمایا تم کس چیز سے تعجب کرتے ہو وہ نہ بڑھتا تھا مگر وہاں سے اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا ۴؎(ترمذی،دارمی)

۱؎ ابو العلاء عین کے فتح سے تابع ہیں آپ کا نام یزید ابن عبداللہ ابن شخیر ہے،۱۱۱ھ ایک سو گیارہ میں آپ کی وفات ہوئی۔(اکمال،مرقات)

۲؎ یعنی ایک بار ہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ تجربہ کیا کہ ایک پیالہ کھانا سینکڑوں آدمیوں کو کافی ہوا کہ صبح سے شام تک لوگ اس سے کھاتے رہے سیر ہوتے رہے یہ پتہ نہیں چلا کہ یہ واقعہ کس وقت اور کس جگہ کا ہے۔

۳؎ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں **فَبِمَّا** ہے مطلب دونوں کا ایک ہی ہے کہ یہ برکت کہاں سے آرہی تھی **فَبِمَّا** کی من ابتدائیہ ہے اور جن نسخوں میں من نہیں ہے تب بھی مطلب یہ ہی ہے کہ وہ کیا چیز تھی جو برکت کا باعث تھی۔

۴؎ غالب یہ ہے کہ سائل ابوالعلاء ہیں اور جواب دینے والے حضرت سمرہ ابن جندب ہیں ہوسکتا ہے کہ کوئی اور صاحب سائل ہوں جواب دینے والے ابوالعلاء ہوں۔

[62]- 5929	
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي ثَلَاثِمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ» فَفَتَحَ اللَّهُ لَهُ فَانْقَلَبُوا وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ أَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن تین سو پندرہ حضرات کی جماعت میں تشریف لے گئے۱؎ عرض کیا الٰہی یہ ننگے پاؤں ہیں انہیں سواریاں دے الٰہی یہ ننگے بدن ہیں انہیں لباس دے۲؎ الٰہی یہ بھوکے ہیں انہیں سیر فرمادے اللہ نے حضور کو فتح دی ان غازیوں میں کوئی شخص نہ تھا مگر وہ ایک یا دو اونٹ لے کر لوٹا انہیں کپڑا بھی ملا اور وہ سیر ہوئے۳؎(ابوداؤد)

۱؎ مشہور یہ ہے کہ غازیان بدر تین سو تیرہ تھے جن میں ستتر[77] مہاجرین تھے اور دو سو چھتیس[236] انصاری تھے۔(دیکھو اشعۃ اللمعات)

۲؎ ان بزرگوں کے پاس سامان جنگ حسب ذیل تھا۔شعر

تھے ان کے ساتھ دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں　　پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں
یہ لشکر ساری دنیا میں انوکھا اورنرالا تھا　　کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

یہ بے سروسامانی دیکھ کر حضور انور نے یہ دعا کی جو قبول ہوئی۔

۳؎ حضور انور کی یہ دعا حرف بہ حرف قبول ہونااور صرف ایک دن کے بعد ہی اس کا ظہور ہونا حضور انور کا معجزہ ہے ان غازیوں کو کپڑا،سواریاں بے شمار ہاتھ آیا اور کفار مکہ اپنے ساتھ کھانے کا سامان،غلہ،اونٹ وغیرہ بہت لائے تھے جنگ کے دن جناب عباس کی طرف سے سارے لشکر کفار کا کھانا پکایا گیا تھا وہ لوگ یہ کھانا نہ کھاسکے کہ شکست کھا گئے ستر مارے گئے،ستر قیدی ہوئے اور باقی بھاگ گئے یہ کھانا پکا پکایا مسلمانوں کے ہاتھ آیا پکایا کفار نے کھایا مؤمنین نے اور کچا راشن جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا وہ تو اندازے سے باہر ہے یہ ہی حضور انور کی قبولیت دعا۔

[63]- 5930	
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّكُمْ مَنْصُورُونَ وَمُصِيبُونَ وَمَفْتُوحٌ لَكُمْ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ وَلْيَأْمُرْ	روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ تمہاری مدد کی جاوے گی اور تم غنیمتیں پانے والے ہو تم کو فتح دی جاوے گی۱؎ تو جو تم میں سے یہ پائے وہ اللہ سے ڈرے بھلائیوں کا حکم دے برائیوں سے

بِالْمَعْرُوفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنكرِ» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُد	منع کرے۲؎(ابوداؤد)

۱؎ یعنی ہمارے زمانہ حیات میں بھی اور بعد وفات بھی تم کو بہت ملک فتح ہوں گے۔یہ غیبی خبر ہے جو ہو بہو ظاہر ہوئی خصوصًا زمانہ فاروقی ہیں۔

۲؎ یعنی ان فتوحات کے بعد تم اپنا فرض منصبی بھول نہ جانا۔ تبلیغ جاری رکھنا کہ جہادوں بلکہ فتوحات کا منشا یہ ہی ہے۔شعر

جنگ شاہاں فتنہ و غارت گری است　　　جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

کافر دنیا کے لیے ملک گیری خدمت ملک کے لیے لڑتا ہے مؤمن خدمت دین اور اعلاء کلمہ رب العالمین کے لیے لڑتا ہے۔

| [64]- 5931 وَعَن جَابر بِأَن يَهُودِيَّةً مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ أَهْدَتْهَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَأَكَلَ مِنْهَا وَأَكَلَ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سممتِ هَذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ أَخْبَرَكَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي هَذِهِ فِي يَدي للذِّراع قَالَت نعم قَالَ قلت إِن كَانَ نَبيا فَلَنْ يضرّهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُعَاقِبهَا وَتُوفِّي بعض أَصْحَابُهُ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَاحْتَجَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كَاهِلِهِ مِنْ أَجْلِ الَّذِي أَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهُ أَبُو هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِي بَيَاضَةَ مِنَ الْأَنْصَارِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ | روایت ہے حضرت جابر سے کہ خیبر والوں میں سے ایک یہودی عورت نے بھنی بکری میں زہر ملایا۱؎ پھر وہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کردی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے دستی لی اس میں کھایا۲؎ آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کی ایک جماعت نے کھایا۳؎ تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ اٹھالو اور یہودی عورت کے پاس کسی کو بھیجا اسے بلایا فرمایا کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے وہ بولی آپ کو کس نے بتایا فرمایا مجھے اس دستی نے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے ۴؎ وہ بولی ہاں میں نے کہا کہ اگر وہ سچے نبی ہیں تو انہیں نقصان نہ دے گا اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہم ان سے راحت پا جائیں گے ۵؎ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرمادیا اسے سزا نہ دی ۶؎ آپ کے جن صحابہ نے اس بکری سے کچھ کھایا تھا وہ وفات پا گئے ۷؎ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اپنے کندھوں پر پچھنے لگوائے اس وجہ سے کہ آپ نے بکری سے کچھ کھایا تھا ابو ہند نے پچھنے لگائے سنگی اور چھری سے وہ بیاضہ انصاری کے غلام تھے ۸؎(ابوداؤد،دارمی) |

۱؎ اس عورت کا نام زینب بنت حارث تھا مرحب ابن ابی مرحب کی بہن تھی سلام ابن مسلم کی بیوی اس نے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو گوشت میں زہر دیا تھا کہ زہر ملا کر گوشت بطور ہدیہ حضور انور کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔

۲؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ کفار کا ہدیہ قبول کرلینا مؤمن کے لیے جائز ہے۔دوسرے یہ کہ اہل کتاب کافر کا ذبیحہ حلال ہے۔تیسرے یہ کہ کفار کا پکایا ہوا کھانا مسلمان کھا سکتا ہے کہ یہ بکری یہود نے ہی ذبح کی تھی اور یہودن نے پکائی تھی اس نے ہدیۃ بھیجی تھی،چوتھے یہ کہ اللّٰہ کی رضا پر راضی رہنا بندے کا طرہ امتیاز ہے حضور انور کو اللّٰہ تعالٰی نے کل غیب بخشا آپ کو ہر چیز کی حقیقت معلوم ہے مگر اس وقت مرضی الٰہی تھی بعض صحابہ اس گوشت سے شہید ہوجاویں اور حضور انور کو اس گوشت سے تکلیف بہت مدت بعد میں پہنچے اور بوقت وفات یہ زہر اپنا اثر دکھائے بعد میں اس سے حضور کی وفات ہو اور

شہادت کا درجہ حضور کی قدم بوسی کرے اس لیے اس وقت حضور انور کو اس زہر کی طرف توجہ ہی نہ ہوئی تاکہ تقدیر الٰہی ظاہر ہو کر رہے۔خیال رہے کہ بعض صحابی یہاں ہی اس زہر سے شہید ہوگئے اور حضور انور پر بوقت وفات زہر عود کر آیا اسی زہر سے حضور انور کی شہادت ہوئی جیسے حضرت صدیق اکبر پر ان کی وفات کے وقت غار ثور کا زہر لوٹ آیا تھا کہ وہاں انہیں سانپ نے کاٹا تھا،وفات دونوں حضرات کی زہر سے ہوئی وفات میں بھی حضرت صدیق کی فنا فی الرسولیت جگمگا رہی ہے۔

۳؎ ان کھانے والوں میں سے حضرت بشر ابن براء ابن مارود شہید ہوگئے۔(مرقات)اس لیے مکیدہ کا نام مکیدہ ہے اہل عرب وہاں بہت کم جاتے ہیں وہاں کی آب و ہوا صحت کے خلاف ہے۔

۴؎ معلوم ہوتا ہے کہ خود گوشت نے حضور کو خبر دی کہ مجھ میں زہر ملا ہے مگر یہ خبر کھالینے کے بعد دی اور اگر کھانے سے پہلے خبر دی ہو تو حضور انور کا کھانا اور صحابہ کو کھانے دینا خودکشی نہیں بلکہ رضا بالقضاء ہے حضور انور جانتے تھے کہ ان لوگوں کا اور ہمارا تکلیف پانا بعض کا وفات پانا ارادہ الٰہی میں آچکا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کا ذبح فرزند فرمانا۔

۵؎ یعنی میں نے آپ کا یہ معجزہ دیکھنا چاہا کہ آپ پر زہر اثر نہ کرے میرے نزدیک آپ کی نبوت کا ثبوت یہ تھا کہ آپ کی وفات اس زہر سے نہ ہو۔

۶؎ یعنی اپنی تکلیف کا اس سے بدلہ نہ لیا اور بشر کے وارثوں سے معافی دلوادی انہوں نے قصاص معاف کردیا قصاص مقتول کے وارثوں کا حق ہوتا ہے بعض روایات میں ہے کہ وہ عورت یعنی زینب بنت حارث مسلمان ہوگئی **واللہ ورسولہ اعلم** اس نے کہا کہ میں نے آپ کی نبوت اس معجزے سے معلوم کرلی میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ ایک ہے آپ اس کے سچے رسول ہیں۔(مرقات)

۷؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ صرف بشر کی وفات اس زہر سے ہوئی مگر اس جمع کے صیغہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات چند حضرات کی ہوئی۔خیبر میں تیرہ شہداء کے مزارات ہیں میں نے ان کی زیارت کی ہے غالبًا یہ تیرہ حضرات اس وقت کے شہید ہیں **واللہ ورسولہ اعلم**۔ہوسکتا ہے کہ بشر فورًا موقعہ پر شہید ہوگئے ہوں باقی بارہ صحابہ کچھ دن بعد فوت ہوئے ہوں،اشعۃ اللمعات نے یہ ہی توجیہ فرمائی ہے۔

۸؎ ابو ہند کا نام یسار حجام ہے قرن بمعنی سینگ اس سے مراد ہے سنگی شغرہ چوڑی چھری کو کہتے ہیں۔آپ کا یہ فصد لینا زہر کی گرمی دور کرنے کے لیے تھا گویا علاج تھا۔

[65]- 5932	
وَعَن سهل ابْن الْحَنْظَلِيَّةِ أَنَّهُمْ سَارُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَأَطْنَبُوا السَّيْرَ حَتَّى كَانَت عَشِيَّةً فَجَاءَ فَارِسٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي طَلَعْتُ عَلَى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلَى بَكْرَةِ أَبِيهِمْ بِظُعُنِهِمْ وَنَعَمِهِمُ اجْتَمَعُوا إِلَى حُنَيْنٍ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ تِلْكَ	روایت ہے حضرت سہل ابن حنظلیہ سے۱؎ کہ لوگ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے تو انہوں نے بہت دراز سفر کیا حتی کہ شام ہوگئی ۲؎ تو ایک سوار آیا عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں نے ہوازن کو دیکھا جو سارے کا سارا قبیلہ اپنی عورتوں جانوروں کے ساتھ حنین میں جمع ہوگیا ہے ۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ انشاء اللہ یہ سب کچھ کل مسلمانوں کی غنیمت ہوگی ۴؎ پھر فرمایا کہ آج

غَنِيمَةٌ الْمُسْلِمِينَ غَدا إِن شَاءَ الله ثمَّ قَالَ مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ قَالَ أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ فَقَالَ: «اسْتَقْبِلْ هَذَا الشِّعْبَ حَتَّى تَكُونَ فِي أَعْلَاهُ» . فَلَمَّا أَصْبَحْنَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُصَلَّاهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ حسستم فارسكم قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَسِسْنَا فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْب حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ أَبْشِرُوا فَقَدْ جَاءَ فَارِسُكُمْ فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ إِلَى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْب فَإِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسلم فَقَالَ إِنِّي انْطَلَقْتُ حَتَّى كُنْتُ فِي أَعْلَى هَذَا الشِّعْب حَيْثُ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصبَحت اطَّلَعت الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَلَمْ أَرَ أَحَدًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ قَالَ لَا إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيَ حَاجَةٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بعدَهَا» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

رات ہماری حفاظت کون کرے گا ۵؎ انس ابن مرثد غنوی بولے یارسول اللہ میں کروں گا ۶؎ فرمایا سوار ہوجاؤ۔چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے فرمایااس گھاٹی کے سامنے جاؤ حتی کہ اس کی بلندی پر پہنچ جاؤ ۷؎ پھر جب ہم نے سویرا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے پر تشریف لائے دو رکعتیں پڑھیں ۸؎ پھر فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سوار کو محسوس کیا ایک صاحب نے کہا یارسول اللہ ہم نے تو محسوس نہ کیا ۹؎ پھر نماز کی تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے گھاٹی کی طرف کنکھیوں سے دیکھنے لگے ۱۰؎ حتی کہ جب نماز پوری فرمائی تو فرمایا خوش ہوجاؤ تمہارا سوار آپہنچا ۱۱؎ توہم گھاٹی میں درختوں کی طرف دیکھنے لگے تو ناگاہ وہ آرہا تھا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکھڑا ہوا ۱۲؎ تو عرض کیا کہ میں چلا حتی کہ میں اس گھاٹ کی چوٹی پر پہنچ گیا جہاں کا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا پھر جب میں نے سویرا کیا تو میں ان دونوں گھاٹیوں(پہاڑیوں)پر چڑھ گیا ۱۳؎ تو میں نے کسی ایک کو نہ دیکھا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس رات نیچے اترے عرض کیا نہیں سواء نماز کے یا ادا حاجت کے ۱۴؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد کوئی عمل نہ کرنا تم کو مضر نہیں ۱۵؎ (ابوداؤد)

۱؎ حنظلیہ حضرت سہل کی ماں یا دادی کا نام ہے آپ کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے حضرت سہل بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے بڑے عابد،لوگوں سے علیحدہ رہنے والے گوشہ نشین تھے لاولد رہے آخر میں دمشق میں رہتے تھے وہاں ہی خلافت امیر معاویہ میں وفات پائی رضی اللہ عنہ۔(مرقات)

۲؎ یعنی تمام دن ہم چلتے رہے حتی کہ شام ہوگئی۔

۳؎ بکرہ کہتے ہیں جوان اونٹنی کو،اہل عرب جب کسی قوم کی کثرت بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ قوم ساری کی ساری بہت تعداد میں آگئی تو کہتے ہیں علی بکرۃ ابیھم ظعن بوڑھی عورتیں،نعم ہر قسم کے جانور یعنی قبیلہ ہوازن اپنی ساری جماعت سارے مال کے ساتھ حنین میں آپ سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہوچکے ہیں ہوازن جناب حلیمہ کی قوم تھی آپ قبیلہ بنی ہوازن سے تھیں رضی اللہ عنہا۔

۴؎ یعنی ان شاءاللہ کل جہاد ہوگا اس میں یہ لوگ قیدی ہوں گے ان کے مال مسلمانوں کی غنیمت بنیں گے ایسا ہی ہوا۔یہ ہوا حضور کے علم غیب کا معجزہ۔

۵؎ دشمن کے خطرہ کے وقت سارا لشکر رات کو نہیں سوجاتا کیونکہ شب خون کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے کوئی شخص حفاظت کرتا ہے پھر لشکر سوتا ہے اس قاعدے سے حضور انور نے یہ فرمایا۔اس سے معلوم ہوا کہ کسی بندے کی حفاظت لینا نہ تو شرک ہے اور نہ توکل کے خلاف نہ "فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا" کے مخالف حقیقی حفاظت رب تعالٰی کی ہے بندے اس حفاظت کے مظہر ہیں خود حضور انور ساری امت کے محافظ ہیں"وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" شہید بمعنی رقیب(محافظ)۔

۶؎ حضرت ابو مرثد کا نام کنار یا انیس ہے آپ خود اور آپ کے باپ دادا بھائی سب صحابی ہیں فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شامل ہوئے، ۲۰ھ میں وفات پائی۔

(۷)یعنی تم رات اس پہاڑی پر جاگ کر گزارو ہر چہار طرف نظر رکھو کسی طرف سے دشمن کو آتا دیکھو تو ہم کو خبر دو۔آج رات ان کے لیے یہ جاگنا پہرہ دینا اعلٰی درجہ کی عبادت تھی۔شعر

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

۸؎ یعنی سنت فجر ادا کیں معلوم ہوا کہ سفر میں سنت و نفل سب پورے پڑھے جائیں گے صرف چار رکعت والے فرض میں قصر ہوگا کہ وہ بجائے چار کے دو ہوں گے۔

۹؎ یعنی کیا آج رات میں کسی وقت ابو مرثد نیچے اترے تم نے انہیں دیکھا معلوم ہوا کہ سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے دنیاوی بات کرلینا جائز ہے اس میں حرج نہیں ہاں بلا ضرورت زیادہ بات نہ کرے(از اشعہ)معلوم یہ بھی ہوا کہ حضور کو اپنے نوکروں چاکروں خدام کی فکر رہتی ہے،آج بھی جو لوگ خدمت دین کررہے ہیں حضور کو ان کی فکر ہے پھر ہمیں اپنی فکر کیوں ہو وہ فکر کرنے والے سلامت رہیں صلی اللہ علیہ وسلم شعر۔

سن اے دشمن میں بگڑنے کا نہیں — وہ سلامت ہیں بنانے والے

۱۰؎ یعنی حضور نے نماز فجر ہم کو پڑھائی مگر اس طرح کہ حضور کا گوشہ چشم اس راستہ کی طرف تھا جس سے حضور کے خادم نے آنا تھا۔رب کی نماز میں اپنے خادم کا انتظار فرمایا۔اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ سفر میں نماز باجماعت ادا کی جاوے اذان تکبیر وغیرہ سب کچھ ہو،دوسرے یہ کہ نماز میں گوشہ چشم سے ادھر ادھر دیکھنا نماز کو ناقص نہیں کرتا ہاں منہ پھیرنا مکروہ ہے اور سینہ پھیرنا نماز کو فاسد کردیتا ہے،تیسرے یہ کہ حضور انور تو اپنے خدام کو نماز میں ملاحظہ کرتے تھے اور حضرات صحابہ عین نماز میں حضور کی نگاہوں کو دیکھتے تھے کیونکہ ان راوی نے فجر کی نماز میں دیکھا کہ حضور گوشہ چشم سے اس طرف دیکھ رہے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ نماز بھی عبادت ہے اور حضور کی ادائیں دیکھنا بھی عبادت ہے اس میں دو عبادتوں کا اجتماع ہے حضور کو دیکھنا وہ عبادت ہے کہ مؤمن کو صحابی بنادیتا ہے۔

۱۱؎ یعنی سلام پھیرتے ہی دعا سے پہلے ہم کو ابو مرثد کے بخیریت پہنچنے کی خوشخبری دی یہ ہے کرم کریمانہ اس میں بھی حضور کے علم کا ظہور ہے کہ ابو مرثد ابھی نمودار بھی نہ ہوئے تھے حضور نے آڑ کے پیچھے سے یار کو دیکھ لیا اور خبر دے دی۔

۱۲؎خیال رہے کہ ابو مرثد نے فجر کی جماعت میں شرکت نہ کی آج ان کے لیے پہاڑی چوٹی کعبہ تھی اور ان کا وہاں رہنا جماعت تھی۔حضور کی اطاعت اصل عبادت ہے ان کی ترک جماعت پر ہماری لاکھوں باجماعت نمازیں قربان ہوں ان کی قضا پر ہماری ادائیں نچھاور ہوں۔

۱۳؎ابو مرثد نے آج رات کی کارروائی صحابہ کرام کو بلکہ خود حضور انور کو سنائی۔خیال رہے کہ اپنی عبادت صحابہ کرام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوسنانا نہ تو ریا ہے نہ عبادت ناقص ہونے کا ذریعہ بلکہ یہ تو عبادات کو زیادہ قبول بنانے کا ذریعہ ہے۔حضور انور کی خوشنودی عبادات کا مغز ہے رب تعالٰی فرماتا ہے:"وَاللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ اَحَقُّ اَنۡ یُّرۡضُوۡہُ"ساری عبادات میں اللہ تعالٰی کی رضا کے ساتھ حضور کو راضی کرنے کی بھی نیت کرو۔

۱۴؎یعنی میں آج رات پورے طور پر ہی حضور کی طرف سے سپرد کردہ خدمات انجام دیتا رہا ہوں میں سواء نماز یا استنجے کے کسی کام کے لیے بھی نیچے نہیں اترا۔

۱۵؎یعنی اب اگر تم کوئی نفلی عبادت نہ کرو یا تم اگر اب جہاد نہ کرو تو تمہارے درجے میں کمی نہ ہوگی کیونکہ تم نے آج ایسی بڑی عبادت کرلی یعنی اللہ کے رسول کی حفاظت جس سے تم جنت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے لہذا عمل سے مراد عمل نفلی یا جہاد نفلی ہے۔(مرقات،اشعہ)مگر فقیر کہتا ہے کہ عمل سے مراد مطلقًا عمل ہے فرض ہو یا نفل کیونکہ نفلی عبادات کا چھوڑنا ویسے بھی مضر نہیں ہوتا نفل تو کہتے ہیں اسے ہیں جس کا کرنا ثواب نہ کرنا گناہ نہ ہو لہذا یہ ہی مطلب ہے کہ اگر تم فرضی عبادات بھی نہ کرو تو تم کو مضر نہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت عثمان غنی سے فرمایا تھا کہ تم جو چاہو کرو تم جنتی ہوچکے اس کا مقصد یہ نہیں کہ تم پر فرض عبادات فرض نہ رہیں۔یہ فرمان ایسے ہیں جیسے پرندے کے پر کاٹ کر اس سے کہو کہ اڑتا پھر اب وہ اڑے کیسے دل پر قبضہ حضور نے کرلیا اب اس میں ترک عبادت کا خیال کیسے پیدا ہو اس فرمان عالی کے بعد انہوں نے نوافل اور زیادہ شروع کردیئے ہوں گے۔

[66]- 5933 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَا لِي فِيهِنَّ بِالبركَةِ فَقَالَ خذهن واجعلهن فِي مِزْوَدِكَ كُلَّمَا أَرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَدْخِلْ فِيهِ يَدَكَ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذَلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكُنَّا نَأْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حَقْوِي حَتَّى كَانَ يَوْمُ قَتْلِ عُثْمَانَ فَإِنَّهُ انْقَطَعَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ چھوارے لایا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان میں برکت کی دعا فرمادیں۱؎ تو انہیں حضور نے ملادیا پھر ان میں میرے لیے برکت کی دعا کی ۲؎ فرمایا انہیں لے لو اسے اپنے توشہ دان میں ڈال لو جب اس میں سے کچھ لینا چاہو تو اس میں اپنا ہاتھ ڈال دو اس میں سے لے لو اور کبھی جھاڑنا مت ۳؎میں نے ان چھوہاروں میں سے اتنے وسق اللہ کی راہ میں خیرات کیے ہم ان میں سے کھاتے کھلاتے رہے۴؎ وہ یہ میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوئے تھے حتی کہ جناب عثمان کے قتل کا دن ہوا تو وہ مجھ سے گر گیا ۵؎(ترمذی)

۱؎ برکت کے معنی ہیں خیر کا بیٹھ جانا وہاں سے نہ نکلنا یہ بنا ہے برک سے بمعنی اونٹ کا بیٹھنا کثرت اور برکت میں بڑا فرق ہے برکت یہ ہے کہ چیز تھوڑی ہو مگر نہ خود ختم ہو نہ اس کا نفع ختم ہو کثرت یعنی زیادتی تو کفار کو مل جاتی ہے مگر برکت کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

۲؎ خیال رہے کہ دعائیہ کلمات میں برکت کسی پاکیزہ زبان سے پیدا ہوتی ہے اس لیے انہوں نے دعائیہ کلمات خود پڑھ کر دم نہ کردیئے۔بلکہ حضور انور سے دم کرائے کارتوس بغیر رائفل کے مار نہیں کرتا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا"وَ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ"رب نے مجھے برکت والا بنایا ہے میں جہاں بھی ہوں برکت میرے ساتھ ہے۔معلوم ہوا کہ کسی چیز پر دم کرتے وقت اسے ملا لینا سنت ہے۔

۳؎ متبرک چیزوں میں توکل ضروری ہے اس لیے انہیں ناپنا،تولنا،جھاڑنا نہیں چاہیے بلکہ اس میں سے لیتے رہو،استعمال کرتے رہو اس کا اندازہ بھی نہ لگاؤ کہ اب اتنی رہ گئی ہوگی۔یہ صوفیانہ عمل ہے۔

۴؎ یعنی میں نے کھائے دوستوں کو کھلائے اور کئی من خیرات کیے مگر پھر اتنے ہی رہے جتنے تھے۔وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع ساڑھے چار سیر کا تو ایک وسق چھ من تیس سیر ہوا۔آپ نے کئی وسق خیرات کیے حالانکہ پاؤ بھر یا آدھ سیر چھوہارے تھے سوچو کتنی برکت ہوئی کیونکہ یہ چوہارے جناب ابوہریرہ کی کمر سے بندھے رہتے تھے کمر سے اتنا ہی وزن بندھ سکتا ہے۔

۵؎ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت مدینہ منورہ میں عجیب افراتفری کا واقعہ تھا کہ لوگ اپنی محبوب چیزوں سے بھی غافل ہوگئے تھے اس تھیلے کے گر جانے پر یہ برکت ختم ہوگئی حضرت ابوہریرہ اس کے بعد یہ شعر پڑھا کرتے تھے؎

للناس هم ولی همان بینهم　　　هم الجراب وهم الشیخ عثمان　　　(مرقات)

یعنی لوگوں کو تو ایک غم ہے اور مجھے دو غم ہیں ایک اپنے تھیلے کے گم ہوجانے کا دوسرا حضرت عثمان غنی کی شہادت کا۔رضی اللہ عنہ

الفصل الثالث
تیسری فصل

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا کہ ایک رات مکہ میں قریش نے مشورہ کیا۱؎ بعض نے کہا کہ جب سویرا ہو تو انہیں رسیوں سے باندھ دو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض دوسرے بولے کہ بلکہ انہیں قتل کردو بعض بولے بلکہ انہیں نکال دو ۲؎ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کردیا تو جناب علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر یہ رات گزاری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حتی کہ غار پر پہنچ گئے ۳؎ اور مشرکین رات بھر جناب علی کی نگرانی کرتے رہے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ۴؎ جب صبح پائی تو ان پر دوڑے ۵؎ پھر جب جناب علی کو دیکھا تو	[67]- 5934 وَعَن ابْن عبَّاس قَالَ تَشَاوَرَتْ قُرَيْشٌ لَيْلَةً بمكَّةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا أَصْبَحَ فَأَثْبِتُوهُ بِالْوَثَاقِ يُرِيدُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلِ اقْتُلُوهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ أَخْرِجُوهُ فَأطلع الله عز وَجل نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ذَلِكَ فَبَاتَ عَلِيٌّ عَلَى فِرَاشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى لَحِقَ بِالْغَارِ وَبَاتَ الْمُشْرِكُونَ يَحْرُسُونَ عَلِيًّا يَحْسَبُونَهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحُوا ثَارُوا إِلَيْهِ فَلَمَّا رَأَوْا عَلِيًّا رَدَّ اللَّهُ مَكْرَهُمْ

فَقَالُوا أَيْنَ صَاحِبُكَ هَذَا قَالَ لَا أَدْرِي فَاقْتَصُّوا أَثَرَهُ فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ اخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ فَصَعِدُوا فِي الْجَبَلَ فَمَرُّوا بِالْغَارِ فَرَأَوْا عَلَى بَابِهِ نَسْجَ الْعَنْكَبُوتِ فَقَالُوا لَوْ دَخَلَ هَاهُنَا لَمْ يَكُنْ نَسْجُ الْعَنْكَبُوتِ عَلَى بَابِهِ فَمَكَثَ فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ. رَوَاهُ أَحْمد	اللہ نے ان کے فریب رد کردیئے ۶؎ بولے تمہارے وہ ساتھی کہاں ہیں ۷؎ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا ۸؎ چنانچہ وہ سب حضور کے نشان قدم پر کھوج لگاتے چلے ۹؎ جب پہاڑ پر پہنچے تو ان پر غار مشتبہ ہوگیا ۱۰؎ وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اس غار پر پہنچے اس کے دروازہ پر مکڑی کا جالا دیکھا تو بولے کہ اگر حضور یہاں گھسے ہوتے تو اس کے دروازے پر جالانہ ہوتا ۱۱؎ حضور نے اس میں تین شب قیام فرمایا ۱۲؎ (احمد)

۱؎ یہ واقعہ ہجرت کی رات کا ہے کہ دارالندوہ میں کفار قریش جمع ہوئے کہ اب اسلام کو ختم کرنے کی آخری تدبیر کیا کرنی چاہیے اس مجمع میں شیطان شیخ نجدی کی شکل میں حاضر تھا ہر ایک کی رائے پر اعتراض کرتا تھا۔(مرقات)

۲؎ ان تین رایوں میں شیطان نے دو رائیں رد کردیں اور قتل کی رائے پسند کی وہ بولا کہ اگر تم انہیں باندھ دوگے تو ان کے قبیلہ کے لوگ انہیں کھول دیں گے اگر تم انہیں مکہ معظّمہ سے نکال دوگے تو وہ اس جگہ پہنچ کر اسلام پھیلائیں گے جہاں جائیں گے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ انہیں سب مل کر اچانک قتل کردو۔بنی ہاشم تم سب سے بدلہ نہ لے سکیں گے۔آخر خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے تم سب چندہ کرکے انہیں خون بہا دے دینا اس پر اتفاق ہوگیا اور کفار نے حضور انور کا گھر گھیر لیا اس برے ارادے سے۔(مرقات وغیرہ) قتل کی رائے ابوجہل کی تھی تائید ابلیس کی۔

۳؎ حضور کی خوابگاہ گھیرے اس ارادے سے کھڑے تھے کہ حضور تہجد کے لیے اٹھیں ہم ان پر حملہ کردیں حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ ان خونخواروں سفاکوں کی امانتیں میرے پاس ہیں یہ امانتیں ادا کرکے ہمارے پاس مدینہ منورہ پہنچ جانا۔تم مطمئن رہو تمہارا بال بیکا نہیں کرسکیں گے یہ فرما کر حضور انور ان کفار میں سے انکی جماعت کو چیر کر نکلے یہ پڑھ رہے تھے "فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ" وہ سب اندھے ہوگئے اور حضور وہاں سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق کے مکان پر تشریف لے گئے جناب صدیق کو ساتھ لیا غار ثور شریف لے گئے کس طرح گئے یہ حضرت صدیق سے پوچھو کہ وہ حضور کو وہاں کیسے لے گئے راستہ میں کبھی حضور کے آگے چلتے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائیں جدھر خطرہ محسوس کرتے ادھر ہوجاتے آخر حضور کو اپنے کندھے پر لے لیا اور پہاڑ کی چڑھائی شروع کردی چڑھائی قریبًا دو ڈھائی میل ہے راستہ خطرناک ہے رستہ میں نوکیلے پتھر ہیں اب لوگ دن میں وہاں جاتے ہیں تو بمشکل وہ راہ طے کرتے ہیں۔عشاق اس راستہ کو چومتے ہیں کہ یہاں جناب صدیق کے تلوے لگے ہوں گے۔

۴؎ یہ نگرانی اور محاصرہ اس طے شدہ پروگرام کے ماتحت تھا وہ سمجھے کہ بستر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں آپ کے تہجد کے لیے جاگنے کا انتظار کرتے رہے۔

۵؎ یعنی حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر چوطرفہ سے ٹوٹ پڑے حملہ آور ہوگئے۔

۶؎ یعنی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہم کیا سمجھے تھے اور ہوا کیا وہ کدھر سے نکلے اور نکل کر کہاں گئے عقل کام نہیں کرتی "وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ"۔

۷؎ یہ ہے حضور انور کی حفاظت کہ حضور نے فرمایا تھا علی وہ تمہارا بال بیکا نہ کرسکیں گے ایسا ہی ہوا ورنہ ایسی افراتفری میں حضرت علی کا شہید ہوجانا بہت ممکن تھا یا وہ طیش میں آکر ہی آپ کو شہید کردیتے مگر کچھ نہ ہوا یسے ہوتا کہ حضرت علی کے سر پر حضور انور کا ہاتھ تھا اور اللہ کی رحمت و حفاظت،تاقیامت جس کی حضور حفاظت فرمالیں اسے دین و دنیا میں امان مل جاتی ہے۔شیطان،شیطانی انسان بلکہ ساری مخلوق سے اسےامن مل جاتی ہے۔اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا۔شعر

خوف نہ کر ذرہ رضا تو تو ہے عبد مصطفیٰ　　　تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

۸؎ سبحان اللہ! کیسا پیارا سچا جواب ہے یعنی میں نہیں جانتا کہ اس وقت وہ کہاں ہیں حضرت علی کو کیا خبر تھی کہ حضور ابھی تک مکہ معظّمہ میں ہیں یا کہیں باہر تشریف لے گئے جواب نہایت ہی سچا ہے۔

۹؎ خیال رہے کہ کچھ دور تو حضور انور کے ساتھ حضرت صدیق چلے کبھی آپ کے داہنے کبھی بائیں آگے کبھی پیچھے پھر حضور کو اپنے کندھے پر لے لیا اور نرم زمین پر اپنے پنجوں سے اس طرح چلے کہ جب پنجے اٹھاتے تو گھما کر پنجوں کا نشان مٹاتے جاتے کہ کوئی کھوجیا کھوج نہ لگاسکے کفار کھوج وہاں تک ہی لگاسکے جہاں تک حضرت صدیق ساتھ تھے آگے اپنے اندازے سے گئے پہاڑ پر بھی اندازے سے چڑھے ورنہ پتھریلی زمین میں اور پہاڑ پر نقش قدم نہیں پڑا کرتے۔

۱۰؎ اب بھی وہاں زائرین کے لیے غار ثور مشتبہ ہوجاتا ہے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چند غار واقع ہیں وہاں کسی رہبر کے بغیر پہنچنا مشکل ہوتا ہے ہم بھی وہاں اللہ کے کرم اور رہبر کے ذریعہ حاضر ہوئے نوافل پڑھے۔

۱۱؎ اس غار کے دروازے پر پہنچ کر بعض کافر بولے کہ اس کے اندر جاکے دیکھ لو تو دوسرے بولے کہ اگر اس میں کوئی گھسا ہوتا تو جالا اور کبوتری کے انڈے ٹوٹ جاتے ایک بولا کہ یہ جالا تیری پیدائش سے پہلے کا ہے۔حالانکہ حضور کے اندر پہنچ جانے کے بعد وہ جالا مکڑی نے تنا تھا کبوتری نے انڈے دیئے تھے اگر رب چاہے تو اپنے محبوب کو مکڑی کے جالے کے ذریعہ بچائے غضب کرے تو فرعون کو اس کے قلعہ کی دیواریں نہ بچاسکیں۔بزرگان دین فرماتے ہیں کہ حرم کے کبوتر اسی کبوتری کی نسل ہیں جس نے وہاں انڈے دیئے تھے ان کا اب تک احترام ہے واللہ ورسولہ اعلم۔امام ابوصیری فرماتے ہیں:شعر

ظنوا الحمام وظنوا العنکبوت علی　　　خیر البریۃ لم تنسج ولم تحم

۱۲؎ اس غار کے دو دروازے ہیں کفار اس دروازے پر پہنچے جس سے حضور داخل ہوئے تھے اس دروازے کی لمبائی ایک ہاتھ ہے چوڑائی صرف ایک بالشت یہ فقیر اس غار شریف سے نکلتے وقت دروازے میں پھنس گیا تھا رگڑ سے کچھ سر کے بال اڑ گئے وہاں پہلے بہت سوراخ تھے مگر اب کوئی سوارخ نہیں ہے۔اندر چھ سات آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس غار میں حضرت صدیق نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ اگر کفار اپنے قدموں کو دیکھ لیں تو ہم کو دیکھ لیں فرمایا"**لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا**"جو قرآن کریم نے نقل فرمایا جناب صدیق کو تو اس غار میں مار(سانپ)نے کاٹا حیرت ہے کہ کفار نے جو کچھ کہا حضور انور اور حضرت صدیق نے اندر سب کچھ سن لیا مگر ان حضرات نے جو اندر باتیں کیں وہ کفار نہ سن سکے۔حالانکہ فاصلہ ایک ہی تھا یہ ہے حضور کا معجزہ۔

5935 -[68]	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ کی گئی جس میں زہر تھا۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَعَن أَبِي هُرَيْرَة أَنه قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ	

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوا لِي من كَانَ هَا هُنَا من الْيَهُود فَجمعُوا لَهُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صادقي عَنهُ فَقَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَبُوكُمْ قَالُوا فلَان فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبْتُمْ بل أبوكم فلَان فَقَالُوا صدقت وبررت قَالَ: «هَلْ أَنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ» قَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَإِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِينَا قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْلُ النَّارِ قَالُوا نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ثُمَّ تخلفوننا فِيهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَئُوا فِيهَا وَاللَّهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أبدا ثُمَّ قَالَ لَهُم فَهَلْ أَنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنهُ قَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ: «هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هَذِه الشَّاة سما» . قَالُوا نعم فَقَالَ مَا حملكم على ذَلِك فَقَالُوا أردنَا إِن كنت كذابا نستريح مِنْك وَإِن كنت نَبيا لم يَضرك. رَوَاهُ البُخَارِيّ

کہ جتنے یہودی یہاں ہیں انہیں ہمارے پاس جمع کرو وہ سب حضور کے آگے جمع ہوئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے متعلق پوچھتا ہوں کیا تم مجھ سے سچ بولو گے انہوں نے کہا ہاں اے ابو القاسم تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا باپ کون ہے ۲؎ وہ بولے فلاں فرمایا تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے وہ بولے آپ نے سچ کہا اور درست کہا ۳؎ فرمایا تو کیا اب تم مجھ سے سچ کہو گے جس چیز کے متعلق اگر میں تم سے پوچھو وہ بولے ہاں اے ابوالقاسم ۴؎ اور اگر ہم آپ سے جھوٹ بولیں تو آپ پہچان لیں گے جیسے ہمارے باپ کے متعلق پہچان لیا ۵؎ تو ان سے فرمایا کہ آگ والے کون ہیں وہ بولے کچھ دن ہم اس میں رہیں گے ۶؎ پھر اس میں ہمارے نائب آپ لوگ ہوں گے ۷؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ورے ہو اس میں رہو اللہ کی قسم ہم اس میں تمہارے نائب کبھی نہیں بنیں گے ۷؎ پھر فرمایا کہ کیا اب مجھ سے سچ بولو گے اس چیز کے متعلق جو میں تم سے پوچھوں وہ بولے ہاں اے ابوالقاسم فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ڈالا ہے وہ بولے ہاں ۸؎ فرمایا تم کو اس پر کس چیز نے جرأت دی وہ بولے ہم نے چاہا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے راحت پاجائیں اور اگر سچے ہیں تو آپ کو نقصان نہ دے گا ۹؎ (بخاری)

۱؎ یہ بکری خیبر کے یہود نے ہدیہ کے طور پر بھیجی تھی بھیجنے والی یہودیہ کا نام زینب تھا یہ واقعہ ابھی دوسری فصل میں گزر چکا۔

۲؎ یعنی تمہارے قبیلہ کا مورث اعلیٰ جد کون ہے تم سب کس کی اولاد میں ہو۔

۳؎ یہ ہے حضور انور کا علم غیب کہ حضور لوگوں کی نسلوں تک سے واقف ہیں پھر آپ پر گوشت کا زہر کیسے مخفی رہ سکتا ہے اس زہر کھالینے میں وہ حکمتیں تھیں جو ابھی دوسری فصل میں عرض کی گئیں، حضور مرضی الٰہی سے واقف اسرار الٰہیہ سے خبردار ہیں جو کچھ ہو اللہ رسول کے درمیان طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہوا۔

۴؎ یہود نامسعود اکثر حضور انور کا نام نہیں لیتے تھے کنیت شریف سے پکارتے تھے کیونکہ حضور کا نام شریف توریت میں مذکور تھا یہ آپ کی نبوت کی دلیل تھی اس سے انہیں موت آتی تھی۔

۵؎ معلوم ہوا کہ وہ یہود بھی حضور کے علم غیب کے قائل ہوچکے تھے تب ہی تو بولے کہ ہمارا جھوٹ آپ پر چھپ نہ سکے گا جو حضور کے علم کا انکار کرے وہ ان یہود سے بدتر ہے۔حضور کو سب کی نسل واصل کی خبر ہے کسی کا بیٹا ہونا ایسی غیبی خبر ہے جسے بجز پروردگار کوئی نہیں جانتا۔حضور کو رب نے یہ بھی بتادیا ہے۔

۶؎ ان یہود کا عقیدہ یہ تھا کہ جتنے روز ہمارے باپ دادوں نے بچھڑا پرستی کی ہے اتنے روز ہم دوزخ میں رہیں گے پھر نکال کر جنت میں پہنچادیئے جائیں گے،رب فرماتا ہے:"لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً" مسلمان وہاں ہمیشہ رہیں گے یہ وہ ہی بکواس ہے۔

۷؎ یعنی تم اس خبر میں بھی جھوٹے ہو پہلی خبر واقعہ اور تمہارے علم دونوں کے خلاف تھی یہ خبر واقعہ کے خلاف ہے تمہارے عقیدے کے اگرچہ موافق ہو۔

۸؎ اگرچہ زہر ملانے والی صرف ایک یہودن عورت تھی مگر چونکہ یہ کام ان سب کے مشورہ سے ہوا تھا لہذا سب کا فعل تھا اس لیے ان سے حضور انور نے یہ سوال فرمایا اور انہوں نے یہ مذکورہ جواب دیا اگر وہ لوگ حضور کا علم غیب ابھی ابھی آزما چکے نہ ہوتے تو ہر گز اپنا جرم قبول نہ کرتے وہ سمجھ گئے کہ۔ع! کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

علیم و خبیر حاکم کے سامنے اقرار ہی کرنا پڑتا ہے۔

۹؎ اس کی شرح ابھی دوسری فصل میں گزر گئی کہ ان یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھنا چاہا کہ اگر حضور کو زہر مضر نہ ہو تو آپ سچے نبی ہیں انہیں یہ معجزہ دکھادیا گیا۔چنانچہ زینب جو زہر ملانے والی تھی غالبًا وہ اور دوسرے چند یہودی ایمان لے آئے جیساکہ پہلے کہا گیا۔

[69]- 5936	
وَعَن عَمْرو بن أخطَب الْأَنْصَارِيّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفجْر وَصعد الْمِنْبَر فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصلَّى ثمَّ صعِد الْمِنْبَر فَخطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَأَعْلَمُنَا أحفظنا. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت عمرو ابن اخطب انصاری سے فرماتے ہیں۱؎ کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز فجر پڑھائی اور منبر پر چڑھے ہم کو خطبہ دیا حتی کہ ظہر کا وقت آگیا پھر اترے پھر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے تو ہم کو خطبہ دیا حتی کہ عصر کا وقت آگیا پھر اترے پھر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے حتی کہ سورج ڈوب گیا۲؎ تو ہم کو تمام ان چیزوں کی خبر دی جو قیامت کے دن تک ہونے والا ہے۳؎ فرمایا کہ ہم میں زیادہ جاننے والا وہ تھا جو ہم میں زیادہ حافظ تھا۴؎ (مسلم)

۱؎ آپ ابو زید اعرج کے نام سے مشہور ہیں،آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ غزوات کیے ہیں،حضور نے ان کے سر پر ہاتھ شریف پھیرا اور ان کے لیے دعائے خیر کی،آپ کی عمر شریف سو سال ہوئی مگر سر شریف میں صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔(اشعہ،مرقات)

۲؎ یعنی حضور نے تھوڑے وقفہ کے بعد سارا دن وعظ و خطبہ ارشاد فرمایا،یہ خطبہ احکام کا نہ تھا بلکہ غیبی خبریں دینے کا تھا۔

۳؎ یعنی تاقیامت قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ بتادیا جو پرندہ تاقیامت پر ہلائے گا وہ سب کچھ تفصیل وار بتادیا۔یہ ہے حضور کا علم غیب کلی۔حضور کا یہ معجزہ ہے کہ سارے واقعات صرف ایک دن میں بتادیئے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑا کستے کستے پوری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔اس معجزہ کا نام ہے طی الوقت یہ بھی طی الارض کی طرح ایک معجزہ ہے،کبھی کرامت کے طور پر ولی کے ہاتھ پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔

۴؎ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو یہ سارے واقعات یاد نہ رہے کسی کو زیادہ یاد رہے کسی کو کم لہذا ان میں سے کسی کا علم حضور انور کے علم کے برابر نہیں ہوگیا۔خیال رہے کہ تعلیم یعنی سکھانا اور چیز ہے اور خبر دینا یعنی اعلام یا انباء کچھ اور چیز اللہ تعالٰی نے حضور کو ہر چیز سکھادی"وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ"اور حضور نے یہ تمام باتیں لوگوں کو سنادیں بتادیں سکھائیں نہیں "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا"،"فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ" میں یہ ہی فرق ہے۔

5937 -[70] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ مَعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَأَلْتُ مَسْرُوقًا: مَنْ آذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْآنَ؟ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوكَ يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ ابْن مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ: آذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ.	روایت ہے حضرت معن ابن عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ فرمایا میں نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے قرآن سنا ہے تو جنات کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے دی ۱؎ انہوں نے کہا کہ مجھے تمہارے والد یعنی عبداللہ ابن مسعود نے بتایا کہ ان کی خبر ایک درخت نے دی ۲؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی جنات ایک ناری مخلوق ہے جو نظر نہیں آتی۔یہ لوگ حضور انور کا قرآن مجید سننے آئے حضور نے ان کی آمد کی خبر صحابہ کو دی تو یہ تابعی پوچھ رہے ہیں کہ حضور انور کو خبر ان جنات کی آمد کی کس نے دی۔

۲؎ یعنی ان جنات کی آمد کی خبر ایک قریب والے درخت نے دی کہ یارسول اللہ جنات حاضر ہیں حضور پر ایمان لانا چاہتے ہیں تب حضور تشریف لے گئے انہیں قرآن مجید سنایا اور مسلمان کیا،جنات کا یہ واقعہ دوسرا ہے اور قرآن مجید میں جو واقعہ مذکور ہے وہ واقعہ دوسرا" قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ"۔

5938 -[71] وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَتَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلًا حَدِيدَ الْبَصَرِ فَرَأَيْتُهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَآهُ غَيْرِي قَالَ فجعلتُ أقولُ لعُمر أما تَرَاهُ فَجعل لَا يَرَاهُ قَالَ يَقُولُ عُمَرُ سَأَرَاهُ وَأَنَا مُسْتَلْقٍ عَلَى فِرَاشِي ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا عَنْ أَهْلِ بدر فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِينَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ بِالْأَمْسِ يَقُولُ هَذَا مَصْرَعُ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم مکہ مدینہ کے درمیان جناب عمر کے ساتھ تھے تو ہم چاند ایک دوسرے کو دکھانے لگے میں تیز نظر تھا تو میں نے دیکھ لیا میرے سوا کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے چاند دیکھا ہے ۱؎ میں جناب عمر سے کہنے لگا کہ کیا آپ دیکھتے نہیں آپ اسے نہ دیکھ سکے کہتے ہیں کہ میں اسے عنقریب اپنے بستر پر لیٹے ہوئے دیکھوں گا ۲؎ پھر ہم کو بدر والوں کے متعلق خبریں دینے لگے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ایک دن پہلے کفار کے قتل گاہ دکھاتے تھے فرماتے تھے کہ ان شاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ

فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ فَقَالَ عمر فوالذي بَعثه بِالْحَقِّ مَا أحطئوا الْحُدُود الَّتِي حد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ فَجُعِلُوا فِي بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِمْ فَقَالَ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ حَقًّا فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي الله حَقًّا قَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ أَجْسَادًا لَا أَرْوَاحَ فِيهَا قَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَن يَردُّوا عليَّ شَيْئا ". رَوَاهُ مُسلم	ہوگی اور ان شاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی۳؎ جناب عمر فرماتے ہیں کہ اس کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ ان حدود سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھیں بالکل نہ ہٹے۴؎ پھر وہ اوپر تلے ایک کنویں ڈال دیئے گئے۵؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حتی کہ ان تک پہنچ گئے۶؎ فرمایا اے فلاں ابن فلاں اے فلاں ابن فلاں کیا تم نے وہ سب باتیں درست پائیں جن کا تم سے اللہ و رسول نے وعدہ کیا تھا۷؎ کیونکہ میں نے وہ سب درست پایا جو مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا تھا جناب عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان جسموں سے کیسے کلام کرتے ہیں جن میں جان نہیں تو فرمایا بات تم ان سے زیادہ نہیں سنتے بجز اس کے کہ وہ مجھے کچھ جواب نہیں دے سکتے ۸؎ (مسلم)

۱؎ یعنی اس سفر میں حضرت فاروق اعظم کے ساتھ بہت لوگ تھے مگر آج چاند کسی کو نظر نہیں آیا سواء میرے کیونکہ چاند بہت باریک تھا۔

۲؎ یعنی ابھی میں دیکھنے کی کوشش کیوں کروں عنقریب چاند اتنا بڑا ہوجاوے گا کہ مجھے بستر پر لیٹے ہوئے بے تکلف نظر آوے گا،عام شارحین نے یہ ہی معنی کیے۔یا میں اس ماہ کے آخر میں زخمی کیا جاؤں گا جس سے میری شہادت واقع ہوگی میں زخم خوردہ ہوکر بستر علالت پر اسے دیکھوں گا۔چنانچہ اس ماہ ذی الحجہ کے آخر میں آپ کو زخمی کیا گیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔اس صورت میں یہ غیبی خبر ہے۔**واللہ ورسولہ اعلم**! یہ واقعہ اس سفر کا ہے جب آپ آخری حج کو گئے واپس آکر شہید کردیئے گئے۔

۳؎ اس فرمان عالی میں تین غیبی خبریں ہیں: وقت موت کی خبر کہ فلاں شخص کل مرے گا،جگہ موت کی خبر کہ فلاں جگہ مرے گا،تیسرے نوعیت موت کی خبر کہ کفر پر مرے گا نہیں بلکہ ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا۔غرضکہ علوم خمسہ میں سے تین چیزوں کی خبر حضور نے دے دی بلکہ خط کھینچ کر بتادیا کہ فلاں کافر اس حد کے اندر مارا جائے گا۔

۴؎ یعنی اس دائرہ اس حد کے اندر ہر شخص قتل ہوا جہاں حضور انور نے دائرہ کھینچ کر جگہ مقرر فرمائی تھی۔شعر

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب | علی کل شئی خبیر آمدی

۵؎ کفار کی لاشوں سے یہ ہی برتاوا ہوتا ہے۔نماز،دفن کفن مؤمن کی میت کے لیے ہے۔فقیر نے وہ جگہ دیکھنے کی بہت کوشش کی جہاں یہ لاشیں پڑی تھیں مگر اہل بدر نے کہا کہ کفار کی جگہ کا کیا دیکھنا تم حضور کے آثار دیکھو۔

۶؎ معلوم ہوا کہ کفار کی قبروں ان کی لاشوں پر کسی مصلحت سے جانا بالکل جائز ہے،زیارت قبر کے لیے جانا جائز نہیں،رب فرماتاہے:"وَلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ"۔یہ حدیث اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں کہ یہاں حضور کا کفار کی لاشوں پر جانا اس مقصد کے لیے ہے جو آگے آرہا ہے۔

۷؎ حضور کے اس عمل شریف سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ ہر میت مؤمن ہو یاکافر بعد مرنے کے زندوں کا کلام سنتی ہے حتی کہ دفن کرنے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتی ہے جیساکہ باب الدفن میں گزرا۔ دوسرے یہ کہ بعد موت انسان کی ہر طاقت بڑھ جاتی ہے دیکھو ہزارہا من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود مردہ آواز بلکہ جوتوں کی آہٹ سن لیتا ہے،اگر زندہ کو اتنی مٹی میں دبا دیا جاوے تو وہ توپ کی آواز بھی نہیں سن سکتا۔ تیسرے یہ کہ بعد وفات یا کہہ کر پکارنا جائز ہے۔اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے حالانکہ نماز میں کہا جاتا ہےالسلام علیك ایھا النبی۔

۸؎ یعنی مردے کفار یا تو تمہاری برابر سنتے ہیں یا تم سے زیادہ تم سے کم نہیں سنتے،ہاں فرق یہ ہے کہ تم ہم کو جواب سنا سکتے ہو یہ جواب دیتے تو ہیں مگر زندوں کو سنا نہیں سکتے کیونکہ اب وہ ایسی آواز سے بولتے ہیں جنہیں یہ کان نہیں سن سکتے،اللہ والے مردوں کی آواز سن لیتے ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زندہ بزرگوں کا مردوں کی آوازیں سننا ثابت ہے۔خیال رہے کہ جن آیات میں مردوں کے سننے کی نفی ہےوہاں مردوں سے مراد دل کے مردے یعنی کفار ہیں جیسے "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى"وغیرہ کیونکہ اس آیت کے آخر میں ہے"اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا"یعنی وہاں مردے کا مقابلہ مؤمن سے کیا گیا ہے لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں۔سماع موتی کے ثبوت میں بہت سی آیات ہیں دیکھو ہماری کتاب فہرست القرآن۔

[72]- 5939 وَعَنْ أُنَيْسَةَ بِنْتِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَنْ أَبِيهَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى زَيْدٍ يَعُودُهُ مِنْ مَرَضٍ كَانَ بِهِ قَالَ: «لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْ مَرَضِكَ بَأْسٌ وَلَكِنْ كَيْفَ لَكَ إِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِي فَعَمِيتَ؟»قَالَ:أَحْتَسِبُ وَأَصْبِرُ. قَالَ:«إِذًا تَدْخُلِ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ».قَالَ: فَعَمِيَ بَعْدَ مَا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم ثُمَّ ردَّ اللَّهُ بَصَره ثُمَّ مَاتَ	روایت ہے حضرت انیسہ بنت زید ابن ارقم سے۱؎ وہ اپنے والد سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب زید کے پاس ایک مرض میں مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے،فرمایا اس بیماری سے تم پر کوئی خطرہ نہیں ۲؎ مگر تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم کو میرے بعد دراز عمر ملے گی۳؎ تو تم نابینا ہوجاؤ گے ۴؎ عرض کیا کہ میں صبر اور طلب اجر کروں گا۵؎ فرمایا تو جنت میں بے حساب جاؤ گے ۶؎ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ نابینا ہوگئے پھر اللہ نے ان کی نظر لوٹا دی پھر وہ فوت ہوئے ۷؎

۱؎ انیسہ الف کے پیش ن کے فتحہ سے،آپ حضرت زید ابن ارقم کی صاحبزادی ہیں،خود تابعین سے ہیں اور زید ابن ارقم صحابی ہیں اس لیے آپ کی کنیت ابو انیسہ بھی ہے اور ابو عمر بھی،انصاری خزرجی ہیں،آخر میں کوفہ میں رہے،وہاں ۷۸ھ اٹھتر میں وفات پائی،اٹھاون سال عمر ہوئی رضی اللہ عنہ۔

۲؎ یعنی تم اس مرض سے وفات نہیں پاؤ گے ابھی تمہاری عمر باقی ہے،یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ لوگوں کی زندگی اور موت سے خبردار ہیں۔

۳؎ یعنی تم میرے بعد بہت دراز عمر پاؤ گے۔

۴؎ یعنی تم آخر میں نابینا ہوجاؤ گے۔

۵؎ صبر سے مراد علاج نہ کرنا نہیں بلکہ رب کی شکایت نہ کرنا گھبراہٹ ظاہر نہ کرنا ہے دوا اور دعا صبر کے خلاف نہیں بے صبری چیز ہی اور ہے۔طلب اجر کا مطلب یہ ہے کہ میں سمجھوں گا کہ رب تعالٰی مجھے اس تکلیف اور صبر پر جنت عطا فرمائے گا۔
٦؎ یعنی اگر تم نے بے صبری پر صبر اور طلب اجر کرلیا تو تم ان لوگوں میں سے ہوؤ گے جو قیامت کے حساب و کتاب سے مستثنٰی ہیں بے حساب جنتی ہیں۔
۷؎ خیال رہے کہ حضور انور کو اس شفا کی بھی خبر تھی مگر آپ نے انہیں بتایا نہیں تاکہ ان کا امتحان اور صبر اعلٰی درجہ کے ہوں۔ (مرقات)ظاہر یہ ہے کہ دوبارہ انہیں روشنی ملنا دوا اور دعا سے ہوا جو خلاف صبر نہیں۔

5940 -[73] وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم:«من تَقول عَليّ مالم أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».وَذَلِكَ أَنَّهُ بَعَثَ رَجُلًا فَكَذَبَ عَلَيْهِ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مَيِّتًا وَقد انشقَّ بَطْنه وَلم تقبله الأَرْض. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيّ فِي دَلَائِل النُّبُوَّة	روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھ پر وہ بات تھوپے جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے۱؎ یہ اس طرح ہوا کہ آپ نے ایک شخص کو بھیجا اس نے آپ پر جھوٹ باندھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بددعا کردی تو وہ مردہ پایا گیا کہ اس کا پیٹ چر گیا تھا اسے زمین نے قبول نہ کیا ۲؎ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیں۔

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی کئی صورتیں ہیں:ایک یہ کہ جان بوجھ کر حدیث گھڑے اور اسے حضور کی طرف نسبت کردے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا،دوسرے یہ کہ کوئی موضوع حدیث بیان کرے اور اس کا موضوع ہونا نہ بتائے۔خیال رہے کہ روایت بالمعنی جائز ہے،یہ وضع حدیث نہیں بلکہ حدیث کا مضمون اپنے الفاظ میں بیان کرنا ہے،ہم کہتے ہیں کہ رب نے فرمایا نماز قائم کرو حالانکہ قرآن مجید اردو نہیں ہے ہمارا یہ قول قرآن کا ترجمہ ہے،اس کی مثال وہ وائل ابن حجر کی روایت ہے آمین کے متعلق **رفع بھا صوتہ** ترجمہ ہے **مدبھا صوتہ** کا،راوی نے **مد** کا ترجمہ **رفع** کیا اور اسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا یہ حدیث گھڑنا نہیں یہ فرق خیال رہے۔اپنا گھر آگ میں بنانے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو دوزخی سمجھ لے۔جھوٹ بولنا گناہ ہے اور جھوٹ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا بدترین گناہ ہے۔
۲؎ اس شخص نے لوگوں کو جھوٹی حدیث گھڑ کر سنائی حضور انور نے نور نبوت سے جان لیا اس کے لیے بددعا فرمادی،ایسا ہی ہوا کہ اسے بعد موت دفن کیا گیا تو زمین نے نکال کر پھینک دیا۔یہ واقعہ کوئی اور ہے اور وہ کاتب وحی جو مرتد ہوگیا تھا کفار کے پاس پہنچا بولا کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مل کر قرآنی آیات گھڑا کرتے ہیں اس کا انجام بھی یہ ہوا تھا وہ واقعہ دوسرا ہے۔

5941 -[74] وَعَن جابرٍ أَنَّ رسولَ الله جَاءَهُ رَجُلٌ يَسْتَطْعِمُهُ فَأَطْعَمَهُ شَطْرَ وَسَقِ شَعِيرٍ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَأْكُلُ مِنْهُ وَامْرَأَتُهُ وَضَيْفُهُمَا حَتَّى كَالَهُ فَفَنِيَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى	روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کھانا مانگنے آیا حضور نے اسے جو کا آدھا وسق عطا فرمایا۱؎ وہ شخص اس کی بیوی اس کے مہمان اس سے کھاتے رہے حتی کہ اس نے ناپ لیا تو ختم ہوگیا ۲؎ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا فرمایا اگر وہ اسے نہ ناپتی تو تم

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ ولقام لكم» رَوَاهُ مُسلم	سب اس سے کھاتے رہتے تو وہ تمہارے پاس رہتا۳؎(مسلم)

۱؎ پہلے کہا جاچکا ہے کہ وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع ساڑھے چار سیر کا تو آدھا وسق تیس صاع ہوا یعنی ایک سو پینتیس سیر تین من پندرہ سیر۔

۲؎ معلوم ہوتا ہے کہ برسہا برس تک کھاتے رہے یہ ہوا حضور انور کا معجزہ کہ تھوڑے غلہ میں بہت ہی برکت ہوئی۔

۳؎ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ایسی برکت والی چیز کا ناپ تول توکل کے خلاف ہے اس لیے اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

[75]- 5942 وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْحَافِرَ يَقُولُ: «أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ» فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِيَ امْرَأَتِهِ فَأَجَابَ وَنَحْنُ مَعَه وَجِيء بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَأَكَلُوا فَنَظَرْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يلوك لقْمَة فِي فَمه ثُمَّ قَالَ أَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ أُخِذَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا فَأَرْسَلَتِ الْمَرْأَةُ تَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى النَّقِيعِ وَهُوَ مَوْضِعٌ يُبَاعُ فِيهِ الْغَنَمُ لِيُشْتَرَى لِي شَاةٌ فَلَمْ تُوجَدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى جَارٍ لِي قَدِ اشْتَرَى شَاة أَن أرسل إِلَيّ بهَا بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوجَدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ بهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْعِمِي هَذَا الطَّعَامَ الْأَسْرَى» رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ	روایت ہے حضرت عاصم ابن کلیب سے وہ اپنے والد سے وہ ایک انصاری سے راوی۱؎ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبر پر تشریف فرما تھے کھودنے والے کو سمجھاتے تھے فرماتے تھے کہ اس کے پاؤں کی طرف فراخ کرو اس کے سر کی طرف فراخ کرو پھر جب واپس ہوئے تو آپ کے سامنے اس کی بیوی کی طرف سے بلانے والا آیا ۲؎ آپ نے منظور فرمایا ہم آپ کے ساتھ تھے کھانا لایا گیا۳؎ حضور نے اپنا ہاتھ رکھا پھر قوم نے کہ سب کھانے لگے۴؎ تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے منہ میں لقمہ پھرا رہے ہیں ۵؎ پھر فرمایا کہ میں ایسی بکری کا گوشت محسوس کرتا ہوں جو اس کے مالک کی بغیر اجازت لی گئی ہے ۶؎ اس عورت نے کہلا کر بھیجا کہ یارسول اللہ میں نے نقیع کی طرف بھیجا تھا یہ وہ جگہ تھی یہاں بکریاں فروخت کی جاتی تھیں تاکہ میرے لیے بکری خریدے ۷؎ بکری ملی نہیں میں نے اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا جس نے بکری خریدی تھی یہ کہ مجھے وہ بکری قیمتًا بھیج دے وہ ملا نہیں ۸؎ تو میں نے اس کی بیوی کے پاس بھیجا اس نے وہ میرے پاس بھیج دی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو ۹؎(ابوداؤد،بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎ خیال رہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں ان میں کوئی فاسق نہیں اس لیے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا حدیث کو مجہول نہیں کرتا،ہاں صحابہ کے سوا کسی اور راوی کا نام مذکور نہ ہو تو حدیث مجہول ہوجاتی ہے کہ خبر نہیں وہ راوی کون ہے کیسا ہے،فاسق ہے یا عادل۔

۲؎ یعنی عرض کیا یارسول اللہ میت کی بیوی حضور کو بلا رہی ہے کھانے کی دعوت نہیں تھی جیساکہ الفاظ حدیث سے معلوم ہورہا ہے یہ بات خیال میں رکھی جاوے۔

۳؎ یہاں کھانا دعوت کے طور پر نہیں پکایا گیا تھا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ طعام کے لیے بلایا گیا تھا اس کے گھر حضور تشریف لے گئے تھے کھانے کا وقت تھا اس نے کھانا بھی پیش کردیا۔فقہاء فرماتے ہیں کہ میت والوں سے دعوت لینا ممنوع ہے۔اس مسئلہ کی بہت صورتیں ہیں:(۱) بعض وارث نابالغ ہوں(۲) بعض وارث غائب ہوں(۳) قوم دعوت دینے پر مجبور کرے کہ میت کی روٹی دے(۴)اہلِ میت رواج کے ماتحت شرم و حیاء سے روٹی دیں،پہلی دو صورتوں میں دعوت دینا دعوت کھانا دونوں حرام ہیں کہ اس میں یتیم کا مال کھانا ہے اور غائب کا مال اس کی اجازت کے بغیر کھانا ہے،آخری دو صورتوں میں کھانا مکروہ ہے اگر یہ چار صورتیں نہ ہوں مثلًا مہمانوں کے لیے کسی خاص وارث نے یا سارے بالغ وارثوں نے کھانا پکادیا یا اتفاقًا کسی کو کھلا دیا تو بلا کراہت جائز ہے۔یہاں جو واقعہ بیان ہورہا ہے اس میں یہ چاروں صورتیں نہ تھیں لہذا فقہاء کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔

مسئلہ: میت کا کفن دفن اس کے سارے مال سے کیا جاوے مگر اس کی نیاز فاتحہ میں یہ خیال رکھا جاوے کہ اگر بعض وارث یتیم نابالغ یا غائب ہوں تو اولًا متروکہ مال تقسیم کیا جاوے پھر بالغین حاضرین اپنے حصہ میں سے نیاز فاتحہ کریں اور یہ کھانا صرف فقراء مسکین کو کھلایا جاوے۔غرضکہ میت والوں کے ہاں کھانے کی بہت صورتیں ہیں:بعض حرام ہیں،بعض مکروہ،بعض مباح ہیں یہاں مکمل تفصیل کی گنجائش نہیں۔

۴؎ قوم سے مراد صاحبِ خانہ کے مہمان ہیں جن کے لیے کھانا تیار کیا گیا تھا اور وہ صحابہ کرام جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جو اتفاقًا وہاں پہنچ گئے تھے اور کھانے میں شریک ہوگئے تھے۔

۵؎ یعنی لقمہ منہ میں لے لیا چبایا منہ میں گھمایا مگر نگلا نہیں ہم نے یہ محسوس کرلیا تو یا تو کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا حضور انور نے خود ہی وہ فرمایا جو آگے آرہا ہے۔

۶؎ یعنی یہ گوشت نہ تو حرام جانور کا ہے نہ مردار کا مگر ایسا ہے جس میں احتیاط نہیں برتی گئی۔اس فرمان عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ حضور انور کو پس پردہ چیز کی خبر دی گئی وہاں وحی الٰہی نہیں آئی تھی بلکہ زبان شریف نے گوشت کی لذت کے ساتھ اس کی کیفیت بھی محسوس کرلی۔دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق اور شکم کو ہمیشہ حرام بلکہ مکروہ بلکہ مشتبہ بلکہ غیر احتیاطی چیزوں سے محفوظ رکھا،بخاری شریف میں ہے کہ بچپن شریف میں حضور نے کبھی بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت نہیں کھایا۔خیال رہے کہ کفار کی مشترک کمائیاں مؤمن کے لیے حلال ہیں لہذا حضور انور کا ابوطالب کے ہاں اور موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ہاں پرورش پانا یوں ہی حضور انور کا کفار کے ہدیے قبول فرمانا بالکل درست تھا،اب بھی ایسے مشترکہ مال والے کی دعوت کھالیناجائز ہے۔

۷؎ نقیع نون سے مدینہ پاک کے قریب وادی عقیق کی طرف ایک بازار تھا جہاں اور چیزوں کے ساتھ جانور بھی فروخت ہوتے تھے۔جن لوگوں نے بقیع ب سے پڑھا غلط ہے بقیع تو مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان ہے وہاں بازار کہاں یہ تفسیر کسی راوی کی ہے۔

۸؎ یعنی میرا پڑوسی اپنے لیے ایک بکری خرید کر لایا تھا میں نے کہلا کر بھیجا تھا کہ وہ بکری میرے ہاتھ فروخت کردے کہ مجھے اس کی فوری ضرورت ہے۔

۹؎اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنے خاوند کا مال اس کی بغیر اجازت نہ تو فروخت کرسکتی ہے نہ ہبہ،اگر کرے گی تو درست نہ ہوگا، ہاں وہ معمولی حقیر چیزیں جس کے ہبہ کرنے کی اجازت عادۃً خاوند کی طرف سے ہوتی ہے وہ ہبہ خیرات کرسکتی ہے جیسے روٹی کا ٹکڑا،پھٹا پرانا کپڑا۔واقعہ یہ تھا کہ مالک بکری والا اب تک گھر نہ آیا تھا کہ اس سے اجازت لی جاتی اور گوشت بگڑ جانے کا اندیشہ تھا دونوں کفار تھے جن پر شرعی احکام جاری نہ تھے،حکم دیا کہ یہ مشتبہ کھانا ان قیدیوں کو کھلا دو اور بکری کی بازاری قیمت مالک بکری کو ادا کردی جاوے کہ یہ مال غصب ہے،غصب کے یہ ہی احکام ہیں۔معلوم ہوا کہ کھانا نہ تو ضائع کیا جاوے اور نہ بگڑنے دیا جاوے۔

[76]- 5943

وَعَن حَازِم بْنِ هِشَام عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ حُبَيْشِ بن خَالِد وَهُوَ أَخُو أُمِّ مَعْبَد أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُخْرِجَ مِنْ مَكَّةَ خَرَجَ مُهَاجِرًا إِلَى الْمَدِينَةِ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ وَمَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَدَلِيلُهُمَا عَبْدُ اللَّهِ اللَّيْثِي مَرُّوا عَلَى خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدٍ فَسَأَلُوهَا لَحْمًا وَتَمْرًا لِيَشْتَرُوا مِنْهَا فَلَمْ يُصِيبُوا عِنْدَهَا شَيْئًا من ذَلِك وَكَانَ الْقَوْمُ مُرْمِلِينَ مُسْنِتِينَ فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَاةٍ فِي كِسْرِ الْخَيْمَةِ فَقَالَ: «مَا هَذِهِ الشَّاةُ يَا أُمَّ معبد؟» قَالَتْ:شَاةٌ خَلَّفَهَا الْجَهْدُ عَنِ الْغَنَمِ.قَالَ:«هَلْ بهَا مِنْ لَبَنٍ؟» قَالَتْ: هِيَ أَجْهَدُ مِنْ ذَلِكَ.قَالَ:«أَتَأْذَنِينَ لِي أَنْ أَحْلِبَهَا؟» قَالَتْ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنْ رَأَيْتَ بهَا حَلباً فاحلبها. فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ بِيَدِهِ ضَرْعَهَا وَسَمَّى اللَّهَ تَعَالَى وَدَعَا لَهَا فِي شَاتِهَا فتفاجت عَلَيْهِ ودرت وَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِإِنَاءٍ يُرْبِضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيهِ ثَجًّا حَتَّى علاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتَّى رَوِيَتْ وَسَقَى أَصْحَابَهُ حَتَّى رَوُوا ثُمَّ شَرِبَ آخِرَهُمْ ثُمَّ حَلَبَ فِيهِ ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتَّى مَلَأَ الْإِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهُ عِنْدَهَا وَبَايَعَهَا وَارْتَحَلُوا عَنْهَا. رَوَاهُ فِي «شَرْحِ السُّنَّةِ» وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي

روایت ہے حضرت حرام ابن ہشام سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا حبیش ابن خالد سے راوی وہ ام معبد کے بھائی ہیں۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظّمہ سے باہر کیے گئے آپ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرکے روانہ ہوئے آپ اور ابوبکر صدیق اور ابوبکر کے غلام عامر ابن فہیرہ اور ان کے رہبر عبداللہ لیثی ام معبد کے خیمے پر گزرے ۲؎ انہوں نے آپ سے گوشت چھوہارے مانگے تاکہ ان سے خریدیں انہوں نے یہ کوئی چیز ام معبد کے پاس نہ پائی یہ حضرات بے توشہ تھے۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری دیکھی جو خیمے کے کنارہ میں تھی فرمایا اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایسی بکری ہے جسے دبلے پن نے بکریوں سے پیچھے کردیا ہے۴؎ فرمایا گیا اس میں دودھ ہے وہ بولیں کہ وہ اس سے بہت دور ہے۵؎ فرمایا کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ اسے دوہ لوں بولیں آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر آپ اس میں دودھ دیکھیں تو دوہ لیں۶؎ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اس کے تھن پر اپنا ہاتھ پھیرا اللہ تعالٰی کا نام لیا اور ان کے لیے ان کی بکری میں دعا کی تو اس نے ٹانگیں چیر دیں ۷؎ اور دودھ اتار لائی جگالی کرنے لگی تو حضور نے ایسا برتن منگایا جو ایک جماعت کو سیراب کردے اس میں دوہا چھلکتا ہوا حتی کہ جھاگ اوپر آگئے ۸؎ پھر حضور نے ام معبد کو پلایا حتی کہ وہ سیر ہوگئیں اور اپنے ساتھیوں کو پلایا حتی کہ وہ بھی سیر ہوگئے پھر انکے آخر میں خود پیا ۹؎ پھر اس میں پہلی بار کے بعد دوہا حتی کہ برتن بھردیا یہ ام معبد کے پاس چھوڑ دیا اور ان سے

«الِاسْتِيعَابِ» وَابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي كِتَابِ «الْوَفَاءِ» وَفِي الْحَدِيث قصَّةٌ	بیعت لی اور وہاں سے ان سب نے کوچ کردیا ۱۰ (شرح سنہ)ابن عبدالبر نے استیعاب میں،ابن جوزی نے کتاب الوفاء اور اس حدیث میں ایک بڑا قصہ ہے۔

۱؎ ام معبد کا نام عاتکہ بنت خالد خزاعیہ ہے،یہ امیر بی بی تھیں،مسافروں کو کھانا پانی مفت دیتی تھیں،مدینہ منورہ کے راہ میں رہتی تھیں،یہ اس دن یا بعد میں مدینہ منورہ آکر ایمان لائیں۔(مرقات)

۲؎ مکہ معظّمہ سے دو حضرات چلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق،مالک ابن فہیرہ اور عبداللہ لیثی بعد میں ملے عبداللہ اس وقت کافر تھے۔معلوم ہوا کہ کفار سے دینی کام میں مدد لینا درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت میں عبداللہ لیثی سے رہبری کاکام لیا۔

۳؎ یعنی ان حضرات کو اس وقت کھانے کی سخت ضرورت تھی اور ساتھ میں کھانا نہیں تھا ام معبد کے پاس کھانا نہ خریدا جاسکا کہ ان کی پاس تھا ہی نہیں۔

۴؎ یعنی یہ بکری کمزور دبلی ہے کہ دبلے پن اور کمزری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے کے لیے باہر نہیں جاسکتی اس لیے میرے خیمہ میں بندھی ہے۔

۵؎ یعنی یہ بکری اولًا تو بکرے کے پاس نہیں گئی،دوسرے یہ کمزور بہت ہے،تیسرے یہ بیمار ہے اس میں دودھ کہاں سے آیا بیاہی بکری بھی ایسی کمزور ہو تو دودھ نہیں دیتی چہ جائیکہ یہ کنواری بھی ہے۔

۶؎ اگرچہ حضور علیہ السلام نے یہ دودھ اللہ کی قدرت سے نکالا مگر چونکہ ام معبد کی بکری کے تھن سے نکالا اس لیے ان سے ان تھنوں کے استعمال کی اجازت لی،اب ان سے جو دودھ نکالا وہ حضور انور کی ملک تھا یا ام معبد کی اس میں گفتگو ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی ملک تھا کیونکہ حضور انور نے اس دودھ کے پینے کی ام معبد سے اجازت نہ لی نہ انہیں قیمت دی۔خیال رہے کہ بعض غزوات میں حضور انور نے بدوی کے مشکیزے سے پانی تمام لشکر کو پلادیا اور پانی اتنا ہی رہاوہاں مشکیزے والے کی اجازت نہ لی،وہاں اپنی ملکیت مطلقہ کا اظہار تھا اور یہاں مسئلہ شریعہ بتانا تھا جیسے ایک دعوت میں ایک آدمی چلا گیا تو حضور نے صاحب خانہ سے اجازت لی اور حضرت جابر کے ہاں سارے لشکر کو بغیر دعوت ہی لے گئے۔

۷؎ بکری دوہتے وقت دوہنے والے کے لیے اپنی ٹانگیں چیر دیتی ہے اور اگر دودھ نہ دینا ہو تو نہیں چیرتی یہاں اس کا ذکر ہے۔

۸؎ یہ ہے چھلکتے کی تفسیر یعنی جھاگ تو اوپر آگئے اور دودھ لبالب بھر گیا۔

۹؎ ترتیب یہ رکھی کہ پہلے ام معبد کو پلایا پھر اپنے ساتھیوں کو پھر آخر میں خود پیا۔اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور اس دودھ کے مالک تھے اور یہ سب حضور کے مہمان تھے۔

۱۰؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کو دوبارہ دوہا پہلی بار کا دودھ تو پی لیا پلادیا دوسری بار کا دودھ خیمہ میں چھوڑ دیا اور ام معبد اسی وقت مسلمان ہوگئیں،پھر جب ام معبد کے خاوند آئے تو انہوں نے گھر میں عجیب خوشبو محسوس کی اور دودھ سے گھر بھرا ہوا پایا،تعجب سے پوچھاام معبد کے جواب کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا   دو گھڑیاں اس گھر وچ بیٹھا کر گیا نور اجالا (مرقات)

اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ کے بعض پہاڑوں پر یہ شعر سنے گئے

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ　　رفیقین خلا خیمۃ ام معبد

ھما نزلا بالبر ثم ترحلا　　فافلح من امسی رفیق احمد

اللہ ان دونوں ساتھیوں کو جزاء خیر دے جو ام معبد کے خیمہ میں اترے کچھ دیر رہے پھر کوچ کر گئے۔کامیاب ہے وہ جو محمد مصطفیٰ کا ساتھی بنا۔

تتمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تین قسم کے ہیں: بعض وہ جو آپ کے ساتھ لازم تھے جیسے جسم کا شریف کا بے سایہ ہونا، جسم اقدس سے بے مثال خوشبو وغیرہ،بعض وہ جو آپ کے اختیار میں تھے جیسے چاند چیرنا سورج واپس فرمانا۔بعض بے اختیاری جیسے آیات قرآنیہ کا نزول پھر بعض معجزات وقتی تھے جو حضرات صحابہ نے دیکھے جو آپ نے مشکوۃ شریف میں پڑھ لیے۔ بعض معجزات دائمی ہیں جو قیامت تک دیکھے جائیں گے جیسے آیاتِ قرآنیہ کہ ہر آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔حضور کا ذکر کثیر کہ ہر جگہ آپ کا چرچہ ہے آپ کی محبوبیت کہ بغیر دیکھے دنیا آپ کی عاشق ہے آپ کے نام پر سر کٹا دیتی ہے۔آپ کے اولیاء اللہ کی کرامات کہ ہر کرامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے تاقیامت آپ کے دین کا بقاء علماء حقانی کا وجود کہ یہ سب چیزیں حضور کے زندہ جاوید معجزات ہیں۔وقتی معجزات جو روایات میں آگئے وہ تقریبًا چھ ہزار ہیں بلکہ آپ بذات خود معجزہ تھے آپ کا نام معجزہ ہے۔

باب الکرامات

کرامات کا بیان ۱

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ کرامات جمع ہے کرامت کی بمعنی تعظیم و احترام،اصطلاح شریعت میں کرامت وہ عجیب و غریب چیز ہے جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔حق یہ ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ بن سکتی ہے وہ ولی کی کرامت بن سکتی ہے سواء اس معجزہ کے جو دلیل نبوت ہو جیسے وحی اور آیاتِ قرآنیہ۔معتزلہ کرامات کا انکار کرتے ہیں،اہلِ سنت کے نزدیک کرامت حق ہے۔آصف بن برخیا کا پلک جھکنے سے پہلے تخت بلقیس کو یمن سے شام میں لے آنا،حضرت مریم کا بغیر خاوند حاملہ ہونا اور غیبی رزق کھانا،اصحاب کہف کا بے کھانا پانی صدہا سال تک زندہ رہنا کرامات اولیاء ہیں جو قرآن مجید سے ثابت ہیں۔حضور غوث پاک کی کرامات شمار سے زیادہ ہیں۔(اشعہ) حضور انور کے معجزات بے شمار،سرکار بغداد کے کرامات بے شمار،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سب کو عام سرکار بغداد کی ولایت سب کو عام،فرماتے ہیں کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے آپ کی ولایت تا قیامت جاری ہے۔

غوث اعظم درمیان اولیاء　　　چوں جنابِ مصطفیٰ در انبیاء

ولایت اور کرامات دین کی حقانیت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کی دلیل ہیں۔اب عیسائیوں یہودیوں میں کوئی ولی نہیں کیونکہ وہ نبوتیں منسوخ ہوچکیں۔آج سواء اہل سنت کے کسی فرقے میں اولیاء نہیں دیوبندی،وہابی،شیعہ،مرزائی،چکڑالوی کسی دین میں ولی نہیں کیونکہ یہ فرقے باطل ہیں۔جس شاخ کا تعلق جڑ سے قائم نہ رہے وہاں جڑ سے فیض آنا بند ہوجاوے اس شاخ میں پھل پھول نہیں لگتے۔اسلام کی جڑ ہری ہے کہ اس میں اب بھی اولیاء اللہ اور کرامات پائے جاتے ہیں مگر ان فرقوں کا تعلق جڑ سے نہیں دوسرے دینوں کی جڑیں خشک ہوچکیں لہذا ان میں ولایت نہیں۔

[1]- 5944	
عَن أَنس أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَعَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُمَا حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِي لَيْلَةٍ شَدِيدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ينقلبان وبيد كل مِنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَأَضَاءَتْ عصى أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْئِهَا حَتَّى إِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيقُ أَضَاءَتْ لِلْآخَرِ عَصَاهُ فَمَشَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي ضَوْءِ عَصَاهُ حَتَّى بلغ أَهله رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت انس سے کہ اسید ابن حضیر اور عباد ابن بشر۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے کاموں کے متعلق بات چیت کرتے رہے حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا یہ واقعہ سخت اندھیری رات میں ہوا ۲؎ پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپسی کے لیے نکلے ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چھوٹی لاٹھی تھی تو ان میں سے ایک کی لاٹھی چمک گئی ۳؎ حتی کہ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے حتی کہ جب ان کو راستہ نے علیحدہ کیا تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی تو ان میں سے ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلا حتی کہ اپنے گھر پہنچ گیا ۵؎ (بخاری) ۶؎

۱؎ اسید ابن حضیر انصاری اوسی ہیں،بدروغیرہ میں شریک ہوئے، ۲۰ھ بیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور عباد ابن بشر بھی انصاری ہیں،بدر وغیرہ میں آپ بھی شریک رہے،کعب ابن اشرف یہودی کے قتل میں آپ بھی شریک تھے،جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ۴۵ پینتالیس سال کی عمر ہوئی۔(مرقات)

۲؎ یہ حضرات اندھیری رات میں حضور انور کے پاس سے اپنے گھر جانے والے تھے،روشنی کا کوئی سامان نہ تھا تب یہ کرامات ظاہر ہوئیں۔

۳؎ یا تو پوری لاٹھی چمکی ٹیوب کی طرح یا اس کا سرا چمکا بیٹری کی طرح پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ پوری لاٹھی چمکی۔

۴؎ چونکہ اب دونوں صاحبوں کے راستے الگ الگ ہوگئے ایک کی روشنی دوسرے کے لیے کافی نہ تھی اس لیے دوسرے صحابی کی لاٹھی بھی ٹیوب بن گئی،اس کا چمکنا بھی قدرتًا ہوا پہلی لاٹھی کو مس کرکے نہیں ہوا جیساکہ ظاہر ہے۔

۵؎ یعنی گھر پہنچنے پر ان کی روشنی ختم ہوگئی ٹیوب سے لاٹھی بن گئی۔معلوم ہوا کرامت ولی معجزہ کی جنس سے ہوسکتی ہے دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضاء عطا ہوا وہ تھا نبی کا معجزہ اور ان صحابیوں کو عصاء بیضاء عطا ہوا یہ تھی کرامت۔

۶؎ بخاری شریف میں یہ واقعہ باب علامات النبوۃ کے آخر میں اور مناقب انصار کے ماتحت باب مناقب اسید ابن حضیر میں نقل فرمایا مگر اس کے الفاظ یہ نہیں،یہ الفاظ مصنف عبدالرزاق اور مستدرک حاکم اور مسند حاکم میں نقل ہوئے۔(مرقات)

[2]- 5945 وَعَن جَابر قَالَ: لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ وَدَفَنْتُهُ مَعَ آخَرَ فِي قبر	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد ہوا تو رات میں مجھے میرے باپ نے بلایا کہا کہ میں اپنے متعلق خیال کرتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں پہلا شہید میں ہوں گا۱؎ اور میں اپنے نزدیک تم سے زیادہ پیارا کسی کو نہیں چھوڑتا سواء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ۲؎ اور مجھ پر قرض ہے تم ادا کردینا ۳؎ اور اپنی بہنوں کے لیے بھلائی کی وصیت قبول کرو ۴؎ ہم نے سویرا پایا تو پہلے شہید وہ ہی تھے اور میں نے انہیں دوسرے کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا ۵؎

۱؎ یہ ہے صحابی کا علم غیب کہ اپنی موت نوعیت موت حسن خاتمہ وغیرہ سب کی خبر پہلے سے دے دی۔

۲؎ یعنی مجھے سب سے زیادہ پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،ان کے بعد تم مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو جو دل میں ہے وہ ہی آپ کی زبان پر ہے۔آپ کا یہ قول اس حدیث کی تفسیر ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اولاد ماں باپ اور سارے لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں،رب تعالٰی حضور کی ایسی محبت نصیب کرے۔

۳؎ اس ادائے قرض کا واقعہ باب المعجزات میں گزر چکا۔آپ پر بہت کھجوریں قرض تھیں جو حضور انور نے کھجوروں کے ایک ڈھیر سے ادا کردیں اور اس ڈھیر کی ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔

۴؎ یعنی تم اکیلے تو میرے بیٹے ہو اور میری آٹھ یا نو بیٹیاں ہیں،تم ہی ان کے اکیلے منتظم ہو تم ان سے اچھا برتاوا کرانا،ترجیح اس کو ہے کہ حضرت جابر کی نو بہنیں تھیں بھائی کوئی نہ تھا۔(اشعہ،مرقات)غالبًا آپ کی والدہ نہ تھیں پہلے ہی فوت ہوچکی تھیں۔واللہ و رسولہ اعلم!

۵؎ چونکہ اس موقعہ پر کفن بہت کم تھا اس لیے سرکاری حکم تھا کہ ایک ایک قبر میں چند شہید دفن کیے جاویں۔اسی فرمان کے مطابق حضرت عبداللہ کو ان کے دوست اور ان کے بہنوئی حضرت عمرو ابن جموح کے ساتھ دفن کیا گیا۔خیال رہے کہ حضرت عمرو ابن جموح حضرت عبداللہ کے گہرے دوست بھی تھے اور ان کے بہنوئی بھی۔(مرقات و اشعہ)پھر بعد میں حضرت عبداللہ کو وہاں سے منتقل کرکے جنت البقیع میں دفن کیا گیا،فقیر نے قبر شریف کی زیارت کی ہے۔

5946 -[3] (مُتَّفق عَلَيْهِ)	
وَعَن عبد الرَّحْمَن بن أبي بكر إِنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا أُنَاسًا فُقَرَاءَ وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كَانَ عِنْده طَعَام اثْنَيْنِ فليذهب بثالث وَإِن كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بخَامِسٍ أَوْ سادس» وَأَن أَبَا بكر جَاءَ بثَلَاثَة فَانْطَلق النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعَشَرَةٍ وَإِنَّ أَبَا بكر تعَشَّى عِنْد النبيِّ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتَّى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ الله. قَالَت لَهُ امْرَأَته: وَمَا حَبسك عَن أضيافك؟ قَالَ: أوما عَشَّيْتِيهِمْ؟ قَالَتْ: أَبَوْا حَتَّى تَجِيءَ فَغَضِبَ وَقَالَ: لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ أَنْ لَا تَطْعَمَهُ وَحَلَفَ الْأَضْيَافُ أَنْ لَا يَطْعَمُوهُ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: كَانَ هَذَا مِنَ الشَّيْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلَ وَأَكَلُوا فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَتْ مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرَ مِنْهَا. فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا؟ قَالَتْ: وَقُرَّةِ عَيْنِي إِنَّهَا الْآنَ لَأَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ فَأَكَلُوا وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذُكِرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا.وَذُكِرَ حَدِيثُ عَبْدِ	روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر سے ۱؎ کہ صفہ والے مسکین والے لوگ تھے ۲؎ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو یا چھٹے کو لے جاوے ۳؎ اور حضرت ابوبکر تین شخص لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس حضرات لائے ۴؎ ابوبکر صدیق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کا کھانا کھایا پھر کچھ ٹھہرے حتی کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی آپ پھر لوٹ گئے پھر کچھ ٹھہرے حتی کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا کھانا کھالیا ۵؎ پھر آپ آئے اس کے بعد رات کا مشیت الٰہی کے بقدر حصہ گزر گیا ان سے ان کی بیوی نے کہا کہ تمہیں تمہارے مہمانوں سے کس چیز نے روکا ۶؎ آپ نے کہا کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا وہ بولیں کہ انہوں نے تمہارے آنے تک کھانے سے انکار کیا ۷؎ آپ ناراض ہوئے اور بولے خدا کی قسم میں یہ کبھی نہ کھاؤں گا ۸؎ آپ کی بیوی نے قسم کھالی کہ وہ بھی نہ کھائیں گی اور مہمانوں نے قسم کھالی کہ وہ بھی نہ کھائیں گے ۹؎ جناب صدیق نے کہا کہ یہ قسم شیطان کی طرف سے ہوگئی آپ نے کھانا منگایا پھر کھایا پھر ان سب نے کھایا ۱۰؎ تو وہ لوگ کوئی لقمہ نہ اٹھاتے تھے مگر اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھتا تھا ۱۱؎ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ اے بنی فراس کی بہن ۱۲؎ یہ کیا وہ بولیں میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم ۱۳؎ یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے ۱۴؎ ان سب نے یہ کھانا

اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ: كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَام فِي «المعجزات»	کھایا اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا کہا گیا ہے کہ حضور نے بھی اس میں سے کھایا ۱۵(مسلم،بخاری)اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی حدیث کہ ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے باب المعجزات میں ذکر کردی گئی ۱۶

۱؎ حضرت عبدالرحمٰن جناب صدیق اکبر کے بڑے بیٹے اور جناب عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی ہیں،ان دونوں کی والدہ جناب ام رومان ہیں،آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا،حدیبیہ کی سال اسلام لائے حضور انور نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔(اشعہ و مرقات)

۲؎ صفہ کا ترجمہ ہے چبوترہ مسجد نبوی شریف کے متصل ایک چھتا ہوا چبوترہ بنایا گیا تھا جس میں وہ حضرات رہتے تھے جنہوں نے اپنے کو طلب علم اور خدمت دین کے لیے وقف کردیا تھا،یہ حضرات ستر تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے۔ان حضرات میں مشہور صحابہ کرام یہ ہیں ابو ذر غفاری،عمار ابن یاسر،سلمان فارسی،صہیب،بلال،ابوہریرہ،خباب ابن ارت،حذیفہ ابن یمان،ابو سعید خدری،بشیر ابن خصاصہ،ابو موہبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم،انہیں حضرات کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ"الخ۔(مرقات)

۳؎ ان حضرات کا کھانا پینا مدینہ والوں کے ذمہ تھا،اب تک یہ ہی دستور چلا آرہا ہے کہ دینی علم کے طلباء مساجد میں رہتے ہیں اور مسلمان محلّہ والے ان کے مصارف برداشت کرتے ہیں اسی طرح دین چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔

۴؎ یعنی آج واقعہ یہ ہوا کہ جناب ابوبکر صدیق تین طالب علم لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس طلباء کو مہمان بنایا یہ لانا ہمیشہ کے لیے نہ تھا صرف رات کے لیے تھا۔بعض سخی مسلمان اپنے ہاں طالب علموں کا مستقل کھانا لگادیتے ہیں یہ ان کی ہمت ہے،سب سے بہتر صدقہ جاریہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے خرچہ سے عالم بنایا جاوے جیسے امام اعظم نے امام ابویوسف کو اپنے خرچہ پر اپنی تعلیم سے جید عالم بلکہ امام مجتہد بنادیا جن کا فیض تاقیامت رہے گا۔

۵؎ یعنی حضرت ابوبکر صدیق عشاء کی نماز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف پر رہے،پھر حضور کے ساتھ نماز عشاء پڑھی پھر بعد عشاء حضور کے گھر لوٹ گئے اور بعد نماز عشاء حضور کے ساتھ کھانا کھایا اس میں رات کافی گزر گئی۔ادھر حضرت صدیق اکبر کے مہمان سارے گھر والے آپ کے منتظر رہے کسی نے کھانا نہیں کھایا،ان کا خیال تھا کہ جناب صدیق کے آنے پر سب مل کر کھائیں گے،صاحب خانہ کا انتظار سنت صحابہ ہے جیساکہ معلوم ہوا۔

۶؎ یعنی تمہارے دیر سے آنے سے تمہارے مہمانوں کو تکلیف ہوئی وہ اب تک بھوکے ہیں تم بہت دیر سے آئے،ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں اس میں بے ادبی یا گستاخی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

۷؎ آپ نے سوال کیا کہ تم نے مہمانوں کو میرے بغیر ہی کیوں کھانا نہیں کھلادیا،انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہمانوں نے کہا کہ ہم جناب صدیق اکبر کے ساتھ ہی کھائیں گے،اس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ مہمان میزبان مل کر کھانا کھاتے تھے اب بھی عرب میں یہ ہی دستور ہے۔

۸؎ جناب صدیق اکبر کو خیال ہوا کہ ہمارے گھر والوں نے مہمانوں سے یوں ہی رسمًا کھانے کے لیے کہا ہوگا اصرار نہیں کیا ہوگا ورنہ وہ ضرور کھالیتے اس لیے آپ گھر والوں پر ناراض ہوئے اور کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی۔(مرقات)

۹؎ بی بی صاحبہ کا نہ کھانے کی قسم کھالینا اس لیے تھا کہ خاوند کے بغیر بیوی کھانا کھالینا معیوب سمجھتی ہیں یعنی اگر آپ بھوکے رہیں گے تو میں بھی بھوکی رہوں گی۔مہمانوں نے خیال کیا کہ ہماری وجہ سے یہ آپس کی شکر رنجی ہوئی تو وہ بولے ہم بھی نہیں کھائیں گے ہم لوگ اس خانہ جنگی کا باعث بنے۔مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ پہلے آپس میں صلح کریں پھر ہم کھانا کھائیں گے۔

۱۰؎ اہل عرب خصوصًا مسلمان مدینہ اپنے مہمانوں کا بڑا احترام کرتے تھے اور کرتے ہیں انکی ہر ضد پوری کرتے ہیں اس لیے آپ نے اپنے مہمانوں کی خاطر اپنی قسم توڑ دی،اب بھی مہمان کی خاطر نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے جب کہ مہمان روزے دار میزبان کے بغیر کھانا نہ کھائے،یوں ہی اگر مہمان روزہ دار ہو اور میزبان کھانے کی ضد کرے تو مہمان نفلی روزہ توڑ سکتا ہے مگر قضا واجب ہوگی۔

۱۱؎ یہ ہوئی جناب صدیق اکبر کی کرامت یعنی خود آپ اور آپ کے مہمان بلکہ سب گھر والے جب ایک لقمہ برتن سے اٹھاتے تو اس جگہ پیالہ میں نیچے سے کھانا اور نمودار ہوجاتا جو اٹھائے ہوئے لقمہ سے زیادہ ہوتا سبحان اللہ! کرامت معجزے کی قسم سے ہے کہ کھانے کی برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہے حضرت صدیق اکبر کی کرامت بھی۔

۱۲؎ آپ کی بیوی صاحبہ کا نام ام رومان ہے،آپ قبیلہ بنی فراس سے تھیں اس لیے جناب صدیق نے انہیں **اخت بنی فراس** فرمایا یعنی اس قبیلہ والوں کی بہن۔

۱۳؎ **قرۃ عینی** یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔(اشعہ)

۱۴؎ یعنی یہ کھانا کھاچکنے کے بعد پہلے سے تین گنا زیادہ ہوگیا یہ فقط اندازہ ہے۔

۱۵؎ سبحان اللہ! کیسا مبارک کھانا تھا کہ اسے جناب صدیق اکبر ان کے گھر والوں انکے مہمانوں نے بھی کھایا اور آخر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا وہ کھانا تو مبارک در مبارک ہوگیا۔

۱۶؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے **باب المعجزات** میں بیان کردی۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[4]- 5947	
عَن عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرَى عَلَى قَبْرِهِ نُورٌ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب نجاشی نے وفات پائی تو ہم چرچہ کرتے تھے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا رہتا ہے۱؎(ابوداؤد)

۱؎ یعنی اصحمہ شاہ حبشہ جن کا لقب نجاشی تھا جب وہ وفات پا گئے تو عرصہ تک عام لوگوں نے آپ کی قبر پر ظاہر ظہور نور دیکھا،امیر علی نے حاشیہ اشعۃ اللمعات میں لکھا کہ یہ نور حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حبشہ کے قیام کے زمانہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور عام لوگوں نے بھی۔اس سے معلوم ہوا کہ کرامت بعد وفات بھی ظاہر ہوسکتی ہے بلکہ ہوتی ہے،کچھ عرصہ بعد یہ کرامت بند ہوگئی،صاحب دلائل خیرات شریف محمد سلیمان جزولی کی قبر سے عرصہ تک مشک خوشبو آتی رہی پھر ہلکی پڑ گئی پھر بند ہوگئی۔(شرح دلائل)

[5]- 5948	روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ جب صحابہ نے نبی صلی اللہ

وَعَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا أَرَادُوا غُسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: لَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ثِيَابه كَمَا تجرد مَوْتَانَا أَمْ نُغَسِّلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ؟ فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَلْقَى اللَّهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتَّى مَا مِنْهُمْ رجل إِلَّا وذقته فِي صَدْرِهِ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ؟ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ فَقَامُوا فَغَسَّلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ وَيُدَلِّكُونَهُ بِالْقَمِيصِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي «دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ»	علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا ۱؎ تو بولے ہم کو خبر نہیں کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اتاریں جیسے کہ ہم اپنے مُردوں کو برہنہ کرتے ہیں یا ہم اسی طرح آپ کو غسل دیں کہ آپ پر کپڑے ہوں ۲؎ جب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ نے ان پر نیند طاری کردی حتی کہ ان میں کوئی شخص نہ تھا مگر اس کی ٹھوڑی اس کے سینہ میں تھی ۳؎ پھر گھر کے گوشہ سے کسی بولنے والے نے گفتگو کی وہ نہیں جانتے تھے کہ کون ہے ۴؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح غسل دو کہ آپ پر کپڑے ہوں چنانچہ لوگ اٹھے آپ کو غسل دیا ۵؎ کہ آپ پر آپ کی قمیض تھی قمیض کے اوپر پانی ڈالتے تھے قمیض ہی سے ملتے تھے ۶؎ (بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎ **ارادوا** کا فاعل یا صحابہ کرام ہیں یا اہل بیت عظام یا دونوں حضرات۔وفات شریف پیر کے دن ہوئی،غسل شریف اور نماز و دفن بدھ کے دن،غسل کے وقت حضرات صحابہ دولت خانہ سے باہر تھے اور اندر ازواج مطہرات پانی دیتیں اور ڈالتی تھیں،حضرت علی مرتضٰی حضور کو غسل دیتے تھے۔یہ سب کچھ حضرت ابوبکر صدیق کے بتانے سے کیا گیا دیکھو ترمذی شریف کا آخر۔

۲؎ یہاں قانون اور احترام میں یا یوں کہو کہ علم و عشق میں مقابلہ ہوا،قانون کہتا تھا کہ حضور انور کے کپڑے اتارے جائیں ناف سے گھٹنوں تک تہبند رہے جیساکہ عام مسلمان میت سے کیا جاتا ہے مگر احترام کہتا تھا کہ کپڑوں کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

۳؎ یعنی اس وقت اندر والے اور باہر والے صحابہ کرام اہل بیت عظام اونگھ رہے تھے جو جس حال میں تھا اسی حال میں اونگھ رہا تھا۔

۴؎ محدثین فرماتے ہیں کہ یہ کلام فرمانے والے حضرت خضر علیہ السلام تھے جو ان حضرات کو نظر نہیں آتے تھے۔(مرقات) خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اپنے وقت کے نبی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ولی ہیں۔صلح حدیبیہ کے موقع پر جو بیعت الرضوان لی گئی اس میں خضر علیہ السلام شامل تھے اور الیاس علیہ السلام بھی،اب بھی ہر سال یہ دونوں حضرات حج میں جمع ہوتے ہیں جیسے کہ باب ذکر انبیاء میں گزرچکا۔

۵؎ اِن سب کے غسل دینے کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی عرض کیے گئے یعنی ان سب نے غسل دینے کا انتظام کیا کوئی پانی لایا کسی نے دوسرے انتظامات کئے۔

۶؎ اس طرح غسل دینا حضور انور کی خصوصیات سے ہے،دوسروں کو غسل دیتے وقت کرتہ وغیرہ اتارا جاوے گا مگر خیال رہے کہ حضور انور کو کفن اس قمیض کے ساتھ نہیں دیا بلکہ بعد غسل قمیض اتاری اس طرح کہ جسم شریف کو برہنہ نہیں کیا۔جن لوگوں نے کہا کہ مع قمیض کفن دیا گیا انہوں نے غلطی کی۔(مرقات واشعہ)

5949 -[6] وَعَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ أَنَّ سَفِينَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطَأَ الْجَيْشَ بِأَرْضِ الرُّومِ أَوْ أُسِرَ فَانْطَلَقَ	روایت ہے ابن منکدر سے ۱؎ کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ ۲؎ روم کی زمین میں لشکر سے بہک گئے یا قید کرلیے گئے ۳؎ وہ بھاگتے ہوئے چلے لشکر کی تلاش کرتے تھے کہ

هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَإِذَا هُوَ بِالْأَسَدِ. فَقَالَ: يَا أَبَا الْحَارِثِ أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَمْرِي كَيْتَ وَكَيْتَ فَأَقْبَلَ الْأَسَدُ لَهُ بَصْبَصَةٌ حَتَّى قَامَ إِلَى جَنْبِهِ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا أَهْوَى إِلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي إِلَى جَنْبِهِ حَتَّى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْأَسَدُ. رَوَاهُ فِي «شَرْحِ السُّنَّةِ»	اچانک شیر سامنے تھا تو بولے اے ابوالحارث کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں ۴ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے تو شیر دم ہلاتا ہوا آیا حتی کہ ان کی برابر کھڑا ہوگیا ۵ جب کوئی آواز سنتا تو ادھر چلا جاتا پھر آپ کی برابر چلنے لگتا حتی کہ یہ لشکر تک پہنچ گیا پھر شیر لوٹ گیا ۶ (شرح سنہ)

۱؎ محمد ابن منکدر تیمی مشہور تابعی ہیں،بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے،۱۳۰ھ ایک سوتیس میں وفات ہوئی،ستر۷۰ سال سے زیادہ عمر ہوئی۔

۲؎ حضرت سفینہ جناب ام سلمہ کے غلام ہیں آپ نے انہیں آزاد کیا اس شرط پر کہ زندگی بھر حضور کی خدمت کریں،انہوں نے عرض کیا کہ میں اس شرط کے بغیر بھی حضور ہی کے پاس رہوں گا۔ایک سفر میں حضور انور اور بعض صحابہ نے ان پر اپنا سامان لاد دیا حضور انور نے فرمایا کہ تم ہمارا سفینہ ہو یعنی کشتی ہو اس دن سے آپ کا نام سفینہ ہوگیا اور پہلا نام گم ہو گیا،جو آپ سے آپ کا نام پوچھتا تھا تو فرماتے تھے کہ اب میں سفینہ ہوں مجھے حضور نے جو بنا دیا میں وہ ہی بن گیا۔(اشعہ،مرقات)آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے **واللہ اعلم**!آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن،محمد،زیاد،کثیر ہیں۔(اکمال)

۳؎ غالبًا یہ واقعہ خلافت معاویہ کا ہے کیونکہ روم پر حملے آپ ہی کے زمانہ سے شروع ہوئے۔جناب سفینہ اسی کسی جہاد میں قید کرلیے گئے،راتوں رات بھاگ کر لشکر اسلام کی تلاش میں جارہے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔

۴؎ اس ازلی مشکل میں حضرت سفینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو یاد کیا یہ نہ کہا کہ اے شیر میں اللہ کا بندہ ہوں کیونکہ شیر کہہ سکتا تھا کہ تم گائے بکری مرغی کو جو اللہ کے بندے ہیں کھالیتے ہو تو میں تجھ اللہ کے بندے کو کھا سکتا ہوں۔اس سے پتہ لگا کہ مشکل کے وقت اچھوں کی نسبت کام آجاتی ہے،بعض بزرگ اپنے پیر کا نام لے کر دریا سے گزر گئے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

۵؎ اور زبان حال سے گویا یہ کہنے لگا۔شعر

شیر کہیا سفینے تائیں سن راہی راہ جاندے — جو غلام رسول اللہ دے اسیں غلام اونہاندے

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ جانور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کے غلاموں کو پہچانتے ہیں۔دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور حضور کی نسبت دافع بلا مشکل کشا ہے۔تیسرے یہ کہ جانور اولیاء اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔چوتھے یہ کہ اولیاء اللہ کے دلوں میں مخلوق کا خوف نہیں،جناب سفینہ شیر سے ڈرے نہیں بھاگے نہیں مگر بعض وقت انہیں خوف ایذا ہوجاتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو سانپ یا فرعون سے ایذا کا خوف ہوا۔

۶؎ شیر نے حضرت سفینہ کی حفاظت بھی کی اور رہبری بھی،پتہ لگا کہ شیر کو لشکر اسلام کا پتہ تھا کہ کہاں ہے جیسے بعض کھانوں کی خوشبو دور تک پہنچتی ہے ایسے ایمان و تقویٰ کی خوشبو جانوروں کو بلکہ بعض اولیاء کو دور سے محسوس ہوتی ہے۔دیکھو ایک شیر نے ابولہب کے بیٹے عتبہ کا منہ سونگھ کر اسے پھاڑ دیا تھا وہ پہچان گیا کہ گستاخ کا منہ یہ ہے۔اسی طرف قصیدہ بردہ نے اشارہ کیا۔

ومن تکن برسول اللہ نصرتہ — ان تلقہ الاسد فی اجامھا تجم

[7]- 5950	
وَعَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ قَالَ: قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: انْظُرُوا قبر النَّبِي صلی الله عَلَيْهِ وَسلم فاجعلوا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوا فَمُطِرُوا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ	روایت ہے ابو الجوزاء سے۱؎ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے جناب عائشہ سے شکایت کی۲؎ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف غور کرو اس سے ایک طاق آسمان کی طرف بنادو۳؎ حتی کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے لوگوں نے ایسا کیا تو خوب برسائے گئے حتی کہ چارہ اگ گیا اور اونٹ موٹے ہوگئے۴؎ حتی کہ چربی سے گویا پھٹ پڑے تو اس سال کا نام پھٹن کا سال رکھا گیا۵؎(دارمی)

۱؎ آپ کا نام اوس بن عبداللہ ہے،ازدی ہیں،بصری ہیں،تابعی ہیں، ۸۳ھ تراسی ہجری میں شہید کئے گئے،بہت صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

۲؎ شکایت یہ کی کہ بارش نہیں ہوتی چیزیں مہنگی ہوگئیں،مقصد یہ تھا کہ آپ رب سے دعا کریں۔معلوم ہوا کہ آسمانی آفات کی شکایت اللہ کے مقبول بندوں سے کرسکتے ہیں۔

۳؎ یعنی میرے حجرے کی چھت قدرے پھاڑ دو تاکہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی آڑ نہ رہے۔یہ طریقہ تھا قبر انور کے وسیلہ سے بارش مانگنے کا حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنے اجتہاد سے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

۴؎ مرقات شریف اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضور انور کی حیات شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعائیں مانگتے تھے،بعد وفات جناب عائشہ صدیقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور بلکہ اس کی خاک کی برکت سے دعا کرائی یہ بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وسیلے سے دعاء ہے یہ طریقہ بہت مبارک ہے۔اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز ہے۔دوسرے یہ کہ ان کے تبرکات کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز بلکہ سنت صحابہ ہے۔تیسرے یہ کہ بزرگوں کی قبریں باذن الٰہی دافع البلاء اور مشکل کشا ہیں،یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع البلاء تھی کہ اس کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہوگئیں(قرآن مجید)ایوب علیہ السلام کے پاؤں کا دھوون شفا تھا(قرآن مجید)"اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ"اس کی تحقیق ہماری کتاب فہرست القرآن میں دیکھو۔بعض صوفیا ننگے سر آسمان کے نیچے بیٹھ کر دعائیں یا وظیفے کرتے ہیں یہ حدیث ان کی اصل ہے۔خیال رہے کہ آسمان ہماری روزی کا خزانہ ہے"وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ"لہذا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا قبر انور کی چھت کھول کر دعا کرنا جائز ہے۔

۵؎ یعنی قبر انور کی برکت سے بارش نہ تو بہت زیادہ ہوئی جو کھیتیاں برباد کرے نہ بہت تھوڑی جو کافی نہ ہو،نہ بے وقت ہوئی بلکہ بروقت ہوئی اور بقدر ضرورت ہوئی جو بے ضرر بلکہ نہایت مفید ہوئی،یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ کی کرامت ظاہر کررہا ہے۔

[8]- 5951	
وَعَن سعيد بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا وَلَمْ يُقَمْ وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ	روایت ہے سعید ابن عبدالعزیز سے۱؎ فرماتے ہیں کہ جب جنگ حرہ کا زمانہ ہوا۲؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تین دن نہ اذان کہی گئی نہ تکبیر کہی گئی اور سعید ابن مسیب مسجد سے نہ ہٹے۳؎ وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایک

وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الدَّارِمِيّ	گنگناہٹ سے جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے ۴(دارمی)

۱ آپ تنوخی دمشقی ہیں،اہل شام کے مفتی ہیں،بڑے متقی زاہد تھے،امام اوزاعی کے ہم زمانہ ہیں،امام احمد فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں آپ اور امام اوزاعی بڑے ثقہ تھے۔

۲ یہ واقعہ یزید ابن معاویہ کے زمانہ کربلا کے واقعہ کے بعد ہوا،اس مردود نے مسلم ابن عقیل کے سرکردگی میں مدینہ منورہ پر حملہ کردیا اہلِ مدینہ پر بڑے ظلم ڈھائے،چونکہ یہ حملہ مقام حرہ کی طرف سے ہوا تھا اس لیے اسے جنگ حرہ کہا جاتا ہے۔حرہ مدینہ منورہ کے باہر ایک پتھریلا میدان ہے،یہ واقعہ ۶۳ھ میں ہوا۔یہاں مرقات میں ہے کہ اہل مدینہ نے ایک شامی قافلہ کو تاراج کردیا اس پر یہ واقعہ پیش آیا،حرہ کے واقعہ کے بعد ہی یزید ہلاک ہوگیا،حرہ ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا۔

۳ سعید ابن مسیب تابعی ہیں،انہوں نے چالیس حج کیے،بڑے عابد زاہد تھے،۷۳ھ تہتر میں وفات پائی،زمانہ حرہ میں لوگ سمجھتے کہ آپ دیوانہ ہوگئے ہیں۔

۴ قبر انور سے نماز کے اوقات میں آواز آنا حضور انور کا معجزہ تھا اور اس آواز کا سعید ابن مسیب کا سن لینا یہ کرامت ہے اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

[9]- 5952 وَعَنْ أَبِي خَلْدَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ: سَمِعَ أَنَسٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: خَدَمَهُ عَشْرَ سِنِينَ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِي كُلِّ سَنَةٍ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيهَا رَيْحَانٌ يَجِيءُ مِنْهُ رِيحُ الْمِسْكِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ	روایت ہے ابوخلدہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے کہا ۱ کہ کیا حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے فرمایا انہوں نے دس سال حضور کی خدمت کی ہے اور حضور نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے ۲ ان کا ایک باغ تھا جو ہر سال میں دوبار میوہ دیتا تھا اور اس باغ میں ایک گھاس تھی جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی ۳(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

۱ ابوخلدہ کا نام خالد ابن دینار ہے،تمیمی ہیں،سعدی بصری ہیں،وہاں درزی گری کی دکان کرتے تھے،تابعی ہیں،ابوالعالیہ کا نام رفیع ابن مہران رباحی ہے،آپ بھی تابعی ہیں،حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے ملاقات ہے،۹۰ھ نوے میں آپ کی وفات ہے۔

۲ غالبًا یہ قول ابوالعالیہ کا ہے اس سے مقصود ہے حضرت انس کی عظمت بیان کرنا۔

۳ شاید اس گھاس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت و کرم سے ہاتھ شریف پھیر دیا ہوگا،حضرت انس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادتی عمر و اولاد کی دعا بھی کی تھی تو آپ کی عمر سو برس سے زیادہ ہوئی،آپ کی اولاد اور اولاد در اولاد آپ کی زندگی میں ایک سو تک پہنچی جن میں تہتر لڑکے تھے اور ستائیس لڑکیاں اور مال کی برکت تو یہاں مذکور ہے۔

ہاتھ جس سمت اٹھے غنی کردیا موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

یہ سب حضور پاک کے معجزات ہیں اور حضرت انس کی کرامات۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

5953 -[10] (مُتَّفق عَلَيْهِ)	
عَن عُرْوَة بن الزبير أَنَّ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خاصمته أروى بنت أويس إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَادَّعَتْ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا فَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا كُنْتُ آخُذُ مِنْ أَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وماذا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ لَا أَسْأَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هَذَا فَقَالَ اللَّهُمَّ إِن كَانَت كَاذِبَة فَعم بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا قَالَ فَمَا مَاتَتْ حَتَّى ذهب بصرها ثمَّ بينا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَأَنَّهُ رَآهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُولُ: أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيدٍ وَأَنَّهَا مَرَّتْ على بئرٍ فِي الدَّار الَّتِي خاصمته فَوَقَعت فِيهَا فَكَانَت قبرها	روایت ہے حضرت عروہ ابن زبیر سے ۱؎ کہ سعید ابن زید ابن عمرو ابن نفیل سے ۲؎ اروٰی بنت اوس نے ۳؎ مروان ابن حکم کی کچہری میں جھگڑا (مقدمہ) کیا ۴؎ اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی زمین کا ایک حصہ لے لیا ۵؎ تو سعید نے کہا کہ کیا میں اس کی زمین کا کچھ حصہ لے سکتا ہوں اس کے بعد کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں ۶؎ مروان نے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کسی کی ایک بالشت زمین ظلمًا لے لے تو سات زمین تک کی زمین گلے میں طوق ڈالا جائے گا ۷؎ ان سے مروان نے کہا کہ اس کے بعد میں تم سے کوئی دلیل نہیں مانگتا ۸؎ تو سعید نے کہا الٰہی اگر یہ جھوٹی ہو تو اس کی آنکھیں اندھی کردے اور اسے اس کی زمین میں مار دے ۹؎ راوی نے فرمایا کہ وہ نہ مری حتی کہ اس کی آنکھیں جاتی رہیں اور جب کہ وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ وہ ایک گڑھے میں گر گئی مر گئی ۱۰؎ (مسلم،بخاری) اور مسلم کی روایت میں محمد ابن زید ابن عبداللہ ابن عمرو سے ۱۱؎ اس کے معنی مروی ہیں کہ انہوں نے اسے اندھا دیکھا جو دیواریں ٹٹولتی تھی کہ مجھے سعید کی دعا لگ گئی ۱۲؎ اور وہ اس کنویں پر گزری جو اس کے گھر میں تھا جس کے بارے میں اس نے سعید سے جھگڑا کیا تھا تو وہ اس میں گر گئی وہ ہی اس کی قبر بن گئی ۱۳؎

۱؎ آپ حضرت زبیر ابن عوام کے بیٹے ہیں،تابعی ہیں،آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،آپ کی والدہ اسماء ہیں یعنی عائشہ صدیقہ کی بہن، عبداللہ ابن زبیر کے بھائی ہیں،آپ ۲۲ھ بائیس میں پیدا ہوئے،قراء مدینہ میں سے تھے۔

۲؎ حضرت سعید عشرہ مبشرہ سے ہیں حضرت عمر کے بہنوئی ہیں،بہت مقبول الدعاء تھے،آپ کی تلاوت سن کر حضرت عمر اولًا غصہ میں آئے پھر مسلمان ہو گئے،آپ سواء بدر کے تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ آپ کی بیوی تھیں،آپ کی عمر ستر سال سے زیادہ ہوئی،۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی،مقام عقیق میں وفات ہوئی،وہاں سے مدینہ منورہ لائے گئے جنت بقیع میں دفن کیے گئے۔(اکمال)

۳؎ غالبًا اروٰی تابعہ ہیں،آپ کے والد اوس ابن اوس صحابی ہیں،بعض نسخوں میں اروٰی بنت اویس ہے۔

۴؎ مروان کی کنیت ابو عبدالملک ہے،قرشی اموی ہیں،حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دادا ہے،مروان حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوا مگر حضور کی زیارت نہ کرسکا لہذا تابعی ہیں کیونکہ حضور انور نے اس کے باپ حکم کو طائف کی طرف نکال دیا تھا یہ اس کے ساتھ تھا،دمشق میں فوت ہوا ۶۵ھ میں مرا،اس سے بہت صحابی حتی کہ حضرت عثمان و علی اور عروہ ابن زبیر اور امام زین العابدین نے بھی اس سے احادیث لیں۔(اکمال) یہ امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم تھا۔

۵؎ یعنی میری کچھ زمین حضرت سعید ابن زید نے غصب کرلی ہے مجھے واپس دلوائی جاوے۔

۶؎ یعنی یہ ناممکن ہے کہ میں صحابی رسول ہوکر اور زمین کے غصب کے متعلق سرکار کا فرمان عالی سن کر پھر کسی کی انچ بھر زمین غصب کروں۔

۷؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ آسمان کی طرح زمین بھی سات ہیں اور وہ سات زمینیں سات ملک نہیں بلکہ اوپر تلے تہ بہ تہ سات طبق ہیں ورنہ سات زمینیں ھنسلی بنا کر گلے میں ڈالنے کے کیا معنی،اس کی تائید اس آیت سے ہے"سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ"۔

۸؎ یہاں بینہ سے مراد دلیل ہے نہ کہ گواہ کیونکہ حضرت سعید ابن زید مدعیٰ علیہ تھے،آپ پر گواہ لازم نہ تھے قسم ضروری تھی یعنی میں آپ سے قسم بھی نہ لوں گا بغیر قسم آپ کے حق میں فیصلہ کرتا ہوں ایسا شخص کسی کی زمین غصب نہیں کرسکتا۔

۹؎ حضرت سعید نے یہ زمین اروی بنت اوس کے حوالے کردی اور یہ بددعا ساتھ میں دی کہ خدایا یہ زمین اگر اس کی نہ ہو تو اسے اندھا بھی کردے اور اس زمین میں اسے ہلاک بھی کردے جو میں نے اس کے حوالہ کی ہے۔(مرقات) ارضھا سے مراد ہے اس عورت کی یہ مقبوضہ زمین نہ کہ اس کی مملوکہ زمین۔

۱۰؎ اس زمین میں ایک کنواں تھا اس کنویں میں گر کر مری۔

۱۱؎ محمد ابن عبداللہ تابعی ہیں،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں،حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی ہے ان سے احادیث لی ہیں۔

۱۲؎ یعنی اس عورت نے آج اقرار کرلیا کہ حضرت سعید سچے تھے میں جھوٹی اور ان کی بددعا سے مجھ پر یہ آفات آئی ہیں۔شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

توان بہ حلق فرو بردن استخوان درشت ولے شکم بہ درد چوں بگیر داندر ناف

ظلم کی چیز ایک سخت ہڈی ہے جو نگل لینے کے بعد پیٹ پھاڑ ڈالتی ہے۔

۱۳؎ اس سے بظاہر معلوم ہورہا ہے کہ اس کی نعش کنویں سے نکالی نہ جاسکی نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکی نہ کفن دفن ہوسکا یہ ہے اللہ کے مقبول بندے کی بددعا۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از درحق بہر استقبال می آید

مظلوم کی بددعا قبولیت کے پاس نہیں جاتی بلکہ قبولیت اس کے پاس آتی ہے۔اس حدیث میں حضرت سعید کی کرامت کا ثبوت ہے کہ جو آپ کے منہ سے نکلا وہ ہو بہو پورا ہوا اسی لیے اسے باب کرامات میں لائے۔

[11]- 5954	روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ جناب عمر نے ایک لشکر

وَعَن ابْن عمر أَنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعَى سَارِيَةَ فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يَصِيحُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَقِينَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُونَا فَإِذَا بِصَائِحٍ يَصِيحُ: يَا سَارِيَ الْجَبَلَ. فَأَسْنَدْنَا ظُهُورَنَا إِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّة	بھیجا اور ان پر ایک شخص کو امیر بنایا جنہیں ساریہ کہا جاتا تھا ۱؎ تو جب کہ جناب عمر خطبہ پڑھ رہے تھے ۲؎ کہ اچانک چیخنے لگے اے ساریہ پہاڑ کو لو ۳؎ پھر لشکر سے ایک قاصد آیا بولا اے امیر المؤمنین ہم کو ہمارا دشمن ملا انہوں نے ہم کو بھگادیا تو کوئی چیخنے والا بولا اے ساریہ پہاڑ کو لو ہم نے اپنی پیٹھیں پہاڑ کی طرف لگالیں تب انہیں الله تعالیٰ نے بھگادیا(بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎ یہ لشکر مقام نہاوند میں بھیجا گیا تھا،نہاوند جنوبی ہمدان کے پہاڑوں کے پاس مشہور بستی ہے،ہمدان ملک فارس میں ہے،ان سردار کا نام حضرت ساریہ ابن زنیم ہے۔(مرقات)

۲؎ یعنی جمعہ کے دن نماز سے قبل خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے حضرت ساریہ کو پکارا دوران خطبہ خطیب لوگوں سے کلام دنیاوی بھی کرسکتا ہے اور یہ کلام تو خالص دینی تھا کہ جہاد میں مدد فرمانا مقصود تھا۔

۳؎ حضرت ساریہ نہاوند میں جہاد کررہے تھے کفار نے اپنی فوج کا کچھ حصہ پہاڑ کے پیچھے کرلیا تاکہ وہ پہاڑ کے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کردیں انہیں گھیرے میں لے رہے تھے،حضرت ساریہ اس سازش سے بے خبر تھے،مدینہ منورہ سے حضرت عمر نے انہیں پکارا کہ اے ساریہ پہاڑ کو دیکھو یا یہ مطلب ہے کہ اے ساریہ پہاڑ کو اپنی پناہ بنا کر لڑو تاکہ تم پر پیچھے سے حملہ نہ ہوسکے،حضرت ساریہ اس ہدایت سے سنبھل گئے رب نے فتح دی۔اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ الله والے دور کو نزدیک کی طرح دیکھ لیتے ہیں۔دوسرے یہ کہ اپنی آواز دور تک پہنچادیتے ہیں۔تیسرے یہ الله والے دور سے مدد کرتے ہیں۔حضرت آصف ابن برخیا کا واقعہ تو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ آپ ایک آن میں ملک یمن کے شہر سبا سے تخت بلقیس فلسطین میں دربار سلیمانی میں اٹھا لائے "اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ"۔آج سائنس نے یہ سارے کام کرکے دکھادیئے تو کیا نوری قوت ناری طاقت سے کم ہے،ابھی حال میں روس نے ایک راکٹ میں کتیا بٹھا کر فضا آسمانی میں بھیجی وہ بتیس ہزار میل بلند فضا میں راکٹ میں اڑ رہی تھی اور روس کا محکمہ اطلاعات طاس برخبر دے رہا تھا کہ اب کتیا سورہی ہے اب کھارہی ہے اب بھونک رہی ہے،اب اس کے خون کا دباؤ کتنا ہے،اب اس کا علاج یہاں سے کیا جارہا ہے پھر خبر دی کہ آج وہ کتیا مرگئی اس کتیا کا نام لائیکا تھا۔اخبارات میں یہ خبر برابر شائع ہوتی رہیں ریڈیو بولتا رہا سارے توحید پرست اس پر ایمان لاتے رہے کسی نے اس پر شرک کا فتویٰ نہ دیا۔

[12]- 5955 وَعَنْ نُبَيْهَةَ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ كَعْبًا دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَعْبٌ: مَا مِنْ يَوْمٍ يَطْلُعُ إِلَّا نَزَلَ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ حَتَّى يَحُفُّوا بِقَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْرِبُونَ بِأَجْنِحَتِهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ	روایت ہے حضرت جناب نبیہہ ابن وہب سے ۱؎ کہ کعب حضرت عائشہ کی خدمت میں آئے ۲؎ سب نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کا ذکر کیا تو جناب کعب بولے نہیں ہے کوئی دن مگر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں حتی کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں ۳؎ اپنے پر بچھادیتے ہیں اور رسول الله صلی الله علیہ وسلم پردرود شریف پڑھتے رہتے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا أَمْسَوْا عَرَجُوا وَهَبَطَ مِثْلُهُمْ فَصَنَعُوا مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى إِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْأَرْضُ خَرَجَ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَزُفُّونَهُ. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ	ہیں ۴ حتی کہ جب شام پاتے ہیں تو وہ چڑھ جاتے ہیں اور ان کی مثل اترتے ہیں وہ بھی اسی طرح کرتے ہیں ۵ حتی کہ جب حضور سے زمین کھلے گی تو حضور ستر ہزار فرشتوں میں نکلے گے جو حضور کو پہنچائیں گے ۶ (دارمی)

۱ حضرت نبیہہ تصغیر سے تابعی ہیں،شیبہ ابن عثمان حجبی کے بھتیجے ہیں،بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے۔

۲ کعب احبار یہود کے بڑے عالم ہیں،آپ کا نام کعب ابن مانع ہے،کنیت ابو اسحٰق،آپ نے حضور انور کا زمانہ پایا مگر اس وقت نہ ایمان لائے نہ حضور سے ملے،عہدِ فاروقی میں ایمان لائے اور عہدِ عثمانی میں مقام حمص میں وفات پائی ۳۲ھ ہجری میں وہاں ہی آپ کی قبر ہے۔(مرقات)

۳ ظاہر یہ ہے کہ ملائکہ کی یہ حاضری اور ان کی ڈیوٹیوں کی یہ تبدیلی حضرت کعب نے اپنی آنکھوں سے بطور کشف ملاحظہ کی اس لیے یہ حدیث باب الکرامات میں لائی گئی۔اگر توریت سے دیکھ کر آپ یہ کہتے تو یہ حدیث باب الکرامات میں نہ لائی جاتی۔(اشعہ)

۴ خیال رہے کہ ہمیشہ سارے فرشتے ہی حضور پر درود بھیجتے ہیں"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ"مگر یہ ستر ہزار فرشتے وہ ہیں جن کو عمر میں ایک بار حاضری دربار کی اجازت ہوتی ہے یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت حاصل کرنے کو حاضری دیتے ہیں۔

۵ ؎ معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار دار مجرم پڑے رہیں تو رضا عمر بھر کی ہے

جو فرشتہ ایک بار حاضری دے جاتا ہے اسے دوبارہ حاضری کا شرف نہیں ملتا ساری عمر میں صرف چند گھنٹے یعنی آدھا دن کی حاضری نصیب ہوتی ہے۔

۶ **یزفون** بنا ہے زف سے،زف کے معنی ہیں محبوب کو محبوب تک پہنچانا اسی سے ہے **زفاف**(رخصتی)کہ اس میں دولہا کو دولہن کے گھر تک پہنچایا جاتا ہے یعنی قیامت کے اس دن کی ڈیوٹی والے فرشتے حضور کو اپنی جھرمٹ میں لے کر رب تعالٰی تک پہنچائیں گے دولہا کی طرح۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت کعب احبار نے یہ بات گزشتہ آسمانی کتب سے دیکھ کر فرمائی ہے،چونکہ اس میں حضور کا احترام و اکرام ہے لہذا اسے باب الکرامات میں لائے،**کرامت** بمعنی عزت و عظمت۔(مرقات) ممکن ہے کہ یہ فرمان حضرت کعب کا انکشاف بھی ہو اور گزشتہ کتب سے ثابت بھی۔

باب

باب ۱

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ اس باب میں دو قسم کے مضامین ہوں گے: حضرات صحابہ کرام کی ہجرت مدینہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے مقدمات اس لیے صرف باب کہا کہ اس کا مضمون ایک نہیں چند ہیں۔خیال رہے کہ حضور انور ماہ صفر کے آخری تاریخوں میں شنبہ کے دن درد سر بخار سے بیمار ہوئے سترہ دن بیمار رہے،بارہویں ربیع الاول دو شنبہ کو وفات ہوئی،بدھ کو دفن ہوئے،زمانہ مرض میں چالیس غلام آزاد کیے،آخری دن میں مسجد تشریف نہ لائے،حضرت صدیق اکبر کو اپنی جگہ امام مقرر کیا صرف ایک نماز میں تشریف لائے جس کے بعد خطبہ فرمایا،بعد وفات حضرت ابوبکر صدیق کی ہدایت پر ازواج پاک اور علی مرتضٰی نے غسل دیا(ترمذی)بعد غسل آنکھ کے کوئے شریف میں پانی کا قطرہ رہ گیا وہ حضرت علی نے چاٹ لیا تھا جس سے آپ کا حافظہ بہت ہی قوی ہوگیا،آپ کی قبر انور میں آپ کے غلام شقران نے آپ کا کمبل بچھادیا،قبر انور لحد یعنی بغلی تھی جسے نو اینٹوں سے بند کیا گیا۔(اشعۃ اللمعات)

[1]- 5956 عَن الْبَراء قَالَ: أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَجَعَلَا يُقْرِآنِنَا الْقُرْآنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُولُونَ: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَ فَمَا جَاءَ حَتَّى قرأتُ: [سبِّح اسْم ربِّك الْأَعْلَى] فِي سُوَرٍ مِثْلِهَا مِنَ الْمُفَصَّلِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت براء سے۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے جو پہلے ہمارے پاس پہنچے وہ مصعب ابن عمیر اور ابن ام مکتوم تھے وہ دونوں ہم کو قرآن پڑھانے لگے۲؎ پھر جناب عمار و بلال اور سعد آگئے پھر حضرت عمر ابن خطاب بیس صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں آپہنچے۳؎ پھر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لائے۴؎ تو میں نے مدینہ والوں کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی چیز سے خوش ہوئے جیساکہ حضور کی تشریف آوری سے خوش ہوئے حتی کہ میں نے بچیوں اور بچوں کو کہتے سنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۵؎ پھر آپ نہ آئے حتی کہ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" ان جیسی مفصل کی سورتوں کے درمیان میں پڑھ چکا تھا۶؎(بخاری)

۱؎ براء ابن عازب مشہور انصاری صحابی ہیں،پہلے آپ غزوہ خندق میں شریک ہوئے اس سے پہلے بچہ تھے،حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے عبداللہ ابن زبیر کی خلافت میں کوفہ میں وفات پائی۔(اشعہ)

۲؎ ان دونوں حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کی عرض معروض پر مدینہ منورہ بھیجا تاکہ یہ دونوں انصار کو قرآن اور احکام اسلام کی تعلیم دیں،اولًا مدینہ منورہ میں یہ دونوں حضرات آئے۔(اشعہ)

۳؎اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پاک تشریف لے جانے سے پہلے پچیس صحابہ مدینہ منورہ ہجرت کرکے پہنچ چکے تھے اسلام وہاں پھیل چکا تھا۔

۴؎حضور انور جناب ابوبکر صدیق کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کرکے پہنچے دن دو شنبہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ نبوت کے تیرھویں سال۔

۵؎مسلم شریف باب حدیث الهجرت میں ہے کہ اس دن بچیاں بچے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں یہ کہتے پھرتے تھے یا محمد یارسول اللہ اور چھتوں پر عورتیں وغیرہا اس جلوس کا نظارہ کرتی تھیں مگر یہ روایت مسلم کی اس روایت کے خلاف نہیں بعض بچے یہ کہتے تھے اور بعض دوسرے بچے جلوس نکالتے تھے،یا اولًا یہ کہا بعد میں جلوس نکالا اور وہ کلمات کہے۔

۶؎یعنی حضور انور کے مدینہ منورہ تشریف لانے تک ان آنے والے صحابہ کرام سے سورۂ اعلیٰ اور اس جیسی دوسری سورتیں اوساط مفصل کی سیکھ چکا تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ اعلیٰ مکیہ ہے مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس سورہ کے آخر میں ہے"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی"یہاں تزکی سے مراد ہے صدقہ فطر ادا کرنا اور صلی سے مراد ہے نماز عید پڑھنا۔صدقہ فطر اور نماز عید دونوں ۲ھ ہجری میں آئیں پھر یہ سورت مکیہ کیسے ہوئی اس لیے بعض نے فرمایا کہ ساری سورۂ اعلیٰ تو مکیہ ہے مگر یہ آیت مدنیہ ہے مگر حق یہ ہے کہ پوری سورۂ اعلیٰ مکیہ ہے اس آیت میں نماز عید اور فطرہ کی ترغیب ہے جو مکہ معظمہ میں دی گئی اس پر عمل بعد ہجرت ہوا۔(مرقات)اور ہوسکتا ہے کہ یہاں تزکی سے مراد تزکیہ نفس دل کی صفائی ہو اور صلی سے مراد نماز پنجگانہ ہو اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔

5957 -[2] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: «إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللَّهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ». فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ قَالَ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فعجبنا لَهُ فَقَالَ النَّاس: نظرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللَّهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ وَهُوَ يَقُولُ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيرِ وَكَانَ أَبُو بكر هُوَ أعلمنَا.	روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۱؎ تو فرمایا کہ ایک بندے کو اللہ نے اس کا اختیار دیا کہ اسے دنیا کی ترو تازگی اتنی عطا کرے جتنی وہ چاہے اور وہ نعمتیں جو اس کے پاس ہیں ۲؎ تو اس بندے نے اللہ کے پاس کی نعمتیں اختیار کرلیں ۳؎ حضرت ابوبکر رونے لگے عرض کیا آپ پر ہمارے ماں باپ فدا۴؎ ہم نے ان پر تعجب کیا لوگ بولے ان بزرگ کو تو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں جسے اللہ نے اختیار دیا کہ اسے دنیا کی سرسبزی دے اور وہ جو اس کے پاس ہے وہ دے اور آپ کہتے ہیں کہ آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں۵؎ پھر پتہ لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اختیار دیئے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق ہم سب میں زیادہ علم والے تھے ۶؎(مسلم،بخاری)

۱؎یہ واقعہ مرض وفات میں وفات شریف سے پانچ دن پہلے ہوا۔(اشعہ،مرقات)یعنی جمعرات کے دن اور پیر کے دن وفات شریف ہوئی۔

۲؎ یعنی ان بندہ کو رب نے اختیار دیا کہ یا تو وہ دنیا میں بہت دراز عمر اور ہر طرح کا عیش و آرام قبول کریں یا رب تعالٰی کی ملاقات اور آخرت کی نعمتیں اختیار کریں جو ان کی مرضی ہو وہ ہی رب کی طرف سے عطا ہو۔

۳؎ یعنی ان بندے نے دنیا کو چھوڑ دیا آخرت اور وہاں کی نعمتیں اعلیٰ بھی ہیں اور غیر فانی بھی۔(مرقات)

۴؎ یعنی یارسول اللہ اگر آپ میرے اور میرے ماں باپ کے فدا ہوجانے سے دنیا میں رہنا قبول فرمالیں تو مجھے فدا ہونے قربان ہونے میں کوئی تامل نہ ہو،میں مع اپنے ماں باپ کے آپ پر قربان ہوجاؤں آپ یہاں سے نہ جاویں۔(مرقات)

۵؎ یعنی حضور انور نے کوئی رونے والی بات فرمائی نہیں حضرت صدیق اکبر روئے کیوں اور فدا ہوجانے پر تیار کیوں ہوئے حضور تو کسی بندے کا ایک واقعہ بیان فرمارہے ہیں اس میں رونے اور فدا ہونے کی کیا بات ہے یہ ہماری سمجھ میں نہ آیا۔

۶؎ یعنی جب پانچ دن کے بعد حضور انور کی وفات ہوئی تب ہم کو پتہ لگا کہ حضور انور نے یہ واقعہ اپنا بیان فرمایا،ایک بندہ سے مراد اپنی ذات مبارکہ تھی یہ راز سوائے حضرت ابوبکر کے کوئی نہ سمجھا اس لیے آپ روئے اور یہ کلمات فرمائے۔معلوم ہوا کہ جناب صدیق اکبر تمام صحابہ اور اہلِ بیت سے بڑے عالم بہت ذکی و فہیم اور سب سے زیادہ مزاج شناس رسول تھے رضی اللہ عنہ اسی لیے حضور انور نے اپنے مصلے پر آپ کو کھڑا کیا امام وہ ہی بنایا جاتا ہے جو سب سے بڑا عالم ہو،سارے صحابہ میں آپ سب سے بڑے عالم تھے۔ہم نے عرض کیا ہے۔

علم میں فضل میں بے شبہ تو سب سے افضل | اس امامت سے ترے کھل گئے جوہر صدیق
اس امامت سے کھلا تم ہو امام اکبر | تھی یہ ہی رمز نبی کہتے ہیں حیدر صدیق

5958 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: صَلَّى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَتْلَى أحد بعد ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: «إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ من مَقَامِي هَذَا وَإِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوابعدِي وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُم الدُّنْيَا أَن تنافسوها فِيهَا». وَزَادَ بَعْضُهُمْ:: «فَتَقْتَتِلُوا فَتَهْلِكُوا كَمَا هَلَكَ من كَانَ قبلكُمْ» .

روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر آٹھ سال کے بعد نماز پڑھی ۱؎ زندوں مردوں کو رخصت فرمانے والوں کی طرح ۲؎ پھر آپ منبر پر چڑھے فرمایا کہ میں تمہارے آگے پیشرو ہوں ۳؎ اور میں تمہارا نگران گواہ ہوں ۴؎ اور تمہارے وعدہ کی جگہ حوض ہے ۵؎ اور میں اسے اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں ۶؎ اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں ۷؎ میں تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کروگے ۸؎ لیکن میں تم پر دنیا کا خوف کرتا ہوں کہ تم اس میں رغبت کر جاؤ اور بعض نے یہ زیادتی کی پھر تم جنگ کرو تو اسی طرح ہلاک ہوجاؤ جیسے تم سے پہلے والے ہلاک ہوئے ۹؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ شوافع کہتے ہیں کہ یہاں صلوۃ سے مراد دعاء مغفرت ہے نہ کہ نماز جنازہ،ان کے ہاں شہید پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی مگر یہ بات قوی نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی زیارت کرتے اور انکے لیے دعاء مغفرت فرماتے تھے پھر اس دعا کا ذکر خصوصیت سے کیوں ہوااللھم الا ان یقال کہ یہ دعاء خصوصی تھی۔یعنی دعاء وداع جس میں وداعیہ کلمات تھے۔ہمارا قوی جواب یہ ہے کہ حضور انور نے شہداء احد کی آج نماز جنازہ پڑھی آٹھ سال بعد نماز جنازہ پڑھنا حضور انور کی خصوصیت

ہے،بعض روایت میں اس کی تصریح بھی ہے کہ یہ نماز جنازہ تھی لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جاوے گی اس کی مفصل بحث صلوۃ جنازہ میں گزرچکی۔

۲؎ یعنی اس دعا یا نماز جنازہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور زندہ اور مردہ مسلمانوں کو وداع فرمارہے ہیں،زندوں کو اس لیے کہ اب وفات کا وقت قریب ہے لوگ اب حضور کی زیارت نہ کر سکیں گے،مردوں کو اس لیے کہ اب مردوں کے لیے حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں وغیرہ بند ہونے والی ہیں یہ واقعہ مرض وفات شروع ہونے سے پہلے ہوا۔

۳؎ فرط بمعنی فارط ہے جیسے تبع بمعنی تابع۔فرط وہ شخص ہے جو کسی جماعت سے آگے منزل پر پہنچ کر ان کے طعام قیام وغیرہ تمام ضروریات کا انتظام کرے جس سے وہ جماعت آکر ہر طرح آرام پائے۔مطلب یہ ہے کہ میں تم سے پہلے جارہا ہوں تاکہ تمہاری شفاعت تمہاری نجات تمہاری ہر طرح کارسازی کروں،تم میں سے جو بھی ایمان پر فوت ہوگا وہ میرے پاس میری حفاظت میرے انتظام میں اس طرح آوے گا جیسے مسافر اپنے گھر آتا ہے بھرے گھر میں۔(از اشعہ)مؤمن مرتے ہی حضور کی پاس پہنچتا ہے بلکہ بعض مؤمنوں کی جانکنی کے وقت حضور انور انہیں لینے تشریف لاتے ہیں جیساکہ امام بخاری کا واقعہ ہوا اور بہت مرنے والوں سے سنا گیا کہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔خیال رہے کہ چھوٹے فوت شدہ بچوں کو بھی فرط فرمایا گیا ہے مگر وہ فرط ناقص ہیں حضور انور فرط کامل یعنی ہر طرح کے منتظم،نیز ایدیکم میں خطاب ساری امت سے ہے نہ کہ صحابہ کرام سے حضور اپنی امت کے دائمی منتظم ہیں۔

۴؎ اس کی تائید اس آیت سے ہے"وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا"شہید بمعنی نگران گواہ ہے نہ کہ فقط گواہ ورنہ علیٰ نہ آتا بلکہ لام آتا۔شہادت کے ساتھ اگر علیٰ ہو تو خلاف گواہی مراد ہوتی ہے یعنی اے مسلمانوں میں تمہارے ایمان،اعمال قلبی حالات کا علیم و خبیر و حفیظ و نگراں ہوں،تم سب کے ایمان کی نبض پر میرا ہاتھ ہے،مجھے ہر شخص کے ایمان اور درجہ ایمان کی ہر وقت خبر ہے۔اس کی نہایت لذیذ و نفیس تفسیر ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم کے شروع میں ملاحظہ کرو۔

۵؎ یعنی میں نے جس شفاعت خاصہ کا تم سے وعدہ کیا ہے وہ شفاعت حوض کوثر پر کروں گا۔(مرقات)یا قیامت میں میری تمہاری خصوصی ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔(اشعہ)اس صورت میں یہاں خصوصی ملاقات مراد ہے ورنہ حضور کی ملاقات حضور کا دیدار تو مؤمن کو قبر میں ہی نصیب ہوتاہے پھر قیامت میں بہت جگہ دیدار ہوگا،بعض لوگ بعد وفات تاقیامت حضور ہی کے پاس رہتے ہیں **اللھم اجعلنامنھم**۔

۶؎ یہ ہے حضور کا حاضروناظر ہونا کہ مدینہ منورہ میں کھڑے ہوئے اس حوض کوثر کو دیکھ رہے ہیں جو جنت میں ہے اور جنت ساتوں آسمان سے اوپر ہے ،جس کی نگاہ مدینہ سے جنت تک کو دیکھ سکتی ہے اس کی نظر ساری روئے زمین کو یہاں کے رہنے والوں کو بھی دیکھ سکتی ہے کیونکہ زمین حوض کوثر سے قریب ہے۔

۷؎ اس طرح کہ مجھے زمین کے تمام خزانوں کا مالک مختار قاسم بنایا جسے جو ملے گا ہماری عطا سے ملے گا۔فرماتے ہیں **اللہ المعطی وانا قاسم**۔اشعہ نے فرمایا کہ یہ تو ظاہری خزانوں کا حال ہے رہے باطنی خزانے سو آسمان و زمین ملک و ملکوت کی چابیاں حضور کو عطا ہوئیں۔

دی کنجی تمہیں اپنے خزانوں کی خدا نے　　　سرکار کیا مالک و مختار بنایا

۸؎ یعنی مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم سارے یا تم عموماً کافر ہو جاؤ لہذا یہ فرمان عالی اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور کے بعد چند لوگ مرتد ہوگئے۔(مرقات)

۹؎ امام نووی نے فرمایا کہ اس میں حضور کے بہت سے معجزات کا ذکر ہے کہ حضور انور نے بہت سی غیبی خبریں دیں جو ہوبہو پوری ہوئیں۔

[4]- 5959 وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللَّهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَإِنَّ اللَّهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَبِيَدِهِ سِوَاكٌ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ: آخُذُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهُ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: أُلَيِّنُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهُ فَأَمَرَّهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فِيهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَيَقُولُ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ إِنَّ للموتِ سَكَرَاتٍ». ثمَّ نصب يَده فَجَعَلَ يَقُولُ: «فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى».حَتَّى قُبِضَ ومالت يَده.رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ مجھ پر اللہ کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں اور میرے دن میں اور میرے گلے اور سینہ کے درمیان وفات پائی۱؎ اور اللہ نے میرے تھوک اور آپ کے تھوک کو حضور کی وفات کے وقت جمع فرمایا ۲؎ کہ میرے پاس عبدالرحمٰن ابن ابو بکر صدیق آئے کہ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ دیئے بیٹھی تھی میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ عبدالرحمٰن کی طرف دیکھ رہے ہیں۳؎ میں پہچان گئی کہ آپ مسواک چاہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ کیا میں اسے آپ کے لیے لے دوں تو آپ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۴؎ تو میں نے وہ لے لی آپ پر مسواک سخت ہوئی میں نے کہا کہ کیا اسے آپ کے لیے نرم کردوں تو سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں ۵؎ چنانچہ میں نے نرم کردی تو حضور نے اسے اپنے دانتوں پر پھیرا اور آپ کے سامنے برتن تھا جس میں پانی تھا پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے پھر انہیں منہ پر پھیرنے لگے ۶؎ فرماتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کی بہت سختیاں ہیں ۷؎ پھر اپنا ہاتھ کھڑا کیا پھر فرمانے لگے کہ اوپر والے ساتھیوں میں حتی کہ جان شریف قبض کرلی گئی اور آپ کا ہاتھ جھک گیا ۸؎(بخاری)

۱؎ اس طرح کہ وفات شریف کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے سینہ پر تکیہ لگائے تھے اس وقت آپ کا سینہ عرش اعظم سے افضل تھا۔

جس کا پہلو ہو نبی کی آخری آرمگاہ — جن کے حجرہ میں قیامت تک نبی ہیں جاگزیں

۲؎ یہ ام المؤمنین پر رب تعالٰی کا دوسرا احسان عظیم ہے کہ آخری فیض حضور انور کا انہیں اس طرح نصیب ہوا۔اس وقت آپ وہ عبادات کررہی تھیں جو عرش و فرش میں کسی کو میسر نہ تھی۔خیال رہے کہ جیسے حضور انور کی نظر سے نظر ملنا حضور کے ہاتھ سے ہاتھ ملنا،حضور کے قدم سے کسی کا سر ملنا اللہ کی بڑی نعمت ہے یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب سے لعاب ملنا

بھی اس کی بڑی نعمت بلکہ یہ آخری نعمت اور خاص کر اس آخری وقت میں جب کہ حضور کے ظاہر فیوض بظاہر ختم ہو رہے تھے صرف حضرت ام المؤمنین ہی کو نصیب ہوئی۔

۳؎ یا تو عبدالرحمٰن کو دیکھ رہے ہیں یا انکے ہاتھ کی مسواک کو اور یہ دیکھنا محبت کی نگاہ سے ہے۔

۴؎ یہ حیات شریف کی آخری ساعتیں تھیں اس وقت نقاہت بہت زیادہ ہوگئی تھی اس لیے زبان شریف سے ہاں نہیں فرمایا بلکہ سر مبارک کی ہلکی سی جنبش سے اشارہ فرمایا۔

۵؎ یعنی مسواک نئی تھی سخت تھی اسے آپ اپنے منہ سے چباکر نرم نہ کرسکے۔خیال رہے کہ مقبولین بارگاہ پر یہ کمزوری بدنی ہوتی ہے روحانی نہیں روح ان کی بہت قوی ہوتی ہے لہذا یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ خود اتنے کمزور ہوجاتے ہیں تو بعد وفات کسی کی مدد کیا کریں گے۔

۶؎ جانکنی کے وقت حرارت اور تپش بہت ہوتی ہے اس لیے اس وقت میت کو پانی پلایا بھی جاتا ہے اور وضو بھی کرایا جاتا ہے کہ پانی کی ٹھنڈک سے تسکین ہوتی ہے،حضور انور کا اپنے منہ پر پانی پھیرنا اس میں بھی امت کو اس عمل کی تعلیم ہے۔

۷؎ سکرات جمع ہے سکرۃ کی بمعنی غشی،نشہ۔موت کی سختی کو سکرۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے مرنے والے کو غش پر غش آتے ہیں،چونکہ موت کی سختی کئی قسم کی ہوتی ہے اسلیے سکرات جمع ارشاد ہوا۔بدن کی رگ رگ سے جان کا نکلنا آسان نہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سختی ساری امت کے لیے تسکین خاطر کا باعث ہے کہ کوئی شخص اس سختی سے گھبرا نہ جاوے اپنے نبی کی سکرات کو پیش نظر رکھے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا بے چین دلوں کا چین ہے،اس موقعہ پر لا الہ الا اللہ فرمانا بھی تسکین دل کے لیے ہے اللہ کے ذکر سے چین آتا ہے"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ"یہ کلمات اس قدر آہستہ کہے ہوں گے صرف ام المؤمنین کان لگا کر سن سکیں۔اللہ کے مقبول بندے بعض حالات میں دنیاوی باتیں نہیں کرسکتے مگر ذکر اللہ کرتے ہیں جیسے زکریا علیہ السلام ایک موقع پر تین دن تک کسی سے کلام نہ کرسکے مگر ذکر اللہ کرتے رہے اسی طرح حضور انور نے اس وقت مسواک زبان سے نہ مانگی مگر یہ ذکر کے الفاظ زبان سے ادا کیے۔

۸؎ رفیق بنا ہے رفق سے بمعنی نرمی یا بمعنی قرب،یہ ایک اور جماعت سب پر بولا جاتا ہے جیسے صدیق یا خلیط.اس سے مراد یا تو جماعت ملائکہ ہے یا جماعت انبیاء کرام یا رب تعالٰی کی ذات،حدیث شریف میں ہے اللہ رفیق یحب الرفق،یا اس سے مراد ہے جنت کیونکہ وہ رفق یعنی نرمی کی جگہ ہے غرضکہ اس میں بہت احتمال ہیں۔(مرقات،اشعہ)ہاتھ شریف کے گود میں گر جانے پر جناب ام المؤمنین کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔

5960 -[5] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْهَا قَالَتْ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُول:«مامن نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ» .وَكَانَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ أَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ:مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ من الصديقين والنبيين وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ.	روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں بیمار ہوتے کوئی نبی مگر انہیں دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے۱؎ اور آپ اپنے اس مرض میں تھے جس میں وفات دیئے گئے تو آپ کو سخت خراٹے نے پکڑ لیا۲؎ میں نے آپ کو کہتے سنا کہ ان لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین،شہداء اور

فَعَلِمْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ.	صالحین کے ساتھ۳ تو میں نے جان لیا کہ آپ کو اختیار دے دیا گیا۴ (مسلم،بخاری)

۱ یعنی ساری مخلوق کی موت اضطراری ہوتی ہے مگر حضرت انبیاء کرام کی وفات اختیاری کہ پہلے انہیں رب کی طرف سے اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا ہی میں رہیں چاہیں تو ہمارے پاس آجاویں،جو کہتے ہیں کہ نبی ہماری طرح ہوتے ہیں وہ اس حدیث میں غور کریں،وہ حضرات زندگی و موت اور ان کے ہر شعبہ میں دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

۲ بحۃ ب کے پیش ح کے شد سے بمعنی کھانسی یا خراٹہ یا غرغرہ یعنی گہری سانس جو تکلیف سے لی جاوے جسے اردو میں سلگی کہتے ہیں یعنی آخری سانس۔

۳ یعنی خدایا اب میں دنیا میں رہنا نہیں چاہتا میں تیرے ان مقبول بندوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں،یا اللہ ہم گنہگاروں کو بھی ان مقبولوں کی ہمراہی نصیب فرما۔

گر محمد کا ساتھ ہو جائے ۔۔۔ پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

۴ یعنی رب العالمین نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے منہ موڑ کر ان حضرات کی ہمراہی قبول فرمالی،اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام رب کے فرمان کا جواب ہے۔

[6]- 5961 وَعَن أنس قَالَ: لما ثقل النَّبي صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ.فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: وَاكَرْبَ آبَاهْ فَقَالَ لَهَا: «لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ» . فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ. فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ: يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ؟ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوگئ تو آپ پر بے چینی چھانے لگی۱ جناب فاطمہ بولی ہائے اباجان کی تکلیف۲ تو فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے باپ کو تکلیف اب کبھی نہ ہوگی۳ پھر جب وفات پائی تو فاطمہ بولیں ہائے ابا جان آپ نے اپنے رب کا بلاوا قبول کرلیا۴ ہائے ابا جان آپ کا مقام تو جنت الفردوس ہوگیا ہائے ابا جان ہم جبریل کو تعزیت دیتے۵ پھر جب دفن کیے گئے تو جناب فاطمہ بولیں کہ اے انس کیا تمہارے دلوں نے گوارہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۶ (بخاری)

۱ کرب سے مراد یا شدت مرض ہے یا بے چینی یا سخت تکلیف جس سے غشی آجاوے۔

۲ یعنی اب میں کیا کروں آپ کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی دفع کرنے یا اپنے پر لینے سے مجبور ہوں۔

۳ یعنی اے بیٹی تیرے باپ پر بس یہ آخری تکلیف ہے اس کے بعد کبھی تکلیف نہ ہوگی کیونکہ اب میں دار التکلیف سے رخصت ہورہا ہوں وہاں جارہا ہوں جہاں راحت ہی راحت ہے۔

۴ یعنی ابا جان آپ نے ہم کو بے کس چھوڑ دیا اپنے رب کا بلاوا قبول کرلیا اب میں کہاں جاؤں کسے ابا کہہ کر پکاروں تم نے مجھے کس پر چھوڑا۔

۵؎ یعنی آپ تو جنت کو سدھار گئے ہم کو یہاں تڑپتا چھوڑ گئے،ہم حضرت جبریل کو آپ کی خبر وفات سنائیں جن کا اب زمین پر آنا وحی لانا ختم ہوگیا۔

۶؎ یعنی اے انس تم نے کن ہاتھوں اور کس دل سے حضور انور پر قبر کی مٹی ڈالی اور تم نے کیسے اس چاند کو قبر میں چھپایا تم سے یہ کیسے برداشت ہوا۔خیال رہے کہ سیدہ کے یہ الفاظ نہ تو نوحہ ہیں نہ بے صبری بلکہ حضور کے فراق پر بے چینی ہے جو بذات خود عبادت ہے۔ نوحہ یہ ہے کہ میت کے ایسے اوصاف بیان کیے جاویں جو اس میں نہ ہوں اور پیٹا جاوے۔بے صبری یہ ہے کہ رب تعالٰی کی شکایت کی جاوے،جناب سیدہ ان دونوں سے محفوظ ہیں۔یہ بھی خیال رہے کہ دنیا میں پانچ حضرات بہت روئے ہیں:حضرت آدم علیہ السلام فراق جنت میں،حضرت نوح علیہ السلام و یحیٰی علیہ السلام خوف خدا میں،حضرت فاطمہ زہرا فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں،حضرت امام زین العابدین واقعہ کربلا کے بعد حضرت حسین کی پیاس یاد کرکے۔جناب سیدہ زینب فرماتی تھیں۔

صبت علی مصائب لوانھا صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تاریک بن جاتی

الفصل الثانی

دوسری فصل

[7]- 5962 عَن أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ بِحِرَابِهِمْ فَرَحًا لِقُدُومِهِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةِ الدَّارِمِيِّ قَالَ: مَا رَأَيْتُ يَوْمًا قَطُّ كَانَ أَحْسَنَ وَلَا أَضْوَأَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا رَأَيْت يَوْمًا كَانَ أقبح وأظلم مِنْ يَوْمٍ مَاتَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَا نَفَضْنَا أَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبنَا	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حبشی بچے اپنے نیزوں سے کھیلتے تھے آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں ۱؎ (ابوداؤد) اور دارمی کی روایت میں یوں ہے کہ میں نے کوئی دن نہ برا اور نہ بہت تاریک دیکھا اس دن سے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ۲؎ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب وہ دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ کی ہر چیز چمک گئی ۳؎ پھر جب وہ دن ہوا جس میں حضور نے وفات پائی تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی اور ہم نے مٹی سے اپنے ہاتھ نہ جھاڑے حالانکہ ہم حضور کے دفن میں مشغول تھے حتی کہ ہم نے اپنے دلوں کو غیر پایا ۴؎

۱؎ حراب چھوٹا نیزہ،بعض روایات میں **بحناجرھم** ہے یعنی حضور انور کی تشریف آوری کی خوشی میں مدینہ منورہ میں رہنے والے حبشی لوگ نیزہ بازی یا خنجر بازی کرنے لگے کہ نیزے یا خنجروں کو لے کر یہ لوگ ناچتے کودتے تھے اپنے کرتب دکھاتے تھے۔معلوم ہوا کہ خوشی میں بچوں کا گانا بجانا،کھیل کود کرنا جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے۔عیدمیلاد کے موقعہ پر

جلوس نکالنا اور جلوس کے آگے تلوار نیزہ گتکہ پٹا وغیرہ لے کر کرتب دکھانا سب جائز ہے۔جس طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی جائے درست ہے۔اس موقع پر بنی نجار کی بچیاں بھی دف بجاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے گاتی تھیں،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں شریک ہونا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

۲؎ یہ عبارت بالکل ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔واقعی اس دن سورج نکلا تھا دھوپ بھی تھی مگر سورج میں بھی تاریکی اور سیاہی تھی اور دھوپ میں بھی وفات شریف کا اثر ہر در و دیوار پر ظاہر تھا۔یہ غلط احساس نہ تھا کیوں نہ ہوتا کہ یہ فراق رسول کا دن ہے جیسے شہادت امام حسین کے روز سارا دن سرخ خونی رنگ تھا اور جو پتھر وغیرہ اٹھایا گیا اس کے نیچے خون نمودار ہوا۔

۳؎ یہ چمک دھوپ سے نہ تھی بلکہ قدرتی نورانیت تھی جو بیان میں نہیں آسکتی صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے جیسے قیامت میں نورانی چمک ہوگی،رب فرماتا ہے:"وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا"۔آج بھی بعض اہلِ بصر باخبر حضرات کو کبھی یہ تجلی ربیع الاول کی بارہویں تاریخ دن میں بلکہ رات میں بھی اور شبِ قدر میں نظر آتی ہے۔فرق یہ ہے کہ اس دن وہ تجلی سب کو نظر آتی تھی اب کسی قسمت والے کو نظر آتی ہے،یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ چمک محسوس تھی۔

۴؎ یعنی ابھی ہم حضور انور کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دلوں میں وہ نورانیت،صفائی،نرمی رغبت الی اللہ نہ رہی جو کہ حضور کی حیات شریف میں تھی کیونکہ اب وحی آنا بند ہوگئی،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ ختم ہوگیا،تعلیم و تائید ظاہری انتہاء کو پہنچ گئی۔(مرقات و اشعہ)غرضکہ ایمانی حالت تصدیق میں فرق آنا مراد نہیں۔خیال رہے کہ حضور سب کچھ دے گئے مگر اپنا دیدار ساتھ لے گئے جس سے لوگ صحابی بنتے تھے اس لیے تاقیامت حاجی،قاری،قاضی نمازی بنتے رہیں گے مگر صحابی نہ بنیں گے کیونکہ صحابی بنانے والی چیز تو قبر انور میں چھپ گئی۔

خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا اس کا | خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا اس کا

ہم خواب میں دیدار کو بھی ترس گئے

تم آتے خواب میں ہم پتلیاں تلووں سے مل لیتے | ہم اپنی سوئی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھوں سے

[8]- 5963 وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا. قَالَ: «مَا قَبَضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يحبُ أَن يُدْفَنَ فِيهِ» . ادفنوه فِي موضعِ فراشِهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو آپ کے دفن میں لوگوں نے اختلاف کیا ۱؎ تو ابوبکر صدیق نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ۲؎ کہ اللہ نے کسی نبی کو وفات نہیں دی مگر اس جگہ جہاں ان کا دفن کیا جانا پسند تھا ۳؎ حضور کو آپ کے بستر کی جگہ میں ہی دفن کرو ۴؎(ترمذی) ۵؎

۱؎ چنانچہ بعض صحابہ نے کہا کہ حضور کو مکہ معظمہ میں دفن کیا جاوے،بعض نے کہا بیت المقدس میں جہاں حضرات انبیاء کرام سو رہے ہیں،بعض نے کہا کہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں(اشعہ و مرقات)بلکہ بعض نے کہا کہ حضور انور کو دفن کیا ہی نہ جاوے (مرقات)تاکہ تاقیامت لوگ اس چاند کا دیدار کرتے رہیں۔

۲؎ صحابہ نے پہلے تو حضرت صدیق اکبر سے پوچھاکہ کیا حضور انور کو دفن کیا جاوے گافرمایا ہاں،پھر پوچھا کہ کہاں،فرمایا وہاں ہی جہاں وفات ہوئی ہے۔(شمائل مرقات)

۳؎ یعنی جس جگہ اللہ تعالٰی کو یا ان رسول کو دفن ہونا پسند تھا وہاں ہی ان کو وفات دی گئی لہذا رب کو یہی پسند ہے کہ حضور انور حضرت عائشہ کے حجرہ میں دفن ہوں تاکہ آپ سے جگہ کو عزت ملے کسی جگہ سے آپکو عزت نہ ملے۔خیال رہے کہ حضرت موسیٰ نے دعا کی کہ مجھے فلسطین پہنچاکر وفات دی جاوے چنانچہ وہاں ہی آپ کی وفات اور آپ کا دفن واقع ہوئے۔یوسف علیہ السلام اولًا مصر میں دفن ہوئے اپنی جائے وفات میں،پھر چار سو برس کے بعد آپ کا تابوت فلسطین لایا گیا۔یعقوب علیہ السلام زندگی شریف میں فلسطین پہنچے پھر وہاں وفات پاکر دفن ہوئے لہذا ان واقعات سے اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ یہ حضرات اپنی وفات کی جگہ دفن نہ ہوئے یا یہ کہو کہ نبی جس جگہ وفات پائیں اس جگہ انکا دفن ہونا بہتر ہے،اگر اور جگہ دفن کردیئے جائیں تو بہتر نہ ہوگا غرضکہ یہاں ذکر بہتری کا ہے نہ کہ واقع کا۔

۴؎ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ حضور انور اپنے گھر میں دفن ہوئے کیونکہ آپ کا گھر آپ کی وفات کے بعد کسی وارث کی ملک نہ بنا بلکہ وقف ہوگیااور وقف میں قبر بنائی جاسکتی ہے،پھر حضرت صدیق و فاروق اس وقف شدہ جگہ میں حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔ہم لوگ اپنے گھر میں دفن نہیں ہوسکتے یوں ہی ہم مسجد میں دفن نہیں ہوسکتے کہ مسجد اور قسم کا وقف اور قبر دوسری قسم کا وقف۔

۵؎ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہےاس کی اسناد میں عبدالرحمٰن ابن ابوبکر ملکی یہ ضعیف ہے۔(مرقات)مگر یہ ضعف ترمذی کے لیے ہے صدیق اکبر کے لیے نہیں کیونکہ یہ حدیث دوسری اسنادوں سے بھی مروی ہے۔مالک نے یہ حدیث یوں روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف کے پاس دفن کرو، بعض نے کہا کہ بقیع میں تب جناب صدیق نے یہ فرمایا اور حجرہ عائشہ صدیقہ میں قبر کھودی گئی۔(مرقات)

الفصل الثالث

تیسری فصل

5964 -[9] (مُتَّفق عَلَيْهِ)	
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيح:«لَنْ يُقْبَضَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرَ».قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ ورأسُه على فَخذِي غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرُهُ إِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ:«اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى» . قُلْتُ: إِذَنْ لَا يَخْتَارُنَا.قَالَتْ: وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهِ وَهُوَ صَحِيحٌ فِي قَوْلِهِ: «إِنَّهُ لَنْ يُقْبَضَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تندرستی میں فرماتے تھے کہ اللہ تعالٰی کسی نبی کو وفات نہیں دیتا حتی کہ انہیں ان کا جنتی مقام دکھادیا جائے۱؎ پھر انہیں اختیار دیا جاوے،جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ جب حضور پر نزع طاری ہوا اور آپ کا سر میری ران پر تھا۲؎ تو آپ پر غشی آگئی پھر افاقہ ہوا تو اپنی نظر چھت کی طرف اٹھائی پھر فرمایا الٰہی میں نے اوپر کے ساتھی قبول کیے۳؎ میں بولی کہ اب حضور ہم کو نہیں اختیار کریں گے فرماتی ہیں کہ میں پہچان گئی کہ یہ وہ ہی حدیث ہے جو حضور ہم کو اپنی تندرستی میں خبر دیتے تھے۴؎ اس فرمان کے متعلق کہ کوئی نبی وفات نہیں دیا جاتا حتی کہ

الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرَ» قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَ آخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا النَّبِيُّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: «اللَّهُمَّ الرفيق الْأَعْلَى» .	اسے اس کا جنتی مقام دکھادیا جاتا ہےپھر اختیار دیا جاتا ہے جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ آخری بات جو حضور نے کی وہ یہ ہی تھی کہ میں نے اپنے اوپر کے ساتھی قبول کیے۔(مسلم وبخاری)

۱؎ظاہر یہ ہے کہ نبی کو بیداری میں ان کا جنتی مقام دکھاکر انہیں اختیار دیا جاتا ہےاور یہ اختیار دینا ان کی عظمت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے ورنہ رب ان کے وقت موت کو جانتا ہے اور وہ حضرات وہ ہی اختیار کرتے ہیں جو رب کا فیصلہ ہے۔(اشعہ)

۲؎ پہلے حضور کا جسم اطہر جناب عائشہ صدیقہ کی گود میں اور سر شریف آپ کے سینہ پر تھا،چونکہ اس طرح جانکنی میں تکلیف ہوتی ہے اس لیے عین قبض روح کے وقت حضور انور کو سیدھا قبلہ رو لٹایا گیا اور سر شریف ام المؤنین کی ران پر رکھا لہٰذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے سینے اور گلے کے درمیان ہوئی۔

۳؎رفیق اعلیٰ یعنی اوپر کے ساتھیوں کے متعلق بیان کیا جاچکا ہے۔بعض شارحین کا خیال ہے کہ حضور کے چار ساتھی زمین کے ہیں یعنی خلفاء راشدین اور چار ساتھی آسمان کے: حضرت جبریل،میکائیل،اسرافیل،عزرائیل علیہم السلام یہاں رفیق اعلیٰ سے وہ مراد ہیں۔واللّٰہ ورسولہ اعلم!

۴؎یعنی اس حدیث کا ظہور اب ہورہا ہے۔

5965 -[10] وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: «يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهري من ذَلِك السم» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مرض میں فرماتے تھےجس میں وفات پائی کہ اے عائشہ میں اس کھانے کا اثر پاتا رہتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۱؎اور یہ وہ وقت ہے کہ میں اپنا دل کی رگ کا ٹوٹنااس زہر سے محسوس کررہا ہوں ۲؎(بخاری)

۱؎یعنی ایک یہودیہ نے بکری کے گوشت میں ہم کو زہر کھلادیا تھا خیبر میں اس وقت سے آج تک ہر سال اس زہر کا اثر ظاہر ہوتا رہتا ہے،اس وقت وفات نہ ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا،ہر سال تکلیف ہوتے رہنا حضور کے اجر کی زیادتی کے لیے تھا کہ ہر سال آپ کو تکلیف کا ثواب ملتا رہا۔

۲؎ أبھر یا تو دل کی رگ کو کہتے ہیں یا گردن کی رگ کو،یا وہ شہ رگ جو سر سے پاؤں تک پھیلی ہوئی ہے۔ان میں سے کسی رگ کا ٹوٹ جانا موت کا باعث ہوتا ہے۔اس وقت وہ زہر لوٹا تاکہ آپ کو شہادت حکمی عطا ہو زہر سے موت شہادت ہے۔ غرضکہ حضور انور کی وفات زہر کے عود کرنے سے ہوئی اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق کی وفات اس وقت سانپ کے زہر لوٹ آنے سے ہوئی جس نے ہجرت کی رات غار میں آپ کو کاٹا تھا،حضرت صدیق کو فنا فی الرسول کا وہ درجہ حاصل ہے کہ آپ کی وفات بھی حضور انور کی وفات کا نمونہ ہے،پیر کے دن میں حضور کی وفات اور پیر کا دن گزار کر شب میں حضرت صدیق کی وفات،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن شب کو چراغ میں تیل نہ تھاحضرت صدیق کی وفات کے وقت گھر میں کفن کے لیے پیسے نہ تھے یہ ہے فنا،رضی اللہ عنہ۔

5966 -[11] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ» . فَقَالَ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم. وَمِنْهُم يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ. فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُومُوا عَنِّي» . قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: فَكَانَ ابنُ عباسٍ يَقُول: إِن الرزيئة كل الرزيئة مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ وَفِي رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟ ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصَى. قُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟ قَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ: «ائْتُونِي بِكَتِفٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا» . فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ. فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ؟ اسْتَفْهِمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ. فَقَالَ: «دَعُونِي ذَرُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ» . فَأَمَرَهُمْ بِثَلَاثٍ: فَقَالَ: «أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ» . وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا قَالَ سُفْيَانُ: هَذَا مِنْ قَول سُلَيْمَان.

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات آیا۱ اور گھر میں کچھ لوگ تھے جن میں حضرت عمر ابن خطاب بھی تھے ۲ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ میں تمہارے لیے ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی نہ بہکو ۳ تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے تم کو اللہ کی کتاب کافی ہے ۴ گھر والے اختلاف کر بیٹھے جھگڑنے لگے ۵ بعض کہتے تھے کہ پیش کرو تاکہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر لکھ دیں،بعض تھے جو وہ ہی کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا،پھر جب انہوں نے شور اور اختلاف زیادہ کیا ۶ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ ۷ عبید اللہ کہتے ہیں ۸ کہ حضرت ابن عباس کہتے تھے کہ پوری مصیبت وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تحریر فرمانے کے درمیان حائل ہوگئی ان کے اختلاف اور شور کی وجہ سے ۹ اور سلیمان ابن ابی مسلم احول کی روایت میں ہے ۱۰ کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہائے جمعرات کا دن اور کیا ہی تھا جمعرات کا دن پھر آپ روئے حتی کہ آپ کے آنسو نے کنکر تر کردیئے میں نے کہا اے ۱۱ ابن عباس جمعرات کا دن کا کیا ہے،فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو فرمایا کہ میرے پاس کندھے کی ہڈی لاؤ میں تمہارے لیے ایسی تحریر لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی بہکو گے نہیں مگر لوگ جھگڑ پڑے نبی کے پاس جھگڑا نہیں چاہیے ۱۲ تو لوگ بولے کہ حضور کا خیال مبارک کیا ہے کیا آپ پریشان باتیں کررہے ہیں آپ سے پوچھ لو ۱۳ چنانچہ وہ آپ سے بار بار پوچھنے لگے ۱۴ تو فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو جس میں میں مشغول ہوں وہ اس سے اچھا ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو ۱۵ پھر ان کو تین چیزوں کا حکم دیا ۱۶ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکالو ۱۷ وفود کو ان کا حق دو جیساکہ انہیں ہم دیا کرتے تھے ۱۸ اور تیسری سے خاموشی فرمائی یا حضور نے وہ بات کہی

	مگر میں بھول گیا ۹؎ سفیان کہتے ہیں کہ یہ سلیمان کا قول ہے۔(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی زمانہ وفات قریب ہوا،یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہےاور وفات شریف دوشنبہ یعنی پیر کو ہےتو یہ واقعہ وفات سے پانچ دن پہلے کا ہے۔

۲؎ یہ تمام حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کرنے آئے تھےاسی جماعت میں حضرت ابن عباس،حضرت علی وغیرہم بھی تھے رضی اللہ عنہم۔

۳؎ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین چیزوں سے معصوم ہیں:گناہ سے خصوصًا جھوٹ سے،شرعی احکام بدلنے سے،شرعی حکم چھپانے سے اور مخلوق تک نہ پہنچانے سے حتی کہ جب حضور انور پر جادو ہوا تب بھی آپ کوئی عبادت کوئی حکم شرعی نہ بھولے اور نہ تبدیل فرماسکے لہذا آج جو حکم لکھنا چاہتے تھے وہ ہی تھا جو تندرستی شریف میں بیان کرچکے تھے کوئی نئی چیز نہ تھی۔اس میں گفتگو ہے کہ حضور انور اس وقت کیا لکھنا چاہتے تھے،بعض کے نزدیک نماز کی تاکید،لونڈی غلاموں سے اچھا سلوک،مہمانوں سے اچھا برتاؤ۔بعض کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت نامہ جس کا ذکر ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ سے کیا بھی تھا کہ ابوبکر کو بلاؤ میں ان کے لئے خلافت لکھ دوں،پھر فرمایا چھوڑو کوئی ضرورت نہیں اللہ تعالٰی اور مسلمان ابوبکر کے ہوتے کسی کو خلیفہ نہ بنائیں گے،پھر عملی طور پر آپ کو خلیفہ بنا بھی دیا کہ اپنے مصلے پر امام بنا کر کھڑا کردیا۔یہ امامت صغریٰ آپ کی امامت کبریٰ کی دلیل ہے جیسے کہ کسی بزرگ کا اپنے کسی خلیفہ کو دستار بندی کردینا،سجادہ پر بٹھا دینا۔شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو خلافت لکھنا چاہتے تھے مگر اس کی کوئی دلیل نہیں،اگر یہ ارادہ ہوتا تو حضور کسی کی نہ مانتے ضرور لکھواتے،نیز ابھی وفات میں پانچ دن باقی تھے اس دوران میں فرمادیتے یا لکھوادیتے،نیز شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قطعی اور منصوص ہے کہ غدیر خم پر حضور انور نے انہیں اپنا خلیفہ مقرر کردیا تھا اس صورت میں شیعہ حضرات کی یہ توجیہ درست نہیں۔

۴؎ یہ حضرت عمر کی قوت اجتہاد ہے کہ آپ سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم شرعی نہیں ہے بلکہ مشورہ ہےاور حضور انور وہ ہی کوئی چیز لکھوائیں گے جو پہلے حضور نے ہم کو بتادی سمجھادی ہے محض کرم کریمانہ سے اس تکلیف کے باوجود لکھوانے کا ارادہ فرمارہے ہیں۔عرض کرو کہ ہم نے حضور سے سب کچھ سیکھ لیا ہےاب حضور اس تکلیف کی زحمت نہ فرمائیں لہذا یہ عرض حضور کے حکم کی مخالفت نہیں،رب تعالٰی نے فرشتوں کو ایک خلیفہ کے تقرر کا اعلان فرمایا تو فرشتوں نے اس پر سلمنا نہیں کہا بلکہ اپنی رائے پیش کردی کہ ہم کو ہی خلافت دی جائے۔یہ امر الٰہی کی مخالفت نہ تھی بلکہ مشورہ میں رائے پیش کرنا تھی۔اس فرمان کا مقصد یہ بھی ہے کہ اے گروہ صحابہ تم کو قرآن مجید کافی ہے،حدیث شریف کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قرآن تم کو سمجھادیا ہےاس سے حدیث کا انکار مقصود نہیں۔

۵؎ اہل بیت سے مراد اس گھر میں موجود لوگ ہیں ازواج یا اولاد مراد نہیں۔اختلاف سے مراد یہ ہے کہ بعض نے کہا کہ کاغذ اور دوات قلم لاؤ،بعض نے کہا کہ نہ لاؤ یعنی اختلاف رائے سے لڑنا بھڑنا مراد نہیں۔

۶؎ لغط وہ آواز جس کے الفاظ سمجھ میں نہ آئیں،جب چند شخص بیک وقت بولیں تو یہی حال ہوتا ہے۔خیال رہے کہ اس وقت ان لوگوں میں سے کوئی بھی شور نہیں مچارہا تھا بلکہ چند ہلکی آوازیں مل کر شور بن گئیں جیساکہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے یا

یہاں بلند آواز سے بولنا ضرورۃً تھا بے ادبی کے طور پر نہ تھا جیسے حضور کے سامنے اذان یا اعلان بلند آواز سے کرنا لہذا صحابہ کرام کا یہ عمل اس آیت کے خلاف نہیں "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ"۔یہ بھی خیال رہے کہ ان حضرات صحابہ کا یہ اختلاف اجتہادی اختلاف تھا جیسے حنفی شافعی کا اختلاف۔بعض صحابہ ظاہری الفاظ حدیث کی بنا پر کہہ رہے تھے کہ کاغذ قلم لاؤ،بعض صحابہ مقصد حدیث پہچان کر کہہ رہے تھے کہ نہ لاؤ حضور سب کچھ بتا چکے ہیں اب اس شدت مرض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف لکھنے کی نہ دو۔اگر یہ کام گناہ ہوتا تو حضور ان سب سے توبہ کراتے بلکہ آیت قرآنیہ توبہ کے لیے آجاتی جیسے رب نے فرمایا:"اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللہ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا"یہ ناممکن ہے کہ حضور کے سامنے گناہ ہو اور حضور توبہ سے باز رہنے کا حکم نہ دیں۔

۷؎ یعنی ہم کچھ نہیں لکھتے تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔معلوم ہوا کہ حضرت عمر کی رائے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور کچھ لکھوایا نہیں۔**قوموا** فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کا یہ کوئی عمل ناجائز نہ تھا۔

۸؎ آپ عبداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہزلی ہیں یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے ہیں،تابعی ہیں،فقیہ ہیں،محدث ہیں،یہ حدیث آپ نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس حدیث کے آپ ہی راوی ہیں۔

۹؎ حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ حضور انور ضرور لکھ دیں اس لیے آپ یہ فرمارہے ہیں۔خیال رہے کہ حضرت ابن عباس بھی اس عمل کو گناہ یا کفر قرار نہیں دیتے بلکہ صرف افسوس کررہے ہیں۔

۱۰؎ آپ ابن ابی نجیح کے ماموں ہیں،تابعی ہیں اس حدیث کی بعض راویات کے راوی ہیں۔

۱۱؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ وفات شریف کے پانچ دن پہلے یعنی جمعرات کا ہے وفات شریف پیر کے دن ہے۔آپ کا یہ گریہ و زاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں تھا،محبوب کی وفات کے بعد اس کی ہر بات یاد آتی ہے اور رونا آتا ہے۔ایک بچہ کو حکیم نے پانی سے منع کردیا تھا،بچہ فوت ہوگیا تو ماں اس پانی بند کرنے کو یاد کرکے روتی تھی۔

۱۲؎ **لاینبغی** فرمانے سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ واقعہ نہ کفر تھا نہ حرام نہ فسق صرف غیر مناسب تھا،پھر آپ کا یہ اعتراض دونوں جماعتوں پر ہے لاؤ کہنے والوں پر بھی نہ لاؤ کہنے والوں پر بھی کیونکہ تنازع تو دونوں نے ہی کیا تھا۔

۱۳؎ ہجر کے معنی ہیں چھوڑنا اسی سے ہے ہجرت اور ہجران،اصطلاح میں اس لفظ کے چند معنی ہیں:ہذیان،فحش کام،خواب میں بڑبڑانا،بے ہوشی یا نشہ میں مخلوط کلام یعنی بہکی بہکی باتیں کرنا کہ ان سب میں انسان عقل چھوڑ کر باتیں کرتا ہے۔یہاں آخری معنی مراد ہیں یعنی حضور انور سے پوچھ لو کیا واقعی آپ کاغذ قلم منگا رہے ہیں یا غشی کی حالت میں یہ کلام فرمارہے ہیں۔ان حضرات کو تعجب یہ تھا کہ حضور انور نے حیات شریف میں ہم کو سارا دین بتادیا سمجھادیا اب کون سی بات باقی ہے جس پر ہماری ہدایت موقوف ہے جواب لکھی جاوے گی شاید آپ مرض کی غشی میں یہ فرمارہے ہیں،بعض بے دین کہتے ہیں کہ ہجر بمعنی ہذیان (بکواس) ہے اور ان لوگوں نے حضور کی سخت توہین کرتے ہوئے یہ لفظ بولا مگر یہ غلط ہے مگر بولنے والے اور سن کر خاموش ہونے والے دونوں کافر ہوجاتے ہیں۔کیا حضرت علی و عباس اور ابن عباس آج کے علم دین لاہوری سے بھی گئے گزرے تھے جس نے توہین کرنے والے راجپال کو قتل کرکے پھانسی پالی۔یہ حضرات ایسی توہین سنتے رہے اور خاموش رہے **نعوذ باللہ**! معلوم ہوا کہ یہ لفظ توہین کا نہ تھا۔بعض شارحین نے فرمایا کہ ہجر میں سوال انکاری ہے اور روئے سخن انکار کرنے والوں سے

ہے یعنی تم جو کاغذ لانے سے انکار کرتے ہو کیا حضور غشی میں یہ حکم دے رہے ہیں حالانکہ حضور کا ہر کلام وحی الٰہی ہوتا ہے سوتے میں ہو یا جاگتے میں حضور سے پھر پوچھ کر دیکھ لو۔

۱۴؎ بار بار پوچھنے کا منشا یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی نوعیت معلوم کریں آیا کہ یہ فرمان عالی حکم ہے یا مشورہ ہے یا غشی کی حالت کا کلام ہے،اگر اب بھی حکم دیں کہ کاغذ قلم دوات لاؤ تو یہ حکم ہے فورًا حاضر کردیا جاوے۔

۱۵؎ یعنی اس وقت میں متوجہ الی اللہ ہوں اس کے پاس جانے کی تیاری کر رہا ہوں تم لوگ مجھے اپنے اختلافات طے کرنے کی طرف بلاتے ہو تم جاؤ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔اس جواب عالی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کاغذ قلم لانے کا فرمان حکم نہ تھا صرف مشورہ تھا ورنہ حضور انور فرماتے کہ ضرور لاؤ ہم ضرور لکھوائیں گے،پھر کسی کی کیا مجال تھی کہ کاغذ نہ لاتا یا لانے سے منع کرتا،حضور انور کو سارے عرب نے تبلیغ سے روکا آپ نہ رکے تو یہاں صرف ایک دو کے عرض کرنے سے کیسے رک سکتے تھے۔

۱۶؎ یہ ہی تین باتیں وہ تھیں جو حضور انور لکھوانا چاہتے تھے یہ تینوں باتیں پہلے بھی فرما چکے تھے اور اب بھی فرمادیں انہیں کی تحریر ہوتی۔

۱۷؎ اس فرمان عالی کی تحقیق باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب میں ہوچکی کہ عرب میں خصوصًا حجاز میں سواء اسلام کے اور کوئی دین نہیں رہنا چاہیے،شاہی محل میں دشمن نہیں رہا کرتے۔

۱۸؎ یعنی تا قیامت جو کفار اپنی قوم کے نمائندے بن کر اسلام قبول کرنے کے لیے یہاں آئیں یوں ہی جو مسلمان ہماری قبر انور کی زیارت کرنے یا علم دین سیکھنے یہاں آئیں ان کی خاطر مدارات کروجیسے ہم کرتے تھے کیونکہ وہ ہمارے اور رب کے مہمان ہیں۔

۱۹؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ وہ تیسری بات یہ تھی کہ اسامہ ابن زید کے لشکر کو تیار کرکے جہاد پر روانہ کردینا حضور انور اس لشکر کو تیار کررہے تھے کہ بیمار ہوگئے،بعض نے کہا کہ وہ تیسری بات یہ تھی کہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پرستش کرو اس کی تحقیق اس مقام پر ہوچکی۔(مرقات،اشعہ)

[12]- 5967	
وَعَنْ أَنسٍ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْطَلِقْ بنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ. فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ؟ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: إِنِّي لَا أَبْكِي أَنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى خَيْرٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجعلَا يَبْكِيَانِ مَعهَا. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جناب عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فرمایا کہ ہم کو ام ایمن کے پاس لے چلو۱؎ ہم ان کی ملاقات کریں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات فرماتے تھے ۲؎ تو جب ہم ان تک پہنچے ۳؎ تو وہ رونے لگیں ان سے ابوبکر صدیق نے کہا کہ آپ کو کیا چیز رلاتی ہے کیا آپ نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہتر ہیں ۴؎ وہ بولیں کہ میں اس لیے نہیں روتی کہ میں یہ نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہتر ہیں مگر میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنا بند ہوگئی ۵؎ انہوں نے ان دونوں کو بھی رونے پر بھڑکا دیا وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے

	لگے ۶؎(مسلم)

۱؎جناب ام ایمن کا نام شریف برکت ہے حبشہ کی تھیں،حضرت عبداللہ یعنی حضور کے والد ماجد کی لونڈی تھیں،حضور کی پرورش انہوں نے بھی کی ہے،حضور انور نے آپ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کردیا تھا،انہیں کے بطن شریف سے حضرت اسامہ ابن زید پیدا ہوئے،آپ جہادوں میں جاتیں تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی غازیوں کی خدمت کرتی تھیں،حضرت عمر فاروق کی وفات سے بیس دن بعد آپ کی وفات ہوئی،حضرت زید ابن حارثہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے غلام بن گئے تھے،حضور انور نے جناب خدیجہ سے انہیں مانگ لیا اور آزاد کرکے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔(مرقات)

۲؎یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام ایمن کی ملاقات کے لیے انکے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے چلو ہم بھی اس سنت پر عمل کریں ام ایمن کی زیارت کریں۔معلوم ہوا کہ بزرگوں کی وفات کے بعد ان کے معمولات قائم رکھنا،ان کے دوستوں سے محبت کرنا،بلکہ جن کی وہ حضرات ملاقات کرتے ہوں ان سے ملاقات کے لیے جانا سنتِ صحابہ ہے۔

۳؎مشکوۃ کے عام نسخوں میں فلما انتھینا ہے جمع متکلم سے تو اس میں حضرت انس بھی شامل ہیں یعنی حضرت انس کہتے ہیں کہ جب ہم تینوں یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمرفاروق ام ایمن کے پاس پہنچے۔بعض نسخوں میں ہے۔فلما انتھیا تثنیہ مذکر غائب ہے یعنی جب وہ دونوں صدیق و فاروق ام ایمن کے پاس پہنچے بہرحال ان بزرگوں کو دیکھ کر ام ایمن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگئے کیونکہ یہ دونوں حضرات حضور کے ساتھی اور خاص محبوب دوست تھے۔بعد وفات مرحوم کی چیزیں،اس کی اولاد،اس کے دوست دیکھ کر مرحوم یاد آتا ہے اور لوگ رونے لگتے ہیں یہ رونا ایسا ہی تھا۔

۴؎یعنی جہاں حضور اب ہیں وہ جگہ دنیا سے بہتر ہے کہ یہاں تکالیف تھیں وہاں آرام و راحت ہے،وہاں ہر وقت اپنے رب سے قرب خاص حاصل ہے پھر تم اتنی بے قرار ہو کر روتی کیوں ہو۔

۵؎یعنی میرا رونا اپنی محرومی پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے ہم اللہ کی بہت نعمتوں سے محروم ہوگئے،آیاتِ قرآنیہ کا آنا بند ہوگیا،احادیث نبویہ کا سلسلہ ختم ہوگیا،مسلمانوں کا صحابی بننا ختم ہوگیا،حضور سب کچھ ہم کو دے گئے مگر یہ چیزیں اپنے ساتھ لے گئے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　　　روئے گل سیر نہ دیدیم بہار آخر شد

اب حضرت جبریل کیوں آئیں گے اور کہاں آئیں گے۔

۶؎یعنی یہ سن کر حضرت صدیق و فاروق اعظم بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے یہ رونا تو امت کو قیامت تک رہے گا کہ کسے دیکھ کر صحابی بنیں گے،کس کے منہ سے آیات و احادیث کے پھول جھڑتے ہوئے دیکھیں،حضرت بلال یہ ہی سوچ کر مدینہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے کہ اب میں کس کی طرف اشارہ کرکے اذان کہا کروں گا۔حالت یہ ہو گئی تھی کہ

قافلہ سالار سفر کر گیا　　　　قافلہ کو زیر و زبر کر گیا

[13]- 5968 وَعَن أَبِي سعيد الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ	روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مرض میں ہمارے سامنے آئے جس میں آپ کی وفات ہوئی ہم لوگ مسجد میں تھے آپ ایک کپڑے سے پٹی باندھے آئے ۱؎ حتی کہ منبر کیطرف تشریف

وَنَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ حَتَّى أَهْوَى نَحْوَ الْمِنْبَرِ فَاسْتَوَى عَلَيْهِ وَاتَّبَعْنَاهُ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي؟ لَأَنْظُرُ إِلَى الْحَوْضِ مِنْ مَقَامِي هَذَا» ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ» قَالَ: فَلَمْ يَفْطِنْ لَهَا أَحَدٌ غَيْرُ أَبِي بَكْرٍ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ فَبَكَى ثُمَّ قَالَ: بَلْ نَفْدِيكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا وأنفسنا وأموالِنا يَا رسولَ الله قَالَ: ثُمَّ هَبَطَ فَمَا قَامَ عَلَيْهِ حَتَّى السَّاعَة. رَوَاهُ الدَّارِمِيّ	لے گئے اس پر جلوہ گر ہوئے ہم حضور کے پیچھے ہوگئے ۲؎ فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اپنی اس جگہ سے حوض کو دیکھ رہا ہوں۳؎ پھر فرمایا کہ ایک بندہ پر دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی تو اس نے آخرت کو اختیار کرلیا۴؎ فرماتے ہیں کہ یہ بات سواء ابوبکر کے کوئی نہیں سمجھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں پھر عرض کیا بلکہ ہم آپ پر اپنے ماں باپ اپنی جانیں اپنے مال فدا کریں گے یارسول اللہ، فرماتے ہیں کہ پھر آپ اترے پھر منبر پر اس گھڑی تک نہ کھڑے ہوئے ۵؎ (دارمی)

۱؎ حضور انور کو بخار اور درد سر تھا انہیں بیماریوں میں وفات شریف واقع ہوئی درد سر کی وجہ سے پٹی باندھی تھی۔معلوم ہوا کہ درد میں پٹی وغیرہ باندھنا توکل کے خلاف نہیں نہ اس میں رب تعالٰی کی شکایت ہے یہ تو ایک قسم کا علاج ہے۔

۲؎ یعنی ہم سب مسجد نبوی میں متفرق طور پر بیٹھے ہوئے تھے حضور انور کے پیچھے پیچھے ہولئے اور منبر شریف کے قریب جمع ہو کر بیٹھ گئے تاکہ بآسانی کلام مبارک سن سکیں۔سبحان اللہ! کیا نظارہ ہوگا جیسے شمع کے ارد گرد پروانے جمع ہیں۔

۳؎ اس فرمان عالی کے متعلق ابھی کچھ پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔حضور انور کا منبر شریف حوض کوثر کے بالمقابل ہے،حضور نے منبر پر کھڑے ہوکر خبر دی کہ میں اپنا حوض کوثر یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔اس حدیث سے حضور کی نظر کی وسعت ثابت ہوئی۔ہماری نظر میں دور بین لگادی جاوے تو میلوں تک دیکھ لیتی ہے تو جن کی آنکھ پر نبوت کی دور بین ہو وہ کہاں تک دیکھیں گے،پھر یہ نہ فرمایا کہ اس کے بعد میں حوض نہ دیکھوں گا دیکھنے کا ثبوت تو ہے پھر چھپ جانے کا ثبوت نہیں۔

۴؎ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضور انور کی خدمت میں جبریل امین نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ رب تعالٰی فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو دنیا میں رہیں،ہم دنیا کے خزانے آپ کو دے دیں اور یہاں کے پہاڑوں کو سونا چاندی بنادیں،ان آسائشوں سے آپ کا ثواب آخرت بالکل کم نہ ہوگا اگر آپ چاہیں تو ہمارے پاس تشریف لائیں،حضور انور کا ایک غلام اس وقت موجود تھا اس نے عرض کیا ابھی کچھ عرصہ حضور ہمارے پاس رہیں تاکہ ہم حضور سے نفع حاصل کرلیں آپ کے سایہ میں رہیں تب حضور انور نے جناب جبریل کی طرف بطور مشورہ نظر کی اور فرمایا کہ ہم اب وہاں ہی جانا چاہتے ہیں۔(اشعۃ اللمعات)

۵؎ ساعۃ سے مراد یہ گھڑی ہے یا قیامت یعنی حضور اس گھڑی تک یا قیامت تک پھر منبر پر تشریف نہیں لائے بلکہ وفات واقع ہوگئی۔

5969 -[14] وَعَن ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ [إِذَا جَاءَ نصر الله وَالْفَتْح] دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ قَالَ: «نُعِيَتْ إِلَيَّ نَفْسِي» فَبَكَتْ قَالَ: «لَا تَبْكِي	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب آیت **اذا جاء نصر الله**،الخ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو بلایا فرمایا مجھے اپنی موت کی خبر دے دی گئی ۱؎ وہ روئیں تو فرمایا مت روؤ کیونکہ میرے گھر والوں میں سے پہلے مجھ سے تم ملوگی ۲؎ آپ ہنس پڑیں ۳؎ انہیں نبی

فَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِي لَاحِقٌ بِي» فَضَحِكَتْ فَرَآهَا بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ:يَا فَاطِمَةُ رَأَيْنَاكِ بَكَيْتِ ثُمَّ ضَحِكْتِ.قَالَتْ: إِنَّهُ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ قَدْ نُعِيَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لِي:لَا تَبْكِي فإِنك أَوَّلُ أَهلِي لاحقٌ بِي فضحكتُ.وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«إِذَا جَاءَ نصرُ الله وَالْفَتْح وَجَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَالْإِيمَانُ يمانٍ وَالْحكمَة يَمَانية» . رَوَاهُ الدَّارمِيّ	صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے دیکھ لیا وہ بولیں اے فاطمہ ہم نے تم کو دیکھا کہ تم روئیں پھر ہنس پڑیں۴؎ آپ بولیں کہ حضور نے مجھے خبر دی کہ آپ کو آپ کی وفات کی خبر دی گئی تو میں رونے لگی تو فرمایا مت روؤ کیونکہ تم میرے سب گھر والوں سے پہلے مجھ سے ملوگی تو میں ہنس پڑی ۵؎ اور رسول اللہ نے فرمایا کہ **اذا جاء نصر اللہ و الفتح**،الخ اور یمن والے آئے ۶؎ وہ دلوں کے نرم ہیں ایمان تو یمن والوں کا ہے اور حکمت یمن والی ہے(دارمی)

۱؎ یعنی اے فاطمہ یہ سورۃ کریمہ میری وفات کی خبر دے رہی ہے کیونکہ میرے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد پورا ہو چکا یعنی دین کی تکمیل،مکہ معظّمہ کی فتح،خانہ کعبہ کا بتوں سے پاک ہوجانا۔چنانچہ گذشتہ آسمانی کتب میں لکھا تھا کہ اللہ تعالٰی نبی آخر الزمان کو وفات نہ دے گا حتی کہ ان کے ذریعہ ٹیڑھی ملت کو سیدھا کردے گا یہ کام ہوچکا اب ہمارے یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ رب کی تسبیح وحمد وغیرہ میں مصروف ہوجاؤں یہ اس سفر کی تیاری ہے۔(ازمرقات)

۲؎ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا حضور انور کے اہلبیت میں سے ہیں،ازواج پاک اہلبیت سکونت ہیں،آپ اہلبیت ولادت۔دوسرے یہ کہ حضور انور نے حضرت فاطمہ زہرا کے وقت وفات کی بھی خبر دی اور طریقہ وفات کی بھی،بعد وفات ان کے مقام کی بھی یعنی ہمارے گھر والوں میں سب سے پہلے تمہاری وفات ہوگی تم کو ایمان پر خاتمہ،قبر کے امتحان میں کامیابی عطا ہوگی،تمہارا مقام میرے پاس ہوگا،یہ ہے حضور کا علم غیب کلی کہ علوم خمسہ پر بھی مطلع فرمادیا گیا ہے۔

خدا مطلع ساخت برجملہ غیب — علی کل شیئ خبیر آمدی

۳؎ سبحان اللہ! حضرت فاطمہ زہرا کے لیے موت عید ہوگئی اپنی وفات کی خبر پر خوشی منارہی ہیں کیوں نہ ہو کہ یہ وفات حضور کی ملاقات کا ذریعہ ہے اس لیے بزرگوں کی وفات کو عرس کہتے ہیں یعنی برات اس کا ماخذ حضرت فاطمہ کی یہ خوشی ہے رضی اللہ عنہا۔

۴؎ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال کرنے والی چند بیویاں ہیں،دوسری حدیث میں ہے کہ یہ سوال حضرت عائشہ صدیقہ نے کیا تھا،ہوسکتا ہے کہ سوال تو حضرت عائشہ نے کیا ہو دوسری ازواج پاک بھی سوال میں شریک ہوگئی ہوں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

۵؎ خیال رہے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد دی آپ کی حیات شریف میں جواب دینے سے انکار کردیا،یہاں یہ ہی مراد ہے حضرت فاطمہ سیدہ نے حضور کی وفات کے بعد یہ فرمایا جب کہ دوبارہ ازواج پاک نے پوچھا،چنانچہ فاطمہ حضور کی وفات کے بعد قریبًا چھ ماہ زندہ رہیں۔

۶؎ یعنی اس سورۃ میں اشارہ ہے"وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللہِ اَفْوَاجًا"تو یہاں الناس سے مراد اہل یمن ہیں کہ یہ لوگ فتح مکہ کے بعد جوق در جوق اسلام لائے۔خیال رہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ یہاں الناس سے صرف اہل یمن ہی مراد نہیں بلکہ فتح مکہ کے دن ایمان لانے والے اور اس کے بعد حضور کی بارگاہ میں حاضری دے کر ایمان لانے والے

سب ہی مراد ہیں،ان سب لوگوں کے مؤمن ہونے کی قرآن نے گواہی دی لہذا ابو سفیان ہندہ،امیر معاویہ وحشی یہ سب لوگ بحکم قرآن مؤمن ہیں،ان کے ایمان اور دین اسلام میں داخل ہونے کی خبر تو قرآن نے دی ان کے ایمان سے نکل جانے کی کوئی آیت نہیں ہے،نیز اگر یہ لوگ آئندہ مرتد ہوجانے والے ہوتے تو ان کے ایمان لانے پر حضور کو شکر کا حکم نہ دیا جاتا۔خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے صحابہ کرام کو حضرات انبیاء سے بہت ہی مناسبت دی ہے۔چنانچہ کل انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں رسول تین سو تیرہ ہیں مرسل چار اور مرسلین میں سردار مرسلین ایک ہیں یعنی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم،اسی طرح حضرات صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ان میں اصحاب بدر تین سو تیرہ ہیں اور خلفاء راشدین چار ہیں اور سید الخلفاء ایک یعنی حضرت ابوبکر صدیق۔

۷؎ یعنی علم و ایمان یمن کا پیارا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ علاقہ حجاز سے متصل داہنی طرف واقع اس لیے اسے یمن کہتے ہیں،یمین سے مشتق ہے وہ عشاق رسول کا علاقہ ہے۔چنانچہ حضرت اویس قرنی یمن ہی کے ہیں رضی اللہ عنہ،ابو موسیٰ اشعری یمن کے ہیں بلکہ حضرات انصار بھی اصل میں یمن ہی کے باشندے ہیں بعد میں مدینہ میں بسے۔حدیث شریف میں ہے انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن،فتوحات مکہ شریف میں اس حدیث کے یہ ہی معنی بیان کیے۔(اشعۃ اللمعات،مرقات)

[15]- 5970

وَعَن عَائِشَة أَنَّهَا قَالَت: وَا رأساه قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ذَاكِ لَوْ كَانَ وَأَنا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرُ لَكِ وَأَدْعُو لَكِ» فَقَالَتْ عَائِشَةُ: وَاثُكْلَيَاهْ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي فَلَوْ كَانَ ذَلِكَ لَظَلِلْتَ آخِرَ يَوْمِكَ مُعْرِسًا بِبَعْضِ أَزْوَاجِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: " بل أَنا وَا رأساه لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ وَأَعْهَدُ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ثُمَّ قُلْتُ: يَأْبَى اللَّهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللَّهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ ". رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انہوں نے کہا ہائے میرا سر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ ہوگیا اور میں زندہ ہوا تو تمہارے لیے دعائے مغفرت کروں گا۱؎ تو جناب عائشہ بولیں ہائے ہلاکت رب کی قسم میں آپ کے متعلق گمان کرتی ہوں کہ آپ میری موت چاہتے ہیں اگر ایسا ہوگیا تو آپ اس دن کے آخر میں اپنی بعض بیویوں سے آرام فرمائیں گے۲؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ ہائے میرا سر۳؎ میں نے قصدیا ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلاؤں اور ولی عہد کروں اس خطرہ سے کہ کہنے والے کہیں یا تمنا کرنے والے تمنا کریں۴؎ پھر میں نے سوچا کہ اللہ انکار کرے گا اور مسلمان دفع کریں گے یا اللہ دفع کرے گا اور مسلمان انکار کریں گے۵؎(بخاری)

۱؎ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے سر میں درد تھا،انہوں نے فرمایا ہائے میرا سر پھٹا جارہا ہے،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس مرض سے وفات پاگئیں تو ہم تمہارے لیے دعاء مغفرت کریں گے،تمہاری نماز جنازہ پڑھائیں گے۔(مرقات)

۲؎ یعنی آپ میری موت کے دن ہی مجھے بھول جائیں گے،مجھے دفن کرنے کے بعد اسی دن دوسری بیوی کے ساتھ آرام فرمائیں گے میں اپنی جان سے جاؤں گی،یہ کلام اور یہ شکایت محبوبانہ ہے،پیاروں کی پیاروں سے شکایت کے انداز نرالے ہوتے ہیں۔

۳؎ یعنی اے عائشہ تمہارے درد سر کو تو ان شاءاللہ آرام ہوجائے گا۔درد سرا ابھی مجھے شروع ہوا ہے،یہ درد مرض وفات کی ابتداء ہے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ درد سر اصل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اس کا اثر حضرت عائشہ صدیقہ پر ہوا

کہ اس درد کی چمک ان کے سر شریف میں محسوس ہوئی کمال محبت کی وجہ سے جیسے فصد لی لیلیٰ نے اور خون نکلا مجنون عامری کے جسم سے۔(مرقات)اب بھی دیکھا جاتا ہے کہ پردیس میں بیٹا بیمار ہو تو گھر پر ماں کا دل دھڑکتا ہے بلکہ ماں بیمار پڑجاتی ہے، دلی محبت کے انداز نرالے ہیں۔جس امتی کو حضور اب بھی یاد فرماتے ہیں وہ امتی کہیں ہو تڑپنے لگتا ہے جب رب بندے کو عرش پر یاد کرتا ہے تو بندہ رب کی یاد میں دیوانہ ہوتا ہے۔

گفت اللہ گفتت لبیک ماست　　　　این گداز و سوز و درد از پیک ماست

دل کا دل سے عجیب کنکشن ہوتا ہےخدا کرے دل ان محبوب سے لگ جاوے یہ بہاریں دل کے لگنے کی ہیں۔

۴؎ یعنی میرا دل چاہتا ہے کہ ابوبکر صدیق کو ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے ساتھ ملاکر باقاعدہ ابوبکر کو اپنا خلیفہ جانشین کردوں اور ان کے ولی عہد ہونے کا عبدالرحمٰن کے گواہ ہونے کا اعلان کردوں۔

۵؎ یعنی ابوبکر صدیق کی خلافت کا ارادہ الٰہی ہوچکا ہے وہ میری خلافت کے لیے منتخب ہو چکے ہیں،نیز مسلمانوں کے دل کہیں گے کہ میرے بعد خلیفہ وہ ہی ہوں اس لیے میں ان کی خلافت کا اعلان نہیں کرتا۔خیال رہے کہ حضور انور نے عملی طور پر حضرت صدیق کو اپنا ولی عہد مقرر کردیا تھا کہ اپنے سامنے آپ کو اپنے مصلےٰ پر کھڑا کردیا مسلمانوں کا امام بنادیا یہ امامت گویا آپ کی دستار خلافت تھی،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستار بندی خود کردی تھی،صراحۃً اعلان نہیں کیا تاکہ ولی عہد بنانے کا یہ بھی ایک طریقہ رہے بلکہ حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے حج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کو ہی اپنا نائب بنا کر سورۂ توبہ کے احکام کا اعلان کرنے بھیجا کہ آئندہ سے کوئی مشرک حج نہ کرے کوئی ننگا طواف نہ کرے۔ان امور سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت صدیق کا خلافت کے لیے انتخاب اللہ کی طرف سے تھا،مسلمانوں کا اس پر اجماع ہوا حضور انور نے اس کی عملی وضاحت فرمادی لہذا اس خلافت کا انکار کفر ہے۔خیال رہے کہ اسلام میں جمہوریت بھی ہے اور شخصیت بھی محض جمہوریت لعنت ہے۔اقبال کہتے ہیں۔

گریز از طرز جمہوری غلام مرد کامل شو　　　　کہ از مغزودو صد خر فکر انسانے نمی آید

5971 -[16]	
وَعَنْهَا:قَالَتْ:رَجَعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَات يوم من جنازةٍ مِنَ الْبَقِيعِ فَوَجَدَنِي وَأَنَا أَجِدُ صُدَاعًا وَأَنَا أَقُولُ:وَارَأْسَاهْ قَالَ:«بَلْ أَنَا يَا عَائِشَةُ وَارَأْسَاهْ»قَالَ:«وَمَا ضَرَّكِ لَوْ مِتِّ قَبْلِي فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ؟» قُلْتُ: لَكَأَنِّي بِكَ وَاللَّهِ لَوْ فَعَلْتَ ذَلِكَ لَرَجَعْتَ إِلَى بَيْتِي فَعَرَّسْتَ فِيهِ بِبَعْضِ نِسَائِكَ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بُدِيءَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ	روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے بقیع سے واپس ہوئے ۱؎ تو مجھے پایا کہ میں درد سر محسوس کرتی تھی اور کہتی تھی ہائے رے سر،فرمایا اے عائشہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہائے رے سر ۲؎ فرمایا کہ تم کو مضر نہیں اگر تم مجھ سے پہلے مرگئیں تو میں تم کو غسل دوں گا کفن پہناؤں گا اور تم پر نماز پڑھوں گا ۳؎ اور تمہیں دفن کروں گا میں بولی گویا میں آپ کو محسوس کرتی ہوں خدا کی قسم اگر آپ یہ کرتے تو آپ میرے گھر واپس آئیں گے اس میں بعض بیویوں کے ساتھ آرام کریں گے ۴؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر آپ کا وہ مرض شروع ہوگیا جس میں آپ کی وفات ہوئی ۵؎(دارمی)

۱؎ یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ جنازہ کس خوش نصیب کا تھا جو حضور کے ہاتھوں دفن ہوا۔
۲؎ یعنی اے عائشہ تمہارے سر میں درد سر نہیں ہے بلکہ میرے سر میں درد ہے جس کا اثر تم پر پڑ رہا ہے کہ تم اس کی چمک محسوس کررہی ہو جیساکہ ابھی کچھ پہلے بیان کیا گیا۔
۳؎ یعنی اے عائشہ تمہارا میری حیات میں وفات پانا بہتر ہے کہ تم میرے ہاتھوں غسل،کفن،نماز جنازہ پاؤ گی۔(مرقات)خیال رہے کہ خاوند اپنی بیوی کو نہ تو غسل دے سکتا ہے نہ ہاتھ لگا کر کفن پہنا سکتا ہے یہ حضور انور کی خصوصیت ہے کہ اپنی ازواج پاک کو بعد وفات کفن غسل دے سکتے ہیں،اسی طرح حضرت علی بھی اپنی زوجہ فاطمہ کو غسل اور کفن دے سکتے تھے بلکہ دیا اور حضور انور کی وفات کے بعد حضرت علی اور ازواج پاک نے مل کر غسل دیا۔یہ سب اس لیے تھا کہ حضور انور کی وفات یا ازواج پاک کی وفات سے ان کا نکاح نہیں ٹوٹتا قائم رہتا ہے،اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ فاطمہ دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہیں اوروں کے نکاح موت سے ٹوٹ جاتے ہیں۔
مسئلہ: خاوند کی موت سے بیوی کا نکاح کسی قدر باقی رہتا ہے کہ اس پر عدت واجب ہے لہذا وہ ضرورۃً خاوند کو غسل دے سکتی ہے مگر بیوی کی موت سے نکاح بالکل ہی ختم ہوجاتا ہے کہ وہاں عدت بھی نہیں اس لیے خاوند ضرورت پر بھی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا وہ بالکل ہی اجنبی ہوجاتا ہے۔یہ غلط مشہور ہے کہ خاوند بیوی کے جنازہ کو کندھا بھی نہ دے ضرور دے بلکہ ضرورت پڑنے پر قبر میں وہ ہی اتارے۔نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی اور نبی کی وفات نکاح نہیں توڑتی،شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔
۴؎ یعنی میرا گمان یہ ہے کہ اگر میں وفات پا گئی تو آپ مجھے دفن کرکے اس ہی دن میرے ہی گھر میں دوسری بیوی سے آرام فرما ہوں گے یہ ہے حضور پر بخل جو عین عبادت ہے۔کسی نے کیا خوب کہا۔

نیناں میں جو آن بسو تو نیناں جھانپ ہی لوں   نہ میں دیکھوں اور کو نہ توئے دیکھن دوں

۵؎ حضور کی وفات شریف درد سر اور بخار سے ہوئی ہے،بخار مبارک بیماری ہے دوسری بیماریاں ایک ایک عضو کو ہوتی ہیں اسی کے گناہ اس سے معاف ہوتے ہیں مگر بخار سارے جسم پر چھا جاتا ہے اور رگ رگ کے گناہ نکال کر معاف کرادیتا ہے۔

[17]- 5972

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ دَخَلَ عَلَى أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: بَلَى حَدِّثْنَا عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمَّا مَرِضَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: " يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ تَكْرِيمًا لَكَ وَتَشْرِيفًا لَكَ خَاصَّةً لَكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ أَعْلَمُ بِهِ مِنْكَ يَقُولُ: كَيْفَ تجدك؟ قَالَ: أجدُني يَا جِبْرِيل مغموماً وأجدني يَا جِبْرِيل مَكْرُوبًا ". ثُمَّ

روایت ہے جعفر ابن محمد سے وہ اپنے والد سے راوی کہ ایک قریشی آدمی ان کے والد علی ابن حسین کے پاس آیا۱؎ بولا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہ سناؤں آپ نے فرمایا ہاں ہم کو ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناؤ وہ بولا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کے پاس جبریل آئے۲؎ عرض کیا اے محمد مجھے اللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے خصوصیت سے آپ کی عزت افزائی فرمانے احترام فرمانے کے لیے۳؎ رب آپ سے اس کے متعلق پوچھتا ہے جو وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے کہ آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں۴؎ فرمایا اے جبریل میں اپنے کو غمگین پاتا ہوں اور اپنے کو ملول پاتا ہوں۵؎ پھر حضور کی خدمت میں دوسرے دن حاضر ہوئے آپ

جَاءَهُ الْيَوْمُ الثَّانِي فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَدَّ أَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ وَرَدَّ عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ: إِسْمَاعِيلُ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ كُلُّ مَلَكٍ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهُ. ثُمَّ قَالَ جِبْرِيل: هَذَا مَلَكُ الْمَوْتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ. مَا اسْتَأْذَنَ عَلَى آدَمِيٍّ قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلَى آدَمِيٍّ بَعْدَكَ. فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ فَأَذِنَ لَهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ فَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَقْبِضَ رُوحَكَ قَبَضْتُ وَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَتْرُكَهُ تَرَكْتُهُ فَقَالَ: وَتَفْعَلُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: نَعَمْ بِذَلِكَ أُمِرتُ وأُمرتُ أَن أُطيعَك. قَالَ: فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ جِبْرِيلُ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ قَدِ اشْتَاقَ إِلَى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ: «امْضِ لِمَا أُمِرْتَ بِهِ» فَقَبَضَ رُوحَهُ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَتِ التَّعْزِيَةُ سَمِعُوا صَوْتًا مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ إِنَّ فِي اللَّهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيبَةٍ وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ هالكٍ ودَرَكاً من كلِّ فَائت فبالله فثقوا وَإِيَّاهُ فَارْجُوا فَإِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ. فَقَالَ عَلِيٌّ: أَتَدْرُونَ مَنْ هَذَا؟ هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي «دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ»

سے یہ ہی عرض کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسا ہی جواب دیا جو پہلے دن دیا تھا پھر آپ کے پاس تیسرے دن آئے تو وہی عرض کیا جو پہلے دن عرض کیا تھا اور حضور نے انہیں وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا ۶؎ اور ان کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسمٰعیل کہا جاتا ہے ۷؎ وہ ایک لاکھ ایسے فرشتوں کا سردار ہے جو ہر ایک ایک لاکھ پر سردار ہے اس نے حضور سے اجازت مانگی پھر آپ سے اس سے متعلق پوچھا پھر جبریل نے کہا یہ موت کا فرشتہ آپ سے اجازت مانگ رہا ہے ۸؎ اس نے آپ سے پہلے کسی آدمی سے اجازت نہ مانگی اور نہ آپ کے بعد کسی آدمی سے اجازت مانگے گا ۹؎ فرمایا اسے اجازت دے دو انہوں نے اسے اجازت دے دی پھر کہا اے محمد اللہ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تو اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کی جان قبض کر لوں اور اگر آپ مجھے چھوڑنے کا حکم دیں تو اسے چھوڑوں دوں ۱۰؎ تو فرمایا اے ملک الموت کیا تم یہ کام کرو گے ۱۱؎ عرض کیا ہاں مجھے اسی کا حکم ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کی طرف دیکھا ۱۲؎ تو جبریل نے عرض کیا کہ اے محمد اللہ تعالٰی آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے ۱۳؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت سے فرمایا کہ جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزرو چنانچہ انہوں نے آپ کی روح قبض کرلی ۱۴؎ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور تعزیت کا وقت آیا ۱۵؎ تو لوگوں نے گھر کے ایک کنارہ سے آواز سنی کہ اے گھر والو تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اللہ کی راہ میں ہر مصیبت سے صبر کرنا ہے ۱۶؎ اور ہر فوت شدہ کا خلیفہ ہے ۱۷؎ اور ہر گزر جانے والے کا عوض ہے ۱۸؎ تو اللہ سے ہی ڈرو اور اس سے امید رکھو پورا مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم کردیا گیا ۱۹؎ حضرت علی نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے یہ خضر علیہ السلام ہیں ۲۰؎ (بیہقی دلائل النبوہ) ۲۱؎

۱؎ یعنی حضرت امام جعفر صادق اپنے والد محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قریشی ان کے والد حضرت امام زین العابدین کے پاس آیا۔امام حسین کے تین بیٹے تھے،تینوں کے نام علی تھے علی اکبر،علی اوسط،علی اصغر۔علی اوسط امام زین العابدین ہیں،علی اکبر علی اصغر کربلا میں شہید ہوئے۔

۲؎ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں۔امام زین العابدین صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں،تابعی کا کسی حدیث کو حضور کی طرف نسبت کرنا ارسال ہے۔

۳؎ یعنی اللہ تعالٰی نے مرض وفات میں آپ کے سوا کسی کی مزاج پرسی نہیں فرمائی یہ آپ کی خصوصیت ہے۔خیال رہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری میں بھی رب تعالٰی ان کی مزاج پرسی فرماتا تھا جیساکہ تفسیر روح البیان وغیرہ میں ہے اسی لیے آپ صحت یاب ہونے کے بعد اس مزاج پرسی کے بند ہو جانے پر رویا کرتے تھے،فرماتے تھے کہ وہ خطاب بڑا ہی لذیذ ہوتا تھا مگر وہ مزاج پرسی مرض وفات میں نہ تھی لہذا یہ مزاج پرسی حضور کی خصوصیت ہے اور خاصة لك فرمانے پر کوئی اعتراض نہیں۔

۴؎ سبحان اللہ! کیسی بیماری ہے اور کیسی پیاری مزاج پرسی،اس بیماری پر ہزار ہا تندرستیاں قربان ہوں جس میں رب تعالٰی مزاج پوچھے۔

حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے　　　سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے

۵؎ غم اور کرب یعنی تکلیف میں فرق ظاہر ہے یہ غم و تکلیف اپنی امت اور اپنے دین کے فکر سے تھی کہ میری امت اور میرے دین کا میرے بعد کیا بنے گا۔(اشعۃ اللمعات)لہذا یہ فرمان بے صبری نہیں اور اگر مرض کی تکلیف مراد ہے تب بھی بے صبری نہیں۔تیمار دار جب اپنا غمگسار بھی ہو تو اس سے اپنی تکلیف کا اظہار بے صبری نہیں،یہ عرض رب تعالٰی سے ہے۔یعقوب علیہ السلام سید الصابرین ہیں مگر فرماتے ہیں"اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ"رب کی بھیجی ہوئی تکلیف مزیدار ہوتی ہے اور اس کی مزاج پرسی زیادہ لذیذ۔

جب تم ہی نمک پاش ہو پھر کیوں نہ مزہ ہو　　　اب حالت زخم جگری پوچھتے کیا ہو

۶؎ خیال رہے کہ ان تینوں دنوں میں صرف مزاج پرسی کی گئی نہ تو صبر کی تلقین کی گئی نہ تخفیف تکلیف کا وعدہ فرمایا گیا کہ اچھا ہم مرض ہلکا فرمادیں گے۔مطلب یہ ہے کہ مرض ویسا ہی رہے گا ہاں مزاج پرسی فرماتے رہیں گے تاکہ اس کی لذت سے مرض کی تکلیف محسوس نہ ہو۔حسن یوسفی سے مست ہوکر مصری عورتیں ہاتھ کٹنے کی تکلیف محسوس نہ کرسکیں تو خطاب الٰہی کی لذت میں مرض کی تکلیف کا احساس کیا ہو۔

۷؎ اسماعیل فرشتے کا ہیڈکوارٹر پہلا آسمان ہے یعنی آسمان دنیا،یہ فرشتہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ہی آیا تھا اس فرشتہ نے بھی حضور سے حاضری کی اجازت مانگی تھی۔

۸؎ حضرت جبریل اور اسمٰعیل دونوں فرشتے پہلے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے تھے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے بعد میں آنے کی اجازت مانگی۔

۹؎ خیال رہے کہ حضرت ملک الموت نے ان تمام نبیوں کی جان ان کی اجازت سے قبض فرمائی مگر کسی نبی سے ان کے گھر میں آنے کی اجازت نہیں مانگی،یہ حاضری کی اجازت مانگنا حضور کے لیے خاص ہے لہذا حدیث واضح ہے۔

آنکھ والے جانتے ہیں احترام اہل بیت　　　بے اجازت ان کے گھر میں جبریل آتے نہیں

رب فرماتا ہے:"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ"اس حکم میں فرشتے بھی داخل ہیں۔ الذین امنوا میں کبھی صرف انسان مؤمن داخل ہوتے ہیں،کہیں جن و انس مسلمان اور کہیں جن و انس فرشتے سارے مؤمنین یہاں آخری صورت ہے،اس کی تحقیق ہماری تفسیر میں دیکھو۔

۱۰؎ حضرت ملک الموت کی یہ دوسری اجازت طلبی ہے پہلی اجازت دولت خانہ میں حاضری کی تھی اور یہ اجازت طلبی قبض روح کی ہے یہ اجازت سارے نبیوں سے لی جاتی ہے یہ فرق خیال میں رہے۔اترکہ میں ہ کامرجع روح ہے۔روح کے لیے ضمیر مذکر و مؤنث دونوں آتی ہیں۔(مرقات)خیال رہے کہ فرشتوں سے یہ سوال و جواب اس طرح ہوئے جو دوسروں کو محسوس نہ تھے یا حضور انور کو خبر ہوئی،یا ان فرشتوں کو یا حضور کے بتانے سے یا خاص کشف سے جو صاحبِ کشف صحابہ کو معلوم ہوئے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت تو صرف حضرت عائشہ حاضر تھیں جن کے سینہ پر حضور انور کا سر تھا وہ تو یہ روایات بیان نہیں فرماتیں جیسے ام المؤمنین کے بستر میں وحی آتی تھی انہیں خبر بھی نہ ہوتی تھی حضور فرماتے تھے کہ اے عائشہ تم کو جبریل سلام کہہ رہے ہیں ایسے ہی یہ گفتگو ہوئی۔بعض واعظین بیان کردیتے ہیں کہ ملک الموت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کی طویل گفتگو ہوئی کہ ملک الموت نے آنے کی اجازت مانگی جناب فاطمہ رضی اللہ عنھا نے انکار کیا،پھر بہت دراز گفتگو ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا فاطمہ کیا ہے آپ نے واقعہ بیان کیا،فرمایا یہ تیرے گھر کا ادب ہے جو وہ اجازت مانگ رہے ہیں،یہ ملک الموت ہیں کسی سے اجازت نہیں مانگا کرتے،یہ سب غلط ہے حضور اس وقت نہ تو فاطمہ زہرا کے گھر میں تھے نہ فاطمہ زہرا وہاں موجود تھیں اس روایت کا کہیں ثبوت نہیں۔

۱۱؎ یعنی کیا تم جان قبض کرنے نہ کرنے میں میری بات مانو گے میری اطاعت کرو گے۔

۱۲؎ حضور کا حضرت جبریل کو دیکھنا مشورہ لینے کے لیے تھا کہ بولو کیا رائے ہے چلیں یا یہیں رہیں۔

۱۳؎ یعنی رب تعالٰی کا آپ کو بلانا محبت خاص کی بنا پر ہے،رب تعالٰی کو آپ کی وہاں تشریف آوری کا شوق ہے۔خیال رہے کہ رب تعالٰی ہر جگہ سے ہر چیز کو دیکھتا ہے وہ حضور انور سے دور نہیں تھا کہ اللہ تعالٰی تو ہر وقت حضور سے قریب ہے"نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ"پھر مشتاق ہونے کے کیا معنی،اپنے گھر اپنے قرب میں بلانے کا مشتاق تھا۔رب تعالٰی کو مشتاق کہا جاسکتا ہے،یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کو شوق ملاقات تھا اسے اشتیاق تھا۔

۱۴؎ قبض روح کی صورت پہلے مذکور ہوچکی کہ حضور کا ہاتھ دعا کے لیے اٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرت عائشہ صدیقہ کی گود میں گر گیا جس سے پتہ چلا کہ وفات ہوگئی۔

۱۵؎ اس طرح کہ گوشہ گوشہ سے تعزیت کے پیغام آنے لگے۔تعزیت کے معنی ہیں پس ماندگان کو تسلی دینا۔تعزیت دفن سے پہلے بھی ہوتی ہے اور بعد دفن بھی،یہ تعزیت دفن سے پہلے تھی ابھی سرکار کا جسم اطہر گھر میں تھا۔

۱۶؎ یعنی آپ لوگ اللہ کو راضی کرنے کے لیے اس مصیبت عظمٰی پر صبر کرو اس کا بڑا اجر ہے۔

۱۷؎ جس کسی کو رب تعالٰی وفات دیتا ہے تو اس کے پیچھے والوں کا خود انتظام فرماتا ہے،اسکی بیوہ اس کے یتیموں کو خود سنبھالتا ہے یہ معنی ہیں خلیفہ کے۔حضور کی وفات سے امت یتیم رہ گئی اللہ تعالٰی اسے خود سنبھالے گا۔

۱۸؎ یعنی رب تعالٰی بندہ سے جب کوئی نعمت لے لیتا ہے تو اس کا عوض دنیا یا آخرت میں عطا فرماتا ہے بشرطیکہ بندہ صابر رہے۔

لکل شیئ اذا فارقته خلف ولیس للہ ان فارقت من عوض

یعنی ہر فوت شدہ چیز کا عوض مل جاتا ہے مگر جس سے اللہ کا راہ چھوٹ گیا اس کا عوض کچھ نہیں اللہ اس سے محروم نہ کرے۔

۱۹؎ یعنی بڑی مصیبت والا شخص وہ ہے جو مصیبت پر بے صبری کرکے اس کے ثواب سے محروم ہوجائے۔

۲۰؎ ظاہر یہ ہے کہ علی سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب ہیں،انہوں نے اس وقت حاضرین سے یہ فرمایا آواز پہچان کر بتایا۔ ممکن ہے کہ علی سے مراد حضرت امام زین العابدین ہوں جنہوں نے اس وقت یہ فرمایا یعنی اس حدیث کی روایت کے وقت امام جزری نے حصن حصین شریف میں روایت کی کہ پہلے فرشتوں نے تعزیت کی۔حاکم نے مستدرک میں فرمایا کہ فرشتوں کی تعزیت کے بعد ایک سفید ریش نہایت حسین و جمیل تندرست لوگوں کو چیرتے ہوئے حضور انور کے جسم اطہر تک پہنچے اور یہ الفاظ کہے جو یہاں مذکور ہیں۔حضرت ابو بکر صدیق اور علی مرتضٰی نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں بہرحال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔(مرقات و اشعہ)

۲۱؎ بعض محدثین نے اسے ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے مگر چونکہ یہ حدیث بہت سندوں سے مروی ہے،ان سندوں کے تعداد سے متن حدیث قوی ہوگیا اور یہ حدیث حرام حلال احکام شرعیہ کی نہیں صرف فضائل کی ہے،فضائل میں حدیث ضعیف بھی مقبول ہے۔(مرقات)مگر اس حدیث کا مطلب وہ ہی ہے جو فقیر نے ابھی عرض کیا۔

باب

باب ۱

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ یہ باب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا تتمہ ہے،اس میں وفات شریف کے متعلق متفرق چیزیں بیان ہوں گی اس لیے اس باب کا ترجمہ مقرر نہیں فرمایا۔

[1]- 5973 عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيرًا وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ۱؎ اور نہ کسی چیز کی وصیت فرمائی ۲؎ (مسلم)

۱؎ یعنی ان چیزوں میں سے کچھ بھی میراث بنا کر نہ چھوڑی جو کچھ چھوڑا وہ وقف فی سبیل اللہ کرکے چھوڑاکہ ان کا وارث کوئی نہ ہو سارے مسلمان فائدہ اٹھائیں۔لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے اپنے ایک خچر اور قصوااونٹنی اور نو حجرے اور بنی نضیر کے مال اور فدک باغ چھوڑے کیونکہ یہ سب کچھ وقف فی سبیل اللہ ہوئے کسی وارث کو کچھ نہ ملا۔دیکھ لو کہ نو حجرے روضہ اطہر بنادیئے گئے،اس میں حضور انور اور جناب صدیق وفاروق کی قبریں بنیں۔مقبرہ وقف ہوتا ہے کسی کی ملک نہیں ہوتا،بقیہ سارے مالوں کا یہ ہی حال ہوا۔کتب تواریخ میں جو آتا ہے کہ حضور انور کی بیس اونٹیاں بہت سے اونٹ اور سات بکریاں سات بھیڑیں تھیں وہ غلط ہے،اس حدیث نے ان سب کی نفی کردی وہ جانور صدقات کے تھے ان کا حضور انور انتظام فرماتے تھے۔(از مرقات و لمعات)اس کی تصریح ابھی آگے آرہی ہے۔

۲؎ یعنی اپنے کسی مال کی وصیت کسی کے لیے نہیں کی کہ فلاں مال فلاں کو دینا ورنہ حضور انور نے نماز تقویٰ طہارت کی وصیت ساری امت کو فرمائی۔خیال رہے کہ جس مال کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اس کی وصیت بھی نہیں ہوسکتی،میراث اور وصیت گویا ہم جنس ہیں۔جب حضور انور کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔بعض لوگ ام المؤمنین سے کہتے تھے کہ حضرت علی حضور کے وصی ہیں،آپ نے باغ فدک وغیرہ کی وصیت انہیں کی تھی تو آپ تردید میں فرماتی تھیں کہ حضور انور کا وصال تو میرے سینہ پر ہوا وصیت کس وقت کردی وصال کے وقت تو میں موجود تھی۔

[2]- 5974 عَنْ عَمْرِو بن الْحَارِث أخي جوَيْرِية قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت عمرو ابن حارث سے جو جناب جویریہ کے بھائی ہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی۱؎ نہ کوئی اور چیز سواء اپنے سفید خچر کے ۲؎ اور اپنے ہتھیار ۳؎ اور زمین کے جنہیں وقف فرمایا ۴؎ (بخاری)

۱؎ حضور انور کے جو لونڈی غلام تھے یا تو حضور کی حیات شریف میں وفات پا گئے تھے یا حضور انور نے انہیں آزاد فرمادیا تھا،آپ نے کوئی غلام یا لونڈی نہ چھوڑی۔

۲؎ اس خچر کا نام دلدل تھا،یہ مقوقش شاہ اسکندریہ نے حضور انور کی خدمت میں تحفہ پیش کیا تھا۔(اشعہ)

۳؎ ان ہتھیاروں میں ایک زرہ تھی جو ایک یہودی کے پاس گروی تھی،ایک نیزہ تھا،ایک خود،ایک تلوار ذوالفقار تھی،گھر کے کپڑے کمبل شریف وغیرہ کا یہاں ذکر نہیں کہ وہ معمولی چیز ہیں۔(مرقات)

۴؎ **جعلها** کا مرجع مذکورہ تینوں چیزیں ہیں یعنی یہ سب چیزیں حضور نے وقف فرمادیں تھیں اپنے اس فرمان عالی سے کہ **ما ترکناه صدقة**۔حضور انور کی ملک چار چیزیں تھیں: فدک کا نصف حصہ ، وادی قریٰ کا تہائی، خیبر کا پانچواں حصہ اور کچھ بنی نضیر کی زمیں کا یہ تمام چیزیں وقف ہوگئیں تھیں۔بعد وفات حضرت فاطمہ نے اور حضور انور کی ازواج مطہرات نے حضرت صدیق اکبر سے میراث مانگی،آپ نے سب کو انکار فرمادیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان زمینوں کی تولیت حضرت علی و عباس کو دی،جھگڑا ہوجانے پر ان دونوں نے تقسیم کی درخواست کی جو نامنظور ہوئی،تمام خلفاء کے زمانوں میں یہ وقف ہی رہیں،مروان ابن حکم نے ان پر قبضہ کرلیا۔(از اشعہ و مرقات)

5975 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ» .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے وارثین اشرفی تقسیم نہ کریں ہم جو چھوڑیں ہماری بیویوں کے خرچہ ۱؎ اور ہمارے نوکروں کی تنخواہ کے بعد وہ وقف ہے ۲؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ حق یہ ہے کہ حضور انور کی وفات سے آپ کا نکاح ٹوٹتا نہیں اس لیے کہ حضور انور زندہ ہیں لہذا حضور پر اپنی ازواج کا خرچہ بعد وفات بھی واجب ہے جو آپ کا خلیفہ ادا کرے گا۔بعض نے فرمایا کہ حضور کی ازواج ہمیشہ گویا عدت میں رہتی ہیں اور عدت کا خرچہ خاوند پر ہوتا ہے لہذا ان کا خرچہ حضور پر لازم ہے۔عامل سے مراد یا تو خلیفہ ہے یا حضور کی زمین میں کام کاج کرنے والے مگر حق یہ ہے کہ جو مسلمانوں کا کام کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوکر ہے،اس کی تنخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوتی ہے۔(مرقات)لہذا ہم سب لوگ علماء مشائخ،سلاطین،وزراء حکام سب حضور کے نوکر چاکر ہیں،انہیں تنخواہ حضور کے ہاں سے ملتی ہے کسی کو تو کسی نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے اور کسی کو محض توکل کے وسیلہ سے۔فقیر کی آزمائش تو یہ ہے کہ جو شخص ان کی نوکری کرےاسے گھر بیٹھے تنخواہ ملتی ہے،جس جانور کو کھونٹے سے باندھ دیا جاوے اس کی ساری ضرورتیں چارہ،پانی دوا وغیرہ کھونٹے پر ہی پہنچایا جاتا ہے۔خدا کرے کہ ان کی نوکری مل جاوے وہ نوکر رکھ لیں یعنی ان دو خرچوں کے بعد جو باقی بچے وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور عمر ابن عبدالعزیز نے مروان کے تمام مظالم ختم کیے،اس کے قبضہ میں حضور کی زمینیں واگذار کرکے وقف کیں۔(مرقات)

۲؎ یعنی ہماری وفات کے بعد ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔سارے انبیاء کرام کا یہ ہی حکم ہے،قرآن کریم میں جو ہے "وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ"وہاں علم کی میراث مراد ہے نہ کہ مال کی اسی لیے آگے ہے"وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ"۔نیز اگر مالی میراث مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان کا ذکر نہ ہوتا بلکہ حضرت داؤد کے بارہ بیٹے ۹۹ بیویوں وغیرہم سب کا ذکر ہوتا۔ خیال رہے کہ عموماً وراثت مال نسب سے ملتی ہے وراثت کمال نسبت سے اور وراثت احوال فنا سے۔حضور کا مال نہیں بٹتا حضور کے کمال حضور کے احوال تقسیم ہوتے ہیں،خدا تعالٰی ہم کو حضور سے نسبت دے۔

5976 -[4] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	روایت ہے حضرت ابوبکر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ» .	صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مورث نہیں ہوتے ۱؎ جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے(مسلم،بخاری)

۱؎ صدقہ سے مراد ہے وقف،وقف کے منافع لوگ حاصل کرتے ہیں اصل محفوظ رہتی ہے۔

[5]- 5977 وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَرَادَ رَحْمَةَ أُمَّةٍ مِنْ عِبَادِهِ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ فَأَقَرَّ عَيْنَيْهِ بِهَلَكَتِهَا حِينَ كذَّبُوه وعصَوْا أمره» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ جب اپنے بندوں میں سے کسی گروہ پر رحمت چاہتا ہے تو اس کے نبی کو اس سے پہلے وفات دیتا ہے پھر اس نبی کو اس کے آگے پیشرو بناتا ہے ۱؎ اور جب کسی گروہ کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کے نبی کی زندگی میں عذاب دیتا ہے کہ نبی اسے دیکھتا ہے پھر اس کی ہلاکت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے جب وہ اسے جھٹلاتے ہیں ۲؎ اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔(مسلم)

۱؎ یہاں **سلف** اور **فرط** ایک ہی معنی میں ہیں اس کی تحقیق پہلے ہوچکی ہے۔مؤمن مر کر نہ تو لاوارث ہوتا ہے نہ اجنبی گھر میں جاتا ہے،اس کے والی وارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں،ان کی آغوش رحمت میں جاتا ہے بھرے گھر میں اترتا ہے۔

۲؎ اللہ تعالٰی نے گذشتہ جلالی نبیوں کی نافرمان امتوں کو ان کے سامنے ہلاک فرماکر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کیں اور ہمارے حضور کی نافرمان امت کو حضور کے سامنے ہی ہدایت دے کر آپ کا مطیع بناکر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔چنانچہ مکہ معظّمہ کے نافرمان کافر فتح مکہ کے دن سارے کے سارے ایمان لائے حضور کے مطیع ہوئے۔جلالی پیغمبروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہے حضور کی آنکھوں کی ٹھنڈک کچھ اور،ہر آنکھ کے لیے ٹھنڈا سرمہ علیحدہ ہے۔خیال رہے کہ حضور انور بھی ہر مؤمن کی آنکھ کی ٹھنڈک،دل کا چین،بے قراروں کا قرار،بے کسوں کے کس،بے بسوں کے بس،بے سہاروں کے سہارا ہیں۔

تم ہو دوائے درد دل تم ہو قرار بے قرار　　　دل کی لگی میرے نبی تیرے سوا بجھائے کون

[6]- 5978 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أَحَدِكُمْ يَوْمٌ وَلَا يَرَانِي ثُمَّ لَأَنْ يَرَانِي أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ ومالهِ مَعَهم» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ تم میں سے کسی پر وہ دن آوے گا کہ وہ مجھے نہ دیکھے ۱؎ تو اسے میرا دیکھنا زیادہ پیارا ہوگا اپنے گھر والوں سے جب کہ اس کا مال بھی ان کے ساتھ ہو ۲؎ (مسلم)

۱؎ یعنی اے میرے صحابہ اس وقت کو غنیمت جانو کہ تم کو میرا دیدار میسر ہے،عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم میرے دیدار کو ترس جاؤگے اور کہا کروگے۔

قافلہ سالار سفر کر گیا　　　قافلہ کو زیر و زبر کر گیا

۲؎ یعنی مسلمان تمنا کریں گے کہ کوئی ہمارے گھر والوں اہل و عیال کو بمع مال ہم سے لے لے اور ہم کو ایک نظر حضور کا جمال دکھادے بلکہ خواب میں ہی دیدار کرادے،دیکھ لو آج مدینہ کی گلیوں کے لیے ہم لوگ ترستے ہیں۔میں نے مدینہ منورہ کے ایک جلسے میں اہلِ مدینہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ مدینہ والوں تمہیں کیا خبر کہ مدینہ کیا ہے یہ تو ہم مہجوروں سے پوچھو سات آٹھ سال تک قرعہ میں نام نہیں نکلتا،جب خدا خدا کرکے نام نکلتا ہے تو ہم لوگوں کی عید ہوجاتی ہے پھر ہزاروں روپیہ خرچ کرکے مدینہ منورہ پہنچتے ہیں،صرف آٹھ دس دن کے بعد نکلنے کا حکم مل جاتا ہے تو تمہارا منہ تکتے ہوئے چلے جاتے ہیں،اس پر لوگ چیخیں مار کر رونے لگے۔ہمارا قصیدہ وداعیہ پڑھو۔

دور سے آئے تھے پردیسی غلام　　　عرض کرنے کو غلامانہ سلام

آستانہ سے وداع ہوتے ہیں اب　　　یہ تو فرماؤ کہ بلواؤ گے کب

چشم رحمت سے نہ تم کریو جدا　　　رکھیو اپنے سایہ میں ہم کو سدا

باب مناقب قریش وذکر القبائل

قریش کے فضائل اور قبائل کے ذکر کا بیان ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎مناقب جمع ہے منقبۃ کی جس کامادہ ہے نقب،بمعنی پہاڑی دشوار گزار راستہ۔اصطلاح میں فضیلت بزرگوں کو منقبت کہتے ہیں کہ انسان بمشکل اسے حاصل کرتا ہے،اسی سے ہے نقیب بمعنی سردار۔قریش اس بڑی مچھلی کو کہتے ہیں جو اور مچھلیوں کو کھائے اسے کوئی نہ کھائے،اصطلاح میں نضر ابن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں کہ یہ سب سے افضل ہے۔قبیلہ ایک دادا کی اولاد کو کہتے ہیں،اونچا قبیلہ شعب ہے،اس کے نیچے قبیلہ،اس کے نیچے عمارت،اس کے نیچے بطن،اس کے نیچے فخذ ہے جیسے اردو میں قبیلہ،خاندان،نسب،کنبہ وغیرہ۔

5979 -[1] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هَذَا الشَّأْن مسلمهم تبع مسلمهم وكافرهم تبع لكافرهم» .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں ان کے مسلم قریش کے مسلمانوں کے تابع ہیں اور ان کے کافر قریش کے کافروں کے تابع ۱؎ (مسلم)

۱؎اس فرمان عالی کے بہت معنی کیے گئے ہیں۔قوی معنی یہ ہیں کہ زمانہ کفر میں بھی قریش تمام لوگوں کے سردار تھے کہ یہ حرم شریف کے باشندے،کعبہ کے پاسبان کلید بردار وغیرہ تھے حتی کہ کفار عرب ان کا لباس لے کر طواف کرتے تھے ورنہ ننگے،پھر ہدایت و اسلام میں بھی بقیہ لوگوں کے سردار ہوئے کہ حضور انور انہیں میں تشریف لائے،خلافت انہیں میں ہے۔کفار عرب فتح مکہ کے منتظر تھے یہ فتح ہوا تو سب لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہوگئے بہرحال قدرتی طور پر ہمیشہ سے ہمیشہ تک قریش افضل تھے اور ہیں اور رہیں گے۔

5980 -[2] وَعَنْ جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ بھلائی برائی میں قریش کے تابع ہیں ۱؎ (مسلم)

۱؎خیر سے مراد اسلام اور شر سے مراد ہے کفر یعنی قریش دوسرے کفار کے سردار تھے اور مؤمنین قریش دوسرے مؤمنوں کے سردار ہیں،یہ مضمون بہت طرح سے احادیث میں وارد ہے۔احمد نے حضرت علی سے مرفوعًا روایت کی کہ اگر میں جنت کی زنجیر کھولوں تو پہلے بنی ہاشم کو وہاں داخل کروں۔(مرقات)معلوم ہوا کہ خاندانی بزرگیاں قابل قبول ہیں،رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا:"وَاَنِّیۡ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیۡنَ"۔

5981 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَزَالُ هَذَا الْأَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَان» .	روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چیز قریش میں ہے جب تک کہ ان میں سے دو بھی رہیں ۱؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ خلافت وہ سلطنت ہے جس میں نیابت رسول بھی ہو۔یہاں **ھذا الامر** سے مراد خلافت اسلامیہ ہے اور یہ خبر بمعنی امر ہے یعنی اگر دنیا میں دو قریشی بھی رہ جائیں تب بھی خلیفۃ المسلمین قریشی ہی ہونا چاہیے کہ ایک قریشی خلیفہ ہو اور دوسرا قریشی اور باقی لوگ اس کی رعایا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آج تو عرصہ سے حکومت قریشیوں سے نکل چکی ہے۔خیال رہے کہ خلیفہ صرف قرشی ہی ہوسکتا ہے مگر سلطان اسلام ہر مسلمان ہوسکتا ہے۔خلافت اور ملوکیت میں یہ فرق ہے کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے ملوکیت و سلطنت عام،پھر خلافت دو قسم کی ہے: خلافت راشدہ اور غیر راشدہ۔خلافت راشدہ خلفاء اربعہ ابو بکر صدیق،عمر فاروق،عثمان غنی اور حضرت علی پر ختم ہوگئی۔اس کے چھ ماہ حضرت امام حسن نے پورے کیے،بعد میں خلافت غیر راشدہ یا ملوکیت ہوئی۔بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ خبر ہی ہے مگر اس میں عدل و انصاف کی قید ہے جیساکہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ اگر قریش عادل و منصف رہیں تو خلافت ان ہی میں رہے گی اگرچہ دو قرشی ہوں جب کہ ان میں انصاف نہ رہا تو ان سے خلافت نکل جاوے گی تب بھی حدیث ظاہر ہے۔

[4]- 5982	
وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللَّهُ عَلَى وَجهه مَا أَقَامُوا الدّين» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ چیز قریش میں ہے کہ نہیں دشمنی کرے گا ان کی کوئی مگر اسے اللہ اس کے منہ کے بل اوندھا ڈال دے گا جب تک کہ دین قائم کریں۱؎(بخاری)

۱؎ یعنی جب تک کہ قریش عدل و انصاف کریں دین اسلام قائم رکھیں تب تک ان کی شان یہ ہوگی کہ وہ خلیفۃ المسلمین ہوں گے اور ان کا دشمن ذلیل و خوار ہوگا مگر جب قریش ہی دین سے الگ بلکہ دین کے دشمن ہوجاویں تو نہ وہ اس خلافت کے مستحق رہیں گے نہ ان کا مخالف ذلت و خواری کا حق دار بلکہ پھر حکومت دوسروں کو ملے گی،اس حدیث نے پچھلی حدیث کو واضح کردیا۔

[5]- 5983 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ» . وَفِي رِوَايَةٍ: «لَا يَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ».وَفِي رِوَايَةٍ:«لَا يَزَالُ الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةَ أَويَكُونُ عَلَيْهِمُ اثْنَاعَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْش».	روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اسلام بارہ خلیفوں تک غالب رہے گا۱؎ جو سارے کے سارے قریش کے ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کا دین جاری رہے گا جب تک ان میں بارہ شخص والی ہوں جو سب قریش سے ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ دین قائم رہے گا حتی کہ قیامت قائم ہو جاوے یا ان پر بارہ خلیفہ ہوں جو سارے قریش سے ہوں ۲؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یہاں خلافت سے مراد خلافت نبوت نہیں یعنی خلافت راشدہ کیونکہ اس کی مدت صرف تیس سال ہے جو امام حسن پر ختم ہوتی ہے بلکہ خلافت امارت مراد ہے،خلیفہ بمعنی امیر ہے۔اہل سنت کے نزدیک اس فرمان عالی کے چند معنی کیے گئے ہیں:ایک یہ کہ یہ واقعہ امام مہدی کے بعد سے قیامت تک ہوگا ڈیڑھ سو سال میں یہ بارہ خلفاء ہوں گے،پہلے پانچ خلیفہ سبط اکبر یعنی امام حسن کی اولاد ہیں،پھر پانچ خلیفہ سبط اصغر یعنی امام حسین کی اولاد میں،پھر ایک خلیفہ امام حسین کی اولاد میں جیساکہ بعض

احادیث میں ہے۔دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے لے کر قیامت تک یہ خلفاء مختلف وقتوں میں ہوں گے۔تیسرے یہ کہ حضور انور کے بعد سے مسلسل بارہ امیروں کے زمانہ تک دین غالب رہے گا کفار کا غلبہ نہ ہوسکے گا اگرچہ ان میں سے بعض فاسق ظالم ہوں گے جیسے یزید ابن معاویہ وغیرہ۔چوتھے یہ کہ آخری زمانہ میں بیک وقت بارہ بادشاہ مختلف ممالک میں ایسے ہوں گے جن کے سبب اسلام غالب ہوگا۔واللہ اعلم ! (اشعۃاللمعات)اس حدیث سے شیعہ اپنے بارہ امام ثابت کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں: علی،حسن،حسین،امام زین العابدین،محمد باقر،جعفر صادق،موسیٰ کاظم،علی رضا،محمد تقی،علی تقی،حسن عسکری،آخری میں امام مہدی کہ یہ حضرات خلفاء برحق ہیں یعنی مستحق خلافت اگرچہ ان میں سے اکثر بظاہر خلیفہ نہ ہوئے۔(مرقات)مگر یہ قول صراحۃً باطل ہے کہ شیعہ کے نزدیک ان کا زمانہ تاقیامت ہے ان کے زمانوں میں دین کہاں غالب رہادین مغلوب ہوگیا حتی کہ امام مہدی کو غار میں چھپ جانا پڑا اب وہ قریب قیامت ہی آئیں گے۔اہل سنت کی مذکورہ چار شرحوں میں تیسری شرح قوی معلوم ہوتی ہے،ان میں بارہ بادشاہوں میں آخری بادشاہ ولید ابن یزید ابن عبدالملک ابن مروان ہے،اس بادشاہ کے قتل ہونے پر مسلمانوں میں بڑا اختلاف پیدا ہوگیا ،دیکھو اشعۃ اللمعات یہ ہی مقام۔خلافت راشدہ اور غیر راشدہ اور امارت و سلطنت کا فرق ملحوظ رہے۔

۲؎ان دونوں روایتوں کے الفاظ مختلف ہیں مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

5984 -[6] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللَّهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ» .	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غفار کی اللہ مغفرت کرے،سالم کو اللہ سلامت رکھے۱؎اور عصیہ نے اللہ رسول کی نافرمانی کی۲؎(مسلم،بخاری)

۱؎ قبیلہ غفار اور اسلمہ بغیر جنگ و جدال اسلام لائے،ان میں بڑے بڑے نامور صحابہ ہوئے جیسے حضرت ابو ذر غفاری،ان وجوہ سے ان کی تعریف فرمائی۔قبیلہ غفار پہلے حاجیوں کی چوری میں بدنام تھا،حضور نے ان کی مغفرت کی دعا فرمائی کہ خدایا زمانہ جاہلیت میں جو انہوں نے گناہ کیے ہیں وہ معاف فرمادے،قبیلہ اسلمہ والوں کو اسلمی کہتے ہیں۔

۲؎عصیہ قبیلہ وہ ہے جنہوں نے دھوکہ سے ستر قاری صحابہ کو بیر معونہ لے جا کر شہید کردیا جن پر حضور انور نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی یہ واقعہ مشہور ہے،ان کے متعلق ارشاد ہورہا ہے کہ اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی لہذا یہ ہماری دعاؤں کا مستحق نہیں۔

5985 -[7] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَأَسْلَمُ وَغِفَارُ وَأَشْجَعُ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُونَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ».	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار اور اشجع آپس میں دوست ہیں۱؎ان کا اللہ رسول کے سوا کوئی دوست نہیں۲؎(مسلم،بخاری)

۱؎ موالی اگری کے شد سے ہو تو معنی ہیں کہ یہ ساتوں قبیلے میرے دوست میرے پیارے ہیں اور اگری کے سکون سے ہو تو معنی یہ ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے اسلامی دوست ہیں ان کے دلوں میں غبار نہیں۔

۲؎ یعنی ان ساتوں قبیلوں کو صرف اللہ رسول سے محبت ہے،ان کی وجہ سے مسلمانوں سے الفت ہے،یہ کفر اور کفار سے بالکل محبت نہیں رکھتے ان سے کٹے ہوئے اور ان سے بے تعلق ہیں۔معلوم ہوا کہ کفار سے کٹا ہوا رہنا ایک محمود وصف ہے۔

5986 -[8] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرٌ مِنْ بني تَمِيم وَبني عَامِرٍ وَالْحَلِيفَيْنِ بَنِي أَسْدٍ وَغَطَفَانَ» .	روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلم اور غفار اور مزینہ جہینہ بہتر ہیں بنی تمیم اور بنی عامر اور دونوں حلیفوں بنی اسد اور بنی غطفان سے ۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی یہ مذکورہ چار قبیلہ بنی تمیم و بنی عامر سے افضل ہیں کیونکہ یہ چاروں قبیلے بنی تمیم سے پہلے اسلام لائے اور ان میں ایمان کے آثار بہت قوی ہیں۔خیال رہے کہ تمیم اس قبیلہ کے مورث اعلیٰ کا نام ہے۔ایک بار حضور انور نے بنی تمیم سے فرمایا تھا کہ بشارت قبول کرو یہ بولے حضور آپ نے ہم کو بشارتیں تو دے دیں ہم کو کچھ مال دیجئے،حضور انور کو اس جواب سے بہت صدمہ ہوا اور بنی اشعر قبیلہ سے فرمایا کہ اگر بنی تمیم نے بشارت قبول نہ کی تو تم قبول کرو اور انہوں نے بہت خوشی سے کہا کہ ہم قبول کرتے ہیں یارسول اللہ۔قبیلہ بنی اسعد اور بنی غطفان زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے حلیف تھے کہ ہم میں سے جس پر کوئی آفت آئے تو دوسرا اس کی مدد کرے جیساکہ عرب میں دستور تھا۔بہرحال وہ چار قبیلے ان قبیلوں سے افضل ہیں،وجہ افضلیت حضور ہی جانتے ہیں ہمارا تو ان کی زبان ان کے فرمان پر ایمان ہے جس کو افضل کردیا وہ افضل ہے جسے نیچا کردیا وہ نیچا ہے۔

قسم خدا کی نہ اٹھ سکا قیامت تک   کہ جس کو تو نے نظر سے گراکے چھوڑ دیا

5987 -[9] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن أبي هُرَيْرَة قَالَ: " مَا زِلْتُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ مُنْذُ ثلاثٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِيهِمْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ:«هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّال» قَالَ:وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«هَذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا» وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ:«اعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ».	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں تین وجہوں سے بنی تمیم سے محبت کرتا رہا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق فرماتے سنا،میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ یہ لوگ میری امت میں دجال پر سخت تر ہوں گے ۱؎ فرمایا ان کے صدقے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہماری قوم کے صدقے ہیں ۲؎ اور جناب عائشہ کے پاس ان میں کی ایک لونڈی تھی تو فرمایا کہ اسے آزاد کردو کہ یہ حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے ۳؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی دجال کے خروج کے وقت بنی تمیم بہت زیادہ ہوں گے،دجال کا مقابلہ سب سے زیادہ یہ ہی کریں گے،یہ مقابلہ ان کے قوت ایمان کی دلیل ہے۔معلوم ہوا کہ بعض افراد کی عظمت کی وجہ سے ساری قوم کو عظمت مل جاتی ہے خواہ وہ افراد اب ہوں یا پہلے ہوچکے ہوں یا آئندہ ہونے والے ہوں۔یہاں تیسری قسم کی عظمت ہے کہ دجال سے مقابلہ کرنے والے تمیمی قریب قیامت ہوں گے مگر اس قوم کا احترام محبت آج ہی سے ہے۔

۲؎ یعنی حضور انور نے بنی تمیم کو اپنی قوم فرمایا،اس نسبت سے ان کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔

نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے　　بد ہیں تو تمہارے ہیں بھلے ہیں تو تمہارے

ہم لاکھ بار کہیں کہ حضور ہمارے رسول ہیں اگر وہ ایک بار فرمادیں کہ تو ہمارا امتی ہے تو تقدیر کھل جاوے۔

رضا قسمت ہی کھل جاوے جو طیبہ سے خطاب آئے　　کہ تو ادنی سگ درگاہ دربار معالی ہے

خیال رہے کہ ہم مذہب،ہم مشرب،ہم وطن،ہم پیشہ،ہم نسب،ہم زبان،ہم استاذ،ہم پیران سب کو قوم کہا جاتا ہے۔یہاں ہم وطن یا ہم زبان کے معنی سے قوم فرمایا گیا ورنہ بنی تمیم قرشی ہاشمی نہیں ہیں۔

۳؎ یعنی بنی تمیم عرب میں اولاد اسمٰعیل سے ہیں،اس خاندان اور عرب اس نسل کا غلام آزاد کرنا افضل ہے۔معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد پر احسان کرنا دوسروں پر احسان کرنے سے افضل ہے،اولاد سے سلوک آباء اجداد کی خوشنودی کا باعث ہے۔بعض مسلمان گیارہویں شریف کا کھانا حضور غوث پاک کی اولاد یعنی حسنی سیدوں کو کھلاتے ہیں یعنی انہیں ترجیح دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہوسکتی ہے،اصل سے نسل کو شرف ملتا ہے مگر کبھی نسل سے اصل کو۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[10]- 5988 عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ يُرِدْ هَوَانَ قُرَيْشٍ أَهَانَهُ اللهُ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت سعد سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جو قریش کو ذلیل کرنا چاہے گا خدا اسے ذلیل کرے گا۱؎(ترمذی)

۱؎ جو شخص قریشی خاندان کو ذلیل کرے وہ دنیا و آخرت میں یا فقط آخرت میں ذلیل و رسوا کیا جاوے گا اور جو قریش کو اس لیے ذلیل جانے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ہے تو وہ کافر ہے،اگر کسی قرشی سے ذاتی جھگڑا ہوجائے تو وہ دوسری بات ہے۔

[11]- 5989 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«اللَّهُمَّ أَذَقْتَ أَوَّلَ قُرَيْشٍ نَكَالًا فَأَذِقْ آخِرَهُمْ نَوَالًا» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی تو نے اگلے قریش کو تکلیف چکھائی ہے تو ان کے پچھلوں کو بخشش چکا۱؎(ترمذی)

۱؎ یعنی قریش پر اسلام لانے سے پہلے بدر،احزاب میں شکستیں اور اس سے پہلے خشک سالی قحط کی آفات آچکی ہیں،اب جب یہ لوگ مسلمان ہوچکے تو انہیں نعمتیں فتوحات ارزانی وغیرہ عطا فرما،یہ ہے کرم نوازی کہ دشمنی کے زمانہ کی تکالیف کا بھی انعام دلوارہے ہیں۔

[12]- 5990 وَعَن أَبِي عَامر الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«نَعْمَ الْحَيُّ الْأَسْدُ وَالْأَشْعَرُونَ لَا يَفِرُّونَ فِي الْقِتَالِ وَلَا يَغُلُّونَ هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت ابو عامر اشعری سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسد اور اشعری لوگ بہترین قبیلے ہیں ۲؎ وہ لوگ جنگ میں بھاگتے نہیں خیانت کرتے نہیں وہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں۳؎(ترمذی)

۱؎ آپ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ہیں، عظیم الشان صحابی ہیں، غزوہ حنین میں شہید ہوئے، حضور انور نے آپ کی وفات پر دعا کی کہ الٰہی اسے بہت سوں کی سرداری عطا فرما۔(اشعۃ اللمعات)

۲؎ یہ دونوں قبیلے یمن کے ہیں ان میں بڑے بڑے صحابہ ہوئے۔

۳؎ یعنی ان قبیلوں میں تین وصف ہیں: بہادری کہ جنگ میں دشمن کے مقابلہ سے بھاگتے نہیں،امانت داری کہ کبھی خیانت نہیں کرتے،مجھ سے قرب روحانی کہ وہ مجھ سے قریب ہیں میں ان سے قریب،یہ تیسری بات سب سے اعلیٰ ہے۔قرب سے مراد روحانی اور دلی قرب ہے۔اس فرمان میں اشارہ اس جانب ہے کہ یہ لوگ متقی ہیں کیونکہ "اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوۡنَ"۔

[13]- 5991	
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْأَزْدُ أَزْدُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ يُرِيدُ النَّاسُ أَنْ يَضَعُوهُمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يَرْفَعَهُمْ وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَقُولُ الرَّجُلُ:يَا لَيْتَ أَبِي كَانَ أَزْدِيًا وَيَا لَيْتَ أُمِّي كَانَتْ أَزْدِيَّةً " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ازد اللہ کا لشکر ہے زمین میں ۱؎ لوگ انہیں پست کرنا چاہیں گے اور اللہ نہ چاہے گا مگر انہیں بلند کرنا ۲؎ اور لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ کوئی کہے گا ہائے ہائے کاش کہ میرا باپ ازدی ہوتا اور ہائے کاش کہ میری ماں ازدیہ قبیلہ کی ہوتی ۳؎ (ترمذی)اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ ازد شنوءہ ایک مشہور قبیلہ ہے جو ازد ابن یغوث کی اولاد سے ہے،سارے انصاری اس کی اولاد سے ہیں،یہ ازد ابن یغوث یمن میں رہتا تھا وہ ازد ابن یغوث ابن لیث ابن مالک ابن کہلان ابن سبا ہے،ان لوگوں کو ازد اللہ اس لیے کہا گیا کہ وہ پہلے ہی سے بڑے بہادر جنگ میں ثابت قدم رہنے والے تھے،پھر اس قبیلہ یعنی انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت شاندار خدمات انجام دیں اسلام کے پھیلانے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔(مرقات)

۲؎ یعنی کفار انہیں ذلیل کرنا چاہیں گے مگر اللہ تعالٰی ہمیشہ انہیں غالب اور عزت والا رکھے گا۔اس میں غیبی خبر ہے ایسا ہی ہوا اب تک انصار کا بڑا احترام ہے اور رہے گا۔

۳؎ یعنی قبیلہ ازد کی ایسی عزت ہوگی کہ لوگ اس پر رشک کریں گی حتی کہ بڑی عزت والے انسان بھی کہا کریں گے کہ کاش ہم بھی ازدی ہوتے حتی کہ کہا جاوے گا کہ ہماری ماں ہی ازدی ہوتی تو ہم کو اس نسبت سے شرف حاصل ہوتا۔معلوم ہوا کہ قبیلہ ازد کی بڑی عزت ہوگی۔

[14]- 5992	
وَعَن عمرَان بن حُصَيْن قَالَ: مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَكْرَهُ ثَلَاثَةَ أَحْيَاء: ثَقِيفٌ وَبَنِي حَنِيفَةَ وَبَنِي أُمَيَّةَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيب	روایت ہے حضرت عمران بن حصین سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند کرتے تھے ثقیف اور بنی حنیفہ اور بنی امیہ ۲؎ (ترمذی)اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں،حضرت ابوہریرہ کے ساتھ خیبر کے سال اسلام لائے،تیس سال بستر علالت پر رہے،چلنے پھرنے سے معذور تھے،آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے،ایک دوست آپ کی حالت زار دیکھ کر رونے لگے،آپ نے فرمایا اگر تم کو میری اندرونی

حالت کی خبر ہوتی تو تم مجھ پر خوشی حاصل کرتے مجھے فرشتے برملا سلام کرتے ہیں انہیں جواب دیتا ہوں،اس لذت میں مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی، میری زندگی میں یہ بات کسی سے نہ کہنا۔(اشعہ)آپ نے ۵۲ھ باون میں بصرہ میں وفات پائی۔ (مرقات)

۲؎ ثقیف بنی ہوازن کا ایک خاندان ہے اس خاندان کے مورث کا لقب ثقیف تھا،اس کا نام قسی ابن منبہ ابن ابکر ابن حنفیہ ہوازن ہے۔(مرقات)اور بنی حنیفہ بھی ایک قبیلہ ہے جو اثال ابن الحلیم کی اولاد ہے۔اثال کا لقب حنیفہ تھا،اسی قبیلہ کی عورت خولہ بن جعفر حنفیہ ہےجو حضرت علی کی بیوی ہے اس کے بطن سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے،اس سے جو نسل چلی انہیں علوی کہا جاسکتا ہے یعنی حضرت علی کی اولاد۔(از مرقات)اور بنی امیہ مشہور قبیلہ ہےاس قبیلہ سے حضرت عثمان ابن عفان ہیں،امیہ ہاشم کا بھائی تھا،ہاشم کی اولاد ہاشمی کہلاتی ہے،ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور امیہ کی اولاد اموی یا بنی امیہ کے نام سے موسوم ہے۔ ان تینوں قبیلوں کو ناپسند فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بعض لوگ بڑے موذی و خطرناک ہوتے ہیں،بنی ثقیف میں ظالم حجاج ابن یوسف اور بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب جس نے دعویٰ نبوت کیا،بنی امیہ میں یزید عبید اللہ ابن زیاد جیسے ظالم ہوئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بنی امیہ کا ہر فرد حضور کو ناپسند تھا ورنہ حضرت عثمان بنی امیہ میں وہ ہستی ہیں جو حضور کی دو بیٹیوں کے خاوند ہوئے اس لیے آپ کو ذوالنورین یعنی دو نور والا کہا جاتا ہے،اس دنیا میں کوئی شخص کسی نبی کی دو صاحبزادیوں کا خاوند نہیں ہوا سوا آپ کے،ایسے ہی عمر ابن عبدالعزیز بنی امیہ سے ہیں رضی اللہ عنہم۔

[15]- 5993	
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيرٌ» قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِصْمَةَ يُقَالُ: الْكَذَّابُ هُوَ الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ وَالْمُبِيرُ هُوَ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوسُفَ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ: أَحْصَوْا مَا قَتَلَ الْحَجَّاجُ صَبْرًا فَبَلَغَ مِائَةَ أَلْفٍ وَعِشْرِين ألفا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا اور ایک ہلاک کرنے والا،عبداللہ ابن عصمہ نے کہا کہ کہا جاتا ہے کہ جھوٹا تو مختار ابن ابی عبید ہے۱؎ اور ہلاک کرنے والا حجاج ابن یوسف ہے ۲؎ ہشام ابن حسان نے کہا کہ انہیں گنو جنہیں حجاج نے باندھ کر قتل کیا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے ۳؎(ترمذی)

۱؎ خیال رہے کہ بنی ثقیف میں مختار ابن عبید ابن مسعود ثقفی ہوا ہے جو واقعہ کربلا کے بعد شہداء کربلا کا بدلہ لینے کے بہانہ اٹھا لشکر عظیم اس کے ساتھ ہوگیا،اس نے عبداللہ ابن زیاد کو قتل کیا پھر دعویٰ نبوت کیا اور عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں مارا گیا اسی مختار کی قبر کوفہ میں ہے شیعہ لوگ اس قبر کا بڑا احترام کرتے ہیں مگر یہ مرا ہے مرتد ہو کر۔مختار کا باپ صحابی تھا، مختار ہجرت کے سال پیدا ہوا،۷۲ بہتّر میں اسے مصعب ابن عمیر نے قتل کیا سولہ مہینے حکومت کی۔(مرقات)

۲؎ حجاج ابن یوسف بادشاہ عبدالملک ابن مروان کی طرف سے عراق اور خراسان کا حاکم تھا،یہ واسط میں ہلاک ہوا شوال ۷۵ پچھتّر میں مرا عمر چون ۵۴ سال ہوئی۔

۳؎ یعنی جن مسلمانوں کو حجاج نے قتل کیا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے اور جو مسلمان معرکہ جنگ میں شہید ہوئے ان کی تعداد پچاس ہزار ہے۔(اشعہ)دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ظالم ہوا ہو۔خدا کی پناہ!

[16]- 5994	
وَرَوَى مُسْلِمٌ فِي «الصَّحِيحِ» حِينَ قَتَلَ الْحَجَّاجُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ	مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی کہ جب حجاج نے عبداللہ ابن زبیر کو قتل کیا تو بی بی اسماء نے کہا۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

الزُّبَيْرِ قَالَتْ أَسْمَاءَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا «أن فِي ثَقِيف كذابا ومبيرا» فَأَما الْكَذَّاب فَرَأَيْنَاهُ وَأَمَّا الْمُبِيرُ فَلَا إِخَالُكَ إِلَّا إِيَّاهُ. وَسَيَجِيءُ تَمام الحَدِيث فِي الْفَصْل الثَّالِث	ہم کو خبر دی کہ ثقیف میں ایک جھوٹا ہےاور ایک ہلاک کرنے والا جھوٹے کو تو ہم نے دیکھ لیا ۲؎لیکن مہلک کو تومیں تجھے نہیں خیال کرتی مگر وہ ہی ۳؎اور پوری حدیث تیسری فصل میں آوے گی۔

۱؎حضرت عبداللہ ابن زبیر کے قتل کا واقعہ ابھی تیسری فصل میں آرہا ہے حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق حضرت زبیر کی بیوی اور عبداللہ ابن زبیر کی والدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنین کی بہن ہیں رضی اللہ عنہا۔

۲؎یعنی مسیلمہ کذاب جس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا بہت لوگوں کو گمراہ کیا آخر وحشی کے ہاتھوں خلافت صدیقی میں مارا گیا تواریخ اس واقعہ سے بھری ہوئی ہیں۔

۳؎یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظالم کا نام نہیں بتایا مگر تیرے کام بتارہے ہیں کہ تو وہی ہے کہ تو نے امت رسول کو بہت ہی قتل کیا۔

5995 -[17] وَعَن جَابر قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِيفٍ فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ. قَالَ: «اللَّهُمَّ اهْدِ ثقيفا» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کو ثقیف کے تیروں نے جلاڈالا ۱؎حضور ان پر بد دعا کریں فرمایاالٰہی ثقیف کو ہدایت دے۲؎(ترمذی)

۱؎یہ عرض ومعروض غزوہ طائف میں ہوئی جبکہ مسلمانوں کو بنی ثقیف سے بہت تکلیف پہنچی۔(مرقات) صحابہ نے عرض کیا تھاکہ ان کی ہلاکت کی دعافرمادیں۔

۲؎چنانچہ حضور کی دعا سے سارے ثقفی لوگ ایمان لائے یہ ہے شان رحمۃ للعالمین۔

5996 -[18] وَعَن عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مِينَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فجَاء رَجُلٌ أَحْسَبُهُ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الْعَنْ حِمْيَرًا فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَهُ من الشقّ الآخر فَأَعْرَض عَنهُ ثمَّ جَاءَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَحِمَ اللَّهُ حِمْيَرًا أَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَأَيْدِيهِمْ طَعَامٌ وَهُمْ أَهْلُ أَمْنٍ وَإِيمَانٍ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ ويُروى عَن ميناءَ هَذَا أَحَادِيث مَنَاكِير	روایت ہے عبدالرزاق سے وہ اپنے والد سے راوی۱؎وہ مینا سے وہ حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا میرا خیال ہے کہ وہ قبیلہ بنی قیس سے تھا۲؎بولا یارسول اللہ حمیر پر لعنت کیجئے۳؎ حضور نے اس سے منہ پھیر لیا وہ آپ کے پاس دوسری طرف سے آیا آپ نے اس سے منہ پھیر لیا پھر وہ اور طرف سے آیا حضور نے اس سے منہ پھیر لیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ حمیر پر رحم کرے ۴؎ان کے منہ میں سلام ہے ان کے ہاتھوں میں کھانا ہے وہ امن اور ایمان والے ہیں ۵؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اسے ہم نہیں جانتے مگر عبدالرزاق کی حدیث سے اور ان مینا سے منکر حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔

۱؎ آپ عبدالرزاق ابن ہمام ابن نافع ہیں،تبع تابعین میں سے ہیں اور یہ تابعی ہیں،ضعیف ہیں،عبدالرحمٰن ابن عوف کے غلام ہیں۔(اشعہ)

۲؎ یعنی وہ آنے والا شخص قبیلہ بنی قیس سے تھا،قیس عیلان ایک شخص تھا جس کا نام الیاس ابن مضر تھا،لقب قیس،اس کی اولاد کو بنی قیس کہا جاتا ہے۔(مرقات)

۳؎ شاید ان دونوں قبیلوں یعنی قیس اور حمیر کی آپس میں مخالفت ہوگی اس لیے اس نے بددعا کے لیے کہا اس وقت تک حمیر قبیلہ ایمان نہ لایا ہوگا۔

۴؎ حمیر بروزن درہم یمن کے مغربی شہر کا نام بھی ہے اور حمیر ابن سبا ابن یشحب ایک آدمی کا نام بھی ہے اس کی اولاد کو حمیر کہا جاتا ہے،اب یہ بہت بڑا قبیلہ ہے۔

۵؎ یعنی ان میں چار صفات ہیں:نرم زبان،سخی ہاتھ،دل میں امن کہ کسی کو ستاتے نہیں،کامل ایمان یا تو فی الحال ایمان والے ہیں یا آئندہ ایمان والے ہونے والے ہیں میں ان پر بددعا کیسے کروں۔

[19]- 5997 وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مِمَّنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ: مِنْ دَوْسٍ. قَالَ: «مَا كُنْتُ أَرَى أَنَّ فِي دَوْسٍ أحدا فِيهِ خير» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کس قبیلہ سے ہو۱؎ میں نے کہا کہ دوس سے ہوں فرمایا میں نہیں سمجھتا تھا کہ دوس میں کوئی ایسی چیز ہے جس میں بھلائی ہو۲؎(ترمذی)

۱؎ یعنی جب حضرت ابوہریرہ ایمان لائے تو حضور انور نے ان سے ان کے قبیلہ کا نام پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں قبیلہ دوس سے۔خیال رہے کہ دوس ابن عدنان ابن عبداللہ اس قبیلہ کا مورث اعلیٰ ہے اس کی طرف یہ قبیلہ منسوب ہے۔(مرقات)

۲؎ یعنی ہمارا خیال تھا کہ قبیلہ دوس میں سارے لوگ ہی برے ہیں مگر ماشاء اللہ تم دوسی ہو اور اچھے ہو اس میں دوس قبیلہ کی برائی ہے اور حضرت ابوہریرہ کی بہت تعریف۔

[20]- 5998 وَعَن سلمَان قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَا تُبْغِضْنِي فَتُفَارِقَ دِينَكَ» قَلْتُ:يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أُبْغِضُكَ وَبِكَ هَدَانَا اللَّهُ؟قَالَ:«تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِي».رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے بغض نہ رکھنا ورنہ اپنا دین چھوڑ بیٹھو گے۱؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں آپ کے ذریعہ تو اللہ نے ہم کو ہدایت دی ۲؎ فرمایا کہ تم عرب سے بغض رکھو تو مجھ سے ہی رکھو گے ۳؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱؎ حضرت سلمان فارسی یعنی ایران کے رہنے والے تھے،عرب میں رہنے لگے۔بعض طبیعتوں میں صوبائی یا ملکی تعصب ہوتا ہے کہ ہمارا ملک ہمارا صوبہ اچھا دوسرا صوبہ وہاں کے لوگ برے اس کی پیش بندی فرماتے ہوئے یہ ارشاد ہوا کہ یہاں فارسیت اور عربیت کا فرق نہ کرنا۔یہ کلام شریف اگلے کلام کی تمہید ہے ان تعصبوں سے اللہ بچائے مگر کس نفیس طریقہ سے تعلیم فرمائی سبحان اللہ!اپنے ذکر سے ابتداء فرمائی تاکہ ان کے قلب پر گہرا اثر ہو۔

۲؎ یعنی جب انسان اپنے ماں باپ سے عداوت نہیں کرتا جن سے جان ملتی ہے تو حضور سے تو ہم کو ایمان،قرآن عرفان بلکہ رحمان ملا تو کیسے ہوسکتا ہے کہ میں حضور سے بغض رکھوں۔

۳؎ یعنی عرب سے اس لیے نفرت کرنا کہ وہ عرب ہیں حضور سے بغض ہے کیونکہ حضور سرکار عربی ہیں ،قرآن عربی میں ہے لہذا مدینہ منورہ کے منافقین اور عرب کے یہودیوں، نجد کے وہابیوں سے نفرت کرناان سے بعض رکھنا بالکل درست ہے کہ اس میں کفر سے نفرت ہے نہ کہ ان کے عربی ہونے سے،حضور کی ہر منسوب چیز سے الفت رکھنا علامت ایمان ہے،اس نسبت سے نفرت کرنا علامت کفر ہے،دیکھو صفا مروہ پہاڑوں کو حضرت ہاجرہ سے نسبت ہے تو انہیں شعائر اللہ فرمایا"اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ"اور شعائر اللہ کی تعظیم دلی تقویٰ ہے"وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ"۔

[21]- 5999	
وَعَن عُثْمَان بن عَفَّان قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي».رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ وَلَيْسَ هُوَ عِنْدَ أَهلِ الحَدِيث بِذَاكَ الْقَوي	روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عرب سے خیانت کرے ۱؎ وہ میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اسے میری محبت نصیب نہ ہوگی ۲؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اسے ہم نہیں پہچانتے مگر حصین ابن عمرو کی حدیث ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ایسے قوی نہیں ۳؎

۱؎ غش کے لفظی معنی ہیں ملاوٹ کرنا یہاں مراد ہے ان کی طرف سے دل میں کھوٹ رکھنا عداوت رکھنا ان سے خیانت کرنا۔(اشعہ،مرقات،لمعات)

۲؎ حضور کی شفاعت کی بہت قسمیں ہیں: میدان محشر سے نجات دلانے کی شفاعت،گناہ معاف کرانے کی شفاعت،درجے بلند کرانے کی شفاعت۔پہلی شفاعت سے کفار بھی فائدہ اٹھائیں گے اور دوسری شفاعت ہم جیسے گنہگاروں کے لیے ہیں،آخری شفاعت ولیوں حتی کہ نبیوں کے لیے بھی ہے،دوسری شفاعت کے لحاظ سے حضور کو شفیع المذنبین کہاجاتاہے یہاں آخری شفاعت کی نفی ہے کیونکہ دوسری شفاعت توگناہ کبیرہ والوں کی بھی ہوگی،فرماتے ہیں شفاعتی لاھل الکبائر من امتی اور اگر کسی نے عرب سے عربی ہونے کی وجہ سے بغض رکھا تو وہ کافر ہے اس کے لیے یہ شفاعت بھی نہیں۔

۳؎ یعنی یہ حدیث قوی نہیں مگر چونکہ فضائل اعمال میں ہے لہذا قبول ہے۔خیال رہے کہ یہ حدیث اتنی اسنادوں سے مروی ہے کہ معنًی متواتر ہے۔چنانچہ حاکم نے انس سے مرفوعًا روایت فرمایاکہ عرب کی محبت ایمان سے ہےاور ان سے نفرت منافقت ہے۔طبرانی میں ہے کہ قریش سے محبت ایمان ہے ان سے عداوت کفر ہے جس نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی،جس نے عرب سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت کی کہ فقیروں سے محبت رکھو ان کے پاس بیٹھو،عرب سے دلی محبت کروو غیرہ۔(مرقات)بہرحال یہ حدیث مختلف طریقوں سے مختلف اسنادوں سے مروی ہے۔

[22]- 6000	
وَعَن أم حَرِير مولاة طَلْحَة بن مَالك قَالَتْ: سَمِعْتُ	روایت ہے ام جریر سے جو طلحہ ابن مالک کی لونڈی ہیں فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے مولا کو کہتے سنا کہ فرمایا رسول اللہ صلی

مَوْلَايَ يَقُولَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولَ:«مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ»رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کا نزدیک ہونا عرب کی ہلاکت ہے ۱؎(ترمذی)

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ تمام ملکوں سے آخر میں ملک عرب فنا ہوگااس کے بعد قیامت ہی ہے،یہ جگہ دنیا کا تعویذ ہے کیوں نہ ہو کہ یہ جگہ حضور کی ہے اور حرمین شریفین ہے جو دنیا کا مرکز ہیں مرکز سے دائرہ کی بقاء ہے۔

[23]- 6001 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُلْكُ فِي قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ فِي الْأَنْصَارِ وَالْأَذَانُ فِي الْحَبَشَةِ وَالْأَمَانَةُ فِي الْأَزْدِ» يَعْنِي الْيَمَنَ. وَفِي رِوَايَةٍ مَوْقُوفًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَقَالَ: هَذَا أصح	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سلطنت قریش میں ہے اور قضاء انصار میں ۱؎ اور اذان حبشہ میں ۲؎ اور امانتداری ازدیعنی یمن میں ہے ۳؎ اور ایک روایت میں یہ حدیث موقوف ہے۔(ترمذی)اور فرمایا یہ بہت صحیح ہے۔

۱؎ یعنی مناسب یہ ہے کہ سلطان اسلام قرشی ہو نقیب یا وزیر انصاری ہوں۔چنانچہ حضور انور نے ہجرت سے پہلے ستر انصاریوں کو مدینہ منورہ کی نقابت اور سرداری کے لیے منتخب فرمایا۔بعض شارحین نے کہا کہ قضا سے مراد شخصی قاضی ہوتا ہے،انصار اسلام کا ستون ہیں انہیں کے شہر میں انہیں کے ذریعہ سے اسلام پھیلا،حضرت معاذ کو حضور انور نے یمن کا قاضی مقرر فرمایا۔

۲؎ کیوں نہ ہو کہ مؤذنوں کے سردار حضرت بلال حبشی ہیں جن کی اذان کی آواز عرش معلیٰ تک پہنچتی تھی،ایک دن حضرت بلال کو اذان سے روک دیا گیادوسرے شخص نے اذان دی تو وحی الٰہی آئی ؎

گفت ہاتف بردر خیر الورا　　　چہ سبب بے بانگ شدبیت خدا

آج بغیر اذان نماز کیوں پڑھ لی حضور انور نے فرمایا کہ مولیٰ آج تو بڑی خوش الحانی سے اذان ہوئی ہے تو فرمایا ؎

گفت ہاتف بازاز بانگ بلال　　　خوش شدے برعرش رب ذوالجلال

۳؎ ازد ملک یمن کا ایک قبیلہ ہے،ازد فرمانے سے شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید یمن کے دوسرے قبیلوں میں امانت داری نہ ہو تو فرمایا کہ ازد سے ہماری مراد سارا یمن ہے سارے یمنی امین ہوتے ہیں کیوں نہ ہوں کہ حضرت اویس قرنی کے ہم وطن ہیں۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

[24]- 6002 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: «لَا يُقْتَلُ قُرَشِيٌّ صَبْرًا بَعْدَ هَذَا الْيَوْمِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مطیع سے وہ اپنے والد سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ میں فرماتے سنا کہ اس دن کے بعد قیامت تک کوئی قرشی باندھ کر قتل نہیں کیا جاوے گا ۲؎(مسلم)

۱؎ مطیع کا نام عاصی ہے حضور انور نے ان کا نام مطیع رکھا،عبداللہ ابن مطیع قرشی سرداروں میں سے ہیں،جب اہل مدینہ نے یزید سے بغاوت کی تو انہیں کو اپنا امیر بنایا تھا،آپ حضرت عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ قتل کیے گئے،۷۳ھ میں عبداللہ ابن زبیر نے آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا مختار نے انہیں قتل کیا۔(مرقات)

۲؎ یعنی آئندہ کوئی قرشی مرتد نہ ہوگا تاکہ اپنے ارتداد کی وجہ سے باندھ کر قتل کیا جاوے یا یہ خبر بمعنی ممانعت ہے کہ کسی قرشی کو بلاوجہ باندھ کر قتل نہ کیا جاوے یا کسی معرکہ میں کوئی قرشی باندھ کر قتل نہ کیا جاوے گا لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور کے بعد ظالم حجاج نے بہت سے قرشی باندھ کر قتل کیے،یوں ہی اگر قرشی کسی کو قتل کردے تو اسے قصاص میں باندھ کر قتل کرنا جائز ہے۔(لمعات،مرقات)

[25]- 6003

وَعَنْ أَبِي نَوْفَلٍ مُعَاوِيَةَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَلَى عَقَبَةِ الْمَدِينَةِ قَالَ فَجَعَلَتْ قُرَيْشٌ تَمُرُّ عَلَيْهِ وَالنَّاسُ حَتَّى مَرَّ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَوقف عَلَيْهِ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ هَذَا أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ هَذَا أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ هَذَا أَمَا وَاللَّهِ إِنْ كُنْتَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا وَصُولًا لِلرَّحِمِ أَمَا وَاللَّهِ لَأُمَّةٌ أَنْتَ شَرُّهَا لَأُمَّةُ سَوْءٍ - وَفِي رِوَايَةٍ لَأُمَّةٌ خَيْرٍ - ثُمَّ نَفَذَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ مَوْقِفُ عَبْدِ اللَّهِ وَقَوْلُهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَأُنْزِلَ عَنْ جِذْعِهِ فَأُلْقِيَ فِي قُبُورِ الْيَهُودِ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُمِّهِ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ فَأَبَتْ أَنْ تَأْتِيَهُ فَأَعَادَ عَلَيْهَا الرَّسُولَ لَتَأْتِيَنِّي أَوْ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكِ مَنْ يَسْحَبُكِ بِقُرُونِكِ. قَالَ: فَأَبَتْ وَقَالَتْ: وَاللَّهِ لَا آتِيكَ حَتَّى تَبْعَثَ إِلَيَّ من يسحبُني بقروني. قَالَ: فَقَالَ: أَرُونِي سِبْتَيَّ فَأَخَذَ نَعْلَيْهِ ثُمَّ انْطَلَقَ يَتَوَذَّفُ حَتَّى دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ: كَيْفَ رَأَيْتِنِي صَنَعْتُ بِعَدُوِّ اللَّهِ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُكَ أَفْسَدْتَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ وَأَفْسَدَ عَلَيْكَ آخِرَتَكَ

روایت ہے ابو نوفل معاویہ ابن مسلم سے فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن زبیر کو مدینہ کی گھاٹی پر دیکھا۱؎ فرماتے ہیں کہ قریش اور لوگ ان پر گزرنے لگے حتی کہ ان پر عبداللہ ابن عمر گزرے۲؎ تو ان پر رک گئے پھر بولے اے ابو خبیب تم پر سلام اے ابو خبیب تم پر سلام اے ابو خبیب۳؎ خدا کی قسم میں تم کو اس سے منع کیا کرتا تھا خدا کی قسم میں تم کو اس سے منع کیا کرتا تھا خدا کی قسم تم کو اس سے منع کیا کرتا تھا۴؎ خدا کی قسم جہاں تک میں جانتا ہوں تم بہت روزہ نماز والے صلہ رحمی کرنے والے تھے۵؎ خدا کی قسم جس گروہ کے نزدیک تم برے ہو وہ برا گروہ ہے۶؎ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اچھا گروہ ہے۷؎ پھر عبداللہ ابن عمر چلے گئے پھر حجاج کو عبداللہ کے ٹھہرنے اور ان کی گفتگو کی خبر پہنچی تو ان کی لاش پر آدمی بھیجا وہ اپنی شاخ سے اتارے گئے پھر یہود کے قبرستان میں ڈال دیئے گئے۸؎ پھر اس نے ان کی والدہ اسماء بنت ابوبکر کو بلوایا انہوں نے آنے سے انکار کیا اس نے دوبارہ قاصد سے کہلا بھیجا کہ یا تو میرے پاس آجاؤ ورنہ تمہارے پاس اس کو بھیجوں گا جو تم کو بالوں سے کھینچے گا۹؎ فرماتے ہیں کہ انہوں نے انکار ہی کیا بولیں خدا کی قسم میں تیرے پاس نہیں آؤں گی حتی کہ میرے پاس اسے بھیجے جو میرے بال پکڑ کر مجھے گھسیٹے۱۰؎ فرماتے ہیں وہ بولا میری جوتی۱۱؎ دکھاؤ اس نے اپنی جوتی لی پھر اکڑتا ہوا چلا۱۲؎ حتی کہ ان کے پاس پہنچ گیا بولا تم نے مجھے دیکھ لیا کہ میں نے اللہ کے دشمن سے کیسا سلوک کیا ہے آپ بولیں

بَلَغَنِي أَنَّكَ تَقُولُ لَهُ: يَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ أَنَا وَاللَّهِ ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكُنْتُ أَرْفَعُ بِهِ طَعَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَامَ أَبِي بَكْرٍ مِنَ الدَّوَابِّ وَأَمَّا الْآخَرُ فنطاق المرأةِ الَّتِي لَا تَسْتَغْنِي عَنهُ أما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدثنَا: «أَن فِي ثَقِيف كذابا ومبيرا» . فَأَما الْكَذَّابُ فَرَأَيْنَاهُ وَأَمَّا الْمُبِيرُ فَلَا إِخَالُكَ إِلَّا إِيَّاه. قَالَ فَقَامَ عَنْهَا وَلم يُرَاجِعهَا. رَوَاهُ مُسلم	کہ میں نے تجھے دیکھا کہ تو نے انکی دنیا ان پر بگاڑ دی اور انہوں نے تجھ پر تیری آخرت بگاڑ دی۱۳؎ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو ان سے کہتا ہے کہ اے دو کمر بند والی کے بیٹے خدا کی قسم میں دو کمر بند والی ہوں ان میں سے ایک تو۱۴؎ اس سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا اور حضرت ابوبکر کا کھانا جانوروں سے اٹھاتی تھی ۱۵؎ رہا دوسرا تو وہ ہی کمر بند ہے جس سے عورت بے نیاز نہیں ہوتی آگاہ رہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی تھی کہ قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا اور ایک فسادی ہلاکت والا جھوٹا تو ہم نے دیکھ لیا رہا فسادی تو میں تجھے نہیں سمجھی مگر وہی ۱۶؎ راوی فرماتے ہیں کہ ان کے پاس سے اٹھ گیا انہیں کوئی جواب نہ دیا ۱۷؎(مسلم)

۱؎ سیدنا عبداللہ ابن زبیر کو حجاج ابن یوسف نے سولی پر چڑھایا،یہ واقعہ مکہ معظّمہ میں ہوا مگر انہیں مدینہ منورہ کے راستہ پر سولی دی گئی اس لیے عقبۃ المدینہ ارشاد ہوا۔بعد کو ان کی قبر مقام حجیجون میں بنائی گئی۔یہاں مرقات میں ہے کہ مکہ معظّمہ میں جنت معلیٰ کی تمام قبریں حتی کہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کی قبر بھی حضرات اولیاء اللہ کے کشف سے بنائی گئی ہے تاریخی لحاظ سے ان کی قبروں کے مقامات کا پتہ نہیں چلتا۔

۲؎ حضرت عبداللہ ابن زبیر کو برسر راہ سولی پر لٹکایا گیا تھا لوگ گزرتے تھے اور ان کی لاش کو لٹکا ہوا دیکھتے تھے ان پر حضرت ابن عمر بھی گزرے انکی لٹکی ہوئی لاش دیکھی۔

۳؎ حضرت ابن زبیر کی بڑے بیٹے کا نام خبیب تھا اس لیے آپ کی کنیت ابو خبیب ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ میت کو دفن سے پہلے بھی سلام کرنا جائز ہے اور تین بار سلام کرنا ثابت ہے۔

۴؎ حضرت ابن زبیر نے اولًا تو یزید کی بیعت نہیں کی بلکہ بہت سے علاقہ پر خود حاکم بن گئے پھر مروان پھر عبدالملک ان میں سے کسی کی بیعت نہ کی تھی حتی کہ عبدالملک نے حجاج ابن یوسف کو آپ کے مقابل بھیجا،حجاج نے آپ کو قتل کرکے آپ کا سر مدینہ منورہ بھیج دیا اور جسم کو راستہ میں سولی پر لٹکا دیا جو لشکر یزید نے مدینہ پر حملہ کرنے بھیجا تھا جس نے وہاں قیامت ڈھا دی وہ لشکر اس موقعہ پر مکہ معظّمہ آیا اس نے حضرت ابن زبیر سے جنگ کرکے آپ کو قتل کیا حضرت ابن عمر اسی کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ میں نے تم کو منع کیا تھا کہ خلافت و امارت کے جھگڑوں میں نہ پڑھو تم نے میری بات نہ مانی دیکھ لو اس کا انجام کیا ہوا۔(اشعہ)اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد لاشوں سے کلام سلام جائز ہے،حضور نے ابوجہل وغیرہ کی لاشوں سے صالح اور شعیب علیہ السلام نے عذاب شدہ کفار کی لاشوں سے کلام فرمایا۔

۵؎ یعنی جہاں تک مجھے علم ہے تم بڑے عابد و زاہد صحیح معاملات والے تھے،حضرت ابن زبیر بہت روزے رکھتے تھے حتی کہ کبھی مسلسل پندرہ دن تک روزے رکھتے قائم اللیل تھے۔

۶؎ یعنی حجاج ابن یوسف کی قوم جو تم کو برا سمجھتی ہے وہ بدترین قوم ہے تم اچھے ہو وہ قوم ہی بری ہے حجاج ابن زبیر کو عدو اللہ یعنی اللہ کا دشمن کہتا تھا اس کی تردید میں آپ نے یہ فرمایا۔

۷؎ یہ عبارت یا تو راوی کی غلطی ہے یا آپ نے بطور تمسخر یہ فرمایا کہ وہ بڑی اچھی جماعت ہے یعنی وہ اپنے کو اچھا سمجھتی ہے حالانکہ ہے بری۔

۸؎ سیدنا عبداللہ ابن عمران تمام جنگوں میں الگ تھلگ رہے تھے، نیز حضرت عمر فاروق کے صاحبزادے بڑے متبع سنت علم و عمل کے جامع تھے ان وجوہ سے ان کا بڑا احترام تھا۔جب حجاج کو پتہ چلا کہ حضرت ابن عمر نے یہ فرمایا ہے تو اسے خطرہ ہوا کہ اگر اب عبداللہ ابن زبیر کی لاش سولی پر رہی تو لوگوں میں زبردست اشتعال پیدا ہوگا، ممکن ہے کہ لوگ بھڑک جاویں اور ملک میں فساد ہوجاوے اس لیے آپ کی لاش یہود کے قبرستان میں ڈلوادی، اب وہ قبرستان لاپتہ ہے پھر مسلمانوں نے ان کی لاش جنت معلیٰ میں دفن کی بہت عرصہ کے بعد۔(اشعہ)

۹؎ حضرت اسماء بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ کی بہن حضور انور کی سالی ہیں، صحابیہ ہیں، حجاج ظالم کو کسی کی بزرگی کا بھی لحاظ نہ تھا اس نے بی بی اسماء کو اپنے دربار میں حاضر کرنا چاہا۔

۱۰؎ یعنی میں اپنی خوشی اپنے اختیار سے تیرے پاس نہیں آؤں گی ہاں اگر تو نے جبرًا بلا لیا تو میں مجبور ہوں گی۔

۱۱؎ سبت وہ جوتا جس پر بال نہ ہوں یعنی بال منڈے ہوئے چمڑے کی جوتی، سبت بمعنی مونڈنا صاف کرنا، بعض نے فرمایا کہ سبت ایک جگہ کا نام ہے جسے **سوق البست** کہتے ہیں۔عرب میں وہاں کا جوتا عام پہنا جاتا ہے جیسے ہمارے ملک میں تلہ گنگ کا جوتا یا ہندوستان میں دہلی کا جوتا۔

۱۲؎ **توذف** کے معنی ہیں قریب قریب قدم ڈال کر چلنا جیساکہ متکبرین کا طریقہ ہے یعنی وہ اکڑتا مٹکتا ہوا چلا نہایت فخر و تکبر سے۔

۱۳؎ اس بدنصیب نے حضرت اسماء سے تعزیت کرنے کی بجائے الٹا ان کو طعنہ دیا ان کا جوان بیٹا شہید کیا اور پھر زخم دل پر یہ نمک چھڑکا اپنے دشمن کو اللہ کا دشمن کہا، یعنی اے اسماء تم نے دیکھ لیا کہ میں نے تمہارے بیٹے اللہ کے دشمن کو کس طرح تکالیف کے ساتھ شہید کیا۔**سبحان اللہ!** کیسا پیارا جواب دیا کہ تو نے انہیں شہید کرکے ان کی دنیا ختم کردی مگر انہوں نے تیرے ہاتھوں شہید ہوکر تجھے ظالم بناکر تیری آخرت تباہ کردی، تجھے دوزخ کا مستحق بنادیا، انہیں صرف پانچ منٹ کی تکلیف ہوئی تو دائمی عذاب کا مستحق ہوگیا۔

پنداشت ستمگر کہ ستم برما کرد　　　　بر گردن او بماند برما بگذشت

۱۴؎ حجاج مردود حضرت عبداللہ ابن زبیر کو ماں کی گالی دیتا تھا کہ اے دو کمر بند والی عورت کے بیٹے، اس کا مقصد یہ تھا کہ تمہاری ماں لونڈی ہیں کہ مولیٰ کی خدمت کے لیے اپنی کمر دو نالوں سے باندھتی ہیں تم لونڈی کے بیٹے ہو، آپ فرماتی ہیں کہ اے مردود یہ لقب میرے لیے باعث فخر ہے مجھے حضور کی طرف سے ایک خدمت کے صلہ میں بطور خطاب ملا ہے تو اسے میرے لیے بطور گالی بناتا ہے۔

۱۵؎ اس عبارت کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ **دواب** بمعنی کیڑے مکوڑے ہے اور **ارفع** کے معنی میں محفوظ کرتی تھی۔یعنی ہجرت کے دن میں نے اپنے کمر بند کے ایک ٹکڑے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کا کھانا باندھا تھا تاکہ

وہ مکھی مچھر وغیرہ سے محفوظ رہے حضور اپنے سات لے جائیں۔دوسرے یہ کہ دواب سے مراد گھوڑے ہیں یعنی میں نے اپنے کمر بند سے کھانا باندھا تاکہ وہ گھوڑے کی پیٹھ سے گرنہ جائے۔(اشعہ)مگر پہلے معنی قوی ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب صدیق اپنے گھر سے ہجرت کے وقت گھوڑے پر سوار نہ تھے پیدل گئے تھے،غار ثور سے نکل کر اونٹ پر سوار ہوئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لقب میرے لیے باعث فخر ہےمیں نے اپنے کمربند سے حضور انور کی خدمت کی تھی کہ ہجرت کے وقت جلدی میں کوئی مجھے ڈوری یا چیز نہیں ملی تو میں نے اپنا کمر بند کاٹ کر اس سے حضور کے کھانے کا دسترخوان باندھ دیا دوسرا اپنے پاجامہ میں رکھا،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت میں فرمایا کہ تم ذات النطاقین یعنی دو کمر بند والی ہو،اس دن سے میرا لقب یہ ہی ہوگیا اور مجھے اس لقب پر ناز ہے۔

۶؎مبیر بنا ہے ابارۃ سے جس کا مادہ بور ہے بمعنی ہلاکت"**كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا**"۔یہاں مراد ہے قاتل ظالم سفاک واقعی حجاج جیسا ظالم قاتل کوئی نہ ہوا ہوگا یعنی جھوٹا نبی مسیلمہ کذاب تو ہم سب نے دیکھ لیا اسے عہد صدیقی میں فنا بھی کردیا مگر فسادی قاتل تو ہی معلوم ہوتا ہے چونکہ تو اسلامی لباس میں ہے اس لیے محفوظ و سلامت ہے۔

۷؎یہ حضرت اسماء کی کرامت ہی سمجھو کہ حجاج جیسے ظالم نے یہ سب کچھ سنا اور جواب نہ دیا چپکا چلا گیا۔حضرت عبداللہ ابن زبیر کی شہادت کے دس دن بعد بی بی اسماء کا انتقال ہوگیا غالبًا اسی صدمہ میں آپ کی عمر شریف ایک سو برس ہوئی کوئی دانت نہ گرا تھا۔(مرقات)

[26]- 6004	
وَعَن نَافِعٍ عَن ابْنَ عُمَرَ أَتَاهُ رَجُلَانِ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا: إِنَّ النَّاسَ صَنَعُوا مَا تَرَى وَأَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَخْرُجَ؟ فَقَالَ: يَمْنعنِي أَنَّ اللَّهَ حرم دَمَ أَخِي الْمُسْلِمِ. قَالَا: أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ:[وقاتلوهم حَتَّى لَا تكونَ فتْنَة] فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ:قَدْ قَاتَلْنَا حَتَّى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَكَانَ الدِّينُ لِلَّهِ وَأَنْتُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتَّى تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لغيرِ اللَّهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر کے پاس ابن زبیر کے فتنہ کے زمانہ میں دو آدمی آئے۱؎ بولے کہ لوگ جو کررہے ہیں وہ آپ دیکھتے ہیں اور آپ حضرت عمر کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کو بغاوت سے کون چیز مانع ہے۲؎ فرمایا کہ مجھے مانع یہ ہے کہ اللہ نے مجھ پر میرے مسلمان بھائی کا خون حرام کردیا۳؎ وہ بولے کہ کیا اللہ نے یہ نہ فرمایا کہ ان سے جنگ کرو حتی کہ فتنہ نہ رہے۴؎ ابن عمر بولے کہ وہ جنگ تو ہم کرچکے حتی کہ فتنہ نہ رہا۵؎ اور دین اللہ کا ہوگیا اور تم لوگ چاہتے ہو کہ جنگ کرو حتی کہ فتنہ ہوجاوے اور دین غیر اللہ کا ہوجاوے۶؎(بخاری)

۱؎ ابھی حضرت ابن زبیر شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ حجاج سے جنگ کی تیاری تھی اس وقت ان دونوں نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے یہ کہا۔

۲؎ یعنی آپ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور امیر المؤمنین فاروق اعظم کے فرزند آپ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں،آپ خلافت کا اعلان فرمادیں اور حجاج کا مقابلہ کریں یا کم از کم حضرت عبداللہ ابن زبیر کی امداد فرمادیں۔

۳؎ یعنی ان جنگوں میں دو طرفہ مسلمان ہیں میں جس کے ساتھ شریک ہوا تو میرے ہاتھ سے مسلمان ہی مارے جائیں گے اور قتل مسلم حرام ہے۔خیال رہے کہ حضرت ابن عمران صحابہ سے ہیں جو ان تمام جنگوں کو فتنہ سمجھتے تھے اور ان سے علیحدگی میں

عافیت و ثواب جانتے تھے۔بعض صحابہ نے ان جنگوں کو بغاوت سمجھا وہ حکومت کے ساتھ شریک ہوگئے،بعض نے حکومت کو غلط سمجھا وہ مخالفین کے ساتھ شریک ہوئے،حضرت ابن عمر ہمیشہ ان تمام جنگوں میں علیحدہ رہے ہر جماعت کے علیحدہ علیحدہ دلائل تھے ان کا یہ اختلاف اجتہادی تھا ان میں سے کوئی گنہگار نہ تھا۔

۴؎ یعنی اے ابن عمر یہ جنگ برحق ہے فتنہ مٹانے کے لیے ہے آپ ضرور اس میں شرکت کریں۔

۵؎ یعنی اس آیت میں فتنہ سے مراد شرک و کفر ہے اور جنگ سے مراد ہے کفار سے جہاد یعنی ہم کفار سے جہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں کرچکے اب یہ جنگیں مسلمانوں کی آپس میں ہیں جو نرا فساد ہیں۔

۶؎ یعنی تمہاری لڑائیوں کا انجام یہ ہوگا کہ مسلمان کمزور پڑ جائیں گے کافر حکومتیں تمہارے مقابل دلیر ہوجائیں گی،خطرہ ہے کہ اسلام کمزور ہوجائے گا یہ ملکی جنگ ہے دینی جہاد نہیں۔شعر

جنگ شاہاں فتنہ و غارتگری است   جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

آپ کے کلام میں پہلے فتنہ سے مراد کفر اور اس دوسرے فتنہ سے مراد ہے امن سوزی یعنی گزشتہ جہاد دفع کے لیے تھے اور اب یہ قتال اسلام کی جڑیں ہلادینے کے لیے ہے۔

6005 -[27] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن أبي هريرةَ قَالَ: جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ إِلَى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم فَقَالَ: إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ فَظَنَّ النَّاسُ أَنَّهُ يَدْعُو عَلَيْهِمْ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بهم».	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ طفیل ابن عمرو دوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۱؎ بولے کہ دوس تو ہلاک ہوگئے انہوں نے نافرمانی کی اور انکار کیا تو ان پر اللہ سے بددعا کریں لوگ سمجھے کہ حضور ان پر بددعا کریں گے مگر فرمایا الٰہی دوس کو ہدایت دے اور انہیں یہاں پہنچا دے۲؎(مسلم،بخاری)

۱؎ طفیل ابن عمرو کا لقب ذوالنور ہے کیونکہ جب حضور نے انہیں اپنی قوم کی طرف نمائندہ بناکر بھیجا تو ان کے عرض کرنے پر کہ میری نمائندگی کی کوئی نشانی عطا ہو حضور نے ان کی پیشانی چمکادی یہ نور آپ کے سامنے رہتا تھا پھر وہ نور ان کی لاٹھی میں منتقل ہوگیا وہ لاٹھی رات میں مشعل کی طرح چمکتی تھی،آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تو آپ کی تبلیغ پر حضرت ابوہریرہ اور طفیل کے والد تو ایمان لائے والدہ ایمان نہ لائیں،آپ خلافت صدیق میں غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۲؎ سبحان اللہ! یہ ہے کرم کریمانہ کہ خود دوسی شخص اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے بددعا چاہتے مگر رحمت والے محبوب انہیں دو دعائیں دیتے ہیں ایک ایمان کی دوسری ان کے مدینہ منورہ حاضر ہوکر حضور کو دیکھ کر صحابی بن جانے کی،اللہ نے حضور کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں یعنی الٰہی انہیں مؤمن بنا کر میرے پاس لا۔

6006 -[28] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ: لِأَنِّي عَرَبِيٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عربيٌّ «رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي»شعب	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین وجہ سے عرب سے محبت کرو۱؎ کیونکہ میں عربی ہوں قرآن عربی ہے اور جنتی لوگوں کی بولی عربی ہے۲؎(بیہقی شعب الایمان)

الْإِیمَان".	

۱؎ عرب سے مراد عرب کے مؤمنین ہیں،کفار عرب اور عرب کے یہود و نصاریٰ سے نفرت و عدوات ضرور ہے کہ یہ نفرت ان کے کفر سے ہے نہ کہ عربی ہونے سے۔مؤمنین عرب ہمارے سروں کے تاج ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں۔
۲؎ یہاں مرقات میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عربی،قرآن مجید عربی،جنتیوں کی زبان عربی،قبر کا حساب عربی زبان میں ہے،عربی زبان تمام زبانوں سے زیادہ فصیح زیادہ مختصر ہے،عرب نے حضور سے شریعت لی ہم کو پہنچائی،انہوں نے ہی کفار سے اولًا جہاد کیے،انہوں نے ہی حضور کے اقوال و اعمال دیکھے اور سنے وہ اسلام کی اصل ہیں،انہوں نے ہی اطراف عالم میں میں اسلام پھیلایا،بدرو حنین بلکہ یرموک اور قادسیہ وغیرہ غزوات انہوں نے ہی جیتے وہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد ہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخیوں کی عربی زبان نہیں ہوگی(مرقات)یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن وہ ہے جو عربی میں ہے،اس کے ترجمے قرآن نہیں نہ ان کی تلاوت نماز میں درست،حضرت جبریل علیہ السلام نے جو قرآن حضور کو سنایا وہ عربی تھا۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ مرتے ہی سب کی زبان عربی ہوجاتی ہے اس لیے قبر و حشر کے سارے کاروبار عربی میں ہوں گے،اہل جنت کی زبان عربی ہی رہتی ہے۔دوزخیوں کی زبان بدل جاتی ہے۔

باب مناقب الصحابة

حضرات صحابہ کے فضائل ۱

الفصل الاول

پہلی فصل

۱ مناقب جمع ہے منقبة کی بمعنی فضیلت و بزرگی۔(مرقات) صحابہ جمع ہے صاحب کی یا صحابی کی بمعنی ساتھی۔شریعت میں صحابی وہ انسان ہے جو ہوش و ایمان کی حالت میں حضور انور کو دیکھے یا صحبت میں حاضر ہو اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہو جاوے، اگر درمیان میں مرتد ہوگیا پھر مسلمان ہو کر مرا تب بھی صحابی ہے جیسے اشعث ابن قیس کے متعلق مشہور ہے۔(از اشعہ) جنات فرشتے یوں ہی حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صحابی نہیں۔صحابہ کی تعداد ان کے اقسام ہم ابھی کچھ پہلے عرض کرچکے ہیں۔صحابی تمام جہان کے مسلمانوں سے افضل،روئے زمین کے سارے ولی غوث قطب ایک صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچتے۔صحابہ میں خلفاء راشدین بہ ترتیب خلافت افضل ہیں،پھر عشرہ مبشرہ،پھر بدر والے،پھر بیعت رضوان والے،پھر صاحب قبلتین۔کوئی صحابی فاسق نہیں سب عادل ہیں،رب فرماتا ہے:"وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا"اور فرماتا ہے:"وَ كَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ"۔صحابہ کے متعلق پوری بحث ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

6007 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَن أبي سعيدٍ الْخُدْرِيّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نصيفه».	روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں کا کوئی احد(پہاڑ) بھر سونا خیرات کرے تو ان کے ایک کے نہ مد کو پہنچے نہ آدھے کو ۱(مسلم،بخاری)

۱ چار مد کا ایک صاع ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے چار سیر کا تو مد ایک سیر آدھ پاؤ ہوا یعنی میرا صحابی قریبًا سوا سیر جو خیرات کرے اور ان کے علاوہ کوئی مسلمان خواہ غوث و قطب ہو یا عام مسلمان پہاڑ بھر سونا خیرات کرے تو اس کا سونا قرب الٰہی اور قبولیت میں صحابی کے سوا سیر کو نہیں پہنچ سکتا،یہ ہی حال روزہ نماز اور ساری عبادات کا ہے۔جب مسجد نبوی کی نماز دوسری جگہ کی نمازوں سے پچاس ہزار گناہ ہے تو جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور دیدار پایا ان کا کیا پوچھنا اور ان کی عبادات کا کیا کہنا یہاں قرب الٰہی کا ذکر ہے۔جس حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ کے فلاں جہاد کے مجاہدین کی ایک جماعت کو فی کس پچاس صحابہ کے برابر ثواب ملے گا وہاں ثواب کا ذکر ہے قرب اور درجہ کا ذکر نہیں،درجہ اور ثواب میں بڑا فرق ہے۔اگر کسی سپاہی کو بادشاہ انعام دے دے تو وہ وزیر اعظم کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کا ذکر ہمیشہ خیر سے ہی کرنا چاہیے کسی صحابی کو ہلکے لفظ سے یاد نہ کرو۔یہ حضرات وہ ہیں جنہیں رب نے اپنے محبوب کی صحبت کے لیے چنا،مہربان باپ اپنے بیٹے کو بروں کی صحبت میں نہیں رہنے دیتا تو مہربان رب نے اپنے نبی کو بروں کی صحبت میں رہنا کیسے پسند فرمایا۔

رسول اللہ طیب ان کے سب ساتھی بھی طاہر ہیں   چنیدہ بہر پاکاں حضرت فاروق اعظم ہیں

6008 -[2] وَعَن أبي بردة عَن أَبيه قَالَ: رَفَعَ يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ	روایت ہے حضرت ابوبردہ سے وہ اپنے والد سے راوی ۱ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ

عَلَيْهِ وَسلم رَأسه إِلَى السَّمَاء وَكَانَ كثيرا مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاء. فَقَالَ: «النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاء فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومَ أَتَى السَّمَاءَ مَا توعَدُ وَأَنا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي فَإِذَا ذَهَبْتُ أَنَا أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمتي مَا يُوعَدُون» . رَوَاهُ مُسلم	بہت دفعہ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۲ فرمایا کہ تارے آسمان کے لیے امان ہیں جب تارے جاتے رہیں گے تو آسمان کو وہ پہنچے گا۳ جس کا وعدہ ہے اور میں اپنے صحابہ کے لیے امان ہوں۴ تو جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ گزرے گا جس کا ان سے وعدہ ہے۵ اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں تو جب میرے صحابہ چلے گئے تو میری امت کو وہ پہنچے گا جس کا ان سے وعدہ ہے۶ (مسلم)

۱ یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری سے،ابوبردہ انہیں کے فرزند ہیں۔

۲ حضور انور کا اکثر آسمان کو دیکھنا یا تو انتظار وحی میں ہوتا تھا یا اس لیے کہ آپ کا وطن اصلی وہ ہی ہے،یا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انوار غیبیہ اور عالم بالا کی چیزیں نظر آتی تھیں۔

۳ قیامت میں پہلے آسمان سے تارے جھڑیں گے پھر آسمان پھٹیں گے،جب تک تارے آسمان پر ہیں آسمان پھٹنے سے امن میں ہے،فرماتاہے:"**وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ**"۔

۴ اس طرح کہ میری موجودگی میں وہ حضرات آپس کے جنگ و قتال وغیرہ آفات سے محفوظ ہیں۔

۵ خیال رہے کہ صدیقی فاروقی زمانہ میں جو صحابہ میں امن و امان رہا وہ حضور ہی کا فیض تھا،سورج ڈوبنے کے بہت بعد تک شفق رہتی ہے وہ سورج ہی کی روشنی ہوتی ہے،خلافت عثمانی کے نصف تک امن رہی پھر دنیاوی فتنے بہت پھیلے بلکہ عثمان غنی کی شہادت سے فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔

۶ یعنی صحابہ کے بعد دینی فتنے اسلامی فرقے اور بدعات مسلمانوں میں بہت پھیل جائیں گی۔صحابہ کرام کے زمانہ میں اگرچہ فتنے ہوئے مگر مسلمانوں کا دین ایسا نہ بگڑا تھا جیساکہ بعد میں بگڑا اور اب اس زمانہ کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اللہ محفوظ رکھے۔**مایوعدون** سے مراد ہے خیر اور خیر والوں کا اٹھ جانا،شر اور شر والوں کا پھیل جانا اسی لیے حضور انور نے فرمایا **اصحابی کا النجوم** میرے صحابہ آسمان ہدایت کے تارے ہیں۔

6009 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيَقُولُونَ:هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟	روایت ہے حضرت ابوسعید الخدری سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا ۱ کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو لوگ کہیں گے کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہو تو کہیں گے کہ ہاں پھر انہیں فتح دی جاوے گی۲ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا تو لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جاوے گا کہ تم میں وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ رہا ہو لوگ کہیں گے ہاں پھر انہیں فتح دی جاوے گی،پھر لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا کہ

فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ لَهُمْ ".وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ: "يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُبْعَثُ مِنْهُمُ الْبَعْثُ فَيَقُولُونَ: انْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ فِيكُمْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُوجَدُ الرَّجُلُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ بِهِ ثُمَّ يُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّانِي فَيَقُولُونَ: هَلْ فِيهِمْ مَنْ رَأَى أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُفْتَحُ لَهُمْ بِهِ ثُمَّ يُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّالِثُ فَيُقَالُ: انْظُرُوا هَلْ تَرَوْنَ فِيهِمْ مَنْ رَأَى مَنْ رَأَى أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ ثُمَّ يَكُونُ الْبَعْثُ الرَّابِعُ فَيُقَالُ: انْظُرُوا هَلْ تَرَوْنَ فِيهِمْ أَحَدًا رَأَى مَنْ رَأَى أَحَدًا رَأَى أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُوجَدُ الرَّجُلُ فَيُفْتَحُ لَهُم بِهِ "

لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جاوے گا کہ کیا تم میں وہ ہے جو ان کے ساتھ رہا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہ کے ساتھ رہے لوگ کہیں گے ہاں تو انہیں فتح دی جاوے گی۳(مسلم وبخاری) اور مسلم کی روایت میں ہےفرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا کہ ان میں سے ایک لشکر بھیجا جاوے گا تو کہیں گے کہ دیکھو کیا تم اپنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا صحابی پاتے ہو تو ایک صحابی پائے جائیں گے تو انہیں فتح دی جاوے گی۴ پھر دوسرا لشکر بھیجا جاوے گا تو کہیں گے کیا ان میں کوئی ایسا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہ کو دیکھا۵ پھر انہیں فتح دی جاوے گی پھر تیسرا لشکر بھیجا جاوے گا تو کہا جاوے گا کہ دیکھو کیا تم ان میں وہ شخص دیکھتے ہو جس نے اسے دیکھا ہو جس نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو پھر چوتھا لشکر ہوگا تو کہا جاوے گا کہ دیکھو کیا تم ان میں کوئی ایسا دیکھتے ہو جس نے اسے دیکھا ہو جس نے اسے دیکھا ہو جس نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھا ہے تو ایک شخص پایا جائے گا تب اسے فتح دی جاوے گی۶

۱ اس زمانہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا زمانہ ہے جو زمانہ صحابہ کو بھی شامل ہے جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۲ یعنی غازی لوگ ان صحابی کے توسل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا فتح کریں گے اور انہیں فتح نصیب ہوگی یا صحابی کی صرف شرکت جہاد سے مطمئن اور خوش دل ہوجائیں گے ان کے وجود سے اللہ کی رحمت کی امید قوی کریں گے۔

۳ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے بعد صحابہ کے طفیل سے،پھر صحابہ کے بعد تابعین کے طفیل سے،پھر تابعین کے بعد تبع تابعین کے طفیل سے انکے وسیلہ سے جہادوں میں فتح کی دعائیں کی جائیں گی اور فتح نصیب ہوگی۔اس حدیث سے توسل اولیاء کا ثبوت ہوا اور یہ کہ اولیاء اللہ کے وسیلہ سے اللہ کی رحمتیں آتی ہیں،جہادوں میں فتح نصیب ہوتی ہے،لکڑی کے طفیل لوہا بھی تر جاتا ہے۔ قرآن کریم سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بزرگوں کے تبرکات، عمامہ، نعلین، بال،لباس وغیرہ کے ذریعہ فتح نصیب ہوتی ہے، فرماتا ہے:"اِنَّ اٰیَةَ مُلْکِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ"دیکھو رب نے طالوت کے ساتھی اسرائیلیوں کے لیے ایک جہاد میں حضرت موسیٰ و ہارون کے تبرکات عمامہ،جوتا وغیرہ ایک صندوق میں رکھے ہوئے بھیجے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے اگرچہ نسبت دوری کی ہو۔حضرت جبریل علیہ

السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے کی خاک سے سامری کے سونے کے بچھڑے میں جان پڑ گئی جو قرآن مجید سورۂ طٰہٰ میں بالتفصیل مذکور ہے"فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ"الخ۔

۴؎ یعنی اس ایک صحابی کی برکت سے ان کے توسل دعا سے فتح نصیب ہوگی،یہ مطلب نہیں کہ ان صحابی کی شجاعت و بہادری سے فتح ہوگی۔

۵؎ یعنی کسی تابعی کو جہاد میں ساتھ لے لو یا ان کے توسل سے دعاء فتح کرو۔اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے لیے اولیاء اللہ کی تلاش کرنا سنت مسلمین ہے حضور انور کو محبوب ہے۔

۶؎ اس حدیث کی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا ہے جیسے صحابیت کے لیے صرف ایک نظر حضور کے چہرہ پر یا ایک آن کی صحبت کافی ہے،ایسے ہی تابعیت کے لیے صحابی کو ایک نظر دیکھ لینا یا ایک آن ان کی صحبت میں رہنا کافی ہے،ایسے ہی تبع تابعیت کے لیے مگر حق یہ ہے کہ صحابیت کی لیے تو حضور کو ایک نظر دیکھنا کافی ہے مگر تابعیت کے لیے بہت عرصہ صحابی کی صحبت میں رہنا ضروری ہے۔(اشعہ)خیال رہے کہ سارے تابعی یا تبع تابعی عادل و ثقہ نہیں ان میں فساق وفجار بھی ہیں اور ابرار و اخیار بھی، یزید حجاج وغیرہم تابعی ہیں مگر ہزارہا فاسقوں کے ایک فاسق ہیں۔خیال رہے کہ اولیاء اللہ سے توسل تاقیامت جاری رہے گا،حضور انور نے فرمایا کہ چالیس ابدال کی برکت سے بارشیں ہوں گی،نیز وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ بھی حق ہے۔حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے حضور کے روضہ انور کی چھت کھلوادی جس سے بارش ہوئی،یہاں منشا یہ ہے کہ جس لشکر میں صحابی یا تابعی ہوں تو ان کی برکت سے اللہ فتح دیتا ہے۔بہرحال یہ حدیث وفات یافتہ بزرگوں سے توسل کے خلاف نہیں۔

6010 -[4] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ إِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمًا يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَنْذُرُونَ وَلَا يفون وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ» . وَفِي رِوَايَةٍ: «وَيَحْلِفُونَ وَلَا يستحلفون».	روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں بہترین میرا گروہ ہے ۱؎ پھر وہ لوگ جو اس سے قریب ہوں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں ۲؎ پھر ان کے بعد ایسی قوم ہوگی جو گواہی دے گی حالانکہ گواہ بنائی نہ جائے گی ۳؎ خیانت کرے گی امانت نہ کرے گی ۴؎ نذر مانے گی اور نذر پوری نہ کرے گی ۵؎ اور ان میں موٹا پا ظاہر ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ قسم کھائیں گے حالانکہ قسم نہ لئے جائیں گے ۶؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ قرن کے لفظی معنی ہیں ملنا اسی سے ہے اقتران اور قرین،اصطلاح میں زمانہ کو بھی قرن کہتے ہیں اور زمانہ والوں کو بھی جو بیک وقت موجود ہوں یہاں قرن بمعنی اہل زمانہ ہیں یعنی ساتھی اس لیے آگے ہے **ثم الذین یلونھم**۔قرن بمعنی زمانہ میں گفتگو ہے کہ کتنے زمانہ کو قرن کہتے ہیں۔بعض نے کہا چالیس سال،بعض نے کہا اسی ۸۰ سال،بعض نے کہا سو سال،قوی یہ ہی ہے قرن مطلقًا زمانہ کو کہتے ہیں اس کی حد نہیں۔(مرقات)

۲؎ یہاں پہلے قرن سے مراد صحابہ کرام ہیں،دوسرے سے مراد تابعین،تیسرے سے مراد تبع تابعین ہیں۔خیال رہے کہ زمانہ صحابہ حضور کی ظہور نبوت سے ایک سوبیس سال تک رہا یعنی قریبًا ۱۰۰ھ سو ہجری تک اور زمانہ تابعین ۱۰۰ھ سے ۱۷۰ھ ایک سو

ستر تک اور زمانہ تبع تابعین ۱۷۰ھ سے ۲۲۰ھ دو سوبیس تک،اس کے بعد مسلمانوں میں بڑے فتنے تفرقہ بازیاں شروع ہو گئیں۔معتزلہ،فلاسفہ،جہمیہ وغیرہ فرقے بعد ہی کی پیداوار ہیں بدعات کا زور بعد ہی میں ہوا۔

۳؎ اس فرمان عالی کے بہت مطالب بیان کیے گئے ہیں مگر آسان اور قوی مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ واردات کے موقعہ پر موجود نہ کیے گئے ہوں گے بلائے نہ گئے ہوں گے مگر قاضی کے ہاں گواہی دیں گے یعنی جھوٹی گواہی جیساکہ آج کل دیکھاجارہا ہے کہ کچہریوں میں لوگ مقدمہ والوں سے پوچھتے پھرتے ہیں کہ کیا تمہیں گواہ چاہئیں تو ہم حاضر ہیں اتنے روپیہ دو جو بتاؤ اس کی گواہی دے دیں لہذا یہ فرمان عالی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اچھے گواہ وہ ہیں جو بغیر بلائے گواہی دیں وہاں سچی گواہی مراد ہے۔

۴؎ یعنی وہ لوگ امین نہ ہوں گے خائن ہوں گے یا وہ لوگ خائن ہوں گے انہیں کوئی امین نہ بنائے گا،اپنی امانت ان کے سپرد نہ کرے گا جانتا ہوگا کہ یہ خائن ہے۔

۵؎ یعنی مانی ہوئی نذریں پوری نہ کریں گے۔معلوم ہوا کہ نذر پوری کرنا بڑا ضروری ہے،رب فرماتاہے:"یُوۡفُوۡنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوۡنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیۡرًا"۔خیال رہے کہ زیادہ نذریں ماننا اچھا نہیں مگر مانی ہوئی نذر کا پورا کرنا بہت ضروری ہے یہ شرعی نذر کا حکم ہے،لغوی نذر جو اولیاء اللہ کے نام کی ہو اس کا پوراکرنا بہتر ہےفرض نہیں جیسے میلاد شریف یا گیارہویں شریف کی نذریں ماننا،اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔یعنی وہ لوگ بہت عیش و آرام میں رہیں گے کام کاج کریں گے نہیں جس سے موٹے ہوجائیں گے،انہیں موٹا ہونا بہت پسند ہوگاقدرتی موٹاپے کا یہاں ذکر نہیں ہے،یا یہ مطلب ہے کہ جھوٹی شیخی مارا کریں گے،یا یہ مطلب ہے کہ بہت مالدار ہوناپسند کریں گے تاکہ موٹے تازے رہیں۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالٰی موٹے عالم کو پسند کرتا ہے وہاں بھی موٹاپے سے یہ ہی احتمالات ہیں۔(مرقات)

۶؎ یعنی بہت قسم کھانے کے عادی ہوں گے بلاوجہ قسمیں کھایا کریں گے جیساکہ اب بھی بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ قسم پہلے بات پیچھے،یا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ بے اعتبار جھوٹے ہوں گے اپنا اعتبار دلانے کے لیے بات بات پر قسم کھایا کریں گے پھر بھی لوگوں کو ان کا اعتبار نہ ہوگا۔خیال رہے کہ بہت قسمیں کھانے سے روزی گھٹتی ہے یہ تو سچی قسموں کا اثر ہے پھر جھوٹی قسموں کا کیا حال ہوگا۔(دیکھو شامی)

[5]- 6011 وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «ثُمَّ يخلف قوم يحبونَ السمانة»	اور مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے ہے کہ پھر ان کے پیچھے ایسے لوگ آئیں گے جو موٹاپا پسند کریں گے۱؎

۱؎ سمانۃ کے تین معنی ابھی ہم نے عرض کردیئے عیش و آرام سے حاصل کیا ہوا موٹاپا،جھوٹی شیخی،مالداری۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[6]- 6012 عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكْرِمُوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ	روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین ہیں۱؎ پھر وہ جو ان کے قریب ہیں پھروہ جو ان کے قریب

خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ أَلَا مَنْ سَرَّهُ بُحْبُوحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمْ وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سيئته فَهُوَ مُؤْمِن»	ہیں۲ پھر جھوٹ ظاہر ہوگا حتی کہ آدمی قسم کھائے گا حالانکہ قسم لیا نہ جاوے گا اور گواہی دے گا حالانکہ گواہی لیا نہ جاوے گا آگاہ رہو کہ جو جنت کا وسط چاہے وہ جماعت کو مضبوط پکڑے۳ کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے۴ اور وہ دو سے دور رہتا ہے۵ کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے خلوت نہ کرے کیونکہ شیطان ان کا تیسرا ہوتا ہے۶ اور جس کو اس کی نیکی خوش کرے اور اس کی برائی غمگین کرے تو وہ مؤمن ہے۷

۱ جن صحابہ نے حضور انور کی صحبت پائی،حضور سے علم و عمل حاصل کیے،حضور کی تربیت پائی وہ تو انسان کیا فرشتوں سے بڑھ گئے مگر جن کی صرف ایک نظر جمال جہاں آرا پر پڑ گئی انہیں ایمان شہودی حاصل ہوگیا۔حضور کے جمال پر ایک نظر وہ کام کرتی ہے جو عمر بھر کے چلے خلوتیں عبادتیں نہیں کرسکتیں کوئی اس جیسا نہیں ہوسکتا۔(از اشعۃ اللمعات)

۲ یعنی تابعین و تبع تابعین بعد والوں سے افضل ہیں کہ ان میں اکثر عادل یا مستور الحال ہیں فاسق تھوڑے مگر ان کے بعد کے لوگ اس کے برعکس ہیں کہ ان میں فاسق زیادہ عادل کم ہیں بلکہ ان زمانوں کے فاسقوں میں جتنی حمیت دینی تھی بعد کے بعض عادلوں میں اتنی نہیں غیرت ایمان برابر گھٹ رہی ہے جیساکہ آگے ارشاد ہے،محمد ابن قاسم کا سندھ فتح کرنا حجاج ابن یوسف کی ایک غیرت اسلامی کی بنا پر ہوا۔

۳ یعنی جماعت صحابہ کے عقیدے اختیار کرے ان کے سے اعمال کرنے کی کوشش کرے،نیز عامۃ المؤمنین کی راہ چلے ہمیشہ عام مسلمانوں کی راہ چلے تاابد بڑا گروہ اہل سنت والجماعت ہی کا رہے گا اسی لیے اس کے نام میں جماعت داخل ہے اہل سنت و الجماعت۔

۴ یعنی جو عقائد و اعمال میں مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہا وہ شیطان کا ساتھی ہے دوزخی ہے۔

۵ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے اور بھیڑیا بکریوں کے گلہ پر رحم کم کرتا ہے دور والی یا کنارے والی بکری کو جلد پھاڑتا ہے،یہ مضمون کتاب الاعتصام میں گزر چکا۔

۶ عورت سے مراد اجنبی عورت ہے لہذا اپنی ذی رحم ماں بہن بیٹی ساری ذی رحم محرمہ یوں ہی اپنی بیوی اس حکم میں داخل نہیں بلکہ جو عورت صرف محرمہ تو ہو کہ اس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو مگر ذی رحم نہ ہو جیسے ساس اس سے بھی خلوت بہتر نہیں جب کہ وہ جوان ہو۔(دیکھو شامی)خیال رہے کہ دودھ کے بھائی بہن دودھ کے چچا تائے سے پردہ فرض نہیں مگر خلوت ان سے بھی بہتر نہیں جب کہ دونوں جوان ہوں کیونکہ وہ اگرچہ محرم تو ہیں مگر ذی رحم نہیں۔

۷ یعنی علامت ایمان یہ ہے کہ آدمی کو اپنی برائیاں اپنے گناہ برے معلوم ہوں،ان پر وہ غم کرے اور اپنی نیکیاں اچھی معلوم ہوں ان پر خوشی کرے اس کا دل مفتی ہوتا ہے جو اسے برے بھلے کاموں کا فتویٰ دیتا رہتا ہے اللہ ایسا ایمان نصیب کرے۔ مصنف کو اس حدیث کا حوالہ نہیں ملا،یہ حدیث نسائی شریف کی ہے اس کی اسناد کے سارے راوی قوی ہیں سواء ابراہیم ابن حسن خثعمی کے اس سے مسلم،بخاری نے احادیث نہیں لیں مگر وہ بھی ثقہ ہیں لہذا حدیث صحیح ہے اور اس مضمون کی احادیث احمد ابن حبان،طبرانی،حاکم،بیہقی نے بھی روایت کیں۔(مرقات)

روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا [1] (ترمذی)	[7]- 6013 وَعَنْ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَو رأى من رَآنِي».رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

[1] یعنی جس نے بحالت ایمان مجھے دیکھا اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا لہذا جو لوگ حضور انور کے بعد مرتد ہوکر مرے وہ اس بشارت سے علیحدہ ہیں،یوں ہی جن لوگوں کو اخلاص سے صحابہ کرام کی صحبت نصیب ہوئی ان کی خدمات میسر ہوئیں وہ بھی دوزخ سے محفوظ ہیں۔ہم صحابیت اور تابعی کا فرق پہلے بیان کرچکے ہیں کہ صحابی کے لیے ایک نظر جمال مصطفوی دیکھ لینا کافی ہے مگر تابعیت کے لیے صحابی کی صحبت خدمت ضروری ہے۔اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی انہیں نیک اعمال کرنے برے اعمال سے بچنے یا ان سے توبہ کرنے کی توفیق دے گا جس سے وہ دوزخ سے بچ جائیں گے۔ عوام میں مشہور ہے کہ جو پاک پٹن شریف میں حضرت بابا گنج شکر فرید الدین کے مقبرہ کے بہشتی دروازے میں داخل ہو جاوے وہ جنتی ہے وہاں بھی مطلب یہ ہے خدا تعالٰی اسے جنتی اعمال کی توفیق دے گا اور اس دروازے میں داخلہ کی برکت سے گزشتہ گناہ صغیرہ معاف فرمادے گا،گناہ کبیرہ سے بچنے کی توفیق دے گا،رب فرماتا ہے: "ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ" یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں کے لیے گناہ حلال ہوگئے۔مولانا فرماتے ہیں۔

گفت طوبی من رانی مصطفٰی — والذی بصیر لمن وجہی یراے

جن اکھیاں نے دلبر دیکھیا اوہ اکھیاں تک لیاں — توں ملیوں تے ساجن ملیا ہن آسان لگ گیاں

حضور کو دیکھنے والی آنکھ کی زیارت بھی بہشتی ہونے کا ذریعہ ہے۔احمد اور ابن حبان نے اور عبدالحمید نے بروایت حضرت ابن عمر حدیث نقل فرمائی و طوبی لمن رانی امن بی و طوبی لمن لم یرانی و امن سبع مرات (مرقات) جو مجھے دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے اسے ایک بار مبارک اور جو مجھے بغیر دیکھے ایمان لائے اسے سات بار مبارک۔خیال رہے کہ سارے صحابہ جنتی ہیں مگر عشرہ مبشرہ وہ ہیں جنہیں ایک حدیث نے جمع فرمایا ورنہ سارے صحابہ جنتی ہیں عشرہ مبشرہ یہ ہیں:

وہ یار بہشتی اند قطعی — بوبکر و عمر علی و عثمان

سعد است و سعید و بوعبیدہ — طلحہ زبیر و عبدالرحمٰن

| روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اس نے | [8]- 6014 وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُ اللَّهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا |

حَدِيث غَرِيب	اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑے۲ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ یعنی میرے صحابہ سے بغض مجھ سے بغض ہے تو اس کے برعکس صحابہ سے محبت مجھ سے محبت ہے۔صحابہ کی شان تو بہت اونچی ہے،مدینہ طیبہ کے خار دخار سے محبت،وہاں کے جانوروں،وہاں کے کتوں سے محبت حضور انور سے محبت کا ذریعہ بھی ہے اور اس کا نتیجہ بھی ہے۔حضرت امیرملت محدث علی پوری قدس سرہٗ مدینہ منورہ میں ایک دعوت میں کھانا کھا رہے تھے کہ ایک کتا آگیا،کسی نے لاٹھی ماری جس سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی آپ کھانا چھوڑ کر بھاگے یہ کہتے ہوئے کہ ارے یہ مدینہ کا کتا ہے اسے نہ مارو،کتے کو گود میں اٹھالیا اپنی پگڑی پھاڑ کر اس کی ٹانگ سے باندھی،گھر لائے علاج کرایا،عشق سب کچھ کرالیتا ہے،مجنوں سے پوچھو کہ لیلیٰ کے کتے کی شان کیا ہے۔

۲؎ یعنی صحابہ کرام میں سے کسی کو ستانا درحقیقت مجھے ستانا ہے۔امام مالک فرماتے ہیں کہ صحابہ کو برا کہنے والا قتل کا مستحق ہے کہ اس کا یہ عمل عداوت رسول کی دلیل ہے۔(مرقات)اور عداوت رسول عداوت رب ہے ایسا مردود دوزخ ہی کا مستحق ہے۔

[9]- 6015 وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلُ أَصْحَابِي فِي أُمَّتِي كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ إِلَّا بِالْمِلْحِ» قَالَ الْحَسَنُ: فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَيْفَ نصلح؟ رَوَاهُ فِي «شرح السّنة»	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ کی مثال میری امت میں کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے درست نہیں ہوتا۱ حسن نے فرمایا کہ ہمارا نمک تو چلا گیا ہم کیسے درست ہوں۲ (شرح سنہ)

۱؎ یعنی جیسے نمک ہوتا ہے تھوڑا مگر سارے کھانے کو درست کردیتا ہے ایسے ہی میرے صحابہ میری امت میں ہیں تھوڑے مگر سب کی اصلاح انہی کے ذریعہ سے ہے۔ریل کا پہلا ڈبہ جو انجن سے متصل ہے وہ ساری ریل کو انجن کا فیض پہنچاتا ہے انجن سے وہ کھینچتا ہے اور سارے ڈبہ اس کے ذریعہ کھنچتے ہیں۔

۲؎ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اب ہم حضرات صحابہ کا دیدار کیسے کریں،ان سے روایات کیسے لیں،ان سے حضور کے حالات کیسے پوچھیں وہ تو چلے گئے۔اصلاح سے مراد ہے مزیدار یعنی ہمارے اندر وہ لذت سوزوگداز کیسے پیدا ہو وہ حضرات نہ رہے۔خیال رہے کہ خواجہ حسن بصری کے زمانہ میں ایک سو دس صحابہ موجود تھے مگر چونکہ اب ان کا زمانہ ختم ہورہا تھا اس لیے آپ یہ افسوس فرمارہے تھے۔(اشعہ)

[10]- 6016 وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَنُورًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَذُكِرَ حَدِيثَ ابْنِ مَسْعُودٍ«لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ»فِي بَاب«حفظ	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا کوئی صحابی کسی زمین میں وفات نہیں پاتا مگروہ قیامت کے دن ان کا پیشرو ان کا نور ہوگا۱ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابن مسعود کی حدیث کہ مجھے کوئی نہ پہنچائے،الخ زبان کی حفاظت کے باب میں ذکر کردی گئی۲

اللِّسَان»	

۱؎ یعنی جس سرزمین میں میرے کسی صحابی کی وفات و دفن ہوں گے قیامت کے دن اس سرزمین کے سارے مسلمان ان صحابی کے جلو میں محشر کی طرف چلیں گے اور یہ صحابی ان سب کے لیے روشن شمع ہوں گے،ان کی روشنی میں سارے لوگ قبروں سے محشر تک اور محشر سے جنت تک پل صراط و غیرہ سے ہوتے ہوئے پہنچیں گے۔

۲؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسب کالحاظ رکھتے ہوئے **باب حفظ اللسان** میں بیان کردی ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

[11]- 6017 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم: "إِذا رَأَيْتُمْ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شركم ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں ۱؎ تو کہو کہ تمہاری شر پر اللہ کی پھٹکار ۲؎ (ترمذی)

۱؎ اس فرمان عالی میں غیبی خبر بھی ہے کہ آئندہ مسلمانوں میں دشمنان صحابہ پیدا ہوں گے اور یہ کہ ایسے دشمن خود صحابہ کے زمانہ ہی میں پیدا ہوجائیں گے۔چنانچہ خلافت حیدری میں عبداللہ ابن سبا یہودی نے مذہب رفض ایجاد کیا اور پھیلایا غرضیکہ اس فرمان عالی میں دو غیبی خبریں ہیں۔

۲؎ یعنی صحابہ کرام تو خیر ہی خیر ہیں تم ان کو برا کہتے ہو تو وہ برائی خود تمہاری طرف ہی لوٹتی ہے اور اس کا وبال تم پر ہی پڑتا ہے۔فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی پر لعنت کرے مگر وہ لعنت کے لائق نہ ہو تو لعنت خود اس لعنت کرنے والے پر پڑتی ہے۔**علی شرکم** میں اسی جانب اشارہ ہے کہ کسی کے کام پر لعنت کرنا آسان ہے اور فاعل پر لعنت کرنا دشوار،دیکھو یہاں **علی شرکم** فرمایا **علیکم** نہیں فرمایا۔حضرت حسان نے ان کفار سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرتے تھے فرمایا۔

اتھجوہ ولست لہ بکفو　　　فشر کما الخیر کما فداء　　(مرقات)

حدیث مرفوع میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جنہیں رافضی کہا جائے گا کیونکہ اسلام کو رفض کرچکے ہوں گے(چھوڑ چکے ہوں گے)وہ لوگ مشرکین ہیں وہ اپنے کو محبان اہل بیت کہیں گے مگر ہوں گے جھوٹے کیونکہ جناب ابوبکر و عمر کو گالیاں دے گے۔(مرقات،صواعق)روافض دشمنان صحابہ ہیں،خوارج دشمنانِ اہل بیت،ان کی دشمنی سے ان صحابہ و اہل بیت کے درجات تا قیامت بڑھتے رہیں گے۔(مرقات)

[12]- 6018 وَعَن عمر بن الْخطاب قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:"سَأَلْتُ رَبِّي عَنِ اخْتِلَافِ أَصْحَابِي مِنْ بَعْدِي فَأَوْحَى إِلَيَّ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا	روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو میرے بعد ہوگا ۱؎ تو مجھے وحی فرمائی کہ اے محمد تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی طرح ہیں کہ ان کے

أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُورٌ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِي عَلَى هُدًى " قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ» . رَوَاهُ رزين	بعض بعض سے قوی ہیں اور سب میں نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف میں سے کچھ حصہ لیا جس پر وہ ہیں تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۲ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۳ (رزین)

۱؎ یہاں اختلاف سے اجتہادی علمی و عملی اختلاف مراد ہے،اس میں غیبی خبر ہے کہ میرے صحابہ میں اختلاف ہوں گے۔خیال رہے کہ صحابہ کرام کی آپس کی جنگیں اختلاف کی بنا پر تھیں نہ کہ عداوت کی بنا پر جیسے حضرت سارہ اور جناب ہاجرہ کا اختلاف یا جیسے برادرانِ یوسف علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام سے اختلاف،اس کا انجام بخیر ہوتا ہے ہم کسی کو برا نہ کہیں اس کے باوجود وہ ایک دوسرے پر رحیم و کریم تھے،رب فرماتا ہے"رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"۔اس فرمان عالی سے معلوم ہورہا ہے کہ یہاں اختلاف سے مراد فقہی مسائل میں اختلاف ہے۔جو شخص کسی صحابی کے فتویٰ پر عمل کرے گا نجات پاجاوے گا،آئمہ دین جیسے امام اعظم اور امام شافعی وغیرہم صحابہ ہی کے مقلد ہیں،امام اعظم حضرت عبداللہ ابن مسعود کے اور امام شافعی حضرت عبداللہ ابن عباس کے اکثر مسائل میں تابع ہیں دونوں ہدایت پر ہیں۔

۳؎ سبحان اللہ! کیسی نفیس تشبیہ ہے حضور نے اپنے صحابہ کو ہدایت کے تارے فرمایا اور دوسری حدیث میں اپنے اہلِ بیت کو کشتی نوح فرمایا،سمندر کا مسافر کشتی کا بھی حاجت مند ہوتا ہے اور تاروں کی رہبری کا بھی کہ جہاز ستاروں کی رہنمائی پر ہی سمندر میں چلتے ہیں،اسی طرح امتِ مسلمہ اپنی ایمانی زندگی میں اہلِ بیت اطہار کے بھی محتاج ہیں اور صحابہ کبار کی بھی حاجت مند۔امت کے لیے صحابہ کی اقتداء میں ہی اہتداء یعنی ہدایت ہے۔

باب مناقب ابی بکر
حضرت ابوبکر صدیق کے فضائل ۱

الفصل الاول
پہلی فصل

۱ مناقب جمع ہے منقبۃ کی بمعنی فضیلت و بزرگی۔حضرت ابوبکر صدیق کا نسب شریف یہ ہے عبداللہ(ابوبکر)ابن عثمان (ابو قحافہ)ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تمیم ابن مرہ۔آپ ساتویں دادا یعنی مرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں، آپ کا لقب صدیق ہے،کنیت عتیق،معراج کی صبح کو حضور کی معراج کی شاندار تصدیق کی وجہ سے آپ کو صدیق کہا گیا اور حضرت بلال کو آزاد کرنے پر آپ کا لقب عتیق یعنی دوزخ سے آزاد یا لوگوں کو آزاد کرنے والے۔آپ کے فضائل آسمان کے تاروں،زمین کے ذروں کی طرح بے شمار ہیں،بعد انبیاء کرام آپ ہی افضل الخلق ہیں،آپ اسلام کے بعد کبھی حضور انور سے جدا نہ ہوئے،تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،سب سے پہلے آپ ہی اسلام لائے،سفید رنگ دراز قد دبلے بدن والے،چوڑی پیشانی تھے،آپ اور آپ کے ماں باپ آپ کی ساری اولاد اور آپ کی اولاد کی اولاد صحابی ہیں یہ شرف کسی کو نصیب نہیں ہوا،مکہ معظمہ میں آپ کی پیدائش واقعہ فیل سے دو سال چار ماہ بعد ہوئی اور جمادی الآخر کی بائیس تاریخ منگل کی شب ۱۳ھ میں مغرب و عشاء کے درمیان مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی،بلافصل حضور کے پہلو میں آرام فرما ہیں،دو سال چار ماہ خلافت کا زمانہ ہے،۶۳ تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی رضی اللہ عنہ۔

6019 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ - وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ أَبَا بَكْرٍ - وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا تُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةَ أَبِي بَكْرٍ» . وَفِي رِوَايَةٍ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا» .	روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ سارے انسانوں میں مجھ پر بڑا احسان کرنے والے اپنی صحبت اپنی محبت و مال میں ابوبکر ہیں۱ اور بخاری کے نزدیک ابابکر ہے اور اگر میں کسی کو دلی دوست بناتا تو میں ابوبکر کو دوست بناتا۲ لیکن اسلام کا بھائی چارا اور اس کی دوستی ہے۳ مسجد میں کوئی کھڑکی نہ رکھی جاوے سواء ابوبکر کی کھڑکی کے۴ دوسری روایت میں یوں ہے کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر کو دوست بناتا۵(مسلم،بخاری)

۱ خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا مال جان،اولاد وطن سب کچھ حضور پر قربان کردیا،غار ثور میں ہجرت کی رات اپنی جان حضور پر فدا کی کہ سانپ سے کٹوالیا،اپنی صاحبزادی عائشہ صدیقہ کا نکاح حضور انور سے کیاجب آپ کی عمر چھ سال تھی اور حضور کی عمر ۴۵ سال حالانکہ آپ جانتے تھے کہ جب حضور کا وصال ہوگا تو حضرت عائشہ عین جوانی میں ہوں گی،آپ کے بعد نہ آپ کو میراث ملے گی نہ آپ کا نکاح کسی سے ہوسکے گا،یہ ہے اولاد کی قربانی۔جس وقت آپ ایمان لائے تو چالیس ہزار دینار اشرفیاں آپ کے پاس تھیں جو سب حضور پر خرچ کیں،وفات کے وقت کفن کے لیے کپڑا بھی نہ تھا پرانے کپڑوں میں کفن دیا گیا،حضور نے فرمایا کہ صدیق کا احسان مجھ پر بڑا ہے۔

آن امن الناس بر مولائے ما　　　　آں کلیمے اول سینا ما

مسجد نبوی شریف کی اصل زمین حضرت ابوبکر صدیق نے دس دینار میں خرید کر وقف کی(ابن ماجہ کا حاشیہ ص ۵۴)بعد میں حضرت عثمان نے آس پاس کی زمین خرید کر ملحق کی۔

۲؎ خلیل یا تو بنا ہے خلت خ کے پیش سے بمعنی دلی دوست جس کی محبت دل کی گہرائی میں اتر جاوے،حضور کا ایسا محبوب صرف اللہ ہی ہے،یا بنا ہے خلت خ کے فتحہ سے بمعنی حاجت یعنی وہ دوست جس پر توکل کیا جاوے اور ضرورت کے وقت اس سے مشکل کشائی حاجت روائی کرائی جاوے،حضور انور کا ایسا کار ساز حاجت روا محبوب سواء خدا کے کوئی نہیں ورنہ اصل محبت حضور کو جناب صدیق سے بہت ہی ہے۔

۳؎ یعنی ہم مطلقًا محبت کی نفی نہیں کررہے ہیں محتاجی حاجت روائی کی محبت کی نفی ہے یا جگری و دلی محبت کی جو صرف ایک سے ہی ہوسکتی ہے،ایمانی محبت ان سے علی وجہ الکمال ہے۔خیال رہے کہ حضرت صدیق نے کبھی حضور کو بھائی کہہ کر پکارا نہیں کہ یہ حرام ہے"لَا تَجْعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ"الخ۔

۴؎ خوخۃ بمعنی کھڑکی یا بمعنی چھوٹا دروازہ۔جن صحابہ کرام کے مکانات مسجد کے متصل تھے انہوں نے اپنے گھروں کی دیواروں میں مسجد کی طرف روشندان اور چھوٹے دروازے رکھے تھے کہ روشندانوں سے حضور کو دیکھ لیا کریں اور آسانی سے مسجد میں آتے جاتے رہیں ان سب کے بند کردینے کا حکم دیا سواء صدیق اکبر کے دروازے کے۔خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دو گھر تھے ایک مسجد شریف سے متصل دوسرا مقام سنخ میں۔یہ اس کھڑکی کا ذکر ہے جو مسجد سے ملے ہوئے مکان میں تھی،اب باب الصدیق اس مکان کی یادگار ہے لہذا مرقات کا یہ فرمانا کہ آپ کا گھر تو مقام سنخ میں تھا پھر کھڑکی مسجد نبوی کی طرف کیسی اور اس کی تاویل خلافت سے کرنا کچھ قوی نہیں۔

۵؎ خیال رہے کہ آپ کا نام عبداللہ ہے اور کنیت ابوبکر ہے،ابو کے معنی ہیں والا جیسے ابوہریرہ بلی والے،بکر کے معنی ہیں اولیت، اسی سے ہے بکرہ باکرہ اور باکور،ابوبکر کے معنی ہوئے اولیت والے۔چونکہ آپ ایمان ہجرت حضور کی وفات کے بعد وفات میں اور قیامت کے دن قبر کھلنے وغیرہ سب کاموں میں آپ ہی اول ہیں اس لیے آپ کو ابوبکر کہا گیا رضی اللہ عنہ۔یہ بھی خیال رہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد حضور نے حضرت علی کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مسجد میں صرف علی کی کھڑکی رہے جس پر جناب حمزہ نے شکایت کی تھی کہ یارسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو تو اس کی اجازت نہیں دی اور چچا زاد بھائی کو اجازت دے دی،فرمایا کہ میں نے نہیں حکم دیا بلکہ یہ حکم الٰہی ہے اور حضرت صدیق اکبر کو یہ اجازت وفات شریف سے تین دن پہلے دی ہے جو یہاں مذکور ہے۔(اشعۃ اللمعات)مرقات میں بھی اس کے قریب قریب ہے۔

6020 -[2]	
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنَّهُ أَخِي وَصَاحِبِي وَقَدِ اتَّخَذَ اللَّهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيلًا» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں اور اللہ نے تمہارے صاحب کو دوست بنایا ۱؎(مسلم)

۱؎ صاحبکم سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یعنی اللہ نے مجھے اپنا خلیل اپنا دوست بنالیا ہے تو میں نے بھی اس کو اپنا خلیل بنالیا اس کے سوا کوئی نہیں بنایا۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مؤمن کے صاحب یعنی ساتھ رہنے والے ہیں،رب فرماتا ہے:"وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ"اور فرماتا ہے:"مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى"کیونکہ حضور انور ہر مؤمن کے دل میں ایمان میں،جان میں،سفر میں،قبر میں،حشر میں ساتھ رہتے ہیں،حضور ہر مؤمن کے ہر وقت ہر جگہ کے ساتھی ہیں جیسے جان جسم کی ساتھی۔خیال رہے کہ حضرت ابراہیم بھی خلیل اللہ ہیں اور حضور انور بھی مگر ان دونوں خلتوں میں فرق ہے۔خلت محمدی اعلیٰ واکمل ہے خلت ابراہیمی سے،جناب ابراہیم اللہ کے ایسے خلیل ہیں کہ جو رب کہتا ہے وہ آپ کرتے ہیں مگر حضور اللہ کے ایسے خلیل کہ جو آپ کہتے ہیں وہ رب کرتا ہے،دیکھو فرماتا ہے:"فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا"اور فرماتا ہے:"وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى"اسی لیے حضور کا لقب ہے حبیب اللہ جو حضور انور کا ہوجاوے وہ بھی اللہ کا دوست ہوجاتا ہے"فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"مسجد کی چٹائی لوٹا وغیرہ سب مسجد کی طرح اللہ کی ہوجاتی ہیں یعنی وقف۔

[3]- 6021 وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ: ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ أَبَاكِ وَأَخَاكِ حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولَ قَائِلٌ: أَنَا وَلَا وَيَأْبَى اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي» كِتَابِ الْحميدِي ": «أَنا أولى» بدل «أَنا وَلَا»	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں فرمایا کہ میرے پاس اپنے والد ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۱؎ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے یا کہنے والا کہے کہ میں ۲؎ لیکن نہیں اللہ اور مؤمنین ابوبکر کے سوا کو منع کردیں گے ۳؎(مسلم)اور کتاب حمیدی میں بجائے انا ولا کے انا اولیٰ ہے۔

۱؎ بھائی سے مراد حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر الصدیق ہیں جیساکہ بعض روایات میں ہے،بھائی کو بلانا وصیت نامہ لکھانا کے لیے تھا۔(مرقات و اشعہ)کتاب سے مراد خلافت نامہ ہے۔اس ارادہ فرمانے سے معلوم ہوا کہ سلطان اسلام اپنا خلیفہ کسی کو بناسکتا ہے ورنہ حضور انور اس کا ارادہ نہ کرتے لہذا حضرت ابوبکر صدیق کا جناب عمر کو اپنا جانشین خلیفہ مقرر فرمادینا بالکل درست ہوا۔خیال رہے کہ حضور انور نے تحریری طور پر حضرت صدیق کو خلیفہ نہ بنایا مگر عملی خلیفہ بنادیا کہ حج وداع سے پہلے حج کا امیر اور وفات کے وقت مسجد نبوی شریف کا امام جناب صدیق کو بنادیا یہ عملی طور پر ولی عہد بنانا تھا۔

۲؎ یعنی کوئی یہ نہ کہے کہ خلیفہ رسول اللہ میں ہوں حالانکہ ابوبکر کے ہوتے کسی کو خلافت کا حق نہیں۔ولا کے بعد ایک عبارت پوشیدہ ہے یعنی ولا یکون کذلك۔

۳؎ یعنی نہ تو اللہ تعالٰی کسی اور دوسرے کی خلافت پسند فرمائے گا کیونکہ وہ فیصلہ فرماچکا ہے کہ خلیفہ رسول جناب صدیق اکبر ہوں اور نہ مسلمان کسی اور کو ووٹ دیں گے کیونکہ ان سب کو معلوم ہے کہ افضل خلیفہ ہونا چاہیے اور بعد رسول افضل خلق حضرت صدیق اکبر ہی ہیں اور ایسا ہی ہوا کہ سعد ابن عبادہ نے خلیفہ ہونے کی تمنا بلکہ کوشش کی مگر مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ جناب صدیق اکبر کی خلافت پر ہوا،وفات کے وقت جو حضور نے کاغذ و قلم منگایا تھا شاید حضرت صدیق اکبر کے لیے خلافت لکھنا

چاہتے تھے حضور انور کے خلافت نامہ نہ لکھنے میں بھی آئندہ مسلمانوں کو تعلیم تھی کہ خلیفہ کا چناؤ اس طرح بھی ہوسکتا ہے یعنی ووٹ کے ذریعہ۔

6022 -[4] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ؟ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ. قَالَ: «فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ».	روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے [1] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللّٰہ علیہ سلم کے پاس ایک عورت آئی اس نے کسی چیز کے متعلق حضور سے بات کی [2] تو اسے حضور نے دوبارہ حاضری کا حکم دیا وہ بولی یارسول اللّٰہ فرمایئے تو اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں شاید اس کی مراد موت تھی [3] فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آجانا [4] (مسلم، بخاری)

[1] آپ قرشی ہیں،نوفل ابن عبد مناف کی اولاد سے،آپ کا نام جبیر ہے،کنیت ابو محمد،فتح مکہ سے ایک سال پہلے خیبر کی فتح پر ایمان لائے حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد تھے۔

[2] یا تو کوئی مقدمہ پیش کیا فیصلہ کے لیے یا حضور سے کچھ مانگا یا کوئی مسئلہ پوچھا پہلا احتمال قوی ہے۔کسی مقدمہ میں حاکم کا تاریخ دینا جائز ہے،اس کی اصل یہ حدیث ہے حضور نے اسے کل کی تاریخ دی۔

[3] یہ واقعہ حضور کی وفات شریف سے قریب کا ہے اس بی بی کا مطلب یہ تھا کہ اگر حضور کل سے پہلے وفات پاجائیں تو کس سے فیصلہ کراؤں۔

[4] یعنی اگر میری وفات ہوجاوے تو ابوبکر صدیق سے اپنا فیصلہ کرالینا،اس فرمان عالی میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

6023 -[5] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «عَائِشَةُ» . قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟قَالَ:«أَبُوهَا».قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «عُمَرُ». فَعَدَّ رِجَالًا فَسَكَتُّ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِي فِي آخِرِهِم.	روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے انہیں ذات سلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا [1] فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پاس آیا میں نے کہا لوگوں میں آپ کو زیادہ پیارا کون ہے فرمایا عائشہ میں نے کہا مردوں میں فرمایا ان کے والد [2] میں نے عرض کیا پھر کون فرمایا عمر پھر حضور نے چند حضرات گنائے تو میں چپ ہوگیا اس خوف سے کہ مجھے ان سب کے آخر میں کردیں [3] (مسلم، بخاری)

[1] ذات سلاسل مدینہ منورہ سے دس روز کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے یا تو یہاں مشرکین نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا تاکہ بھاگ نہ سکیں،یا وہاں ایک کنوئیں کا نام سلاسل ہے جیسے آج خیبر کے راستہ میں ایک منزل کا نام سلسلہ ہے یا وہاں کا ریتہ زنجیروں کی طرح ہے ان وجوہ سے اسے ذات سلاسل کہتے ہیں۔پہلے حضور نے حضرت عمرو ابن عاص کو تین سو صحابہ پر امیر بنا کر وہاں بھیجا انہوں نے حضور سے کمک طلب کی تو ایک اور جماعت صحابہ بھیجی جس میں حضرت

ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ ابن جراح بھی تھے،حضرت عمرو ابن عاص نے جو دیکھا کہ حضور انور نے مجھے آج حضرت صدیق و فاروق پر بھی امیر بنا دیا تب واپسی پر یہ سوال کیا جو یہاں مذکور ہے وہ سمجھے کہ میں ان بزرگوں سے بھی افضل ہوں۔(اشعہ)

۲؎ محبت کی بہت قسمیں ہیں:ایک محبت عائشہ صدیقہ سے زیادہ ہے دوسری قسم کی محبت حضرت فاطمہ سے زیادہ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اس سوال کے جواب میں فرمایا مجھے بہت پیاری فاطمہ زہرا ہیں اور مردوں میں انکے خاوند۔

۳؎ یعنی میں تو اس خیال میں تھا کہ چونکہ حضور انور نے مجھے اس لشکر کا امیر بنایا جس میں حضرت صدیق و فاروق سپاہیانہ شان سے تھے لہذا میں ان سے بھی افضل ہوؤں گا مگر پتہ لگا کہ میں تو ان سے بہت ہی فاصلہ پر ہوں ایسا نہ ہو کہ میری باری سب سے آخر میں آئے اس لیے میں پوچھنے سے باز رہا تاکہ پردہ ہی رہے۔

[6]- 6024 وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ:قُلْتُ لِأَبِي: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ. قُلْتُ:ثُمَّ مَنْ؟قَالَ:عُمَرُ.وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ:عُثْمَانُ.قُلْتُ:ثُمَّ أَنْتَ قَالَ: «مَا أَنَا إِلَّا رجلٌ من الْمُسلمين». رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت محمد ابن حنفیہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں کون بہتر ہے۲؎ فرمایا ابوبکر میں نے کہا پھر کون فرمایا عمر،میں ڈرا کہ آپ کہہ دیں گے کہ عثمان تو میں نے کہا پھر آپ نے فرمایا میں تو نہیں مگر مسلمانوں میں سے ایک شخص۳؎(بخاری)

۱؎ آپ محمد بن علی ابن ابی طالب ہیں،آپ کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفر ابن قیس ہے،قبیلہ بنی حنیفہ سے تھیں جو خلافت صدیقی میں گرفتار ہوکر جنگ یمامہ میں آئیں اور حضرت علی کو دی گئیں،آپ تابعی مشہور عالم بڑے بہادر تھے،ایک بار ایک زرہ حضرت علی کی خدمت میں پیش کی گئی جو آپ کے قد شریف سے بڑی تھی محمد ابن حنفیہ نے اپنے ہاتھ سے زائد زرہ توڑ کر حضرت علی کے قد پر فٹ کردی،کسی نے آپ سے پوچھا کہ حضرت علی جنگ میں تم کو بھیجا کرتے ہیں حسن و حسین کو نہیں بھیجتے فرمایا وہ دونوں آنکھیں ہیں میں بہادر ہاتھ ہوں آنکھوں کی حفاظت ہاتھ سے کی جاتی ہے۔

۲؎ یہ سوال حضرت علی کی خلافت کے زمانہ میں ہوا تھا جب کہ حضرات شیخین و عثمان غنی وفات پاچکے تھے۔

۳؎ یہ فرمان حضرت علی کی انتہائی تواضع اور انکساری پر ہے ورنہ ان تین خلفاء کے بعد افضل الخلق آپ ہی ہیں رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ الکریم۔(مرقات واشعہ)

[7]- 6025 وَعَن ابْن عمر قَالَ: كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ قَالَ: كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ: أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ أَبُو	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر عمر کو پھر عثمان کو۱؎ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو رہنے دیتے ان میں کسی کی بزرگی بیان نہ کرتے۲؎ (بخاری)اور ابوداؤد کی روایت میں ہے فرمایا ہم کہتے تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے بعد ابوبکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ

بَكْرٍ ثُمَّ عمر ثُمَّ عُثْمَان رَضِي الله عَنْهُم	پھر عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین۳

۱؎ کیونکہ یہ تینوں حضرات سید سیدہ تجربہ کاراور حضور انور کے مشیر خاص اور راز دار تھے ان کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قدرتی طور پر جاگزین تھی۔

۲؎ یعنی ان تینوں صاحبوں کی سی بزرگی کسی اور صحابی کو نہ دیتے تھے۔خیال رہے کہ حضرت علی کا شمار اہل بیت نبی میں ہے اسی لیے ان کا ذکر نہ فرمایا۔یہاں ذکر صحابہ کا ہے کہ صحابہ میں ہم یہ ترتیب رکھتے تھے،نیز حضور کے زمانہ میں حضرت علی بہت کم سن تھے اور وہ تین حضرات شیوخ میں سے تھے ورنہ حضرت عمر کا عقیدہ تھا کہ اہل بدر،اہل بیعۃ رضوان اور علماء صحابہ ان کے مجتہد ہیں دوسرے صحابہ سے افضل ہیں خصوصًا حضرت علی بہت افضل واعلیٰ ہیں۔(مرقات)لہذااس پر یہ اعتراض نہیں کہ آپ نے حضرت علی اصحاب بدر،عشرہ مبشرہ،بیعۃ الرضوان والے صحابہ کاذکر کیوں نہیں کیا۔(مرقات)

۳؎ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ کسی صحابی کو ان تین جیسی فضیلت ہم نہیں دیتے تھے بقیہ حضرات کی اپنی اپنی فضیلت مسلم ہے۔خیال رہے کہ حضرت علی میں رب نے دو بزرگیاں جمع فرمائی ہیں: صحابیت اور حضور کا اہل بیت میں سے ہونا،آپ کے گھر میں حضور نے اور حضور کی گود میں آپ نے پرورش پائی،غسل ولادت حضور نے جناب علی کو دیا اور غسل وفات جناب علی نے حضور کو دیا،ادھر چار یار میں داخل اور ادھر پنج تن پاک میں شامل رضی اللہ عنہ۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

[8]- 6026 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيهِ اللَّهُ بِهَا يومَ الْقِيَامَة وَمَا نَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا أَلَا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ کردیا۱؎ سوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ ہم پر ان کا احسان ہے کہ اللہ انہیں اس کا بدلہ قیامت کے دن دے گا۲؎ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا۳؎ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۴؎ خیال رکھو کہ تمہارے صاحب اللہ کے دوست ہیں۵؎

۱؎ یہاں شخصی خدمات و احسانات کا ذکر ہے کہ جس شخص نے ہم سے کچھ سلوک کیا تھا ہم نے اس سے بڑھ کر بدلہ دے دیا۔لہذا یہ حدیث اس فرمان کے خلاف نہیں کہ انصار کے احسانات و خدمات کا بدلہ نہ ہوسکا قیامت میں رب تعالٰی سے دلوایا جاوے گا کہ وہ قومی اور جماعتی احسان و خدمات ہیں،احادیث میں تعارض نہیں۔

۲؎ اس احسان سے یا تو وہ بدنی،مالی،وطنی اولاد کی قربانیاں مراد ہیں جو حضرت صدیق اکبر برابر کرتے رہے یا حضرت بلال کو خرید کر آزاد کرنا مراد ہے کہ حضور نے فرمایا کہ صدیق نے مجھ پر احسان کیا کہ بلال کو آزاد کیا،رب نے فرمایا:"وَ سَیُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَی الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی"کی آیت کریمہ میں اس آزادی بلال کا ذکر ہے۔(مرقات)حضرت بلال کی خریداری پر حضور نے صدیق اکبر کے لیے فرمایا تھا۔

مصطفٰی گفتش کہ اے اقبال | جو در خریدن می شوم انباز تو

اے ابوبکر بلال کی خریداری میں ہم کو بھی اپنے ساتھ ملالو آدھی قیمت ہم سے لے لو ہم تم دونوں ان کے خریدار تو حضرت صدیق تڑپ گئے قدموں پر فدا ہو کر بولے۔

گفت ماد و بندگان کوئے تو | کرو مش آزاد ہم بروئے تو

حضور میں بھی آپ کا غلام بلال بھی آپ کے غلام،حضور میں نے انہیں آپ کے لیے خریدا ہے میں نے انہیں آزاد کردیا بلال نے جب چہرہ مصطفٰی دیکھا تو۔

چوں بدیدآں خستہ روئے مصطفٰی | خر مغشیا علیہ برقفا

چہرہ پاک دیکھتے ہی غش کھا کر گئے بے ہوش ہوگئے حضور نے اپنی چادر سے چہرہ کا گردو غبار صاف کیا اور فرمایا **اوذیت فی اللہ کثیرا** اے بلال تجھے اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچیں رضی اللہ عنہ،اے صدیق تم پر لاکھوں سلام کہ تم نے ہم سب مسلمانوں کے آقا حضرت بلال کو آزاد کیا تم نے ہمارے آقا حضرت بلال کو آزاد کیا تم ہمارے آقا کے آقا ہو۔

۳؎ چنانچہ جب ابوبکر صدیق ایمان لائے تو آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے،آپ بڑے امیر کبیر تھے اتنی بڑی دولت حضور انور پر خرچ کردی۔بہت سے غریب مسلمان جو کفار کے غلام تھے بڑی مصیبت میں تھے انہیں خرید کر آزاد کیا ان سب میں حضرت بلال ابن ابی رباح اور مالک ابن فہیرہ بہت مشہور ہیں،جب ہجرت میں حضور کے ساتھ گئے تو چند درہم آپ کے ساتھ تھے وہ بھی حضور پر خرچ کرنے کے لیے ساتھ تھے۔

۴؎ صوفیاء کے نزدیک خلیل وہ ہے جس کی محبت میں دل رہے اور رفیق وہ ہے جس کی محبت دل میں رہے،کشتی دریا میں اور دریا کشتی میں فرق ہے۔

۵؎ **صاحبکم** سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات مبارک ہے۔

[9]- 6027 وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عمر سے فرمایا ابوبکر ہمارے سردار ہیں ہم سب سے بہتر ہم سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے۱؎(ترمذی)

۱؎ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت صدیق افضل الخلق بعد انبیاء ہیں،ان کی افضیلت مطلقًا قرآن سے ثابت ہے،رب فرماتا ہے: "**وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ**" **اولو الفضل منکم** میں خطاب سارے صحابہ اہل بیت سے ہے اور **اولو الفضل** مطلق ہے اسی طرح جناب صدیق کی صحابیت قرآن سے ثابت ہے"**اِذْ یَقُوْلُ لِصٰحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ**"یوں ہی ان کا سب مسلمانوں سے بڑھ کر متقی ہونا ان کا دوزخ سے بہت دور رکھا جان قرآنی مسئلہ ہے"**وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ**"الخ۔ **اتقی** اسم تفضیل یہ حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ سب مسلمانوں کے سردار سب سے بہتر رسول اللہ کو سب سے زیادہ پیارے حضرت ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ عنہ۔ایک قسم کی محبت میں فاطمہ زہرا سب سے پیاری اور ایک قسم کی محبت میں عائشہ

صدیقہ سب سے زیادہ پیاری،ایک اور قسم کی محبت میں ابوبکر صدیق سب سے بڑھ کر،ایک اور قسم کی محبت میں حسن و حسین سب سے زیادہ پیارے ہیں،پھر یہ سب اللہ تعالٰی کے پیارے۔

[10]- 6028 وَعَن ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ:«أَنْتَ صَاحِبِي فِي الْغَارِ وصاحبي على الْحَوْض» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے ابوبکر سے فرمایا کہ تم میرے غار میں ساتھی ہوا اور حوض پر میرے ساتھی۲(ترمذی)

۱؎ غار سے مراد یا تو غار ثور ہے جہاں ہجرت کے موقعہ پر تین دن حضور کے ساتھ صدیق اکبر نے قیام فرمایا،یا مراد قبر ہے پہلا احتمال قوی ہے،رب تعالٰی فرماتا ہے:"ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ"حضرت صدیق اکبر کی صحابیت قطعی یقینی ہے اس کا انکار کفر ہے کیونکہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔(از مرقات)

۲؎ یعنی دونوں جہان میں تم میرے خاص ساتھی ہو جس ہمراہی میں کسی کی شرکت نہیں ورنہ حضور کے سارے غلام حوض پر حضور کے ساتھ ہوں گے۔

[11]- 6029 وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَا يَنْبَغِي لِقَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس قوم میں ابوبکر ہوں انہیں یہ لائق نہیں کہ ان کی امامت ابوبکر کے سوا کوئی اور کرے۱؎ (ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۲؎

۱؎ مرض وفات شریف میں جب شدت ہوئی اور حضور انور نماز کے لیے مسجد تشریف نہ لاسکے تب حکم دیا کہ میری جگہ جناب ابوبکر نماز پڑھائیں،حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت عمر کو امام بنانے کی رائے دی تو آپ نے ان کے جواب میں یہ فرمایا۔اس سے معلوم ہوا کہ جناب صدیق اکبر کو اپنی جگہ مصلے پر کھڑا فرمانا اتفاقًا نہ تھا بلکہ کسی حکمت اور وجہ سے تھا۔اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ حضرت صدیق اکبر کا یہ انتخاب امامت کبریٰ یعنی خلافت کے لیے دلیل بنانا تھا اس کی تمہید تھی۔دوسرے یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سارے اہل بیت سے افضل بھی ہیں اور زیادہ عالم بھی کیونکہ امام اسی کو بنایا جاتا ہے جو سب سے زیادہ عالم اور افضل ہو،معراج میں سارے نبیوں کی امامت حضور انور نے کی سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی کیونکہ آپ ان سب حضرات سے افضل اور بڑے عالم تھے۔تیسرے یہ کہ امامت نماز میں عالم قاری پر مقدم ہوگا دیکھو تمام صحابہ میں بڑے قاری حضرت ابی ابن کعب تھے مگر حضرت صدیق کو امام بنایا گیا جو بڑے عالم تھے لہذا مذہب حنفی قوی ہے کہ عالم قاری پر مقدم ہے۔خیال رہے کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور کا حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو مسجد نبوی شریف میں کا امام بنانا اتفاقًا تھا وہاں یہ نہ فرمایا تھا کہ عبداللہ کے ہوتے کسی کو امامت کا حق نہیں لہذا ان دونوں امامتوں میں فرق ہے۔

۲؎ یہ حدیث امام ترمذی کو غریب ہو کر ملی صحابہ کرام کے لیے غریب نہ تھی اس وقت میں غریب بنانے والا راوی شامل نہیں ہوا تھا اس پر صحابہ کا عمل ہوچکا۔یہاں لمعات میں ہے کہ حضرت علی نے صدیق اکبر سے فرمایا کہ آپ کو رسول اللہ نے ہمارے دین میں ہمارا پیشوا بنادیا تو دنیا میں آپ کو پیچھے کرنے والا کون ہے۔(لمعات)

[12]- 6030	
وَعَن عُمَرَ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَتَصَدَّقَ وَوَافَقَ ذَلِكَ عِنْدِي مَالًا فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا. قَالَ: فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي.فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟» فَقُلْتُ: مِثْلَهُ. وَأَتَى أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ. فَقَالَ:«يَا أَبَا بَكْرٍ؟مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ ».فَقَالَ:أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ. قُلْتُ:لَا أَسْبِقُهُ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا.رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَأَبُو دَاوُد	روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا[1] اتفاقًا اس وقت میرے پاس مال بہت تھا تو میں نے سوچا کہ اگر میں کسی دن ابوبکر سے بڑھ سکا تو آج بڑھ جاؤں گا[2] فرماتے ہیں کہ میں اپنا آدھا مال لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے بال بچوں کے لیے کیا چھوڑا میں نے کہا کہ اتنا ہی اور ابوبکر سارا وہ مال لے آئے جو ان کے پاس تھا[3] فرمایا اے ابوبکر تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا رکھا عرض کیا کہ میں نے انکے لیے اللہ رسول کو رکھا میں نے سوچا کہ میں کسی چیز کی طرف ان سے آگے نہ بڑھ سکوں گا[4] (ترمذی،ابوداؤد)

[1] غزوہ تبوک کے موقعہ پر یہ حکم ہوا تھا۔

[2] حضرت عمر کا گمان یہ تھا کہ صدقہ میں سبقت زیادتی مال سے ہوتی ہے اور مال تو میرے پاس زیادہ ہے لہذا میں ہی آج بڑھ جاؤں گا مگر بعد میں پتہ لگا کہ صدقہ میں سبقت اخلاص کی زیادتی سے ہوتی ہے،کثرت اور برکت میں فرق ہے۔

[3] سارے مال کی خیرات حضرت صدیق اکبر کی خصوصیت ہے ان کی اور ان کے بال بچوں کی طرح متوکل نہ کوئی ہوگا نہ سارا مال خیرات کرے گا۔ہم جیسوں کو بعض مال خیرات کرنے کا حکم ہے"اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ"مما کا من بعضیت کا ہے۔ اگر ہم سارا مال خیرات کردیں تو اگرچہ ہم صبر کر جاویں مگر ہمارے بیوی بچے پیٹ پیٹ کر مرجاویں۔خیال رہے کہ عابدوں کی نماز و زکوۃ اور ہے عاشقوں کی اور نوعیت کی،عارفوں کی اور طرح کی،عابدوں کی زکوۃ سال کے بعد چالیسواں حصہ عاشقوں کو زکوۃ اشارہ پا کر سارا مال،عابدوں کی نماز مسجدوں کی دیواروں کے سایہ میں،عاشقوں کی نماز تلواروں کے سایہ میں۔اس جواب سے معلوم ہوا اللہ رسول کے نام پر خیرات اللہ رسول پر توکل شرک نہیں عین ایمان ہے،کیا پیارا جواب ہے کہ میں نے گھر والوں کے لیے اللہ رسول کو چھوڑا معلوم ہوا کہ اللہ رسول کافی ہیں۔

[4] خیال رہے کہ حضرت ابوبکر کا یہ کل مال جناب عمر کے آدھے مال سے مقدار میں کم تھا مگر درجہ میں بہت زیادہ تھا قبولیت میں سب سے بڑھ کر تھا۔(اشعہ)

[13]- 6031	
وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «أَنْت عتيقُ اللَّهِ من النَّار» . فَيَوْمئِذٍ سمي عتيقا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو فرمایا کہ تم آگ سے اللہ کی طرف سے آزاد شدہ ہو[1] اس دن سے آپ کا نام عتیق رکھا گیا[2] (ترمذی)

[1] عتیق کے بہت معنی ہیں: پرانا،افضل جیسے کعبہ کو بیت عتیق کہتے ہیں،آزاد شدہ،آزاد کرنے والا،آپ کا نام عبداللہ ہے،کنیت ابو بکر،لقب عتیق،آپ کی زوجہ کا نام اسماء بنت عمیس ہے،آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے یہ ہی غسل دیں ایسا ہی کہا گیا۔(مرقات)

۲؎ یہاں عتیق بمعنی آزاد کرنے والا ہے،حضرت صدیق کے غلام بھی دوزخ سے آزاد ہیں۔

تو ہے آزاد سقر سے ترے بندے آزاد　　　ہے یہ سالک بھی ترا بندہ بے زر صدیق

حضور کے سارے صحابہ ہی آگ سے آزاد ہیں"**وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى**"مگر جناب صدیق کی آزادی کسی خاص نوعیت کی ہے جیسے"**لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ**"۔

[14]- 6032	
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ آتِي أَهْلَ الْبَقِيعِ فَيُحْشَرُونَ مَعِي ثُمَّ أَنْتَظِرُ أَهْلَ مَكَّةَ حَتَّى أحشرَ بَين الْحَرَمَيْنِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جس سے زمین کھولی جاوے گی پھر ابوبکر پھر عمر۱؎ پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرا ساتھ جمع کیے جائیں گے پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا۲؎ حتی کہ ہم دونوں حرموں کے درمیان حشر کیے جائیں گے۳؎(ترمذی)

۱؎ یعنی قیامت میں جب دوسری بار صور پھونکا جاوے گا تو پہلے قبر انور ہماری پھٹے گی ہم اٹھیں گے پھر ترتیب وار ان دونوں بزرگوں کی۔خیال رہے کہ ان دونوں بزرگوں کی اولیت یا تو اس امت کے لحاظ سے ہے یا ساری امتوں کے اولیاء کے لحاظ سے۔(مرقات)ورنہ پہلے حضور کی قبر انور کھلے گی پھر دوسرے نبیوں کی قبور مگر گروہ اولیاء اللہ میں پہلے ان دونوں بزرگوں کی۔

۲؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور جنت بقیع والے مؤمنوں کے پاس خود تشریف لے جائیں گے پھر یہاں ہی مکہ کے جنت معلے کے مدفونین کا انتظار کریں گے،وہ لوگ یہاں ہی پہنچیں گے،پھر یہاں ہی حضور انور فلسطین کی زمین کی طرف چلیں گے جہاں محشر قائم ہوگی مگر بعض روایات میں ہے کہ یہ اجتماع حرمین طیّبین کے درمیان ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور انور ادھر سے مکہ والوں کے لیے چلیں گے ادھر سے مکہ والے حضور انور کی طرف درمیان میں ملاقات ہوگی مگر پہلی روایت قوی ہے کہ اہل مکہ مدینہ منورہ میں پہنچے گے۔

۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ حرمین طیّبین کی زمین میں دفن ہونا بڑی ہی خوش نصیبی ہے۔اللہ تعالٰی زمین مدینہ میں دفن نصیب کرے مجھے اور حضور کے سارے غلاموں کو۔شعر

کعبہ کے صدقہ دل کی تمنا مگر یہ ہے　　　مرنے کے وقت منہ ہو دشد کی طرف

اگر ایسی موت آئے تو کیا پوچھنا میرا　　　ہوں خاک پر نگاہ دریار کی طرف

خیال رہے کہ ان دونوں قبرستانوں کے مدفون تو حضور کیساتھ یہاں ہی جمع ہوجائیں گے،دوسرے مسلمان محبت والے شام کی زمین یعنی محشر میں حضور انورکے ساتھ ہوجائیں گے۔حضور فرماتے ہیں **من احب قوما حشر معھم** جو جس قوم سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔(مرقات)

[15]- 6033	
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَرَانِي بَابَ الْجَنَّةِ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس جناب جبریل آئے میرا ہاتھ پکڑا پھر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری

الَّذِي يَدْخُلُ مِنْهُ أُمَّتِي» فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَعَكَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ	امت داخل ہوگی۱؎ جناب ابوبکر نے کہا یارسول اللہ میری آرزو ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۲؎ حتی کہ اسے دیکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم وہ شخص ہو جو میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں جائے گا۳؎(ابوداؤد)

۱؎ غالبًا یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے یا کسی اور وقت کا۔(اشعۃ اللمعات)اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور کی امت کے داخلہ کے لیے جنت میں علیحدہ دروازہ بنایا گیا ہے وہاں بھی امتیازی شان اس امت کی ہے یہ سب حضور کے صدقے سے ہے۔

۲؎ سبحان اللہ! کیسی پیاری تمنا ہے یعنی جب حضور وہ دروازہ دیکھنے گئے تو کاش میں بھی حضور کے ساتھ ہوتا اور وہ دروازہ دیکھتا۔

۳؎ یعنی اے ابوبکر اللہ نے تمہارے لیے اس سے اعلیٰ درجہ رکھا ہے وہ یہ کہ میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں جاؤ گے تمہارے بعد دوسرے لوگ۔خیال رہے کہ سب سے پہلے جنت میں حضور انور تشریف لے جائیں گے،پھر سارے نبی،پھر حضور انور کی امت،پھر دوسرے نبیوں کی امتیں اور اس امت میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق تولازم آیا کہ بعد انبیاء سب سے پہلے جناب صدیق اکبر جنت میں جائیں گے۔اس سے پتہ لگا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل ہیں بعد انبیاء سب سے پہلے جنت میں داخلہ آپ کا ہی ہوگا۔

نوٹ ضروری: جنت میں ساری مخلوق سے پہلے حضرت بلال جائیں گے اس طرح کہ حضور کے داخلہ کے وقت آگے آگے بلال ہوں گے ہٹو بچو کرتے ہوئے جیسے غلام شاہوں کے آگے چلتے ہیں خادمانہ شان سے۔وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ اے بلال تم کونسی نیکی کرتے ہو کہ میں نے جنت میں تمہارے قدموں کی آہٹ اپنے آگے سنی وہاں وہ ہی آہٹ سنائی گئ جو قیامت کے بعد جنت کے داخلہ کے وقت حضور کے آگے آگے چلنے کی ہوگی مگر وہ خدمت گاری کی حیثیت ہے،جزا والا داخلہ پہلے وہاں حضرت ابوبکر صدیق کو میسر ہوگا لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں یا آدم علیہ السلام پہلے وہاں رہ کر آئے ہیں مگر وہ داخلہ جزا کے لیے نہیں۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

[16]- 6034 عَن عمر ذُكِرَ عِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ فَبَكَى وَقَالَ: وَدِدْتُ أَنَّ عَمَلِي كُلَّهُ مِثْلُ عَمَلِهِ يَوْمًا وَاحِدًا مِنْ أَيَّامِهِ وَلَيْلَةً وَاحِدَةً مِنْ لَيَالِيهِ أَمَّا لَيْلَتُهُ فَلَيْلَةٌ سَارَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَارِ فَلَمَّا انتهينا إِلَيْهِ قَالَ: وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتَّى أَدْخُلَ قَبْلَكَ فَإِنْ كَانَ فِيهِ شَيْءٌ أَصَابَنِي دُونَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهُ وَوَجَدَ فِي جَانبِهِ	روایت ہے حضرت عمر سے کہ ان کے پاس حضرت ابوبکر کا ذکر کیا گیا تو آپ روئے اور بولے کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے سارے عمل حضرت ابوبکر کے ایک دن کے اور ایک رات کے عمل کی طرح ہوتے۱؎ آپ کی رات وہ رات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار کی طرف پہنچے تو جب وہ دونوں اس غار تک پہنچے عرض کیا واللہ آپ اس میں داخل نہ ہوں حتی کہ آپ سے پہلے میں داخل ہوجاؤں اگر اس میں کوئی چیز ہوتو مجھے پہنچے نہ کہ آپ کو تو آپ داخل ہوئے اسے صاف کیا۲؎

ثُقْبًا فَشَقَّ إِزَاره وسدها بِهِ وَبَقِي مِنْهَا اثْنَان فألقمها رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْخُلْ

فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ رَأسه فِي حجره وَنَامَ فَلُدِغَ أَبُو بَكْرٍ فِي رِجْلِهِ مِنَ الْجُحر وَلم يَتَحَرَّك مَخَافَة أَن ينتبه رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوعُهُ عَلَى وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟» قَالَ: لُدِغْتُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي فَتَفِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهُ ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهِ وَأَمَّا يَوْمُهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ وَقَالُوا: لَا نُؤَدِّي زَكَاةً. فَقَالَ: لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ. فَقُلْتُ: يَا خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بهمْ. فَقَالَ لِي: أَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ؟ إِنَّهُ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ أَيَنْقُصُ وَأَنا حَيٌّ؟ . رَوَاهُ رزين

اور اس کے ایک کنارہ میں سوراخ پایا آپ نے تہبند پھاڑا اس سے سوراخ بند کیا سے ان میں سے دو سوراخ رہ گئے ان میں اپنے پاؤں دیدیئے۳؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ تشریف لایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنا سر آپ کی گود میں رکھا اور سو گئے۴؎ ابوبکر کے پاؤں میں سوراخ سے ڈس لیا گیا۵؎ آپ نے بالکل جنبش نہ کی اس ڈر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ پڑیں۶؎ پھر آپ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے۷؎ تو فرمایا اے ابوبکر کیا ہوا عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ فدا میں تو ڈس لیا گیا تب رسول اللہ نے اپنا لعاب لگادیا تو وہ تکلیف جاتی رہی۸؎ جو وہ پاتے تھے پھر وہ زہر لوٹ آیا اور آپ کی وفات کا سبب بنا ۹؎ لیکن آپ کا دن تو جب رسول اللہ نے وفات پائی اہلِ عرب مرتد ہوگئے اور بولے کہ ہم زکوۃ نہ دیں گے۱۰؎ تو فرمایا کہ اگر مجھے ایک رسی کا انکار کریں گے تو میں ان پر جہاد کروں گا۱۱؎ میں نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ لوگوں پر موافقت کریں اور ان پر نرمی کیجئے۱۲؎ تو مجھ سے فرمایا کہ تم جاہلیت میں سخت تھے۱۳؎ اور اسلام میں نرم،وحی بند ہوچکی اور دین مکمل ہوچکا کیا دین میں کمی کی جاوے گی حالانکہ میں زندہ ہوں۱۴؎ (رزین)۱۵؎

۱؎ اس فرمان فاروقی کے تین مطلب ہوسکتے ہیں:ایک یہ کہ وہ دونیکیاں اپنی مجھے دے دیتے اور میری ساری نیکیاں خود لے لیتے۔دوسرے یہ کہ مجھے بجائے ان تمام نیکیوں کے وہ دو نیکیاں میسر ہوجاتیں۔تیسرے یہ کہ قیامت میں رب تعالٰی میری تمام نیکیوں کو حضرت صدیق کوان دو نیکیوں کی طرح قرار دے دے۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ نگاہِ فاروقی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حضور پر جان نچھاور کرنا ساری نیکیوں سے افضل ہے۔حضرت عمر اپنی ساری نمازوں،سارے روزوں،سارے جہادوں،ساری فتوحاتِ اسلامیہ کو اس غار کے جھاڑنے سوراخ میں پاؤں لگانے،سانپ سے کٹوانے،حضور انور کا سر اپنے زانو پر رکھنے پر قربان کررہے ہیں۔حضرت صدیق نے اس رات تہجد،سجدے سجود نہیں کیے تھے بلکہ محبوب کی یہ خدمات کی تھیں اعلٰی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔شعر

مولٰی علی نے واری تیری نیند پر نماز — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلی خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جاں اپنی دے چکے — اور حفظِ جاں تو اصل فروض غرر کی ہے

گو تو نے ان کو جان پھیر دی غار پر　　　وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فروع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے اس رات جناب صدیق نے وہ عبادت کی جو روئے زمین پر اس وقت کوئی نہیں کررہا تھا یعنی اپنے زانو پر حضور کا سر رکھ کر حضور کے چہرے کو تکتے رہنا اس وقت یہ عبادت کوئی نہیں کررہا تھا رضی اللہ عنہ۔

۳؎ یہ ہے درجہ فنافی الرسول اور عشق صادق کا،عشق نے لباس کے ٹکڑے اڑا دیئے دونوں پاؤں سوراخوں سے کٹوادیئے،اس وقت عجیب کیفیت سے حضرت صدیق وہاں بیٹھے ہوں گے کہ پاؤں اوپر ہیں خود نیچے ہیں اس نشست پر ہزارہا نماز کی نشستیں قربان ہوں۔

۴؎ آج حضرت ابوبکر صدیق کا زانو کعبہ معظّمہ بلکہ عرش معلٰی سے افضل تھا۔رحل پر قرآن رکھا جاوے تو وہ محترم ہے جس کی گود صاحبِ قرآن کی رحل بنے وہ کیوں نہ افضل ہوگا۔خیال رہے کہ جناب آمنہ حلیمہ ثوبیہ کی گود میں حضور نے پرورش پائی،حضرت ابوبکر و علی کی گود میں حضور نے سر رکھ کر آرام فرمایا،ہجرت کی رات ابوبکر کی گود میں اور خیبر کے دن حضرت علی کے زانوں پر،حضرت عائشہ صدیقہ کے سینہ پر حضور انور کی وفات ہوئی۔یہ گود یہ زانو بہت ہی افضل ہیں جیسے آل عبا کچھ دیر کے لیے حضور کی عبا کمبل شریف میں رہے تو افضل ہوگئے ایسے ہی یہ حضرات ان نسبتوں سے سارے جہان سے افضل ہوئے۔یہ فقیر ان گودوں ان زانوؤں کے توسل سے دعائیں کیا کرتا ہے رب تعالٰی سے قبولیت کی امید ہے۔

۵؎ یعنی مار غار نے یار غار کو کاٹ لیا عرب کا سانپ بہت ہی زہریلا ہوتا ہے،سانپ نے کئی بار کاٹا ایک ہی جگہ تاکہ آپ اپنا پاؤں ہٹالیں مگر پاؤں نہ ہٹا،جان کہتی ہے کہ ہٹاؤ ایمان کہتا ہے کہ جنبش نہ کرو وہاں ایمان جان پر غالب رہا۔

۶؎ جب سانپ کا زہر جسم میں اثر کرتا ہے تو اعضاء بدن میں سخت پٹخنی پڑتی ہے،اس وقت انہیں روکنا بڑی ہی ہمت و جرأت کی بات ہے۔

۷؎ آپ کے یہ آنسو سخت تکلیف کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر جاری ہوئے جنہیں حضور انور کے نورانی چہرے پر جگہ ملی۔

۸؎ حضور انور کے لعاب شریف کے معجزات بھی شمار سے باہر ہیں۔حضرت علی کی دُکھتی آنکھوں میں لگا تو اس نے کحل الجواہر کا نفع دیا،سیدنا عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی پنڈلی میں لگا تو ہڈی جوڑنے والے سریش کا کام کیا،حضرت طلحہ کے گندھے ہوئے آٹے اور گوشت کی ہانڈی میں پڑا تو بے مثال برکت دی،حضرت ابوبکر صدیق کے ڈسے ہوئے پاؤں کے انگوٹھے میں لگا تو تریاق کا کام دیا،لعاب کیا ہے اللہ کی قدرتوں کا مظہر اتم ہے۔بعض صالحین کو فرماتے سنا گیا کہ جو شیخ صدیقی حضرت محمد ابن ابوبکر کی اولاد سے ہیں انہیں سانپ یا تو کاٹتا نہیں اگر کاٹے تواثر نہیں کرتا اس لعاب شریف کا اثر ہے اور ان کی اولاد کے پاؤں کے انگوٹھے میں سیاہ تل ہوتا ہے حتی کہ اگر ماں باپ دونوں کی طرف سے شیخ صدیقی ہو تو دونوں پاؤں کے انگوٹھے میں یہ تل ہوگا۔میں نے بہت صدیقی حضرات کے پاؤں کے انگوٹھے میں یہ تل دیکھے ہیں غرضکہ یہ عجیب معجزات ہیں۔

۹؎ اس طرح کہ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے وقت یہ ہی سانپ کا اثر لوٹ آیا اسی زہر سے آپ کی وفات ہوئی اور آپ کو درجہ شہادت عطا ہوا یہاں بھی فنا فی الرسول کی جلوہ گری ہے۔حضور انور کی وفات خیبر والے زہر سے ہوئی کہ اس کا اثر واپس آیا اور جناب صدیق کی وفات غار ثور والے سانپ کے زہر سے ہوئی،حضور کی وفات کی شب چراغ میں تیل نہ تھا اورحضرت ابوبکر کی وفات کے وقت گھر میں کفن کے لیے کپڑا نہ تھا،پہنے ہوئے کپڑے دھوکر انہیں میں کفن دیا گیا یہ ہے اسلام کا پہلا تاجدار رضی اللہ عنہ۔

۱۰؎ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ زکوۃ کی فرضیت کے منکر ہوگئے لہذا مرتد ہوگئے تھے کہ فرض کا انکار کفر ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ ظاہری مال زکوۃ سلطان اسلام کو ادا کرنے کے منکر ہوگئے ہوں تو باغی ہوئے دونوں سے قتل جائز ہے۔اس کی تحقیق کتاب الزکوۃ میں گزر گئی وہاں کہا گیا ہے کہ اب مال باطن سونا چاندی اور مال ظاہری جانور وغیرہ سب کی زکوۃ خود مال والا ہی دے سلطان کو نہ دے۔

۱۱؎ **عقال** عین کے کسرہ سے بمعنی رسی بھی آتا ہے اور بمعنی بکری کا بچہ بھی یہاں دونوں احتمال ہیں،بعض روایات میں بجائے **عقال** کے عناق آیا ہے بمعنی بکری کا بچہ۔مقصود یہ ہے کہ اگر معمولی زکوۃ بھی ہم کو سپرد نہ کریں تو ان پر جہاد ہوگا۔

۱۲؎یعنی ان پر جہاد نہ کریں بلکہ کچھ ڈھیل دیں اورنرمی سے انہیں سمجھادیں حضرت علی بلکہ تمام صحابہ نے حضرت صدیق اکبر سے یہ ہی عرض کیا وہ بولے کہ حضور انور صاحب معجزات تھے مگر آپ نے تئیس سال میں احکام شرعیہ جاری فرمائے ہم یک دم کیسے جاری کرسکتے ہیں،آپ نے کسی کی بات نہ مانی اور حضرت فاروق اعظم کو جواب دیا جو یہاں مذکور ہے۔(حاشیہ اشعۃ اللمعات)

۱۳؎یہ ہے حضرت ابوبکر صدیق کی قوتِ ایمانی کہ دین کے معاملہ میں کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں۔

۱۴؎یعنی اپنے جیتے جی اسلام میں کوئی رخنہ نہیں پڑنے دوں گا میرے بعد اللہ حافظ ہے۔خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے زمانہ جاہلیت میں کبھی کفروشرک نہیں کیا۔مرقات میں بحوالہ **معالی العرش الحبیب** روایت نقل فرمائی کہ ایک دن ابوبکر صدیق نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یارسول اللہ میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا ایک بار مجھے میرے باپ ابوقحافہ ایک بت کے سامنے لے گئے اور کہا یہ ہے ہمارا رب اسے سجدہ کر،باپ کسی کام کو گئے میں نے بت سے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے،میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے،پھر میں نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اگر تو خدا ہے تو میری مار سے اپنے کو بچالے،یہ کہہ کر میں نے اسے اس پتھر سے توڑ دیا میرے باپ نے آکر یہ دیکھا تو بولے یہ کیا،میں نے کہا دیکھ لو اپنے خدا کا حال جو میری مار سے نہ بچ سکا،میرے باپ نے یہ شکایت میری ماں سے کی وہ بولیں کہ میں نے صدیق کی پیدائش کے وقت ایک غیبی آواز سنی کہ اے اللہ کی بندی بشارت ہو اس بچے کی جو عتیق ہے،رسول اللہ کا رفیق ہے،آسمان میں اس کا نام صدیق۔(مرقات یہ ہی مقام)جب حضرت صدیق حضور کو یہ واقعہ سنا چکے تو حضرت جبریل نازل ہوئے اور فرمایا صدیق سچ کہہ رہے ہیں۔(مرقات)

۱۵؎یہ حدیث نسائی نے بدین الفاظ نقل کی اور بخاری مسلم نے اس کے معنی روایت کئے۔(مرقات)

باب مناقب عمر

حضرت عمر کے فضائل ا

الفصل الاول

پہلی فصل

ا عمر صفت مشبہ ہے اس کا مصدر عمران ہے بمعنی آبادی، عمر کے معنی ہیں آباد رکھنے والا یا آباد کرنے والا۔حضرت عمر نے اسلام آباد کیا قدرت نے انہیں پہلے ہی عمر نام عطا فرمایا۔انسان کی زندگی کی عمر کو عمر کہتے ہیں یعنی جسم کی آبادی کا زمانہ جیساکہ روح اسے آباد رکھتی ہے۔آپ کی کنیت ابوحفص ہے،آپ کے فضائل بے شمار ہیں،آپ اسلام کے مطلوب ہیں کہ حضور انور نے رب سے دعا کرکے انہیں لیا،قرآن مجید کی بیس آیات سے زیادہ آپ کی رائے کے موافق آئیں،ان آیات کی تفصیل لمعات میں شیخ نے کی،اشعۃ اللمعات میں صرف تعداد بتائی آپ نے اپنے دس سالہ دور خلافت میں اسلام دور دور پھیلایا،جتنی فتوحات آپ کے زمانہ میں ہوئیں ان کی مثال ملنی مشکل ہے،آپ مدینہ منورہ کی زمین مسجد نبوی شریف محراب النبی میں نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید ہوئے،آپ ۲۶ چھبیس ذی الحجہ بدھ کے دن ۲۳ھ زخمی کیے گئے اور یکم محرم اتوار کے دن دفن کیے گئے،تریسٹھ سال عمر پائی۔

6035 -[1] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أحدٌ فإِنَّه عمر» .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم سے پہلی امتوں میں الہام والے لوگ تھے تو اگر میری امت میں کوئی ہوا تو وہ عمر ہیں ا (مسلم،بخاری)

ا اس فرمان عالی کے بہت مطلب ہوسکتے ہیں۔آسان مطلب یہ ہے کہ **محدثون** سے مراد ہیں صاحب وحی انبیاء کرام یعنی گزشتہ امتوں میں حضرات انبیاء کرام ہوتے تھے،اگر میری امت میں کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر ہوتے،اس کی شرح وہ حدیث ہے لو کان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد نبی ہوتا تو جناب عمر نبی ہوتے ورنہ حضور کی امت میں ہر زمانہ میں ہزارہا الہام والے اولیاء اللہ ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے،تمام صحابہ خصوصًا حضرت عثمان و علی و صدیق صاحب الہام اولیاء اللہ تھے۔(از مرقات)

6036 -[2] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: اسْتَأْذن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ: أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ» قَالَ	روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں حضرت عمر ابن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی حضور کے پاس قریش کی کچھ عورتیں تھیں ا جو آپ سے کلام کررہی تھیں اور زیادہ مانگتی تھیں ۲ اونچی آواز سے ۳ تو جب حضرت عمر نے اجازت مانگی تو ان سب نے حجاب میں جلدی کی ۴ تو عمر حاضر ہوئے اور رسول اللہ ہنس رہے تھے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ کے دندان کو ہنستا رکھے ۵ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان عورتوں سے تعجب کرتا ہوں جو میرے پاس تھیں جب انہوں نے آپ کی آواز سنی تو پردے میں

عُمَرُ: يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم؟ قُلْنَ: نَعَمْ أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِيهٍ يَا ابْنَ الْخَطَّاب وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ». وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: زَادَ الْبَرْقَانِيُّ بَعْدَ قَوْلِهِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: مَا أَضْحَكَكَ	جلدی کی۶ حضرت عمر نے فرمایا اے اپنی جانوں کی دشمن۷ کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں وہ بولی ہاں۸ آپ سخت طبیعت اور سخت گیر ہیں۹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب اے ابن خطاب اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے شیطان تم سے نہیں ملتا کسی راستہ میں چلتا ہوا مگر وہ آپ کی راہ کے سوا دوسرے راہ چلتا ہے۱۰ (مسلم،بخاری) حمیدی نے کہا کہ برقانی نے یارسول اللہ کے بعد **ما أضحكك** سے زیادہ کیا۱۱

۱؎ یہ بیویاں حضور انور کی ازواج پاک تھیں: حضرت عائشہ،حفصہ،ام سلمہ،زینب بنت جحش وغیرہا۔(مرقاۃ،اشعہ) لہذا یہ اعتراض نہیں پڑسکتا کہ حضور انور سے ان عورتوں نے پردہ کیوں نہیں کیا۔

۲؎ یعنی عرض یہ کرتی تھیں ہمارا خرچہ جو حضور سے ہم کو ملتا ہے وہ کم ہے زیادہ عطا ہوا کرے اس میں ہمارا گزارا نہیں ہوتا،**استکثار** کے معنی ہیں زیادہ مانگنا۔

۳؎ یہ واقعہ یا تو اسوقت کا ہے جب کہ ابھی آیت کریمہ "**لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ**"الخ نہیں آئی تھی یا ان میں سے ہر ایک بی بی صاحبہ آہستہ آہستہ آواز سے بولتی تھیں مگر سب آوازیں مل کر بلند ہوتی تھی،یا یہ کہو کہ حضور کی آواز شریف پر اپنی آواز بلند کرنا یا بے ادبی سے اونچی آواز کرنا حرام ہے مطلقًا بلند آواز کرنا منع نہیں،یہ بلندی آواز حرام نہ تھی۔(مرقات) لہذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں کہ ازواج پاک حضور عالی کی بارگاہ میں اونچی آواز سے کیوں کلام کرتی تھیں کیا حضور انور کے سامنے اذان نہیں ہوتی تھی اور اونچی آواز سے ہوتی تھی مگر یہ بلندی آواز جائز تھی۔**عالیة اصواتهن** سے مراد ہے کہ وہ روزانہ عادی آواز سے زیادہ آواز بلند کیے تھیں۔

۴؎ ان بیویوں میں اکثر وہ تھیں جو حضرت عمر سے اجنبی تھیں،ان سے پردہ فرض تھا جیسے حضرت صدیقہ وغیرہا اور بعض وہ بھی تھیں جو حضرت عمر کی محرم تھیں جیسے جناب حفصہ بنت عمر مگر یہ سب ہی چھپ گئیں کیوں،ہیبت فاروقی کی وجہ سے۔

۵؎ یعنی یارسول اللہ اللہ تعالٰی آپ کو ہنسی خوشی رکھے میرے آقا اس وقت تبسم کی وجہ کیا ہے۔معلوم ہوا کہ شاہوں کے آستانہ میں گفتگو کرنے کا بھی سلیقہ چاہیے،دعائیں دے رہے ہیں بات کچھ نہیں کہتے کہ حضور دعائیں سن لیں مقصد خود سمجھ لیں۔

۶؎ یعنی یہ بیویاں مجھ سے نہ ڈریں تم سے ڈریں۔خیال رہے کہ مقام ناز اور ہے مقام خوف دوسرا حضور پر تو گنہگاروں کو بھی ناز ہے وہاں مچلنا اور مچل مچل کر مانگنا ہی رب کو محبوب ہے۔

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے   گنہگار نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

۷؎ یہ لفظ اس غضب کا ہے جس میں کرم شامل ہو جیسے حضور کا فرمان عقر حلق،یا پنجابی میں اوڈپڑ جانیے،یا اردو میں منڈی منڈی وغیرہ یعنی تم خرچہ زیادہ کرانے کے لیے اپنے نفع نقصان کا بھی خیال نہیں کرتیں۔حضور انور کے سامنے زیادہ بے تکلفی کبھی ضبط اعمال کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے اس لیے تم اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال رہی ہو خود اپنی دشمن ہو۔

۸؎ ہاں کا تعلق صرف ایک بات سے ہے یعنی ہاں ہم آپ سے ڈرتے ہیں،یہ معنی نہیں کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتے۔(مرقات)

۹؎ یعنی آپ کے ہاں پکڑ زیادہ ہے حضور کے ہاں کرم زیادہ ہے اس لیے اے عمر تم سے ڈر لگتا ہے۔

۱۰؎ اس فرمان عالی کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ تو کمزور عورتیں ہیں،تمہاری ہیبت کا تو یہ حال ہے کہ شیطان جیسا مردود سخت تر جن بھی تم سے ڈرتا ہے،تمہیں دیکھ کر بھاگتا ہے راستہ چھوڑ جاتا ہے،یہ مطلب نہیں کہ ان عورتوں کا یہ کام شیطانی تھا یا اس وقت شیطان وہاں موجود تھا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو نہ بھاگا حضرت عمر سے بھاگ گیا۔

۱۱؎ برقان ملک خوارزم کا ایک شہر ہے یہ محدث وہاں کے رہنے والے تھے اس لیے انہیں برقانی کہا جاتا ہے۔

6037 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم: "دخلتُ الجَنَّةَ فإذا أَنا بالرُميضاء امْرَأَةِ أَبي طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشَفَةً فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: هَذَا بِلَالٌ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جاريةٌ فَقلت: لمن هَذَا؟ فَقَالُوا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِليه فذكرتُ غيرتكَ"فَقَالَ عمر:بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعَلَيْكَ أغار؟ .	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں جنت میں گیا۱؎ تو میں ابو طلحہ کی بیوی رمیصا کے پاس پہنچا۲؎ اور میں نے ایک آہٹ سنی تو میں نے کہا یہ کون ہیں فرمایا یہ بلال ہیں۳؎ اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک بی بی تھیں میں نے کہا یہ کس کا ہے سب نے کہا عمر ابن خطاب کا۴؎ میں نے چاہا کہ وہاں داخل ہوں کہ اسے دیکھوں تو تمہاری غیرت یاد آگئی۵؎ جناب عمر نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا یا رسول اللہ کیا میں آپ پر غیرت کرسکتا ہوں۶؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یہ واقعہ یا تو معراج کا ہے یا کشف کا یا خواب کا۔

۲؎ رمیصاء نام ہے حضرت ام سلیم کا جو حضرت انس کی والدہ اور ابو طلحہ کی بیوی ہیں،آپ پہلے مالک کی بیوی تھیں ان سے انس ابن مالک پیدا ہوئے پھر ابوطلحہ کے نکاح میں آئیں۔**رمیصاء** بنا ہے **رمص** سے،**رمص** آنکھ کا کیچڑ جو آنکھ کے کوئے میں جمع ہوجائے۔آپ کے نام میں بہت روایات ہیں بعض میں غمیصا ہے،بعض میں رمیصاء ص بے نقطہ والی ہے،بعض میں رمیضاء ض نقطہ والی سے،معنی سب کے ایک ہیں۔آپ رمیصاء بنت ملحان ہیں،کنیت ام سلیم اگرچہ ابھی آپ جنت میں پہنچی نہ تھیں وہاں داخلہ قیامت کے بعد ہوگا مگر نبی کی نگاہ آئندہ واقعات بھی دیکھ لیتی ہے ام سلیم تو ابھی زندہ تھیں۔**سبحان اللہ!** کیسی خوش نصیب بی بی ہیں کہ حضور انور نے ان کے جیتے جی انہیں جنت میں دیکھ لیا۔

۳؎ یہ فرمان عالی **باب التطوع** میں گزرچکا۔ایک روایت میں یوں ہے کہ ہم جب بھی جنت میں گئے تو ہم نے بلال کو اپنے آگے چلتے دیکھا،حضور انور کو قیامت میں جنت میں داخلہ کے وقت کا واقعہ آج دکھادیا گیا کہ جب حضور انور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے تو حضرت بلال آپ کے آگے خادمانہ شان سے ہٹو بچو کہتے ہوئے چلیں گے۔اے بلال! تیری تقدیر کے قربان۔

۴؎ ایک روایت میں یوں ہے کہ ہم نے پوچھا یہ محل کس کا ہے ملائکہ نے عرض کیا ایک عربی شخص کا،ہم نے کہا کہ عربی تو ہم بھی ہیں یہ کس شخص کا محل ہے کہا ایک قرشی کا،میں نے کہا کہ قرشی ہم بھی ہیں یہ ہے کس کا فرشتوں نے کہا محمد مصطفیٰ کے ایک امتی کا،ہم نے فرمایا محمد مصطفیٰ ہم ہی ہیں یہ کس کا محل ہے تب کہا عمر ابن خطاب کا۔(مرقات)

۵؎ یعنی چونکہ اس محل میں تمہاری بی بی حور حین بھی تھی اس لیے ہم تمہاری غیرت کا خیال کرکے اندر نہ گئے ورنہ خیال تھا کہ اس کے ہر گوشہ میں گھوم پھر کر اس محل کا معائنہ فرماویں۔

٦؎ امام سیوطی نے اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی روایت فرمائے ھل رفعنی الله الا بك وھل ھدانی الله الا بك مجھے اللہ نے آپ کے صدقہ تو یہ بلندی بخشی اور آپ ہی کے صدقہ سے ہدایت دی آپ میرے مائی باپ ہیں آپ پر کیا غیرت۔

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار　　　　که اگر خاره گر گل ہمہ پرورده تست

برات کی ساری بہار دولہا کے دم قدم سے ہے۔

6038 -[4] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُول: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُونَ ذَلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ» قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الدِّينَ» .	روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میں سورہا تھا تو میں نے لوگوں کو دیکھا وہ مجھ پر پیش کیے جارہے ہیں جن پر قمیص ہیں، بعض وہ ہیں جو پستان تک پہنچتی ہیں بعض اس سے بھی کم۱؎ اور مجھ پر عمر ابن خطاب پیش کیے گئے اس حال میں کہ ان پر وہ قمیص ہے جسے وہ کھینچ رہے ہیں۲؎ لوگوں نے کہا یارسول اللہ اس کی کیا تعبیر لی فرمایا دین۳؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ دون ذلك میں دو احتمال ہیں: اس سے کم یا اس سے نیچے۔دوسرے معنی کی تائید وہ روایت کرتی ہے کہ بعض کی قمیص ناف تک تھی،بعض کی گھٹنے تک،بعض کی آدھی پنڈلی تک یہ حضور کا خواب ہے اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے جس پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں"يٰبُنَيَّ اِنِّيۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ"۔

۲؎ یعنی حضرت عمر کی قمیص ان کے قدموں سے نیچے تھی جو ان کے چلنے پر گھسٹ رہی تھی۔

۳؎ حضور انور نے لباس کی تعبیر دین سے فرمائی کیونکہ لباس تو بدن کا ستر اور زینت ہے اور دین دل و جان کا ستر بھی ہے زینت بھی۔اس خواب اور نبوی تعبیر سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر نہایت ہی کامل الایمان قوی دین والے ہیں،اگر ہم جیسے گنہگاروں پر جناب فاروق کی نظر کرم ہوجائے تو ہمارے دین و ایمان کامل سے کامل تر ہوجائیں رضی اللہ عنہ۔ غالب یہ ہے کہ ان پیش ہونے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق نہ ہوں گے۔خیال رہے کہ دین یا ایمان کی مقدار میں زیادتی کمی نہیں ہوتی یعنی کوئی آدھا یا چوتھائی مسلمان نہیں ہوتا سارے پورے مؤمن ہوتے ہیں،ہاں کیفیت میں فرق ہوتا ہے،بعض مؤمن،بعض کامل مؤمن،بعض اکمل یعنی کامل تر مؤمن"وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَـئِنَّ قَلۡبِىۡ"۔

6039 -[5] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُول: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب ہم سورہے تھے تو ہمارے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے پی لیا۱؎ حتی کہ میں نے دیکھا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی

أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ» قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الْعِلْمَ» .	ہے۲ پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر ابن خطاب کو دے دیا لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اس کی تعبیر کیا دی فرمایا علم۳(مسلم،بخاری)

۱؎ دودھ لانے والا فرشتہ تھا اور دودھ علم دین تھا اور پیالہ یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک منہ جس سے یہ علم جاری ہوتا ہے یا آپ کی وحی،دوسرا احتمال قوی ہے۔

۲؎ یعنی وہ دودھ میری رگ رگ میں سرایت کر گیا حتی کہ ناخنوں سے نکل کر بہنے لگا،اس میں اشارہ ہے دودھ کی زیادتی کی طرف۔

۳؎ علم سے مراد علم دین ہے۔خیال رہے کہ دودھ انسان کی پہلی جسمانی غذا ہے اور علم پہلی روحانی غذا جس سے روح کی پرورش ہوتی ہے اس لیے دودھ کی تعبیر علم سے دی۔عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ایک عالم ہے جسے عالم مثال کہا جاتا ہے یہ عالم ہے تو نورانی مگر مشابہہ ہے عالم جسمانی سے۔نیند میں ایک روح اس عالم کی سیر کرتی ہے،اس سیر میں جو دیکھتی ہے وہ رؤیا صادقہ یعنی سچی خواب کہلاتی ہے۔علم چار صورتوں میں نظر آتا ہے: پانی،دودھ،شراب،شہد۔یہ ہی علم ان چار صورتوں میں جنت میں ہوگا کہ وہاں ان ہی چیزوں کی نہریں ہوں گی۔پانی نظر آنا گویا علم لدنی ہے،دودھ شریعت کے اسرار کا علم،شراب طہور علم کامل،شہد گویا نبوت کا علم ہے۔بعض عارفین فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین ان چار علوم کا منبع ہیں،حضرت عمر اس علم کا سرچشمہ ہیں جو دودھ کی شکل میں ہے۔اس علم میں حضرت عمر سب سے اعلی،دوسرے علوم میں باقی تین خلفاء سب سے اکمل۔اس میں اختلاف ہے کہ علم یا استعداد علم کی انتہا ہے یا نہیں قوی یہ ہے کہ انتہا نہیں،رب فرماتا ہے:"وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا"۔ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔

شربت الحب کاسا بعد کاس　　　　فمانفد الشراب ولا رویت

یہ بحث مرقات شرح مشکوۃ میں ملاحظہ کرو۔حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر تمام قبائل عرب کے علوم ایک پلے میں رکھے جائیں اور حضرت عمر کا علم دوسرے پلے میں تو حضرت عمر کا علم سب سے بڑھ جاوے گا،صحابہ کرام کہا کرتے تھے کہ علم کے دس حصے کیے گئے نو حصے حضرت عمر کو دیئے گئے ایک حصہ دوسرے لوگوں کو،یہ تقسیم حضور انور کی طرف سے ہوئی۔ (از مرقات)

6040 -[6] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:«بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ؟ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتَّى ضرب النَّاس بِعَطَنٍ»	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب ہم سو رہے تھے کہ میں نے اپنے کو ایک کنوئیں کے کنارہ پر دیکھا۱ جس پر ڈول تھا تو میں نے جیسا اللہ نے چاہا نکالا پھر اسے ابو قحافہ کے فرزند نے لے لیا۲ تو اس سے ایک یا دو ڈول نکالے۳ اور ان کے کھینچنے میں کچھ ضعف تھا۴ اللہ انکے ضعف کو بخشے۵ پھر دو چرسا بن گیا۶ تو اسے عمر ابن خطاب نے لے لیا میں نے لوگوں میں کسی پہلوان کو نہ دیکھا جو جناب عمر کی طرح کھینچتا ہوے حتی کہ لوگوں نے واڑہ اختیار کر لیا۸

۱؎ کچی کنویں جس کی من یعنی رکاوٹ کی دیوار نہ بنی ہو قلیب کہلاتی ہے اور پکا کنواں جس کی من ہو اسے طویٰ کہتے ہیں۔ یعنی ہم ایک بغیر من والے کنویں کے کنارے پر تھے لوگ اور جانور اس کے پاس پیاسے کھڑے تھے ہم نے کچھ ڈول نکال کر انہیں پلایا۔

۲؎ ابو قحافہ حضرت ابوبکر صدیق کے والد کی کنیت ہے،ان کا نام عثمان ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق کے بعد تک زندہ رہے۔(اشعہ)

۳؎ اس میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی مدت کی کمی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی خلافت ایک دو سال ہی ہوگی۔ حرف او شک کے لیے نہیں،بعض نے کہا کہ یہاں او بمعنی بلکہ ہے۔(اشعہ)

۴؎ یہاں ضعف سے مراد سستی یا کمزوری نہیں بلکہ نرمی اور مہربانی ہے حضرت صدیق اکبر فطرتًا نرم دل اور مہربان تھے۔(اشعۃ اللمعات)

۵؎ یہ دعاء مغفرت حضرت صدیق اکبر پر کرم کے اظہار کے لیے ہے جیسے کہا جاتا ہے میرا بیٹا اللہ اسے بخشے بہت اچھا ہے یا جیسے رب فرماتاہے:"**لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ**"لہذا اس سے حضرت ابوبکر کا کوئی گناہ ثابت نہیں ہوتا۔(اشعہ)حضرت ابو بکر صدیق نے اتنی تھوڑی سی مدت خلافت میں وہ کارہائے نمایاں کیے کہ **سبحان اللہ**!حضرت عمر فاروق کی تمام فتوحات کی جڑ جناب صدیق اکبر نے ہی قائم فرمائی،ملک کے اندرونی خلفشار کو آپ نے ہی دور کیا،فتوحات اسلامی کی بنیاد آپ نے ہی رکھی، آپ نے بہت ملک فتح فرمائے۔دیکھو الفاروق جس کے آخر میں فتوحات صدیقیہ کا نقشہ دیا گیا ہے آپ نے ہی جھوٹے نبیوں کو ختم مرتدین کا قلع قمع فرمایا رضی اللہ عنہ۔

۶؎ ڈول کے چرسا بن جانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں اسلامی سرحدیں بہت دور تک پہنچیں گی فتوحات بہت زیادہ ہوں گے۔

۷؎ اس قوت سے پانی نکالنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ اتنے بڑے ملکوں کو فتح فرماکر ان کا انتظام سنبھال بھی لیں گے اور بڑی قوت و شوکت سے ان میں اسلام پھیلائیں گے کہ مشرق ومغرب میں آپ کی برکت سے اسلام پھیل جاوے گا۔**عبقر** ایک جنگل کا نام تھا جس کے متعلق عرب کا خیال تھا کہ وہاں جنات رہتے ہیں۔چنانچہ ہر بہادر قوی پہلوان کو عبقری کہہ دیتے تھے کہ یہ شخص انسانی طاقت سے زیادہ کام کرتا ہے گویا یہ اس جنگل کا قوی جن ہے۔**یفری** بنا ہے **فری** سے بمعنی چمڑاکاٹنا،مشکل کام کرنے کو **فری** بولا جاتا ہے۔(مرقات)

۸؎ **عطن** عین اور ط کے فتح سے واڑا،یعنی وہ جگہ جہاں جانوروں کو کھلا پلاکر باندھا جاوے،اسے اردو میں باڑا کہتے ہیں،پنجابی میں واڑہ کہتے ہیں۔

6041 -[7] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: «ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِي بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِي فَرْيَهُ حَتَّى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوا بعَطَنٍ» .	اور حضرت ابن عمر کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا پھر اسے عمر ابن خطاب نے ابوبکر کے ہاتھ سے لے لیا ان کے ہاتھ میں چرسا بن گیا تو میں نے کوئی پہلوان نہ دیکھا جو ان کی بہادری دکھائے حتی کہ لوگ سیراب ہوگئے اور واڑہ اختیار کرلیا۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی لوگ خود بھی سیراب ہوگئے اور انہوں نے اپنے جانوروں کو بھی سیراب کرلیا۔اس تعبیر میں اشارہ اس جانب ہے کہ اس سیرابی کی ابتداء حضرت صدیق اکبر سے ہوگی اور تکمیل حضرت عمر فاروق پر۔(مرقات)

الفصل الثانی

دوسری فصل

[8]- 6042 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ نے جناب عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا۱؎(ترمذی)

۱؎ یعنی ان کے دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ حق ہوتے ہیں اور زبان سے جو بولتے ہیں وہ حق بولتے ہیں،ان کے خیالات ان کے کلام نفسانی یا شیطانی نہیں ہوتے بلکہ رحمانی ہوتے ہیں۔**جعل** فرماکر یہ بتایا کہ یہ حقانیت ان کی اپنی کوشش سے نہیں بلکہ قدرتی فطرتی ہے رب کی طرف سے ہے جو کبھی زائل نہیں ہوسکتی۔

[9]- 6043 وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَان عمر يَقُول بِهِ»	اور ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ فرمایااللہ نے جناب عمر کی زبان پر حق رکھ دیا جسے وہ بولتے ہیں۱؎

۱؎ یہ عبارت پہلی عبارت کے قریبًا ہم معنی ہے وہاں **جعل** تھا یہاں **وضع** ہے مطلب ایک ہی ہے کہ ان کی یہ حقانیت رب کی طرف سے ہے۔

[10]- 6044 وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا كُنَّا نُبْعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عمر. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي «دَلَائِل النُّبُوَّة»	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ ہم خیال کرتے تھے کہ جناب عمر کی زبان پر سکینہ بولتا ہے۱؎(بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎ سکینہ کے لفظی معنی ہیں سکون قلب اور دلی اطمینان،اصطلاح میں سکینہ وہ فرشتوں کی جماعت ہے جو مؤمنوں پر مصیبت کے وقت اترتی ہے،انکے دل ہاتھ میں لے لیتی ہے جس سے انکے دل ٹھہر جاتے ہیں گھبراتے نہیں،رب فرماتاہے:"**هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الْمُؤْمِنِیۡنَ**"اور فرماتاہے:"**فَاَنۡزَلَ اللہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیۡنَ**" یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی حضرت عمر کے کلام ان کی زبان میں مسلمانوں کے دلوں کو چین ہوتا تھا یا وہ فرشتہ جسے سکینہ کہتے ہیں وہ حضرت عمر کی زبان پر بولتا تھا۔(لمعات)بعض بزرگوں کے کلام بلکہ ان کی صحبت میں دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔

[11]- 6045 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ» فَأَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا الہی اسلام کو عزت دے یا ابوجہل ابن ہشام سے یا عمر ابن خطاب کے ذریعہ۱؎تو جناب عمر نے سویرا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح ہی حاضر ہوئے اسلام قبول کرلیا۲؎پھر مسجد میں ظاہر ظہور نماز

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ ثُمَّ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ ظَاهرا. رَوَاهُ أَحْمد وَالتِّرْمِذِيّ	پڑھی گئی ۳؎(احمد و ترمذی)

۱؎ یعنی الٰہی ان دونوں میں سے ایک کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دے تاکہ ان کے ذریعہ سے اسلام خوب پھیلے۔معلوم ہوا کہ عالم اسباب میں اسباب سے کام لینا جائز ہے۔حضرت عمر کا اسلام سبب بنا اشاعت اسلام کا،حضور انور نے اس کی دعا مانگی۔رب تعالٰی بھی حضرت عمر کے متعلق ارشاد فرماتاہے:"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ"اے نبی آپ کو اللہ تعالٰی اور یہ مؤمن کافی ہے جس نے اب آپ کی اتباع کی ہے یعنی حضرت عمر۔آپ کے اسلام لانے پر فرشتوں نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیں۔غرضکہ سب طالب اسلام ہیں اور حضرت عمر مطلوب اسلام۔

۲؎ آپ کے اسلام لانے کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ابوجہل نے اعلان کیا کہ جو محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کو قتل کرے اسے ایک سو اونٹنیاں اور ایک سو اوقیہ چاندی انعام دوں گا،حضرت عمر نے اس سے کہا کہ کیا تو یہ وعدہ پورا کرے گا اس نے کہاہاں نقد دوں گا ادھار نہ ہوگا،آپ تلوار لے کر دار ارقم کی طرف چل دیئے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع مسلمانوں کے قیام فرما تھے،راستہ میں کسی نے کہا کہ عمر تم نے اگر ان کو قتل کردیا تو بنی ہاشم کے مقابلہ سے کیسے بچو گے،آپ نے فرمایا شاید تو بھی مسلمان ہوچکا ہے جو مجھے ڈراتا ہے اس نے کہا کہ اس سے عجیب یہ ہے کہ تمہاری بہن اور تمہارے بہنوئی بھی مسلمان ہوچکے ہیں،آپ کو غیرت آئی اپنی بہن کے گھر پہنچے تو گھر سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز آرہی تھی،حضرت سعید ابن زید جوان دونوں کو قرآن پڑھا رہے تھے وہ چھپ گئے،آپ نے اپنے بہنوئی سے کہا میں نے سنا ہے تم مسلمان ہوچکے ہو یہ کہہ کر انہیں لپٹ گئے مارنے لگے،بہن چھڑانے لگیں تو انہیں بھی مارا،بہن بولیں اے عمر تم چاہے ہم کو ہلاک کردو ہم تو مسلمان ہوچکے ہیں،اس کلام نے اپنا کام کردیا دل پر چھری سی چل گئی،فرمایا وہ کلام مجھے بھی سناؤ جو تم پڑھ رہی تھیں،فرمایا پہلے غسل کرو آپ نے غسل کیا پھر کلام سنا سورہ طٰہٰ شریف تھی جب یہ آیت"اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى"سنی تو نعرہ مار کر بولے کہ جس کی یہ صفت ہے وہ ہی لائق عبادت ہے۔اتفاقًا حضرت خباب ابن ارت وہاں پہنچے فرمایا اے عمر آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ایمان کی دعا مانگی ہے تم کو ایمان اس دعا کی برکت سے ملا پھر آپ حضرت خباب کے ساتھ حضور کے پاس بیت ارقم میں پہنچے۔

گر کے قدموں پر وہ قربان ہوگئے　　　پڑھ لیا کلمہ مسلمان ہوگئے　　　(مرقات)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور نے یہ دعا نہ کی تھی کہ خدایا اسلام کو عمر کے ذریعہ عزت دے بلکہ دعا یہ کی تھی اللھم اعز عمر بالاسلام خدایا عمر کو بذریعہ اسلام عزت دے مگر یہ غلط ہے حضور نے یہ ہی دعا کی تھی کہ خدایا عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت دے،یہ ایسا ہی ہے جیسے رب کا فرمانا"فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ"یا حضور فرماتے ہیں زینوا القرآن باصواتکم۔حضرت عمر نبوت کے پانچویں سال ایمان لائے،آپ سے چالیس مسلمانوں کا عدد پورا ہوا،آپ سے تین دن پہلے جناب حمزہ ایمان لائے تھے۔(مرقات)

۳؎ یعنی جناب عمر کے اسلام سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے آپ کے اسلام لانے پر مسلمانوں نے علانیہ مسجد حرام میں آکر نماز پڑھی۔یہاں نماز سے یہ نماز پنجگانہ فریضہ اسلام مراد نہیں کیونکہ حضرت عمر نبوت کے پانچویں سال ایمان لائے اور نماز پنج گانہ نبوت کے گیارہویں سال معراج میں فرض ہوئیں،بلکہ اس سے وہ نمازیں مراد ہیں

جو حضور انور اپنے الہام سے لوگوں کو پڑھاتے اور خود پڑھتے تھے جیساکہ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور پر پہلی وحی آئی تو آپ غار حرا میں اعتکاف و عبادات میں مصروف تھے۔بعض روایات میں ہے کہ اس دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو فاروق کا خطاب دیا مگر بعض روایات میں ہے کہ آپ کو فاروق کا خطاب اس دن دیا گیا جب آپ نے اس منافق کو قتل کیا جو ایک یہودی کے ساتھ جھگڑے میں حضور انور کے فیصلہ سے راضی نہ ہوا تھاآپ کے پاس اپیل لایا تھا۔(مرقات)

[12]- 6046	
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ: يَا خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَا إِنَّكَ إِنْ قُلْتَ ذَلِكَ فَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:«مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَى رَجُلٍ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ»رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ جناب عمر نے ابوبکر صدیق سے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے۱؎ بہتر تو جناب ابوبکر نے کہا کہ آگاہ رہو اگر تم نے یہ کہا ہے تو میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کسی شخص پر سورج نہیں چمکا جو جناب عمر سے بہتر ہو۲؎ (ترمذی)اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ یہ ہی اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق بعد انبیاء تمام خلق سے افضل ہیں۔یہاں **بعد** رسول اللہ سے مراد بعد انبیاء کرام ہے لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ آپ نبیوں سے افضل ہوں۔

۲؎ یہاں یا تو زمانہ فاروقی کا ذکر ہے جب حضرت ابوبکر صدیق وفات پاچکے ہوں گے،یا بعد ابوبکر صدیق مراد ہے،یا یہ مطلب ہے کہ عدالت میں یا سیاست میں حضرت عمر سب سے افضل ہیں ان جیسا دنیا میں کوئی سیاست دان عادل نہ ہوا۔لہذا یہ فرمان اس کے خلاف نہیں کہ حضرت صدیق بعد انبیاء سب سے افضل ہیں۔(مرقات)

[13]- 6047	
وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ:قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لوكان بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو جناب عمر ابن خطاب ہوتے۱؎(ترمذی)اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ یعنی اگر ہمارے بعد کسی نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو حضرت عمر نبی ہوتے کیونکہ ان کے دل میں رب کی طرف سے الہام اور القاء بہت ہوتا ہے اور انہیں وحی سے بہت ہی مناسبت ہے اسی لیے قرآن مجید کی بہت سی آیات آپ کی رائے کے مطابق ہیں جیسے پردہ،شراب کی حرمت،بدر کے قیدیوں کے بارے میں آیات۔

[14]- 6048	
وَعَن بُرَيْدَة قَالَ: خرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كنتُ نذرت إن ردك الله سالما أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنَّى. فَقَالَ لَهَا	روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی جہاد میں تشریف لے گئے۱؎ تو جب واپس ہوئے تو ایک سیاہ فام لونڈی آئی بولی یا رسول اللہ میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ آپ کو صحیح سلامت واپس لائے تو آپ کے سامنے دف بجاؤں اور گاؤں۲؎ اس سے رسول اللہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا» فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَأَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ إِنِّي كُنْتُ جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ أَنْتَ يَا عُمَرُ أَلْقَتِ الدُّفَّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيب

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو نے منت مانی ہے تو بجالے ورنہ نہیں۳؎ وہ دف بجانے لگی ابوبکر صدیق آئے وہ بجاتی رہی پھر جناب علی آئے وہ بجاتی رہی پھر جناب عثمان آئے وہ بجاتی رہی۴؎ پھر حضرت عمر آئے تو اس نے دف اپنے چوتڑوں کے نیچے رکھ لی پھر اس پر بیٹھ گئی۵؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے۶؎ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ بجارہی تھی پھر ابوبکر آئے وہ بجاتی رہی پھر علی آئے وہ بجاتی رہی پھر عثمان آئے وہ بجاتی رہی۷؎ پھر اے عمر جب تم آئے تو اس نے دف پھینک دی۸؎ (ترمذی)اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۱؎ یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ کون سا غزوہ تھا۔

۲؎ یہ نذر شرعی نہیں تھی کہ نذر شرعی میں ضروری ہے کہ جنس واجب سے ہو،دف بجانا اور گانا کہیں واجب نہیں۔نذر بمعنی نذرانہ عقیدت ہے ہر شخص اپنی حیثیت کے لائق ہی نذرانہ اس بارگاہ عالی میں پیش کرتا ہےاس لونڈی کے پاس یہ ہی نذرانہ تھا۔

کچھ پاس نہیں میرے کیا نذر کروں تیرے　　　　اک ٹوٹا ہوا دل ہے اور گوشہ تنہائی

۳؎ ذکر بجانے کا ہےگانے کی اجازت بھی اس میں داخل ہے۔(مرقات)یعنی گاتے بجاتے اپنے دل کے ارمان پورے کرے۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی تشریف آوری پر خوشی منانا بہترین عبادت ہے اس لیے یہ نذر درست ہوئی،نذر عبادت کی ہوتی ہے۔(مرقات و اشعہ)گناہ کی نذر درست نہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لا نذر فی معصیة**۔(نسائی شریف)خیال رہے کہ جھانجھ کے ساتھ دف وغیرہ ممنوع ہے بغیر جھانجھ بلاضرورت کھیل کود کے لیے بھی ممنوع،غرض صحیح کے لیے دف تاشہ بجانا جائز ہے۔لہذا اعلان نکاح،روزے کے افطار یا سحری کے لیے یوں ہی غازیوں کے لیے دف بجانا جائز ہے،یہ دف جھانجھ سے اور لہو و لعب سے خالی تھی لہذا جائز تھی۔لونڈی پر نہ تو پردہ واجب ہے نہ اس کی آواز عورت ہے،اسے اجنبی شخص دیکھ بھی سکتا ہے اس کی آواز بھی سن سکتا ہے۔لہذا یہاں یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے اجنبی عورت کو کیوں دیکھا اور اس کی آواز کیوں سنی۔نہ اس سے مروجہ ناچ گانے پر دلیل پکڑی جاسکتی ہے کہ اب آزاد عورتیں بن سنور کر گاتی ہیں،یہ حرام قطعی ہے اس حدیث سے بہت لوگ دھوکہ کھاگئے ہیں۔

۴؎ یعنی وہ لونڈی ان حضرات میں سے کسی سے نہیں ڈری برابر دف بجاتی اور گیت گاتی رہی۔

۵؎ یہ ہیبت فاروقی تھی کہ اس بی بی نے وہ کام بند کردیا جو جائز بلکہ عبادت تھا مگر لہو و لعب کی صورت میں تھا،حضرت عمر کو دیکھ کر گھبرا گئی جیسے بعض ہیبت والے آدمیوں کو دیکھ کر بیٹھے ہوئے باتیں کرنے والے لوگ ادھرادھر ہوجاتے ہیں جگہ خالی کرجاتے ہیں حالانکہ وہاں انکا بیٹھنا باتیں کرنا حرام نہیں ہوتا لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر یہ کام جائز تھا تو حضرت عمر کو دیکھ کر اس بی بی نے بند کیوں کردیا اور اگر حرام تھا تو پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیوں کیا۔مگر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ کام ان حضرات کے لیے درست تھا حضرت عمر کے لیے درست نہ تھا اس لیے ان حضرات کے سامنے ہوتا

رہا،حضرت عمر کے آنے پر بند ہوگیا کہ اب لہو و لعب بن گیا۔قوالی درد والے کے لیے درست ہے مگر جو اس زمرہ کا نہ ہو جس کے عشق پر اطاعت کا غلبہ ہو اس کے لیے درست نہیں اور اگر قوالی میں ایک شخص غیر اہل آجاوے تو سب کے لیے لہو بن جاتی ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔یہ واقعہ ایسا ہے جیسے حضرت عائشہ نے حریرہ بنایا اور بی بی سودہ سے کہا کہ کھاؤ انہوں نے انکار کیا آپ نے حریرہ ان کے منہ سے مل دیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ سے فرمایا کہ تم بھی عائشہ کے منہ سے مل دوانہوں نے بھی مل دیا،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرمارہے تھے وہ دونوں ہنس رہی تھیں کہ حضرت عمر نے دروازے کے باہر سے آواز دی،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں جلدی اپنے منہ دھولو عمر آرہے ہیں،حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس دن سے میں جناب عمر سے ہیبت کرتی ہوں دیکھو مرقات۔

۶؎ یعنی اے عمر یہ تو ایک عورت ہے جو ایسا کام کررہی تھی جو حقیقتًا درست تھا صورۃً کھیل تھا یہ کیوں نہ ڈر جاتی تمہاری ہیبت کا تو یہ عالم ہے کہ تم سے شیطان بھی ڈرتا ہے جو مردود دوسروں سے نہیں ڈرتا۔اس فرمان عالی میں نہ تو اس عورت کو شیطان فرمایا گیا اور نہ اس کے اس عمل کو شیطانی کہا گیا کہ یہ عمل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوا تھا لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے،یا یہ مطلب ہے کہ اب تمہارے آنے سے یہ کام غیر درست ہوگیا اور بند ہوگیا جیساکہ ابھی عرض کیا گیا۔

۷؎ یعنی ہم چاروں ہستیوں سے یہ بی بی نہ گھبرائی ہمارے رحم و کرم پر بھولی رہی گاتی بجاتی رہی۔

۸؎ اس حدیث سے بہت سے وہ مسائل حاصل ہوئے جو ابھی شرح کے ضمن میں عرض کیے گئے:(۱)حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی اور تشریف آوری کی خوشی منانا عبادت مستحبہ ہے لہذا میلاد شریف معراج شریف وغیرہ کی تاریخوں میں عید منانا خوشیاں کرنا عبادت ہے(۲)لونڈی پر پردہ نہیں(۳)لونڈی کی آواز اجنبی سن سکتا ہے(۴)دف بجانا مطلقًا منع نہیں بلکہ لہو و لعب کے لیے ہوتو منع ہے(۵)اچھے اور جائز اشعار گانا اور ان کا سننا منع نہیں(۶)حضرت صدیق و عثمان وعلی رضی اللہ عنہم پر غلبہ محبت ہے اور حضرت عمر پر غلبہ اطاعت لہذا ان حضرات کے مراتب جداگانہ ہیں۔

[15]- 6049	
وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ تَعَالَيْ فَانْظُرِي» فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَيَّ عَلَى مَنْكِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ إِلَى رَأْسِهِ.فَقَالَ لِي:«أَمَا شَبِعْتِ؟أَمَاشَبِعْتِ؟» فَجَعَلْتُ أَقُولُ:لَا لِأَنْظُرَ مَنْزِلَتِي عِنْدَهُ إِذ طلع عمر قَالَت فَارْفض النَّاس عَنْهَا. قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لأنظر إِلَى شَيَاطِينِ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے شور اور بچوں کی آواز سنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو ایک حبشی بچی ناچ رہی تھی اور بچے اس کے ارد گرد تھے۱؎ فرمایا اے عائشہ آؤ دیکھو۲؎ چنانچہ میں آئی تو میں نے اپنے جبڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ دیئے۳؎ میں حضور کے سر اور کندھے کے درمیان سے ادھر دیکھنے لگی مجھ سے فرمایا کیا تم سیر نہیں ہوئیں کیا تم سیر نہیں ہوئیں میں کہنے لگی نہیں تاکہ میں حضور کے نزدیک اپنا مقام دیکھوں۴؎ کہ اچانک حضرت عمر نمودار ہوئے تو لوگ اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۵؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جن و انس کے شیطانوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ عمر سے بھاگ گئے۶؎ فرماتی ہیں

الْإِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ» قَالَتْ: فَرَجَعْتُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيب	پھر میں لوٹ آئی(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی غریب بھی۔

۱؎ یہ ناچنے والی لونڈی تھی وہ بھی بچی اور اس کا تماشہ دیکھنے والے بھی مدینہ منورہ کے بچے تھے۔تزفن بنا ہے زفن سے بمعنی پاؤں زمین پر مارنا،اس سے مراد ہے ناچنا عموماً بچے ایسی حرکت کرتے ہیں یہ ان کا کھیل کود اور شغل ہوتا ہے۔

۲؎ اس وقت ام المؤمنین بھی نو عمر بچی ہی تھیں آپ کو کھیل دیکھنے کا بہت شوق تھا یہ ہے حضور انورصلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کریمانہ۔ہم کو تعلیم دی کہ گھر والوں سے ایسا برتاؤ کرو اپنی بیوی کے جائز شوق حتی المقدور پورے کرو۔معلوم ہوا کہ بچوں کا کھیلنا اور انہیں کھیل دکھانا بالکل جائز ہے۔

۳؎ لحیی تثنیہ ہے لحیٰ کا بمعنی جبڑے،یہ مضاف ہے متکلم کی طرف اس لیے ی مشدد ہے۔یعنی حضورانورصلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے کھڑے ہوگئے آڑ بن گئے میں نے حضور انورصلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی رکھ دی کندھے اور سر مبارک کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھنے لگی۔

ناز نین حق نبی ہیں تم نبی کی نازنین ناز برداری تمہاری کیوں نہ فرمائے خدا

آپ کا لقب ہے محبوبہ محبوب رب العالمین رضی اللہ عنہا،ہم سب کو فخر ہے کہ ہم اس عظمت والی ماں کی اولاد ہیں۔

۴؎ یعنی میں بہت دیر تک یہ تماشا دیکھتی رہی اور حضور انور میری خاطر کھڑے رہے،میں اگرچہ تماشہ سے سیر ہوچکی تھی مگر میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ حضور انور کو مجھ سے کتنی محبت ہے اور میری خاطر حضور کب تک یہاں قیام فرما رہیں گے۔

۵؎ اس بھاگنے کی وجہ ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئی کہ یہ کام جائز تھا مگر صورۃً کھیل تماشا تھا،حضرت عمر کی ہیبت چھوٹوں بڑوں سب کے دلوں میں تھی یہ رعب و ہیبت رب تعالٰی کا عطیہ تھی۔

۶؎ یہ شیاطین جو اس وقت بھاگے یہ وہ شیاطین تھے جو انسانوں کے ساتھ رہتے یا جو بازاروں میں مجمعوں میں رہتے ہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ بازاروں میں مساجد میں مجمعوں میں شیاطین رہتے ہیں،مسجدوں کے شیاطین وضو اور نماز میں بہکانے کے لیے رہتے ہیں،بازاروں میں گناہ کرانے کے لیے،اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ بازاروں اور مسجدوں میں جانا حرام ہو یا وہاں کی حاضری شیطانی کام ہو۔دوسری روایات میں ہے کہ عید کے دن بچے حدود مسجد میں کھیل رہے تھے حضرت عمر نے انہیں بھگانا چاہا تو حضور انورصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر آج عید ہے انہیں عید منانے دو۔حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس کچھ بچیاں گا بجا رہی تھیں حضور انورصلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے لیٹے تھے،جناب صدیق اکبر نے انہیں منع کیا تو چہرہ انور کھول کر فرمایا کہ اے ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے آج ہماری عید ہے انہیں خوشی منانے دو۔بہرحال یہ حدیث بالکل واضح ہے کہ حضرت ام المؤمنین بھی اس وقت بچی تھیں اور وہ ناچنے والی بھی بچی ناچ دیکھنے والے بھی بچے تھے لہذا یہاں بے پردگی کا سوال پیدانہیں ہوتا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

6050 -[17] (مُتَّفق عَلَيْهِ)	روایت ہے حضرت انس اور ابن عمر سے کہ جناب عمر نے

فرمایا کہ میں نے تین باتوں میں اپنے رب سے موافقت کی ۱؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم مقام ابراہیم کو جاء نماز بنالیتے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مقام ابراہیم جاء نماز بناؤ۲؎ اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کی بیویوں کے پاس بھلے برے لوگ آجاتے ہیں۳؎ مناسب تھا کہ آپ انہیں حکم دیتے کہ وہ پردہ کرلیتیں تو پردہ کی آیت نازل ہوئی۴؎ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں غیرت کھا کر جمع ہوئیں۵؎ تو میں نے کہا کہ ممکن ہے کہ اگر وہ تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب انہیں تم سے اچھی بیویاں عطا فرمادے تو آیت بھی اسی طرح اتری۶؎	عَن أنس وَابْن عمر أَن عمرقَالَ:وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ: قُلْتُ:يَا رَسُولَ اللَّهِ لَو اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى؟ فَنَزَلَتْ [وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى] . وَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ يَدْخُلُ عَلَى نسائِكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَهُنَّ يَحْتَجِبْنَ؟ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَاب وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ فَقُلْتُ [عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقكنَّ أَن يُبدلهُ أَزْوَاجًا خيرا منكنَّ] فَترلت كَذَلِك

۱؎ سبحان اللہ! کیسا پیارا ادب ہے یہ نہ کہا کہ رب نے میری موافقت فرمائی حالانکہ آپ کی رائے پہلے تھی نزول آیات بعد میں۔اس میں اشارۃً یہ فرمایا کہ رب کا حکم قدیم تھا میری یہ رائے احادیث ادب کی انتہا ہے۔یہاں تین کا ذکر زیادتی کی نفی کے لیے نہیں،کل پندرہ۱۵ آیتیں آپ کی رائے کے مطابق آئی ہیں۔(مرقات)بدر کے قیدیوں کے متعلق آیت،منافقوں کا جنازہ نہ پڑھنے کی آیت بھی آپ کی رائے کے مطابق آئی رضی اللہ عنہ۔

۲؎ یعنی میرا دل چاہتا ہے طواف کے نفل کہ ہم مقام ابراہیم کے سامنے اس طرح پڑھا کریں کہ کعبہ کی طرف نماز ہو مگر سامنے یہ پتھر بھی ہو جس پر جناب خلیل کے قدم پڑے ہیں تاکہ عین نماز میں اس پتھر کا بھی ادب ہوتا رہے تو رب تعالٰی نے اس ہی چیز کا حکم دیا کہ "وَ اتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰھٖمَ مُصَلًّی"آج تک طواف کے نفل اس جگہ اسی طرح ادا ہوتے ہیں یہ ہے حضرت عمر فاروق کا احترام تبرکات۔آپ کا سنگ اسود سے فرمانا کہ اے پتھر تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان،میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے دیکھا ہےاس لیے چومتا ہوں اس کا مقصد سنگ اسود کی توہین فرمانا نہیں وہاں مقصد ہی کچھ اور ہے جو ہم حج کے بیان میں عرض کرچکے ہیں،یہ بھی غلط ہے کہ حضرت عمر نے بیعت رضوان والا درخت کٹوایا وہ تبرکات کے دشمن نہ تھے،آپ تبرکات کا ایسا احترام کرتے تھے جو یہاں مذکور ہے۔

۳؎ یعنی ابھی اسلام میں پردہ کا حکم نہیں اس لیے ہر طرح کے آدمی آپ کے دولت خانہ میں آجاتے ہیں حضور کی شان اس سے ارفع واعلٰی ہے آپ اپنی ازواج پاک کو پردہ کا حکم دیں۔

۴؎ یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ عام مؤمنہ عورتوں کا پردہ یہ ہے کہ اپنا چہرہ اجنبی کو نہ دیکھنے دیں مگر ازواج پاک کا پردہ یہ تھا کہ برقع اوڑھ کر بھی کسی اجنبی کے سامنے نہ ہوں تاکہ ان کے جسم کا اندازہ بھی کسی کو نہ ہوسکے۔(اشعۃ اللمعات)یہاں مرقات میں ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب عائشہ صدیقہ ایک پیالہ میں حیس کھارہے تھے،حضرت عمر حاضر ہوئے فرمایا آؤ تم بھی کھاؤ وہ کھانے لگے کہ حضرت عمر کی انگلی حضرت عائشہ کی انگلی سے چھوگئی آپ نے کہا اوہ کاش آپ کی بیویوں کو کوئی آنکھ نہ دیکھ سکتی اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

۵؎اس کا واقعہ یہ ہوا کہ جناب زینب کے پاس شہد تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت مرغوب تھا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ بعد عصر ان کے پاس تشریف لے جاتے شہد ملاحظہ فرماتے تھے،حضرت عائشہ اور حفصہ وغیرہ کو اس سے بہت غیرت ہوئی کہ حضور روزانہ وہاں کیوں جاتے ہیں،انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے روکنے کے لیے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں وہ یہ کہہ دیں کہ حضور انور کے منہ شریف سے مغافیر گوند کی بو آتی ہے ان دونوں بیویوں نے یہ ہی عرض کیا،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر شہد حرام فرمالیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ"وہ واقعہ یہاں مذکور ہے اس موقع پر حضرت عمر نے یہ فرمایا تھا۔

۶؎جو الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمائے تھے انہی الفاظ میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔

6051 -[18] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةٍ لِابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ: فِي مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ وَفِي الْحِجَابِ وَفِي أُسَارَى بَدْرٍ.	حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے کہ جناب عمر نے فرمایا کہ میں نے تین باتوں میں اپنے رب کی موافقت کی مقام ابراہیم میں اور پردہ میں اور بدر کے قیدیوں میں۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ان مختلف روایتوں میں مختلف باتوں کا ذکر ہے اور سب روایات درست ہیں تقریبًا پندرہ آیات حضرت عمر کی رائے کے مطابق آئی ہیں۔متفرق روایات میں متفرق چیزوں کا ذکر ہے بدر کے قیدیوں کے متعلق جو واقعہ ہوا ہے وہ تو مشہور ہی ہے۔

6052 -[18] وَعَن ابْن مَسْعُود قَالَ: فُضِّلَ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب بِأَرْبَعٍ: بِذِكْرِ الْأُسَارَى يَوْمَ بَدْرٍ أَمَرَ بِقَتْلِهِمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى[لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُم عَذَاب عَظِيم] وَبِذِكْرِهِ الْحِجَابَ أَمَرَ نِسَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ فَقَالَتْ لَهُ زَيْنَبُ: وَإِنَّكَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ الْخَطَّاب وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ فِي بُيُوتِنَا؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى [وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعا فَاسْأَلُوهُنَّ من وَرَاء حجاب] وَبِدَعْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ» وَبِرَأْيِهِ فِي أَبِي بَكْرٍ كَانَ أول نَاس بَايعه. رَوَاهُ أَحْمد	روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ عمر ابن خطاب کو چار باتوں میں لوگوں پر بزرگی عطا ہوئی بدر کے دن قیدیوں کے تذکرہ سے آپ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا۱؎تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری کہ رب کی تحریر پہلے نہ ہوچکی ہوتی تو تم کو اس لیے ہوئے مال میں بڑا عذاب پہنچتا۲؎اور ان کے پردہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو پردہ کا مشورہ دیا تو ان سے جناب زینب بولیں اے ابن خطاب کیا تم ہم پر حکم چلاتے ہو حالانکہ وحی ہمارے گھروں میں اترتی ہے۳؎تب رب نے یہ آیت نازل کی کہ جب تم ان سے سامان مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۴؎اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کہ الٰہی تو عمر کے ذریعہ اسلام کو قوت دے اور ان کی رائے جناب ابوبکر کے متعلق رائے کی وجہ سے آپ نے لوگوں سے پہلے ان سے بیعت کی۵؎(احمد)

۱؎یعنی حضرت عمر کا مشورہ یہ تھا کہ سارے قیدی اس طرح قتل کیے جائیں کہ ہر مسلمان اپنے عزیز کافر قیدی کو قتل کرے اس طرح کہ یارسول اللہ اپنے چچا عباس کو آپ قتل کریں اور اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو حضرت صدیق قتل کریں اور اپنے ماموں ہشام

کو میں قتل کروں یہ لوگ سرداران کفر ہیں ان کے قتل ہوجانے سے کفر کا زور ٹوٹ جائے گا،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ لوگ آخر ہمارے ہی بھائی بھتیجے وغیرہ ہیں ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جاوے،اس فدیہ کے مال سے اسلام کو قوت حاصل ہوگی،اس سے ہم آئندہ غزوات کے لیے ہتھیار خریدیں گے اور یہ قیدی شاید آئندہ مسلمان ہوجاویں،حضور انور نے جناب صدیق اکبر وغیرہ کی رائے کو ترجیح دی اور ان تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

۲؎ خیال رہے کہ ان خطابات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں روئے سخن اور حضرات سے ہے اس لیے **لمسکم** اور **اخذتم** میں جمع کی ضمیریں ارشاد ہوئیں۔یہ بھی خیال رہے کہ ارادۂ الٰہی یہ ہی تھا کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جاویں اور بعد میں سب مؤمن ہوکر اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سارے چھوٹے ہوئے قیدی بعد میں مسلمان ہوئے اور اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں،نہ یہ چھوڑنا برا تھا اگر چھوڑنا برا ہوتا تو یہ آیت پہلے ہی آجاتی اور چھوڑنے سے روک دیتی،یہ کیا ہوا کہ جب چھوڑ دیئے گئے مال وصول کرلیا گیا پھر یہ آیت نازل ہوئی،نیز اگر یہ کام برا ہوتا تو یہ لیا ہوا مال حرام ہوتا حلال نہ ہوتا مگر وہ مال فدیہ حلال رہا،رب نے فرمایا کہ "**فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا**" پھر لطف یہ ہے کہ یہاں تو فدیہ لینے پر بظاہر عتاب ہورہا ہے مگر آئندہ کے لیے اجازت دی جارہی ہے کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا کرنا کہ ارشاد ہوا "**فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً**" اس آیت کا منشا یہ ہے کہ تم لوگوں نے اتنا بڑا کام خود اپنے اجتہاد سے کیوں کیا وحی کا انتظار کیوں نہ کیا لہذا اس واقعہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عمر جناب ابوبکر صدیق یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں اور ان قیدیوں کا چھوڑنا گناہ ہو،اس کی تحقیق ہماری تفسیر میں اسی آیت کے ماتحت دیکھو۔حضرت صدیق کی خطا ان سب کی سلامتی جان اور ایمان بلکہ صحابیت وغیرہ کا ذریعہ بنی اس خطا پر ہماری عمر بھی کی عبادتیں قربان ہوں۔

۳؎ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کچھ تیز طبیعت تھیں اور ابھی پردہ کے احکام آئے نہ تھے حضرت عمر کی رائے تھی کہ پردہ ہو اس پر آپ ناراض ہوئیں۔

۴؎ حضرت عمر کے تاقیامت مسلمانوں پر بڑے ہی احسانات ہیں ہم کو پردہ کی نعمت ملی تو ان سرکار کے صدقہ سے،رمضان کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانے کی اجازت ملی تو ان کے طفیل،نماز تراویح کی باقاعدہ دائمی جماعت ملی تو ان کے کرم سے اور آج تراویح کے ذریعہ حفظ قرآن بلکہ حفاظت قرآن ہے،اللہ تعالٰی ہم سب کی طرف سے ان سرکار کو جزاء خیر دے۔

۵؎ خیال رہے کہ دنیا میں چار انتخاب بہت ہی اعلیٰ و افضل ہوئے: جناب آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا کہ میں انہیں پرورش کروں گی "عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ"،بی بی صفورا نے موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا کہ اپنے والد سے کہا "یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ" ابا جان انہیں اپنے کام کے لیے رکھ لو،زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا انتخاب کیا انہیں خرید کر اپنے گھر کے لیے،حضرت عمر نے جناب صدیق کا انتخاب کیا خلافت کے لیے،اس آخری انتخاب کا فائدہ دنیا ہمیشہ اٹھائے گی۔

[19]- 6053	
وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ذَاكَ الرَّجُلُ أَرْفَعُ أُمَّتِي دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ» . قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَاللَّهِ مَا كُنَّا نُرَى ذَلِكَ الرَّجُلَ إِلَّا	روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ شخص میری امت میں جنت کے بڑے درجہ والا ہے ۱؎ ابوسعید نے فرمایا اللہ کی قسم ہم یہ شخص حضرت عمر ابن خطاب ہی کو سمجھے رہے حتی کہ وہ اپنی راہ

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ. رَوَاهُ ابْن مَاجَه	چلے گئے۲(ابن ماجہ)

۱؎ اس فرمان عالی کے بہت مطلب بیان کیے گئے: قوی یہ ہے کہ **ذاك الرجل** سے اشارہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرف ہے کیونکہ حضور انور نے اس سے پہلے دجال کا ذکر فرماتے ہوئے کہا کہ ایک شخص اس سے کہے گا کہ تو کافر ہے تو وہی ہے جس کی خبر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی،وہ دجال ان بزرگ کو آرے سے چروا کر دو ٹکڑے کردے گا پھر زندہ کر لے گا،وہ زندہ ہو کر فرمائیں گے کہ اب تو مجھے تیرے کافر ہونے کا اور بھی زیادہ یقین ہوگیا،اس کے بعد حضور انور نے یہ فرمایا کہ یہ شخص میری امت میں بڑے درجہ والا جنتی ہوگا یعنی اس زمانہ کے لوگوں میں سب سے افضل ہوگا۔(مرقات)

۲؎ یعنی ہمارا خیال یہ تھا کہ دجال سے مقابلہ والے وہ صاحب حضرت عمر ہی ہوں گے آپ کے زمانہ میں دجال نکلے گا اور آپ اس کا مقابلہ کریں گے مگر جب آپ شہید کردیئے گئے تب ہم سمجھے کہ کوئی اور صاحب ہیں۔لہذا حدیث واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ کیا حضرت عمر جناب صدیق اکبر سے بھی بڑے درجے والے ہیں۔(مرقات)اس عبارت کے اور مطلب بھی بیان کیے گئے ہیں مگر یہ مطلب آسان بھی ہے اور واضح بھی اور قوی بھی۔

[20]- 6054 وَعَن أسلم قَالَ: سَأَلَنِي ابْنُ عُمَرَ بَعْضَ شَأْنِهِ - يَعْنِي عُمَرَ - فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِينِ قُبِضَ كَانَ أَجَدَّ وَأَجْوَدَ حَتَّى انْتهى من عمر. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت اسلم سے۱؎ فرماتے ہیں مجھ سے ابن عمر نے ان کے یعنی حضرت عمر کے بعض حالات پوچھے۲؎ میں نے انہیں خبر دی تو فرمایا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات ہوئی میں نے حضرت عمر سا کوئی زیادہ کوشش والا زیادہ سخی نہیں دیکھا حتی کہ وفات پائی۳؎(بخاری)

۱؎ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں،آپ کی کنیت ابو خالد ہے،حبشی تھے ۱۱ھ میں آپ کو حضرت عمر نے خریدا تھا،آپ تابعی ہیں اور آپ کے بیٹے کا نام زید ابن اسلم ہے،آپ نے مروان ابن حکم کی حکومت میں وفات پائی ایک سو چودہ سال عمر ہوئی۔(مرقات)ایک اسلم اور بھی ہیں جن کی کنیت ابو رافع ہے وہ صحابی ہیں وہ یہاں مراد نہیں۔

۲؎ چونکہ جناب اسلم حضرت عمر کے غلام اور خاص خادم تھے آپ کے علانیہ اور خفیہ حالات سے مطلع تھے اس لیے حضرت عبداللہ ابن عمر اگرچہ صاحبزادہ ہیں مگر آپ کے خفیہ حالات خادم خاص سے پوچھ رہے ہیں یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر نے مجھ سے فرمایا کہ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وہ خصوصی خفیہ حالت بیان کرو جس کی صرف تم کو خبر ہوگی اور کسی کو خبر نہیں۔

۳؎ یعنی حضور انور کی وفات کے بعد خلافت فاروقی میں آپ سے بڑھ کر محنتی اللہ کی راہ میں جفا کشی راہ خدا میں زیادہ سخی کوئی نہ دیکھا۔(اشعۃ اللمعات)اس صورت میں حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو آپ سے بڑھ کر سخی اور محنتی تھے یا یوں کہو کہ یہ حضرت عمر کی خصوصی فضیلت ہے آپ کی مثل مشقت و محنت اللہ کی راہ میں غالبًا کسی نے نہ کی ہوگی۔

[21]- 6055 وَعَن المِسور بن مَخْرَمَةَ قَالَ: لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَأَنَّهُ يُجَزِّعُهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا كُلُّ ذَلِكَ لَقَدْ صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى	روایت ہے مسور ابن مخرمہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر کو نیزہ مارا گیا۲؎ تو آپ غم کرنے لگے ان سے ابن عباس نے تسکین دیتے ہوئے عرض کیا۳؎ اے امیر المؤمنین آپ ان تمام کی پرواہ نہ کریں۴؎ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقَكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقَكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِينَ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ. قَالَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ عَلَيْهِ وَسلم وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللَّهِ مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَلِك من من الله جلّ ذكره مَنَّ بِهِ عَلَيَّ. وَأَمَّا مَا تَرَى مِنْ جزعي فَهُوَ من أَجلك وَأجل أَصْحَابِكَ وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ لِي طِلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبا لافتديت بِهِ من عَذَاب الله عز وَجل قبل أَن أرَاهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	ساتھ رہے تو ان کی رفاقت خوب نبھائی پھر وہ آپ سے جدا ہوئے وہ آپ سے راضی تھے پھر آپ حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ رہے تھے تو ان کی رفاقت خوب نبھائی وہ آپ سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے پھر آپ مسلمانوں کے ساتھ رہے ان کا ساتھ خوب نبھایا۵ اگر آپ ان سے جدا ہوئے تو اس طرح جدا ہوں گے کہ وہ آپ سے راضی ہوں گے۶ آپ نے فرمایا یہ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کا اور آپ کی خوشنودی کا ذکر کیا یہ اللہ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا۷ لیکن جو تم نے حضرت ابوبکر کی صحبت اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا یہ بھی مجھ پر اللہ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا۸ لیکن میری گھبراہٹ تم دیکھ رہے ہو وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۹ اللہ کی قسم اگر میرے پاس زمین بھر کرسونا ہو تو میں عذاب الٰہی سے فدیہ دے دوں اسے دیکھنے سے پہلے۱۰(بخاری)

۱؎ آپ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے بھانجے ہیں بہت کم عمر صحابی ہیں،حضور انور کی ہجرت کے دو سال بعد مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے،ذی الحجہ ۸ھ آٹھ ہجری میں مدینہ منورہ لائے گئے،حضور انور کی زیارت کی،آپ کی آٹھ سال کی عمر تھی جب حضور انور کی وفات شریف واقع ہوئی،بڑے فقیہ عابد و زاہد تھے۔

۲؎ حضرت عمر کو مغیرہ ابن شعبہ کے غلام ابولولو نے مدینہ منورہ میں چھبیس ذی الحجہ ۲۳ تئیس ہجری کو بدھ کے دن نیزہ مارا آپ زخمی ہونے کی حالت میں بہت ہی رنج و غم فرمانے لگے۔

۳؎ **تجزع** باب تفعیل کا مضارع ہے اور یہاں یہ باب سلب مادہ کے لیے ہے،**جزع** بمعنی گھبراہٹ اور **تجزعه** بمعنی گھبراہٹ دور کرنے یعنی تسلی دینا۔

۴؎ **کل ذالك** سے پہلے ایک فعل **لا تبتال** پوشیدہ ہے یعنی آپ ان تکالیف کی پرواہ نہ کریں کیونکہ آپ کو اللہ تعالٰی نے بڑے کرم سے نوازا ہے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

۵؎ یعنی تین نعمتیں تو آپ کو پہلے مل چکی ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ سے راضی ہونا،پھر حضرت ابوبکر کی صحبت و رفاقت کہ آپ ان کے وزیر باتدبیر رہے اور ان جناب کا آپ سے خوش رہنا پھر خلافت اسلامیہ اور ان میں آپ کا عدل و انصاف فرمانا مسلمانوں کا آپ سے راضی رہنا۔

۶؎ یعنی اگر اس قاتلانہ حملہ سے آپ کی وفات ہوگئی تو **سبحان اللہ**! شہادت وہ بھی مدینہ منورہ کی زمین میں نماز کی حالت میں مسجد نبوی شریف میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے شریف پر،یہ خوبیاں آپ کے سواء کسی کو میسر نہ ہوئیں نہ ہوں گی

پھر مسلمانوں کا آپ سے راضی ہونا۔معلوم ہوا کہ بزرگوں کا راضی رہنا بھی اللہ کی نعمت ہے اور مسلمانوں کا خوش رہنا بھی اللہ کی رحمت ہے یہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔

ے یعنی حضور انور کی صحبت حضور کا مجھ سے راضی رہنا یہ میری کسبی خوبی نہیں ہے یہ خاص عطاء ذوالجلال ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدا،بخشندہ

صحابی رسول اللہ بننا وہ سعادت ہے کہ اس کے مقابل کوئی سعادت نہیں بنی،تمام جہان کے ولی غوث قطب صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے۔

۸ یعنی حضور انور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کی صحبت اور ان کا مجھ سے راضی ہونا یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی صحبت اللہ کی رحمت ہے۔

آدھی سے آدھی بھلی اور آدھی سے بھی آدھ بھیگا سنگت سادھ کی کاٹے کوٹ اپرات

یعنی اللہ کے مقبول بندوں کی صحبت ایک بلکہ آدھی گھڑی کی بھی مبارک ہے ان کی صحبت گناہوں کے پہاڑ توڑ دیتی ہے حضرت فرید کی والدہ ان سے فرماتی تھیں۔

اُٹھ جاگ فریداستیا اوہ خلقت ویکھن جا مت کوئی بخشیا مل پوے کہ تو بھی بخشیا جا

ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے۔

۹ یعنی میری یہ گھبراہٹ اپنی تکالیف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خیال سے ہے کہ میرے بعد مسلمانوں کا خصوصًا آپ اہل بیت لوگوں کا کیا بنے گا میں بڑے بڑے فتنوں کے سامنے مضبوط اور بند دروازہ ہوں میری شہادت کے بعد مسلمانوں میں بڑے بڑے فتنے ہوں گے جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔چنانچہ شہادت عثمان جو مسلمانوں میں تلوار چلنے کا مبداء بنی وہ آپ کے بعد ہی واقع ہوئی۔

۱۰ یہ ہے خوف الٰہی کی انتہا جو کمال ایمان کی دلیل ہے۔حضرت عمر وہ ہستی ہیں کہ ان کے طفیل لوگ بخشے جائیں گے مگر خود اپنی ہیبت کا یہ حال ہے یہاں مرقات نے حضرت عمر فاروق کی چند کرامات کا ذکر فرمایا۔

کرامات عمر فاروق !رضی اللہ عنہ

(۱) جمعہ کے دن حضرت عمر خطبہ پڑھ رہے ہیں کہ پکارا اے ساریہ پہاڑ کو لو دو یا تین بار فرمایا،لوگوں نے بعد خطبہ پوچھا کہ اے امیر المؤمنین ساریہ تو نہاوند میں جہاد کررہے ہیں آپ نے انہیں یہاں سے کیسے پکارا،فرمایا میں نے ان سب کو جہاد کرتے دیکھا،دشمن پہاڑ کے پیچھے سے حملہ کرنا چاہتا تھا میں نے انہیں اطلاع دے دی،بہت عرصہ بعد ساریہ آئے انہوں نے کہا کہ ہم کو حضرت عمر کی آواز نے شکست سے بچایا۔(۲)جب حضرت عمرو ابن عاص نے مصر فتح فرمایا تو وہاں دیکھا کہ ہر سال دریائے نیل میں ایک کنواری لڑکی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے آپ نے یہ رواج روک دیا دریائے نیل سوکھ گیا،آپ نے حضرت عمر کو مدینہ منورہ خط لکھا حضرت عمر نے دریائے نیل کے نام خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ اے دریا اگر تو خدا کے حکم سے بہتا ہے تو اللہ کے حکم سے جاری ہوجا اور حکم دیا کہ میرا یہ خط دریا نیل میں ڈال دیا جاوے ڈالا گیا تو دریا قیامت تک کے لیے جاری ہوگیا۔(۳)ابو مسلم خولان کو اسود ابن قیس نے کہا کہ تو مجھے نبی مان لے انہوں نے انکار کیا اس نے آگ جلوا کر ابو مسلم کو اس میں ڈال دیا آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی،اس نے انہیں اپنے شہر سے نکلوادیا اور مدینہ منورہ حضرت عمر کے پاس آئے آپ نے انہیں اپنے سینے

سے لگا کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو آگ سے بچالیااور سنت خلیل نصیب کی حالانکہ کسی نے حضرت عمر کو یہ خبر نہ دی تھی،کہا گیا تم عبداللہ ابن ایوب نہیں ہو عرض کیا ہاں۔(۴)حضرت عمر ایک رات مدینہ کی گلیوں میں گشت لگا رہے تھے پہرہ دے رہے تھے کہ ایک گھر سے ایک بوڑھی عورت کی آواز آئی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ اٹھ دودھ میں پانی ملا دے لڑکی بولی اماں یہ حضرت عمر نے منع فرمایا ہے،بوڑھی بولی کہ عمر ہم کو نہیں دیکھ رہے ہیں لڑکی بولی کہ عمر کا رب دیکھ رہا ہے،آپ نے صبح کو اپنے بیٹے عاصم سے کہا کہ تم فلاں گھر جاؤ اس لڑکی سے نکاح کرلو تم کو اس کے پیٹ سے نہایت ہی مبارک روح ملے گی،عاصم ابن عمر نے اس سے نکاح کیا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی نام عاصم بنت عاصم ابن عمر اس سے عبدالعزیز ابن مروان نے نکاح کیا اس کے شکم سے عمر ابن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔(۵)حضرت عمر نے ایک بدوی کو پہاڑ سے اترے ہوئے دیکھا فرمایا کہ غالبًا اس کا بیٹا فوت ہوگیا ہے اس نے اس کے مرثیہ میں سات شعر بھی کہے ہیں اگر تم کہو تو میں اس کے اشعار سنادوں،اتنے میں وہ بدوی اترایا پوچھا تو کہاں سے آرہاہے بولا اس پہاڑ کی چوٹی پر امانت رکھ کر پوچھاکیا امانت بولا اپنا بیٹا دفن کرکےفرمایا اپنے مرثیہ کے سات شعر سنا جو تو نے کہے ہیں،وہ بولا اے امیر المومنین وہ شعر تو میں نے ابھی دل میں سوچے ہیں آپ کو کیسے پتہ لگا پھر اس نے سات شعر سنادیئے،وہ اشعار یہاں مرقات نے نقل کیے جن کا پہلا شعر یہ ہے۔

یاغائبا من نبوب من سفر　　　عاجله علے موته علی صغره　　　(مرقات)

(۶)ایک عورت کا تیل زمین پر گر گیا وہ کھڑی رو رہی تھی زمین تیل چوس چکی تھی،وہاں سے حضرت عمر گزرے وجہ رونے کی پوچھی اور کوڑا لے کر زمین کو مارنے لگے کہ اے زمین کیا میرے دور خلافت میں تو نے اس کا تیل غصب کیاواپس اگل،زمین نے تیل واپس اگلا عورت نے برتن میں بٹور لیا۔(۷)حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت فاروقی میں خواب دیکھا کہ میری آنکھ دیر سے کھلی کہ فجر کا وقت تنگ ہوگیا مسجد نبوی میں پہنچا تو حضور انور کو محراب میں بیٹھا پایا فرمایا علی جلد نماز پڑھو وقت جارہا ہے،فجر پڑھی واپس ہوئے تو دیکھا اس محراب میں حضور انور کے آگے کھجوروں کا طباق رکھا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور مجھے عطا کی یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئ واقعی نماز کو دیر ہوگئی تھی،دوڑتے ہوئے مسجد نبوی شریف میں گئے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق محراب میں بیٹھے ہیں دیکھ کر فرمایا علی جلدی نماز پڑھو وقت جارہا ہے فورًا پڑھی واپس آکر دیکھا کہ حضرت عمر کے سامنے کھجوروں کا طباق رکھا ہے آپ نے حضرت علی کو ایک کھجور دی آپ نے کھالی دوسری مانگی تو فرمایا کہ ابھی تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی کھجور دی تھی مجھ سے دوسری کیوں مانگتے ہو،یہ آخری دو کرامات دوسری کتب سے حاصل کی گئیں۔

باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنہما

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللّٰہ عنہما کے فضائل ۱

الفصل الاول

پہلی فصل

۱ یعنی اس باب میں صرف وہ احادیث مذکور ہوں گی جن میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللّٰہ عنہما دونوں کے فضائل یکجا ذکر ہیں اگرچہ دونوں حضرات یکجا ہی رہے تھے کہ دونوں حضور انور کے وزیر مشیر،صاحب راز،مقرب بارگاہ حضور کے ساتھی تھے حتی کہ یہ دونوں قبر میں بھی حضور کے ساتھ رہے۔(اشعہ)

6056 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " بَينا رجل يَسُوق بقرة إِذْ أعيي فَرَكِبَهَا فَقَالَتْ: إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهَذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِحِرَاثَةِ الْأَرْض. فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللَّهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ ". فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَإِنِّي أومن بِهَذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ» . وَمَا هُمَا ثَمَّ وَقَالَ: " بَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمٍ لَهُ إِذْ عدا الذِّئب فَذهب عَلَى شَاةٍ مِنْهَا فَأَخَذَهَا فَأَدْرَكَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبْعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي؟ فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللَّهِ ذِئْب يتَكَلَّم؟ ". قَالَ: أُومِنُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ " وَمَا هما ثَمَّ.

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا کہ ایک شخص گائے لیے جارہا تھا کہ تھک گیا تو اس پر سوار ہوگیا وہ بولی کہ ہم اس کام کے لیے نہیں پیدا کیے گئے ہم زمین کی کھیتی کے لیے پیدا کیے گئے۱ تو لوگ بولے سبحان اللّٰہ گائے بول رہی ہے تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر میں اور ابوبکر و عمر ایمان لائے حالانکہ وہ دونوں وہاں نہ تھے۲ اور فرمایا کہ جب کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ ان میں سے ایک بکری پر بھیڑیئے نے حملہ کیا اسے لے گیا اسے بکری والے نے پکڑ لیا اس سے چھڑالیا تو اس سے بھیڑیئے نے کہا کہ درندوں کے دن اس کا کون محافظ ہوگا جس دن میرے سوا اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا تو لوگ بولے سبحان اللّٰہ بھیڑیا بول رہا ہے، حضور نے فرمایا کہ اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر اور عمر حالانکہ وہ دونوں وہاں نہ تھے۳ (مسلم بخاری)

۱ یہ واقعہ گزشتہ زمانہ کا ہے شاید کسی اسرائیلی کا واقعہ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ بیل کی پیٹھ پر سوار ہونا اس پر بوجھ لادنا بہتر نہیں اسے کھیتی میں ہی استعمال کرو کیونکہ حضور انور نے یہ واقعہ بغیر تردید نقل فرمایا۔(مرقات،اشعہ) جانوروں کو مروّجہ کاموں میں ہی استعمال کرنا بہتر ہے۔

۲ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کو ان دونوں حضرات کے ایمان پر بہت ہی اعتماد تھا کہ جس چیز کو ہم قبول فرمالیں اس کو وہ دونوں حضرات ضرور مان لیں گے بغیر تردد اور بغیر ہیر پھیر کیے،جانور کا انسان سے کلام کرنا عقل سے وراء ہے مگر میری تصدیق کی وجہ سے وہ دونوں مان لیں گے ان کے ایمان کا میں ذمہ دار ہوں یہ ہی ان بزرگوں کی عظمت ہے۔حضور کا ہاتھ شریف حضرت عثمان کا ہاتھ بنا،بیعۃ الرضوان میں اور آج حضور انور کا دل و دماغ اور حضور انور کی زبان شریف حضرت ابوبکر و عمر کے دل و دماغ و زبان بنے یہ ہے ان بزرگوں کی شان۔

۳؎ یوم السبع یاتوب سے ہے بمعنی درندہ،یوم السبع کے معنی درندوں والا دن۔اس سے کون سا دن مراد ہے اس میں بہت گفتگو ہے،بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد قرب قیامت وہ جنگ عظیم ہے جب کہ لوگ جنگ کی وجہ سے اپنے جانوروں سے غافل ہوجائیں گے اور بھیڑیئے ان کی بکریاں گائے خوب کھائیں گے،بعض نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا ایک میلہ ہوتا تھا جس میں لوگ شرکت کرنے کے لیے اپنے گاؤں خالی کرجاتے تھے،ان کے پیچھے درندے ان کے جانور آزادی سے کھاتے تھے،بعض نے فرمایا کہ یہ لفظ یوم السیع ہے ی سے بمعنی عہدوسیلہ تب بھی مطلب یہ ہی ہوگا۔فقیر کے نزدیک یہ دونوں مطلب قوی نہیں کیونکہ یہاں تو یہ ہے کہ اس دن بھیڑیئے کے سواء کوئی راعی چرواہا نہ ہوگاجس سے معلوم ہورہا ہے کہ بھیڑیئے بکریوں کی حفاظت کریں گے۔ شکار مراد لینا بعید لہذا غالبًا اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہےجب شیر اور بھیڑ ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے اس دن بھیڑیئے گویا بکریوں کے چرواہے ہوجائیں گے۔

۴؎ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ اس واقعہ کو میں جانتا ہوں اور حضرت ابوبکروعمر کی طرف سے اس پر ایمان لاتا ہوں۔یہ واقعہ درست ہے جو مجھے بذریعہ وحی یا کشف معلوم ہوا جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

6057 -[2] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَوُا اللَّهَ لِعُمَرَ وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلَفِي قد وضع مِرْفَقُهُ عَلَى مَنْكِبِي يَقُولُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ وَأَبُو بكر وَعمر».فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا کہ میں ایک قوم میں کھڑا ہوا تھا کہ لوگوں نے جناب عمر کے لیے دعائیں کیں جب کہ وہ اپنے تختے پر رکھے گئے۱؎ کہ ایک شخص میرے پیچھے سے جس نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی کہنے لگا اللہ تم پر رحمت کرے۲؎ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تم کو اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۳؎ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے بہت سنا تھا کہ میں اور ابوبکر اور عمر وہاں تھے اور میں نے اور ابوبکر و عمر نے یہ کیا اور میں اور ابوبکر و عمر چلے اور میں ابوبکر و عمر داخل ہوئے اور میں ابوبکر و عمر نکلے میں نے مڑ کر دیکھا تووہ علی ابن ابی طالب تھے۴؎ (بخاری،مسلم)

۱؎ یعنی شہادت کے بعد آپ کو غسل دینے کے لیے تختہ پر رکھا،چونکہ آپ کی شہادت فقہی نہ تھی کہ آپ زخم کھا کر کئی دن زندہ رہے اس لیے آپ کو غسل دیا گیا۔شہید فقہی کو نہ غسل دیا جاوے نہ کفن،شہید فقہی میں ایک قید یہ ہے کہ زخمی ہوتے ہی وفات ہوجاوے دیر نہ لگے۔

۲؎ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک سے تھاان سے کہہ رہے تھے کہ اللہ تم پر رحمت کرے۔خیال رہے کہ اللہ کی رحمت گنہگاروں پر مغفرت کی ہے،نیک کاروں پر کرم نوازی کی،حضرات صحابہ پر قرب خصوصی کی یہاں خاص رحمت مراد ہے،اللہ کی رحمت کے سب حاجت مند ہیں مگر جیسا محتاج ویسی اس کی رحمت۔اس سے معلوم ہوا بزرگان دین بعد وفات سنتے ہیں ان سے خطاب کلام درست ہے۔

۳؎ یعنی حضور انور نے تم دونوں کے نام اپنے نام سے ملائے تمہارے کام اپنے متصل رکھے۔نام و کام کے متصل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام بھی متصل ہیں نام و کام پتہ دیتے ہیں مقام کا اور اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام و کام کو اپنے نام سے متصل کیا ہے تو آپ کو رب سے بھی بہت قرب ہے۔

۴؎ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اکثر حضرت عمر کی بہت تعریف کرتے تھے حتی کہ فرماتے تھے کہ اب زمین پر ایسا شخص نہ رہا کہ جس کے اعمال کی میں تمنا کروں اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے آرزو ہے کہ میں رب تعالٰی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سے نیک اعمال لے کر ملوں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[3]- 6058 عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«إن أهل الْجنَّة ليراءون أهلَ عِلِّيِّينَ كَمَا تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَأَنْعَمَا».رَوَاهُ فِي «شَرْحِ السُّنَّةِ» وَرَوَى نَحْوَهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجَه	روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی لوگ علیّین والوں کو دیکھیں اور دکھائیں گے جیسے تم کنارہ آسمان پر چمک دار تارے کو دیکھتے ہو۱؎ اور ابوبکروعمر انہیں میں سے ہیں اور یہ دونوں بہت اچھے ہیں۲؎ اور ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی۔

۱؎ علیّین ایک دفتر کا نام بھی ہے اور جنت کے اعلٰی درجہ کا نام بھی،قرآن مجید میں دفتر کو علیون فرمایا گیا"وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ"۔یہاں جنت کے اعلٰی درجہ کو مراد لیا گیا ہے جیسے سجّین دفتر کا نام بھی ہے جس میں دوزخیوں کے نام تحریر ہیں اور دوزخ کے سب سے نیچے حصہ کا نام بھی،یعنی علیّین جنت کے درجوں سے ایسا اونچا ہے جیسا آسمان زمین سے اونچا اور علیّین والے دوسرے جنتیوں کو ایسے نظر آئیں گے جیسے زمین والوں کو تارے نظر آتے ہیں وہ ایک دوسرے کو دکھائیں گے دیکھو وہ ہیں حضرت صدیق وہ ہیں حضرت عمر۔

۲؎ یعنی حضرت ابوبکر و عمر سارے علیّین والوں سے افضل و اعلٰی ہوں گے،جب یہ جنت کے نیچے درجوں میں جھانکیں گے تو ان درجوں میں ایسی چاندنی پھیل جاوے گی جیسے زمین پر چودھویں رات کے چاند سے پھیل جاتی ہے،ان کی شان ان شاءاللہ وہاں دیکھیں گے۔

[4]- 6059 وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيين وَالْمُرْسلِينَ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ 6060 -[5]وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوبکر و عمر جنتی ادھیڑوں کے اگلے پچھلوں کے سردار ہیں۱؎ سواء نبیوں اور رسولوں کے اور مرسلین کے۲؎(ترمذی) اور ابن ماجہ نے حضرت علی سے روایت کی۔

۱؎ جوانی اور بڑھاپے کے درمیانی زمانہ کو کہولت کہا جاتا ہے یعنی تیس سال کے بعد سے پچاس سال تک عمر۔مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو لوگ اس عمر میں فوت ہوئے اور وہ تھے جنتی ان سب کے سردار یہ دونوں ہیں ورنہ جنت میں سارے جنتی جوان تیس سالہ ہوں گے کوئی بوڑھا یا ادھیڑ عمر نہ ہوگا،عورتیں اٹھارہ سالہ ہمیشہ یہ ہی عمر رہے گی کہ وہاں دن رات مہینے سال نہیں گزرتے جیسے "وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوٰلَهُمْ" حالانکہ بعد بلوغ انسان یتیم نہیں رہتا۔

۲؎ رسول تین سو تیرہ ہیں،مرسلین چار،ان میں اکثر رسول ادھیڑ عمر میں وفات یافتہ ہوئے یعنی رسولوں کے بعد ان دونوں کا درجہ ہوگا،یہ حضرات ان ادھیڑ جنتیوں سے افضل ہیں جو نبی نہ ہوں کیونکہ کوئی غیر نبی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا جیسے کوئی غیر صحابی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا اور جب یہ دونوں حضرات جنتی ادھیڑوں سے افضل ہوئے تو جنتی جوانوں بچوں سے بھی افضل ہوئے۔(مرقات)چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ هما سید کهول اهل الجنة وشبانها بعد النبیّین والمرسلین، ایک روایت میں ہے کہ حضور نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوبکر و عمر جنتی جوانوں بوڑھوں سے افضل ہیں مگر تم انہیں یہ خبر نہ دینا چنانچہ حضرت علی نے ان دونوں بزرگوں کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان فرمائی۔(مرقات)ان حضرات کی یہ سرداری حضرات حسنین کریمین کی سرداری کے خلاف نہیں کیونکہ دونوں سرداریوں کی نوعیتیں مختلف ہیں۔ضلع کا افسر اعلیٰ ڈپٹی کمشنر بھی ہوتا ہے اور ایس پی بھی مگر الگ الگ نوعیتوں سے۔

[6]- 6061 وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ؟فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي: أَبِي بكر وَعمر ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نہیں جانتا کہ تم میں میری بقاء کتنی ہے۱؎ تو میرے بعد والوں کی پیروی کرو ابوبکر و عمر کی۲؎ (ترمذی)

۱؎ لفظ لا ادری حضور کی اپنی بے خبری کے لیے نہیں ہے بلکہ لوگوں کی اطلاع نہ دینے کے لیے ہے ورنہ حضور انور کو اپنی وفات کی بھی خبر تھی اور دوسروں کی وفات کی بھی اس لیے حضور نے حج کی فرضیت کے سال حج نہ کیا اگلے سال کیا کہ آپ کو خبر تھی کہ اس سال ہماری وفات نہیں ورنہ فرض یہ ہے کہ حج فرض ہوتے ہی حج کرے۔حضرت سعد بہت بیمار ہوئے ان سے فرمایا کہ تم اس بیماری سے مروگے نہیں۔خیال رہے کہ درایت عقل سے جاننے کو کہتے ہیں،علم اس سے عام ہے۔اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں حصہ اول میں ہے دیکھو۔حضور نے فاطمہ زہرا اور اپنی زوجہ مطہرہ زینب کی وفات کی خبر دی،غزوہ بدر میں ایک دن پہلے بتادیا کہ کل یہاں فلاں کافر مرے گا یہاں فلاں،عقلی علوم بتائے جاتے ہیں کشفی علوم اکثر چھپائے جاتے ہیں۔

۲؎ اس میں ان بزرگوں کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کہ میرے بعد یہ حضرات خلیفہ ہوں گے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت بلا فصل قرآن کریم میں بھی مذکور ہے "سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ" اس آیت میں جنگ یمامہ کا ذکر ہے جو خلافت صدیقی میں ہوئی،دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر۔

[7]- 6062 وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ:كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ لَمْ يَرْفَعْ أَحَدٌ رَأْسَهُ غَيْرُ أَبِي بَكْرٍ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف لاتے تو سوائے ابوبکر و عمر کے کوئی اپنا سر نہ اٹھاتا تھا۱؎ یہ دونوں حضرات حضور کی

وَعُمَرَ كَانَا يَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور حضور انہیں دیکھ کر مسکراتے تھے۲؎ (ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ حضور کی مجلس اقدس میں سب لوگ نیچے سر نیچی نگاہ کیے خاموش بیٹھتے تھے جیسے پرندوں کا شکاری بالکل خاموش سکون سے بیٹھتا ہے یہ تھا اس بارگاہ کا ادب۔

۲؎ پیارا پیارے کو دیکھ کر خوشی سے مسکراتا ہے یہاں وہ رنگ تھا دوسرے صحابہ میں ادب کا ظہور ہے یہاں محبوبیت کا جلوہ گری یعنی یہ دونوں صاحب اسرار اور بارگاہ عالی میں بہت باریاب تھے۔

[8]- 6063 وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ وَهُوَ آخِذٌ بِأَيْدِيهِمَا. فَقَالَ: «هَكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيب	روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر و عمر بھی ان دونوں میں سے ایک صاحب آپ کے داہنی طرف تھے دوسرے بائیں طرف حضور ان دونوں کے ہاتھ پکڑے تھے تو فرمایا ہم یہ قیامت کے دن ایسے ہی اٹھائے جائیں گے۱؎ (ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جسے قیامت میں حضور انور کا قرب نصیب ہوجاوے تو جو حضور انور کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بارگاہ الٰہی میں پیش ہو اس کے مقدمہ کا کیا پوچھنا۔اس حدیث میں اپنی قبور کا بھی پتہ دے دیا گیا ہے۔شعر

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو   کہ رستہ میں ہیں جا بجا تھانے والے

اس لحاظ سے بھی بعد انبیاء ساری مخلوق میں سب سے بڑے خوش نصیب یہ دونوں حضرات ہیں جنہیں حضور انور سے دنیا میں قبروں حشر میں ایسا قرب نصیب ہے۔

[9]- 6064 وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ: «هَذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسلا	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حنطب سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر و عمر کو دیکھا تو فرمایا یہ کان اور آنکھیں ہیں۱؎ (ترمذی،مرسلًا)

۱؎ اس فرمان عالی پر چار شرحیں ہوسکتیں ہیں: (۱) یہ دونوں مسلمانوں کے کان و آنکھیں ہیں کہ جیسے انسان بغیر کان و آنکھ سے کچھ نہ دیکھ سکے نہ سن سکے ایسے ہی مسلمان ان کا دامن چھوڑ کر نہ راہِ ہدایت دیکھ سکے نہ قرآن و حدیث،نہ اللہ رسول کی بات سن سکے (۲) یہ دونوں دین اسلام کی آنکھیں اور کان ہیں کہ جیسے جسم کی تکمیل آنکھوں کانوں سے ہوتی ہے ایسے ہی دین کی تکمیل ان بزرگوں سے ہے قرآن و حدیث ان کے ذریعہ سے سمجھو (۳) یہ دونوں میرے کان و آنکھ ہیں جیسے ہر شخص کو اپنے آنکھ کان بڑے پیارے ہوتے ہیں کہ ان دونوں کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے ایسے ہی یہ دونوں میرے پیارے وزیر ہیں مجھے بڑے محبوب ہیں،اعلیٰ وزیر بادشاہ کی آنکھ کان ہوتے ہیں اس معنی کی تشریح اگلی حدیث میں آرہی ہے (۴) یہ دونوں سراپا آنکھ و کان ہیں جیسے

آنکھ دیکھنے سے سیر نہیں ہوتی،کان سننے سے سیر نہیں ہوتے ایسے ہی یہ دونوں مجھے دیکھنے میری سننے سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔ (لمعات،مرقات،اشعہ)ان کا عقیدہ تو یہ ہے۔شعر

تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا — حقیقت معرفت اہلِ طریقت اس کو کہتے ہیں

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا — تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

ان دونوں نے دیکھا تو حضور کو اور سنی تو حضور کی،یہ وہ جسم ہیں جن کی جان حضور ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما۔آنکھیں و کان سارے اعضاء سے افضل ہیں،رب فرماتا ہے:"وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ"یوں ہی سارے اہل اسلام میں یہ دونوں افضل ہیں۔کان افضل ہیں آنکھ سے کہ آنکھ کے بغیر علم حاصل کیا جاسکتا ہے مگر کان کے بغیر نہیں اس لیے کان کا ذکر پہلے فرمایا آنکھ کا بعد میں۔(مرقات)

6065 -[10] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَلَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے کوئی نبی مگر اس طرح کہ ان کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے[1] مگر ہمارے آسمانی دو وزیر جبریل اور میکائیل ہیں[2] اور ہمارے زمین والوں میں سے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں[3] (ترمذی)[4]

[1] وزیر جو بادشاہ کی سلطنت کا بوجھ اٹھائے،اسے اچھے مشورے دے،اس کا صاحب راز ہو۔یہ لفظ بناہے وزر بمعنی بوجھ سے "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى"۔

[2] حضور آسمانوں کے بھی بادشاہ ہیں اور زمین کے بھی۔آسمانی سلطنت کا انتظام حضرت جبریل و میکائیل کرتے ہیں،حضور کے احکام وہاں نافذ کرتے ہیں۔ترتیب ذکری سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت جبریل درجہ میں جناب میکائیل سے بہت بڑے ہیں کہ ان کا ذکر پہلے فرمایا۔

[3] اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے:(۱)حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت زمین میں بھی ہے آسمان میں بھی ورنہ دونوں جگہ وزیر ہونے کے کیا معنی بلکہ حضور عالمین کے سلطان بادشاہ اور نبی ہیں"لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا"۔(۲)حضرت ابوبکر صدیق جناب عمر فاروق سے افضل ہیں کہ پہلے ان کا نام شریف ارشاد ہوا بعد میں حضرت عمر کا۔(۳)وزارت صدیقی وفاروقی افضل واعلیٰ ہے وزارت جبریلی و میکائیلی سے کہ حضرت صدیق و فاروق پایہ تخت کے وزیر ہیں،ہر دم حضور کے ساتھ رہنے والے،زمین تمام انبیاء خصوصًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پایہ تخت ہے "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً"۔

[4] یہ حدیث حاکم نے حضرت ابو سعید خدری سے،حکیم ترمذی نے حضور ابوہریرہ سے،ابن عساکر نے حضرت ابوذر غفار سے،حافظ ابوالحسن علی ابن نعیم بصری نے حضرت انس ابن مالک سے بالفاظ مختلف روایت کی اور امام سمرقندی نے خواجہ حسن بصری سے روایت کیا کہ ساق عرش پر لکھا ہے"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وزیراہ ابوبکر و عمر۔(مرقات)

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا۱ کہ آسمان سے ایک ترازو اتری تو آپ اور ابوبکر تولے گئے آپ بڑھ گئے۲ اور حضرت ابوبکر و عمر تولے گئے تو ابوبکر بڑھ گئے اور تولے گئے عمر و عثمان تو عمر وزنی رہے۳ پھر ترازو اٹھائی گئی۴ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوگئے یعنی یہ خواب حضور کو گراں گزری۵ پھر فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافتیں ہیں پھر اللہ جسے چاہے گا ملک دے گا۶(ترمذی،ابوداؤد)۔	[11]- 6066 وَعَن أبي بكرَة أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحْتَ أَنْتَ وَوُزِنَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ"فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فَسَاءَهُ ذَلِكَ.فَقَالَ:«خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَأَبُو دَاوُد

۱ یعنی میں نے خواب دیکھا۔خیال رہے کہ صحابہ کرام کے خواب خصوصًا وہ خواب جو بارگاہِ رسالت میں پیش ہوکر تائید حاصل کرلیں وہ کشف والہام بلکہ وحی کا پر تو ہیں،اسلام میں مروجہ اذان حضرات صحابہ کی خواب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید سے جاری ہوئی۔خیال رہے کہ بکرہ کنویں کی گھڑی یا خرچی کو کہتے ہیں۔آپ غزوہ طائف میں مسلمان ہوئے اور اپنے کو طائف کے قلعہ سے مسلمانوں کے لشکر میں اس طرح پہنچایا کہ اپنے کو ایک کنوئیں کی چرخی پر ڈال دیا اور ڈھلکتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر تک پہنچ گئے لہذا ابوبکرہ کہلائے یعنی چرخی والے مؤمن۔

۲ یعنی آسمان سے غیبی کنڈا اترا جس میں آپ کے ساتھ حضرت صدیق کو اس طرح تولا گیا کہ ایک پلڑے میں آپ تھے دوسرے میں حضرت صدیق آپ کا پلڑا اونچا ہوگیا حضرت صدیق والا پلڑا نیچا یعنی آپ وزنی رہے حضرت صدیق سے۔خیال رہے کہ مادیات میں وزنی پلڑا نیچے ہوتا ہے مگر نورانیت میں وزنی پلہ اونچا رہتا ہے ہلکا پلہ نیچا"اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ"نور اوپر کو چڑھتا ہے۔

۳ یہ وزنی ہونا ان بزرگوں کے درجات کی فضیلت کی بناء پر تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق جناب عمر سے افضل اور حضرت عمر حضرت عثمان سے افضل۔

۴ خیال رہے کہ ان تینوں خلفاء کی خلافت راشدہ بھی ہے اور ان کی خلافتوں پر امت کا پورا اجماع بھی ہوا۔صدیق و فاروق کی خلافت پر از ابتدا تا انتہا،جناب عثمان کی خلافت پر از ابتداء اور حضرت علی کی خلافت راشدہ تو ہے مگر ان کی خلافت پر کبھی اجماع مسلمین نہ ہوا اول ہی سے اختلاف ہوا اور آخر تک رہا غالبًا اسی وجہ سے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وزن نہ دکھایا گیا،خلفاء راشدین کاملین مجمع علیہم کا وزن دکھایا گیا۔

۵ گراں اس لیے گزرا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معلوم فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت اسلامیہ کا زوال و انحطاط شروع ہوجائے گا کیونکہ وزن نہیں دکھایا گیا۔

۶ یعنی خلافت عثمانیہ کے بعد اسلام میں سلطنت و امارت قائم ہوجاوے گی۔ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد امیر معاویہ نے سلطنت قائم کرلی۔خیال رہے کہ خلافت،نبوۃ اور سلطنت میں فرق یہ ہے کہ خلافت نبوت میں لوگوں پر حکومت بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت بھی کہ ان کی بیعت بیعت خلافت بھی اور بیعت ارادت بھی،لوگ ان کے رعایا

بھی ہیں ان کے مرید بھی مگر سلطان کی بیعت بیعت حکومت تو ہے بیعت ارادت نہیں اور مسلمانوں کو کسی مرشد کا بیعت ہونا ہوگا،جانشینی رسول کا عہدہ ختم ہوگیا،سلطنت اسلامیہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔گذشتہ کتب میں حضور کی صفات میں یہ بھی ذکر تھا کہ ملکہ بالشام اور ظاہر ہے کہ شام میں سلطنت امیر معاویہ کی ہی قائم ہوئی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قرار دیا گیا۔

ے یہ حدیث ابوداؤد نے کچھ فرق سے روایت کی ہے۔مسند امام احمد میں ہے کہ خود حضورانور نے یہ خواب دیکھا مگر اس میں یوں ہے کہ میں اپنی ساری امت سے تولا گیا تو میں وزنی ہوا،پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ،پھر عمر رضی اللہ عنہ،پھر عثمان رضی اللہ عنہ ،باری باری سے میری ساری امت سے تولے گئے تو ان میں سے ہر ایک ساری امت سے وزنی ہوا پھر ترازو اٹھالی گئی،اس میں اشارہ اسی جانب ہے کہ ان تین خلافتوں پر ساری امت کا اجماع ہوگا۔(مرقات)

الفصل الثالث

تیسری فصل

[12]- 6067	
عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ» . فَاطَّلَعَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ: «يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ» فَاطَّلَعَ عُمَرُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيث غَرِيب	روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا تو حضرت ابوبکر ظاہر ہوئے پھر فرمایا کہ تم پر ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا توحضرت عمر نمودار ہوئے ۱؎ (ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ اس سے ان دونوں حضرات کا جنتی ہونا معلوم ہوا۔خیال رہے کہ یہ حدیث ان دونوں بزرگوں کی فضیلت بیان فرمارہی ہے نہ کہ افضیلت،چونکہ جنت کی بشارت اور صحابہ کرام کو بھی دی گئی ہے،چونکہ اس حدیث میں دونوں کا جنتی ہونا مذکور ہے اس لیے یہ حدیث یہاں لائے۔(اشعہ)

[13]- 6068	
وَعَن عَائِشَة قَالَتْ: بَيْنَا رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حجري لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ إِذْ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَكُونُ لِأَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدُ نُجُومِ السَّمَاءِ؟ قَالَ:«نَعَمْ عُمَرُ».قُلْتُ:فَأَيْنَ حَسَنَاتُ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَ: «إِنَّمَا جَمِيعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ» رَوَاهُ رزين	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ایک چاندنی رات میں میری گود میں تھا ۱؎ کہ بولی یارسول اللہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں گی ۲؎ فرمایا ہاں وہ حضرت عمر ہیں ۳؎ میں بولی تو جناب ابوبکر کی نیکیاں کہاں گئیں ۴؎ فرمایا کہ حضرت عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں ۵؎ (رزین)

۱؎ ضاحیة بنا ہے ضحو سے بمعنی چمکدار روشن۔اس سے مراد وہ رات ہے جس میں چاندنی ہو اور بادل نہ ہو،آسمان صاف ہو،چاند خوب چمک رہا ہو۔حضرت عائشہ صدیقہ کی گود اس وقت عرش معلیٰ سے افضل ہوگئی ہوگی کہ وہ صاحب قران صلی اللہ علیہ وسلم کی رحل نبی رضی اللہ عنہا۔

۲؎ اس سوال سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر آسمان کے ہر گوشہ کی خبر ہے اور زمین کے ہر کونہ اور تاقیامت اپنے ہر امتی کے ہر عمل کی خبر ہے کیونکہ تارے مختلف آسمانوں پر ہیں اور امت کی عبادتیں زمین کے مختلف گوشوں میں دن کے اجیالے میں رات کے اندھیرے میں ہوں گی۔دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہ ہی بتاسکتا ہے جسے دونوں کی خبر ہو یہ ہے حضرت صدیقہ ام المؤمنین کا عقیدہ۔

۳؎ یہ ہے حضور انور کا علم کہ نہ یہ فرمایا کہ جبریل امین کو آنے دو پوچھ کر بتائیں گے نہ یہ کہ قلم دوات کاغذ لاؤ ٹوٹل لگا کر کہیں گے،نہ یہ کہ ذرا مجھے سوچ کر حساب لگا لینے دو بلاتامل فرمایا کہ میری ساری امت میں حضرت عمر وہ ہیں جن کی نیکیاں تعداد میں آسمانوں کے تاروں کی برابر ہیں یہ ہے حضور کا علم غیب کلی۔

۴؎ آپ سمجھیں کہ احد میں حضرت ابوبکر صدیق بھی داخل ہیں اور ان کی نیکیاں حضرت عمر کی نیکیوں سے کم ہیں۔

۵؎ اس ایک نیکی میں بہت گفتگو ہے کہ اس سے کون سی نیکی مراد ہے۔فقیر کے نزدیک اس سے مراد ہجرت کی رات غار ثور میں حضور انور کی خدمت مراد ہے،اس رات حضرت صدیق نے تہجد نہیں پڑھی تھی اور کوئی عبادت نہیں کی تھی حضور انور کی بے مثال خدمت کی تھی اور آپ کا مبارک سر اپنے زانو پر رکھ کر خوب جی بھر کر اس صورت پاک کے نظارے کیے تھے،یہ ایک نیکی دنیا بھر کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر قرار پائی۔شعر

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں　　　اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

باب مناقب عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان کے فضائل رضی اللہ عنہ ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ آپ کا نام عثمان ابن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد الشمس ابن عبدمناف ہے،آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،لقب ذوالنورین،خطاب جامع القرآن،آپ یکم محرم ۲۴ھ چوبیس میں تخت خلافت پر جلوہ گر ہوئے،بارہ سال خلافت کی،بیاسی سال عمر پائی،آپ کے حالات جلد اول کے شروع میں بیان ہوچکے ہیں وہاں مطالعہ فرماؤ۔

[1]- 6069

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِي بَيْتِهِ كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ - أَوْ سَاقَيْهِ - فَاسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ كَذَلِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَوَّى ثِيَابَهُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَان فَجَلَست وسوَّيت ثِيَابك فَقَالَ: «أَلا أستحي من رجل تَسْتَحي مِنْهُ الْمَلَائِكَة؟»وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: «إِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ وَإِنِّي خَشِيتُ إِنْ أَذِنْتُ لَهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالَةِ أَنْ لَا يَبْلُغَ إِلَيَّ فِي حَاجته» . رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں لیٹے تھے اپنی رانیں یا اپنی پنڈلیاں کھولے۱؎ تو جناب ابوبکر نے اجازت مانگی انہیں اجازت دی اسی حالت پر انہوں نے کچھ بات چیت کی،پھر حضرت عمر نے اجازت مانگی انہیں بھی اسی حالت میں اجازت دے دی۲؎ پھر انہوں نے بھی بات چیت کی،پھر جناب عثمان نے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کرلیے۳؎ جب وہ چلے گئے تو جناب عائشہ نے کہا کہ جناب ابوبکر آئے آپ نے ان کے لیے نہ تو جنبش کی اور نہ ان کی پرواہ کی پھر عمر آگئے تو آپ نے ان کے لیے نہ تو جنبش کی اور نہ ان کی پرواہ کی پھر جناب عثمان آئے پھر تو آپ بیٹھ گئے۴؎ اور اپنے کپڑے درست کرلیے تو فرمایا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۵؎ اور ایک روایت میں ہے کہ جناب عثمان شرمیلے آدمی ہیں مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے انہیں اسی حالت پر اجازت دے دی تو وہ مجھ تک اپنی حاجت نہ پہنچا سکیں گے۶؎ (مسلم)

۱؎ یعنی بے پرواہی سے لیٹے ہوئے تھے جس سے آپ کی پنڈلیاں یا ران شریف کھلی تھیں۔خیال رہے کہ حضرت امام مالک کے نزدیک مرد کی ران ستر نہیں باقی آئمہ کے ہاں یہ ستر ہے،حضرت امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے مگر یہ استدلال کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ اول تو خود راوی کو شک ہے کہ ران کھلی تھی یا پنڈلی اس شک کے ہوتے ہوئے استدلال درست کیسے ہوسکتا ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ ران کھلی تھی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل ننگی تھی،یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ران سے قمیص ہٹی ہوئی تھی تہبند شریف اس جگہ پر تھا۔عاری اور کاشف میں بڑا فرق ہے۔(مرقات،اشعہ)

۲؎ یعنی ان دونوں صاحبوں کی آمد پر حضور انور نے کوئی تکلف نہیں فرمایا اسی طرح بے پرواہی سے آرام فرمارہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات باریاب بارگاہ اور صاحب اسرار بے تکلف محبوب ہیں۔

۳؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہورہا ہے کہ ران شریف کھلی ہوئی نہ تھی بلکہ اس سے قمیض ہٹی ہوئی تھی ورنہ ارشاد ہوتا سترھاً اسے ڈھک لیا۔اس سوی ثیابہ نے کاشفًا کے معنی واضح کردیئے کہ وہاں قمیض ہٹانا مراد تھا نہ کہ بالکل برہنہ ہونا۔

۴؎ یعنی اس فرق کی وجہ کیا ہے یہ تینوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خدام ہیں پھر برتاوے میں یہ فرق کیوں ہے۔

۵؎ سبھی فرشتے بھی حضرت عثمان سے شرم کرتے ہیں ان کی توقیر وتعظیم کا اہتمام فرماتے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ کا عقد فرمایا تو حضرت عثمان بھی وہاں موجود تھے ان کے سینے سے کرتہ ہٹ گیا تو وہاں کے موجود فرشتے اس مجلس سے ہٹ گئے،حضور انور نے ملائکہ سے ہٹنے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا حضرت عثمان سے ہم کو شرم آتی ہے،حضرت عثمان کی شرم و حیاء کا یہ حال تھا کہ آپ غسل خانہ میں تہبند باندھ کر غسل کرتے تھے صرف اوپر کا بدن برہنہ ہوتا تھا تب بھی آپ سیدھے نہ بیٹھتے تھے شرم سے جھکے ہوئے ہی غسل فرماتے تھے۔(مرقات)آپ نے کبھی اپنی شرم گاہ کو نہ دیکھا،اس چمن کے ہر پھول کا رنگ و بو علیحدہ ہے۔

۶؎ یعنی اگر ہم حضرات ان کے سامنے اسی بے تکلفی سے لیٹے رہے تو وہ اتنے شرمیلے ہیں کہ یہاں نہ بیٹھ سکیں گے نہ مجھ سے بات کرسکیں گے نہ وہ عرض پوری کرسکیں گے جس کے لیے ملنے وہ یہاں آئے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی مولیٰ میرا عثمان بڑا ہی شرمیلا ہے توکل قیامت میں اس کا حساب نہ لینا کہ وہ شرم و حیاء کی وجہ سے تیرے سامنے کھڑے ہوکر حساب نہ دے سکے گا۔چنانچہ پہلے حساب ابوبکر کا ہوگا پھر عمر کا پھر علی کا پھر دوسروں کا حضرت عثمان کا حساب ہوگا ہی نہیں۔(مرقات)

الفصل الثانی
دوسری فصل

[2]- 6070 عَن طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ وَرَفِيقِي يَعْنِي فِي الْجنَّة عُثْمَان» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبید اللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کا کوئی ساتھی ہوتاہے میرے ساتھی یعنی جنت میں عثمان ہیں۱؎(ترمذی)

۱؎ فی الجنة کسی راوی کی تفسیر ہے یعنی میرے خصوصی ساتھی حضرت عثمان ہوں گے ورنہ مطلقًا ساتھی اور بہت سے خوش نصیب حضرات بھی ہوں گے۔چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ میرے خاص دوست ابوبکر و عمر ہوں گے۔مرقات)

[3]- 6071 وَرَاه ابْنُ مَاجَهْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَهُوَ مُنْقَطع	اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں۱؎اور یہ منقطع ہے۲؎

۱؎ یہ حدیث بہت اسنادوں اور مختلف الفاظ سے مروی ہے۔اس کثرت اسناد سے اس کا ضعف جاتا رہا،نیز ترمذی کی اسناد ضعیف ہے باقی اسنادیں صحیح ہیں۔چنانچہ یہ حدیث ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے،امام سیوطی نے جامع صغیر میں،ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے،ریاض میں حضرت زید ابن اسلم سے مختلف الفاظ سے روایت کی۔(مرقات)یوں ہی امام احمد نے حضرت طلحہ سے روایت کی۔

۳؎ منقطع حدیث وہ ہے جس کی اسناد میں ایک راوی یا دو راوی الگ الگ جگہ سے چھوٹ گئے ہوں اور اگر دو راوی مسلسل چھوٹ گئے ہوں تو اسے معضل کہتے ہیں۔ان شاء اللہ حدیث کے اقسام و احکام ہم شرح کے آخر میں لکھیں گے۔

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن خباب سے فرماتے ہیں ۱؎ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ عسرت کے لشکر پر رغبت دے رہے تھے ۲؎ تو جناب عثمان کھڑے ہوکر بولے یا رسول اللہ میرے ذمہ اللہ کی راہ میں سو اونٹ ان کے کمبل اور پلان کے ساتھ ۳؎ حضور نے اس لشکر کے متعلق پھر رغبت دی پھر جناب عثمان کھڑے ہوگئے عرض کیا میرے ذمہ دو سو اونٹ ہیں مع ان کے کمبل کے اور پلان کے حضور نے پھر رغبت دلائی تو عثمان کھڑے ہوگئے بولے میرے ذمہ اللہ کی راہ میں تین سو اونٹ ہیں مع ان کے کمبل و پالان کے ۴؎ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور انور منبر سے اتر رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اب اس کے بعد عثمان پر کوئی گناہ نہیں وہ جو بھی کریں اس کے بعد عثمان پر کوئی گناہ نہیں وہ جو بھی کریں ۵؎ (ترمذی)	[4]- 6072 وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحُثُّ عَلَى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ: يَا رَسُول الله عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ: عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ حَضَّ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ: عَلَيَّ ثَلَاثُمِائَةِ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ: «مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

۱؎ آپ حضرت خباب ابن ارت کے بیٹے ہیں،آپ خود تو تابعی ہیں مگر آپ کے والد خباب ابن ارت صحابی ہیں،آخر میں بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔

۲؎ غزوہ عسرت غزوہ تبوک کا نام ہے اور اس غزوہ میں جانے والوں کو جیش عسرت کہتے ہیں کیونکہ یہ غزوہ مسلمانوں کی سخت تنگی نا داری بے سامانی کی حالت میں ہوا،گرمی سخت تھی تبوک جگہ بہت دور تھی۔چنانچہ خیبر مدینہ منورہ سے ایک سو ساٹھ میل ہے اور خیبر سے تبوک پانچ سو میل ہے تو تبوک مدینہ منورہ سے چھ سو ساٹھ ۶۶۰ میل ہوا وہاں سے عمان وہاں سے بیت المقدس یہ سب ایک ہی راستہ پر ہیں،حضور انور نے لوگوں کو جہاد کے لیے چندہ دینے کا حکم دیا۔غزوہ تبوک حضور انور کا آخری غزوہ ہے جو ۹ھ میں ہوا،اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی غزوہ نہ کیا(مرقات)اس غزوہ میں لشکر اسلام بہت بڑا تھا۔خیال رہے کہ غزوہ بدر میں لشکر اسلام تین سو تیرہ تھا،احد میں سات سو،حدیبیہ میں پندرہ سو،فتح مکہ میں دس ہزار اور غزوہ حنین میں بارہ ہزار(مرقات)تبوک میں چالیس ہزار اور ستر ہزار کے درمیان تھا۔(مدارج)

۳؎ احلاس جمع ہے حلس کی۔حلس وہ کمبل جو اونٹ پر کاٹھی کے نیچے ڈالا جاتا ہے اس کا ترجمہ جھول کرلو اور۔اقتاب جمع ہے قتب کی بمعنی پالان جس میں سواری کی جاتی ہے۔(مرقات و اشعہ)مطلب یہ ہے کہ سو اونٹ مع تمام سامان کے میں حاضر کرتا ہوں۔

۴؎ حضور انور نے تین بار چندہ کی اپیل کی ہر بار میں حضرت عثمان نے سو دو تین سو اونٹ کا مع سامان کے اعلان کیا کسی کو بولنے کا موقع ہی نہ دیا،چھ سو اونٹ مع سامان کا بھی اعلان کیا اور ایک ہزار اشرفیوں کا بھی جیساکہ دوسری روایات میں آرہا ہے۔خیال رہے کہ یہ تو ان کا اعلان تھا مگر حاضر کرنے کے وقت نو سو پچاس اونٹ پچاس گھوڑے اور ایک ہزار اشرفیاں پیش کیں پھر بعد میں دس ہزار اشرفیاں اور پیش کیں دیکھو مرقات۔ہم نے حضرت عثمان کی شان میں یہ واقعہ یوں عرض کیا ہے۔شعر

دست عطا کھل گیا دیکھا جو یہ ماجرا غازیان مصطفیٰ بے سر و سامان ہیں

خیال رہے کہ آپ نے پہلی بار میں ایک سو کا اعلان کیا،دوسری بار سو کے علاوہ اور دو سو کا،تیسری بار اور تین سو کا کل چھ سو کا اعلان فرمایا۔(مرقات)

۵؎ اس عبارت میں پہلا **ما** نافیہ ہے **ما علی عثمان** اور دوسرا **ما** موصولہ ہے **ما عمل بعد ھذہ**،یعنی عثمان اب اس کے بعد جو کام بھی کریں انہیں مضر نہ ہوگا۔اس فرمان عالی کا منشاء یہ نہیں ہے کہ حضرت عثمان کو گناہوں کی اجازت دے دی گئی بلکہ یہ ایسا ہے جیسے پرندے کے پر کاٹ کر اس سے کہا جاوے کہ جا اڑتا پھر اب اڑے کاہے سے یوں ہی حضور انور نے ان کے دل پر اپنا ہاتھ رکھ لیااب عثمان کے دل میں گناہ کرنے کا خیال بھی کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں عمل سے مراد نفلی عمل ہیں یعنی اگر اب عثمان کوئی نفلی عبادت نہ کریں تو مضر نہیں مگر یہ غلط ہے نقصان نہیں ہوتا،نفل تو ہوتا ہی وہ ہے جس کے نہ کرنے پر نقصان نہ ہو لہذا مطلب وہ ہی ہے جو ہم نے کہا کیونکہ عبادت نہ کرنے سے تو ہم کو بھی غرض کیا۔

[5]- 6073 وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: جَاءَ عُثْمَانُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْفِ دِينَارٍ فِي كُمِّهِ حِينَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِي حِجْرِهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ وَيَقُولُ: «مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ» مَرَّتَيْنِ. رَوَاهُ أَحْمد	روایت ہے عبدالرحمان ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ عثمان نے جب لشکر عسرت کو سامان دیا تو اپنی آستین میں ہزار اشرفیاں لائے انہیں حضور کی گود میں ڈال دیا۱؎ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ آج کے بعد سے عثمان کو کوئی عمل جو وہ کریں نقصان نہ دے گا۲؎(احمد)

۱؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ صدقہ دینے میں جلدی کرے ٹال مٹول نہ کرے فورًا صدقہ دے۔دوسرے اللہ کی راہ کا صدقہ حضور کی بارگاہ میں پیش کردو وہ موقعہ بموقعہ خرچ کریں جس سے وہ صدقہ بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوجائے۔دیکھو حضرت عثمان نے یہ اشرفیاں خود غازیوں پر صرف نہ کیں حضور کی بارگاہ میں پیش کیں،رب فرماتاہے:"**خُذۡ مِنۡ اَمۡوٰلِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَتُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا**"صدقہ کے ذریعہ حضور مسلمانوں کو پاک فرماتے ہیں اس لیے آج بھی ایصال ثواب کرتے وقت مسلمان کہتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ۔

۲؎ اس فرمان عالی میں حضرت عثمان غنی کو تین بشارتیں دی گئیں: ایک یہ کہ ان کے سارے گذشتہ گناہ اور خطائیں معاف ہوگئیں ان کا آج کا یہ عمل ان کا کفارہ بن گیا۔دوسرے یہ آئندہ وہ گناہوں سے محفوظ رہیں گے۔ تیسرے یہ کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔(از مرقات) یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علوم خمسہ پر مطلع ہونا۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت عثمان نے اعلان تو چھ سو کا کیا تھا مگر دیئے نو سو پچاس اونٹ،پھر ہزار کے تکملہ کے لیے پچاس گھوڑے مع سازو سامان کے حاضر کیے اس طرح کل ایک ہزار سواریاں اور ایک ہزار اشرفیاں حاضر کیں۔

[6]- 6074	
وَعَن أنسٍ قَالَ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ فَبَايَعَ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِن عُثْمَانَ فِي حَاجَةِ اللَّهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ» فَضَرَبَ بِإِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى فَكَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَيْرًا من أَيْديهم لأَنْفُسِهِمْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان کا حکم دیا تو عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد تھے۱؎ مکہ کی طرف حضور نے لوگوں سے بیعت لی۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان اللہ کے اور اس کے رسول کے کام میں گئے ہیں۳؎ پھر حضور نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان کے لیے ان کے ہاتھ سے بہتر ہوگیا جو ان کے اپنے لیے تھا۴؎ (ترمذی)

۱؎ جیسے کفار مکہ کی طرف سے کچھ نمائندے حضور کی خدمت میں صلح کی بات چیت کرنے آئے تھے یوں ہی حضرت عثمان حضور کی طرف سے کفار مکہ کے پاس صلح کی بات کرنے گئے کیونکہ کفار پر ان کے بہت احسانات تھے وہ لوگ آپ کا احترام کرتے تھے،ادھر لشکر اسلام میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار مکہ نے حضرت عثمان کو قتل کردیااس پر حضور نے سب مسلمانوں سے بیعت جہاد لی کہ یہ بیعت حضرت عثمان کے لیے ہی لی گئی۔اسے بیعۃ الرضوان اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے متعلق رب نے فرمایا: "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" گویا یہ بیعت رضا الٰہی کا تمغہ ملنے کا ذریعہ تھی۔

۲؎ یہ بیعت بیعت جہاد تھی حضور انور نے لوگوں سے اسلام پر بھی بیعت لی ہے نیک اعمال کرنے پر بھی اور گناہوں سے بچنے پر بھی کسی سے سوال نہ کرنے پر بھی اور کسی خاص عمل پر بھی،یہ بیعت یہ ہی آخری بیعت تھی یعنی خاص عمل پر۔یہ بیعتیں موجودہ مرّوجہ بیعتوں کی اصل ہیں جو اولیاء اللہ سے کی جاتی ہیں۔

۳؎ یہاں حاجت بمعنی ضرورت نہیں،اللہ تعالٰی ضرورت سے پاک ہے بلکہ بمعنی کام یا خدمت ہے۔چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فنا فی اللہ کا درجہ حاصل تھا اس لیے حضور کا کام اللہ کا کام ہے ورنہ حضرت عثمان حضور کے کام کے لیے گئے تھے۔(مرقات) روایات میں ہے کہ کفار نے حضرت عثمان سے کہا کہ کعبہ حاضر ہے آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت ہے آپ خوب طواف عمرہ کریں سنگِ اسود کو بوسے دیں،حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں حضور انور کے بغیر کعبہ کو دیکھوں گا بھی نہیں۔چنانچہ آپ کعبہ میں نہیں گئے یہاں صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت عثمان تو خوب عمرہ کریں گے حضور نے فرمایا کہ میرا عثمان میرے بغیر نہ عمرہ کرے گا نہ طواف یہ ہے حضرت عثمان کا ایمان کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دولہا کے بغیر برات کیسی۔

۴؎ حضور انور نے خیال فرمایا کہ یہ بیعت بڑی ہی عظمت و عزت کا ذریعہ ہے اس کا چرچہ قرآن میں آوے گا اور تاقیامت رہے گا،اس سے میرا عثمان محروم نہ رہے تو سب کو دکھا کر فرمایا کہ میرا ایک ہاتھ عثمان کا ہےاور دوسرا ہاتھ میرا اور میں خود عثمان کی طرف سے اپنے سے بیعت کرتا ہوں حضور کو یہ بھی علم غیب تھا آپ مکے میں شہید نہیں کیے گئے خود مرید خود مراد۔

مصرع خود کوزہ گر خود کوزہ خود گل گوزہ

[7]- 6075

وَعَن ثُمامة بن حَزْنٍ الْقشيري قَالَ: شَهِدْتُ الدَّارَ حِينَ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ: أنْشدكُمْ بِاللَّه وَالْإِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَلَيْسَ بهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرُ بئْر رُومَةَ؟ فَقَالَ: «مَنْ يَشْتَرِي بئْرَ رُومَةَ يَجْعَلُ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ؟» فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي وَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُونَنِي أَنْ أَشْرَبَ مِنْهَا حَتَّى أَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ قَالُوا: اللَّهُمَّ نعم. فَقَالَ: أنْشدكُمْ بِاللَّه وَالْإِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ الْمَسْجدَ ضَاقَ بِأَهْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آل فُلَانٍ فَيَزِيدُهَا فِي الْمَسْجد بِخَير مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ؟» . فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُونَنِي أَنْ أُصَلِّيَ فِيهَا رَكْعَتَيْنِ؟ فَقَالُوا: اللَّهُمَّ نعم. قَالَ: أنْشدكُمْ بِاللَّه وَالْإِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنِّي جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِي؟ قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ. قَالَ: أَنْشُدُكُمُ بِاللَّه وَالْإِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى ثَبِيرِ مَكَّةَ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتَّى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهُ بِالْحَضِيضِ فَرَكَضَهُ بِرِجْلِهِ قَالَ:«اسْكُنْ ثَبِيرُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ».قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ. قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ شَهِدُوا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَنِّي

روایت ہے حضرت ثمامہ ابن حزن قشیری سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں دار کے دن حاضر تھا۲؎ جب کہ ان پر حضرت عثمان نے جھانکا فرمایا میں تم کو اللّٰہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے یہاں سوا رومہ کنویں کے میٹھا پانی نہ تھا۳؎ تو فرمایا کہ کون رومہ کنواں خریدے اوراپنا ڈول مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ کردے بعوض جنت کی اس نعمت کے جو اس سے اچھی ہے۴؎ تو اسے میں نے اپنے ذاتی مال سے خرید لیا۵؎ اور تم آج مجھے اس کا پانی پینے سے روکتے ہو حتی کہ میں سمندر کا پانی پی رہا ہوں۶؎ لوگ بولے ہاں ضرور پھر فرمایا کہ میں تم کو اللّٰہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہوگئی تھی تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل فلاں کا علاقہ کون خریدے گا کہ اسے مسجد میں بڑھا دے جنت کی اس نعمت کی عوض جو اس سے بہتر ہے میں نے اسے اپنے ذاتی مال سے خرید لیا۷؎ مگر تم آج مجھے اس میں دو رکعت پڑھنے سے روکتے ہو۸؎ لوگ بولے ہاں ضرور انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو اللّٰہ تعالٰی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال سے تنگی والے لشکر کو سامان دیا۹؎ لوگ بولے ہاں ضرور فرمایا میں تم کو اللّٰہ تعالٰی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ کے ثبیر پہاڑ پر تھے۱۰؎ اور حضور کے ساتھ ابوبکر اور عمر اور میں تھا تو پہاڑ ہلا۱۱؎ حتی کہ اس کے پتھر نیچے گر گئے۱۲؎ تو اسے حضور نے اپنے پاؤں سے ایڑی ماری فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا۱۳؎ کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۱۴؎ لوگ بولے ہاں ضرور۱۵؎ آپ نے فرمایا اللّٰہ اکبر قسم رب کعبہ کی انہوں نے

شَهِيدٌ ثَلَاثًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيّ وَالدَّارَقُطْنِيّ	گواہی دے دی میں شہید ہوں یہ تین بار کہا۱؎(ترمذی،نسائی، دار قطنی)

۱؎ حضرت ثمامہ نے حضور انور کا زمانہ پایا مگر دیدار نہ کرسکے اس لیے آپ تابعین میں سے ہیں،آپ نے حضرت عمروعثمان، عبداللہ ابن عمر،عائشہ صدیقہ،ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کی زیارات کی ہیں۔

۲؎ حضرت عثمان کے گھر شریف کا باغیوں نے محاصرہ کرلیا تھا،آپ اس گھر میں گھر گئے تھے باہر نہیں نکل سکتے تھے اس زمانہ کا نام یوم الدار ہے،آخر کار آپ اس زمانہ میں شہید کردیئے گئے۔

۳؎ حضرت عثمان غنی نے چھت پر چڑھ کر گھیرا ڈالے ہوئے لوگوں کو آواز دی اور ان سے یہ کلام فرمایا۔رومہ اس کنوئیں کے مالک کا نام تھا جس سے عثمان غنی نے خریدا۔یہ مسجد قبلتین کے شمالی جانب واقع ہے،اس کا پانی بہت ہی میٹھا لذیذ اور ہلکا زود ہضم ہے اب اسے بیر عثمان بھی کہتے ہیں اور بیر جنت بھی کیونکہ اس کنوئیں کی خرید پر حضرت عثمان سے جنت کا وعدہ فرمایا گیا۔فقیر نے اس کنوئیں کی زیارت کی ہے پانی پیا ہے۔

۴؎ یعنی ایسا کون ہے جو یہ کنواں خرید کر وقف کردے کہ خود بھی اس کا پانی استعمال کرے اور دوسرے لوگ بھی اس کی عوض اسے جنت کا حوض کوثر دیا جائے گا۔خیال رہے کہ اوقاف بھی صدقہ ہوتے ہیں مگر ایسا کہ انہیں خود وقف کرنے والا بھی استعمال کرسکتا ہے جیسے کنواں،قبرستان،مسجد وغیرہ اس لیے ارشاد ہوا کہ اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے برابر کردے۔

۵؎ یہ کنواں ایک یہودی کا تھا وہ بہت مہنگا پانی فروخت کرتا تھا اور مسلمانوں کو بہت تنگ کرتا تھا،آپ نے پینتیس ۳۵۰۰۰ ہزار درہم میں یہ کنواں اس یہودی سے خریدا اور حضور سرکار عالی کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میں یہ کنواں آپ کے ہاتھ کوثر کے عوض فروخت کرتا ہوں حضور خرید کر وقف فرمادیں،حضور نے فرمایا میں نے خرید لیا اور وقف کردیا۔(مرقات)اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تمام نعمتوں کے بتملیک الٰہی مالک و مختار ہیں،جو نعمت جس کے ہاتھ چاہیں فروخت کردیں رب تعالٰی اس پر اعتراض نہیں فرماتا۔یہ بھی معلوم ہوا کہ اب حوض کوثر عثمان غنی کی ملکیت ہے جو جنتی کوثر سے پیئے گا وہ عثمان غنی کا پیئے گا۔اللہ نے ہم کو بیر رومہ کا پانی تو پلادیا اپنے فضل سے کوثر کا پانی پلا دے۔

۶؎ یعنی میں تمہارے محاصرہ کی وجہ سے کھاری کنوؤں کا پانی پی رہا ہوں جن کا پانی سمندر کے پانی کی طرح کھاری ہے۔(اشعہ و مرقات ولمعات)یہ مطلب نہیں کہ سمندر کا پانی پی رہا ہوں کہ سمندر مدینہ منورہ سے بہت دور ہے۔

۷؎ مسجد نبوی شریف کی اصل زمین حضرت ابوبکر صدیق نے پچاس دینار کے عوض خریدی،اس پر مسجد اس طرح تعمیر ہوئی کہ کھجوروں کے ڈنڈ ستون بنائے گئے اور شاخیں گویا کڑیاں اور اس کے پتے چھت پتھر چن کر محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی۔مگر مسلمان برابر بڑھتے رہے حتی کہ یہ مسجد تنگ ہوگئی تب حضور انور نے یہ فرمایا،حضرت عثمان غنی نے پچیس ہزار درہم میں آس پاس کی متصل زمین خریدی اور مسجد میں شامل کردی یہاں یہ واقعہ بیان ہورہا ہے۔یہاں مرقات نے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا کہ حضور انور نے ایک مکہ والے سے کہا کہ تو اپنا مکان جو مسجد حرام سے متصل ہے جنت کے عوض میرے ہاتھ فروخت کردے تاکہ میں اسے مسجد حرام میں شامل کردوں اس نے انکار کردیا،حضرت عثمان اس کے گھر پہنچے اسے بیع پر راضی کرلیا،دس ہزار اشرفیوں میں اس کا گھر خریدا اور حضور انور سے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ وہ گھر جنت کی عوض مجھ سے خریدتے ہیں،فرمایا ہاں آپ نے وہ گھر حضور کو دے دیا حضور انور نے اسے مسجد حرام میں شامل فرمادیا۔معلوم ہوا کہ مسجد کعبہ

اور مسجد نبوی دونوں میں آپ کی زمین شامل ہے۔(مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو گواہ بنایا کہ میں عثمان کے لیے اس کی عوض جنت کے گھر کا ضامن ہوں۔

۸؎ یعنی مسجد نبوی شریف کا وہ الحاقی حصہ جو میرے گھر سے بالکل متصل ہے تم مجھے اس میں بھی دو رکعت نہیں پڑھنے دیتے چہ جائیکہ ریاض الجنت یا منبر کے پاس نماز پڑھ سکوں،آپ اس محاصرہ کے زمانہ میں مسجد نبوی شریف میں آنے کے لیے ترس گئے تھے۔

۹؎ غزوہ تبوک میں جانے والے لشکر اسلام کی سامان کی فہرست ابھی کچھ پہلے عرض کی گئی کہ آپ نے کل اونٹ نو سو پچاس گھوڑے پچاس اور کل دینار دس ہزار دیئے۔لشکر کی تعداد میں اختلاف ہے چالیس ستر ہزار یا ایک لاکھ۔معلوم ہوا کہ ضرورۃً اپنے نیک اعمال کا اعلان کرنا لوگوں سے ان کا اقرار کرانا جائز ہے تاکہ وہ ستانے سے باز آجائیں۔

۱۰؎ ثبیر بروزن زبیر ایک شخص کا نام تھا،چونکہ وہ اس پہاڑ پر دفن کیا گیا تھا اس لیے اس پہاڑ کا نام بھی ثبیر ہوگیا۔یہ مکہ معظّمہ کا بہت بڑا پہاڑ ہے جو مکہ سے شروع ہو کر منیٰ میں پہنچتا ہے دونوں جگہ سے نظر آتا ہے اس لیے بعض لوگوں نے اسے مکہ معظّمہ کا پہاڑ کہا ہے،بعض نے منیٰ کا دونوں قول درست ہیں۔جبل نور جس میں غار حرا واقع ہے اس مقابل کے سے یہ پہاڑ ثبیر بھی گزرتا ہے۔ (اشعہ،مرقات،لمعات)

۱۱؎ پہاڑ کیوں ہلا اس میں بہت قول ہیں۔قوی اور ظاہر تر قول یہ ہے کہ حضور انور کے قدم پڑنے سے اسے شوق و محبت میں وجد آگیا یہ حرکت اس کی وجدانی حالت تھی،ہوا چلتی ہے شاخیں ہلتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پڑتے ہیں پتھر اور پہاڑ ہلتے ہیں،قرآن کریم میں سارے صفات نور،ہدایت،شفا پہلے ہی سے تھی مگر حضور انور پر نازل ہونے سے اس میں مکی مدنی ہونے کی صفت پیدا ہوئی،اس میں درد سوزوگداز پیدا ہوا کہ لوگ اسے سن کر بغیر سمجھے ہوئے بھی تڑپتے ہیں"تَرٰۤی اَعۡیُنَہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ"جیسے بیٹری جب کسی مشین سے چارج ہو جاوے تو اس میں پاور پیدا ہوجاتی ہے،یہ حدیث حضرات صوفیاء کے وجدان کے حال آنے کی اصل ہے۔

۱۲؎ پہاڑ کے نچلے حصے کو **حضیض** کہتے ہیں،اونچی چوٹی کو **ذروہ** یعنی وہ پہاڑ ایسا زور سے ہلا کہ اس کے پتھر پہاڑ کے نیچے گر گئے۔جو لوگ صوفیاء کے وجد پر اعتراض کرتے ہیں ان کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں"فَہِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً"۔

۱۳؎ معلوم ہوا کہ پہاڑوں میں دانائی سمجھ بوجھ اور عشق رسول کی لگن ہے اس لیے حضور انور نے اسے ایڑی بھی ماری اور اس سے کلام بھی کیا وہ اس خطاب سے ٹھہر بھی گیا۔

۱۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی بلکہ نبیوں کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یعنی قول و فعل حال و قال کے سچے اور حضرت عمر و عثمان دونوں شہید۔خیال رہے کہ یہاں شہید سے مراد حقیقی شہید ہے یعنی نیزہ یا تلوار سے زخمی ہو کر وفات پانے والے ورنہ حکمی شہید تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور حضرت ابوبکر بھی کہ حضور انور نے خیبر والے زہر سے اور جناب ابوبکر نے غار ثور والے سانپ کے زہر سے وفات پائی،ان دونوں میں سے حضرت عمر شہید حقیقی ہیں مگر غیر فقہی اور حضرت عثمان شہید حقیقی بھی ہیں فقہی ہیں۔

۱۵؎ **اللھم نعم** کے معنی یہ ہیں کہ الٰہی ہم کو کوئی جواب بن نہیں پڑتا سوائے اقرار کے اور اس کے کہ ہم کہیں ہاں۔

۱۶؎ یعنی اس حدیث کے مطابق میں شہید ہوں تو یقینًا میرا قاتل اور قاتل کے سارے مددگار ظالم خونخوار ہیں،یہ حدیث تمہیں ظالم قرار دے رہی ہے میں حق پر ہوں تم باطل پر۔اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ پہاڑ وغیرہ کو بھی حضور سے محبت ہے آپ ساری مخلوق کے محبوب ہیں کیوں نہ ہوں کہ خالق کے محبوب ہیں۔دوسرے یہ کہ حضور انور کو پتھروں کے دل کی خبر ہے تو انہیں ہمارے دلوں کی خبر کیسے نہ ہوگی،ہمارے دکھ درد فراق کی جلن حضور سے مخفی نہیں۔تیسرے یہ کہ پہاڑ وغیرہ حضور کی بات سمجھتے ہیں ورنہ آپ اس سے یہ کلام نہ فرماتے۔چوتھے یہ کہ حضور انور کو سب کے انجام کی خبر ہے کہ کس طرح اور کس حال میں کس کی موت ہوگی کہ فرماتے ہیں ایک صدیق ہو کر اور دو شہید ہو کر وفات پائیں گے ایمان عرفان، محبت رحمان،عشق رسول میں دنیا سے جائیں گے۔اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں حضور کو اپنی بھی خبر نہ تھی۔ پانچویں یہ کہ حضرت عثمان غنی قطعی یقینی شہید ہیں تو ان کے قاتل اور قاتل کے مددگار یقینی قطعی ظالم ہیں کہ شہید وہ ہی ہوتا ہے جو ظلمًا قتل کیا جاوے اسی طرح جو آج جناب عثمان کو برا کہتے ہیں وہ ظالم ہیں۔

[8]- 6076	
وَعَن مرّة بن كَعْب قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذكر الْفِتَن فقر بهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِي ثَوْب فَقَالَ:«هَذَا يَوْمَئِذٍ على هدى» فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ.قَالَ:فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ. فَقُلْتُ: هَذَا؟ قَالَ:«نَعَمْ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيث حسن صَحِيح	روایت ہے حضرت مرہ ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا جب کہ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا اور انہیں بہت قریب بتایا۱؎ تو ایک شخص چادر پوش گزرا تو فرمایا کہ اس دن یہ ہدایت پر ہوگا۲؎ میں اس شخص کی طرف اٹھا تو وہ عثمان ابن عفان تھے،فرماتے ہیں کہ میں نے ان کا چہرہ حضور کے سامنے کیا اور کہا کہ کیا یہ فرمایا ہاں (ترمذی،ابن ماجہ)اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی۔

۱؎ یہاں فتنوں سے مراد وہ جنگ وجدال ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں میں ہونے والے تھے۔**قربھا** کے معنی یہ ہیں کہ فرمایا وہ فتنے قریب ہی ہونے والے ہیں۔

۲؎ **مقنع** بنا ہے **قناع** سے بمعنی گھونگھٹ یعنی ایک صاحب چادر اوڑھے چادر میں اپنا منہ چھپائے ہوئے گزرے۔

[9]- 6077	
وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَا عُثْمَانُ إِنَّهُ لَعَلَّ اللَّهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ فِي الحَدِيث قصَّة طَوِيلَة	روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان ممکن ہے۱؎ کہ اللہ تعالٰی تم کو ایک قمیض پہنائے تو اگر لوگ تم سے اس کا اتار دینا چاہیں تو تم ان کی وجہ سے اسے مت اتارنا۲؎(ترمذی،ابن ماجہ)ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث میں بڑا قصہ ہے۳؎

۱؎ **سبحان اللہ!** کیسی تحقیق ہے کہ حضور انور کو ان کا چہرہ دکھا کر کہلوا لیا کہ کیا یہ ہی اس دن ہدایت پر ہوں گے تاکہ کوئی یہ نہ ہے کہ حضور انور کو دھوکا ہوگیا تھا آپ نے کسی اور کے لیے کہا تھا مگر وہ اتفاقًا عثمان تھے آپ پہچان نہ سکے۔ہر زمانے میں

فاضل دیوبند موجود رہے ہیں یعنی حضور کے کمالات کے انکاری۔خیال رہے کہ اس حدیث کی راوی مرہ ابن کعب صحابی ہیں،شام میں رہتے تھے، ۵۵ھ پچپن میں اردن میں وفات پائی۔

۲؎ یعنی اللہ تعالٰی آپ کو خلافت عطا فرمائے گا لوگ تم کو معزول کرنا چاہیں گے تم ان کے کہنے سے خلافت سے دست بردار نہ ہونا کیونکہ تم حق پر ہوؤگے وہ باطل پر،اگر تم دست بردار ہوگئے تو لوگ شبہ کریں گے کہ شاید تم حق پر ہی نہیں،نیز پھر یہ رواج پڑ جاوے گا کہ جس خلیفہ یا سلطان سے لوگ ناراض ہوئے اسے معزول کردیا،اس سے ممالک اسلامیہ میں فساد پھیلے گا۔حضور کے فرمان کے مطابق بالکل ایسا ہی ہوا کہ باغیوں نے آپ سے یہ ہی مطالبہ کیا کہ آپ خلافت سے الگ ہوجائیں آپ نے جام شہادت نوش فرما کر جان دے دی مگر خلافت سے علیحدگی قبول نہ کی یہ اس حکم پر عمل تھا،باغیوں سے جنگ بھی نہ کی تاکہ زمین مدینہ میری وجہ سے مسلمانوں کے خون سے رنگین نہ ہوجائے۔

۳؎ وہ قصہ یہ ہے کہ مصری لوگ حضرت عثمان کے عامل کی شکایت آپ کے پاس لائے اور اس کی معزولی اور محمد ابن ابوبکر کو عامل بنانے کا مطالبہ کیا آپ نے منظور کیا،معزول نامہ لکھ کر انہیں دے دیا وہ چلے گئے کہ مصر کے راستہ میں مروان ابن حکم کی حرکت سے ایک واقعہ پیش آیا جس سے وہ سب پھر لوٹ آئے اور آپ سے مطالبہ کیا کہ مروان کو ہمارے حوالہ کرو،آپ نے انکار کیا اس پر آپ کو بہت روز محصور رکھ کر شہید کردیا انا للہ وانا الیہ راجعون،اسلام میں یہ پہلا فتنہ واقع ہوا۔

[10]- 6078 وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَالَ:«يُقْتَلُ هَذَا فِيهَا مَظْلُومًا» لِعُثْمَانَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِسْنَادًا	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا ۱؎ تو جناب عثمان کے لیے فرمایا کہ یہ اس میں مظلوم قتل کیے جائیں گے ۲؎ (ترمذی)اور کہا کہ یہ حدیث اسناد میں حسن بھی ہے غریب بھی۔

۱؎ یعنی اسلام میں سب سے پہلے بڑے فتنہ کا ذکر فرمایا یہ فتنہ وہ ہی ہے جو خلافت عثمانیہ میں واقعہ ہوا جسے فتنہ دار کہا جاتا ہے جس میں حضرت عثمان اپنے گھر میں محصور کرکے شہید کیے گئے۔

۲؎ اس ارشاد عالی میں چند غیبی خبریں ہیں:حضرت عثمان کی موت کی تاریخ،آپ کی وفات کی جگہ،آپ کی نوعیت کہ شہید ہو کر ہوگی آپ کا ایمان پر خاتمہ کیونکہ شہادت کے لیے اسلام پر موت ضروری ہے یہ ہے حضور انور کا علم غیب۔

[11]- 6079 وَعَنْ أَبِي سَهْلَةَ قَالَ: قَالَ لِي عُثْمَانُ يَوْمَ الدَّارِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْدًا وَأَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ	روایت ہے ابوسہلہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھے دار کے دن جناب عثمان نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد کیا ہے میں اس پر صابر ہوں ۲؎ (ترمذی)اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی۔

۱؎ آپ کا نام سائب ابن خلاد ہے،کنیت ابو سہلہ انصاری خزرجی ہیں،صحابی ہیں، ۹۱ھ میں وفات پائی مگر بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ ابو سہلہ حضرت عثمان غنی کے غلام ہیں،اشعۃ اللمعات نے یہ ہی فرمایا اور یہ ابو سہلہ تابعی ہیں۔واللہ ورسولہ اعلم!

۲؎ اس عہد کا ذکر پہلے ہوچکا کہ اے عثمان رب تعالٰی تم کو قمیص پہنائے گا تم سے لوگ اتروانا چاہیں گے تم اتارنا نہیں،آپ فرمارہے ہیں کہ مجھے بھوکا پیاسا شہید ہوجانا منظور حضور انور کے حکم کی خلاف ورزی منظور نہیں۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

[12]- 6080

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ يُرِيدُ حَجَّ الْبَيْتِ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا فَقَالَ: مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ؟ قَالُوا: هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ. قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ؟ قَالُوا: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ. قَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي: هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ؟ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَ أُبَيِّنْ لَك أما فِراره يَوْم أُحد فأشهدُ أَن اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيضَةً فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ» . وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَان وَكَانَت بَيْعة الرضْوَان بعدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى: «هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ» فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ وَقَالَ: «هَذِه لعُثْمَان» . فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن موہب سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ایک مصری آدمی بیت اللہ کے ارادے سے آیا تو اس نے ایک قوم کو بیٹھا ہوا دیکھا بولا یہ قوم کون ہے لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں بولا ان میں سردار کون ہے لوگ بولے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر ہیں ۲؎ وہ بولا اے ابن عمر میں آپ سے ایک چیز کے متعلق پوچھتا ہوں آپ مجھے خبر دیں ۳؎ کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان احد کے دن فرار ہوگئے تھے ۴؎ آپ نے فرمایا ہاں،بولا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بدر سے غائب رہے تھے وہاں حاضر نہیں ہوئے تھے فرمایا ہاں،بولا کیا آپ جانتے ہیں کہ بیعت الرضوان سے بھی غائب رہے ۵؎ اس میں حاضر نہ ہوئے فرمایا ہاں وہ بولا اللہ اکبر ۶؎ حضرت ابن عمر نے فرمایا آ میں تجھے بتاؤں ۷؎ احد کے دن آپ کے قدم اکھڑ جانا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے انہیں معاف فرمادیا ۸؎ رہا ان کا بدر سے غائب رہنا تو ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر رقیہ تھیں اور وہ تھیں بیمار ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اس غازی کا ثواب اور حصہ ملے گا جو بدر میں حاضر ہوا ۹؎ رہا ان کا بیعت الرضوان سے غائب رہنا تو اگر کوئی اور شہر مکہ میں عثمان سے زیادہ بااثر ہوتا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجتے ۱۰؎ حضور نے جناب عثمان کو وہاں بھیجا اور بیعت الرضوان ان کے جانے کے بعد ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے ۱۱؎ پھر اسے آپ نے دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی ہے ۱۲؎ پھر حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اب اسے تو اپنے ساتھ لیتا جا ۱۳؎ (بخاری)

۱؎ آپ تابعی ہیں،تیمی ہیں،حضرت ابوہریرہ عبداللہ ابن عمر وغیرہم صحابہ سے ملاقات ہے،آپ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور سفیان ثوری وغیرہم نے روایات لیں۔

۲؎ یہ مصری شخص کوئی خارجی دشمن حضرت عثمان تھا۔خیال رہے کہ مصریوں نے ہی حضرت عثمان کا گھر گھیرا تھا انہیں سے حضرت عثمان کی شہادت ہوئی،یہ آدمی حج کرنے مکہ معظّمہ آیا تھا ادھر سے حضرت عبداللہ ابن عمر اور بہت سے قرشی حضرات مدینہ منورہ سے حج کرنے مکہ معظّمہ پہنچے ہوئے تھے کہ یہ اس جماعت کے پاس پہنچا۔

۳؎ یعنی آپ صحابی بھی ہیں حضرت عمر کے فرزند ارجمند بھی،بڑے عالم بھی،قرآن کریم کے ماہر بھی اور یہ واقعات جن کے متعلق میں پوچھنا چاہتاہوں آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

۴؎ اس مردود کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عثمان احد کے دن غزوہ سے فرار ہوگئے تھے اور جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا بڑا گناہ ہے یہ گناہ حضرت عثمان نے کیا۔

۵؎ یعنی غزوہ بدر اور بیعۃ الرضوان اللہ تعالٰی کی بڑی ہی نعمتیں ہیں ان دونوں سے حضرت عثمان محروم رہے کہ نہ بدر میں حاضر ہوئے نہ بیعۃ الرضوان میں۔

۶؎ اس بدنصیب کا اللہ اکبر کہنا نہ تو اللہ تعالٰی کی عظمت بیان کرنے کے لیے تھا نہ ذکر اللہ کے لیے بلکہ اپنی بے دینی پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے کہ ہم قتل عثمان میں حق بجانب ہیں ہم نے انہیں قتل کیا ٹھیک کیا یہ حمد الٰہی نہ تھی اپنے کفر کا اظہار تھا۔معلوم ہوا کہ کبھی اللہ کا ذکر حرام بلکہ کبھی کفر بھی ہوجاتا ہے اللہ کے ذکر کے لیے نیت خیر چاہیے۔

۷؎ یعنی ابھی اللہ اکبر نہ کہہ خوشی نہ منا ان سب باتوں کے جواب بھی سنتا جا۔

۸؎ آپ کا اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے"اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّہُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا وَلَقَدۡ عَفَا اللّٰہُ عَنۡہُمۡ"حضرت عثمان ہی نہیں بلکہ سواء دس بارہ حضرات کے باقی سب کے قدم اکھڑ گئے تھے حالات ہی ایسے ہوگئے تھے۔درہ والے حضرات کی غلطی سے درہ خالی رہ گیا کفار مکہ نے پیچھے سے حملہ کردیا،پیچھے کا حملہ بہت سنگین ہوتا ہے،قدم اکھڑ گئے رب تعالٰی نے خطا کی معافی کا اعلان قرآن کریم میں فرمادیا،جس خطا کی معافی کا اعلان رب فرما دے وہ ہماری عمر بھر کی عبادات سے افضل ہے،جن کی قبولیت کی کوئی خبر نہیں پھر اس پر طعن کرنا بے ایمانی ہے جیسے کوئی آدم علیہ السلام پر گندم کھانے کا طعن کرے وہ بے دین ہے۔

۹؎ یعنی عثمان غنی غزوہ بدر سے غائب نہیں رہے وہ بدر میں تھے جہاد کررہے تھے،مدینہ منورہ میں ان کا گھر ان کے لیے بدر کا میدان تھا اور اپنی زوجہ یعنی رقیہ بنت رسول اللہ کی خدمت ان کے لیے بدر کا جہاد تھا۔یہ ہے اس شہنشاہ کے اختیارات خداداد کے عثمان غنی کے لیے مدینہ منورہ بلکہ حضرت عثمان کا گھر بدر بنادیا اگر وہ چاہیں تو ہمارے لیے پاکستان کی زمین کو مدینہ بنادیں۔

بنادو میرے سینہ کو مدینہ | نکالو بحر غم سے یہ سفینہ
سینہ میں جو آجاؤ بن آئے مرے دل کی | سینہ تو مدینہ ہو دل اس کا ہو شیدائی
یہ دل ہو خدا کا گھر سینہ ہو ترا مسکن | پھر طیبہ و کعبہ کی پہلو میں ہو یک جائی

حضرت رقیہ اس مرض میں وفات پاگئیں عثمان غنی بہت ہی روئے،حضور نے پوچھا عثمان کیوں روتے ہو عرض کیا میں حضور کی دامادی سے محروم ہوگیا ہوں،فرمایا کہ مجھ سے جبریل امین نے فرمایا ہے کہ حکم رب العالمین یہ ہے کہ میں اپنی دوسری

صاحبزدی ام کلثوم کا نکاح تم سے کردوں بشرطیکہ وہ ہی مہر ہو جو رقیہ کا تھا اور تم اس سے وہ ہی سلوک کرو جو رقیہ سے کیا، چنانچہ حضرت ام کلثوم کا نکاح آپ سے کر دیا۔دنیا میں ایسا کوئی نہیں جس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں اس لیے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے یعنی دو نور والے۔معلوم ہوا کہ حضور بھی نور ہیں اور آپ کی اولاد بھی نور۔حضرت ام کلثوم کی وفات پر فرمایا کہ اگر میری ایک سولڑکیاں ہوتی تو یکے بعد دیگرے تمہارے نکاح میں دے دیتا۔(مرقات)

۱۰؎ یعنی حضرت عثمان غنی کے کفار مکہ پر بہت احسانات تھے اور وہ لوگ اپنے محسن کا احترام کرتے تھےاس لیے حضور انور نے ان کو اپنا نمائندہ بنا کر صلح کی بات چیت کرنے وہاں بھیجا،اگر کوئی اور شخص ایسا بااثر ہوتا تو حضور اسے ہی بھیجتے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کو حضرت عثمان پر بہت ہی اعتماد تھا کہ اعتماد والے ہی کو اپنا نمائندہ بنایا جاتا ہے۔آپ کی شہادت کی خبر پر ہی بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیااس کے باعث آپ ہی ہیں۔

۱۱؎ یعنی بیعت رضوان کے موقعہ پر آپ موجود تھے ہی نہیں،یہ بیعت مقام حدیبیہ میں ہورہی تھی اور حضرت عثمان اس وقت حضور انور کے بھیجے ہوئے مکہ معظّمہ میں تھے۔یہاں مرقات نے لکھا کہ حضرت عمر کو بھیجنے کی صلاح ہوئی تھی مگر آپ نے یہ ہی معذرت کی کہ مکہ والوں پر میرا کوئی احسان نہیں جس کی وجہ سے وہ مجھ سے محبت کریں عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے۔جب حضرت عثمان مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے آپ کا استقبال کیا اور کہا کہ آپ عمرہ کرلیں آپ نے فرمایا **حات انی اطوف فی غیبہ** ناممکن ہے کہ میں کعبہ کا طواف بھی کروں حضور کی غیر موجودگی میں۔

۱۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کو خبر تھی کہ حضرت عثمان شہید نہیں کیے گئے وہ مکہ میں بخیریت ہیں ورنہ بیعت لینے کے کیا معنی،یہ ہے حضور انور کا علم غیب ورنہ یہاں تو خبر اڑ چکی تھی کہ جناب عثمان شہید کردیئے گئے،دیکھو مرقات یہی مقام۔

۱۳؎ یعنی یہ جواب بھی اپنے گھر ساتھ لے جاخدا حسد سے بچائے،حاسد صفات کو عیوب جانتا ہے۔بیعت الرضوان کا واقعہ حضرت عثمان کی انتہا درجہ کی فضیلت بتارہا ہے،وہ خارجی اسے آپ کے عیوب میں گن رہا ہے۔سب کو شیطان گمراہ کرتا ہے مگر شیطان کو حسد نے گمراہ کیا۔

[13]- 6081 وَعَن أبي سلهة مولى عُثْمَان رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسِرُّ إِلَى عُثْمَانَ وَلَوْنُ عُثْمَانَ يَتَغَيَّرُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الدَّارِ قُلْنَا: أَلَا نُقَاتِلُ؟ قَالَ:لَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيَّ أَمْرًا فَأَنَا صَابِرٌ نَفسِي عَلَيْهِ	روایت ہے حضرت عثمان کے مولیٰ ابو سہلہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان سے کچھ چپکے سے کہنے لگے اور حضرت عثمان کا رنگ بدلنے لگا۲؎ پھر جب دار والا دن آیا تو ہم نے کہا کہ کیا ہم جنگ نہ کریں فرمایا نہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد لیا ہے میں اس پر اپنے کو قائم رکھے ہوئے ہوں۳؎

۱؎ ابوسہلہ حضرت عثمان ابن عفان کے آزاد کردہ غلام تھے آپ کا نام اور آپ کے حالات معلوم نہ ہوسکے حضرت عثمان کے اس وقت مدینہ منورہ میں دو سو غلام موجود تھے۔

۲؎ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے شہادت عثمان کے ہر واقعہ کی حرف بہ حرف موبمو تفصیل وار خبر دے دی تھی یہ ہے حضور کا علم غیب۔

۳؎ یعنی مجھ سے حضور نے عہد لیا ہے کہ اس موقعہ پر صبر کروں، قاتلوں کا مقابلہ نہ کروں،خلافت نہ چھوڑوں اس عہد کی بنا پر حضرت عثمان نے نہ تو خود اپنا دفاع کیا نہ اپنے کسی غلام کو نہ کسی دوست کو جنگ کی اجازت دی،ورنہ آپ کے اپنے اتنے غلام تھے کہ باقاعدہ باغیوں سے جنگ کرسکتے تھے آپ جانتے تھے کہ اب میری شہادت یقینی ہے میں زمین مدینہ کو خون سے کیوں رنگین کراؤں۔

[14]- 6082	
وَعَن أبي حبيبة أَنَّهُ دَخَلَ الدَّارَ وَعُثْمَانُ مَحْصُورٌ فِيهَا وَأَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَسْتَأْذِنُ عُثْمَانَ فِي الْكَلَامِ فَأَذِنَ لَهُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي فِتْنَةً وَاخْتِلَافًا أَوْ قَالَ: اخْتِلَافًا وَفِتْنَةً فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مِنَ النَّاسِ: فَمَنْ لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ أَوْ مَا تَأْمُرُنَا بِهِ؟ قَالَ: «عَلَيْكُمْ بِالْأَمِيرِ وَأَصْحَابِهِ»وَهُوَ يُشِيرُ إِلَى عُثْمَانَ بِذَلِكَ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيّ فِي «دَلَائِل النبوَّة»	روایت ہے حضرت ابوحبیبہ سے۱؎ کہ وہ حضرت عثمان کے گھر گئے جب عثمان اس میں محصور تھے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ کو سنا کہ وہ حضرت عثمان سے گفتگو کرنے کی اجازت مانگ رہے تھے۲؎ آپ نے انہیں اجازت دے دی وہ کھڑے ہوئے۳؎ اللہ کی حمد و ثنا کی پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میرے بعد فتنہ اور اختلاف دیکھو گے یا فرمایا کہ اختلاف اور فتنہ۴؎ تو لوگوں میں سے ہی کسی کہنے والے نے کہا کہ اس وقت ہمارا کون ہوگا یا اس وقت آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تم اس امیر کو اور اس کے ساتھیوں کو لازم پکڑنا اور آپ حضرت عثمان کی طرف اشارہ کرتے تھے۵؎ (بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎ آپ کا نام عمرو ابن نصیر ہے،حازی ہیں،ہمدانی ہیں،تابعی ہیں،حضرت علی سے روایات لیتے ہیں۔

۲؎ یعنی ابوحبیبہ جب حضرت عثمان کے پاس حاضر ہوئے تو وہاں جناب ابوہریرہ کو پایا کہ وہ آپ سے اجازت مانگ رہے تھے کہ مجھے اجازت دیجئے میں آپ کے متعلق ان محاصرہ کرنے والے باغیوں سے کچھ گفتگو اور فہمائش کروں کہ وہ اس حرکت سے باز آجائیں یا خود حضرت عثمان سے کچھ عرض و معروض کرنے کی اجازت مانگ رہے تھے مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ آپ سے اس وقت کلام کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا۔

۳؎ حضرت ابوہریرہ یا تو اس گھر کی چھت پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرنے کو یا ان باغیوں میں آکر کھڑے ہوئے بہرحال خطاب باغیوں ہی سے کیا جہاں سے بھی کیا۔

۴؎ یہ شک کسی اور راوی کو ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نہیں یعنی حضرت ابوہریرہ نے فتنہ و اختلاف فرمایا یا **اختلافًا و فتنةً** فرمایا۔بہرحال اس اختلاف اور فتنہ سے مراد حضرت عثمان غنی کے زمانہ کا یہ فتنہ و اختلاف ہے جو آج موجود ہے۔

۵؎ یعنی اس وقت حضرت عثمان خلیفہ برحق ہوں گے ان کے ساتھی حق پر ہوں گے تم سب کو امان عثمان کے دامن میں ملے گی تو اے باغیوں بغاوت سے باز آجاؤ۔خیال رہے کہ ان صحابہ نے باغیوں کو فہمائش تو کی مگر کسی نے ان سے جنگ نہ کی جس کی وجہ ہم ابھی اوپر عرض کرچکے۔حضرت عثمان غنی نے قسمیں دے دے کر اپنے غلاموں اور دوستوں کو جنگ سے روکا خود جب شہید ہوئے تو بچاؤ کے لیے اپنا ہاتھ بھی نہ اٹھایا۔آپ سید العابدین ہیں حضور انور کے عہد پر قائم،قاتل نے پہلے آپ کا ہاتھ کاٹا تو آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اسی ہاتھ نے قرآن لکھا تھا،آپ قرآن مجید پڑھ رہے تھے،جب گردن کاٹی گئی تو خون کا پہلا قطرہ

اس آیت پر گرا "فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"۔وہ قرآن اب بھی تاشقند میں موجود ہے جس پر خون عثمان کے دھبے ہیں،اس کا فوٹو ہمارے صدر پاکستان محمد ایوب خان کو تاشقند والوں نے دیا ہے۔

باب مناقب ھؤلاء الثلثۃ رضی اللہ عنھم

ان تینوں کے فضائل ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ یعنی اس باب میں وہ حدیثیں پائی جائیں گی جن میں ان تینوں حضرات کے فضائل ہوں رضی اللہ عنہم۔

[1]- 6083	
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ فَقَالَ: «اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ	روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق عمر و عثمان احد پر چڑھے تو وہ ان سب پر کانپا ۱؎ حضور نے اسے اپنے پاؤں سے مارا فرمایا اے احد ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں ۲؎ (بخاری)

۱؎ یہ حضرات یا تو احد پہاڑ اور وہاں پر شہداء کے مزارات کی زیارت کرنے تشریف لے گئے تھے یا ویسے ہی سیر و سیاحت کے لیے چڑھے تھے، پہاڑ خوشی میں وجد کرنے اور ہلنے لگا کہ آج مجھ پر ایسے قدم آئے۔معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے ولی ساری خلقت کے محبوب ہوتے ہیں ان کی تشریف آوری سے سب خوشیاں مناتے ہیں انہیں پتھر اور پہاڑ بھی جانتے ہیں۔

۲؎ اس ترتیب ذکری سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا درجہ نبی کا پھر صدیق کا پھر شہید کا کیونکہ صدیق کا ذکر شہید سے پہلے ہوا، قرآن مجید میں بھی اسی ترتیب سے ذکر ہے"مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ"۔یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سب کے انجام سے خبردار ہیں کہ فرمایا ان میں سے دو صحابہ شہید ہو کر وفات پا جائیں گے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ وجد والے صوفیاء سے ضبط والے صوفی افضل ہوتے ہیں کہ حضور نے احد کو یہ ہی تلقین فرمائی کہ وجد نہ کر ضبط کر، کسی نے حضرت جنید سے پوچھا کہ سماع کے وقت آپ کو وجد کیوں نہیں آتا تو آپ نے یہ آیت تلاوت کی"وَ تَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُہَا جَامِدَۃً وَّ ہِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ"۔(مرقات)یعنی ہم وہ پہاڑ ہیں جو بظاہر ٹھہرے معلوم ہوتے ہیں بہ باطن متحرک،اسی قسم کا واقعہ جبل ثبیر جبل حراء پر بھی گزرا ہے،حرا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم،ابوبکر،عمر،عثمان،علی،طلحہ،زبیر تھے وہ وجد میں آگیا تو فرمایا تجھ پر نبی،صدیق اور شہداء ہیں۔(مرقات)

[2]- 6084 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	
وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» فَفَتَحْتُ لَهُ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ فَبَشَّرْتُهُ بِمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ	روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھا ۱؎ کہ ایک صاحب آئے دروازہ کھولنے کو کہا،نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے لیے کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو ۲؎ وہ ابوبکر تھے میں نے انہیں حضور کے فرمان کی بشارت دے دی انہوں نے اللہ کا شکر کیا ۳؎ پھر اور صاحب آئے انہوں نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» . فَفَتَحْتُ لَهُ فَإِذا هُوَ عُمَرُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِي: «افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ» فَإِذَا عُثْمَانُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ: اللهُ الْمُسْتَعَانُ.	نے فرمایا کہ ان کے لیے بھی کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو ۴؎ میں نے کھولا تو وہ جناب عمر تھے میں نے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی انہوں نے خدا کا شکر کیا پھر ایک اور صاحب نے دروازہ کھلوایا مجھ سے حضور نے فرمایا کہ ان کے لیے بھی کھول دو اور انہیں بھی جنت کی بشارت دو ایک مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی ۵؎ میں نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور بولے اللہ مددگار ہے ۶؎(مسلم،بخاری)

۱؎ حائط دراصل دیوار کو کہتے ہیں پھر اس باغ کو کہہ دیتے ہیں جو چار دیواری سے گھرا ہو یہاں وہی مراد ہے اور حضرت ابو موسیٰ اس باغ کے دروازے پر حضور کے دربان بن بیٹھے تھے حضورانور وسط باغ میں جلوہ افروز تھے۔

۲؎ حضرت ابوبکر صدیق نے دروازہ کھٹکھٹایا ابو موسیٰ اشعری نے عرض کیا یارسول اللہ کوئی صاحب دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں کیا کھول دوں تب یہ فرمایا۔معلوم ہوا حضور انور نے نور نبوت سے یہ بھی دیکھ لیا کہ آنے والے جناب صدیق ہیں اور یہ بھی کہ وہ قطعی جنتی ہیں فرمایا دروازہ بھی کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت بھی دے دو۔

۳؎ اس کا شکر کیا کہ اب میں رجسٹری شدہ جنتی ہوگیا کہ مالک جنت نے مجھے اپنی زبان سے جنتی فرمادیا صلی اللہ علیہ وسلم،جسے حضور انور صرف مسلمان کہہ دیں اس کی تقدیر جاگ جاوے۔

۴؎ یہ ہے حضور انور کی شان بشری حضور انور کی بشارت و نذارت سن کر نہیں بلکہ دیکھ کر ہے جس درجہ کا جو جنتی ہے اس درجہ کی اسے بشارت ہے۔جنت کی بشارت میں حسن خاتمہ،قبر کے سوالات میں کامیابی،حشر میں کامیابی،پل صراط پر خیریت سے گزرنا سب ہی آگیا کیونکہ جنت تو ان چیزوں کے بعد ملے گی،اب ان حضرات کا دوزخی ہونا ایسا ہی ناممکن ہوگیا جیسے دو خدا ہونا بالکل ناممکن ہے کیونکہ ہم نے جس زبان سے اللہ کی وحدانیت سنی اسی زبان سے ان کا جنتی ہونا سنا،حضور کی زبان وہ زبان ہے جس پر خود اللہ تعالٰی کلام فرماتا ہے۔ان کا ہر کلام وحی الٰہی "اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی" ان حضرات کو دوزخی ماننے والا ایسا ہی جہنمی ہے جیسے دو خدا ماننے والا۔

۵؎ یہاں علیٰ بمعنی مع ہے یعنی انہیں جنت کی بشارت دو مگر ایک مصیبت عظمٰی کے سات۔خیال رہے کہ مؤمن کی تکالیف اور مصیبتیں بھی اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں اس لیے اس مصیبت کی بشارت دی گئی۔(مرقات)

۶؎ حضرت عثمان غنی نے دونوں چیزوں پر خدا کا شکر کیا مگر بلا وقفہ پھر اللہ سے مدد مانگی کہ مجھے صبر کی توفیق ملے۔خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر دفعیہ کی دعا کرنا ممنوع ہے کہ اس میں ایک طرح کی بے صبری ہے۔عبدیت کے اظہار کے لیے ہر وقت دعائیں مانگو مگر امتحان کے موقعہ پر دفعیہ کی دعا نہ کرو بلکہ صبر کرکے پاس ہونے کی کوشش کرو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین کی شہادت کی تفصیلی خبر دی تو فرمایا اللھم اعط حسینی صبرا جمیلا و اجرا جزیلا خدایا میرے حسین کو صبر جمیل دے اور اجر جزیل یعنی بڑا ثواب دے۔دفعیہ کی دعا نہ کی بچہ کو امتحان سے بچاتے نہیں بلکہ محنت کراکے کامیاب کراتے ہیں۔

الفصل الثانی
دوسری فصل

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف میں کہا کرتے تھے ابو بکر،عمر،عثمان اللہ ان سے راضی رہے[1] (ترمذی)	[3]- 6085 عَن ابْن عمر قَالَ: كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ:أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِي الله عَنْهُم. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

[1] یعنی ہم حضور کی حیات شریف میں حضور کے سامنے ان تین صحابہ کو ایک ساتھ ذکر کرتے تھے اسی ترتیب کے ساتھ کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق کا نام پھر حضرت عمر کا پھر حضرت عثمان کا نام لیتے تھے ان کے مراتب میں بھی یہ ہی ترتیب ہے اور حضور انور ہماری یہ ترتیب سنتے اور خاموش رہتے تھے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

الفصل الثالث
تیسری فصل

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات ایک نیک بندے کو خواب دکھایا گیا[1] گویا ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیوستہ کیے گئے(جوڑے گئے)اور عمر ابوبکر کے ساتھ جوڑے اور عثمان عمر کے ساتھ جوڑے گئے [2] حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم نے کہا کہ نیک بندے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں [3] رہا ان کے بعض کا بعض سے جوڑا جانا یہ وہ خلفاء دین ہیں جس دین کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا [4] (ابوداؤد)	[4]- 6086 عَن جابرن أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ كَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ نِيطَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِيطَ عُمَرُ بِأَبِي بَكْرٍ وَنِيطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ» قَالَ جَابِرٌ: فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: أَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُولُ اللَّهِ وَأَمَّا نَوْطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ الْأَمْرِ الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

[1] **رجل صالح** سے مراد خود حضور انور کی اپنی ذات بابرکات ہے۔خیال رہے کہ **صالح** یا بنا ہے **صلح** سے بمعنی نیکی،یا صلاحیت سے بمعنی ہر کمال کی لیاقت و قابلیت یہاں دونوں معنی درست ہیں۔پھر مؤمنین کی صالحیت اور قسم کی اولیاء اللہ کی اور قسم کی،نبیوں کی اور قسم کی،پھر حضور کی صلاحیت اور ہی قسم کی ہے۔لفظ صالح ایک ہے مگر درجہ صالحیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔حضرات انبیاء کرام نے دعا کی تھی"**تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ**"۔بتاؤ یہاں صالح کے کیا معنی ہیں جس کی دعا وہ حضرات مانگ رہے ہیں۔

۲؎ یعنی ابوبکر صدیق کے ہاتھ میں میرا دامن پکڑایا گیا اور جناب عمر کے ہاتھ میں صدیق اکبر کا اور حضرت عثمان کے ہاتھ میں فاروق اعظم کا دامن دیا گیا لہذا میرے بعد خلافت صدیقی ہے کہ وہ نبوت سے وابستہ ہے،پھر خلافت فاروقی کے وہ خلافت صدیقی سے وابستہ،پھر خلافت عثمانی جو خلافت فاروقی سے وابستہ ہے۔

۳؎ خیال رہے کہ حضور انور کو رجل صالح کہہ کر پکارنا جائز نہیں کہ یہ القاب دوسروں کے لیے بھی بولے جاسکتے ہیں،رب تعالٰی فرماتا ہے:"لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے القاب سے پکارو جن سے کسی بادشاہ کو بھی نہ پکارو،انہیں یارسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ جیسے پیارے القاب سے پکارو۔

۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خواب سنائی تعبیر حضرات صحابہ نے خود دے لی۔معلوم ہوا کہ جب تعبیر بالکل ظاہر ہو تو اسے لوگوں کی فہم پر چھوڑ دینا بھی سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ آپ کا نام علی بھی ہے اور حیدر بھی،کرار آپ کا لقب ہے،کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے۔حیدر کے معنی ہیں شیر،آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہیں،انہوں نے اپنے والد کے نام پر آپ کا نام حیدر رکھا۔ کرار کے معنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا۔ابوطالب نے آپ کا نام علی رکھا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خطاب اسد اللہ دیا۔آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور حضور کے داماد اور حضور کی نسل کی اصل کہ حضور کی اولاد آپ ہی سے چلی،حسنین کریمین کے والد،ولایت کے مرکز،شریعت کے دریا ناپیدا کنار،آپ پنجتن پاک میں بھی داخل ہیں اور چار یار میں بھی،ایک ہاتھ اس جماعت میں رکھتے ہیں دوسرا ہاتھ اس جماعت میں،آپ کے گھر میں حضور کی پرورش ہوئی اور حضور نے آپ کو پرورش کیا،غسل ولادت حضور نے جناب علی کو دیا اور غسل وفات حضرت علی نے حضور کو دیا،آپ آل عباس ہیں،حضور کی امت میں قاسم ولایت آپ ہی ہیں،ہر ولی کو آپ سے فیض ولایت ملتا ہے۔غرضکہ آپ کے فضائل ریت کے ذروں آسمانوں کے تاروں کی طرح بے شمار ہیں۔مرقات نے فرمایا کہ آپ کے فضائل کی صحیح روایات دیگر صحابہ کے فضائل سے زیادہ ہیں کیونکہ آپ کے زمانہ میں خوارج نے آپکے خلاف بہت بکواس کی تو اہل سنت نے آپ کے فضائل کی احادیث بہت تحقیق سے جمع کیں۔اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ آپ کے فضائل میں روافض نے بہت احادیث گھڑ بھی لی ہیں۔

روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے اس درجہ میں ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۱؎ بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۲؎(مسلم،بخاری)	6087 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَن سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي» .

۱؎ جب حضور غزوہ تبوک میں جانے لگے تو حضرت علی کو اہل مدینہ کی حفاظت پر اور حضرت عبداللہ ابن مکتوم کو نماز کی جماعت کرانے پر مقرر فرمایا،حضرت علی نے جہاد میں ساتھ جانے کی خواہش کی تو یہ فرمایا کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام جب طور پر مناجات کے لیے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب خلیفہ بنی اسرائیل میں چھوڑ گئے ایسے ہی میں تم کو اپنا نائب خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑ تا ہوں اور خود جاتا ہوں۔

۲؎ یعنی تم میں اور جناب ہارون علیہ السلام میں فرق یہ ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بھی تھے اور نبی بھی تم میرے خلیفہ تو ہو مگر نبی نہیں کیونکہ مجھ پر نبوت ختم ہوچکی اب نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہو نہ میرے بعد۔اس حدیث سے روافض یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ حضرت علی حضور کے خلیفہ بلا فصل ہیں،ان میں اکثر تو کہتے ہیں کہ تمام صحابہ اس لیے کافر ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کے ہوتے ہوئے اور کو خلیفہ مان لیا،بعض روافض کا عقیدہ یہ ہے کہ خود حضرت علی بھی کافر ہیں کہ انہوں نے اپنی خلافت کے لیے صحابہ سے جنگ نہ کی بلکہ ان خلفاء کی بیعت کرلی۔(مرقات)یہ عقیدہ تو سارے روافض

کا ہے کہ حضرت علی نے تقیہ کرکے دب کر ان خلفاء سے بیعت کی تھی۔ **نعوذ باللہ** شیر نہ تقیہ کرتا ہے نہ دبتا ہے نہ مظلوم ہوتا ہے حضرت علی شیر تھے۔شعر

چوں علی شیر است و حق باشیر نر　　　ظلم نتواں کرد بر شیر اے پسر

روافض کا یہ استدلال بالکل غلط ہے اس لیے کہ یہاں اس وقتی خلافت کا ذکر ہے جو حضور کی غیر موجودگی میں حضرت علی کو عطا ہوئی واپسی پر ختم ہوگئی۔حضرت ہارون کے ساتھ مشابہت صرف اس عارضی وقتی خلافت میں ہے تشبیہ مطلق نہیں بلکہ تشبیہ مقید ہیں ورنہ حضرت ہارون سگے بھائی تھے موسیٰ علیہ السلام کے،حضرت علی چچازاد بھائی،نیز حضرت ہارون عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے حضرت علی چھوٹے،حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام سے چالیس سال پہلے وفات پاگئے تھے حضرت علی بعد میں حیات رہے،نیز حضور نے صرف حفاظت مدینہ کا حضرت علی کو خلیفہ کیا تھا نماز کا امام نہ بنایا تھا وہ تو ابن ام مکتوم تھے رضی اللہ عنہ لہٰذا خلافت بلافصل کو اس حدیث سے دور کا تعلق بھی نہیں۔

6088 -[2] وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ: أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مؤمنٌ وَلَا يبغضني إِلَّا مُنَافِق. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت زربن حبیش سے فرماتے ہیں فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی قسم جس نے دانہ چیرا اور ہر جان کو پیدا کیا کہ مجھ سے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد فرمایا کہ مجھ سے محبت نہ کرے گا مگر مؤمن اور مجھ سے نہ بغض رکھے گا مگر منافق[1] (مسلم)

[1] حب علی ایمان کی نشانی ہے بغض علی نفاق کی علامت ہے مگر محبت سے مراد ہے سچی محبت نہ کہ محض دعویٰ کی محبت، سچی محبت علی بفضلہٖ تعالیٰ اہل سنت کو حاصل ہے۔سچی محبت کی چند علامات ہیں: ایک یہ کہ اعمال میں ان سرکار کی پیروی کرے ان کی مخالفت نہ کرے،حضرت علی کی ساری اولاد سارے دوستوں سے محبت کرے،بغض صحابہ اور حب علی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔غضب تو دیکھو کہ حضرت علی کے دو بیٹوں سے محبت اور ان کے باقی بیٹوں،باقی بیٹیوں سے عداوت،ابوبکر،عثمان ،ام کلثوم یہ سب اولاد علی ہیں ان کو گالیاں دیتے ہیں یہ محبت علی کیسی۔

6089 -[3] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: «لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهَ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ» . فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كلهم يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟» فَقَالُوا: هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ. قَالَ: «فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ» . فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ	روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ اللہ تعالٰی فتح دے گا[1] وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ رسول اس سے محبت کرتے ہیں[2] پھر جب لوگوں نے صبح پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب حاضر ہوئے ہر ایک یہ آس لگائے کہ جھنڈا اسے دیا جاوے[3] فرمایا علی ابن طالب کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا آنکھوں کے بیمار ہیں فرمایا انہیں بلاؤ[4] چنانچہ انہیں لایا گیا[5] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب ان کی

وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ أقاتلهم حَتَّى يَكُونُوا مثلنَا؟ فَقَالَ: «انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ». وَذكر حَدِيث الْبَراء قَالَ لعَلي:«أَنْت مني وَأَنا مِنْك» فِي بَاب «بُلُوغ الصَّغِير»

آنکھوں میں لگایا وہ ایسے اچھے ہوگئے گویا انہیں درد تھا ہی نہیں ۶ حضور نے انہیں جھنڈا دیا تو علی نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں ان سے جنگ کروں حتی کہ وہ ہماری مثل ہو جاویں ۷ فرمایا اپنے نرمی پر جاؤ حتی کہ ان کے میدان میں اترو پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انہیں اللہ کے ان حقوق کی خبر دو جو ان پر لازم ہیں اسلام میں ۸ خدا کی قسم اللہ تمہارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت دے دے یہ تمہارے لیے اس سے اچھا ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں ۹ (مسلم،بخاری) اور براء کی حدیث کہ حضور نے جناب علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے قریب ہو میں تم سے بلوغ صغیر کے باب میں ذکر کردی گئی ۱۰

۱ یعنی تقدیر الٰہی یہ ہے کہ حضرت علی فاتح خیبر ہوں اور اس فتح کا سہرا ان کے سر رہے ورنہ اور صحابی بھی فتح کر سکتے تھے۔جس پر حضور ہاتھ رکھ دیتے وہ ہی فتح کرلیتا انہیں صحابہ نے یرموک اور قادسیہ جیسی جنگیں فتح فرمائی ہیں رضی اللہ عنہم۔

۲ یعنی اللہ رسول اس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہونا پسند کرتے ہیں۔اس فرمان عالی کہ مطلب یہ نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اللہ رسول کو پیارے ہیں باقی تمام صحابہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا حسنین کریمین خدا کو پیارے نہیں خدا تعالیٰ ان سب سے ناراض ہے **نعوذ باللہ!**

۳ تمام صحابہ نے رات بھر صبح کا انتظار کیا کہ دیکھیں کس کی قسمت چمکتی ہے صبح کو تمام صحابہ اسی امید میں حضور انور کے سامنے پیش ہوگئے مگر یہ سعادت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نصیب میں تھی،چونکہ اس سعادت کے ملنے کی تمنا کرنا اس کا رات بھر انتظار کرنا بھی عبادت تھا اس لیے حضور نے صراحۃً حضرت علی کا نام نہیں لیا تاکہ سب لوگ انتظار اور تمنا کرکے ثواب پائیں۔

۴ حضرت علی کی آنکھیں دکھ رہی تھیں اس لیے وہ فجر کی نماز میں حاضر نہ ہوسکے اپنے خیمہ میں رہے،حضور انور نے بطور تعجب پوچھا کہ اس مبارک موقعہ پر علی کیوں نہیں،یہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت علی مدینہ منورہ میں تھے حضور نے پکارا اے علی میری مدد کو پہنچو میرا ساتھ صحابہ نے چھوڑ دیا آپ مدینہ سے اڑ کر خیبر پہنچے **نعوذ باللہ!** یہ سب روافض کا بہتان ہے۔

۵ یعنی آنکھوں میں اتنی تکلیف تھی کہ دوسرے صحابہ آپ کو پکڑ کر حضور تک لائے حضور نے آنکھوں کی تکلیف دیکھ کر لعاب دہن لگایا۔

۶ یہ ہے لعاب رسول کا معجزہ۔حضرت علی کی آنکھ کا سرمہ ہے،حضرت عبداللہ ابن عتیک کی ٹوٹی ہڈی کا سریش ہے، کھاری کنویں میں پڑے میٹھا کردے خشک کنویں میں پڑے اس میں پانی پیدا کردے غرضکہ معجزات کا مجموعہ ہے۔اشعۃ اللمعات میں ہے کہ اس کے بعد آپ کی آنکھوں میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔خیال رہے کہ حضور انور کو یہ خبر تھی کہ خلافت حیدری میں اسلامی فتوحات نہ ہوں گی خانہ جنگی رہے گی اس لیے فتح خیبر کے لیے آپ کو چنا گیا تاکہ تاقیامت خیبر کا ہر ذرہ آپ کی شجاعت کے خطبے پڑھے۔شعر

اللہ تعالیٰ تری شوکت تری صولت کا کیا کہنا کہ خطبہ پڑھ رہا ہے آج تک خیبر کا ہر ذرہ

۷؎ یعنی کیا میں اہلِ خیبر کو جبرًا مسلمان بناؤں کہ وہ یا مسلمان ہوجائیں یا قتل کردیئے جائیں،خیبر کے عام باشندے یہودی تھے۔
۸؎ یعنی ان پر یکدم حملہ مت کرو بلکہ پہلے انہیں مسلمان ہوجانے کی رغبت دو اسلام پر مجبور نہ کرو۔
۹؎ یعنی ایک کافر کو مسلمان بنانا دنیا کی بڑی دولت سے بھی بہتر ہے بلکہ کافر کو قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے رغبت دے کر مسلمان کرلیا جاوے کہ اس سے اس کی ساری نسل مسلمان ہوگی۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ پہلے دن حضور نے حضرت ابوبکر صدیق کی سرکردگی میں لشکر بھیجا سخت جنگ ہوئی مگر کامیابی نہ ہوئی،دوسرے دن حضرت عمر کی سرکردگی میں لشکر بھیجا اس دن بہت گھمسان کا رن پڑا مگر خیبر فتح نہیں ہوا،تیسرے دن فتح کی بشارت دی اور حضرت علی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا آپ کے ایک ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔(مرقات)حضور کے غلام ابو رافع فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت علی کے ساتھ خیبر کی جنگ میں تھا آپ کے ہاتھ میں ڈھال تھی دوسرے میں تلوار یہود خیبر قلعہ سے نکل آئے سخت جنگ ہوئی ایک یہودی نے آپ کے ایک ہاتھ پر کوئی چیز ماری جس سے ڈھال گر گئی آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھالیا۔اور اسے ڈھال کی طرح استعمال فرمایا خیبر فتح فرمانے کے بعد اسے رکھا ہم سات آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا تھا جن میں میں بھی تھا مگر ساتویں کے زور سے وہ ہل نہ سکا یہ ہے طاقت حیدری۔(مرقات)شعر

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن | پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اسے امام احمد نے باب مناقب میں روایت کیا حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت علی نے دروازہ خیبر اکھیڑا اور مسلمانوں کو اس پر سے اتار دیا خیبر فتح ہوگیا،بعد میں چالیس آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا نہ اٹھ سکے،بعض روایات میں ہے ستر صحابہ نہ اٹھا سکے۔حاکم نے اربعین میں حضرت علی سے روایت کی کہ جب سے حضور کا لعاب میری آنکھ میں لگا میری آنکھیں دکھنے نہ آئیں،احمد نے حضرت عبدالرحمٰن ابن لیلیٰ سے روایت کی کہ حضرت علی گرم کپڑے گرمیوں میں اور ٹھنڈے کپڑے سردیوں میں پہنتے تھے،میں نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں لعاب لگایا تو ساتھ میں یہ دعا دی الٰہی علی سے ٹھنڈک اور گرمی دور کردے اس دن سے مجھے نہ سردی لگتی ہے اور نہ گرمی۔(مرقات)
۱۰؎ اور اس کی شرح بھی وہاں ہی ہوچکی کہ علی مجھ سے قریب ہیں میں علی سے قریب ہوں۔اس کا مطلب وہ نہیں جو روافض کرتے ہیں کہ علی مجھ سے پیدا ہوئے اور علی کے نور سے میں پیدا ہوا **نعوذ باللہ**،یا علی میرے جسم کا ٹکڑا ہیں اور میں علی کے جسم کا ٹکڑا ہوں ورنہ دور لازم ہوگا،نیز اس صورت میں حضرت علی کا نکاح جناب فاطمہ زہرا سے درست نہ ہوگا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[4]- 6090 عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں میں علی سے ہوں اور وہ ہر مؤمن کے ولی ہیں۱؎

۱؎ یہاں ولی بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی دوست یا بمعنی مددگار ہے جیسے رب فرماتا ہے:"اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا"وہاں بھی ولی بمعنی مددگار ہے۔اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ مصیبت میں یا علی مدد کہنا جائز ہے

کیونکہ حضرت علی ہر مؤمن کے مدد گار ہیں تا قیامت۔دوسرے یہ کہ آپ کو مولیٰ علی کہنا جائز ہے کہ آپ ہر مسلمان کے ولی اور مولیٰ ہیں۔

[5]- 6091	
وَعَن زيد بن أَرقم أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ» . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں ۱؎(ترمذی،احمد)

۱؎یہاں بھی مولیٰ بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی مددگار یا بمعنی دوست ہے جسے حضور سے محبت ہے اسے حضرت علی سے محبت ہونی ضروری ہے،اگر مولیٰ بمعنی خلیفہ ہو تو بتاؤ کہ حضور انور کس کے خلیفہ تھے اور جو لوگ حضور کے زمانہ میں شہید یا فوت ہوئے ان کے علی خلیفہ کیسے ہوئے ہاں آپ محبوب،مددگار،دوست ہر مؤمن کے ہیں۔

[6]- 6092	
وَعَن حبشِي بن جُنَادَة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّي عني إِلَّا أَنا وَعلي» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَرَوَاهُ أَحْمد عَن أبي جُنَادَة	روایت ہے حضرت حبشی ابن جنادہ سے ۱؎فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علی مجھ سے ہیں میں علی سے ہوں ۲؎اور میری طرف سے پیغام نہ دے گا مگر میں یا علی ۳؎(ترمذی)اور احمد نے ابو جنادہ سے روایت کی۔

۱؎آپ صحابی ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں آپ نے دیکھا اہل کوفہ سے ہیں۔(مرقات،اشعہ)

۲؎امام احمد نے مناقب میں ابو رافع سے روایت کی کہ جب غزوہ احد میں حضور کو کفار نے گھیر لیا ان میں سے بعض جھنڈے لیے ہوئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان جھنڈے والوں کو قتل کردیا،حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے حق ادا کردیا حضور نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ دونوں سے ہوں۔(مرقات)

۳؎یہ فرمان عالی اس وقت کا ہے جب فتح مکہ کے بعد حج کا موسم آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چند احکام کا اعلان فرمانے مکہ معظمہ بھیجا جن میں یہ بھی تھا کہ اب کوئی مشرک مکہ معظمہ نہ آئے کوئی ننگا طواف نہ کرے اور اس زمانہ میں صلح یا پیغام یا صلح کا خاتمہ کرنا ہوتا تو یا تو حاکم خود اعلان کرتا تھا یا حاکم کا قریبی رشتہ دار اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں خیال فرمایا کہ کفار عرب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ اعلان قبول نہ کریں گے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ سورۂ توبہ کا اعلان فرمادیں حضرت علی راستہ میں ہی حضرت صدیق کو مل گئے،صدیق اکبر نے پوچھا کہ اے علی تم امیر بن کر آئے ہو یا مامور،فرمایا نہیں بلکہ مامور بن کر آیا ہوں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں علی سے قریب ہوں علی مجھ سے قریب ہیں،میری طرف سے علی ہی صلح وغیرہ کی گفتگو لوگوں سے کرسکتے ہیں۔ یؤدی کے معنی ہیں اداء پیغام کرسکتے ہیں۔ خیال رہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر وہاں نقض صلح یا صلح کی گفتگو کرنے حضرت عثمان کو نہ بھیجا گیا،صلح نامہ توخود حضور انور نے اس میدان میں لکھوایا تھا لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ وہاں حضرت عثمان کو کیوں بھیجا علی کو کیوں نہ بھیجا۔

[7]- 6093

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: آخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ: آخَيْتَ بَيْنَ أَصْحَابِكَ وَلَم تُؤَاخِ بَيْنِي وَبَيْنَ أُحُدٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا۱؎ تو علی آئے ان کی آنکھیں آنسو بہارہی تھیں عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرادیا مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دین و دنیا میں میرے بھائی ہو۳؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

۱؎ اس طرح کہ مہاجرین کو انصار کا بھائی قرار دیا کہ فلاں مہاجر فلاں انصار کا بھائی اور فلاں فلاں کا کہ ہر ایک دوسرے کے مال میں برابر کا حصہ دار ہے اور بعد وفات ایک دوسرے کا وارث بعد میں یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہوگیا انصار نے اپنا آدھا مال بخوشی اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا ایسی بے مثال مہمان داری آسمان نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

۲؎ یارسول اللہ آپ نے مجھے کسی انصاری کا بھائی نہ بنایا میں بے یارومددگار رہ گیا۔

۳؎ یعنی تم رشتہ میں بھی میرے چچازاد بھائی ہو اور اب اس عقد مواخات میں بھی تم کو اپنا بھائی بنایا اور دنیا وآخرت میں اپنا بھائی بنایا۔سبحان اللہ! مگر خیال رہے کہ اس کے باوجود کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا جب پکاراتو یارسول اللہ کہہ کر پھر کسی ایرے غیرے کو بھائی کہنے کا حق کیسے ہوسکتا ہے۔

[8]- 6094

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِي هَذَا الطَّيْرَ» فجَاء عَلِيٌّ فَأَكَلَ مَعَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چڑیا تھی۱؎ تو فرمایاالٰہی میرے پاس ایسے شخص کو لا جو ساری مخلوق سے تجھے پسند ہو کہ میرے ساتھ یہ چڑیا کھائے ۲؎ تو ان کے پاس علی آئے آپ کے ساتھ کھائی (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۳؎

۱؎ یعنی بھنی ہوئی بٹیریا کوئی اور ایک انصاری بی بی نے بھون کر بطورِ ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجی تھی۔(مرقات)

۲؎ **باحب خلقك** میں ب بمعنی **من** ہے یعنی جو جماعت تجھے بہت محبوب ہے ان میں سے ایک کو بھیج دے اور واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جماعت میں تھے یا یہ مطلب ہے کہ جس کا میرے ساتھ یہ چڑیا کھانا مجھے بہت پسند ہواسے میرے پاس بھیج دے۔بہرحال اس کا مطلب یہ نہیں کہ جناب علی خدا کو محبوب تھے اور کوئی نہ تھا ورنہ لازم آوے گا کہ حضرت فاطمہ زہرا بلکہ خود حضور اور حسنین کریمین بھی خدا کے محبوب بندے نہ ہوں **نعوذ باللہ**! خیال رہے کہ محبوبیت بہت قسم کی ہے: ازواج اور قسم کی محبوبہ ہیں،فاطمہ زہرا دوسری قسم کی محبوبہ،حضرت حسنین اور طرح کے محبوب،علی مرتضٰی اور طرح کے محبوب،ابوبکر صدیق عمر فاروق اور طرح کے محبوب،ازواج اولاد دوست ان سب سے محبت ہوتی ہے مگر مختلف قسم کی،ایک قسم کی محبت میں حضرت علی سب سے زیادہ ہیں۔دوسری قسم کی محبت میں حضرت ابوبکر صدیق یا عائشہ صدیقہ سب سے زیادہ محبوب ہیں لہذا تمام احادیث برحق ہیں۔

۳؎ ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے مگر حق یہ ہے کہ موضوع نہیں۔یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی جو سب ضعیف ہیں،تعدد اسناد سے حدیث ضعیف بھی قوی ہوجاتی ہے اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے۔(مرقات)

[9]- 6095 وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي وَإِذَا سَكَتُّ ابْتَدَأَنِي. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ «حَسَنٌ غَرِيبٌ»	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں جب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتا تھا تو آپ مجھے عطا فرماتے تھے ۱؎ اور جب میں خاموش ہوتا تو آپ مجھ سے کلام کی ابتداء فرماتے ۲؎(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱؎ اگر سوال سے مراد ہے کچھ پوچھنا تو عطا سے مراد ہے جواب دینااور اگر سوال سے مراد ہے کچھ مانگنا تو عطا سے مراد ہے عطا فرمانا دونوں احتمال درست ہیں۔خیال رہے کہ کسی اور سے مانگنا باعث شرم ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا باعث فخر ہے ہمارا ہاتھ دست سوال ہے حضورکے سامنے پھیلنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دست عطا ہے ہمارے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو بھرنے کے لیے۔

۲؎ اس جملہ کے بھی دو مطلب ہیں: جب میں خاموش رہتا کچھ نہ پوچھتا نہ بولتا تو حضور انور خود مجھ سے کلام کی ابتداء فرماتے تاکہ میں بولوں۔دوسرے یہ کہ اگر میں کچھ نہ مانگتا تو حضور خود بغیر مانگے مجھے عطا فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بن مانگے دینے والے داتا ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔حضرت علی اس واقعہ سے اپنا قرب رسول بیان فرمارہے ہیں کہ مجھے اس بارگاہ میں بہت قرب تھا کیوں نہ ہوتا کہ علی نے آغوش رسول میں پرورش پائی تھی رضی اللہ عنہ۔

[10]- 6096 وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَالَ: رَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ شَرِيكٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ وَلَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الثِّقَاتِ غَيْرَ شَرِيكٍ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں علم کا گھر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں۱؎ (ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور فرمایا کہ بعض محدثین نے یہ حدیث شریک سے روایت کی ہے اور اس میں صنابحی کا ذکر نہ کیا اور ہم یہ حدیث سوائے شریک کے کسی ثقہ سے نہیں پہچانتے ۲؎

۱؎ یعنی جیسے گھر کی جو چیز ملتی ہے دروازہ سے ملتی ہے ایسے ہی میرے علم سے جو کچھ جسے ملے گا علی کے ذریعے ملے گا۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم بہت ہیں اور ان علوم کے بہت دروازے ہیں۔حضرت علی ولایت اور قضا کے دروازہ ہیں کہ فرمایا **واقضاھم علی**،حضرت ابی ابن کعب علم تجوید یعنی قراءت کے دروازے ہیں کہ فرمایا **انہ اقراءکم** اور حضرت زید ابن ثابت علم فرائض کے دروازہ ہیں کہ فرمایا **انہ افرضکم** اور حضرت معاذ ابن جبل علم حلال و حرام کے دروازہ ہیں کہ **ھو اعلمکم بالحلال والحرام**۔حضور کے علوم جنت سے زیادہ وسیع ہیں جب جنت کے دروازہ آٹھ ہیں **لھا ثمانیۃ ابواب** تو نہ معلوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے کتنے دروازے ہیں جن میں سے ایک حضرت علی بھی ہیں،ہر صحابی حضور کے کسی نہ

کسی فیض کا دروازہ ہیں فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔(مرقات)صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم ولایت کے حضرت علی قاسم ہیں ہم نے عرض کیا۔

ہوں چشتی قادری یا سہروردی نقشبندی ہوں ولایت کا انہی کے ہاتھ سے سب کو ملا ٹکڑا

غرضکہ یہاں حصر کا کوئی لفظ نہیں کہ صرف علی دروازہ ہیں اور دوسرا نہیں۔بعض روایات میں ہے کہ میں علم کا شہر ہوں ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں،عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیوار،عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت اور علی رضی اللہ عنہ دروازہ ہیں۔اسے مرقات نے بحوالہ کتاب الفردوس نقل فرمایا اسی جگہ۔غرضکہ اگر علم سے مراد علم طریقت ہے تو صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کا دروازہ ہیں اور اگر علم شریعت مراد ہے تو حضرت علی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں۔

۲؎ اس حدیث کی اصل ابی الصلب عبدالسلام ابن صالح حروِلی سے ہے،یہ شخص شیعہ تھا مگر غالی نہ تھا اس سے دیگر صحابہ کرام کے مناقب کی روایات مروی ہیں،بعض محدثین نے اسے موضوع کہا بعض نے ضعیف مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔(از مرقات و اشعۃ اللمعات)

[11]- 6097 وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا يَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ: لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا انْتَجَيْتُهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ انْتَجَاهُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے دن حضرت علی کو بلایا ان سے سرگوشی کی ا؎ تو لوگوں نے کہا کہ حضور کی سرگوشی اپنے چچا زادے کے ساتھ بہت دراز ہوئی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے میں نے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ نے سرگوشی کی ۲؎(ترمذی)

ا؎ غزوہ طائف ۸ھ میں ہوا ہے فتح مکہ سے متصل یعنی فتح طائف کے دن حضور انور نے حضرت علی سے بہت دراز سرگوشی فرمائی لوگوں نے اس دراز سرگوشی پر تعجب کیا۔(اشعہ)یا مطلب یہ ہے کہ جب حضور نے حضرت علی کو طائف بھیجا۔(مرقات)

۲؎ اس عبارت کے دو مطلب ہوسکتے ہیں:ایک یہ کہ مجھے رب تعالٰی نے علی سے سرگوشی کرنے انہیں راز بتانے کا حکم دیا ہے میں اس کے حکم سے یہ عمل کررہا ہوں۔دوسرے یہ کہ میری سرگوشی درحقیقت رب تعالٰی کی سرگوشی ہے کہ میں فنا فی اللہ ہوں میرا ہر کام گویا رب کی طرف سے ہے اس کی طرف منسوب ہے،فرماتاہے:"وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی" اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا۔

سنگریزہ می زند دست جناب مارمیت اذ رمیت آید خطاب

تا ابد گر شرح این معضل کنم جز تحیر ہیچ نبود حاصلم

[12]- 6098 وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: «يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يُجْنِبُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرَكَ» قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ: فَقُلْتُ	روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی میرے اور تمہارے سوا کسی کو جائز نہیں کہ اس مسجد سے جنبی ہوکر گزرے ا؎ علی ابن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار ابن صراد

لِضِرَارِ بْنِ صُرَدٍ: مَا مَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ؟ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَسْتَطْرِقُهُ جُنُبًا غَيْرِي وَغَيْرَكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ	سے کہا کہ اس حدیث کے معنی کیا ہیں فرمایا یہ مطلب ہے کہ میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ جنابت میں مسجد کو راستہ بنائے ۲؎(ترمذی)اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

۱؎یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں نہیں ہے،یہ مطلب نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مسجد میں جنبی ہونے کی اجازت ہے بلکہ بحالت جنابت مسجد میں سے گزرنے کی اجازت دی گئی مطلب وہ ہے جو آگے آرہا ہے۔

۲؎اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ کسی کے گھر کا دروازہ مسجد کی طرف نہ ہوتا کہ اسے مسجد میں گزرنا پڑے سوائے حضرت علی کے کہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہوسکتا ہے وہ مسجد میں گزریں اگرچہ بحالت جنابت ہوں یہ حکم حضور کی حیات شریف میں تھا۔وفات کے قریب فرمایا کہ جس کا دروازہ مسجد میں ہو وہ بند کردیا جاوے سوائے ابوبکر کے دروازہ کے کہ وہ کھلا رہے۔ **لایبقین خوختہ** آخر میں ہے **الا خوخۃ ابی بکر** اس کی تحقیق پہلے ہوچکی ہے۔خیال رہے کہ دوسری مسجدوں میں سے گزرنا بحالت جنابت احناف کے یہاں منع ہے،شوافع کے ہاں جائز ہے **الا عابری سبیل** مگر مسجد نبوی شریف میں سے بحالت جنابت گزرنا سب کے نزدیک حرام ہے سواء حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق کے،اب بھی حضرت صدیق کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی میں ہے جسے اب **باب ابو بکر الصدیق** میں تبدیل کردیا گیا ہے۔

[13]- 6099 وَعَن أم عطيَّة قَالَتْ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ: فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ لَا تُمِتْنِي حَتَّى تُرِيَنِي عليّاً» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ام عطیہ سے۱؎ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جن میں جناب علی تھے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا حالانکہ آپ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے الٰہی مجھے موت نہ دینا حتی کہ تو مجھے علی کو دکھا دے ۲؎(ترمذی)

۱؎آپ کا نام شریف نصیبہ بنت کعب یا بنت حارث ہے،انصار یہ ہیں،اکثر جہادوں میں جاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

۲؎حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا یا تو حضرت علی کو بھیجتے وقت مانگی یا جب حضرت علی چلے گئے تب مانگی یا جب اس لشکر کی واپسی کی خبر پہنچی تب مانگی۔بہرحال اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو حضرت علی سے انتہائی محبت تھی ان کی غیر موجودگی بہت شاق تھی۔(مرقات وغیرہ)

الفصل الثالث

تیسری فصل

[14]- 6100 عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ» . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ	روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور ان سے مؤمن بغض نہیں رکھتا۱؎ (احمد،ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث اسناد سے غریب ہے

غَرِيب إِسْنَادًا	

۱؎سبحان اللہ! حضرت علی ایمان کی کسوٹی ہیں۔جو اپنے ایمان کی تحقیق کرنا چاہے کہ میں مؤمن ہوں یا منافق وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں غور کرے کہ مجھے ان سرکار سے کتنی محبت ہے۔خیال رہے کہ یہاں محبت علی کا ذکر ہے نہ کہ صرف دعویٰ محبت علی کا،محض دعویٰ محبت کرنا اور ہر طرح ان سرکار کی مخالفت کرنا در حقیقت حضرت علی سے عداوت ہے۔بعض لوگ بے نماز بھنگی چرسی اولاد علی کو،حضرات صحابہ کو جو حضرت علی کے دوست ہیں انہیں گالیاں دیتے ہیں وہ محبان علی نہیں دشمنان علی ہیں،رب فرماتا ہے:"اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ"اطاعت علی بڑی چیز ہے اللہ وہ نصیب کرے۔

[15]- 6101 وَعَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي» . رَوَاهُ أَحْمد	روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا ۱؎ (احمد)

۱؎ اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ جو کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نسبی خاندان کی گالی دے وہ درحقیقت اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے کیونکہ حضور بھی حضرت علی کے خاندان میں شامل ہیں یہ خالص کفر ہے۔دوسرے یہ کہ جو انہیں عناد سے برا کہے وہ درحقیقت مجھے برا کہتا ہے کیونکہ میں اور وہ گویا ایک ہی ہیں ان کی تعظیم میری تعظیم ہے،ان سے عداوت مجھ سے عداوت ہے۔خیال رہے کہ کبھی کسی صحابی نے حضرت علی سے نہ عداوت رکھی نہ انہیں برا کہا،ان میں اختلاف رہے ان سے مخالفت یا عداوت نہ تھی،یہ اختلاف ایسے ہی تھے جیسے حضرات برادران یوسف علیہ السلام کی مخالفت یوسف علیہ السلام سے یا جیسے حضرت سارہ کا حضرت ہاجرہ سے اختلاف کہ یہ نہ کفر ہے نہ فسق بلکہ اختلاف رائے ہے یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے۔چنانچہ امام احمد نے عروہ ابن زبیر سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے سامنے حضرت علی کی کچھ برائی کی تو حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ کیا تم اس قبر کے مکین کو جانتے ہو اس میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب جلوہ گر ہیں تم جب بھی علی کا ذکر کرو تو خیر سے کرنا،اگر تم ان کی اہانت کی تو سمجھو کہ تم نے حضور کو ستایا۔(مرقات)

[16]- 6102 وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَتْ لَهُ» . ثُمَّ قَالَ: يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَآنِي عَلَى أَنْ يَبْهَتَنِي. رَوَاهُ أَحْمَدُ	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں حضرت عیسیٰ کی مثال ہے ۱؎ جن سے یہود نے بغض رکھا حتی کہ ان کی ماں کو تہمت لگائی ۲؎ اور ان سے عیسائیوں نے محبت کی حتی کہ انہیں اس درجہ میں پہنچادیا جو ان کا نہ تھا ۳؎ پھر فرمایا میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے محبت میں افراط کرنے والے مجھے ان صفات سے بڑھائیں گے جو مجھ میں نہیں ہیں ۴؎ اور بغض کرنے والے جن کا بغض اس پر ابھارے گا مجھے بہتان لگائیں گے ۵؎ (احمد)

۱؎ سبحان اللہ! جو زبان حق ترجمان سے نکلا وہ ہو کے رہاآج یہ نظارہ ہو رہا ہے،روافض حب علی کے دعویٰ میں حد سے آگے نکل گئے،خوارج بغض علی میں حد سے آگے نکل گئے۔ان شاءاللہ اہلِ سنت کا بیڑا پار ہے۔الحمدللہ ہمارے ایک ہاتھ میں جناب علی کا دامن ہے دوسرے ہاتھ میں حضرت صدیق و فاروق کا،ہم بفضلہٖ تعالیٰ اہل بیت کی کشتی میں سوار ہیں اور صحابہ کرام سے ہدایت لے رہے ہیں جو امت کے لیے ہدایت کے تارے ہیں۔

۲؎ چنانچہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت تو کیاآپ کی عظمت و شرافت ہی کا انکار کردیا جناب مریم کے دامن پاک میں زنا کا دھبہ لگادیاحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دھبہ دھویا،قرآن کریم نے ان کی عصمت و عظمت کے خطبے ارشاد فرمائے رضی اللہ عنہا۔

۳؎ چنانچہ بعض عیسائیوں نے آپ کو خدا کہہ دیا،بعض نے آپ کو خدا کا بیٹا کہا،بعض نے تیسرا خدا۔غرضکہ عبدیت سے نکال کر الوہیت میں داخل کردیا۔

۴؎ چنانچہ بعض روافض حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کہتے ہیں ان کا شعر ہے۔

علی کو مصطفیٰ سے میں تو افضل کہہ نہیں سکتا ... مگر اپنے سے بہتر دیکھ کر داماد کرتے ہیں

بعض روافض آپ کو خدا کہتے ہیں۔یہ نصیری فرقہ کا مذہب ہے عام شیعہ یہ پڑھا کرتے ہیں۔

دکھادو یا علی جلوہ نصیری کے خدا تم ہو ... یہ آنکھیں طالب دیدار ہیں حاجت روا تم ہو

لوگ بے وجہ نصیری کو برا کہتے ہیں ... کچھ تو دیکھا ہے علی میں جو خدا کہتے ہیں

۵؎ حضرت علی کے اس فرمان میں محبت کو افراط سے مقید کیا کیونکہ محبت علی اصل ایمان ہے ہاں محبت میں ناجائز افراط برا ہے مگر عداوت علی اصل ہی سے حرام بلکہ کبھی کفر ہے اس لیے شان یعنی عداوت کو بغیر قید بیان فرمایا،بڑا ہی فصیح و بلیغ فرمان ہے۔

[17]- 6103 وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِيرِ خُمٍّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ:«أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟» قَالُوا: بَلَى قَالَ: «أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؟» قَالُوا: بَلَى قَالَ: «اللَّهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ» . فَلَقِيَهُ عُمَرُ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ: هَنِيئًا يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ أَصْبَحْتَ وَأَمْسَيْتَ مَوْلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ ومؤمنة. رَوَاهُ أَحْمد	روایت ہے حضرت براء ابن عازب اور زید ابن ارقم سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خم تالاب پر اترے۱؎ تو جناب علی کا ہاتھ پکڑا فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں مؤمنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں سب نے کہا ہاں فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مسلمان کا والی ہوں اس کی جان سے زیادہ ۲؎ لوگ بولے ہاں تو فرمایا الٰہی جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ(دوست) ہیں۳؎ الٰہی جو ان سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جوان سے دشمنی کرے تو اس کا دشمن رہ ۴؎ جناب علی سے اس کے بعد حضرت عمر ملے بولے اے ابو طالب کے فرزند مبارک ہو کہ تم نے صبح سویرا پایا اس طرح کہ تم ہر مؤمن مرد وعورت کے مولیٰ ہو ۵؎(احمد)

۱؎ غدیر بمعنی تالاب خم ایک جگہ ہے جحفہ منزل سے تین میل دور یہ واقعہ حجۃ الوداع سے واپسی پر ہوا بعض لوگ سمجھے کہ یہ واقعہ حج کو جاتے ہوئے ہوا اس وقت حضرت علی یمن میں تھے وہاں موجود ہی نہ تھے اس وہم سے انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے واپسی پر یہ واقعہ ہوا ہے اس وقت جناب علی ساتھ تھے۔

۲؎ اولی من انفسھم میں عموم مراد ہے اور یہاں اولی من نفسہ میں خصوصی حکم مراد ہے،اس فرمان عالی میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے "اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ"۔

۳؎ مولیٰ کے معنی ہیں دوست،مددگار،آزاد شدہ غلام،آزاد کرنے والا مولیٰ۔اس کے معنی خلیفہ یا بادشاہ نہیں۔علی کہتے ہیں رب فرماتاہے:"فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صٰلِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ"۔شیعہ کہتے ہیں کہ مولا بمعنی خلیفہ ہے اور اس حدیث سے لازم ہے کہ بجز حضرت علی کے خلیفہ کوئی نہیں آپ خلیفہ بلافصل ہیں مگر یہ غلط ہے چند وجہ سے:ایک یہ کہ مولیٰ بمعنی خلیفہ یا بمعنی اولیٰ بالخلافہ کبھی نہیں آتا بتاؤ اللہ تعالیٰ اور حضرت جبریل کس کے خلیفہ ہیں حالانکہ قرآن مجید میں انہیں مولیٰ فرمایا"فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ"۔دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے خلیفہ نہیں پھر من کنت مولاہ کے کیا معنی ہوں گے۔تیسرے یہ کہ حضرت علی حضور کی موجودگی میں خلیفہ نہ تھے حالانکہ حضور نے اپنی حیات شریف میں یہ فرمایا پھر مولیٰ بمعنی خلیفہ کیسے ہوگا۔چوتھے یہ کہ اگر مان لو کہ مولیٰ بمعنی خلیفہ ہی ہو تو بھی بلا فصل خلافت کیسے ثابت ہوگی واقعی آپ خلیفہ ہیں مگر اپنے موقعہ اپنے وقت میں۔پانچویں یہ کہ اگر یہاں مولیٰ بمعنی خلیفہ ہوتا تو جب سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار سے حضرت صدیق اکبر نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخلافة فی القریش خلافت قریشی میں ہے تم لوگ چونکہ قریش نہیں لہذا تم امیر نہیں بن سکتے وزیر بن سکتے ہو،اس وقت حضرت علی نے یہ واقعہ لوگوں کو یاد کیوں نہ کرادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھے خلافت دے گئے میرے سوا کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا بلکہ آپ خاموش رہے اور تینوں خلفاء کے ہاتھ پر باری باری بیعت کرتے رہے۔معلوم ہوا کہ آپ کی نظر میں بھی یہاں مولیٰ بمعنی خلیفہ نہ تھا۔چھٹے یہ کہ حضور کے مرض وفات میں حضرت عباس نے جناب علی سے کہا کہ چلو حضور سے خلافت اپنے لیے لے لو حضرت علی نے انکار کیا کہ میں نہیں مانگوں گا ورنہ حضور مجھے ہرگز نہ دیں گے۔(اشعہ وکتب احادیث)اگر یہاں مولیٰ بمعنی خلیفہ تھا تو یہ مشورہ کیسا۔ساتویں یہ کہ خلافت کے لیے روافض کے پاس نص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت چاہیے یہ حدیث نہ تو قطعی الثبوت ہے کہ حدیث واحد ہے نہ قطعی الدلالت کہ مولیٰ کے بہت معنی ہیں اور مولیٰ بمعنی خلیفہ کہیں نہیں آتا۔

۴؎ معلوم ہوا کہ جو حضرت علی کا دشمن ہے خدا تعالیٰ اس کا دشمن ہے صحابہ کرام کا آپس میں اختلاف رائے تھا دشمنی نہ تھی وہ تو "رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ" تھے۔ابھی اس کی تحقیق گزر گئی،اختلاف،مخالفت،دشمنی میں بڑا فرق ہے۔

۵؎ یعنی اے علی تم کو اللہ نے بڑی شان بخشی تمہاری محبت و الفت ایمان کی کسوٹی ہے تمہارا دشمن کافر ہے تمہارا محب مؤمن بشرطیکہ محبت صحیح ہو۔

[18]- 6104 وَعَن بُرَيْدَة قَالَ: خطب أبي بَكْرٍ وَعُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهَا صَغِيرَةٌ» ثُمَّ خَطَبَهَا عليٌّ فزوَّجها مِنْهُ. رَوَاهُ النَّسَائِيّ	روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ جناب ابوبکر و عمر نے حضرت فاطمہ کا پیغام دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چھوٹی ہے ۱؎ پھر ان کا پیغام جناب علی نے دیا حضور نے ان کا نکاح علی سے کردیا ۲؎(نسائی)

۱؎ یعنی تم دونوں کی عمریں بہت زیادہ ہیں اور فاطمہ بچی ہیں عمری مناسبت نہیں ہے،دوسری وجہ یہ تھی کہ ابھی جناب فاطمہ کے نکاح کے متعلق وحی الٰہی نہیں آئی تھی یہ نکاح وحی پر موقوف تھا جیساکہ دوسری روایت میں ہے۔(از مرقات)اس جواب سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت ابوبکر یا عمر کی عمریں جناب فاطمہ سے مناسب ہوتیں تو ان سے نکاح کردیا جاتا۔آخر رقیہ وام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے اور بی بی زینب کا نکاح ابو العاص سے ہوا نکاح کے وقت جناب فاطمہ کی عمر سترہ سال اور حضرت علی کی عمر بائیس سال تھی اور حضرت ابوبکر و عمر کی عمریں بہت زیادہ تھیں۔

۲؎ اس نکاح کا پورا واقعہ یہاں مرقات میں تحریر ہے ہم نے بھی اپنی کتاب اسلامی زندگی میں نظم میں لکھا ہے۔جب جناب فاطمہ کی عمر پندرہ سال ہوئی تب حضرت علی نے کسی ذریعہ سے پیغام نکاح دیا حضور نے فرمایا کہ مجھے رب نے یہ ہی حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔

[19]- 6105 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِسَدِّ الْأَبْوَابِ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا سواء حضرت علی کے دروازے کے ۱؎(ترمذی)

۱؎ یعنی جن صحابہ کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی میں تھے ان تمام دروازوں کے بند کردینے کا حکم دیا سواء حضرت علی کے دروازے کے کہ وہ مسجد میں ہی رہا،اس کی پوری بحث باب مناقب ابوبکر میں گزرچکی۔حضرت ابوبکر صدیق کا دروازہ بھی مسجد نبوی میں رکھا گیا حضرت صدیق اکبر کا دروازہ مسجد میں رہنا مسلم،بخاری کی روایت سے ثابت ہے جیسا کہ **باب مناقب ابی بکر الصدیق** میں گزر گیا۔

[20]- 6106 وَعَن عَليّ قَالَ: كَانَتْ لِي مَنْزِلَةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ آتِيهِ بِأَعْلَى سَحَرٍ فَأَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَإِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ إِلَى أَهْلِي وَإِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ قرب و منزلت تھی جو مخلوق میں کسی کو نہ تھی ۱؎ میں آپ کی خدمت میں سویرے تڑکے آتا تھا عرض کرتا تھا آپ پر سلام اے اللہ کی نبی ۲؎ تو اگر آپ کھکار دیتے تو میں اپنے گھر لوٹ جاتا ورنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ۳؎(نسائی)

۱؎ واقعی حضرت علی کو بعض قرب حضور سے وہ حاصل ہے جو کسی بشر بلکہ کسی مخلوق کو حاصل نہیں،آپ حضور کے چچا کے بیٹے ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے گھر میں اور آپ نے حضور کی آغوش میں پرورش پائی ہے،آپ جناب فاطمہ کے خاوند ہیں،آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کی اصل ہیں آپ ساری مخلوق میں منفرد ہیں۔

۲؎ یعنی میں نماز فجر سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آتا تو اجازت داخلہ کے لیے سلام کرتا تھا یہ سلام تحیت نہ تھا بلکہ سلام استیذان تھا اجازت مانگنے کا سلام۔

۳؎ یعنی مجھ کو صریحی اجازت کی ضرورت نہ تھی مجھے حاضری کی اجازت عامہ مل چکی تھی حضور انور کا جواب سلام نہ دینا میرے لیے اجازت ہوتی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ اجازت لینے کے واسطے جو سلام ہو اس کا جواب دینا واجب نہیں سلام تحیت کا جواب

دینا واجب ہے۔(از مرقات)سلام بہت قسم کے ہیں: سلام تحیت،سلام رخصت،سلام کرم،سلام غضب،سلام متارکہ وغیرہ ان سب کے احکام جداگانہ ہیں۔

[21]- 6107 وَعَنْهُ قَالَ: كُنْتُ شَاكِيًا فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ أَجَلِي قَدْ حَضَرَ فَأَرِحْنِي وَإِن كَانَ متأخِّراً فارفَعْني وَإِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَيْفَ قُلْتَ؟» فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَا قَالَ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ:«اللَّهُمَّ عَافِهِ – أَوِ اشْفِهِ –» شَكَّ الرَّاوِي قَالَ: فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجَعِي بَعْدُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا تو مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے میں کہہ رہا تھا کہ الہی اگر میری موت آگئی ہے تو اب مجھے چین دے اور اگر ابھی دیر ہے تو مجھے صحت دے اور اگر امتحان ہے تو مجھے صبر دے ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا کہا انہوں نے دوبارہ آپ پر پیش کردیا جو کہا تھا حضور نے اپنے پاؤں سے ان کو ٹھوکر لگائی ۲؎ اور فرمایا الہی انہیں عافیت دے انہیں شفا دے،راوی کو شک ہے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ بیماری نہ ہوئی ۳؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی۔

۱؎ سبحان اللہ! عجیب و غریب دعا ہے جس میں مرض کے ہر پہلو پر دعا کی گئی ہے۔راحت دینے سے مراد موت دے دینا کہ مؤمن کی موت بھی راحت ہوتی ہے کہ موت کے ذریعہ مؤمن دنیا کی آفات و تکالیف سے نجات پا جاتا ہے۔ارفع بنا ہے رفع سے بمعنی وسعت عیش۔اس سے مراد ہے صحت اور تندرستی کیونکہ زندگی کی بہار تندرستی سے ہے۔

۲؎ معلوم ہوا کہ حضور کے قدم شریف میں شفا ہے آپ کی ٹھوکروں سے بیمار اچھے ہوتے ہیں،بعض صوفیاء بیمار کو ٹھوکر لگاتے ہیں اس عمل کی اصل یہ حدیث ہے۔

سنگریزوں نے حیات ابدی پائی ہے ٹھوکروں میں ترے اعجاز مسیحائی ہے

۳؎ یعنی اس ٹھوکر شریف کے بعد مجھے یہ بیماری کبھی نہ ہوئی دوسری بیماری ہوئی ہوں تو ہوئی ہوں۔سبحان اللہ ! حضور کے قدم سے صرف صحت ہی نہیں ہوتی بلکہ تندرست رہنے کی گارنٹی بھی ہوتی ہے۔

باب مناقب العشرۃ رضی اللہ عنھم

دس صحابہ کے فضائل رضی اللہ عنہم ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ یہ دس حضرات وہ مبارک جماعت ہے جسے خصوصی طور پر جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔

یہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا | اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

وہ دس حضرات یہ ہیں جن کے نام شریف ان دو شعروں میں ہیں۔

وہ یار بہشتی اند قطعی | بوبکر و عمر،علی و عثمان

سعد است و سعید و بوعبیدہ | طلحہ زبیر،عبدالرحمان

یعنی ابوبکر صدیق،عمر فاروق،عثمان غنی،علی حیدر کرار،طلحہ،زبیر ابن عوام،سعد ابن ابی وقاص،عبدالرحمٰن ابن عوف،ابوعبیدہ ابن جراح،سعید ابن زید یہ تمام حضرات قرشی ہیں ان کے بڑے درجے ہیں۔(از اشعۃ اللمعات)

[1]- 6108 عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا أَحَدٌ أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمَّى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ	روایت ہے حضرت عمر سے فرمایا کہ اس خلافت کا زیادہ حقدار اس جماعت سے کوئی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے وفات پائی حالانکہ حضور ان سے راضی تھے ۱؎ تو حضرت علی،عثمان،زبیر،طلحہ،سعد اور عبدالرحمٰن کا نام لیا ۲؎ (بخاری)

۱؎ عربی میں **نفر** تین سے دس تک کی جماعت کو کہتے ہیں۔حضور کے راضی ہونے سے مراد اعلیٰ درجہ کی رضا و خوشی ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ تمام اہل بیت سے راضی تھے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس فرمان فاروقی سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو خلیفہ کرسکتے ہیں،دیکھو اس وقت حضرت عثمان و علی سب سے افضل تھے مگر جناب عمر نے اور حضرات کا نام بھی خلافت کے لیے لیا۔دوسرے یہ کہ خلافت چند طرح سے ہوسکتی ہے: (ا) خلیفہ خود کسی کو اپنا جانشین کردے جیسے حضرت صدیق نے عمر فاروق کو کیا(۲) مجلس شوریٰ کسی کو خلیفہ بنالے جیسے عثمان غنی کی خلافت۔ (مرقات)خلافت کے لیے ہاشمی یا معصوم ہونا شرط نہیں۔

۲؎ جب ابو لولو نے عین نماز فجر میں محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عمر کو خنجر مارا آپ سخت زخمی ہوئے،صحت کی امید نہ رہی تو لوگوں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین کسی کو اپنا خلیفہ بنادیں تب آپ نے ان چھ بزرگوں کے نام لیے کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ چن لینا۔خیال رہے کہ اس دس کی جماعت میں جناب صدیق اکبر پہلے وفات پاچکے تھے،آپ اب شہادت کا جام نوش کررہے ہیں،حضرت ابو عبیدہ ابن جراح بھی وفات پاچکے تھے،رہے سعید ابن زید وہ حضرت عمر کے چچازاد بھائی بھی تھے اور سگے بہنوئی بھی اس لیے اپنی قرابت کی بنا پر ان کا نام نہیں لیا جیسے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ ابن عمر کو کہیں عہدہ پر نہ لگایا نہ اس وقت ان کا نام لیا،آپ کی شہادت کے بعد حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے ان پانچ حضرات سے کہا کہ تم میں

سے بعض حضرات بعض کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوجائیں کیوں کہ تم مع میرے چھ ہو اور خلیفہ بنے گا ایک تو حضرت زبیر نے کہا کہ میں علی کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں،سعد ابن وقاص آپ کے حق میں طلحہ جناب عثمان کے حق میں دست بردار ہوگئے،اب چھ میں تین رہ گئے عثمان علی اور عبدالرحمٰن ابن عوف پھر عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان و حضرت علی سے فرمایا کہ تم دونوں میں سے ایک دوسرے کے حق میں دست بردار ہوجائے مگر وہ دونوں خاموش رہے تو آپ نے کہا اے علی و عثمان تم مجھے اختیار دو کہ میں جسے چاہوں خلیفہ بنادوں دونوں نے کہا ہاں آپ مختار ہیں پھر بہت تحقیق و تلاش کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلا کر کہا کہ آپ کے فضائل روز روشن کی طرح عیاں ہیں اگر میں آپ کو خلیفہ بنادوں تو آپ عدل کرنا اگر عثمان کو بنادوں تو آپ ان کی اطاعت کرنا یہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا ان دونوں نے وعدہ کیا،پھر عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہاتھ پھیلایئے میں تمہارے ہاتھ میں بیعت کرتا ہوں پھر سب لوگوں نے اور حضرت علی نے جناب عثمان سے بیعت کرلی اس کا پورا واقعہ مرقات،اشعۃ اللمعات اور کتب تواریخ میں ملاحظہ کرو۔

[2]- 6109 وَعَن قيس بن حازم قَالَ: رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت قیس ابن ابی حازم سے [1] فرماتے ہیں کہ میں نے جناب طلحہ کا ہاتھ شل دیکھا [2] جس سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احد کے دن حفاظت کی [3] (بخاری)

[1] قوی یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں،حضور انور کو زمانہ کفر میں دیکھا تھا،پھر جب اسلام کی بیعت کرنے حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوچکی تھی۔جن لوگوں نے آپ کو صحابی کہا ہے انہوں نے اس دیدار رسول سے دھوکا کھایا ہے جو آپ کو زمانہ کفر میں ہوا تھا۔آپ نے عشرہ مبشرہ میں سے نو صحابہ سے احادیث روایت کیں یہ کسی تابعی کو میسر نہیں ہوا،نہروان کے جہاد میں حضرت علی کے ساتھ تھے،آپ کی عمر سو برس سے زیادہ ہوئی، ۹۸ھ اٹھانوے میں وفات ہوئی سوائے عبدالرحمٰن ابن عوف کے عشرہ مبشرہ میں سے سب سے روایات لیں۔(مرقات)

[2] آپ طلحہ ابن عبداللہ ہیں،کنیت ابو محمد ہے،قرشی ہیں،قدیم الاسلام سواء بدر کے سارے غزوات میں شریک ہوئے بدر کے موقعہ پر انہیں حضور انور نے ابو سفیان کے قافلہ کی تلاش کے لیے بھیجا ہوا تھا جب واپس آئے تو جہاد ہوچکا تھا۔(مرقات)آپ کو اس غیر حاضری کا بہت صدمہ ہوا فرمایا کہ اچھا اب اگر کوئی غزوہ ہوا تو میں اپنے رب کو دکھادوں گا کہ میں کیسی خدمت اسلام کروں گا،اگلے سال احد میں آپ شریک ہوئے جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور کفار نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھیر لیا تو آپ حضور کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے جو تیر، تلوار، نیزہ حضور پر آتا آپ اپنے جسم شریف پر لے لیتے حتی کہ پچھتّر زخم کھائے،جب صحابہ غزوہ احد کا ذکر کرتے تو کہتے کہ وہ دن ابو طلحہ کا دن تھا،آپ نہایت حسین تھے،آپ جمعرات کو پچیس جمادی اولیٰ ۳۶ھ چھتیس جنگ جمل میں شہید ہوئے،چونسٹھ سال عمر پائی،بصرہ میں دفن ہوئے۔(مرقات واشعہ)فقیر نے ان کے مزار کی زیارت کی ہے،آپ کے متعلق یہ آیت آئی:"فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ"انہوں نے اپنا مقصد حیات پورا کردیا نذر پوری کردی۔اشعہ نے فرمایا کہ آپ نے اسّی زخم کھائے حتی کہ ننگیز بھی زخمی ہوگیا تھا۔

[3] لوگ آپ کے اس سوکھے ہوئے ہاتھ شریف کی زیارت کرتے ہوں گے اس لیے فرمایا رایت۔

6110 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ؟» قَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وحَوَارِيَّ الزبيرُ»	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا کہ قوم کی خبر کون لائے گا۱ تو جناب زبیر نے عرض کیا میں ۲ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے مخلص دوست ہوتے ہیں اور میرے مخلص دوست زبیر ہیں ۳ (مسلم،بخاری)

۱ احزاب غزوہ خندق کا نام ہے جو ۵ھ ہجری میں ہوا،اسے غزوہ احزاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ہر قسم کے کفار نے جمع ہو کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تھی۔احزاب جمع ہے حزب کی بمعنی گروہ یا ٹولہ۔حضور انور نے کفار کی کثرت دیکھ کر فرمایا تھا کہ مدینہ کے اردگرد خندق کھود دو تاکہ وہ ہر طرف سے مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوسکیں اور خندق کے دروازہ پر پہرہ رکھو اس لیے اسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔کفار نے بہت دن تک مدینہ منورہ کا سخت محاصرہ رکھا ایک دن حضور نے خبر دی تھی کہ آج رات سخت آندھی آوے گی جو کفار کی جماعتوں کو تتر بتر کردے گی چنانچہ رات کو آندھی آئی سخت سردی تھی تب حضور انور نے رات میں فرمایا کہ کون ہمت کرے گا کہ کفار کے لشکر کی تحقیق کرکے آئے کہ ان کا کیا حال ہوا وہ تتر بتر ہوگئے یا کچھ باقی ہیں۔

۲ اس رات سردی اس قدر تھی کہ ادھر جانے کی بلکہ گھر سے نکلنے کی کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی،اس وقت حضرت زبیر کا جرأت کرنا بہت بڑی خدمت تھی۔خیال رہے کہ حضرت زبیر ابن عوام قرشی ہیں،ان کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں لہذا آپ حضور کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور بی بی اسماء بنت ابوبکر کے خاوند ہیں تو حضور کے سنڈھو ہوئے،سولہ سال کی عمر میں ایمان لائے،آپ کے چچا نے آپ کو دھوئیں میں بند کردیا تاکہ گھبرا کر اسلام چھوڑ دیں مگر آپ ایمان پر قائم رہے،آپ کو جنگ جمل میں عمرو ابن جرموز نے قتل کیا، ۳۶ھ میں آپ کی عمر چونسٹھ سال ہوئی،وادی سباع میں دفن کیے گئے،پھر عرصہ کے بعد بصرہ میں نعش شریف لائی گئی وہاں دفن کیے گئے۔(مرقات)اس حقیر نے قبر شریف کی زیارت کی ہے۔

۳ حواری بنا ہے **حور** سے بمعنی صفائی یا سفیدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے کچھ دھوبی ایمان لائے آپ کی بہت خدمت کی انہیں حواری کہا جاتا ہے،اب ہر مخلص دوست کو حواری کہا جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔

6111 -[4] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَأْتِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَيَأْتِينِي بِخَبَرِهِمْ؟» فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ فَقَالَ: «فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي» .	روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی قریظہ کے پاس کون جائے گا جو ان کی خبر لائے ۱ میں چل دیا پھر جب میں لوٹا تو میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ دونوں جمع فرمادیئے کہ فرمایا تم پر میرے ماں باپ فدا ۲ (مسلم،بخاری)

۱ غالبًا یہ واقعہ بھی غزوہ احزاب ہی کا ہے اسی غزوہ میں یہود مدینہ نے بغاوت کردی تھی،کفار مکہ سے انہوں نے یہ ساز باز کی تھی کہ باہر سے تم مدینہ پر حملہ کرو اندرون مدینہ ہم اور مسلمانوں کو دانہ کی طرح پیس کر رکھ دو،حضور انور کے حکم کے مطابق حضرت زبیر دوبارہ تفتیش کے لیے باہر گئے ایک بار کفار مکہ کا حال دیکھنے دوسری بار بنی قریظہ کا حال دیکھنے۔بعض نے فرمایا کہ یہ

فرمان عالی غزوہ بنی قریظہ میں ہوا جب کہ بنی قریظہ اپنے قلعوں میں چھپ گئے تھے حضور نے ان کا محاصرہ فرمایا،یہ غزوہ بھی ۵ھ میں ہوا خندق کے متصل۔

۲؎ اس موقعہ پر حضور نے حضرت زبیر سے یہ فرمایا اور غزوہ احد میں حضرت سعد ابن ابی وقاص سے یہ ہی فرمایا تھا فداك ابی و امی۔خیال رہے کہ میں فدا میرے ماں باپ فدا انتہائی محبت و عظمت ظاہر کرنے کے لیے کہے جاتے ہیں۔

6112 -[5] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن عليٍّ قَالَ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ: «يَا سَعْدُ ارْمِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي» .	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ سنا کہ آپ نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ جمع کئے ہوں سواء سعد ابن مالک کے ۱؎ میں نے احد کے دن آپ کو فرماتے سنا کہ اے سعد تیر مارو تم پر میرے ماں باپ فدا۔ (مسلم،بخاری)

۱؎ خیال رہے کہ مالک نام ہے ابو وقاص کا لہذا یہ فرمان سعد ابن ابی وقاص سے ہے یعنی احد کے دن آپ کے سوا کسی سے یہ نہ فرمایا فداك ابی و امی یا حضرت علی کو خبر نہ ہوئی ورنہ حضور نے حضرت زبیر سے بھی یہ فرمایا ہے۔خیال رہے کہ سعد ابن ابی وقاص ۵۵ھ پچپن میں مقام عقیق میں فوت ہوئے،پھر آپ کی نعش مدینہ منورہ لاکر دفن کی گئی،مروان ابن حاکم نے جنازہ پڑھایا اس وقت وہ ہی وہاں کا حاکم تھا،آپ کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی عشرہ مبشرہ میں سب سے پیچھے آپ کی وفات ہوئی۔

6113 -[6] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ الله.	روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ میں پہلا وہ عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا ۱؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱ھ ایک ہجری میں حضرت ابو عبیدہ ابن حارث کی سرکردگی میں ساٹھ صحابہ کو ابوسفیان کے مقابلہ میں بھیجا کفار بہت ہی زیادہ تھے اس لیے جنگ نہ ہوئی مگر حضرت سعد ابن ابی وقاص نے ان کفار پر ایک تیر چلایا یہ مسلمانوں کی طرف سے پہلا تیر کفار پر چلا۔(اشعہ)

6114 -[7] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن عَائِشَة قَالَتْ: سَهِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدِمَهُ الْمَدِينَةَ لَيْلَةً فَقَالَ: «لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِي» إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ:«مَنْ هَذَا؟» قَالَ: أَنَا سَعْدٌ قَالَ:«مَا جَاءَ بِكَ؟» قَالَ: وَقَعَ فِي نَفْسِي خَوْفٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَحْرُسُهُ فَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ.	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آتے وقت ایک رات بے خواب رہے ۱؎ پھر فرمایا کاش کوئی نیک شخص ہماری حفاظت کرتا ۲؎ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی تو فرمایا یہ کون ہے عرض کیا میں سعد ہوں فرمایا کیا چیز تم کو یہاں لائی عرض کیا میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خطرہ گزرا تو میں ان کی حفاظت کرنے آیا ۳؎ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی پھر سوگئے ۴؎ (بخاری،مسلم)

۱؎ یہ واقعہ کسی غزوہ سے واپسی کے وقت ہوا کہ تمام رات حضور سفر کرتے رہے آخر رات میں آرام فرمانے کے لیے اترے۔
۲؎ چونکہ اس زمانہ میں بغیر حفاظت سونا خطرناک تھا اس لیے یہ دعا کی۔حضور نے یہاں دو دعائیں کیں: ایک یہ کہ میری حفاظت کے لیے کسی کو بھیج دے،دوسرے یہ کہ وہ محافظ بندہ صالح ہو حالانکہ رب وعدہ فرماچکا تھا کہ"وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ"تاکہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوجاوے۔اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کی حفاظت غیر صالحین کی حفاظت سے بہتر ہے۔اللہ تعالٰی ہمیشہ صالحین کی حفاظت میں ہم سب کو رکھے، یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر خدا کی مدد لینا نہ خلاف توحید ہے نہ خلاف توکل۔
۳؎ سبحان اللہ! یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر ادھر دعا فرمائی ادھر حضرت سعد کے دل میں یہ خیال آیا۔معلوم ہوا کہ حضرت سعد کا ایمان آپ کا تقویٰ وغیرہ رجسٹری شدہ ہے۔
۴؎ ایسی دعا تیر بہدف ہوتی ہے،حضور انور نے بہت خوش ہوکر یہ دعا دی،حضرت کا بیڑا تر گیا دعا کرانا اور دعا لینااس میں بہت فرق ہے۔

6115 -[8] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجراح.	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر امت کا کوئی امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ ابن جراح ہیں ۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی ہر امت میں بعض لوگ ایسے گزرے ہیں کہ ان پر قوم پورا پورا بھروسہ کرتی تھی سب کو ان پر اعتماد تھا،ثقہ اور قوم میں پسندیدہ تھے،میری امت میں ان صفات کے ایسے مظہر حضرت ابو عبیدہ ہیں جو اللہ تعالٰی اور مخلوق اور اپنے نفس کے حقوق پورے پورے ادا کرتے ہیں ان میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتے۔خیال رہے کہ یہ صفات تمام صحابہ میں تھیں مگر حضرت ابوعبیدہ میں علی وجہ الکمال تھیں اور حضرت ابو عبیدہ میں امانت داری کے سواء اور بہت صفات تھیں مگر یہ صفات نمایاں تھی اس لیے فرمایا کہ اس امت کے امین ابو عبیدہ ہیں لہذا اس سے نہ تو یہ لازم ہے کہ باقی صحابہ امین نہ تھے،نہ یہ کہ جناب ابوعبیدہ میں سوائے امانت داری کے اور کوئی صفت نہ تھی۔حضرت ابو عبیدہ نے ۱۸ھ اٹھارہ میں ملک شام میں وفات پائی،عمر شریف اٹھاون سال ہوئی،عہد فاروقی میں وفات ہوئی،آپ مسلمانوں کے جرنیل اعظم تھے،آپ کی حتی الامکان کوشش یہ ہوتی تھی کہ جہاد میں مسلمانوں کا خون کم سے کم بہے اور زیادہ سے زیادہ فتح ہو،جب حضرت عمر نے حضرت خالد بن ولید کو معزول کرکے آپ کو سپہ سالار بنایا تو آپ نے بیس روز تک حضرت خالد کو اس کی خبر ہی نہ دی،سپاہیانہ شان سے کام کرتے رہے،دوسروں سے ان کو پتہ چلا کہ میں معزول ہوچکا رضی اللہ عنہما۔(مرقات)جب نجران کے لوگوں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ ہمارے ہاں کوئی اپنا امین بھیج دیں تو حضور انور نے فرمایا کہ میں ایسا امین بھیجوں گا جیساکہ چاہیے،سب صحابہ منتظر رہے کہ ہم بھیجے جاویں مگر حضرت ابوعبیدہ کو بھیجا گیا۔(مرقات)

[9]- 6116 وَعَن ابْن أبي مليكَة قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَسُئِلَتْ: مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْلِفًا	روایت ہے حضرت ابن ابی ملیکہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے سنا ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو کسے بناتے فرمایا

لَو اسْتَخْلَفَهُ؟ قَالَت: أَبُو بكر. فَقيل: ثُمَّ مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَتْ: عُمَرُ. قِيلَ: مَنْ بَعْدَ عُمَرَ؟ قَالَتْ: أَبُو عُبَيْدَةَ بن الْجراح. رَوَاهُ مُسلم	ابوبکر کو،پھر کہا گیا پھر ابوبکر صدیق کے بعد کسے بناتے فرمایا عمر کو،کہا گیا کہ عمر کے بعد پھر کسے بولیں ابو عبیدہ ابن جراح کو ۲؎(مسلم)

۱؎ آپ کا نام عبداللہ ابن عبید اللہ ابن ابی ملیکہ ہے اور ابو ملیکہ کا نام زہیر ابن عبداللہ ہے،آپ تیمی قرشی ہیں،تابعی ہیں،حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں آپ قاضی رہے،۱۱۷ھ ایک سو سترہ میں وفات پائی،بہت صحابہ سے ملاقات کی۔

۲؎ یہ حضرت عائشہ صدیقہ کا اپنا اندازہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلفاء ترتیب وار مقرر فرماتے توپہلے حضرت ابو بکر کو مقرر کرتے پھر حضرت عمر کو پھر حضرت ابوعبیدہ ابن جراح کو کیونکہ حضرت ابو عبیدہ میں خلافت کی تمام صلاحیتیں امانت داری سیاست دانی وغیرہ سب علی وجہ الکمال موجود تھیں۔سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے پہلے چناؤ کے موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق نے کہا تھا کہ مجھے خلافت کا شوق نہیں تم میں علی،عمر،ابوعبیدہ ابن جراح موجود ہیں ان میں سے کسی کو خلیفہ بنالو،لوگوں نے کہا آپ سے بہتر کون ہوسکتا ہے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔(اشعۃ اللمعات)خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر صدیق اکبر کو اپنا خلیفہ بنادیا تھا کہ مرض وفات شریف میں اپنے مصلے پر حضرت صدیق کو کھڑا کردیا تھامگر قول سے خلیفہ نہیں بنایا تھا۔یہاں قولی خلیفہ بنانا مراد ہے کہ اگر حضور کسی کو اپنے قول سے خلیفہ بناتے تو ان صاحبوں کو بناتے۔

[10]- 6117 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«اهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ».وَزَادَ بَعْضُهُمْ: وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَلَمْ يَذْكُرْ عَلِيًّا. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حراء پر تھے اور ابوبکر و عمر اور عثمان و علی طلحہ اور زبیر تھے کہ پتھر کی چٹان ہلی ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر جا نہیں ہیں تجھ پر مگر نبی یا صدیق یا شہید ۲؎ بعض محدثین نے یہ زیادہ کیا کہ سعد ابن ابی وقاص بھی تھے اور حضرت علی کا ذکر نہیں کیا ۳؎(مسلم)

۱؎ حراء شریف یعنی جبل نور کی یہ حرکت وجدانی تھی اس فخر میں کہ آج مجھ پر ان حضرات کے قدم ہیں جن کا درجہ عرش الٰہی سے بھی زیادہ ہے۔معلوم ہوا کہ پتھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ انکے صحابہ کو جانتے پہچانتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں،جس دل میں ان حضرات سے الفت نہ ہو وہ پتھر سے زیادہ سخت ہے۔

۲؎ یہاں او بمعنی واؤ ہے اور شہید سے مراد جنسی شہید ہے کیونکہ یہ پانچ حضرات سب ہی شہید ہیں حضرت عمر،عثمان،علی کی شہادت تو دنیا میں مشہور ہے،حضرت طلحہ اور زبیر کی شہادت جنگ جمل کے موقعہ پر ہوئی جب کہ یہ دونوں حضرات جنگ سے علیحدہ ہوچکے تھے،حضرت زبیر تو وادی السباع میں قتل کیے گئے وہاں سے بصرہ لاکر دفن کیے گئے،حضرت طلحہ جنگ سے الگ ہوگئے پھر بھی قتل کیے گئے۔(مرقات)

۳؎ حضرت سعد ابن ابی وقاص شرعی شہید نہ ہوئے بلکہ اپنے گھر میں آپ کی وفات ہوئی گھر وادی عقیق میں تھا،وہاں سے مدینہ منورہ آپ کی نعش لائی گئی جنت البقیع میں دفن کی گئی مگر چونکہ آپ کی وفات کسی ایسے مرض سے ہوئی جس میں موت شہادت ہوتی ہے اس لیے آپ کو شہید کہا گیا۔(اشعہ،مرقات) پیٹ کی بیماری،طاعون کی بیماری سے مرنے والا حکمًا شہید ہوتا ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[11]- 6118 عَن عبد الرَّحْمَن بن عَوْف أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے۱؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر جنتی ہیں اور عمر جنتی ہیں اور عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں ۲؎ طلحہ جنتی ہیں اور زبیر جنتی ہیں اور حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف جنتی ہیں اور سعد ابن ابی وقاص جنتی ہیں اور سعید ابن زید جنتی ہیں اور ابو عبیدہ ابن جراح جنتی ہیں ۳؎(ترمذی)

۱؎ آپ کا نام اسلام سے پہلے عبدالکعبہ تھا مسلمان ہوجانے پر حضور نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا،آپ کی کنیت ابو محمد ہے، زہری قرشی ہے،حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کو مسلمان کیا آپ صاحبِ ہجرتین ہیں،پہلے مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف پھر حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی،تمام غزوہ میں حضور انور کے ساتھ رہے غزوہ احد میں ڈٹے رہے،حضور انور نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ کے پیچھے نماز فجر کی ایک رکعت پڑھی سواء آپ کے کسی کے پیچھے حضور نے نماز نہیں پڑھی،احد کے دن آپ کو اکیس زخم لگے،پاؤں کے زخموں کی وجہ سے آپ کے ایک پاؤں میں لنگ ہوگئی تھی،آپ واقعہ فیل سے دس سال بعد پیدا ہوئے، ۳۲ھ بتیس میں وفات پائی بہتر سال عمر ہوئی،بقیع شریف میں دفن ہوئے۔(مرقات)

۲؎ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک میں ان چار حضرات کا ذکر اسی ترتیب سے ہوتا ہے ابوبکر، عمر، عثمان، علی۔اسی ترتیب ذکری سے ان کے ترتیب مراتب کے طرف اشارہ ہوتا ہے۔بعد رسل حضرت ابوبکر صدیق ساری خلقت سے افضل ہیں،پھر حضرت عمر،پھر حضرت عثمان،پھر حضرت علی۔ترتیب خلافت کی طرف سے بھی اشارہ ہوتا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔(از مرقات)

۳؎ یہ وہ حدیث ہے جس کی بنا پر اس مبارک جماعت کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے یعنی ایک حدیث میں ان دس کو نام بنام جنت کی بشارت دی گئی ورنہ حضور کا ہر صحابی مبشر بالجنتہ ہے،رب فرماتا ہے:"وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"۔ان ناموں کی یہ ترتیب خود حضور انور نے ہی دی ہے راوی نے نہیں دی اسی ترتیب سے ان کے درجات ہیں۔(اشعہ)

6119 -[12] وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ	اور ابن ماجہ نے حضرت سعید ابن زید سے روایت کی ۱؎

۱؎ آپ سعید ابن زید ابن عمرو ابن نفیل ہیں،آپ کا لقب اعور ہے،سواء بدر کے تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، آپ بدر میں حضرت طلحہ کے ساتھ جاسوسی کے لیے ابو سفیان کے قافلہ کی تلاش میں بھیجے گئے تھے،حضور انور نے آپ کو بدر کی غنیمت

سے حصہ دیا،فاطمہ بنت خطاب یعنی حضرت عمر کی بہن آپ کے نکاح میں تھیں،آپ ہی کے ذریعہ سے حضرت عمر ایمان لائے، آپ کے والد حضرت زید ابن عمرو نے اسلام سے پہلے دین کی تلاش میں حضرت ورقہ ابن نوفل کے ساتھ بہت سفر کیے،حضرت ورقہ تو عیسائی ہوگئے مگر آپ نہ ہوئے آپ دین ابراہیمی پر رہے،مکہ والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اے قریشیو میرے سواء تم میں سے کوئی دین ابراہیمی پر نہیں،جب سنتے کہ فلاں جگہ زندہ بچی دفن کی جانے والی ہے تو وہ بچی آپ اس کے ماں باپ سے لے آتے اس کی پرورش کرتے،جوان ہوجانے پر اس کے ماں باپ سے پوچھتے تھے کہ اگر تم کو چاہیے تو لے جاؤ ورنہ اس کی بیاہ شادی سب میں اپنے خرچ سے کروں گا۔(بخاری شریف،مرقات)قرآن شریف نے تین شخصوں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی شرک و کفر سے بچے۔زید ابن عمرو ابن نفیل،ابو ذر،سلمان فارسی ان کے بارے میں یہ آیت ہے "وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطّٰغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا"۔(مرقات)

[13]- 6120 وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَقْرَؤُهُمْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ» رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيح وروى مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ مُرْسَلًا وَفِيهِ: «وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ»	روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کہ میری امت میں میری امت پر بہت رحیم و کریم ابوبکر ہیں اور اللہ کی راہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں اور ان سب میں سچے حیاء والے عثمان ہیں اور زیادہ علم فرائض دان زید ابن ثابت[1] سب میں بڑے قاری ابی ابن کعب ہیں[2] حرام و حلال کو بہت جاننے والے معاذ ابن جبل ہیں[3] ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اس امت کے امین ابو عبیدہ ابن جراح ہیں[4](احمد،ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے اور معمر نے قتادہ سے مرسلًا روایت کی اس میں یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر فیصلہ فرمانے والے علی ہیں[5]

[1] حضرت زید ابن ثابت گیارہ برس کی عمر میں ایمان لائے آپ علم فرائض(میراث)کے امام ہیں،آپ اس جماعت کے امیر تھے جس نے خلافت صدیقی و عثمانی میں قرآن جمع کیا،بہت مخلوق نے آپ سے روایات لیں،چھپن سال عمر پائی،۴۵ھ پینتالیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔(مرقات)

[2] ابی ابن کعب انصاری خزرجی ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھ شخصوں نے قرآن مجید حفظ کیا ان میں ایک آپ ہیں،آپ کی کنیت ابو المنذر ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سید الانصار کا لقب دیا،آپ علم تجوید (قراءت)کے امام ہیں، ۱۹ھ انیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔(مرقات)

[3] یعنی معاذ ابن جبل بڑے فقیہ ہیں،آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،انصاری خزرجی ہیں،آپ ان ستر انصاریوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت عقبہ کی،بدر اور تمام غزوات میں شامل ہوئے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا قاضی بنایا پھر حضرت عمر نے جناب ابوعبیدہ کے بعد آپ کو شام کا حاکم مقرر کیا،اس سال امواس کی طاعون میں آپ کی وفات ہوئی یعنی ۱۸ھ اٹھارہ میں کل اڑتیس سال عمر ہوئی۔(مرقات)

۴؎ابو عبیدہ ابن جراح بڑے زاہد تارک الدنیا صحابی ہوئے ہیں،جب حضرت عمر شام سے واپس ہوئے تو لشکروں کے آفیسران آپ سے ملنے آئے آپ نے پوچھا میرے بھائی ابوعبیدہ کہاں ہیں تھوڑی دیر میں ابو عبیدہ بھی آگئے،حضرت عمر آپ سے گلے ملے اور فرمایا کہ میں تمہارے گھر ٹھہروں گا دیکھا تو ایک جھونپڑہ ہے جس میں سامان صرف تلوار ڈھال اور زین ہے،حضرت عمر نے فرمایا کہ کل سامان خانہ یہ ہی ہے عرض کیا مجھے میری منزل تک یہ ہی پہنچادے گا،فرمایا کچھ روٹی کھلاؤ تو آپ نے اپنے تھیلے سے کچھ سوکھے ٹکڑے نکال کر پیش کیے حضرت عمر بہت روئے اور فرمایا اے ابو عبیدہ تم کو دنیا اپنے میں پھنسانہ سکی یہ تھے اسلام کے جرنیل اعظم۔آپ ساتویں دادا میں حضور سے مل جاتے ہیں،آپ خلافت فاروقی میں طاعون امواس میں فوت ہوئے، آپ پر نماز معاذ ابن جبل نے پڑھائی۔

۵؎یعنی مقدمات کا فیصلہ کرنے کے علم میں حضرت علی سب سے اعلیٰ و افضل ہیں اس لیے حضرت عمر آپ کی رائے لیے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرتے تھے،آپ کو حضور نے یمن کا گورنر بنایا تھا آپ کے فیصلے بہت عجیب عجیب مشہور ہیں۔خیال رہے کہ اس حدیث میں ہر جگہ اسم تفضیل ارشاد ہوا ہے جس میں بتایا گیا کہ یہ تمام صفات دیگر صحابہ میں بھی موجود ہیں مگر فلاں صحابی میں فلاں صفت کامل تر ہے۔اس فرمان عالی میں حضرت علی کے بہت سے فضائل ہیں کیونکہ صحیح فیصلے وہ ہی کرسکے گا جس کا علم کامل ہو،اسے اپنے نفس پر پورا اعتماد ہو،طبیعت میں اجتہادی ملکہ ہو یہ تمام صفات حضرت علی میں تھے۔

[14]- 6121 وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَعَدَ طَلْحَةُ تَحْتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَوْجَبَ طَلْحَةُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں کہ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں تھیں ۱؎آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے ۲؎مگر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے حتی کہ حضور چٹان پر چڑھ گئے ۳؎تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو میں نے فرماتے سنا کہ طلحہ نے جنت واجب کرلی ۴؎ (ترمذی)

۱؎ زرہ لوہے کی قمیص ہے جو جنگ میں پہنی جاتی تھی،یہ بہت وزنی ہوتی تھی،دو زرہ بہت بڑا طاقت ور ہی پہن سکتا تھا کہ اتنے وزن کو پہن کر چلنا دوڑنا معمولی کام نہ تھا۔

۲؎یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تھے آپ اونچی جگہ کھڑے ہو کر جنگ کا حال اور مسلمانوں میں دوڑنے والے اور کھڑے رہنے والوں کو دیکھنا چاہتے تھے،اسی جنگ میں عتبہ ابن ابی وقاص نے آپ کے دانت پر تیر مارا جس سے آپ کا دانت شہید ہوا اور نیچا ہونٹ زخمی ہوگیا،عبداللہ ابن شہاب نے آپکا چہرہ زخمی کردیا،ابن حمیہ نے حضور کی کنپٹی زخمی کردی اس زرہ کے دوحلقے آپ کے سر میں گڑھ گئے،عامر نے ایک خفیہ گڑھا کھودا ہوا تھا اس میں حضور گر گئے،ابو سعید خدری نے حضور کے چہرہ کا خون چوسا حضور نے فرمایا کہ جو میرا خون اپنے خون سے ملادے وہ جنتی ہے۔(مرقات)

۳؎یہ حضرت طلحہ کی انتہائی ہمت و قوت ہے کہ بار نبوت مع دو زرہوں کے اپنی پشت پر اٹھالیا یہ طاقت رب نے عطا فرمائی حضور انور دو زرہوں کا بوجھ لے کر اس چٹان پر نہ چڑھ سکے ابو طلحہ سیڑھی بن کر نیچے بیٹھ گئے اور حضور انور چٹان پر چڑھ گئے آپ کی پیٹھ پر قدم رکھ کر۔

۴؎ یہ خدمت پسند آگئی فرمایا طلحہ کے لیے جنت واجب ہوگئی اسی خدمت کی وجہ سے۔معلوم ہوا کہ لاکھوں نماز روزے سجدے سجود جہاد سے حضور کی خدمت افضل ہے،اسی غزوہ میں حضرت طلحہ نے اپنے جسم کو حضور کی ڈھال بنا کر اسی ۸۰ زخم کھائے،یہ جنتی نہ ہوں تو کون ہو آپ اتنے زخم کھا چکنے کے بعد حضور انور کے نیچے سیڑھی بن کر بیٹھے تھے۔

[15]- 6122	
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ وَقَدْ قَضَى نَحْبَهُ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا» .وَفِي رِوَايَةٍ:«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى شَهِيدٍ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ ابن عبیداللہ کی طرف دیکھا فرمایا جو اس شخص کو دیکھنا چاہے جو روئے زمین پر چل رہا ہے اور اس نے اپنا عہد و پیمان پورا کردیا تو انہیں دیکھے ۱؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جو اس شہید کو دیکھنا چاہے جو روئے زمین پر چل رہا ہے وہ طلحہ ابن عبیداللہ کو دیکھے ۲؎(ترمذی)

۱؎ نحب بمعنی نذر بھی آتا ہے اور بمعنی موت بھی یہاں موت کی نذر مراد ہے۔ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ حضرت طلحہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے تھے ابوسفیان کے قافلہ کی تحقیقات کے لیے،جب واپس ہوئے تو افسوس کیا اور فرمایا کہ اب اگر کوئی غزوہ ہوا تو میں اس کا بدلہ کرکے دکھادوں گا،جنگ احد میں وہ کارنامے کرکے دکھائے کہ سبحان اللہ! قریبًا اسی زخم کھائے حضور کی حفاظت کرتے ہوئے حتی کہ آپ کا ایک ہاتھ خشک ہوگیا پھر حضور کے قدموں کے نیچے بیٹھے کہ حضور ان کی پشت پر قدم رکھ کر پتھر کی چٹان پر چڑھے،اس پر انعامات عطا ہوئے۔اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ"مِنَ الْمُؤْمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عٰھَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ فَمِنۡھُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ"۔

۲؎ اس فرمان عالی کے تین مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ حضرت طلحہ جنگ احد میں درحقیقت شہید ہوچکے ہیں اب ان کی زندگی صرف ظاہری ہے جو اتنے کارنامے کرچکا ہو وہ شہید ہی ہے۔دوسرے یہ کہ آئندہ چل کر یہ جنگ جمل میں شہید ہوں گے یہ عنداللہ شہید ہیں ان کا نام شہداء کی فہرست میں ہے۔تیسرے یہ کہ ان کا جسم تو اس عالم شہادت میں ہے مگر ان کا دل عالم غیب میں پہنچ چکا ہے یہ روحانی جنانی شہید ہیں۔(مرقات)

[16]- 6123	
وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ أُذُنِي مِنْ فِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ۱؎ سنا کہ طلحہ اور زبیر میرے جنت کے پڑوسی ہیں ۲؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ یہ حدیث مختلف الفاظ سے ابن ماجہ،ابن عساکر وغیرہم نے روایت کی،ریاض میں ہے کہ طلحہ کے بیٹے موسیٰ ابن طلحہ امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو جناب امیر معاویہ نے ان سے فرمایا کیا میں تم کو خوشخبری نہ دوں میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی نذر موت پوری فرمادی۔(مرقات)

۲؎ یعنی دونوں حضرات جنت میں مجھ سے بہت ہی قریب ہوں گے،پڑوسی قریب ہی ہوتا ہے قریب ہی رہتا ہے۔اس فرمان عالی میں ان دونوں حضرات کے مؤمن متقی ہونے،ان کا خاتمہ بالخیر،قبر کے امتحان میں کامیابی،محشر میں نجات، پل صراط سے بخیریت گزرنا،جنت میں داخلہ،وہاں کا مقام سب ہی بتادیا گیا۔

[17]- 6124 وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ: «اللَّهُمَّ اشْدُدْ رَمْيَتَهُ وَأَجِبْ دعوتَه» . رَوَاهُ فِي «شرح السّنة»	روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یعنی احد کے دن فرمایا کہ الٰہی اس کی تیر اندازی کو مضبوط کر اور اس کی دعا قبول فرما ۱؎(شرح سنہ)

۱؎ اس فرمان عالی کے بھی دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ **اجب دعوته** تفسیر ہے **سدد رميته** کی اور معنی یہ ہیں کہ مولیٰ اس کی دعا کو تیر بہدف بنادے کہ جو اس کے منہ سے نکلے تو پورا کردے۔دوسرے یہ کہ یہ دو دعائیں ہیں ایک یہ کہ ان کی تیر اندازی میں برکت دے کہ اس سے بہت کافر ہلاک ہوں اور ان کا نشانہ درست رہے،دوسری دعا یہ کہ الٰہی انہیں مقبول الدعاء مستجاب الدعوات بنا۔

[18]- 6125 وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اللَّهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی سعد جب بھی تجھ سے دعا کریں تو قبول فرمایا کر ۱؎ (ترمذی)

۱؎ سعد سے مراد حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جیساکہ دوسری روایات میں صراحۃً مذکور ہے،آپ بفضلہٖ تعالٰی بڑے مقبول الدعاء تھے حضور انور کی اس دعا کی برکت سے۔

[19]- 6126 وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاهُ وَأُمَّهُ إِلَّا لِسَعْدٍ قَالَ لَهُ يَوْمَ أُحُدٍ: «ارْمِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي» وَقَالَ لَهُ: «ارْمِ أَيهَا الْغُلَام الحزور» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کے سواء کسی کے لیے اپنے باپ و ماں جمع نہیں فرمائے ۱؎ کہ ان سے احد کے دن فرمایا تیر چلاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں ۲؎ اور ان سے فرمایا اے بہادر لڑکے تیر چلا ۳؎(ترمذی)

۱؎ یعنی احد کے دن کسی کے لیے ماں باپ جمع نہ کیے یا حضرت علی کو دوسرا واقعہ علم میں نہ ہوا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور نے جناب طلحہ سے یہ ہی فرمایا تھا **فداك ابی و امی**۔

۲؎ اس کا مطلب کچھ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اس قسم کے فرمان انتہائی عزت افزائی کے لیے ہوتے ہیں تم پر میں فدا تم پر میرے ماں باپ فدا۔

۳؎ **حزور** بمعنی جوان بہادر تجربہ کار،آپ جب مسلمان ہوئے تو سترہ سال کے تھے غزوہ احد کے وقت آپ جوان تھے جوان آدمی کو بزرگ بیٹا یا بچہ کہہ دیتے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ ایک مشرک نے بہت مسلمانوں کو زخمی یا شہید کیا تھا،میں نے اسے

تاک کر تیر مارا جو اس کی پیشانی پر لگا جس سے وہ گر گیا اور اس کا تہبند اٹھ گیا وہ ننگا رہ گیا حضور انور ہنس پڑے اور مجھے دعائیں دیں۔(مرقات)

[20]- 6127	
وَعَن جَابر قَالَ: أَقْبَلَ سَعْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: كَانَ سَعْدٌ مِنْ بَنِي زهرَة وَكَانَتْ أُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ فَلِذَلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا خَالِي» . وَفِي «الْمَصَابِيحِ» : «فلْيُكرِمَنَّ» بدل «فَلْيُرِنِي»	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ جناب سعد حاضر ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہیں میرے ماموں کوئی شخص مجھے اپنا ایسا ماموں دکھائے[1](ترمذی)اور کہا کہ سعد بنی زہرہ سے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ بنی زہرہ سے تھیں[2]اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے ماموں ہیں اور مصابیح میں بجائے **فلیرنی** کے **فلیکرمن** ہے[3]

[1] یعنی ایسا شاندار ماموں کسی کو نہیں ملا جیسا ماموں اللہ نے مجھے دیا ہے۔یہ حضرت سعد کی انتہائی عظمت ہے۔

اولئك ابائی فجئنی بمثلهم ۔۔۔ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

[2] زہرہ زوجہ ہیں کلاب ابن کعب ابن لوی ابن غالب کی جناب آمنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتی ہیں،کلاب میں اور زہرہ کی اولاد میں حضرت سعد بھی ہیں اس طرح حضرت سعد جناب آمنہ کے خاندان سے ہوئے اور ماں کا سارا خاندان خواہ دادا کی طرف سے ہو یا نانا کی طرف سے اپنے نانا ماموں ہوتے ہیں۔خیال رہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی دادھیال مکہ معظمہ میں ہے اور ننہال مدینہ طیبہ میں اس نسبت سے انصار مدینہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا ماموں ہیں اور ادھر حضرت سعد ابن ابی وقاص بھی۔

[3] اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے دیکھ لیا کہ میں اپنے ماموں سعد کا کیسا ادب و احترام کرتا ہوں تم لوگ بھی اپنے نانا ماموں کا اسی طرح احترام و ادب کیا کرو،میرا یہ عمل تمہارے لیے سبق ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

[21]- 6128 (مُتَّفق عَلَيْهِ)	
عَن قيس بن حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَرَأَيْتُنَا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا الْحُبْلَةَ وَوَرَقَ السَّمُرِ وَإِنْ كَانَ أَحَدَنَا ليضع كَمَا تضع الشَّاة مَاله خِلْطٌ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الْإِسْلَامِ	روایت ہے حضرت قیس ابن حازم سے فرماتے ہیں کہ میں نے سعد ابن ابی وقاص کو فرماتے سنا کہ میں پہلا عربی مرد ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا[1]اور میں نے اپنے کو دیکھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے ہمارے پاس کیکر کے بیج[2]اور کیکر کے پتوں کے اور کوئی کھانا نہ تھا اور ہم میں سے ہر ایک ایسا پاخانہ کرتا تھا جیسا کہ بکری کرتی ہے جس میں کوئی تری نہیں ہوتی[3]پھر بنو اسد مجھے اسلام سکھانا چاہتے ہیں[4]تب تو میں خسارہ والا ہوجاؤں گا اور

لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي وَكَانُوا وَشَوْا بِهِ إِلَى عُمَرَ وَقَالُوا: لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي.	میرے عمل برباد ہوجائیں گے ۵؎ لوگوں نے حضرت عمر کے پاس ان کی شکایت کی تھی کہا تھا کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ۶؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ اس کی شرح ابھی کچھ پہلے کی جاچکی ہے کہ آپ نے کس موقعہ پر یہ تیر چلایا تھا اول تیر چلانا بھی اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت رحمت ہے۔

۲؎ حبلہ ح کے پیش ب کے سکون سے کیکر یعنی ببول کے بیج۔نہ معلوم وہ حضرات یہ کیسے کھاتے ہوں گے یہ ہیں ان حضرات کی قربانیاں بے مثال اسلام کی قدر ان سے پوچھو ہم نے کمایا ہوا اسلام پایا ہم کیا قدر کرسکتے ہیں۔

۳؎ یعنی ہم کو پاخانہ بکری کی مینگنی کی طرح بالکل خشک ہوتا تھا جس میں کوئی تری نہیں،اگر کوئی تر چیز کھائیں تو تری ہو جب پتے اور ببول کے بیج کھائے جائیں گے تو پاخانہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

۴؎ یہاں اسلام سے مراد نماز ہے کیونکہ نماز اسلام کا بہت اہم رکن ہے،قرآن مجید میں نماز کو ایمان کہا گیا ہے "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمٰنَكُمْ" تعزیر بمعنی سزا بھی آتا ہے اور بمعنی تعلیم اور بمعنی تعظیم بھی "وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ" یہاں بمعنی تعلیم ہے۔(اشعہ)

۵؎ یعنی اگر ان تمام خدمات اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود مجھے نماز بھی نہیں آئی میں ان لوگوں کے سکھانے کا حاجت مند رہا تو میں بہت ہی خائب و خاسر ہوا،یہ لوگ مجھے نماز سکھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ مجھ سے نماز اور دوسرے احکام اسلام سیکھیں میں صحبت یافتہ مصطفٰی ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔یہاں بنی اسد سے مراد زبیر ابن عوام ابن خویلد ابن اسد کی اولاد ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنے علمی کمالات و فضائل بیان کرنا جائز ہے کہ یہ بھی رب کا شکر ہے فخر نہیں۔

۶؎ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا،وہاں قبیلہ بنی اسد آباد تھے ان لوگوں نے آپ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کی اس شکایت میں یہ بھی کہا کہ یہ نماز غلط پڑھتے ہیں اور ہم کو غلط ہی پڑھاتے ہیں جس سے ہماری نمازیں برباد ہوتی ہیں،حضرت عمر نے آپ کو طلب فرمایا اور ان کی شکایت پیش کیں تو آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ میں اولین مؤمنوں میں سے ہوں میں نے صدہا نمازیں حضور کے پیچھے پڑھی ہیں میری نماز غلط کیسے ہوسکتی ہے۔

[22]- 6129 وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ: رَأَيْتُنِي وَأَنَا ثَالِثُ الْإِسْلَامِ وَمَا أَسْلَمَ أَحَدٌ إِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِي أَسْلَمْتُ فِيهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَإِنِّي لَثَالِثُ الْإِسْلَام. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کو اسلام کا تہائی دیکھا ۱؎ اور کوئی آدمی نہیں لایا مگر اس دن جب میں اسلام لایا اور میں سات روز تک اس طرح رہا کہ میں اسلام کا تہائی حصہ تھا ۲؎ (بخاری)

۱؎ یعنی بالغ اور آزاد مردوں میں دو صاحب مجھ سے پہلے ایمان لائے تھے تیسرا میں اسلام لایا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضرت سعد ابن ابی وقاص ساتویں مؤمن ہیں وہاں کل تعداد مراد ہے یہاں آزاد مردوں کی۔حضرت خدیجہ،ابوبکر صدیق،علی مرتضٰی،حضرت بلال ان سے پہلے ایمان لاچکے تھے مگر جناب خدیجہ بی بی تھیں اور علی بچے بلال غلام تھے۔(اشعہ، مرقات)

۲؎ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ میرے ایمان لانے کے بعد سات دن تک کوئی ایمان نہیں لایا، میں آزاد بالغ مردوں میں تیسرا حصہ مؤمنوں کا رہا سات دن تک۔

[23]- 6130	
وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لِنسَائِهِ: «إِنَّ أَمْرَكُنَّ مِمَّا يَهُمُّنِي مِنْ بَعْدِي وَلَنْ يَصْبِرَ عَلَيْكُنَّ إِلَّا الصَّابِرُونَ الصِّدِّيقُونَ» قَالَتْ عَائِشَةُ: يَعْنِي الْمُتَصَدِّقِينَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ لِأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَقَى اللَّهُ أَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيلِ الْجَنَّةِ وَكَانَ ابنُ عوفٍ قَدْ تَصَدَّقَ عَلَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِحَدِيقَةٍ بِيعَتْ بِأَرْبَعِينَ أَلفا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے فرماتے تھے کہ میرے بعد تمہارے حالات کی مجھے بڑی فکر ہے ۱؎ تم پر صبر نہ کریں گے مگر صبر اور صدق والے ۲؎ جناب عائشہ سے فرمایا یعنی صدقہ والے پھر حضرت عائشہ نے جناب ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن سے فرمایا ۳؎ کہ اللہ تمہارے والد کو جنت کے سلسبیل سے پلائے اور ابن عوف نے امہات المؤمنین پر ایک باغ صدقہ کیا تھا ۴؎ جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا ۵؎ (ترمذی)

۱؎ ازواج مطہرات حضور انور کی وفات کے بعد کسی جگہ نکاح نہیں کرسکتیں اور نہ حضور انور کی میراث پاسکیں نہ رہنے کے لیے گھر اس لیے کبھی کبھی حضور انور کو یہ خیال آجاتا تھا تو دل مبارک پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا،ان تمام ازواج مطہرات میں جناب عائشہ صدیقہ کا حال نہایت قابل فکر تھا کیونکہ آپ نکاح کے وقت سات سالہ تھیں حضور کی عمر شریف ترپن سال ہوئی،عین جوانی میں حضور کا سایہ اٹھا پھر ساری عمر شریف ایسی بے سرو سامانی میں گزاری اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر نے مجھ پر احسان کیا کہ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دے دی۔ہمارے برخودار مفتی محمد مختار نے عرض کیا ہے۔

پونجی راہ خدا میں دے دی   بیٹی نبی کے نکاح میں دے دی
جان کی لگائی بازی اکثر   رضی اللہ تعالٰی عنہ

۲؎ یعنی میرے بعد تمہاری خدمت وہ ہی کرتے رہیں گے جن میں صبر اور صدق دل کوٹ کوٹ کر بھری ہو کہ میرے بعد میری خاطر تمہاری خدمت عمر بھر کرتے رہیں۔

۳؎ ابو سلمہ کی کنیت ہی نام ہے آپ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے بیٹے ہیں،خود تابعی ہیں،مدینہ منورہ کے مشہور سات فقہاء میں سے ہیں،آپ نے بڑے بڑے صحابہ سے احادیث روایت فرمائیں،آپ سے بڑے بڑے محدثین نے روایات لیں ہیں ۹۷ ستانوے میں وفات پائی بہتّر سال عمر ہوئی۔(مرقات)

۴؎ یہاں صدقہ سے مراد خیرات نہیں ہے کوئی بیٹا اپنی ماں کو خیرات دیتا نہیں بلکہ اس سے مراد نذرانہ ہدیہ ہے جو لائق بیٹا اپنی ماں کی خدمت میں پیش کرتا ہے،صدقہ بہت معنی میں آتا ہے۔یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم کھوٹی پونجی لائے ہیں "تَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ" وہاں صدقہ بمعنی نذرانہ ہے۔

۵؎ حضرت عبدالرحمان ابن عوف کی سخاوت ملاحظہ ہو: (۱) حضور کی حیات شریف میں آپ نے ایک بار چار ہزار دینار خیرات کیے (۲) ایک بار چالیس ہزار دینار راہِ خدا میں دیئے (۳) ایک بار پانچ سو گھوڑے مجاہدوں کو دیئے (۴) ایک بار ڈیڑھ ہزار اونٹ راہِ خدا میں دیئے (۵) وفات کے وقت پچاس ہزار دینار خیرات کرنے کی وصیت کی (۶) ایک بار آپ بیمار ہوئے تو اپنا تہائی مال خیرات

کرنے کی وصیت کی مگر بعد میں آرام ہوگیا تو وہ مال خود ہی خیرات کردیا(۷)ایک بار صحابہ سے کہا کہ جو اہل بدر سے ہوا سے فی کس چار سو دینار میں دوں گا(۸)ایک بار ایک دن میں ڈیڑھ لاکھ دینار خیرات کیے رات کو حساب لگایا پھر بولے کہ میرے سارا مال مہاجرین و انصار پر صدقہ ہے حتی کہ فرمایا میری قمیض فلاں کو اور میرا عمامہ فلاں کو جبریل امین حاضر ہوئے،عرض کیا یارسول اللہ عبدالرحمٰن کے صدقات قبول انہیں بے حساب جنتی ہونے کی خبر دے دیجئے(۹)آپ نے تیس ہزار غلام آزاد کیے (۱۰)یہ واقعہ کہ ازواج مطہرات کی خدمت میں یہ باغ پیش کیا جس کا یہاں ذکر ہے۔(مرقات)

[24]- 6131 وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِأَزْوَاجِهِ: «إِنَّ الَّذِي يَحْثُو عَلَيْكُنَّ بَعْدِي هُوَ الصَّادِقُ الْبَارُّ اللَّهُمَّ اسْقِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ مِنْ سلسبيلِ الجنةِ» . رَوَاهُ أَحْمد	روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں سے فرماتے سنا کہ جو شخص تم سب پر میرے بعد تم پر نچھاور کرے وہ سچا اور نیک ہوگا۱؎ الٰہی عبدالرحمٰن ابن عوف کو جنت کے سلسبیل سے پلا۲؎(احمد)

۱؎ **یحثو** بنا ہے **حثو** سے بمعنی لپ بھر بھر کر کسی پر بکھیرنا یعنی نثار کرنا نچھاور کرنا یعنی جو میرے بعد تم پر دل کھول کر خرچ کرے وہ بہت ہی نیک و صالح ہوگا۔اس میں اشارۃً فرمایا گیا ہے کہ تاقیامت جو مسلمان تمہارے نام پر خیرات کرے،تمہاری طرف سے حج بدل کرے،تمہارے نام پر مسجدیں یا خانقاہیں بنائے وہ بہت ہی نیک صالح ہے،اس فرمان عالی میں تاقیامت مسلمانوں کو لے لیا گیا ہے۔

۲؎ سلسبیل جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے"عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا"۔اہل عرب کہتے ہیں ماء سلسل،سلاسل،سلسبیلا یعنی بہت کثرت سے بہنے والا پانی۔یہ دعا یا تو حضرت ام سلمہ کی ہے یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ چونکہ عبدالرحمان ابن عوف نے میری ازواج پاک سے یہ سلوک کیا یا کرنے والے ہیں،خدایا تو انہیں جنت کا چشمہ سلسبیل عطا فرما۔معلوم ہوا کہ حضور کی دعا لینے کا ذریعہ ازواج مطہرات کی خدمت کرنا ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب عائشہ صدیقہ کے گھر رہتے ہیں جو بھی ثواب ختم وغیرہ کا ہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنا ہو اس میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کا نام شریف ضرور لیا جائے،ان کے توسط سے بارگاہ رسالت میں پیش کیا جائے تب حضور کے ہاں قبول ہوتا ہے۔فقیر حقیر احمد یار کی نیت پختہ ہے کہ اگر اب کی بار رب نے حج نصیب کیا تو ان شاءاللہ جناب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حج بدل کروں گا اور عمرہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے،اس گنہگار پر ان دونوں سرکاروں کے بڑے احسانات ہیں مجھے انہوں نے ہی اپنے قدموں سے لگا کر باریاب کیا ہے رضی اللہ عنہما،اللہ ان کا بھلا کرے۔

6132 -[25] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن حُذَيْفَة قَالَ: جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْعَثْ إِلَيْنَا رَجُلًا أَمِينًا. فَقَالَ: «لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُم رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ» فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ قَالَ: فَبعث أَبَا عبيدةَ بن	روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نجران والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۱؎ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایک امین آدمی بھیجیں۲؎ تو فرمایا کہ میں تمہارے پاس ایسا امین بھیجوں گا جیسا چاہیے ویسا امین ہے۳؎ لوگوں نے اس کا انتظار کیا فرمایا کہ حضور نے ابو عبیدہ ابن جراح کو بھیجا۔(مسلم،بخاری)

الْجراح.	

۱؎ نجران تین بستیوں کا نام ہے: یمن کا ایک شہر جو ۱۰ھ دس ہجری میں واقع ہوا،یہ جگہ نجران ابن زید ابن سبا کے نام پر آباد ہوئی،دوسرا نجران جو علاقہ حوران میں واقع ہے دمشق کے قریب،تیسرے عراق کا نجران جو کوفہ کے پاس ہے، یہاں پہلا نجران مراد ہے وہاں کے لوگ ہی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔(مرقات)

۲؎ امین کے معانی پہلے بیان کیے جاچکے ہیں یعنی ایسا امانت دار آدمی ہمارے علاقہ میں بھیجیں جو ہمارا قاضی امیر اور معلم ہو۔

۳؎ حق امین کا مطلب ہے کہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا امین ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ زید جیسا عالم ہونے کا حق ہے ویسا عالم ہے، سارے صحابہ امانت والے ہیں مگر حضرت حذیفہ اول نمبر امانت دار۔

[26]- 6133 وَعَن عَلِيٍّ قَالَ: قيل لرَسُول اللَّهِ: مَنْ نُؤَمِّرُ بَعْدَكَ؟ قَالَ: «إِنْ تُؤَمِّرُوا أَبَا بَكْرٍ تَجِدُوهُ أَمِينًا زَاهِدًا فِي الدُّنْيَا رَاغِبًا فِي الْآخِرَةِ وَإِنْ تُؤَمِّرُوا عُمَرَ تَجِدُوهُ قَوِيًّا أَمِينًا لَا يَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَإِنْ تُؤَمِّرُوا عَلِيًّا – وَلَا أَرَاكُمْ فَاعِلِينَ تَجِدُوهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا يَأْخُذُ بِكُمُ الطَّرِيقَ الْمُسْتَقِيمَ» . رَوَاهُ أَحْمد	روایت ہے حضرت علی سے کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد ہم کسے امیر بنائیں۱؎فرمایا اگر تم ابوبکر کو امیر بناؤ تو تم انہیں امین دنیا سے بے رغبت آخرت میں رغبت والا پاؤ گے۲؎اور اگر تم عمر کو امیر بناؤ تو تم انہیں قوت والا امانت والا پاؤ گے کہ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامتی کی ملامت سے نہیں ڈرتے۳؎اور اگر تم علی کو امیر بناؤ میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسا کرو گے ۴؎تو تم انہیں ہدایت یافتہ پاؤ گے جو تمہیں سیدھے راستہ پر چلائیں گے ۵؎(احمد)

۱؎ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال جب کیا گیا جب کہ حضرات صحابہ کو یہ یقین ہوگیا کہ حضور انور کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

۲؎اس سے معلوم ہوا کہ خلیفۃ المسلمین میں یہ صفات ہونا ضروری ہیں:امانت،زہدو تقویٰ،آخرت میں رغبت،صوفیاء فرماتے ہیں کہ اخلاص ذریعہ خلاص ہے۔

۳؎ یعنی حضرت عمر بھی خلافت کے لائق ہیں کہ ان میں قوت،امانت،دیانت،سیاست اور حق پر مضبوطی سے قائم رہنا،کسی کی پرواہ نہ کرنا ساری صفات موجود ہیں،دنیا نے دیکھ لیا کہ جناب عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں اسلام اور مسلمین کی کیسی خدمات کیں۔

۴؎ یعنی تم سب لوگ حضرت علی کو خلیفہ نہیں بناؤ گے ان کی خلافت پر مسلمان متفق نہ ہوں گے،اس میں غیبی خبر ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کی خلافت پر امت کا اجماع نہیں ہوا۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کا ذکر پہلے کیا پھر عمر فاروق کا پھر جناب علی کا اسی ترتیب سے خلافت ہوئی۔اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم لوگ حضرت علی مرتضی کو پہلا خلیفہ نہ بناؤ گے کہ قلم الٰہی اسی طرح چل چکا ہے کہ حضرت علی کی عمران دونوں سے زیادہ ہو اور وہ دونوں حضرات بھی خلیفہ بنیں اگر جناب علی پہلے خلیفہ ہوجاتے تو وہ صاحب خلیفہ نہ ہوسکتے حالانکہ ان دونوں کی خلافت بھی تقدیر مبرم ہوچکی ہے۔اس صورت میں لااراکم کے معنی ہیں کہ مجھے یقین ہے تم علی کو پہلا خلیفہ نہ بناؤ گے۔حضور انور نے یا تو جناب عثمان کا ذکر فرمایا ہی نہیں یا فرمایا تھا مگر راوی نے یا اختصار کردیا یا اسے نسیان ہوگیا۔(اشعہ)

۵؎ یعنی جناب علی مرتضٰی رب کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور تم کو ہدایت دینے والے،جو لوگ انہیں خلیفہ مانیں گے وہ ہدایت پر ہوں گے،جو انہیں خلیفہ نہیں مانیں گے وہ اس معاملہ میں ہدایت پر نہ ہوں گے بلکہ باغی ہوں گے،یہ ہی اہلسنت کا مذہب ہے کہ حضرت علی خلیفہ برحق ہیں امیر معاویہ اس زمانہ میں باغی تھے۔حضرت علی کی ڈگری امیر معاویہ کی معافی اس کی تحقیق ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

[27]- 6134 وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَحِمَ اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ وَصَحِبَنِي فِي الْغَارِ وَأَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ. رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ يَقُولُ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهُ مِنْ صَدِيقٍ. رَحِمَ اللَّهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِيهِ الْمَلَائِكَةُ رَحِمَ اللَّهُ عَلِيًّا اللَّهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ابوبکر پر رحمت کرے انہوں نے اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کردیا۱؎ اور مجھے ہجرت گاہ تک پہنچایا۲؎ اور غار میں میرے ساتھ رہے۳؎ اور بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا ۴؎ اللہ عمر پر رحمت کرے کہ وہ حق بات کہتے ہیں اگرچہ کڑوی ہو انہیں حق نے ایسا کردیا کہ ان کا کوئی دوست نہیں ۵؎ اللہ عثمان پر رحمت کرے کہ ان سے فرشتے غیرت کرتے ہیں، اللہ علی پر رحمت کرے،الٰہی علی کے ساتھ حق کو گردش دے جدھر وہ گردش کریں ۶؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زندہ کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ سکتے ہیں۔(مرقات)خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی دختر نیک اختر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کا نکاح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا،اس میں اپنی بیٹی کی قربانی ہے جس کی وجوہ ابھی ہم کچھ پہلے عرض کرچکے ہیں اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدیق اکبر کی قربانیوں کے سلسلے میں ذکر فرمایا۔

۲؎ اس طرح کہ غار ثور تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر لے گئے اور اس سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رفیق سفر رہے مدینہ منورہ تک۔خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے دو اونٹ پالے تھے ہجرت کے لیے ایک اپنے واسطے دوسرا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے،جب حضور نے ہجرت کی خبر دی تو حضرت صدیق نے وہ اونٹ پیش فرمایا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں منظور ہے مگر قیمت سے،چنانچہ حضور نے آٹھ سو درہم میں وہ اونٹ جناب صدیق سے خریدا مگر قرض۔(اشعہ)یہ ثابت نہیں کہ حضور انور سے یہ قرضہ جناب صدیق نے وصول بھی کیا اگر وصول کیا بھی ہوگا تو حضور ہی پر خرچ کیا ہوگا۔

۳؎ یعنی غار ثور کی کئی راتیں کئی دن جناب صدیق نے میرے ساتھ گزارے کہ اس زمانہ میں ان کے سواء کسی نے مجھے نہ دیکھا،اس زمانہ میں ان کی عبادت تھی میرا منہ تکنا جو کسی اور کو میسر نہ تھی،اس غار میں مجھ پر جان فدا کی کہ میری حفاظت کرتے ہوئے سانپ سے اپنے پاؤں میں کٹوالیا یہ قربانی صرف انہوں نے کی رضی اللہ عنہ۔

۴؎ سبحان اللہ! حضرت بلال کی خریداری ان کا آزاد کرنا حضور نے جناب صدیق اکبر کی قربانیوں کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے،حضرت بلال امیہ ابن خلف کے ہاتھوں بڑی مصیبت میں تھے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بلال کو خرید لیتا اور

آزاد کرکے مجھ پر احسان کرتا حضرت صدیق نے پانچ سو درہم اور ایک قیمتی غلام نسطاس کے عوض جناب بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا۔ حضور نے فرمایا۔

گفت پیغمبر کہ اے اقبال جو　　در خریدن می شوم انبار تو
گفت ماد و بندگان کوئے تو　　کرو مش آزاد ہم بر روئے تو

اے صدیق بلال کی آدھی قیمت ہم سے لے لو اور ہم تم دونوں بلال کے خریدار بنیں،جناب صدیق نے عرض کیا کہ میں اور بلال دونوں آپ کے آستانہ کے غلام حضور میں کس کا ہوں اور میرا پیسہ کس کا ہے حضور اسے میں نے آپ کی خدمت کے لیے آزاد کردیا۔

چوں بدید آں خستہ روئے مصطفیٰ　　خر مغشیا علیہ بر قفا

جب بلال نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا بے ہوش ہوکر گرپڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کا سر اپنے زانو پر رکھا فرمایا کہ **اوذیت فی سبیل اللہ** اے بلال تو اللہ کی راہ میں بہت ہی ستایا گیا۔حضرت عمر فرمایا کرتے تھے **ھو سیدنا واعتق سیدنا** ابوبکر میرے آقا ہیں انہوں نے میرے آقا بلال کو آزاد کرایا ہے تاقیامت مسلمانوں کے محسن اعظم ہیں۔ابوبکر صدیق ہم سب کے آقا حضرت بلال کو آپ نے ہی آزاد کیا،یوں ہی عامر ابن فہیرہ کو حضرت صدیق نے آزاد کیا جن کی لاش بعد شہادت آسمان پر اٹھائی گئی(بخاری شریف)رضی اللہ عنہم اجمعین خدا کرے مجھے صدیق بغیر قیمت ہی خریدلیں اور دوزخ سے آزاد کردیں۔

تو ہے آزاد سفر سے ترے بندے آزاد　　ہے یہ سالک بھی ترا بندہ بے ذر صدیق

حضرت صدیق نے بہت لونڈیاں اور غلام وہ آزاد کیے جو کفار کے ہاتھوں سخت مصیبت میں تھے۔

۵؎ یعنی خوشامد کی بناء پر کوئی ان کا دوست نہیں بہت لوگ خوشامدی ہوتے ہیں وہ خوشامدیوں کے دوست بھی ہوتے ہیں۔لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ رسول اور جناب صدیق اور مہاجرین و انصار بھی حضرت عمر کے دوست نہیں،نہ یہ حدیث اس آیت کے خلاف ہے"اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا"۔

۶؎ حق سے مراد قرآن مجید ہے اس کی شرح وہ حدیث ہے جو امام جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل فرمائی القرآن مع القرآن یعنی قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ۔ہم نے جناب علی کی شان میں عرض کیا ہے۔

یہ ہے خاموش قرآن اور وہ قرآن ناطق ہیں　　نہ ہوں جس دل میں یہ اس میں نہیں قرآن کا رشتہ

باب مناقب اھل بیت النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ورضی اللّٰہ عنھم

نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے فضائل رضی اللہ عنہم اجمعین ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ اہل بیت کے معنی ہیں گھر والے۔اہل بیت رسول چند معنی میں آتا ہے: (۱) جن پر زکوۃ لینا حرام ہے یعنی بنی ہاشم عباس، علی، جعفر، عقیل، حارث کی اولاد (۲) حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے گھر میں پیدا ہونے والے یعنی اولاد (۳) حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے گھر میں رہنے والے جیسے ازواج پاک (۴) حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے گھر میں آنے جانے والے جیسے حضرت زید ابن حارثہ اور جیسے اسامہ ابن زید، یہاں ازواج پاک کے سواء باقی حضرات مراد ہیں یعنی اولاد اور خدام خاص کیونکہ ازواج پاک کے لیے مؤلف نے علیحدہ باب باندھا ہے۔خیال رہے کہ بیویوں کا اہل بیت ہونا قرآنی آیات سے ثابت ہے،رب نے حضرت سارہ کو جناب ابراہیم کی اہل بیت فرمایا "رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ" حضرت صفورہ کو جناب موسیٰ علیہ السلام کا اہل فرمایا "اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا" حضرت عائشہ صدیقہ کو حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا اہل بیت فرمایا "وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ" اور اولاد کا اہل بیت ہونا حدیث سے ثابت ہے، حضور نے جناب فاطمہ حسنین کریمین اور جناب علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا اللھم ھؤلاء اھل بیتی خدایا یہ لوگ بھی میرے اہل بیت ہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج،اولاد سب ہی اہل بیت ہے رضی اللہ عنہم۔خلاصہ یہ ہے کہ بیت تین قسم کے ہیں: بیت نسب،بیت سکن،بیت ولادت اس لیے اہل بیت بھی تین قسم کے ہیں۔(از اشعہ)

[1]- 6135 عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: لَمَّا نزلت هَذِه الْآيَة [ندْعُ أبناءنا وأبناءكم] دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: «اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أهل بَيْتِي» رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم اپنے اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی اور فاطمہ اور حسن و حسین کو بلایا ۲؎ عرض کیا الٰہی میرے گھر والے یہ ہیں ۳؎ (مسلم)

۱؎ اس طرح کہ انہیں اپنی ان بد دعاؤں میں شامل کریں خواہ اس طرح کہ مباہلہ میں انہیں حاضر کریں یا اس طرح کہ وہ اگرچہ یہاں سے غائب رہیں مگر انہیں بددعاء میں داخل کریں۔چنانچہ نجران کے عیسائیوں نے یہاں اپنے بچوں کو نجران سے نہیں بلایا تھا۔

۲؎ اس وقت حضرت رقیہ،ام کلثوم اور جناب ابراہیم وفات پاچکے تھے اس لیے وہ نہ آئے۔حضرت علی اہل بیت سکونت اہل بیت نسب ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللّٰہ عنھا و حسنین کریمین اہلِ بیت ولادت۔

۳؎ یعنی الٰہی یہ بھی میرے اہل بیت ہیں،یہ مطلب نہیں کہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان کے سواء اور کوئی نہیں ورنہ یہ حدیث ان آیات قرآنیہ کے بھی خلاف ہوگی اور ان احادیث کے بھی جو ابھی ہم نے عرض کیں۔خیال رہے کہ انسان ایسے موقعہ پر اپنے بچوں کی قسم کھاتا ہے بیویوں یا دوستوں کی قسم نہیں کھاتا اس لیے حضور انور صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان کو اپنے ہمراہ لے گئے مگر تفسیر

روح المعانی نے حوالہ سے فرمایا کہ اس موقعہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کو مع ان کی اولادوں کے بھی ساتھ لے گئے تھے،دیکھو ہماری تفسیر نعیمی۔

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے آپ پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی ۱؎ حسن ابن علی آئے حضور نے انہیں داخل کرلیا پھر جناب حسین آئے وہ بھی انکے ساتھ داخل ہوگئے پھر جناب فاطمہ آئیں انہیں بھی داخل کرلیا گیا پھر جناب علی آئے انہیں بھی داخل کرلیا پھر فرمایا اے نبی کے گھر والوں اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کردے ۲؎ اور تم کو خوب پاک و صاف فرمادے ۳؎(مسلم)	[2]- 6136 وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ: [إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أهل الْبَيْت وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرا] رَوَاهُ مُسلم

۱؎ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ آیتِ کریمہ "يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُـذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" نازل ہوئی۔

۲؎ خیال رہے کہ یہ آیت کریمہ ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اوپر سے انہیں کا ذکر ہے اور خود اس آیت کے اول میں انہیں سے خطاب ہے اور بعد میں بھی انہیں سے خطاب،اگر اتنے ٹکڑے میں یہ حضرات مراد ہوں تو آیاتِ بلکہ ایک آیت کے اجزاء میں سخت بے ربطی ہوجاوے گی مگر چونکہ انہیں ازواج پاک اہلِ بیت کے لفظ سے یاد فرمایا گیا لہذا **یطھرکم** ضمیر جمع مذکر ارشاد ہوئی کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے جیسے فرشتوں نے حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا "اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ"وہاں بھی **علیکم** جمع مذکر کی ضمیر ارشاد ہوئی ہے۔حضور انور نے چاہا کہ ان حضرات کو بھی اس میں داخل فرمالیں لہذا دعا فرمائی کہ الٰہی یہ بھی میرے گھر والے ہی ہیں انہیں بھی خوب پاک فرمادے اسی لیے روایات میں ہے کہ جناب ام سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے بھی اس کمبل شریف میں داخل فرمالیں فرمایا **انت علی خیر** تم تو اس آیت خیر میں ہو ہی تمہارے لیے دعا کرکے داخل کرنے کی کیا ضرورت ہے،ہم تو ان کو داخل کرنے کی دعا کررہے ہیں جو اس میں داخل نہیں۔

۳؎ ان ساری آیات میں حضور کی ازواج پاک سے خطاب ہے"يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ"فرماکر انہیں حکم دیا گیا کہ پردے میں رہو، تلاوت قرآن کرو،نماز کی پابندی کرو۔اس جملہ یعنی"لِيُـذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ"الخ میں ان احکام کی حکمت کا ذکر ہے کہ ہم نے تم کو یہ احکام اس لیے دیئے کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے زمانہ جاہلیت کی گھنونی عادات کی گندگی دور رکھے اور تم کو پاک و صاف رکھے،اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے یہ حضرات پاک و صاف نہ تھے اب پاک ہوں گے۔خیال رہے کہ سواء انبیاء کرام اور فرشتوں کے معصوم کوئی نہیں ہاں حضرت صحابہ اور بعض اولیاء اللہ محفوظ ہیں۔اس آیت سے ان حضرات کی معصومیت ثابت نہیں ہوتی جیساکہ روافض نے سمجھا۔مصوم وہ جو گناہ نہ کرسکے،محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے۔بعض روایات میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے حضور سے اس موقعہ پر عرض کیا حضور میں بھی آپ کی اہل بیت ہوں فرمایا تم بھی اہلِ بیت ہو،بعض روایات میں ہے

کہ حضور انور نے ام سلمہ کو بھی کمبل میں لے لیا پھر یہ دعا فرمائی۔(مرقات)خیال رہے کہ لفظ پنجتن پاک اس حدیث سے لیا گیا ہے اور یہ واقعہ بہت بار ہوا کبھی ام سلمہ کو کمبل شریف میں داخل نہیں کیا اور کبھی داخل فرمالیا ہے۔

[3]- 6137 وَعَن الْبَراء قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجنَّة» رَوَاهُ البُخَارِيّ	روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ جب جناب ابراہیم کی وفات ہوئی ۱؎ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اس کے لیے ایک دائی ہے ۲؎(بخاری)

۱؎ جناب ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن شریف سے پیدا ہوئے باقی ساری اولاد حضرت خدیجہ سے یعنی طیب،طاہر،قاسم اور رقیہ، زینب،کلثوم،فاطمہ رضی اللہ عنہم۔ابراہیم مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے،ذی الحجہ ۸ھ میں سولہ مہینہ عمر پا کر وفات پاگئے،جنت البقیع میں عثمان ابن مظعون کے برابر دفن ہوئے،فقیر نے زیارت کی ہے،عثمان ابن مظعون حضور کے رضاعی بھائی تھے۔

۲؎ یعنی جنت کی کوئی خاص مخلوق ان کی خدمت کرتی ہے اور جنت کی خاص نعمتوں سے ان کی پرورش کی جاتی ہے۔خیال رہے کہ **مرضعة** ت سے وہ ہے جو دودھ پلائے اور **مرضع** وہ جو یہ کام کرسکے اگرچہ نہ کرے جیسے حائض وہ عورت جسے حیض آسکے یعنی بالغہ اور وہ جسے حیض آرہا ہو۔یہ فرق دیکھو لمعات شریف اسی جگہ اسی لیے قرآن کریم میں ہے"**تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّآ اَرۡضَعَتۡ**"وہاں **مرضع** نہیں فرمایا۔(مرقات)

[4]- 6138 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَائِشَةَ: قَالَتْ: كُنَّا - أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عِنْدَهُ. فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ مَا تَخْفَى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآهَا قَالَ: «مَرْحَبًا بِابْنَتِي» ثُمَّ أَجْلَسَهَا ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا فَلَمَّا رَأَى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَإِذَا هِيَ تَضْحَكُ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ فَلَمَّا تُوُفِّيَ قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْك مِنَ الْحَقِّ لِمَا أَخْبَرْتِنِي. قَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ أَمَّا حِينَ سَارَّ بِي فِي الْأَمْرِ الْأَوَّل فإنه أَخْبرنِي: «إِنَّ جبْريل كَانَ يُعَارِضهُ بِالْقُرْآنِ كل سنة مرّة وَإنَّهُ قد	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کے پاس تھیں جناب فاطمہ آئیں ۱؎ آپ کی چال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے بالکل مختلف نہ تھی ۲؎ تو جب انہیں حضور نے دیکھا تو فرمایا خوش آمدید اے میری بچی پھر انہیں بٹھالیا پھر ان سے کچھ سرگوشی کی ۳؎ آپ بہت سخت روئیں تو جب ان کا رنج ملاحظہ فرمایا تو ان سے دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑی ۴؎ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو میں نے ان سے سرگوشی کے متعلق پوچھا ۵؎ آپ بولیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کرسکتی پھر جب حضور کی وفات ہوگئی تو میں نے کہا کہ میں تم کو اس کی وجہ سے جو میرا تم پر حق ہے قسم دیتی ہوں کہ تم مجھے بتادو ۶؎ آپ بولیں لیکن اب تو ہاں ضرور ۷؎ جس وقت حضور نے پہلی بار مجھ سے سرگوشی کی تو آپ نے مجھے خبر دی کہ حضرت جبریل ہر سال مجھ پر قرآن مجید ایک بار پیش کیا کرتے تھے اور انہوں نے اس سال مجھ پر دو بار پیش کیا ۸؎

عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي فَإِنِّي نعم السّلف أَنا لَكِ» فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ قَالَ: «يَا فَاطِمَةُ أَلَا تَرْضِينَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ؟»وَفِي رِوَايَةٍ: فَسَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أتبعه فَضَحكت.	میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ میری وفات قریب ہے تم اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا۹ میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں۱۰ تو میں رونے لگی تو جب حضور نے میری گھبراہٹ دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی فرمایا اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم جنتی لوگوں کی بیویوں یا مؤمنوں کی بیویوں کی سردار ہوا۱۱ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھ سے حضور نے سرگوشی کی کہ اس بیماری میں حضور کی وفات ہوگی تو میں روئی پھر مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی مجھے خبر دی کہ میں ان کے گھر والوں میں پہلی ہوں گی جو ان کے پیچھے پہنچوں گی۱۲ تو میں ہنس پڑی۔ (مسلم،بخاری)

۱؎ فاطمہ بنا ہے **فطم** سے بمعنی دور ہونا اس لیے جس بچہ کا دودھ چھڑا دیا جاوے اس فطیم کہتے ہیں۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے جناب فاطمہ ان کی اولاد ان کے محبین کو دوزخ کی آگ سے دور کیا ہے اس لیے آپ کا نام فاطمہ ہوا۔(مرقات)آپ کا لقب ہے بتول اور زہرا بتول کے معنی ہیں منقطع ہونا کٹ جانا"وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا"چونکہ آپ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے الگ تھیں لہذا بتول لقب ہوا زہرا بمعنی کلی آپ جنت کی کلی تھیں حتی کہ آپ کو کبھی حیض نہیں آیا۔(مدارج)آپ کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی تھی جسے حضور سونگھا کرتے تھے(مبسوط سرخسی)اس لیے آپ کا لقب زہرا ہوا رضی اللہ عنہا۔ہم نے عرض کیا۔

بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا — کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

۲؎ حضرت فاطمہ سر سے پاؤں تک ہم شکل مصطفیٰ تھیں،آپ کی چال ڈھال ہر وضع قطع حضور کے مشابہہ تھی،اللہ نے رسول کی جیتی جاگتی تصویر بنایا تھا ہم نے عرض کیا۔

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا — کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا

۳؎ حضور جب فاطمہ زہرا کو آتے دیکھتے تو خوشی میں کھڑے ہوجاتے تھے پیشانی اور ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے،اپنی جگہ بٹھالیتے تھے یہ واقعہ وفات شریف سے بالکل قریب ہی ہوا۔

۴؎ تمام ازواج پاک موجود تھیں مگر یہ راز کی بات صرف جناب فاطمہ سے فرمائی آپ صاحب راز ہیں۔

۵؎ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے تو ہم نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ حضور نے تم سے کیا فرمایا۔

۶؎ یعنی میں تمہاری ماں ہوں اور تم میری بیٹی ہو ماں کا بیٹی پر حق ہوتا ہے اس حق کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اب تم مجھ کو بتادو کہ حضور انور نے تم سے کیا فرمایا تھا۔

۷؎ جناب فاطمہ نے اپنی قوت اجتہادیہ سے معلوم فرمالیا تھا کہ حضور کی حیات شریف میں یہ بات چھپانے کی تھی کیونکہ اس میں حضور کی وفات کی خبر تھی قبل از وقت اس کا اظہار مناسب نہ تھا اب جب کہ وفات شریف ہوچکی وہ راز نہ رہی تو اس گفتگو کا دوسرا حصہ یعنی میری وفات اور میرے درجہ کا اظہار بھی راز نہ رہا اس لیے اب بیان فرمادیا۔

۸؎ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد سارا قرآن مجید ہے حضرت جبریل علیہ السلام ہر ماہ رمضان میں پورے قرآن کا حضور کے ساتھ دور کرتے تھے مگر اس دور کا نام نزول قرآن نہ تھا نزول تو وہ تھا جو حسب موقع آیات کا ورد ہوتا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں قرآن مجید کا دور کرنا سنت رسولی بھی ہے اور سنت جبریلی بھی کہ ایک پڑھے دوسرا سنے،پھر وہ پڑھے یہ سنے۔یہ واقعہ یعنی دوبار ایک ماہ میں دور فرمانا پندرہ دن میں دورہ ختم کردینا حضور کے آخری رمضان شریف میں ہوا اور حضرت فاطمہ سے حضور کا یہ فرمان رمضان کے بعد تھا،اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارے قرآن سے واقف تھے،جسے قرآن نہ آتا ہو اس کے ساتھ دور نہیں کیا جاتا بلکہ اسے پڑھایا جاتا ہے،یہ بھی معلوم ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اگلے رمضان سے پہلے ہماری وفات ہوجاوے گی،بعض سورتیں مکمل نہیں نازل ہوئی تھیں کچھ آیات آچکی تھیں کچھ آنے والی تھیں پھر دور کیسا۔

۹؎یعنی اے فاطمہ جیسے تم ہماری حیات شریف میں طیبہ طاہرہ متقیہ صابرہ رہی ہو ایسے ہی ہماری وفات کے بعد بھی رہنا تمہارے پائے استقلال میں جنبش نہ آنے پائے آپ نے اس پر عمل کرکے دکھادیا۔رونا صبر کے خلاف نہیں نوحہ پیٹنا،ماتم کرنا صبر کے خلاف ہے یہ آپ نے کبھی نہیں کیا۔

۱۰؎پیش رو وہ جو کسی کے آگے کسی مقام پر جاکر اس کا انتظام وغیرہ کرے یعنی ہم تم سے پہلے جارہے ہیں جب تم آؤ گی تو ہم تمہارے انتظار میں ہوں گے تمہارا گھر بار ساز و سامان ہماری نگرانی میں سب تیار ہوچکا ہوگا۔سبحان اللہ!

۱۱؎یعنی مؤمن مردوں کی بیویوں کی تم سردار ہوگی لہذا جناب فاطمہ ازواج مطہرات خصوصًا جناب عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبریٰ کی سردار نہیں کہ وہ بیویاں مؤمنین کی بیویاں نہیں بلکہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔سبحان اللہ! کیسی پیاری اور جامع عبارت ارشاد فرمائی۔

۱۲؎یعنی میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تمہاری وفات ہوگی۔یہاں یہ نہ فرمایا کہ تمہاری وفات ہوگی بلکہ فرمایا سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔اس میں کئی غیبی خبریں ہیں:حضرت فاطمہ زہرا کا وقت وفات آپ کی نوعیت وفات کہ آپ کا خاتمہ ایمان،تقویٰ پرہیزگاری کے اعلیٰ درجہ پر ہوگا آپ کا قبر و حشر میں اول نمبر کامیاب ہونا،آپ کا پل صراط سے بخوبی گزر جانا،آپ کا جنت کی اعلیٰ مقام پر حتی کہ حضور کے ساتھ رہنا یہ ہی علوم خمسہ کی خبریں ہیں۔خیال رہے کہ فضیلت فاطمہ زہرا کے متعلق چند قول ہیں: ایک یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا دنیا بھر کی تمام عورتوں سے افضل ہیں حتی کہ بی بی مریم جناب عائشہ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ سے بھی۔دوسرے یہ کہ حضرت خدیجہ و عائشہ جناب فاطمہ زہرا سے افضل ہیں۔تیسرے یہ کہ یہ تینوں حضرات یعنی جناب خدیجۃ الکبریٰ،عائشہ صدیقہ،فاطمہ زہرا ہم رتبہ ہیں کوئی کسی سے افضل نہیں برابر ہیں،ترجیح دوسرے قول کو ہے کہ جناب عائشہ و خدیجہ حضرت فاطمہ زہرا سے افضل ہیں کہ وہ ماں ہیں اور جناب فاطمہ زہرا بیٹی،نیز جنت میں وہ دونوں حضور کے ساتھ ہوں گی حضرت فاطمہ علی کے ساتھ،نیز عائشہ صدیقہ بڑی فقیہہ عالمہ مجتہدہ ہیں،رب تعالٰی فرماتا ہے:"یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ"۔امام مالک فرماتے ہیں کہ طہارت نفس،شرف نسب میں جناب فاطمہ زہرا کی برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔

روایت ہے حضرت مسور ابن مخرمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے ۱؎ جس نے انہیں	6139 -[5] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنِ الْمِسور بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ:«فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي» وَفِي رِوَايَةٍ: «يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذاها» .	ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ جو چیز انہیں پریشان کرے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو انہیں تکلیف دے مجھے ستاتا ہے ۳؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے یا میرے گوشت کا ٹکڑا،اس بناء پر جناب فاطمہ زہرا سب سے افضل ہیں بھلا حضور کے لخت جگر کی برابر کون ہوسکتا ہے،آپ کا نام فاطمہ کبریٰ کے لیے حضور کی سب سے چھوٹی بیٹی،۲ہجری رمضان میں آپ کا نکاح جناب علی سے ہوا،ذی الحجہ میں رخصت،آپ کے چھ بچے ہوئے: حسن،حسین،محسن،زینب،ام کلثوم،رقیہ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پائی،عمر شریف اٹھائیس سال ہوئی،آپ کو جناب علی کرم اللہ وجہہ نے غسل دیا آپ نے ہی نماز پڑھی اور شب میں دفن کیا۔(مرقات)مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔

۲؎ یعنی جو فاطمہ زہرا کو تکلیف دینے انہیں ستانے کے لیے کوئی کام یا کلام کرے اس نے مجھے ایذا پہنچائی یہ کلمات انصار صحابہ بلکہ ہر مؤمن کے لیے بھی آئے من ابغض الانصار ابغضہ اللہ،حب قریش ایمان و بغضھم کفر،حب العرب ایمان و بغضھم کفر،من ابغض العرب فقد ابغضنی۔(مرقات)خیال رہے کہ کسی سے حضرت سیدہ کا ناراض ہونا کچھ اور ہے اور ان کو ناراض کرنا کچھ اور،جب حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو آپ ناراض ہوئیں آپ کی شکایت حضور سے کی،حضرت ابوبکر صدیق سے اپنی میراث مانگی،آپ نے ایک حدیث سنا کر انکار کیا تو آپ اپنے مانگنے پر ناراض یعنی نادم ہوئیں،اس ناراضگی کی حیثیت کچھ اور ہے،قیامت میں اعلان ہوگا کہ تمام لوگ اپنے سرجھکالیں فاطمہ گزر رہی ہیں،جناب فاطمہ ستر ہزار حوران بہشتی کے ہمراہ بجلی کی کوند کی طرح گزریں گی۔(صواعق،مرقات)

۳؎ غالبًا یہ فرمان عالی جب صادر ہوا جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دوسرا نکاح کرنا چاہا اور جناب فاطمہ زہرا نے یہ شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی جائز بلکہ فرض کام سے حضور ناراض ہوں تو وہ کام حرام ہوجاتا ہے۔نکاح سنت ہے مگر فاطمہ زہرا کی موجودگی میں حضرت علی کے لیے حرام ہوگیا کہ یہ جناب فاطمہ کی تکلیف کا باعث تھا اور آپ کی تکلیف حضور کی تکلیف کا سبب۔خیال رہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ابوبکر صدیق پر ناراض نہ ہوئیں نہ ہوسکتی تھیں کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کرکے میراث دینے سے معذرت کی تھی فرمان رسول پر ناراضی کسی مسلمان کا کام نہیں چہ جائیکہ حضرت فاطمہ۔

[6]- 6140 وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِمَاءٍ يُدْعَى: خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ: " أَمَّا بعدُ أَلا أيُّها النَّاس فَإِنَّمَا أَنا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ وَأَنا تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ	روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہم میں خطیب کھڑے ہوئے اس پانی پر جسے خم کہا جاتا ہے ۱؎ کہ مدینہ کے بیچ تو اللہ کی حمدوثناء کی اور وعظ و نصیحت فرمائی پھر فرمایا کہ حمد کے بعد لوگو خبردار میں بشر ہوں ۲؎ قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آجائے میں اس کا بلاوا قبول کرلوں ۳؎ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں ۴؎ جن میں سے پہلی تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے ۵؎ تم اللہ کی

فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ " فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَرَغَّبَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ: «وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي» وَفِي رِوَايَة: «كتاب الله عز وَجل هُوَ حَبْلُ اللَّهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ» . رَوَاهُ مُسلم	کتاب لو اسے مضبوط پکڑو ۶ پھر کتاب اللہ پر ابھارا اس کی رغبت دی ۷ پھر فرمایا اور میرے اہل بیت ۸ میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں ۹ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی کتاب اللہ کی رسی ہے ۱۰ جس نے اس کی اتباع کی وہ ہدایت پر رہا جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہوا ۱۱ (مسلم)

۱؎ غدیر خم کی تحقیق پہلے ہوچکی ہے کہ حرمین شریفین کے درمیان جحفہ منزل کے قریب ایک جگہ کا نام خم ہے وہاں ایک تالاب ہے اس تالاب کو غدیر خم کہتے تھے،وہاں کا یہ واقعہ ہے۔

۲؎ چونکہ میں بشر ہوں لہذا مجھے بھی موت یقینًا آنی ہے۔

جو یہاں آیا ہے اس کو ہوگا جانا ایک دن　　　سب کو ہے منہا خلقناکم کا صدمہ ایک دن

۳؎ رسول رب سے مراد یا حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو سب کے پاس موت کے وقت آتے ہیں،یا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو وفات شریف کے وقت ملک الموت کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے استقبال کے لیے بارگاہ الٰہی میں ساتھ لے جانے کے لیے۔

۴؎ **ثقلین** بنا ہے **ثقل** سے بمعنی بوجھ،جن و انس کو بھی ثقلین کہتے ہیں کہ زمین میں ان کا بڑا وزن ہے،پھر فرمان الٰہی احکام شرعیہ کو ثقل کہتے ہیں کہ ان پر عمل نفس پر بوجھ ہے"اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا"چونکہ قرآن مجید پر عمل اہل بیت کی اطاعت نفس پر بھاری ہے لہذا انہیں **ثقلین** فرمایا۔بعض شارحین نے فرمایا کہ **ثقلین** بمعنی زینت کی چیز ہیں۔جن و انس کو ثقلین اس لیے فرمایا گیا ہے کہ ان سے زمین کی زینت ہے "سَنَفۡرُغُ لَكُمۡ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ"محشر میں انہیں کا حساب وکتاب ہے،چونکہ ایمان کی زینت دین کی رونق قرآن مجید اور اہل بیت اطہار سے ہے اس لیے انہیں ثقلین فرمایا۔(مرقات)یعنی دو بھاری بھرکم چیزیں یا نفیس ترین چیزیں جو متاع ایمان میں سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔

۵؎ یعنی قرآن مجید میں عقائد و اعمال کی ہدایت ہے اور یہ دنیا میں دل کا نور ہے قیامت میں پلصراط کا نور۔

۶؎ **استمساك** کے معنی ہیں مضبوطی سے تھامنا کہ چھوٹ نہ جائے قرآن کریم کو ایسی مضبوطی سے تھامو کہ زندگی اس کے سایہ میں گزرے موت اس کے سایہ میں آئے کیونکہ۔

گر تومی خواہی مسلمان زیستن　　　نیست ممکن جز بقرآن زیستن

خیال رہے کہ کتاب اللہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے کہ وہ کتاب اللہ کی شرح اور اس پر عمل کرانے والی ہے،سنت کے بغیر کتاب اللہ پر عمل ناممکن ہے لہذا یہ نہیں کہاجاسکتا کہ صرف قرآن کافی ہے حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ فقہ بھی کتاب اللہ کی ہی شرح یا حاشیہ ہے۔

۷؎ یعنی قرآن مجید پر عمل نہ کرنے سے ڈرایا عمل کرنے پر رغبت دی ثواب کا وعدہ فرمایا۔

۸؎ یعنی میری اولاد میری ازواج جناب علی وغیرہم ان کی اطاعت ان سے محبت کرو۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ بیت یعنی گھر دو ہیں: ایک جسم کا گھر،دوسرے ذکر کا گھر یہ دونوں آبادی دنیا کا ذریعہ ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم خانہ والے تو آپ کی اولاد ازواج ہیں اور ذکر خانہ والے تاقیامت علماء اولیاء صالحین ہیں ان کے دلوں میں حضور کا نور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں۔(حکیم علی ترمذی،اشعۃ اللمعات)

۹؎ یعنی میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں،ان کی نافرمانی بے ادبی بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ دین کھو بیٹھو گے۔خیال رہے کہ حضرات صحابہ اور اہل بیت کی لڑائیاں جھگڑے عداوت و بغض کے نہ تھے بلکہ اختلاف رائے کے تھے جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا اختلاف رائے یوسف علیہ السلام کے متعلق یا جناب سارہ کا اختلاف رائے حضرت ہاجرہ سے لہذا وہ نہ کفر ہیں نہ الحاد ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت علی و عائشہ دونوں پر الزام آجاوے کہ دونوں اہل بیت ہیں اور ان دونوں بزرگوں کی جنگ ہوئی جمل میں،اس پر مفصل گفتگو ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

۱۰؎ یہ فرمان عالی اس آیت کی طرف اشارہ ہے"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" جیسے کنویں میں گیا ہوا ڈول رسی سے وابستہ رہے تو پانی لے آتا ہے وہاں کی کیچڑ میں نہیں پھنستا لیکن اگر رسی سے کھل جاوے تو وہاں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے،دنیا کنواں ہے جہاں نیک اعمال و ایمان کا پانی بھی ہے اور کفر و گناہوں کی دلدل بھی،ہم لوگ گویا ڈول ہیں اگر قرآن اور صاحب قرآن سے وابستہ رہے تو یہاں کے کفرو عصیان میں نہیں پھنسیں گے نیک اعمال کا پانی لے کر بخیریت اپنے گھر پہنچیں گے۔خیال رہے کہ قرآن رسی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کھینچنے والے مالک ہیں اور اگر حضور رسی ہیں تو رب تعالٰی اوپر کھینچنے والا۔امام ابوصیری کہتے ہیں۔

دعا الی اللہ فالمستمسکون بہ مستمسکون بحبل غیر منفصمی

رسی کا ایک کنارہ ڈول میں ہوتا ہے دوسرا کنارہ اوپر والے کے ہاتھ میں اگر اوپر والا ہاتھ نہ کھینچے تو رسی ڈول کو نہیں نکال سکتی۔

۱۱؎ لہذا کوئی قرآن چھوڑ کر ہدایت پر نہیں آسکتا۔خیال رہے کہ بعض مؤمنین بغیر کتاب اللہ صرف نبی کے ذریعہ رب تک پہنچ گئے جیسے فرعونی جادوگر یا جیسے وہ لوگ جو عین جہاد میں ایمان لاکر فورًا شہید ہوگئے مگر کوئی شخص صرف کتاب اللہ سے بغیر نبی رب تک نہیں پہنچا۔

[7]- 6141	
وَعَن ابْن عمر أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: السَّلَام عَلَيْكَ يَا ابْن ذِي الجناحين. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ وہ جب حضرت ابن جعفر کو سلام کرتے تو کہتے تھے تم پر سلام ہو اے دو پروں والے کے فرزند ۱؎(بخاری)

۱؎ حضرت جعفر ابن ابی طالب قدیم الاسلام مؤمن ہیں،اپنے بھائی علی سے دس سال بڑے تھے،غزوہ موتہ میں ۸ھ میں ستر زخم کھا کر شہید ہوئے،اکتالیس سال عمر پائی،ان کے متعلق حضور نے فرمایا کہ میں جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتا دیکھ رہا ہوں اس دن سے آپ کا لقب طیار یا ذوالجناحین پڑ گیا اس لیے آپ کے فرزند عبداللہ ابن جعفر کو لوگ ابن طیار ابن ذی الجناحین کہتے تھے۔

[8]- 6142 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ»	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن ابن علی آپ کے کندھے پر تھے آپ فرماتے تھے الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں تو تو اس سے محبت کر[1] (مسلم، بخاری)

[1] یعنی جس درجہ کی محبت ان سے میں کرتا ہوں تو بھی اسی درجہ کی محبت کر یعنی بہت زیادہ،ورنہ حضرت حسن تو پہلے ہی سے اللہ کے محبوب تھے۔پہلا احب الف کے پیش سے ہے مضارع متکلم دوسرا احببه الف کے فتحہ سے صیغہ دعا۔امام حسن پندرہ رمضان ۳ھ ہجری کو پیدا ہوئے، ۵۰ھ پچاس ہجری میں وفات پائی،بقیع میں دفن ہوئے ۴۷ سال عمر پائی،حضرت علی کی وفات کے بعد چالیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے آپ سے بیعت کی ۴۱ھ اکتالیس پندرہ جمادی اولیٰ کو آپ نے امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمائی۔(مرقات)

6143 -[9] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنَ النَّهَارِ حَتَّى أَتَى خِبَاءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ: «أَثَمَّ لُكَعُ؟ أَثَمَّ لُكَعُ؟» يَعْنِي حَسَنًا فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ يَسْعَى حَتَّى اعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ» .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں نکلا حتی کہ آپ جناب فاطمہ کے ڈیرے پر آئے تو فرمایا کہ کیا یہاں بچہ ہے کیا یہاں بچہ ہے[1] یعنی جناب حسن تو نہ ٹھہرے کہ حسن دوڑتے ہوئے آگئے حتی کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے صاحب کے گلے لگ گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں تو تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کر[2] (مسلم، بخاری)

[1] لکع کے معنی ہیں کم عقل یا بے عقل۔بچہ کو لکع اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بے عقل ہے اس کے اور بہت معنی ہیں۔

[2] حضور کی یہ دعا تاقیامت محبین حسنین کے متعلق قبول ہے بشرطیکہ محبت واقعی ہو محض دعویٰ کی نہ ہو ورنہ ہم نے بعض جاہل پیروں کو دیکھا کہ بھنگ گھوٹ رہے ہیں اور گاتے جاتے ہیں گھٹے بھنگ تو چڑھے رنگ یا علی مدد پنجتن پاک کی جے لا حول ولا قوۃ۔یہ محبت حسین نہیں عداوت حسنین ہے حضرات حسنین نے کبھی نماز چھوڑی نہیں انہوں نے کبھی پڑھی نہیں۔

6144 -[10] وَعَن أبي بكرَة قَالَ:رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ: «إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے[1] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا کہ حسن ابن علی آپ کی ایک کروٹ پر تھے آپ کبھی لوگوں پر توجہ فرماتے اور کبھی ان پر اور فرماتے تھے[2] کہ میرا یہ بیٹا سید ہے[3] شاید کہ اللہ تعالٰی اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے[4] (بخاری)[5]

[1] آپ کا نام نفیع ابن حارث ہے،ثقفی ہیں،آپ کے حالات بارہا بیان ہوچکے ہیں،مشہور صحابی ہیں۔

۲؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف توجہ فرماتے ہیں وعظ کے لیے کبھی امام حسن کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں پیار و الفت سے۔

۳؎ سید بمعنی سردار۔رب تعالٰی حضرت یحیٰی علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے:"سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّامِّنَ الصّٰلِحِیْنَ"۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو آج ہمارے ہاں سید کہتے ہیں وہ یہاں سے لیا گیا ہے۔سید اصل میں سیود تھا واؤ ی ہوکر ی میں مدغم ہوگئی،بعض نے فرمایا کہ سید وہ جس کا غصہ اس کی عقل پر غالب نہ ہو،بعض نے فرمایا کہ سید وہ جو خیر و برکات میں دوسروں سے بڑھ کر ہو۔حضرت حسن نسب،حسب،علم و عمل،سیادۃ میں دوسروں سے اونچے ہیں۔(مرقات)

۴؎ اس فرمان عالی میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی کی شہادت کے بعد اور امام حسن کی خلافت کے زمانہ میں پیش آیا کہ آپ کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمیوں نے موت پر بیعت کرلی تھی،قلّت اور ڈر سے آپ پاک تھے،امیر معاویہ سے جنگ کی تیاری تھی کہ آپ نے امیر معاویہ کے حق میں سلطنت سے دست برداری کرلی،آپ کے بعض ساتھیوں پر یہ بات بہت گراں گزری حتی کہ کسی نے آپ سے کہا اے مسلمانوں کی عار،آپ نے فرمایا کہ عار نار سے بہتر ہے صرف اس خیال سے آپ نے یہ کام کیا کہ نانا جان کی امت میں قتل و خون نہ ہو۔ان دونوں جماعتوں کو مسلمان فرمانے میں یہ بتایا گیا کہ امیر معاویہ اور امام حسن رضی اللہ عنہما دونوں اور ان دونوں کی جماعتیں مسلمان ہوں گی،بغاوت اسلام سے نہیں نکال دیتی اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ باغی کی گواہی قبول ہے باغی کی طرف سے قضا قبول کرنا جائز ہے،ان کے قاضی کے فیصلے نافذ ہیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو علم غیب بخشا کہ حضور نے آنے والے واقعہ کی خبر اس وضاحت سے دی،یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور اس صلح سے راضی اور خوش ہیں،یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسن کی یہ دست برداری صحیح ہے جب دست برداری درست ہے تو امیر معاویہ کی سلطنت بھی درست ہے۔مذہب اہل سنت یہ ہے کہ اولًا امیر معاویہ باغی تھے،امام حسن کی اس دست برداری کے بعد آپ پہلے سلطان المسلمین ہوئے،خلافت راشدہ امام حسن پر ختم ہوگئی۔حضور کے متعلق توریت و انجیل میں خبر دی گئی تھی کہ ان کا ملک شام میں ہوگا،یہ وہ ہی ملک ہے ملک شام جہاں امیر معاویہ سلطان ہیں۔سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے ہاتھ ان کے خون سے متلوث نہیں کیے تو اپنی زبانیں لعن سے ملوث نہ ہونے دیں۔امیر معاویہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت حسن کے لب اور زبان چوستے ہیں جو لب و زبان حضور نے چوسے ہوں اس سے دوزخ کی آگ بہت دور رہے گی۔(احمد،مرقات)

۵؎ اس صلح کے وقت واقعہ یہ ہوا کہ امیر معاویہ نے امام حسن کے پاس سادہ کاغذ بھیجا اور فرمایا کہ آپ جو شرائط صلح چاہیں لکھ دیں مجھے منظور ہے،امام حسن نے لکھا کہ اتنا روپیہ سالانہ بطور وظیفہ ہم کو دیا جایا کرے اور آپ کے بعد پھر خلیفہ ہم ہوں گے،آپ نے کہا مجھے منظور ہے۔چنانچہ آپ سالانہ وظیفہ دیتے رہے اس کے علاوہ اکثر عطیہ نذرانے پیش کرتے رہتے تھے،ایک بار فرمایا کہ آج میں آپ کو وہ نذرانہ دیتا ہوں جو کبھی کسی نے کسی کو نہ دیا ہو۔چنانچہ آپ نے اربعة مائة الف الف نذرانہ کیے یعنی چالیس کروڑ روپیہ۔(مرقات)جب امام حسن امیر معاویہ کے پاس آتے تو امیر معاویہ انہیں اپنی جگہ بٹھاتے خود سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے،کسی نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ امام حسن ہم شکل مصطفٰی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اس مشابہت کا احترام کرتا ہوں۔ان امور کی پوری تحقیق ہماری کتاب امیر معاویہ میں ملاحظہ کرو۔

روایت	حدیث
روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی نعم[1] سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب عبداللہ ابن عمر کو سنا جب کہ آپ سے ایک شخص نے مُحرم کے متعلق پوچھا،شعبہ کہتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ یہ پوچھا کہ مُحرم مکھی مار سکتا ہے[2] تو فرمایا عراقی لوگ مجھ سے مکھی کے متعلق پوچھتے ہیں اور رسول اللہ کی دختر کے بیٹے کو قتل کرچکے ہیں،فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے کہ وہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں[3](بخاری)	[11]- 6145 وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ: سمعتُ عبدَ اللَّهِ بن عُمَرَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ أَحْسَبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ؟ قَالَ: أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونِي عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هُمَا رَيْحَانَيَّ مِنَ الدُّنْيَا» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

[1] آپ تابعی ہیں،بڑے عالم متقی درویش و صابر بندے تھے،فقروفاقہ پر قانع،ایک بار حجاج نے آپ کو تاریک جگہ بند کرکے دروازہ اینٹوں سے چن دیا پندرہ دن بعد نکالا اگر زندہ ہوں تو قتل کردو اگر وفات پاچکے ہوں تو دفن کردیا جاوے دروازہ کھولا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے آخر آپ کو آزاد کردیا۔(اشعہ)

[2] کسی عراقی حاجی نے آپ سے پوچھا تھا کہ بحالت احرام محرم مکھی مار سکتا ہے یا نہیں،مکھی شکار ہے یا نہیں۔

[3] یعنی یہ لوگ مجھ سے مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ کربلا میں حضرت حسین کو شہید کرکے آئے ہیں وہاں نہیں پوچھا کہ قتل حسین جائز ہے یا نہیں۔اس فرمان نبوی کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسن و حسین دنیا میں جنت کے پھول ہیں جو مجھے عطا ہوئے ان کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی ہے اس لیے حضور انہیں سونگھا کرتے تھے اور حضرت علی سے فرماتے تھے السلام علیك یا ابا ریحانین اے دو پھولوں کے والد،اس فرمان عالی کے اور بہت معنی کیے گئے۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی   زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

روایت	حدیث
روایت حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جناب حسن ابن علی سے زیادہ کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہ تھا[1] اور جناب حسین کے بارے میں[2] بھی فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔(بخاری)	[12]- 6146 وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بن عليّ وَقَالَ فِي الْحسن أَيْضًا: كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

[1] یعنی حضرت حسین و حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے،حضرت حسن نصف بالائی جسم میں حضرت حسین نصف زیریں حصہ میں۔

[2] امام حسین کا نام شریف حسین ابن علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب ہے،کنیت ابو عبداللہ ہے،پانچ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے اور جمعہ کے دن دس محرم ۶۱ھ کو کربلا میں شہید ہوئے،کربلا کوفہ بلا کے درمیان مشہور جگہ ہے،آپ کو سنان ابن انس نخعی نے شہید کیا یا شمر ابن ذالجوشن نے آپ کا سر مبارک خولی ابن یزید اشجعی نے تن شریف سے جدا کیا اور عبید اللہ ابن زیاد سے یہ اشعار پڑھ کر انعام مانگا۔

اوقرر کابی فضۃ ذھبا   انی قتلت الملك محجبا

قتلت خیر الناس اماو ابا   وخیرھم اذ ینسبون نسبا

آپ کے ساتھ آپ کے گھر والے تئیس آدمی شہید ہوئے،آپ کی عمر اٹھاون سال ہوئی، ۶۷ھ میں عبید اللہ ابن زیاد کو ابراہیم ابن مالک ابن اشتر نخعی نے قتل کیا،اس کا سر مختار کے پاس،مختار نے عبداللہ ابن زبیر کے پاس اور ابن زبیر نے امام زین العابدین کے پاس بھیجا۔(مرقات)

[13]- 6147 وَعَن ابْن عَبَّاس قَالَ: ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ»وَفِي رِوَايَة: «علمه الْكتاب» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ سے لگایا پھر فرمایا الٰہی انہیں حکمت سکھا اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں قرآن سکھا[1] (بخاری)

[1] حضور کی یہ دعا قبول ہوئی حضرت عبداللہ ابن عباس بڑے فقیہ مجتہد صحابی ابن صحابی ہیں،اللہ نے آپ کو علم قرآن علم فقہ بہت وسیع عطا فرمایا ہے،آپ کا لقب حبر امت ہے۔

6148 -[14] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ: «مَنْ وَضَعَ هَذَا؟» فَأُخْبِرَ فَقَالَ:«اللَّهُمَّ فقهه فِي الدّين» .	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ تشریف لے گئے تو میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا[1] تو جب آپ باہر آئے فرمایا یہ کس نے رکھا ہے حضور کو خبر دی گئی تو فرمایا الٰہی اسے دین کا فقیہ بنادے[2] (مسلم،بخاری)

[1] حضور انور اس دن حضرت عبداللہ ابن عباس کی خالہ جناب میمونہ ام المؤمنین کے گھر قیام فرماتھے تہجد کا وقت تھا حضور استنجاء خانہ میں تشریف لے گئے،حضرت ابن عباس جو اس رات وہاں ہی سوئے تھے تاکہ حضور کی رات کی زندگی شریف دیکھیں آپ اٹھے اور وضو کے لیے پانی استنجاء خانہ کے دروازے پر رکھ دیا یہ خدمت بارگاہ نبوت میں قبول ہوگئی۔

[2] اس سے معلوم ہورہا ہے کہ فقہ فی الدین یعنی دینی سمجھ مسائل دینیہ کا استنباط کرسکنا اللہ کی بڑی نعمت ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے خوش ہوکر انہیں یہ دعا دی،دین کا علم اور چیز ہے دین کا فقہ اور چیز ہے،رب فرماتا ہے:"وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا"اور فرمایا ہے"یُّؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ"۔ان آیات میں حکمت سے مراد فقہ فی الدین ہے اسی تفقہ سے انسان کتاب و سنت کو سمجھتا ہے اسی سے الہام اور وسوسہ میں فرق کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی،آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دوبار دیکھا آخر عمر شریف میں نابینا ہوگئے، ۶۸ھ میں طائف میں وفات ہوئی،اکہتر سال عمر پائی،آپ بہت سے علوم کے جامع تھے رضی اللہ عنہ۔(مرقات)

[15]- 6149 وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُولُ: «اللَّهُمَّ أَحِبَّهُمَا فَإِنِّي أُحبُّهما»وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ	روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے[1] وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہے کہ حضور انہیں اور جناب حسن کو پکڑتے تھے عرض کرتے تھے الٰہی میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر[2] اور ایک روایت میں ہے کہ رسول

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُنِي فَيُقْعِدُنِي عَلَى فَخِذِهِ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَى فَخِذِهِ الْأُخْرَى ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أرحمهما» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑتے اور مجھے اپنی ران پر بٹھاتے تھے اور حسن ابن علی کو اپنی دوسری ران پر بٹھالیتے تھے پھر ان دونوں کو لپٹاتے تھے۳؎ پھر فرماتے الٰہی ان دونوں پر رحم فرما کہ میں ان پر رحم کرتا ہوں۴؎ (بخاری)

۱؎ آپ اسامہ ابن زید ابن حارثہ خزاعی ہیں،آپ کی والدہ کا نام برکت ہے،کنیت ام ایمن جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کی آزاد کردہ لونڈی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے والیوں میں سے،اسامہ ابن زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اسامہ صرف دس سال کے تھے ۵۴ھ چون میں وفات ہوئی۔

۲؎ یہ حضرت اسامہ کی انتہائی عظمت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں انہیں حضرت حسن کے ساتھ ملایا اس لیے صاحب مشکوۃ یہ حدیث اہل بیت کے بیان میں لائے تاکہ معلوم ہو کہ اسامہ ابن زید بھی اہل بیت اطہار سے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہنے سہنے آنے جانے والے۔اس محبت سے مراد ہے کوئی خصوصی محبت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر مبنی ہے ورنہ اللہ تعالٰی کو ہر مسلمان مؤمن سے محبت ہے،محبت بالمؤمنین،بالصالحین،بالاولیاء،بالانبیاء،بالمصطفٰی اور بمحبوبین المصطفٰی ان سب محبتوں میں بڑا فرق ہے۔

۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں صاحبوں کو اپنی الگ الگ رانوں پر بٹھال کر ان دونوں کو اپنے سینے سے لگالیتے تھے گویا تین سینے ایک جگہ ہوجاتے تھے سینہ محمد حسن مجتبٰی اور سینہ اسامہ ابن زید۔خیال رہے کہ سارے قرآن مجید میں سواء زید ابن حارثہ کے کسی صحابی یا اہل بیت کا نام نہیں آیا"فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا"اور سواء مریم کے کسی عورت کا نام نہ آیا سواء رمضان کے کسی مہینے کا نام نہ آیا۔

۴؎ یعنی میں ان دونوں پر خصوصی رحمت کرتا ہوں تو بھی ان پر خاص ہی رحمت کر ورنہ حضور کی عمومی رحمت سارے عالم پر ہے "وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ"۔(مرقات)

6150 -[16] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ كُنْتُمْ تَطْعُنُونَ فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ وَأَيْمُ اللَّهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ» وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ نَحْوُهُ وَفِي آخِرِه: «أوصيكم بِهِ فَإِنَّهُ من صالحيكم»	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت اسامہ ابن زید کو امیر بنایا۱؎ تو بعض لوگوں نے ان کی امارت میں اعتراض کیا۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ان کے امیر ہونے میں طعنہ کرتے ہو تو تم ان کے والد کے امیر ہونے میں بھی اس سے پہلے طعنہ کرتے تھے۳؎ اللہ کی قسم وہ امیری کے لائق تھے۴؎ اور وہ مجھے لوگوں سے زیادہ پیارے تھے اور یہ بھی ان کے بعد مجھے لوگوں میں پیارے ہیں۵؎ (مسلم،بخاری)اور مسلم کی دوسری روایت میں اسی کی مثل ہے اس کے آخر میں ہے کہ تم کو ان کے متعلق وصیت

	کرتا ہوں کہ وہ تمہارے صالحین میں سے ہیں ٦

۱حضرت اسامہ ابن زید کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات شریف میں بہت بار امیر لشکر بنایا تھا وفات کے قریب بھی ایک لشکر پر آپ ہی کو امیر بنایا اسے سریہ اسامہ کہتے ہیں۔جب پہلی بار انہیں امیر بنایا تب یہ واقعہ پیش آیا یا ہر دفعہ یہ ہی واقعہ ہوا کہ لوگ ان کی امارت پر اعتراض کرتے رہے۔

۲یہ طعن کرنے والے منافقین اور عرب کے بدوی لوگ تھے جو حضرت زید اور اسامہ ابن زید کی امارت پر اس لیے اعتراض کرتے تھے کہ یہ حضرات غلام تھے اور اہل عرب کبھی غلاموں کو کسی کا سردار نہیں بناتے تھے اسلام نے غلاموں کو اٹھا کر سردار بنادیا۔

اس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا اس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کردیا

۳خیال رہے کہ غزوہ موتہ میں جو شام کے علاقہ میں ہے حضور انور نے حضرت جعفر طیار جیسے بزرگوں کے ہوتے ہوئے حضرت زید ابن حارثہ کو امیر لشکر بنایا لوگ حیران ہوگئے،منافقین اور ناواقفین نے اس انتخاب پر اعتراض کیا کہ غلام کی امیری کیسی حضور انور یہاں اس کا ذکر فرمارہے ہیں۔

۴یعنی اسلام میں غلامی آزادی کا فرق غلط ہے یہاں ہر مؤمن غلام ہو یا آزاد سب برابر ہیں،عظمت تقویٰ سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عمل سے یہ فرق توڑ دیا۔

۵خیال رہے کہ حضرت زید ابن حارث غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے تھے،اس بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو امارت کے لیے منتخب کیا اس لشکر کی امیری جس میں حضرت فاروق عام مہاجرین و انصار تھے عام منافقین نے اعتراض کیا کہ ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے اسامہ کو امیر بنانا درست نہیں۔(اشعۃ اللمعات)

٦زید ابن حارثہ کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ قبیلہ بنی معن سے تھیں،اپنی قوم سے ملنے جارہی تھیں کہ بنی قین نے حملہ کرکے زید کو اغوا کرلیا،آپ اس وقت آٹھ سالہ تھے،بازار عکاظ میں حکیم ابن حزام ابن خویلد کے ہاتھ فروخت کردیا،حکیم نے اپنی پھوپھی جناب خدیجہ کو ہبہ کردیا،جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی خدیجہ سے نکاح کیا تو بی بی خدیجہ نے حضور کو بخش دیا،حضور نے ان پر قبضہ کرلیا یہ خبر زید کے گھر والوں کو پہنچی تو زید کے والد حارثہ اور ان کے چچا کعب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمارا بچہ ہم کو عطا فرمادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ چاہیں تو لے جائیں،حضرت زید نے کہا کہ حضور انور پر میرے ماں باپ سارا کنبہ فدا میں حضور کے قدموں میں ہی رہنا چاہتا ہوں،آپ نے مقام حجر میں کھڑے ہوکر فرمایا کہ لوگو گواہ رہنا میں زید کو اپنا بیٹا بناتا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کا نکاح ایک عالی نسب قرشیہ بی بی زینب سے کردیا مگر زید اور زینب میں سلوک نہ ہوا انہوں نے طلاق دے دی تب زینب سے حضور نے نکاح کیا،یہ واقعہ نکاح قرآن مجید میں موجود ہے۔زینب حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں،زید غزوہ موتہ میں ۸ھ آٹھ ہجری جمادی اولیٰ میں شہید ہوئے،پچپیں سال عمر پائی۔(مرقات)

6151 -[17] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْهُ قَالَ: إِنَّ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نزل الْقُرْآن [أُدعوهم لِآبَائِهِمْ] مُتَّفق عَلَيْهِ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ زید ابن حارثہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہم انہیں زید ابن محمد ہی کہہ کر پکارتے تھے ۱حتی کہ قرآن مجید نازل ہوا کہ لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے بلاؤ ۲(مسلم،بخاری)حضرت براء

وَذكر حَدِيث الْبَراء قَالَ لعلي: «أَنْتَ مِنِّي» فِي «بَاب بُلُوغِ الصَّغِيرِ وَحَضَانَتِهِ»	کی حدیث کہ حضور نے علی سے فرمایا انت منی بلوغ صغیر اور پرورش کے باب میں ذکر کردی گئی۔

۱؎ اس کی وجہ ابھی ہم بیان کرچکے کہ حضور نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنایا تھا اور عرب میں دستور تھا کہ اپنے منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا سمجھتے تھے،اسے میراث بھی ملتی تھی،اس کی بیوی کو اپنی بہو سمجھتے تھے اپنی طرف اس کی نسبت کرتے تھے،اس قاعدے سے لوگ حضرت زید کو زید ابن محمد کہتے تھے۔

۲؎ جب حضرت زید ابن حارثہ نے جناب زینب کو طلاق دی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں تب لوگوں نے کہنا شروع کردیا حضور انور نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا ان سب کی تردید میں یہ آیت اور بہت سی آیات نازل ہوئیں مثلًا "فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا" کہا اور جیسے "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ" یا جیسے "مَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ" وغیرہ۔اس مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ انسان کی نسبت اس کے باپ کی طرف ہونی چاہیے مگر قرآن کریم نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ہر جگہ عیسیٰ ابن مریم ہی فرمایا یعنی ماں کی طرف نسبت کیا اگر آپ کا کوئی باپ ہوتا تو باپ ہی کی طرف نسبت کی جاتی۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[18]- 6152 عَنْ جَابِرٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللَّهِ وعترتي أهل بيتِي ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے حج میں عرفہ کے دن دیکھا جب کہ آپ اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ پڑھ رہے تھے۱؎ میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم ان کو تھامے رہو گے گمراہ نہ ہوگے اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت ۲؎(ترمذی)

۱؎ قصواء حضور کی اونٹنی کا نام تھا،بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ چونکہ اس کا کان کٹا ہوا تھا اس لیے اسے قصواء کہتے تھے۔واللہ اعلم! (مرقات)

ہوتے صدقے کبھی ناقہ کے کبھی محمل کے — ساریاں کے کبھی ہاتھوں کی بلائیں لیتے
دشت طیبہ میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے — دھجیاں جیب و گریبان کی اڑاتے جاتے

حضور انور نے حجۃ الوداع کا خطبہ اسی اونٹنی پر دیا تھا۔

۲؎ عترت کے بہت معنی ہیں: قوم،اقارب،نزدیکی لوگ،ایک دادا کی اولاد اور گھر والے۔اھل بیتی فرماکر عترت کی تفسیر فرمادی کہ یہاں عترت سے مراد اہل بیت ہیں،قرآن پکڑنے سے مراد ہے اس کے پر عمل کرنا،عترت کو پکڑنے سے مراد ہے ان کا احترام کرنا،ان کی روایات پر اعتماد کرنا،ان کے فرمانوں پر عمل کرنا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف اہل بیت ہی کو پکڑو باقی کو

چھوڑو، صحابہ کرام کے متعلق ارشاد ہے **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**۔ اہل بیت امت کے لیے کشتی ہیں صحابہ امت کے لیے تارے ہیں، سمندر کے سفر میں دونوں کی ضرورت ہے۔اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ازواج پاک ہوں یا اولاد سب ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے کبھی گمراہ یا بے راہ نہ ہوں گے۔بعض شارحین نے کہا کہ اہل بیت کی اطاعت ان احکام میں ضروری ہے جو خلاف شرع نہ ہوں مگر حق یہ ہے کہ وہ حضرات نہ تو خلاف شرع کوئی کام کرتے ہیں نہ اس کا حکم دیتے ہیں۔(مرقات)بعض جاہل کہتے ہیں کہ یہاں اہل بیت سے مراد قیامت تک کے سید ہیں مگر یہ غلط ہے۔سید کہلانے والے لوگ بعض مرزائی شیعہ وغیرہ ہیں بعض فساق پھر ان کی اطاعت کیسی ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی جاوے۔

روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہو تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۱؎ اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک دراز رسی ہے۲؎ اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت یہ دونوں جدا نہ ہوں گے حتی کہ میرے پاس حوض پر آجاویں۳؎ تو غور کرو تم ان دونوں سے میرے بعد کیا معاملہ کرتے ہو۔(ترمذی)	[19]- 6153 وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابُ اللَّهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

۱؎ یعنی قرآن اہل بیت سے بڑا ہے اور عظمت والا ہے۔**احدھما** سے مراد قرآن کریم ہے اور **آخر** سے مراد اہل بیت ہیں۔(مرقات)یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے بڑا،قرآن اہل بیت سے بڑا،اہل بیت قرآن سے بڑے ورنہ پھر تو **کل واحد منھما** ہوتا،یہاں بھی اہل بیت میں سارے گھر والے داخل ہیں خواہ ازواج پاک ہوں یا اولاد۔

۲؎ جیسے اوپر سے لٹکی ہوئی رسّی ترقی کا ذریعہ بھی ہوتی ہے تنزل کا ذریعہ بھی کہ اسی سے چڑھا جاتا ہے اسی سے اترا جاتا ہے ایسے ہی قرآن ہی کے ذریعہ اس پر عمل کرکے ترقی ہوگی قرآن چھوڑ کر تنزل،قرآن اللہ کی امان ہے جس نے اسے پکڑ لیا اللہ کی امان میں آگیا۔(مرقات)یہ فرمان عالی اس کی دلیل ہے کہ قرآن اہل بیت سے افضل ہے کیونکہ وہ اللہ کی رسی ہے۔(مرقات)

۳؎ اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں:ایک یہ کہ قرآن اور اہل بیت آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے،اہل بیت ہمیشہ قرآن و حدیث پر عامل رہیں گے،قرآن ان کے دل و دماغ اور عمل میں رہے گا۔دوسرے یہ کہ قرآن اور اہل بیت کبھی مجھ سے جدا نہ ہوں گے حتی کہ یہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچ جاویں گے اور حضور کی بارگاہِ عالی میں انکی سفارش کریں گے جنہوں نے ان دونوں کا حق ادا کیا۔

روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی اور فاطمہ اور حسن و حسین سے فرمایا کہ جو ان سے لڑے میں ان سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے صلح کرے میں ان سے صلح جو ہوں۱؎ (ترمذی)	[20]- 6154 وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ: «أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

۱؎ اس حدیث کی بنا پر روافض حضرت عائشہ صدیقہ اور امیر معاویہ اور ان دونوں کے ساتھیوں کو کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے جناب علی سے جنگ کی تو گویا حضور سے جنگ کی اور حضور سے جنگ کفر ہے۔اس کے تین جواب ہیں:ایک الزامی دو تحقیقی۔جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر ان حضرات کی آپس میں صلح بھی ہوگئی جناب علی و عائشہ کی صلح تو ہو ہی گئی،امیر معاویہ سے جناب علی نے صلح کی کوشش کی،پھر امام حسن نے صلح کرلی لہذا ان پر انا سلم لمن سالمھم صادق آگیا۔جواب تحقیقی ایک یہ ہے کہ جنگ کا لفظ اظہار غضب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کفر مراد نہیں ہوتا جیسے قرآن کریم سود خوار کے لیے فرماتا ہے: "فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"اور حضور فرماتے ہیں کہ جو ولی اللہ سے دشمنی کرے اذنته بالحرب۔تیسرے یہ کہ دشمنی کی جنگ کو حرب کہتے ہیں،ان بزرگوں کی جنگیں اختلاف رائے کی بنا پر تھیں دشمنی کی نہ تھیں،جب برادران یوسف علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو اتنا ستاکر برسوں رلا کر کافر نہ ہوئے اور حضرت سارہ جناب ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہ السلام کو بے آب و دانہ جنگل میں ڈلوا کر کافر نہ ہوئیں تو وہ حضرات صحابہ کافر کیسے ہوں گے،دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔

[21]- 6155	روایت ہے جمیع ابن عمیر سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں اپنی
وَعَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِي عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُ: أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: فَاطِمَةُ. فَقِيلَ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ: زَوْجُهَا إِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس گیا میں نے پوچھا کون شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارا تھا ۲؎ آپ نے فرمایا فاطمہ پھر کہا گیا کہ مردوں میں فرمایا ان کے خاوند ۳؎ (ترمذی)

۱؎ یہ تابعی ہے،کوفہ کے باشندے ہیں،کہا جاتا ہے کہ خفیہ شیعہ تھا۔واللہ اعلم!(اشعہ)

۲؎ ان پھوپھی صاحبہ کا نام معلوم نہ ہوسکا یہ سوال یا تو خود جمیع نے کہا یا ان کی پھوپھی نے۔سألت یا تو متکلم ہے یا واحد غائب۔(مرقات)

۳؎ یہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ کی حق گوئی کہ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ حضور کو سب سے زیادہ پیاری میں تھی اور میرے بعد میرے والد بلکہ جو آپ کے علم میں حق تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اگر یہ ہی سوال حضرت فاطمہ زہرا سے ہوتا تو آپ فرماتیں کہ حضور کو زیادہ پیاری جناب عائشہ تھیں پھر ان کے والد۔معلوم ہوا کہ انکے دل بالکل پاک و صاف تھے۔افسوس! ان پر جو ان حضرات کو ایک دوسرے کا دشمن کہتے ہیں۔(اشعہ)خیال رہے کہ محبت بہت قسم کی ہے اور محبوبیت کی نوعیتیں مختلف ہیں۔اولاد میں سب سے زیادہ پیاری جناب فاطمہ ہیں،بھائیوں میں سب سے زیادہ پیارے علی مرتضیٰ ہیں،ازواج پاک میں بہت پیاری جناب عائشہ صدیقہ ہیں۔غرضکہ ایک محبت کے سلسلہ میں جناب فاطمہ بہت پیاری،دوسرے سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ بہت پیاری رضی اللہ عنہما،مقابلہ ایک سلسلہ کے افراد میں ہوتا ہے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ جس حدیث کا راوی رافضی ہو اور روایت فضائل اہل بیت کی ہو تو سمجھ لو کہ وہ حدیث موضوع ہے۔(مرقات)

[22]- 6156	روایت ہے حضرت عبدالمطلب ابن ربیعہ سے ۱؎ کہ جناب عباس
وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ الْعَبَّاسَ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَأَنَا عِنْدَهُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت غصہ کی حالت میں آئے ۲؎ میں حضور کے پاس تھا حضور نے فرمایا آپ کو کس

فَقَالَ: «مَا أَغْضَبَكَ؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ إِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوهٍ مُبْشَرَةٍ وَإِذَا لَقُونَا لَقُونَا بِغَيْرِ ذَلِكَ؟ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتَّى يحبكم لله وَلِرَسُولِهِ» ثمَّ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذَى عَمِّي فَقَدْ آذَانِي فَإِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَفِي «المصابيح» عَنِ الْمطلب	چیز نے غصہ میں کیا عرض کیا یارسول اللہ ہم کو قریش سے کیا تعلق ہے کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہنس مکھ ہوکر ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس کے سوا اور طریقہ سے ملتے ہیں۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتی کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا۴؎ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا حتی کہ اللہ رسول کے لیے تم لوگوں سے محبت کرے۵؎ پھر فرمایا اے لوگو جس نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھے ستایا۶؎ کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہے۷؎(ترمذی)اور مصابیح میں مُطلب سے روایت کی۔

۱؎ آپ عبدالمطلب ابن ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں،حضور کے چچا زاد صحابی ہیں،اولًا مدینہ منورہ میں رہے،پھر شام ہی میں ۶۲ھ باسٹھ میں وفات پائی یعنی دمشق میں۔(مرقات،اشعہ)

۲؎ یعنی کسی نے آپ کو کسی کام یا کسی بات سے غصہ دلادیا تھا اسی حالت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

۳؎ یعنی غیر ہاشمی جو قریشی ہیں وہ ہم ہاشمیوں اور غیر ہاشمیوں میں فرق کرتے ہیں،ہم بنی ہاشم کو اپنا غیر سمجھتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے اچھی طرح ملتے ہیں اور بنی ہاشم سے منہ بنا کر ملتے ہیں۔

۴؎ حضور انور کا چہرہ انور مائل بسرخی تو ویسے ہی تھا جب کبھی ناراضی ہوتی تو اس سرخی میں تیزی آجاتی تھی یہ آپ کی ناراضی کی علامت ہوتی تھی،یہ معنی ہیں حتی احمر کے۔(مرقات)

۵؎ اس سے مراد حضور کے سارے اہل بیت اولاد ازواج اور حضور کے سارے قرابت دار ہیں جن میں حضرت عباس داخل ہیں۔ ان سب سے محبت اس لیے کرے کہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے یہ حضرات حضور کا کنبہ ہیں جب حضور پیارے تو حضور کا سارا کنبہ بھی پیارا۔

۶؎ اس کا مطلب پہلے بیان ہوچکا ہے کہ جو کوئی حضرت عباس کو عداوت سے ستائے وہ حضور کا دشمن ہے،جس کا جھگڑا یا اختلاف حضرت عباس سے ہوجاوے وہ اس حکم میں داخل نہیں۔لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت علی اور عباس کا ایک باغ کے متعلق سخت جھگڑا ہوا تھا جو بارگاہ فاروقی میں پیش ہوا لہذا حضرت علی بھی اس زد میں آگئے کیونکہ وہ دشمنی کی جنگ نہ تھی بلکہ معاملات کا اختلاف تھا۔

۷؎ صنو ایک جڑ کی چند شاخوں کو کہتے ہیں۔چونکہ باپ اور چچا دونوں ہی ایک دادا کے بیٹے ہوتے ہیں اس لیے چچا کو باپ کا صنو کہا گیا مطلب ہے مثل،یعنی چچا والد کی مثل ہوتا ہے اس کا ادب و احترام باپ کا سا کرو۔طبرانی نے بروایت ابو ایوب انصاری حدیث نقل کی کہ ایک بار حضور نے فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ تمہارے باپ نبیوں کے سردار،تمہارے باپ کے چچا حمزہ شہیدوں کے سردار،تمہارے دوسرے چچا دوپروں والے تمہارے بیٹے حسن و حسین سبط ہیں۔(مرقات)

[23]- 6157	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْعَبَّاسُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں ۱؎(ترمذی)

۱؎ اس حدیث کا مطلب بھی پہلے بیان ہوچکا کہ میں عباس سے قریب ہوں اور عباس مجھ سے قریب ہیں۔جناب عباس حضور سے صرف دو سال بڑے تھے،کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ بڑے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں،تو فرمایا کہ بڑے تو وہ ہی ہیں عمر میری زیادہ ہے انا اسن و ھو اکبر۔حضرت عباس بچپن میں گم ہوگئے تھے تو آپ کی والدہ نے منت مانی تھی کہ الٰہی میرا عباس مل جاوے تو میں کعبہ کو ریشم کا غلاف پہناؤں،آپ مل گئے تو انہوں نے ریشمی غلاف کعبہ کو پہنایا آپ نے ہی پہلے ریشمی غلام چڑھایا۔حضرت عباس نے اپنی وفات کے وقت ستر ہ غلام آزاد کیے،آپ نے بیاسی سال عمر پائی رجب ۳۲ھ بتیس میں وفات ہوئی،جنت البقیع میں دفن ہوئے،فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔آپ کی وفات بارہ ماہ رجب جمعہ کے دن ہوئی،جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی عباس کو قتل نہ کرے وہ جبرًا فوج کفار میں لائے گئے ہیں۔

| [24]- 6158
وَعَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ: «إِذَا كَانَ غَدَاةَ الِاثْنَيْنِ فَأْتِنِي أَنْتَ وَوَلَدُكَ حَتَّى أَدْعُوَ لَهُمْ بِدَعْوَةٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا وَوَلَدَكَ» فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهُ وَأَلْبَسَنَا كِسَاءَهُ ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا اللَّهُمَّ احْفَظْهُ فِي وَلَدِهِ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ رَزِينٌ: «وَاجْعَلِ الْخِلَافَةَ بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ» وَقَالَ التِّرْمِذِيّ: هَذَا حَدِيث غَرِيب | روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا کہ جب پیر کا سویرا ہو تو تم اور تمہارے فرزند میرے پاس آؤ ۱؎ تاکہ میں تمہارے لیے ایسی دعا کروں جس سے اللہ تم کو اور تمہارے فرزند کو نفع دے چنانچہ وہ اور ان کے ساتھ ہم سب سویرے ہی گئے حضور نے ہم کو اپنا کمبل اوڑھایا ۲؎ پھر فرمایا الٰہی عباس اور ان کے بیٹے کی ظاہری و باطنی بخشش کر ۳؎ جو کوئی گناہ نہ چھوڑے الٰہی ان کی حفاظت فرما ان کی اولاد میں ۴؎(ترمذی)اور رزین نے زیادہ کیا کہ الٰہی ان کی اولاد میں خلافت مقرر فرما ۵؎ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ |

۱؎ معلوم ہوا کہ سوموار کے دن کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے ورنہ آپ ابھی اس وقت دعا کردیتے یا اس دن حضور کی کوئی خاص خوشی ہوگی،خوشی اور جوش کے وقت کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام سے جب ان کے لڑکوں نے کہا" یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا "ابا جان ہمارے لیے بخشش کی دعا کرو تو آپ نے فرمایا" سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ "ابھی نہیں آئندہ دعا کروں گا یعنی جب میں یوسف علیہ السلام کو دیکھوں گا دل خوش ہوگا تب دعا کروں گا۔دعا کرانے اور دعا لینے میں بڑا فرق ہے یہاں ولد سے مراد ساری اولاد ہے۔

۲؎ لہذا حضرت عباس اور ان کے سارے لڑکے بھی اصحاب عبا ہیں کہ حضور انور نے انہیں اپنے کمبل شریف میں اپنے ساتھ لیا،یہ ہی واقعہ حضرت فاطمہ وحسنین کریمین کے ساتھ ہوا۔اس سے معلوم ہوا کہ دوشنبہ کا دن اور دوشنبہ کا سویرا بہت اعلی دن اور اعلی وقت ہے،کیوں نہ ہو کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کا دن اور وقت ہے۔ہم کو بھی چاہیے کہ دو شنبہ کے دن صبح سویرے درود شریف اور دعاؤں کی کثرت کیا کریں،جس دن جس مہینہ جس وقت میں اللہ کی کوئی نعمت دنیا کو ملے وہ دن مہینہ

وہ وقت تا قیامت برکت والا ہوجاتا ہے۔ماہ رمضان شب قدر میں ایک بار قرآن مجید آچکا مگر تاقیامت وہ مہینہ وہ رات برکت والی ہوگئی،یوں ہی ماہ ربیع الاول دو شنبہ کا سویرا برکت والا ہے خصوصًا جب کہ ربیع الاول کا مہینہ بارہ تاریخ سویرے کا وقت ان کا اجتماع ہوجائے تب تو سبحان اللہ!

۳؎ یعنی ظاہری ذنوب باطنی عیوب جو جانے علام الغیوب سب کو معافی دے دے آئندہ کے لیے اصلاح فرمادے کہ نہ ان تک ذنوب پہنچیں نہ عیوب۔(از مرقات)

۴؎ یعنی حضرت عباس کو مع ان کی اولاد کے اپنی حفظ و امان میں رکھ یا حضرت عباس کو ان کی اولاد میں رہتے ہوئے محفوظ رکھ مطلب ایک ہی ہے۔خیال رہے کہ ان بزرگوں کو کمبل شریف میں لے کر یہ اشارہ فرمایا کہ یہ لوگ بظاہر چند ہیں مگر درحقیقت ایک ہیں کہ ایک کمبل رحمت میں ہیں کل قیامت میں ایک جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔(مرقات)

۵؎ نبی کی خلافت باطنی ولایت ہے۔مطلب یہ ہے کہ الٰہی تاقیامت ان کی اولاد میں ولایت قائم رہے،ان میں اولیاء اللہ،ابدال، غوث و قطب،علم شریعت و طریقت رہے،ان کی نسل ولایت سے خالی نہ ہوجاوے۔اشعۃ اللمعات نے خلافت کے معنی کئے سلطنت،دولت پائیدار۔چنانچہ بہت عرصہ خلافت و سلطنت بنی عباس میں رہی۔(اشعہ)

[25]- 6159	
وَعنهُ أَنه رأى جِبْرِيل مَرَّتَيْنِ وَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مرَّتَيْنِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے انہیں سے کہ انہوں نے جبریل کو دوبار دیکھا اور ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار دعا کی۱؎ (ترمذی)

۱؎ چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ایک بار اپنے والد صاحب کے ساتھ حضور انور کی بارگاہ میں حاضر ہوا حضور کے پاس ایک صاحب تھے جو بہت ہی حسین و جمیل تھے،کچھ دیر بعد حضرت عباس حضور انور کے پاس پھر حاضر ہوئے پوچھا حضور وہ حسین صاحب کہاں گئے،فرمایا وہ جبریل تھے جب تم دونوں یہاں آئے تو جبریل نے مجھ سے پوچھا یہ دونوں کون تھے میں نے فرمایا میرے چچا اور میرے چچا کا بیٹا،فرمایا یہ بچہ محل خیر ہے،ہم نے فرمایا جبریل تم ان کے لیے دعا خیر کرو انہوں نے کہا اللھم بارك علیھم اللھم اجعل منه کثیرا طیبًا۔(مرقات)دوسری بار اور جگہ حضور انور کے پاس بیٹھا ہوا حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا آپ وہاں پہنچے اتفاقًا سلام نہ کیا،حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اگر یہ سلام کرتے تو میں انہیں بہت اچھا جواب دیتا،حضرت جبریل علیہ السلام چلے گئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن عباس تم کو سلام سے کس چیز نے منع کیا۔یہ واقعہ امام سیوطی نے جمع الجوامع میں بروایت ابن عساکر اور شیخ نے اشعۃ اللمعات میں نقل کیا۔خیال رہے کہ حضرت جبریل کو بشکل انسان ابن عباس نے دوبار دیکھا،ان کی اصل شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سواء کسی نے نہ دیکھا حضور نے بھی صرف دوبار ان کی اصلی شکل میں دیکھا۔

[26]- 6160	
وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: دَعَا لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْتِيَنِي اللَّهُ الْحِكْمَةَ مرَّتَيْنِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے انہیں سے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار دعا کی کہ الٰہی انہیں حکمت عطا کر۱؎(ترمذی)

۱؎ ایک بار تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کمبل شریف میں لے کر دعا دی،دوسری بار جب حضرت ابن عباس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لیے پانی رکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء خانہ میں تشریف لے گئے تھے باہر تشریف لائے پانی رکھا ہوا دیکھ کر دعا دی۔(اشعہ،مرقات)جب حضرت عبداللہ ابن عباس کو قبر میں رکھا گیا تو لوگوں نے غیبی آواز سنی"یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً"دیکھو اشعۃ اللمعات۔حکمت سے مراد ہے قرآن مجید کا علم،حدیث شریف کی باریکیوں تک ذہن کی رسائی،قرآن و حدیث سے مسائل شرعیہ فرعیہ کا استنباط۔

[27]- 6161 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ جَعْفَرٌ يُحِبُّ الْمَسَاكِينَ وَيَجْلِسُ إِلَيْهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُونَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَنِّيهِ بِأَبِي الْمَسَاكِينِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جناب جعفر فقراء سے بہت محبت کرتے تھے۱؎ اور ان کے پاس بیٹھتے تھے ان سے باتیں کرتے تھے۲؎ وہ آپ سے باتیں کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کنیت ابوالمساکین رکھتے تھے۳؎(ترمذی)

۱؎ اگرچہ تمام صحابہ و اہل بیت مساکین سے محبت کرتے تھے مگر حضرت جعفر ابن ابی طالب ان سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

۲؎ یعنی حضرت جعفر کی اکثر نشست و برخاست زیادہ بات چیت غرباء و مساکین سے ہوتی تھی۔

۳؎ عربی میں ابو بہت معنی میں آتا ہے باپ،والا،مہربان یہاں آخری دو معنی میں ہے یعنی مسکینوں والے یا مسکینوں پر بہت مہربان۔

[28]- 6162 وَعَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَأَيْتُ جَعْفَرًا يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے جناب جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے دیکھا۱؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ یہ فرمان عالی حضرت جعفر کی شہادت کے بعد کا ہے،آپ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے لہذا یہاں دیکھنے سے مراد معراج میں دیکھنا نہیں بلکہ بیداری میں مدینہ منورہ سے دیکھنا مراد ہے۔معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ مدینہ میں رہ کر جنت کو دیکھتی ہے تو یقینًا ہم کو بھی دیکھتی ہے،حضور بفضلہٖ تعالٰی ناظر ہیں بلکہ حاضر ہیں کہ نماز کسوف میں حضور نے ہاتھ بڑھایا پھر سمیٹ لیا بعد میں فرمایا کہ جنت کا خوشہ ہم نے پکڑ لیا تھا مگر چھوڑ دیا،جب ان کی نگاہ ان کا ہاتھ مدینہ میں رہتے ہوئے جنت میں پہنچ سکتا ہے تو ہم غریبوں کے پاس بھی پہنچ سکتا ہے۔

اے فروعنت صبح آثار و دھور ۔۔۔ چشم تو بینندہ ما فی الصدور

اس حدیث کی بنا پر آپ کا لقب ہے جعفر طیار۔

[29]- 6163 وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شباب أهل الْجنَّة» . رَوَاهُ	روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۱؎(ترمذی)

التِّرْمِذِيّ	

۱؎ یعنی جو لوگ جوانی میں وفات پائیں اور ہوں جنتی حضرت حسنین کریمین ان کے سردار ہیں ورنہ جنت میں تو سبھی جوان ہوں گے لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ حضرات حسنین کریمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نبیوں کے بھی سردار ہوں۔شباب جمع ہے شاب کی بمعنی جوان،جوانی کی عمر اٹھارہ برس سے تیس سال تک ہے۔

[30]- 6164 وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَيَّ مِنَ الدُّنْيَا» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ سبَق فِي الْفَصْل الأول	روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں ۱؎(ترمذی) یہ حدیث پہلی فصل میں گزر چکی ۲؎

۱؎ اس فرمان عالی کی شرح گزر گئی کہ جیسے باغ والے کو سارے باغ میں پھول پیارا ہوتا ہے ایسے ہی دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں میں مجھے حضرات حسنین کریمین پیارے ہیں۔اولاد پھول ہی کہلاتی ہے سارے نواسی نواسوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں فرزند بہت پیارے تھے۔

۲؎ صاحب مشکوۃ نے صاحب مصابیح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث تو پہلی فصل میں لاچکے تھے پھر اب یہاں مکرر کیوں لائے مگر قارئین کو معلوم ہے کہ وہاں بخاری کی روایت تھی یہاں ترمذی کی روایت ہے،نیز الفاظ حدیث میں کسی قدر فرق ہے محدثین ان وجوہ سے ایک حدیث کئی بار لے آتے ہیں۔

[31]- 6165 وَعَن أسامةَ بن زيدٍ قَالَ: طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ وَلَا أَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ: مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ فَإِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَى وَرِكَيْهِ.فَقَالَ:«هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فأحبهما وَأحب من يحبهما» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا ۲؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تشریف لائے کہ آپ کسی چیز کو گود میں لیے تھے مجھے خبر نہ تھی کہ وہ کیا ہے ۳؎ تو جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا میں نے پوچھا یہ کیا ہے جو آپ گود میں لیے ہیں ۴؎ حضور نے اسے کھولا تو حسن و حسین آپ کی رانوں پر تھے فرمایا یہ میرے دونوں بیٹے میری بیٹی کے بیٹے ہیں ۵؎ الٰہی میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر ۶؎(ترمذی)

۱؎ حضرت اسامہ ابن زید ابن حارثہ کے حالات و فضائل پیچھے گزر چکے۔

۲؎ طروق کے معنی ہیں طریق طے کرکے کسی کے پاس پہنچنا،اب اصطلاح میں رات کے جانے کو طروق کہتے ہیں۔ماخوذ ہے **طروقۃ الفھل** سے اس لیے تارے کو طارق کہتے ہیں کہ وہ رات میں گویا سفر کرتا ہے"**وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ**"۔

۳؎ یعنی مجھے یہ تو محسوس ہوتا تھا کہ حضور انور کی گود میں کچھ ہے کہ آپ کی گود ابھری ہوئی تھی مگر یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ کیا چیز، رات اندھیری تھی اور وہ چیز بھی کمبل شریف میں چھپی ہوئی تھی۔

۴؎ حضرت اسامہ بہت دیر تک حاضر رہے باتیں کرتے رہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیٹھے رہے بغیر جنبش کیے ہوئے اس لیے آپ نے یہ پوچھنے کی ہمت کی۔

۵؎ یہ عبارت بیان ہے **ابنای** کا یعنی یہ حکمًا میرے بیٹے ہیں اور حقیقتًا میری بیٹی کے بیٹے ہیں مجھے ان سے بیٹوں جیسی محبت ہے۔ خیال رہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی اولاد حضور کی نسل ہے اس سے حضور کی نسل چلی گویا حسن و حسین حضور کی نسل بھی ہیں اور نسل کی اصل بھی ورنہ نسب باپ سے ہوتا ہے نہ کہ ماں سے،ہاں شرف ماں سے بھی ہوجاتا ہے۔لفظ آل دونوں پر بولا جاتا ہے بیٹے کی اولاد پر بھی اور بیٹی کی اولاد پر بھی۔ حضرت حنہ اور مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم نے عمران کی آل فرمایا حتی کہ ایک سورہ کا نام آل عمران ہوا۔

۶؎ اس دعا کا مقصود حضرت اسامہ کو سنانا اور بتانا ہے کہ اسامہ میرے حسن و حسین سے محبت کرو کہ ان کی محبت اللہ تعالٰی کی محبوبیت کا ذریعہ ہے۔خیال رہے کہ دلی محبت بجلی کی کرنٹ کی طرح ایک متعدی چیز ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس کی اولاد گھر والے نوکروں چاکروں حتی کہ اس کے شہر سے محبت ہوجاتی ہے "**لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ**"۔ شعر

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است   اے خنک شہرے کہ درو لے دلبر است

[32]- 6166	
وَعَنْ سَلْمَى قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تَبْكِي فَقلت:مَا بيكيك؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي فِي الْمَنَامِ وَعَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ: مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت سلمٰی سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ میں ام سلمہ کے پاس گئی وہ رو رہی تھیں میں نے کہا آپ کو کیا چیز رلاتی ہے آپ بولیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یعنی خواب میں ۲؎ آپ کے سر اور ڈاڑھی مبارک پر مٹی ہے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کا یہ حال کیسا ہے فرمایا میں ابھی قتل حسین کے موقعہ پر حاضر تھا ۳؎ (ترمذی)اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ بی بی سلمٰی جناب ابو رافع جو حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کی زوجہ ہیں،حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی ازواج مطہرات کی خدمت کیا کرتی تھیں،جناب فاطمہ زہرا کو اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر صدیق نے غسل میت دیا ان کے ساتھ مدد کے لیے بی بی سلمٰی موجود تھیں۔(اشعہ،مرقات)

۲؎ حضرت ام سلمہ نے یہ خواب دسویں محرم جمعہ کے دن دوپہری میں دیکھی تھی وہ وقت تھا حضرت حسین کی شہادت کا۔مگر حق یہ ہے کہ خواب واقعہ کربلا سے پہلے کا ہے جس میں حضور انور نے آئندہ آنے والے واقعہ کی ام سلمہ کو خبر دی ہے خاص شہادت کے دن کا واقعہ نہیں۔

۳؎ خیال رہے کہ ام سلمہ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے،اولًا ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں، ۴ھ میں ابو سلمہ کی وفات ہوئی،اسی سال حضور کے نکاح میں آئیں،چوراسی سال عمر پائی ۵۹ انسٹھ میں وفات ہوئی۔(اکمال،اشعہ)اور واقعہ کربلا آپ کی وفات سے دو

سال بعد ہوا۔حضور انور نے آنے والے واقعہ کی حضرت ام سلمہ کو اس طرح خبر دے دی جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں شاہ مصر نے گایوں اور بالیوں کو کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ واقعہ قحط سالی کئی سال بعد ہوا،خواب میں آئندہ یا گزشتہ واقعات موجودہ شکل میں دکھائے جاتے ہیں۔اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے:مؤمن خصوصًا اہل بیت خصوصًا جناب حسین کی تکلیف سے حضور انور کو قبر شریف میں تکلیف ہوتی ہے حضور اس دنیا سے بے خبر نہیں،رب فرماتا ہے"عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ"۔دوسرے یہ کہ حضور اپنی وفات کے بعد بھی عالم کی سیر فرماتے ہیں اپنی امت کے حالات کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔وہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور میلاد شریف میں تشریف لاتے ہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔تیسرے یہ کہ مقبولوں کی رفتار نور نظر کی رفتار سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔چوتھے یہ کہ حضور انور کہیں تشریف لے جاویں مدینہ آپ سے خالی نہیں ہوتا جیسے نور نظر آسمان کی سیر کرے مگر آنکھ میں بھی رہتا ہے،حضور نے ہاتھ بڑھا کر جنت کا خوشہ پکڑ لیا مگر حضور رہے مدینہ میں۔

[33]- 6167	
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَي بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟قَالَ:«الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ» وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ: «ادْعِي لِي ابْنَيَّ» فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيْهِ.رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں آپ کو زیادہ پیارا کون ہے فرمایا حسن اور حسین ۱؎اور حضور فاطمہ سے فرماتے تھے کہ میرے پاس میرے بچوں کو بلاؤ پھر انہیں سونگھتے تھے اور اپنے سے لپٹاتے تھے۲؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۳؎

۱؎اس کی شرح پہلے کی جاچکی ہے کہ محبت کی بہت قسمیں ہیں:اولاد سے محبت اور قسم کی ہے،ازواج سے اور قسم کی،دوستوں سے اور قسم کی۔اولاد میں حضرات حسنین بہت پیارے ہیں،ازواج میں حضرت عائشہ صدیقہ محبوبہ محبوب رب العالمین ہیں،دوست و احباب میں حضرت ابوبکر صدیق بہت پیارے ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

۲؎حضور انہیں کیوں نہ سونگھتے وہ دونوں تو حضور کے پھول تھے پھول سونگھے ہی جاتے ہیں،انہیں کلیجے سے لگانا لپٹانا انتہائی محبت و پیار کے لیے تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو سونگھنا،ان سے پیار کرنا،انہیں لپٹانا چمٹانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۳؎ذخائر میں ہے کہ یہ حدیث دوسری روایت میں حسن بھی ہے صحیح بھی۔(مرقات)

[34]- 6168	
وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «صَدَقَ اللَّهُ [إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ	روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ہم کو خطبہ دے رہے تھے۱؎اچانک حسن و حسین آئے جن پر دو سرخ قمیضیں تھیں ۲؎وہ چلتے تھے اور گرتے تھے۳؎تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے ان دونوں کو اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھالیا۴؎ پھر فرمایا سچ فرمایا اللہ تعالٰی نے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۵؎ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے گرتے ہیں تو میں صبر نہ کرسکا

وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ] نَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ	حتی کہ میں نے اپنی بات بند کردی اور ان دونوں کو اٹھالیا ۶ (ترمذی،ابوداؤد،نسائی)

۱؎غالب یہ ہے کہ یہ خطبہ وعظ نہ تھا بلکہ خطبہ جمعہ تھا،ان دونوں کے لیے حضور نے خطبہ جمعہ توڑا جب ان کے لیے نماز کا سجدہ دراز کیا جاسکتا ہے تو انہیں کے لیے خطبہ جمعہ بھی توڑا جاسکتا ہے۔

۲؎یعنی ان دونوں فرزندوں کی قمیضوں میں سرخ دھاریاں تھیں خالص سرخ نہ تھیں کہ خالص سرخ کپڑا مردوں اور لڑکوں کو پہننا پہنانا ممنوع ہے۔(مرقات)

۳؎یعنی یہ دونوں فرزند بہت چھوٹے تھے نیا نیا چلنا سیکھا تھا اس لیے برابر چل نہ سکتے تھے،چلتے گر جاتے پھر اٹھ کر چلتے گر جاتے تھے جیساکہ بہت چھوٹے بچوں میں دیکھا جاتا ہے۔

۴؎خیال رہے کہ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین میں سے کسی سے نہ منگایا نہ کسی اور کی گود میں بٹھایا بلکہ خود منبر شریف سے اتر کر خطبہ چھوڑ کر بچوں کے پاس گئے انہیں اٹھا کر لائے اپنے برابر بٹھایا یہ ہے حضور کی انتہائی محبت ان دونوں سے۔

۵؎اس آیت کریمہ میں فتنہ بمعنی آفت یا مصیبت نہیں بلکہ محنت یا آزمائش ہے اللہ تعالٰی ان کے ذریعہ مؤمن کو ثواب دیتا ہے۔

۶؎خیال رہے کہ حضرات حسنین کریمین کے لیے خطبہ قطع کرنا حضور کی خصوصیت ہے نہ تو ہم کو جائز ہے کہ ہم اپنے بچوں کے لیے خطبہ جمعہ چھوڑیں یا توڑیں نہ حضرت علی و فاطمہ زہرا کو جائز تھا کہ انہیں صاحبزادوں کے لیے خطبہ یا نماز چھوڑیں،حضور نے ان دونوں کے لیے اپنا سجدہ دراز فرمایا۔حضرت امامہ بنت ابوالعاص یعنی اپنی نواسی کو کندھے پر لے کر نماز پڑھی اس طرح کہ رکوع سجدہ کے وقت انہیں اتار دیا بعد میں پھر کندھے پر لے لیا اگر ہم ایسا کریں گے تو نماز ٹوٹ جائے گی اور ہم گنہگار ہوں گے اس لیے حضرت امامہ کو گود میں لے کر نہ تو ابو العاص نے نماز پڑھی نہ جناب زینب نے،احکام شرعیہ اور ہیں خصوصیات کچھ اور۔

[35]- 6169 وَعَن يعلى بن مرَّة قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الأسباط» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت یعلی ابن مرہ سے ۱؎فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں ۲؎اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے،حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں ۳؎(ترمذی)

۱؎حضرت یعلی صحابی ہیں،غزوہ خیبر،حنین،حدیبیہ،طائف میں شریک ہوئے،آخر میں بصرہ میں قیام رہا۔(مرقات،اشعہ)

۲؎یعنی میں اور حسین گویا ایک ہی ہیں ہم دونوں سے محبت ہر مسلمان کو چاہیے،مجھ سے محبت حسین سے محبت ہے اور حسین سے محبت مجھ سے محبت ہے،چونکہ آئندہ واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھے اس لیے اس قسم کی باتیں امت کو

سمجھائیں۔(مرقات)احمد اور ابن عساکر نے روایت کی کہ حسن میرے ہیں اور حسین علی کے اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑا بیٹا دادا نانا کا ہوتا ہے چھوٹا بیٹا باپ کا،یہ تقسیم اظہار کرم کے لیے ہے دیکھو مرقات۔

۳؎ سبط وہ درخت جس کی جڑ ایک ہو اور شاخیں بہت یعنی جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اسباط کہلاتے تھے کہ ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل شریف بہت چلی،رب فرماتاہے:"وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا"ایسے ہی میرے حسین سے میری نسل چلے گی اور ان کی اولاد سے مشرق و مغرب بھرے گی،دیکھ لو آج سادات کرام مشرق و مغرب میں ہیں اور یہ بھی دیکھ لو کہ حسنی سید تھوڑے ہیں حسینی سید بہت زیادہ ہیں اس فرمان عالی کا ظہور ہے۔

[36]- 6170	
وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: الْحَسَنُ أَشْبَهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَسْفَل من ذَلِك. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت علی سے فرمایا کہ حسن سینے اور سر کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے ۱؎ اور حسین اس سے نیچے کے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے ۲؎(ترمذی)

۱؎ خیال رہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ازسر تا قدم بالکل ہم شکل مصطفیٰ تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ہم نے عرض کیا ہے۔

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا

اور آپ کے صاحبزادگان میں یہ مشابہت تقسیم کردی گئی تھی۔یہاں اشبہ یا تو ماضی ہے باب افعال کا یا اسم تفضیل ہے **سمع یسمع** کا۔حضرت حسین کی پنڈلی قدم شریف اور ایڑی بالکل حضور کے مشابہ تھی۔**علی جدہ وعلیہ الصلوۃ والسلام**!

۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قدرتی مشابہت بھی اللہ کی نعمت ہے جو اپنے کسی عمل کو حضور کے مشابہ کردے تو اس کی بخشش ہوجاتی ہے **من تشبہ بقوم فھو منھم**۔تو جسے خدا تعالیٰ اپنے محبوب کے مشابہ کرے اس کی محبوبیت کا کیا حال ہوگا اس لیے یہ حدیث فضائل اہل بیت کے سلسلے میں لائی گئی۔

[37]- 6171	
وَعَن حُذَيْفَة قَالَ: قُلْتُ لِأُمِّي: دَعِينِي آتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُصَلِّي مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَأَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي وَلَكِ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلَّى حَتَّى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِي فَقَالَ: «مَنْ هَذَا؟ حُذَيْفَةُ؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: «مَا حَاجَتُكَ؟ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ وَلِأُمِّكَ إِنَّ هَذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِي بِأَنَّ	روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں آپ کے ساتھ مغرب پڑھوں ۱؎ اور آپ سے عرض کروں کہ میرے اور تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں ۲؎ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کے ساتھ مغرب پڑھی آپ نے مغرب پڑھی حتی کہ عشاء پڑھی ۳؎ پھر حضور واپس ہوئے میں آپ کے پیچھے گیا،حضور نے میری آواز سنی تو فرمایا یہ کون ہے کیا حذیفہ، میں نے کہا ہاں فرمایا تمہاری کیا حاجت ہے اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو بخشے ۴؎ یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے زمین پر کبھی

فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	نہیں اترا۵؎ اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرے اور مجھے بشارت دے کہ فاطمہ جنتی لوگوں کی بیویوں کی سردار ہیں۶؎ اور حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۷؎ (ترمذی)اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۸؎

۱؎ حضرت حذیفہ کا گھر مسجد نبوی شریف سے کچھ فاصلے پر تھااس لیے ان کو ان کی والدہ نے شام کے وقت گھر رہنے کی تاکید فرمائی تھی،مسجد نبوی شریف میں حاضر ہونے کی اجازت نہ دیتی تھیں،انہیں یا تو حضرت حذیفہ پر خوف تھا یا اپنے پر اس لیے آپ نے فرمایا کہ اماں جان مجھے آج وہاں حاضری کی اجازت دے دیجئے۔

۲؎ یعنی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجوم کم ہوتا ہے مجھے عرض معروض کرنے کا اچھا موقعہ ملے گااس لیے رات میں حاضری کی اجازت مانگی۔

۳؎ یعنی میں نے نماز مغرب حضور انور کے ساتھ پڑھی پھر عشاء تک حضور کے پاس حاضر رہا۔بعض مشائخ کرام مغرب سے عشاء تک نوافل اور وظائف پڑھتے ہیں اسے احیاء مابین العشائین کہتے ہیں۔اب بھی مدینہ منورہ میں مسلمان مغرب کی نماز کے لیے مسجد نبوی شریف میں جاتے ہیں تو عشاء پڑھ کر آتے ہیں۔

۴؎ حضور انور نے نور نبوت سے حضرت حذیفہ کو بھی جان لیا ان کے دل کی حاجت بھی معلوم کرلی کہ یہ کیوں آرہے ہیں،بھلا جس پر پتھر کے دل کی بات ظاہر ہو کہ فرمایا احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں اس پر انسانوں کے دل کے حالات دلی تمنائیں کیسے مخفی رہ سکتی ہیں،وہاں عرض کرنے کی ضرورت ہی نہیں انہیں ہماری حاجتیں مرادیں سب معلوم ہیں۔شعر

قدرت کی تحریریں جانے — امی اور تقریریں جانے
بخشش کی تدبیریں جانے — وہ ہے رحمت والا
جن کا نام ہے محمد ان سے دوجگ ہے اجیالا

۵؎ اس فرشتہ کا نام روایات میں نہیں آیا بہرحال رحمت کا خاص فرشتہ ہے خادم بارگاہ ہے۔

۶؎ اس کی شرح پہلے گزرچکی کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا جنتی مؤمنین کی بیویوں کی سردار ہیں لہذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ وہ جناب خدیجۃ الکبریٰ اور عائشہ صدیقہ کی بھی سردار ہوں کیونکہ وہ تو سید الانبیاء کی زوجہ مطہرہ ہیں۔

۷؎ اس کی شرح پہلے گزر گئی جو لوگ جوانی میں وفات پاگئے اور تھے جنتی انکے سردار حضرات حسنین کریمین ہیں لہذا آپ دونوں نبیوں کے سردار نہیں کیونکہ کوئی نبی جوانی میں دنیا سے تشریف نہیں لے گئے،جنت میں سب ہی جوان ہوں گے۔

۸؎ یہ حدیث احمد نے بروایت حسن روایت فرمائی۔(مرقات)

6172 -[38] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلًا الْحَسَنَ بْنَ عليٍّ على عَاتِقه فَقَالَ رَجُلٌ: نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن ابن علی کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے کہا اے صاحبزادے تم بہت اچھی سواری پر سوار ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	سوار بھی تو اچھا ہے ۱؎ (ترمذی)

۱؎ یعنی اے دیکھنے والے تو نے یہ تو دیکھا کہ جناب حسن کی سواری سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کندھا ہے یہ نہ دیکھا کہ سوار سید الشھداء ہے سید الاولیاء حضرت علی کا فرزند دلبند ہے اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کا لخت جگر ہے،سید الانبیاء کا نور نظر ہے رضی اللہ عنہ آپ کا لقب ہے راکب دوش رسول۔

[39]- 6173 وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ فَرَضَ لِأُسَامَةَ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ وَخَمْسِمِائَةٍ وَفَرَضَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لِأَبِيهِ: لِمَ فَضَّلْتَ أُسَامَةَ عَلَيّ؟ فو الله مَا سَبَقَنِي إِلَى مَشْهَدٍ. قَالَ: لِأَنَّ زَيْدًا كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَبِيكَ وَكَانَ أُسَامَةُ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ فَآثَرْتُ حِبَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِبِّي. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عمر سے کہ آپ نے اسامہ کے لیے تین ہزار پانچ سو مقرر فرمائے اور عبداللہ ابن عمر کے لیے صرف تین ہزار مقرر فرمائے ۱؎ تو عبداللہ ابن عمر نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر ترجیح کیوں دی ۲؎ اللہ کی قسم وہ کسی موقعہ میں مجھ سے آگے نہ بڑھے ۳؎ فرمایا اس لیے کہ زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے باپ سے زیادہ پیارے تھے ۴؎ اور اسامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھے ۵؎ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کو اپنے پیارے پر ترجیح دی ۶؎ (ترمذی)

۱؎ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مشہور صحابہ کے لیے بیت المال سے سالانہ وظیفے مقرر فرمائے تھے ان کے گزارے کے واسطے،اس سلسلہ میں اپنے محبوب ترین فرزند کا سالانہ وظیفہ تین ہزار درہم مقرر فرمائے اور حضرت اسامہ کے لیے ساڑھے تین ہزار درہم مقرر کیے یعنی پانچ سو درہم زیادہ۔

۲؎ چونکہ وظیفے کی زیادتی کمی درجہ کی زیادتی کمی کی علامت ہوتی ہے اس لیے جناب عبداللہ نے سوال فرمایا،مال کی ہوس یا حضرت اسامہ پر حسد سے نہ کہا۔

۳؎ **مشھد** کے معنی ہیں حاضری کی جگہ یعنی مجلس۔اس سے مراد عام مجلس خیر ہے علمی ہو یا عملی،جہاد کی ہو یا حج کی۔بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد جہاد ہے یعنی ایسی کوئی مجلس خیر نہیں گزری جس میں اسامہ شریک ہوئے ہوں میں شریک نہ ہوا ہوں۔

۴؎ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان عالی تواضع اور انکسار کی بنا پر ہے ورنہ حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے ہی محبوب صحابی ہیں یا یوں کہو کہ گھر میں رہنے سہنے کی محبوبیت حضرت زید کو زیادہ حاصل ہے ہر وقت گھر میں نظر آنے والے پر زیادہ کرم رہتا ہے غرضکہ اس سے کوئی خاص محبت مراد ہے۔

۵؎ یہاں بھی وہ ہی تحقیق ہے کہ اس مخصوص محبت میں جناب اسامہ حضرت ابن عمر سے بڑھے ہوئے تھے۔

۶؎ **سبحان اللہ!** یہ ہے حضرت عمر کا عشق رسول آپ نے حضرات حسنین کریمین کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا تھا،حضرات خلفاء ثلثہ اہل بیت اطہار کے لیے امان تھے،ان کے زمانہ میں حضرات حسنین بلکہ حضرت علی کسی غزوہ میں نہ بھیجے

گئے،ان کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت علی پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے حتی کہ آپ کو مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا یہ ہی حال حضرات حسنین کریمین کا ہوا۔

[40]- 6174	
وَعَن جبلة بن حارثَةَ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْعَثْ مَعِي أَخِي زَيْدًا.قَالَ:«هُوَ ذَا فَإِنِ انْطَلَقَ مَعَكَ لَمْ أَمْنَعْهُ» قَالَ زَيْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَا أَخْتَارُ عَلَيْكَ أَحَدًا. قَالَ: فَرَأَيْتُ رَأْيَ أَخِي أَفْضَلَ مِنْ رَأْيِي. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت جبلہ ابن حارثہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ساتھ میرے بھائی زید کو بھیج دیں[1]فرمایا وہ یہ ہیں اگر وہ تمہارے ساتھ جائیں تو میں انہیں منع نہ کروں گا[2]جناب زید نے کہا یارسول اللہ کی قسم میں آپ پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا[3]فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی رائے اپنی رائے سے بہتر دیکھی[4](ترمذی)

[1] حضرت زید کا پورا واقعہ پہلے مذکور ہوچکا ہے کہ آپ آٹھ سال کی عمر میں دشمنوں کے ہاتھ قید ہوگئے تھے،بازار میں فروخت کردیئے گئے،حکیم ابن حزام نے آپ کو خریدا اور اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰ کو ہدیۃً دے دیا،جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضور کے نکاح میں آئیں تو آپ نے حضرت زید کو حضور کی خدمت کے لیے مقرر فرمادیا،حضور نے انہیں اپنا بیٹا بنالیا،آپ کے بڑے بھائی جبلہ ابن حارثہ کو پتہ لگا کہ زید ابن حارثہ حضور انور کے پاس ہیں تو وہ انہیں لینے آئے تب یہ عرض کیا۔خیال رہے کہ حضرت زید غزوہ موتہ میں حضرت جعفر کے ساتھ شہید ہوئے،پچپن سال عمر ہوئی حضور نے انہیں حضرت جعفر کا بھائی بنادیا تھا۔(اشعہ)

[2] یعنی اگر یہ اپنے گھر جانا چاہیں تو لے جاؤ میں انہیں منع نہیں کروں گا۔

[3] یعنی آپ پر میرے ماں باپ بھائی برادر فدا ہوں میں آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں ماں باپ کے پاس جانا نہیں چاہتا،مجھے اپنے در سے دور نہ کریں آپ کی خدمت دین و دنیا کی ساری نعمتوں سے افضل ہے۔

[4] یعنی میں نے انہیں حضور کے فراق کا مشورہ دیا انہوں نے وصال چاہا وہ مجھ سے بہتر رائے والے تھے انہوں نے حضور کو اختیار کیا۔

[41]- 6175	
وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُصْمِتَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ عَلَيَّ يَدَيْهِ وَيَرْفَعُهُمَا فَأَعْرِفُ أَنَّهُ يَدْعُو لِي. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بھاری بیمار ہوگئے تو میں اور دوسرے لوگ مدینہ آئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا[1]جب کہ کلام فرمانا بند ہوچکا تھا تو حضور نے کوئی بات نہ کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مجھ پر رکھنے اور اٹھانے لگے میں پہچان گیا کہ آپ میرے لیے دعائیں فرما رہے ہیں[2](ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ پہلے مہاجرین و انصار کا ایک لشکر روانہ فرمایا جس کے سردار حضرت اسامہ ابن زید تھے،یہ لشکر ابھی مقام جرف میں پہنچا تھا جو مدینہ منورہ سے باہر قریب ہی ہے کہ اسے پتہ لگا کہ حضور انور کو سخت بخار اور درد سر ہے،یہ سب لوگ یہ خبر وحشت اثر سن کر مدینہ منورہ واپس آگئے یہاں یہ واقعہ مذکور ہے۔چونکہ جرف مدینہ منورہ سے ایسا اونچا ہے جیسے عرفات مکہ معظمہ سے اس لیے **ھبطت** فرمایا یعنی میں اترا۔(لمعات)

۲؎ حضرت اسامہ اب جو حاضر بارگاہ ہوئے تو حیات شریف کے آخری لمحات تھے زبان مبارک سے کلام فرمانا بند کردیا تھا اس لیے حضور انور نے اشارہ سے دعا فرمائی جسے حضرت اسامہ نے فراست ایمانی سے سمجھ لیا،حضرت اسامہ خوش تھے کہ انہوں نے حضور کی آخری دعائیں لے لیں۔

[42]- 6176	
وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَحِّي مُخَاطَ أُسَامَةَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: دَعْنِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّذِي أَفْعَلُ.قَالَ:«يَا عَائِشَةُ أَحِبِّيهِ فَإِنِّي أُحِبُّهُ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کی ناک صاف کرنے کا ارادہ کیا ۱؎ تو جناب عائشہ نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ یہ کام میں کروں فرمایا اے عائشہ ان سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں ۲؎ (ترمذی)

۱؎ حضرت اسامہ ابن زید بچے تھے حضور کی گود میں تھے کہ ناک آگئی حضور انور نے اپنے دستِ اقدس سے ناک صاف کرنا چاہی جیسے عموماً گود کے بچوں کے لیے کیا جاتا ہے۔

۲؎ حضور کی محبت رکن ایمانی ہےاور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت یہ ہے کہ حضور کے ہر محبوب سے محبت ہو حتی کہ مدینہ منورہ کی گلی کوچوں سے دوستی کرے،گوشت سے،چھوٹے کدو سے محبت کرے۔شعر

ومن مذھبی حب الدیار لا ھلھا — وللناس فیما یعشقون مذاھب

[43]- 6177	
وَعَن أُسَامَةَ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا إِذْ جَاءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يستأذنان فَقَالَا لِأُسَامَةَ: اسْتَأْذِنْ لَنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَأْذِنَانِ. فَقَالَ: «أَتَدْرِي مَا جَاءَ بهما؟» قلت: لَا.قَالَ:«لكني أَدْرِي فَأْذن لَهما» فدخلا فَقَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ أَيُّ أَهْلِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ» فَقَالَا: مَا جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ أَهْلِكَ قَالَ: " أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ مَنْ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتُ عَلَيْهِ: أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ " قَالَا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ	روایت ہے حضرت اسامہ سے فرمایا کہ میں بیٹھا ہوا تھا ۱؎ کہ جناب علی و عباس آئے اجازت داخلہ چاہتے تھے انہوں نے اسامہ سے کہا کہ ہمارے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے دو ۲؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ علی اور عباس اجازت مانگ رہے ہیں فرمایا کیا تم جانتے ہو کیا مقصد انہیں یہاں لایا ہے میں نے کہا نہیں فرمایالیکن میں جانتا ہوں ۳؎ انہیں اجازت دے دو وہ دونوں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم یہ پوچھنے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور کو اپنے گھروالوں میں کوئی زیادہ پیارا ہے ۴؎ فرمایا فاطمہ بنت محمد،وہ بولے ہم آپ کے اہل بیت کے متعلق پوچھنے نہیں آئے ہیں ۵؎ فرمایا میرے گھر والوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور میں نے بھی انعام کیا ۶؎ یعنی اسامہ ابن

أَبِي طَالِبٍ» فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ جَعَلْتَ عَمَّكَ آخِرَهُمْ؟ قَالَ: «إِنَّ عَلِيًّا سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ فِي «كتاب الزَّكَاة»	زید ۷ وہ بولے پھر کون فرمایا علی ابن ابی طالب ۸ تو جناب عباس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے چچا کو ان سب سے آخر کر دیا ۹ فرمایا کہ علی تم سے ہجرت میں سبقت لے گئے ہیں ۱۰ (ترمذی) یہ حدیث کہ **عم الرجل صنو ابیہ** کتاب الزکوۃ میں ذکر کردی گئی۔

۱؎ یعنی میں حضور کے دروازے پر دربان بن کر بیٹھا تھا جسے اس در کی دربانی مل جاوے وہ بادشاہ سے افضل ہوجاوے۔

۲؎ اگر دروازہ پر کوئی نہ ہو تو سلام اجازت بلند آواز سے کرے کہ اندر آواز پہنچے اور اگر کوئی ہو تو اس کے ذریعہ سے اجازت حاصل کرے یہاں یہ ہی دوسری صورت تھی۔

۳؎ یعنی ہم نور نبوت سے ان کے دل کے ارادے جانتے ہیں،جس پر عرش و فرش کی ہر چیز ظاہر ہو اس سے کیا چھپے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے خوب فرمایا۔شعر

دلِ فرش پر ہے تری نظر سرعرش پر ہے تری گزر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

۴؎ یعنی حضور فرمادیں کہ آپ کو زیادہ پیارا کون ہے تاکہ ہم اس کی محبوبیت پر ایمان لائیں اور ہم بھی اس سے محبت کریں۔

۵؎ یہاں **اھل** سے مراد اولاد ہے یعنی ہم محبت ولادت کے متعلق نہیں پوچھتے ہم تو دوستوں کی دوستی کی محبت کے متعلق حضور سے پوچھنے آئے۔معلوم ہوا کہ محبت کی بہت قسمیں ہیں: ولادت کی محبت،زوجیت کی،دوستی کی وغیرہ وغیرہ۔ان ہر قسم کے محبوبوں میں ایک ایک سردار،محبت ولادت میں فاطمہ زہرا سردار ہیں اور محبت زوجیت میں عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبریٰ اعلیٰ و اکمل۔

۶؎ اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے"**اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ**"۔یہ آیت حضرت زید ابن حارثہ کے متعلق ہے ان پر اللہ نے یہ احسان کیا کہ انہیں ایمان عرفان کی دولت بخشی،حضور انور نے یہ احسان کیا کہ انہیں اپنا صحابی بلکہ اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔معلوم ہوا کہ حضور بھی اللہ کے بندوں پر انعام احسان کرتے ہیں۔

۷؎ اگرچہ یہ انعام و اکرام حضرت زید پر ہوئے مگر چونکہ جناب اسامہ ان کے فرزند ہیں اس لیے وہ بھی اسی انعام سے فیض یاب ہوئے۔

۸؎ **سبحان اللہ**! یہاں حضرت علی کو محبوبیت میں جناب اسامہ ابن زید کے بعد فرمایا۔معلوم ہوا کہ محبوبیت افضلیت کو لازم نہیں۔تمام کے نزدیک حضرت علی جناب اسامہ سے افضل ہیں مگر یہاں محبوبیت میں ان کو مقدم فرمایا گیا۔ہم پہلے عرض کرچکے ہیں محبت کی نوعیتیں مختلف ہیں:ایک قسم وہ ہے جس میں جناب اسامہ حضرت علی سے پہلے اور ان پر مقدم ہیں۔

۹؎ یعنی یارسول اللہ میں تو حضور انور کا چچا ہوں اور جناب علی چچا زاد ہیں پھر ان کو مجھ پر مقدم کیوں فرمادیا اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔خیال رہے کہ یہ سوال اعتراض نہیں حضور انور پر اعتراض کفر ہے جو فرمایا بالکل حق فرمایا۔

۱۰؎ کیونکہ اے عباس تم نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فتح مکہ کے دن کی جب کہ ہم تم کو راہ میں مل گئے تمہاری ہجرت قبول ہوگئی مگر جناب علی تو ہماری ہجرت کی بعد ہی ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے۔خیال رہے کہ حضرت عباس کے ایمان کے متعلق اختلاف ہے کہ ایمان کب لائے،بعض نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور ایمان لاتے ہی ہجرت کے لیے نکلے،بعض نے فرمایا کہ آپ بدر کے دن ایمان لائے جبکہ حضور نے خبر دی کہ عباس آپ میری چچی صاحبہ کو چار سو درہم دے کر جنگ بدر میں شرکت کے لیے نکلے تھے حضور کا یہ علم دیکھ کر ایمان لائے،بعض کے نزدیک حضور کی ہجرت سے پہلے ایمان لاچکے تھے بہرحال ظہور ایمان فتح مکہ کے دن ہوا۔دیلمی نے فردوس میں نقل فرمایا کہ حضور فرماتے ہیں میرے بھائیوں میں بہتر علی ہیں،چچاؤں میں بہتر حمزہ ہیں۔بعض روایات میں ہے کہ ایک دن حضرت عباس،ابوسفیان،بلال اور سلمان فارسی حضرت عمر کے دروازے پر گئے داخلہ کی اجازت مانگی خادم نے کہا کہ پہلے بلال آئیں اس پر ابوسفیان نے جناب عباس سے کہا کہ عمر ہمارے غلاموں کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں،حضرت عباس نے کہا کہ ہم اسلام میں بلال کے بعد آئے ہماری جزا یہی ہے۔(مرات)

الفصل الثالث

تیسری فصل

[44]- 6178	
عَن عقبةَ بن الْحَارِث قَالَ: صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِي وَمَعَهُ عَلِيٌّ فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلَى عَاتِقِهِ. وَقَالَ: بِأَبِي شَبِيهٌ بِالنَّبِيِّ لَيْسَ شَبِيهًا بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ	روایت ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے عصر کی نماز پڑھی پھر نکلے چل رہے تھے آپ کے ساتھ حضرت علی تھے تو حسن کو دیکھا بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا میرے باپ صدقے ۲؎ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم شکل ہو علی کے ہم شکل نہیں اور علی ہنس رہے تھے ۳؎ (بخاری)

۱؎ آپ صحابی ہیں،نوفل ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں،فتح مکہ کے دن ایمان لائے،مکہ معظّمہ میں رہے۔(مرآت)

۲؎ یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے جناب حسن کو پیار محبت سے اپنے کندھے پر اٹھالیا۔بأبی کے معنی یہ نہیں کہ میرے باپ کی قسم کہ غیر خدا کی قسم ممنوع ہے بلکہ اس کے معنی ہیں کہ میرے باپ تم پر فدا تم پر قربان،یہ ہے جناب صدیق کی محبت اہل بیت اطہار سے۔

۳؎ یعنی اے حسن تمہاری شکل حضور انور سے ملتی جلتی ہے اپنے والد جناب علی سے نہیں ملتی جلتی۔خیال رہے کہ حضور سے بالکل مشابہت مخلوق میں کسی کو نہیں ہوسکتی اللہ تعالٰی نے حضور کو بے مثال بنایا ہے۔شعر

انہیں خالق نے اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں سے حسین ہو کر
عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت وہ آئے لیکن آئے رحمۃ للعالمین ہو کر

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی شکل نمونہ ہے حضور کے شکل مبارک کی لہذا یہ حدیث حضرت علی کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور کا مثل نہ پہلے دیکھا گیا نہ بعد میں(مرقات)کہ وہاں پوری مثلیت مراد ہے۔روافض کا ایک فرقہ غرابیہ ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علی حضور سے ایسے مشابہہ تھے جیسے کوّا کوّے سے،جب پہلی وحی آئی تو حضرت علی حضور کے پاس تھے ہم شکلی

کی وجہ سے جبریل دھوکا کھاگئے اور بجائے علی کے حضور کو وحی اور نبوّت دے گئے۔(مرقات)شاید بعد میں رب نے فرمایا ہوگا خیر اب چلنے دو۔

۳؎ یہ شخص عبید اللہ ابن عبداللہ ابن زیاد ثقفی ہے،یہ یزید ابن معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا،اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں لشکر تیار کیا یہ مردود ٦٦ چھیاسٹھ ہجری میں مقام موصل میں ابراہیم ابن مالک ابن اشتر نخعی کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔

[45]- 6179	
وَعَن أنس قَالَ: أَتَى عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجُعِلَ فِي طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِي حُسْنِه شَيْئًا قَالَ أَنَسٌ: فَقُلْتُ: وَاللَّهِ إِنَّهُ كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوبًا بِالْوَسِمَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيءَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِقَضِيبٍ فِي أَنْفِهِ وَيَقُولُ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هَذَا حسنا. فَقلت: أما إِنَّهُ كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ غَرِيب	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا۱؎ تو طشت میں رکھا گیا ۲؎ وہ ٹھونگنے لگا۳؎ اور ان کے حسن کے متعلق کچھ کہا۴؎ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم شکل تھے۵؎ اور آپ وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے۔(بخاری)اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا کہ حضرت حسین کا سر لایا گیا تو وہ آپ کی ناک میں چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا کہ میں نے اس جیسا حسین نہ دیکھا تو میں نے کہا کہ آپ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۶؎ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح بھی ہے حسن بھی غریب بھی۔

۱؎ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر اس مردود کے سامنے پیش کیا گیا واقعہ کربلا کے موقعہ پر یہاں اس کا ذکر ہے۔

۲؎ یعنی ایک چھڑی سے جو اس کے ہاتھ میں تھی اس سر مبارک دانت اور ناک شریف میں ٹھونگیں لگانے لگاکچھ سوچتے ہوئے یہ حرکت کررہا تھا۔

۳؎ اس نے یا توآپ کے حسن کی تعریف کی خواہ بطورِ تمسخر یا واقعی یا آپ کے متعلق برے الفاظ بولے کہ آپ حسین نہیں میں نے توآپ کے حسن کا بڑا شہرہ سنا تھا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر پہلے معنی قوی ہیں ابھی ترمذی کی روایت سے آرہا ہے۔

۴؎ ظاہر یہ ہے کہ حضرت انس کا یہ فرمان ابن زیاد کی تائید کے لیے ہے یعنی واقعی امام حسین بڑے ہی خوبصورت و حسین تھے تجھے ان کے مقابلہ میں شرم کرنی چاہیے تھی،یہ حضور کے ہم شکل تھے تو نے کس چاند کی صورت کو خاک میں سلادیا۔

۵؎ اس کی تحقیق ہم گزشتہ احادیث میں کرچکے ہیں کہ خالص وسمہ سبز رنگ دیتا ہے مگر مہندی سے ملکر تو پکا لال رنگ دیتا ہے اور اگر مہندی سے غالب ہو سیاہ رنگ دیتا ہے۔ظاہر یہ ہے کہ حضرت حسین نے خالص وسمہ لگایا ہوا تھا اور داڑھی شریف کا رنگ ہرا تھا اور اگر سیاہ رنگ ہو تب بھی آپ کو جائز تھا کہ آپ غازی تھے،غازی کو سیاہ خضاب جائز ہے بلاوجہ ممنوع ہے لہذا اس حدیث سے سیاہ خضاب کے جواز پر دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

۶؎ طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابن زیاد نے حضرت حسین کی آنکھوں اور ناک شریف میں چھڑی لگائی میں نے کہا کہ یہاں سے اپنی چھڑی ہٹامیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان مقامات کو بوسہ دیتے تھے جہاں تو چھڑی لگا رہا ہے تب وہ باز آیا۔ذخائر میں بروایت عمارہ ابن عمر ہے کہ جب ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے کٹے ہوئے سر لائے گئے تھے یہ سب سر ایک طشت میں تھے کہ شور مچا وہ آیا وہ آیا دیکھا تو ایک سانپ آیا جو ابن زیاد کے منہ ناک اور آنکھوں میں پھرا اور چلا گیا،پھر شور مچا وہ آیا وہ آیا پھر وہی سانپ آیا اور اسی طرح ابن زیاد کے منہ اور ناک میں گھسا پھر چلا گیا۔(از مرقات)رب نے اس کی گستاخی کی سزا دنیا میں یہ دی اخروی سزا باقی ہے،یہ حدیث ترمذی نے بھی روایت فرمائی۔

[46]- 6180

وَعَن أمِّ الْفضل بنت الْحَارث أَنَّهَا دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَأَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ. قَالَ: «وَمَا هُوَ؟» قَالَتْ: إِنَّهُ شَدِيدٌ قَالَ: «وَمَا هُوَ؟» قَالَتْ: رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي حِجْرِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَأَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ غُلَامًا يَكُونُ فِي حِجْرِكِ» . فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِي حِجْرِي كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِي حِجْرِهِ ثُمَّ كَانَتْ مِنِّي الْتِفَاتَةٌ فَإِذَا عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهْرِيقَانِ الدُّمُوعَ قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا نبيَّ الله بأبي أَنْت وَأمي مَالك؟ قَالَ: " أَتَانِي جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هَذَا فَقُلْتُ: هَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ وَأَتَانِي بِتُرْبَةٍ من تربته حَمْرَاء "

روایت ہے ام الفضل بنت حارث سے ۱؎ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں بولیں یارسول اللہ میں نے آج رات ایک خطرناک خواب دیکھا ہے ۲؎ فرمایا کیا ہے،بولیں حضور بہت خطرناک ہے فرمایا وہ کیا ہے،بولیں میں نے دیکھا جیسے کہ آپ کے جسم کا ٹکڑا کٹا اور میری گود میں رکھا گیا ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھی خواب دیکھی ہے ان شاء اللہ فاطمہ لڑکا جنے گی وہ بچہ تمہاری گود میں رہے گا ۴؎ چنانچہ جناب فاطمہ نے حضرت حسین کو جنم دیا وہ میری گود میں رہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۵؎ پھر میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی انہیں آپ کی گود میں بھر دیا پھر میرا دھیان بٹ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ۶؎ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یانبی اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یہ کیا ہے ۷؎ فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی ۸؎ میں نے کہا اس کو فرمایا ہاں اور وہ میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی میں سے کچھ مٹی لائے ۹؎

۱؎ آپ کا نام لبابہ عامریہ ہے،کنیت ام الفضل،حضرت عباس کی زوجہ ہیں اور عباس کی اکثر اولاد آپ سے ہی ہے،حضرت میمونہ کی بہن ہیں،جناب خدیجہ کے بعد پہلے آپ ہی ایمان لائیں رضی اللہ عنہا۔(مرقات)

۲؎ یہاں منکر بمعنی ممنوع یا حرام نہیں بلکہ بمعنی خطرناک ہیبت ناک ہے یعنی میں نے ایسی خواب دیکھی ہے جو میرے خیال میں بڑی ہی خطرناک اور ہیبت ناک ہے۔

۳؎ حجر ح کے کسرہ سے بمعنی گود اور ح کے فتح سے بمعنی پرورش،آپ سمجھیں کہ حضور انور کے گوشت کا ٹکڑا میری گود میں آنا بہت ہی خطرناک ہے۔

۴؎ یعنی جناب فاطمہ زہرا امید سے ہیں ان کے بیٹا ہوگا اور تم اسے اپنی گود میں کھلایا کرو گی،حضرت حسین میرے جسم بلکہ میرے قلب و جگر کا ٹکڑا ہیں اس خواب کی یہ ہی تعبیر ہے۔

۵؎ معلوم ہوا کہ حضرت ام الفضل بطور خدمت جناب امام حسین کی پرورش کرتی تھیں۔مبارک ہیں امام حسین جو فاطمہ زہرا کے بطن شریف میں اور ام الفضل کی پرورش میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رہے۔

۶؎ یعنی مجھے یہ پتہ نہیں لگا کہ حضور انور کے رونے کی ابتدا کیسے ہوئی کیونکہ میرا دھیان اتفاقًا بٹ تھا جب میں نے حضور کی طرف دھیان کیا تو آپ کو زاروقطار روتے پایا۔

۷؎ یعنی حضور بلا سبب کیوں رو رہے ہیں۔لختِ جگر گود میں ہے یہ وقت تو خوشی کا ہے خوشی کے موقعہ پر غم کیسا۔

۸؎ امتی فرماکر یہ بتایا کہ جناب امام حسین کو قتل کرنے والے کلمہ گو ہوں گے،اپنے کو مسلمان کہیں گے عیسائی یہودی یا مشرکین نہ ہوں گے۔خیال رہے کہ قتل امام حسین گناہ کبیرہ تو یقینًا ہے مگر جن لوگوں نے اس فعل کو حلال سمجھ کر کیا یا حضرت امام حسین سے ذاتی عداوت کی بنا پر وہ تو کافر ہوگئے اور جنہوں نے دنیاوی لالچ میں یہ حرکت کی وہ بدترین فاسق ہیں۔قتل نبی کفر ہے،غیر نبی کا قتل مطلقًا کفر نہیں،یوں ہی جس نے حضرت امام حسن کو زہر دیا وہ بھی بدترین فاسق ہے اسے کافر نہیں کہا جاسکتا،یہ ہی حال قاتل علی اور قاتل عثمان کا ہے کہ یہ سب لوگ فاسقین ہیں جیسے یوسف علیہ السلام کے دسوں بھائی جنہوں نے انہیں ستایا کنوئیں میں ڈالا فروخت کیا،یعقوب علیہ السلام کو جھوٹی خبر دی وہ سب لوگ فاسق ہوئے کافر نہیں ہوئے،پھر توبہ کرنے اور ان دونوں بزرگوں سے معافی حاصل کرلینے پر ان کا فسق ختم ہوا امتی فرمانے میں یہی اشارہ ہے۔جو لوگ قتل حسین کو کفر کہتے ہیں وہ قتل امام حسن،قتل علی،قتل عثمان کو کفر کیوں نہیں کہتے،یوں ہی برادران یوسف علیہ السلام کو کافر کیوں نہیں کہتے۔

۹؎ یعنی حضرت جبریل امین علیہ السلام نے مجھے کربلا کی مٹی لاکر دکھائی جو خون امام حسین سے سرخ تھی۔خیال رہے کہ کربلا معلٰی کی مٹی سرخ نہ تھی اور نہ اب سرخ،قتل امام حسین علیہ السلام کے وقت یا تو ساری مٹی سرخ ہوگئی تھی یا خاص وہ مٹی جس پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون گرا وہ ہی مٹی لاکر دکھائی۔مقبولین آئندہ کے واقعات کو دیکھ لیتے اور سن لیتے ہیں،حضور انور نے معراج کی رات جنت میں اپنے آگے حضرت بلال کے قدم کی آہٹ سنی حالانکہ یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا کہ حضرت بلال حضور کے آگے ہٹو بچو کرتے جنت میں جائیں گے۔

[47]- 6181	
وَعَن ابْن عَبَّاس قَالَ: رَأَيْت النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وسل فِيمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بنصْفِ النَّهَار أَشْعَثَ أَغْبَرَ بيَدِهِ قَارُورَةٌ فِيهَا دَمٌ فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا هَذَا؟ قَالَ: «هَذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابه وَلَمْ أَزَلْ أَلْتَقِطُهُ مُنْذُ الْيَوْم» فأحصي ذَلِك الْوَقْت فأجد قبل	روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن دوپہری میں خواب میں دیکھا پراگندہ بال گردا گرد آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں خون تھا۱؎ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ فدا ہوں یہ کیا ہے فرمایا یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے آج میں اس خون کو اٹھاتا رہا۲؎ میں وہ وقت خیال میں رکھنے لگا میں نے یہ وقت قتل کا پایا۳؎ یہ دونوں حدیثیں

ذَلِكَ الْوَقْتِ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي «دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ» وَأحمد الْأَخير	بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیں اور احمد نے آخری حدیث روایت کی۔

۱؎ غالبًا یہ خواب دسویں محرم الحرام ۶۱ھ کو دیکھا ہوگا جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۲؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بعد وفات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اور دنیا کے واقعات کی خبر ہے کہ کہاں کیا ہورہا ہے۔دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھر کی سیر فرماسکتے ہیں کربلا عراق میں ہے، مدینہ منورہ حجاز میں مگر مدینہ والے محبوب اس موقعہ پر وہاں تشریف لے گئے۔ تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی جگہ جانے آنے میں قطعًا دیر نہیں لگتی،دیکھو وہاں حضرت امام حسین شہید ہورہے ہیں یہاں سے حضور آن کی آن میں تشریف لے بھی گئے آ بھی گئے حضرت ابن عباس کو خبر بھی دے دی۔چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے اعمال ان کے تحفے ہدیئے ہاتھ شریف میں لے سکتے ہیں انہیں قبول کراسکتے ہیں،خون امام حسین علیہ السلام جو اعلیٰ درجہ کی عبادت رب کی بارگاہ میں تحفہ تھا دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں ہے۔ پانچویں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی تشریف لے جائیں مدینہ منورہ آپ سے خالی نہیں ہوتا اس لیے ہر وقت آپ پر سلام زائرین عرض کرتے رہتے ہیں جیسے ہمارا نور نظر جب آسمان کی سیر کررہاہوتا ہے تب آنکھ اس سے خالی نہیں ہوجاتی ورنہ اندھی ہو جاتی۔

۳؎ یعنی میری اس خواب اور قتل امام حسین کا وقت بالکل ایک تھا پل بھر کا فرق نہ تھا،رفتار نبی کا یہ عالم ہے معراج کی رات نبیوں نے حضور کے پیچھے نماز بیت المقدس میں پڑھی،حضور برق رفتار براق پر آسمانوں پر تشریف لے گئے تو انبیاء کرام کو وہاں موجود پایا یہاں سے نبیوں نے حضور کو وداع کیا آسمانوں پر استقبال کیا۔

[48]- 6182 وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ فَأَحِبُّونِي لِحُبِّ اللَّهِ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے محبت کرو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمت سے روزی دیتا ہے۱؎ اور اللہ کی محبت کے لیے مجھ سے محبت کرو۲؎ اور میری محبت کے لیے میرے اہل بیت سے محبت کرو۳؎ (ترمذی)

۱؎ یہاں انسان کی ابتدائی منزل کا ذکر ہے۔رب کی نعمتوں کی وجہ سے اس سے محبت کرنا ابتداء ہے اور بذات خود اس سے محبت کرنا وہ نعمت دے یا نہ دے یہ ہے انسان کی انتہاء،ابتداء محبت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے"فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ"رب تعالیٰ اپنی ذات و صفات سے محبوب ہے کرم نوازیاں تو بعد کی چیزیں ہیں۔

۲؎ یعنی اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے مجھ سے محبت کرو کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں،محبوب کا محبوب خود اپنا محبوب ہوتا ہے،رب فرماتاہے:"فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"۔

۳؎ یعنی میری محبت حاصل کرنے کے لیے میرے گھر والوں اولاد پاک ازواج مطہرات سے محبت کرو کیونکہ وہ میرے محبوب ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ ان محبتوں میں ترتیب یہ ہے کہ اہل بیت کی محبت زینہ ہے حضور کی محبت کا اور حضور کی محبت ذریعہ ہے رب تعالیٰ کی محبت کا۔(ازمرقات)مطلب یہ ہے کہ محبت اہلِ بیت اس لیے چاہیے کہ وہ محبت رسول کا ذریعہ ہے اس لیے نہیں

کہ وہ بغض صحابہ کا ذریعہ بنے جیساکہ آج کل بعض مدعیان اہلِ بیت کا طریقہ ہے کہ ان کے نزدیک محبت اہل بیت تبرا صحابہ سے مکمل ہوتا ہے،یہ لوگ محبتِ اہلِ بیت کو بہانہ بناتے ہیں صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں۔

[49]- 6183 وَعَن أبي ذرٍ أَنَّهُ قَالَ وَهُوَ آخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَلَا إِنَّ مِثْلَ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ مِثْلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هلك» . رَوَاهُ أَحْمد	روایت ہے حضرت ابو ذر سے۱؎ کہ انہوں نے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا۲؎ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو فرماتے سنا کہ آگاہ رہو کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال جناب نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہوگیا۳؎(احمد)

۱؎ آپ کا نام جندب ابن جنادہ غفاری ہے،آپ اسلام سے پہلے ہی بڑے زاہد تھے،آپ چھٹے مسلمان ہیں،مکہ معظّمہ آکر ایمان لائے،پھر حضور کے حکم سے اپنے وطن چلے گئے،پھر بعد غزوہ خندق مدینہ منورہ میں آئے،پھر خلافت عثمانیہ میں مقام ربذہ میں رہے، وہاں ہی ۳۲ھ میں وفات پائی۔(مرقات)

۲؎ دروازہ کعبہ اس لیے پکڑا تاکہ اس حدیث کی اہمیت سننے والوں کو معلوم ہو جاوے۔

۳؎ یعنی جیسے طوفان نوحی کے وقت ذریعہ نجات صرف کشتی نوح علیہ السلام تھی ایسے ہی تاقیامت ذریعہ نجات صرف محبت اہل بیت اور ان کی اطاعت ان کی اتباع ہے،بغیر اطاعت و اتباع دعویٰ محبت بے کار ہے۔دوسری حدیث میں ہے کہ میرے صحابہ تارے ہیں تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے،گویا دنیا سمندر ہے اس سفر میں جہاز کی سواری اور تاروں کی رہبری دونوں کی ضرورت ہے۔الحمد للہ! اہل سنت کا بیڑا پار ہے کہ یہ اہلِ بیت اور صحابہ دونوں کے قدم سے وابستہ ہیں۔خوارج کے پاس کشتی نہیں روافض کی نظر ان تاروں پر نہیں یہ دونوں اس سمندر سے پار نہیں لگ سکتے۔

باب مناقب ازواج النّبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے فضائل ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ اللہ تعالٰی کی تعریف کو حمد کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو نعت کہتے ہیں،بزرگانِ دین کی تعریف کو منقبت کہا جاتا ہے خواہ نثر میں ہو یا نظم میں۔ازواج جمع ہے زوج کی یہ خاوند اور بیوی دونوں پر بولا جاتا ہے یہاں مراد بیویاں ہیں۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بعض وہ ہیں جو نکاح میں بھی آئیں اور قرب سے بھی مشرف ہوئیں،بعض وہ ہیں جو نکاح میں آئیں مگر قربت سے پہلے انہیں طلاق ہوگئی،بعض کو حضور نے صرف پیغام دیا مگر ان سے نکاح نہ ہوا،بعض حضور کے زمانہ میں وفات پاگئیں،بعض حضور کی بعد فوت ہوئیں۔جو نکاح اور مقاربت دونوں سے مشرف ہوئیں ان کی تعداد بارہ یا چودہ ہے اور ترتیب یہ ہے: (۱)خدیجہ بنت خویلد(۲)سودہ بنت زمعہ(۳)عائشہ صدیقہ(۴)حفصہ بنت عمر(۵)زینب بنت خزیمہ(۶)ام سلمہ بنت امیہ(۷)زینب بنت جحش(۸)ام حبیبہ بنت ابو سفیان(۹)جویریہ بنت حارث(۱۰)میمونہ بنت حارث(۱۱)صفیہ بنت حیی(۱۲)ریحانہ بنت زید۔اور بیس بیویاں وہ ہیں جن سے نکاح ہوا مگر مقاربت سے پہلے طلاق ہوگئی دیکھو اشعۃ اللمعات میں یہ ہی مقام۔ان نکاحوں کی ترتیب یہ ہے کہ حضور نے پہلا نکاح بی بی خدیجہ سے کیا پچیس سال کی عمر شریف میں،بی بی خدیجہ کی عمر شریف چالیس تھی اور ہجرت سے تین سال پہلے جناب خدیجہ کی وفات ہوئی،پھر سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا،اس کے بعد جناب عائشہ صدیقہ سے ہجرت سے پہلے نکاح کیا چھ سال کی عمر میں نو سال کی عمر میں رخصت ہوئی،آپ کی وفات ۵۴ ہجری میں ہوئی پھر ۲ھ یا ۳ھ میں بی بی حفصہ سے نکاح کیا،ان کی وفات ۴۵ھ میں ہوئی،۳ھ میں زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا اور ۴ھ میں ان کی وفات ہوئی،۴ھ میں ام سلمہ بنت امیہ مخزومیہ سے نکاح کیا،۵۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی،۵ھ میں زینب بنت جحش سے نکاح کیا،۲۱ھ میں وفات ہوئی،پھر ۶ھ میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے نکاح ہوا،نجاشی شاہِ حبشہ نے آپ کا نکاح کیا یہ پہلے عبداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں جو حبشہ پہنچ کر وفات پاگئے،اسی ۶ھ میں حضرت جویریہ سے نکاح کیا،۵۹ھ میں وفات ہوئی،۷ھ میں میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا،اسی ۷ھ میں صفیہ بنت حیی سے نکاح کیا،آپ اس وقت سترہ سالہ تھیں،۵۲ھ میں وفات پائی۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد بی بی خدیجہ سے ہیں سواء ابراہیم کے وہ جناب ماریہ قبطیہ کے شکم سے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں حقیقی ہیں: زینب،کلثوم،رقیہ،فاطمہ رضی اللہ عنہم اور چار صاحبزادیاں سوتیلی ہیں جناب ام سلمہ کی بیٹیاں۔

6184 -[1] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ» وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ: وَأَشَارَ وَكِيعٌ إِلَى السَّمَاءِ وَالْأَرْض	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اور اس کی بہترین بی بی مریم بنت عمران ہیں ۱؎ اور اس کی بہترین بی بی خدیجہ بنت خویلد ہیں ۲؎ (مسلم،بخاری)اور ایک روایت میں ہے کہ ابو کریب نے فرمایا کہ وکیع نے اس آسمان وزمین کی طرف اشارہ کیا ۳؎

۱؎ ھا کا مرجع دنیا ہے یعنی ایک وقت میں جناب مریم جہان کی ساری عورتوں سے افضل تھیں۔
۲؎ یعنی اب تاقیامت جناب خدیجہ جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ جناب خدیجہ سے افضل ہیں یا برعکس،نیز یہ کہ حضرت فاطمہ افضل ہیں یا بی بی خدیجہ۔
۳؎ اس صورت میں بجائے **ھا** کے **ھما** ہوگا یا ضمیر واحد تغلیبًا ارشاد ہوئی۔

6185 -[2] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا رسولَ اللَّهِ هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدام وَطَعَام فَإِذَا أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ» .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدیجہ آرہی ہیں ان کے ساتھ برتن ہے جس میں سالن اور کھانا ہے۱؎ تو جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کا سلام اور میرا سلام فرمائیں اور انہیں جنت کے اس گھر کی بشارت دے دیں جو ایک موتی کا ہے نہ اس میں شور ہے نہ کوئی تکلیف۲؎ (مسلم، بخاری)

۱؎ یہ واقعہ حضور انور کے غارِ حرا میں تشریف فرما ہونے کا ہے ایک بار حضرت خدیجہ حضور کے لیے کھانا لے کر وہاں حاضر ہوئیں تب حضرت جبریل نے یہ خبر دی۔(مرقات)ہوسکتا ہے کہ ظہور نبوت کے بعد حضور انور نے غارِ حرا میں قیام فرمایا ہو تب یہ واقعہ ہوا پہلی بار میں تو صرف **اقرأ** وہاں نازل ہوئی۔
۲؎ یعنی خدیجہ کے لیے جنت میں خاص مکان تیار کیا گیا ہے۔

6186 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا رَأَيْتُهَا وَلَكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صدائق خَدِيجَة فَيَقُول: «إِنَّهَا كَانَت وَكَانَت وَكَانَ لِي مِنْهَا وُلْدٌ» .	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک میں سے کسی پر اتنی غیرت نہ کی جتنی جناب خدیجہ پر غیرت کی۱؎ حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہ تھا۲؎ لیکن حضور ان کا بہت ذکر کرتے تھے بہت دفعہ بکری ذبح کرتے پھر اس کے اعضاء کاٹتے پھر وہ جناب خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیج دیتے تھے۳؎ تو میں کبھی حضور سے کہہ دیتی کہ گویا خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہ تھی۴؎ تو آپ فرماتے وہ ایسی تھیں وہ ایسی تھیں اور ان سے میری اولاد ہوئی۵؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ **غرت** بنا ہے غیرت سے یہاں غیرت بمعنی شرم و حیا بمعنی حسد نہیں بلکہ بمعنی رشک یا غبطہ ہے،دینی امور میں رشک جائز ہے۔جناب عائشہ صدیقہ نے حضرت خدیجہ کی محبوبیت دیکھ کر رشک فرمایا کہ میں بھی ان کی طرح حضور انور کی محبوبہ ہوتی کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میری وفات کے بعد اسی طرح تعریفیں فرماتے جیسی ان کی فرماتے ہیں۔خیال رہے کہ جناب عائشہ صدیقہ حضور کی بڑی ہی محبوبہ زوجہ ہیں،آپ کی محبوبیت بی بی خدیجہ کی محبوبیت سے کسی طرح کم نہیں،رشک اس بات میں ہے جو ہم نے عرض کی بعد وفات محبت مصطفٰی کا جوش۔

۲؎ یعنی جناب خدیجہ میرے نکاح میں آنے بلکہ میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی وفات پاچکی تھیں۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی موجودگی میں کسی بی بی سے نکاح نہیں کیا سارے نکاح ان کی وفات کے بعد کیے،حضور کی ساری اولاد بی بی خدیجہ سے ہے سواء جناب ابراہیم کے حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور کو کنواری ملیں اور جناب خدیجۃ کو حضور انور کنوارے ملے آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں۔شعر

سیما پہلی ماں کہف امن و امان   حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام

۳؎ یعنی اکثر حضور انور حضرت خدیجہ کی طرف سے بکری ذبح فرماتے انہیں ثواب پہنچانے کے لیے اس کا گوشت ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے۔اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔دوسرے یہ کہ میت کو صدقہ و خیرات کا ثواب بخشنا سنت ہے۔تیسرے یہ کہ میت کے نام کا کھانا اس کے پیاروں دوستوں کو دینا بہتر ہے،اس سے میت کو دہری خوشی ہوتی ہے ایک ثواب پہنچنے کی دوسرے اس کے دوستوں پیاروں کی امداد ہونے کی۔بعض لوگ گیارہویں کا کھانا سیدوں کو،مزارات کے چڑھاوے وہاں کے مجاوروں کو دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے کہ مجاورین اور اولاد میت کو پیارے ہوتے ہیں۔چوتھے یہ کہ میت کو دنیا کے حالات کی خبر رہتی ہے تب ہی تو وہ اپنے پیاروں پر صدقہ کرنے سے خوش ہوتی ہے۔

۴؎ یعنی جب میں حضور انور کی زبان پاک سے ان کی بہت تعریف سنتی تو جوش غیرت میں عرض کرتی کہ یارسول اللہ حضور تو ان کی ایسی تعریفیں کرتے ہیں کہ گویا ان کے سوا کوئی بیوی آپ کو ملی ہی نہیں یا ان کے سواء دنیا میں کوئی بی بی ہے ہی نہیں۔

۵؎ یہاں **کانت و کانت** میں جناب خدیجہ کے بہت سے صفات کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ بہت روزہ دار،تہجد گزار،میری بڑی خدمت گزار،میری تنہائی کی مونس،میری غمگسار،غار حراء کے چلّے میں میری مددگار تھیں اور میری ساری اولاد انہیں سے ہے،وہ جناب فاطمہ زہرہ کی ماں ہیں قیامت تک کے سیدوں کی نانی رضی اللہ عنہا۔خیال رہے کہ ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد ابن اسد قرشیہ ہیں،پہلے ابن ہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں،پھر عتیق ابن عابد کے نکاح میں رہیں،پھر چالیس سال کی عمر شریف میں حضور کے نکاح میں آئیں،ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظّمہ میں وفات پائی،۶۵ پینسٹھ سال عمر شریف پائی،حضور کے ساتھ پچیس سال رہیں۔(اکمال،مرقات)

6187 -[4] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن أبي سَلمَة أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«يَا عَائِشُ هَذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ». قَالَتْ:وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ. قَالَتْ: وَهُوَ يَرَى مَا لَا أَرَى	روایت حضرت ابوسلمہ سے کہ۱؎ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ حضرت جبریل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں۲؎ انہوں نے جواب دیا کہ ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور بولیں حضور وہ دیکھتے تھے جو میں نہ دیکھتی تھی۳؎(مسلم،بخاری)

۱؎ ابو سلمہ دو ہیں: ایک تو جناب ام سلمہ کے پہلے خاوند وہ صحابی ہیں،دوسرے ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف یہ تابعی ہیں یہ ہی یہاں مراد ہیں۔

۲؎ عائش ترخیم ہے عائشہ کی،نہایت محبت و پیار میں یہ فرمایا گیا۔اس حدیث کی بناء پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ جناب عائشہ صدیقہ سے افضل ہیں کہ جناب عائشہ کو تو جبریل امین نے سلام کیا اور جناب خدیجہ کو حضرت جبریل نے رب تعالٰی کا سلام پہنچایا۔(مرقات،لمعات)

۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھتے تھے اور باوجودیکہ حضرت جبریل میرے گھر میں بلکہ میرے بستر میں میرے پاس ہی حضور انور کی خدمت میں آتے تھے مگر میں انہیں نہ دیکھتی تھی،نور کو دیکھنے کے لیے نور کی آنکھیں چاہئیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو اگرچہ یہ کہنا افضل ہے کہ علیك و علیه السلام مگر یہ کہنا بھی درست ہے و علیه السلام۔

6188 -[5] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم: "أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَجِيءُ بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي: هَذِهِ امْرَأَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ. فَقُلْتُ: إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يُمْضِهِ ".	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے تین رات خواب میں دکھائی گئیں تھیں تمہیں فرشتہ ریشمی ٹکڑے میں لاتا تھا مجھ سے کہتا تھا کہ یہ تمہاری بیوی ہیں۱؎ میں نے تمہارے رخ سے کپڑا ہٹایا تو تم تھیں،میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اسے جاری(پورا)فرمادے گا۲؎(مسلم،بخاری)

۱؎ کبھی تو خواب میں حضور پر جناب عائشہ صدیقہ ریشمی ٹکڑے میں پیش کی جاتی تھیں،کبھی جبریل کی ہتھیلی پر آپ کی صورت نقش کی جاتی تھی ان دونوں واقعوں کا ذکر احادیث میں ہے یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالٰی کی طرف سے آپ کی زوجیت کے لیے منتخب ہیں یہ آپ کے لیے رب تعالٰی کا تحفہ ہیں سمجھ لو کہ رب کا تحفہ کس شان کا ہوگا رضی اللہ عنہا۔

۲؎ خیال رہے کہ یہاں ان ایک شک کے لیے نہیں جیسے بادشاہ کہے کہ اگر میں بادشاہ ہوں تو تجھ کو یہ انعام دوں گا،چونکہ یہ خواب رب تعالٰی کی طرف سے ہے لہذا ہو کے رہے گی۔خیال رہے کہ نبی کی خواب وحی ہوتی ہے خواہ ظہور نبوت کے بعد ہو یا پہلے،دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کی سجدہ والی خواب آپ کی نبوت سے پہلے تھی مگر وحی منامی تھی۔خیال رہے کہ حضور انور نے جناب عائشہ صدیقہ سے دسویں سال نبوت نکاح کیا،ماہ شوال میں ہجرت سے دو سال پہلے ۲ھ ہجری میں رخصت ہوئی، قریبًا نو سال حضور کے نکاح میں رہیں،اٹھارہ سال کی عمر شریف تھی کہ حضور کا وصال ہوگیا،۵۷ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی،دسویں رمضان منگل کی شب وفات ہوئی،بقیع شریف میں دفن ہوئیں،حضرت ابوہریرہ نے آپ پر نماز پڑھائی،اس وقت مروان مدینہ کا حاکم تھا امیر معاویہ کا دور سلطنت تھا،رات میں دفن ہوئیں۔(مرقات)

6189 -[6] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْهَا قَالَتْ: إِنَّ النَّاسَ كَانُوا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُونَ بِذَلِكَ مَرْضَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَتْ: إِنَّ نِسَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ: فَحِزْبٌ فِيهِ عَائِشَةُ	روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے تحفوں ہدیوں کے لیے جناب عائشہ کا دن تلاش کرتے تھے اس سے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی چاہتے تھے۱؎ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں دو گروہ تھیں۲؎ ایک گروہ وہ جس میں جناب عائشہ اور حفصہ۳؎ اور صفیہ۴؎ اور سودہ تھیں

وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْآخَرُ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُولُ:مَنْ أَرَادَ أَنْ يُهْدِيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيُهْدِهِ إِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ. فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا: «لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ». قَالَتْ: أَتُوب إِلَى الله من ذَاك يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ فَأَرْسَلْنَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ:«يَا بُنَيَّةُ أَلَا تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ؟» قَالَتْ: بَلَى.قَالَ:«فَأَحِبِّي هَذِهِ».وَذَكَرَ حَدِيثُ أَنَسٍ«فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ» فِي بَابِ «بَدْءِ الْخَلْقِ»بِرِوَايَةِ أَبِي مُوسَى	۵؎اور دوسری جماعت میں ام سلمہ۶؎اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی باقی بیویاں۷؎ تو ام سلمہ کے گروہ نے گفتگو کی ان سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرو کہ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ بھیجنا چاہے تو آپ کو ہدیہ بھیج دیا کرے حضور جہاں بھی ہوں۸؎ چنانچہ ام سلمہ نے حضور سے عرض کیا حضور نے ان سے فرمایا کہ مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو کیونکہ سواء عائشہ کے کوئی بیوی نہیں جن کے بستر میں ہوں اور وحی آئے۹؎ ام سلمہ نے کہا یارسول اللہ میں آپ کی ایذا رسانی سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۱۰؎ پھر تمام بیویوں نے جناب فاطمہ کو بلایا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۱۱؎ انہوں نے حضور سے عرض کیا تو فرمایا اے بچی جس سے میں محبت کرتا ہوں تم ان سے محبت نہیں کرتیں بولیں ہاں فرمایا تو ان سے محبت کرو۱۲؎ (مسلم،بخاری)اور حضرت انس کی حدیث کہ عائشہ کی بزرگی ساری عورتوں پر الخ باب بدء الخلق میں ذکر کردی گئی۱۳؎

۱؎ لوگ جانتے تھے کہ حضور کو جناب عائشہ صدیقہ سے بہت محبت ہے ان کے ذریعہ سے جو تحفہ ہمارا حضور تک پہنچے گا وہ حضور کی بارگاہ میں زیادہ قبول ہوگا۔اب بھی مسلمانوں کو چاہیے کہ جو ایصال ثواب حضور کی بارگاہ میں حاضر کریں حضرت عائشہ صدیقہ کا واسطہ ضرور اختیار کریں ان کا نام ضرور لیا کریں۔

۲؎ یعنی حضور انور کی بیویاں اس وقت نو تھیں مگر ان کی دو جماعتیں بنی ہوئیں تھیں ایک جماعت میں چار دوسری میں پانچ کیونکہ ہر بی بی اپنی متفق الخیال بی بی سے وابستہ تھیں۔

۳؎ جناب عائشہ صدیقہ کے حالات ہم بیان کرچکے ہیں۔بی بی حفصہ جناب عمر فاروق کی دختر ہیں،آپ کی والدہ زینب بنت مظعون ہیں،پہلے جیش ابن وفافہ کے نکاح میں تھیں وہ غزوہ بدر کے بعد وفات پاگئے، ۳ھ میں حضور انور کے نکاح میں آئیں،آپ کی وفات شعبان ۴۵ھ پینتالیس میں ہوئی،ساٹھ سال عمر پائی،بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ایک طلاق آپ کو دے دی تھی پھر رجوع فرمالیا۔(مرقات)

۴؎ آپ صفیہ بنت حیی ابن اخطب ہیں،آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں،پہلے کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں وہ محرم ۷ھ میں غزوہ خیبر میں مارا گیا آپ قید ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں پہلے دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں،پھر حضور انور نے انہیں قبول فرمایا، ۵۰ھ پچاس میں آپ کی وفات ہوئی،بقیع میں دفن ہوئیں۔(مرقات)

۵؎ آپ سودہ بنت زمعہ ہیں پہلے اپنے چچازاد سکوان ابن عمرو کے نکاح میں تھیں،ان کی وفات کے بعد حضور انور کے نکاح میں آئیں،بی بی خدیجہ کے بعد ان سے حضور نے نکاح کیا ہجرت سے پہلے ہی اور آپ نے اپنی باری آخر میں جناب عائشہ صدیقہ کو ہبہ کردی تھی، ۵۴ھ چون میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۶؎ آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے،کنیت ام سلمہ،پہلے ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں ۴ھ چار یا تین میں ان کی وفات کے بعد حضور کے نکاح میں آئیں، ۵۹ھ انسٹھ میں وفات پائی،چوراسی سال عمر ہوئی،بقیع میں دفن ہوئیں۔

۷؎ باقی بیویاں حضرت زینب،ام حبیبہ،جویریہ اور میمونہ ہیں گویا پانچ ازواج کی جماعت یہ تھیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔بی بی زینب کا پہلا نام برہ تھاحضور نےزینب رکھا،آپ بنت جحش ہیں،آپ کی ماں امیّہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور کی پھوپھی،آپ پہلے زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں،ان کی طلاق کے بعد ۵ھ میں حضور کے نکاح میں آئیں،حضور انور کے بعد تمام بیویوں سے پہلے آپ کا انتقال ہوا،بڑی سخی خوف خدا والی تھیں، ۲۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی،ترپین سال عمر شریف ہوئی،بقیع میں دفن ہوئیں۔ ام حبیبہ کا نام رملہ تھا،آپ ابو سفیان ابن صخر ابن حرب کی بیٹی ہیں،آپ کی والدہ صفیہ بنت ابوالعاص ہیں یعنی عثمان غنی کی پھوپھی،نجاشی بادشاہ نے آپ کا نکاح حضور سے کیا غائبانہ کہ آپ حبشہ میں تھیں حضور انور مدینہ منورہ میں نکاح ہوگیا،خود نجاشی نے چار سو دینار یا بارہ ہزار درہم مہر دیا۔حضور انور نے شرحبیل ابن حسنہ کے ذریعہ انہیں حبشہ سے مدینہ منورہ بلایا،بی بی جویریہ بنت حارث ابن خرام غزوہ مریسیع یعنی غزوہ بنی مصطلق ۵ھ پانچ میں قید ہوکر آئیں،حضرت ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں،انہوں نے آپ کو مکاتبہ کردیا انکی کتابت حضور نے ادا کی پھر آزاد کرکے نکاح میں لے لیا،آپ کا نام بھی برہ تھا جو حضور نے بدل کر جویریہ رکھا،ربیع الاول ۵۶ھ چھپن میں وفات ہوئی، ۶۵ھ پینسٹھ سال عمر ہوئی۔بی بی میمونہ بنت حارث بلالیہ عامریہ آپ کا نام بھی برہ تھا،حضور نے میمونہ رکھا آپ پہلے مسعود ابن عمرو ثقفی کے نکاح میں تھیں،آپ ان سے الگ ہوکر ابو درہم کے نکاح میں آئیں،ان کی وفات کے بعد حضور انور کے نکاح میں آئیں ذی قعدہ ۷ھ عمرہ قضاء میں مقام سرف میں آپ سے حضور نے نکاح کیا وہاں ہی زفاف ہوااور وہاں ہی آپ کی وفات و قبر واقع ہوئی،جس جگہ زفاف ہوا وہاں ہی قبر بنی۔ سرف مکہ معظّمہ سے دس میل ہے،آپ حضرت عباس کی سالی عبداللہ ابن عباس کی خالہ ہیں اسماء بنت عمیس کی بہن ہیں۔(مرقات)

۸؎ یعنی ام سلمہ کے گروہ نے حصرت ام سلمہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور کی خدمت میں بھیجا کہ حضور انور لوگوں سے علانیہ فرمادیں کہ جو بھی کوئی ہدیہ بھیجنا چاہے وہ بھیج دیا کرے حضور جہاں بھی ہوں حضرت عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کرے۔

۹؎ یعنی ہمارے صحابہ کا رجحان قلبی جناب عائشہ کی طرف اتفاقی نہیں بلکہ من جانب اللہ ہے،اللہ کی وحی بھی صرف انہیں کے بستر میں آتی ہے تم میں سے کسی کے بستر میں نہیں آتی،جب ربانی تحفہ انہی کے بستر میں آتا ہے تو اگر مخلوق کا تحفہ انہی کے گھر میں آئے تو کیا بعید۔چنانچہ آیت "اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ" حضرت عائشہ کے بستر میں آئی۔(مرقات)ہم نے عرض کیا ہے۔شعر

ان کے بستر میں وحی آئے رسول اللہ پر اور سلام خادمانہ بھی کریں روح الامین

۱۰؎ یہ ہے حضرت ام سلمہ کا ایمان آپ سمجھیں کہ حضرت عائشہ کی ایذا حضور انور کی ایذا ہے اور حضور کی ایذا رب تعالٰی کی ایذا ہے،یہ کفر یا کفر کا باعث ہے۔

۱۱؎ وہ بیویاں یہ سمجھیں کہ شاید ام سلمہ کے کہنے سے حضور انور کو ایذا ہوتی ہو جناب فاطمہ کے عرض کرنے سے ایذا نہ ہو گی لہٰذا یہ اعتراض نہیں کہ ازواج مطہرات نے حضور کی ایذا کیوں گوارا کی۔

۱۲؎ یعنی اے فاطمہ تم عائشہ صدیقہ سے محبت و الفت کرو اور کوئی بات ایسی نہ کرو جو انہیں تکلیف دے کیونکہ انکی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوگی۔اس سے معلوم ہوا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے محبت حضور انور سے محبت ہے،ان سرکار سے عداوت حضور سے عداوت ہے،ان سرکار کی تکلیف حضور کی تکلیف ہے۔

۱۳؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں مذکور تھی ہم نے اس باب میں بیان کردی اور مرآت میں وہاں ہی یہ عرض کردیا گیا کہ ثرید یعنی روٹی شوربا بوٹیاں ایک جان کی ہوئی بہترین غذا ساری غذاؤں سے افضل کہ وہ زود ہضم،نہایت ہی مقوی،بہت مزے دار،چبانے سے بے نیاز،بہت صفات کی جامع غذا ہے ایسے ہی حضرت عائشہ صورت سیرت،علم عمل،فصاحت فطانت،ذکاوت،عقل،حضور کی محبوبیت وغیرہ ہزارہا صفات کی جامع ہیں۔حق یہ ہیں کہ آپ ساری عورتوں حتی کہ خدیجۃ الکبریٰ سے بھی افضل ہیں،آپ بہت احادیث کی جامع علوم قرآنیہ کی ماہر بی بی ہیں رضی اللہ عنہا۔(مرقات)

الفصل الثانی

دوسری فصل

[7]- 6190	
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ محمَّد وآسية امْرَأَة فِرْعَوْن» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے جہان والی عورتوں میں جناب مریم بنت عمران،خدیجہ بنت خویلد،فاطمہ بنت محمد اور آسیہ فرعون کی بیوی کافی ہیں ۱؎ (ترمذی)

۱؎ یعنی مرد تو بہت کامل ہوئے مگر عورتوں میں یہ چار بیبیاں بہت کامل ہوئیں،دوسری روایت میں اس کے بعد یہ ہے **وفضل عائشه علی سائر النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام**۔خیال رہے کہ حضرت عائشہ و خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تین قول ہیں:ایک یہ کہ جناب عائشہ بی بی خدیجہ سے افضل ہیں،دوسرے اس کے برعکس،تیسرے اس میں خاموشی اس میں احتیاط ہے۔امام سیوطی نے نقایہ میں فرمایا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جناب مریم و فاطمہ تمام عورتوں سے افضل ہیں اور تمام ازواج مطہرات میں عائشہ و خدیجہ افضل ہیں ہم نے جناب فاطمہ زہرا کے شان میں عرض کیا ہے۔شعر

نبی کی لاڈلی بانو ولی کی ماں شہیدوں کی | یہاں جلوہ نبوت کا ولایت کا شہادت

[8]- 6191	
وَعَن عَائِشَةَ أَن جِبْرِيل جَاءَ بِصُورَتِهَا فِي خِرْقَةِ حَرِيرٍ خَضْرَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «هَذِهِ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ جناب جبریل ان کی صورت سبز ریشمی ٹکڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے عرض کیا یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہیں ۱؎ (ترمذی)

۱؎ یہ مضمون پہلے گزر چکا ہے۔خیال رہے کہ جناب عائشہ صدیقہ کے فضائل ریت کے ذروں،آسمان کے تاروں کی طرح بیشمار ہیں،آپ رب تعالٰی کا تحفہ ہیں جو حضور انور کو عطا ہوئیں،آپ کی عصمت و عفت کی گواہی خود رب تعالٰی نے قرآن مجید میں سورۂ نور میں دی حالانکہ جناب مریم اور یوسف علیہ السلام کی عصمت کی گواہی بچے سے دلوائی گئی۔

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیق آرام جان نبی اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

امت کو تیمّم کی آسانی آپ کے صدقہ سے ملی،حضور کا وصال آپ کے سینہ پر ہوا،حضور کی آخری آرام گاہ آپ کا حجرہ ہے،آپ کا لعاب حضور کے ساتھ وصال کی وقت جمع ہوا،آپ کے بستر میں وحی آتی تھی،آپ خود صدیقہ ہیں اور صدیق کی بیٹی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

[9]- 6192	
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: بَلَغَ صَفِيَّةَ أَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ: بِنْتُ يَهُودِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ:«مَا يُبْكِيكِ؟» فَقَالَتْ: قَالَتْ لِي حَفْصَةُ: إِنِّي ابْنَةُ يَهُودِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم: «إِنَّكِ ابْنة نَبِيٍّ وَإِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَإِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ؟»ثُمَّ قَالَ:«اتَّقِي اللَّهَ يَا حَفْصَةُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جناب صفیہ کو خبر پہنچی کہ حضرت حفصہ نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا۱؎ تو وہ روئیں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ وہ رو رہی تھیں فرمایا کیوں روتی ہو آپ بولیں کہ مجھے بی بی حفصہ نے کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نبی کی بیٹی ہو۲؎ تمہارے چچا نبی ہیں اور تم نبی کی بیوی ہو تو تم پر حفصہ کیسے فخر کرتی ہیں۳؎ پھر فرمایا اے حفصہ اللہ سے ڈرو۴؎(ترمذی،نسائی)

۱؎ کیونکہ بی بی صفیہ حیی ابن اخطب یہودی کی بیٹی تھیں،جناب حفصہ نے بطور طعن یہ کہا اس لیے جناب صفیہ روئیں۔

۲؎ کیونکہ حیی ابن اخطب حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں تھے اور بی بی صفیہ ان کی بیٹی۔خیال رہے کہ حیی ابن اخطب کو اولاد نبی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ کفر کیوجہ سے انہوں نے اپنا رشتہ نبی سے توڑ دیا،چونکہ بی بی صفیہ مؤمنہ ہیں لہذا نبی کی اولاد سے ہیں،کفر مؤمن سے رشتہ توڑ دیتا ہے"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ"کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نہ رہا"اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ"۔

۳؎ یعنی اے صفیہ تم کو تین عظمتیں حاصل ہیں:تم ایک نبی حضرت ہارون کی بیٹی ہو،حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھتیجی ہو اور میری بیوی ہو تم کو تین نبیوں سے نسبت حاصل ہے۔خیال رہے کہ حضرت حفصہ بنت عمر کو بھی یہ نسبتیں حاصل ہیں آپ حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہیں،حضرت اسحاق علیہ السلام کی بھتیجی ہیں اور حضور کی زوجہ ہیں لہذا مطلب یہ ہے کہ حفصہ تم سے افضل نہیں بلکہ برابر ہیں۔(مرقات)

۴؎ یعنی اے حفصہ طعنے غیبت ایذا رسانی تمہاری شان سے بعید ہے۔گزشتہ سے توبہ کرو آئندہ اس سے بچی رہو یہ باتیں جاہلیت کی عادات سے ہیں۔

[10]- 6193	
وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فتح مکہ کے سال جناب فاطمہ کو بلایا۱؎ ان سے کچھ

دَعَا فَاطِمَةَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضَحِكِهَا. قَالَتْ: أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَمُوتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	سرگوشی کی آپ روئیں پھر ان سے کچھ بات کی تو آپ ہنسیں۲ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے ان کے رونے اور ان کے ہنسنے کے متعلق پوچھا تو بولیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ وفات پاجائیں گے۳ تو میں روئی پھر مجھے خبر دی کہ میں سوا مریم بنت عمران کے جنتی عورتوں کی سردار ہوں۴ تو میں ہنسی۵ (ترمذی)

۱؎ یہ راوی کا وہم ہے،یہ واقعہ فتح مکہ کے سال نہیں ہوا بلکہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے سال ہوا ہے حضور کی وفات شریف کے قریب جیساکہ پہلے گزر چکا۔(مرقات)

۲؎ پہلے گزر چکا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے اس رونے اور ہنسنے کی وجہ پوچھی تو جناب فاطمہ نے بتانے سے انکار کردیا پھر حضور کی وفات کے بعد ام المؤمنین نے وہ ہی سوال فرمایا تب آپ نے بتادیا۔

۳؎ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اب قریب ہے یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔

۴؎ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اے فاطمہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ کو ملوگی یہ دونوں باتیں حضور نے فرمائیں،یہ کلام مبارک بھی اور وہ بھی لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

۵؎ یہ حدیث ازواج مطہرات کے فضائل میں اس لیے لائی گئی کہ اس میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا ذکر ہے اور بی بی مریم بھی حضور کی زوجہ ہیں جنت میں۔(مرقات و اشعہ)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ جناب مریم سے افضل نہیں بلکہ ان کے برابر میں یہ ذکر ہے افضیلت کا،رہی محبوبیت وہ ظاہر ہے کہ جناب فاطمہ کو زیادہ عطا ہوئی۔ڈاکٹر اقبال نے خوب کہا شعر

مریم ازیک نسبت عیسیٰ عزیز — ازسہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمۃ للعالمین — آن امام الاولین و آخرین
بانوئے آں تاجدار ھل اتی — مرتضٰی مشکل کشا شیر خدا
مادر آں مرکز پر کار عشق — مادر آں قافلہ سالار عشق
رشتہ آئیں حق زنجیر پاست — پاس فرمان جناب مصطفٰی است
ورنہ گرد تر تبش گردیدمے — سجدہا برخاک دے پاشیدمے

الفصل الثالث

تیسری فصل

[11]- 6194 عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: مَا أُشْكِلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا	روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حدیث مشکل نہ ہوئی کبھی بھی پھر ہم نے جناب عائشہ سے پوچھا مگر ہم نے ان کے

عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيب	پاس ان کا علم پایا ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

۱؎ یعنی اصحاب رسول اللہ کو کسی مسئلہ میں کوئی اشکال ہوتا اور وہ مشکل کہیں حل نہ ہوتی تو جناب عائشہ صدیقہ کے پاس حاضر ہوتے ان کے پاس یا تو اس کے متعلق حدیث مل جاتی یا کسی حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط مل جاتا۔از آدم تا ایں دم کوئی بی بی ایسی عالمہ فقیہہ پیدا نہ ہوئیں جیسی جناب عائشہ رضی اللہ عنہا ہوئیں،آپ علوم قرآنیہ علوم حدیث کی جامع تھیں،بڑی محدثہ بڑی فقیہہ۔صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں کسی نے عرض کیا کہ اے ام المؤمنین قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حج و عمرہ میں صفا و مروہ کی سعی واجب نہیں صرف جائز ہے کیونکہ رب نے فرمایا: "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا" کہ ان کے سعی میں گناہ نہیں،آپ نے جواب دیا اگر یہ سعی واجب نہ ہوتی تو یوں ارشاد ہوتا "لا جناح علیہ ان لایطوف بھما۔ دیکھو اس ایک جواب میں اصول فقہ کا کتنا دقیق مسئلہ حل فرمادیا کہ واجب کی پہچان یہ ہے کہ اس کے کرنے میں ثواب نہ کرنے میں گناہ،جائز کی پہچان یہ ہے کہ اس کے نہ کرنے میں گناہ نہ ہو،یہاں آیت میں پہلی بات فرمائی گئی ہے۔

[12]- 6195 وَعَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت موسیٰ ابن طلحہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے زیادہ کسی کو فصیح و بلیغ نہ دیکھا ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی غریب بھی۔

۱؎ حضرت عائشہ صدیقہ علاوہ قرآن و حدیث و فقہ کے عالم ہونے کے بڑی شاعرہ،علم و انساب میں بڑی کامل،فصاحت و بلاغت میں بے مثال عالمہ تھیں کیوں نہ ہوتیں کہ محبوبہ محبوب رب العالمین تھیں،حضرت ابوبکر صدیق کی لخت جگر نور نظر تھیں،ہم سب کی باعث ناز قابل فخر ام محترمہ جن کے گیت قرآن گاتا ہے۔خیال رہے کہ موسیٰ ابن طلحہ تابعی ہیں،آپ نے بہت صحابہ سے ملاقات کی ہے،۱۰۴ھ ایک سو چار میں وفات پائی۔

باب جامع المناقب

منقبتوں کا مجموعہ[1]

الفصل الاول

پہلی فصل

[1] پچھلے بابوں میں صحابہ یا خاص صحابہ کرام کی خاص جماعتوں کے فضائل کا ذکر تھا اس باب میں بغیر تقرر متفرق صحابہ و اہل بیت کے فضائل کا ذکر ہوگا اس لیے اسے جامع المناقب فرمایا۔

6196 -[1] (مُتَّفق عَلَيْهِ) عَن عبد الله بن عمر قَالَ: رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ فِي يَدِي سراقَة مِنْ حَرِيرٍ لَا أَهْوِي بِهَا إِلَى مَكَانٍ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ بِي إِلَيْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «إِنَّ أَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ أَوْ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَجُلٌ صَالِحٌ».	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے[1] فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے میں اس کے ساتھ جنت میں جس جگہ جانا چاہتا ہوں وہ مجھے وہاں ہی لے کر اڑ جاتا ہے[2] میں نے یہ خواب بی بی حفصہ سے کہی جناب حفصہ نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم پر پیش فرمائی[3] تو فرمایا کہ تمہارے بھائی نیک آدمی ہیں یا عبداللہ نیک آدمی ہیں[4] (مسلم،بخاری)

[1] آپ عبداللہ ابن عمر ابن خطاب قرشی عدوی ہیں،بچپن میں اپنے والد ماجد کے ساتھ ایمان لائے،اول درجہ کے متبع سنت تھے، آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلام آزاد کیے،آپ ہمیشہ عملاً حجاج ابن یوسف کی مخالفت کرتے تھے،حجاج نے کسی کے ذریعہ آپ کے پاؤں میں زہریلا برچھا چبھوادیا اس سے آپ کی وفات ہوئی،آپ کی ولادت حضور پر وحی کی ابتداء ہونے سے ایک سال پہلے ہوئی،وفات تہتّر میں ہوئی،حضرت زبیر کی شہادت سے تین ماہ بعد چوراسی سال عمر ہوئی،مقام ذی طویٰ میں دفن کیے گئے رضی اللہ عنہ،خندق کے بعد سارے غزوات میں شریک ہوئے۔

[2] یعنی میرے ہاتھ میں ریشمی رومال ہے جو پیروں کا کام دیتا ہے جہاں جانا چاہتا ہوں وہاں اڑائے جاتا ہے اور میں جنت میں ہوں رومال سفید ریشم کا ہے جیساکہ بعض روایات میں ہے۔(مرقات)

[3] یعنی حضور انور کی ہیبت کی وجہ سے میں نے یہ خواب براہ راست سرکار سے عرض نہ کی بلکہ اپنی ہمشیرہ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔

[4] یعنی حضرت عبداللہ نے جو ریشمی رومال دیکھا ہے وہ ان کے نیک اعمال ہیں،اس کی سفیدی وہ ان کا اخلاص ہے،اس کی صفائی یہ ان کے دل کی صفائی سے لہذا عبداللہ بڑے نیک صالح مخلص دیندار ہیں۔خیال رہے کہ جیسے نبی کی خواب وحی ہوتی ہے ویسے ہی نبی کی تعبیر بھی وحی ہوتی ہے لہذا حضرت عبداللہ ابن عمر کا مؤمن صالح متقی ہونا وحی الٰہی سے ثابت ہوا،یوسف علیہ السلام نے ان قیدیوں سے فرمایا تھا"قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیۡ فِیۡہِ تَسْتَفْتِیٰنِ"تم نے خواب دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو جو میں نے تعبیر دے دی اس کا فیصلہ ہوگیا۔معلوم ہوا کہ تعبیر نبی رب کی وحی ہوتی ہے۔

6197 -[2]	روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

وَعَن حذيفةَ قَالَ: إِنَّ أَشْبَهَ النَّاسِ دَلًّا وَسَمْتًا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَابْنُ أم عبدٍ مِنْ حِينِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى أَنْ يرجع إِلَيْهِ لَا تَدْرِي مَا يصنع أَهله إِذا خلا. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	اللہ علیہ وسلم سے تمام لوگوں میں حضور سے زیادہ مشابہہ طریقہ میں سیرت میں اور ہدایت میں ام عبد کے بیٹے ہی ہیں۱ جب سے وہ اپنے گھر سے نکلتے ہیں وہاں لوٹنے تک ہم کو یہ خبر نہیں کہ وہ اپنے گھر میں جب اکیلے ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں۲(بخاری)

۱ ابن ام عبد حضرت عبداللہ ابن مسعود کی کنیت ہے،آپ کی ماں کی کنیت ام عبد ہے،کبھی کسی کو ماں کی طرف بھی نسبت کر دیتے ہیں جیسے عبداللہ ابن ام مکتوم۔

۲ یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود جب تک باہر ہوں اور ہم ان کو دیکھتے ہیں تب تک تو ان کی ہر ادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ ہوتی ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اندرون خانہ ان کے حالات کیسے ہوتے ہیں یہ بدگمانی نہیں بلکہ تعریف میں احتیاط ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

6198 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِينًا مَا نَرَى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نُرَى مِنْ دُخُولِهِ وَدُخُولِ أُمِّهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.	روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی یمن سے آئے ہم بہت عرصہ ٹھہرے۱ ہم یہ ہی سمجھتے رہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں ہیں۲ کیونکہ ہم ان کا اور ان کی والدہ کا بہت ہی آنا جانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھتے تھے۳(مسلم،بخاری)

۱ یعنی ہم دونوں بھائی یمن کے رہنے والے تھے وہاں سے مدینہ منورہ آئے،مسلمان ہوئے عرصہ تک مدینہ میں رہے اور یہ سمجھتے رہے۔

۲ حضرت عبداللہ ابن مسعود مشہور صحابی ہیں،قدیم الاسلام ہیں،حضرت عمر سے پہلے ایمان لائے جب حضور دار ارقم میں جلوہ افروز نہیں ہوئے تھے،آپ چھٹے مسلمان ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک،وضو کا لوٹا،نعلین شریف آپ ہی کے ہاتھ رہتی تھی خصوصًا سفر میں،آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی جنگ بدر اور تمام غزوات میں شرکت کی،حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی،آپ گندمی رنگ درمیانہ قد عہد فاروقی میں کوفہ کے حاکم اور خزانچی بھی رہے،۳۲ھ میں وفات پائی،بقیع شریف میں دفن ہوئے،ساٹھ سال سے زیادہ عمر ہوئی،خلفاء راشدین کے بعد سب سے بڑے فقیہ صحابی ہیں،امام اعظم ابو حنیفہ انہی کے متبع ہیں۔

۳ یعنی آپ اور آپ کی والدہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں اس قدر آتے جاتے تھے بغیر روک ٹوک اور بغیر اجازت طلب کیے کہ ہم سمجھے کہ آپ بھی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔حضور انور نے آپ سے فرما دیا تھا کہ تم کو ہمارے گھر میں آنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں بے اجازت بے روک ٹوک آجایا کرو،ہاں اگر ہم تم کو اشارۃً کسی وقت کھنکار کر یا کسی اور طریقہ سے منع کردیا کریں تو رک جایا کرو۔

6199 -[4] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"استقرؤوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ:مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْب ومعاذ بن جبل ".	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید چار شخصوں سے سیکھو۱ عبداللہ ابن مسعود ۲ ابو حذیفہ کے مولیٰ سالم ۳ ابی ابن کعب اور معاذ ابن جبل ۴ (مسلم،بخاری)

۱ یعنی قرآن مجید کی تلاوت اس کے مضامین اس کے احکام اس کے اسرار ان صحابی سے خصوصیت کے ساتھ سیکھو۔خیال رہے کہ یہ چار صحابہ قرآن سکھانے والے ہیں اور حضرت خلفاء راشدین قرآن چلانے والے،اسے جاری کرنے والے ہیں لہذا اس فرمان کا یہ مقصد نہیں کہ ان حضرات سے علوم قرآنیہ حاصل نہیں ہوئے ہر ایک کی ڈیوٹی علیحدہ ہے۔بعض روایات میں ہے کہ یہ چار حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے،انہوں نے براہ راست قرآن حضور انور سے سیکھا اور یاد کیا۔

۲ آپ قرآن مجید کے بڑے عالم فقیہ ہیں حتی کہ امام اعظم اکثر احکام میں آپ کی اتباع کرتے ہیں رضی اللہ عنہما۔

۳ جناب سالم اصطخر یعنی ملک فارس کے تھے،آپ مہاجرین اولین کی امامت کرتے تھے یعنی حضور کی تشریف آوری سے پہلے حالانکہ ان میں حضرت عمر موجود تھے اور ابو حذیفہ کا نام ہشام ہے،آپ عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدالشمس ہیں،حضور انور کے دار رقم میں تشریف لانے سے پہلے ایمان لائے۔

۴ ابی ابن کعب سید القراء ہیں کاتب وحی ہیں،حضرت عمر آپ کو سید المسلمین کہتے تھے،معاذ ابن جبل کے فضائل تو بے حدوبیشار ہیں،حضور انور نے انہیں یمن کا حاکم بناکر بھیجا تھا۔(اشعۃ اللمعات)

[5]- 6200 وَعَن علقمةَ قَالَ: قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ: اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَأَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ فَإِذَا شَيْخٌ قَدْ جَاءَ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِي قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: أَبُو الدَّرْدَاءِ. قُلْتُ: إِنِّي دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِي فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ: مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ. قَالَ: أَوَ لَيْسَ عِنْدَكُمْ ابْن أُمِّ عبد صَاحب النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمَطْهَرَةِ وَفِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ؟ يَعْنِي عَمَّارًا أَوْ لَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي لَا يعلمُه غيرُه؟ يَعْنِي حُذَيْفَة. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے علقمہ سے۱ فرماتے ہیں کہ میں شام پہنچا تو میں نے دو رکعتیں پڑھیں پھر میں نے عرض کیا الٰہی مجھے نیک ساتھی ہم نشین عطا فرما ۲ پھر میں ایک قوم کے ساتھ گیا ان میں بیٹھا تو ایک بوڑھے بزرگ آئے حتی کہ میرے برابر بیٹھ گئے ۳ میں نے کہا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا ابوالدرداء ہیں ۴ میں نے کہا کہ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مجھے نیک ہم نشین نصیب کرے تو اللہ نے مجھے آپ کو میسر کیا وہ بولے تم کون ہو میں نے کہا میں کوفہ والوں میں سے ہوں ۵ فرمایا کیا تمہارے پاس ام عبد کے بیٹے نہیں جو حضور کے نعلین اور تکیہ والے ہیں ۶ اور وضو کے لوٹے والے ۷ اور تم میں تو وہ بھی ہیں جنہیں اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر شیطان سے امان دی ہے یعنی حضرت عمار ۸ اور کیا تم میں حضور کے رازدار نہیں جن رازوں کو ان کے سواء کوئی نہیں جانتا ۹ یعنی حضرت حذیفہ ۱۰ (بخاری)

۱؎ آپ مشہور تابعی ہیں،حضرت عبداللہ ابن مسعود کے ساتھیوں میں سے ہیں،حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیارت نہ کرسکے(اشعہ)آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے۔

۲؎ یعنی میں نے دمشق کی جامع مسجد میں نفل پڑھ کر یہ دعا کی کہ خدایا میں پردیس میں آیا ہوں مجھے یہاں اچھا ساتھی عطا فرما۔خیال رہے کہ جب کسی جگہ سفر میں جاوے تو وہاں کے نیک لوگوں سے ملنے کی کوشش کرے کسی بزرگ کے مزار پر حاضری دے تو ان شاءاللہ سفر مبارک ہوگا میرا تجربہ ہے۔

۳؎ سبحان اللہ! جنس جنس کے پاس پہنچ گئی اللہ تعالٰی کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اہل کو اہل تک پہنچاتے ہیں۔(مرقات)

۴؎ ابوالدرداء مشہور صحابی ہیں،تارک الدنیا اصحاب صفہ میں سے ہیں،حضرت سلمان فارسی کے عقد مواخات والے بھائی ہیں۔

۵؎ من انت کے معنی تھے تم کون ہوں آپ نے جواب دیا کہ میں اہل کوفہ میں سے ہوں یہ بھی ایک طرح کی پہچان ہے۔

۶؎ یعنی کوفہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ہیں جو گھر حضر سفر میں حضور کے ساتھی ہیں۔نعلین شریف اٹھانے کی ضرورت سفر میں ہوتی ہے،تکیہ اٹھانے کی ضرورت گھر میں اور جو حضور کا ساتھی ہر جگہ کا ہو وہ حضور انور کے علوم کا حامل بھی ضرور ہی ہوگا،تمہارے شہر میں جب ایسے عالم موجود ہیں تو تم کو کسی کی کیا ضرورت ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ پہلے اپنے شہر کے علماء سے علم حاصل کرے پھر دوسرے علماء سے۔

۷؎ یعنی حضور کے وضو اور استنجاء کا لوٹا آپ ہی اٹھاتے تھے گویا ہر جگہ ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔

۸؎ یہ تفسیر کسی راوی کی ہے۔یعنی صاحب اسرار سے حضرت عمار ابن یاسر مراد تھے،حضرت عمار بڑے جلیل القدر صحابی ہیں،آپ نے راہِ خدا میں بڑی سے بڑی تکالیف اٹھائی ہیں،مشرکین مکہ نے آپ کو زندہ آگ میں ڈالا حضور انور نے دعا کی کہ الٰہی عمار پر آگ ٹھنڈی کردے جیسے جناب خلیل پر آگ ٹھنڈی کی تھی،بعض روایات میں ہے کہ جب آپ آگ میں ڈالے گئے تو حضور ان پر گزرے اور آگ سے خطاب فرمایا یا نار کونی بردا و سلاما علی عمار کما کنت علی ابراھیم۔(مرقات)معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم پر خدا نے آگ ٹھنڈی کی اور عمار پر باذن پروردگار حضور نے آگ ٹھنڈی کی،آپ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،حضور نے آپ کا نام طیب و مطیب رکھا تھا،آپ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے،اسی میں شہید ہوئے،۳۷ھ میں تیرانوے سال عمر ہوئی،آپ کے والد کا نام یاسر تھا والدہ کا نام سمیہ جو نہایت بے دردی سے کفار مکہ کے ہاتھوں شہید ہوئیں۔

۹؎ یعنی حضور انور کے خصوصی اسرار صرف حذیفہ کو معلوم ہیں جیسے تاقیامت منافقین کے نام پتے ان کے نسب وغیرہ۔(مرقات)

۱۰؎ حذیفہ کی کنیت عبداللہ ہے،آپ کی والد کا نام جبل ہے،لقب یمان آپ نے ۳۵ میں مدائن میں وفات پائی۔حضرت عثمان کی شہادت کے چالیس دن بعد(مرقات)بار بار حضرت عمر پوچھا کرتے تھے اے حذیفہ تم مجھ کو تو منافقوں میں سے نہیں پاتے ہو میرے اندر کوئی نفاق تو نہیں فرمایا ہرگز نہیں مگر تمہارے دسترخوان پر چند کھانے ہوتے ہیں تحقیق کی تو ایک انڈے کی زردی سفیدی الگ الگ پکائی گئی تھی۔(اشعۃ اللمعات)

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے ابو طلحہ کی بیوی وہاں دیکھی۱؎ اور میں نے اپنے سامنے آہٹ سنی وہ بلال تھے۲؎ (مسلم)	[6]- 6201 وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُرِيتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ امْرَأَةَ أَبِي طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْخَشَةً أَمَامِي فَإِذَا بِلَالٌ» . رَوَاهُ مُسلم

۱؎ ان بی بی کا نام ام سلیم ہے اولًا مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں،اس سے حضرت انس پیدا ہوئے وہ مشرک ہو کر مارا گیا،اس کے بعد آپ ایمان لائیں،ابو طلحہ نے آپ کو پیغام نکاح دیا،آپ نے فرمایا کہ تم اسلام قبول کرو یہی میرا مہر ہے۔چنانچہ وہ بھی مسلمان ہوئے اور آپ ان کے نکاح میں آئیں،حضور انور کو ان سے بہت ہی محبت تھی۔

۲؎ معراج کی شب میں نے جنت میں جاتے وقت اپنے آگے حضرت بلال کے قدم کی آہٹ سنی کہ آپ مجھ سے آگے جنت میں جارہے ہیں،یہ وہ نقشہ دکھایا گیا جو قیامت میں حضور کے جنت میں جاتے وقت ہوگا کہ حضرت بلال حضور سے آگے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے خادمانہ شان سے جائیں گے،آج حضرت بلال کو معراج نہیں ہوئی تھی یہ حدیث نوافل کے باب میں گزر چکی ہے۔خیال رہے کہ بلال ابن رباح ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں،آپ پہلے امیہ ابن خلف کے غلام تھے مکہ معظّمہ میں سب سے پہلے آپ نے اپنا اسلام ظاہر کیا،بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،آخر میں دمشق میں رہے وہاں ہی ۲۰ھ بیس ہجری میں وفات ہوئی تریسٹھ سال عمر پائی،فقیر نے قبر شریف کی زیارت کی ہے۔آپ نے امیہ ابن خلف کے ہاتھوں اسلام کی خاطر بہت ہی مصیبتیں جھیلیں امیہ ابن خلف جنگ بدر میں مارا گیا اور بری طرح بدن چھید چھید کر مارا گیا،رب تعالٰی نے حضرت بلال کا اس سے بدلہ لیا۔امام احمد نے روایت کی کہ سات شخصوں نے پہلے اسلام ظاہر کیا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم،ابوبکر،عمار،سمیہ،صہیب،بلال،مقداد ان میں سے حضرت بلال کو بہت سخت ایذائیں پہنچیں۔

[7]- 6202 وَعَن سعد قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم: اطرد هَؤُلَاءِ لَا يجترؤون عَلَيْنَا. قَالَ: وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَبلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ أُسَمِّيهِمَا فَوَقَعَ فِي نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى:[وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ] . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ آدمی تھے تو مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کو نکال دیں کہ یہ لوگ ہم پر جرأت نہ کریں۱؎ فرماتے ہیں کہ وہ چھ آدمی میں اور ابن مسعود اور ہذیل کے ایک صاحب اور بلال اور دو شخص اور تھے جن کا نام نہیں لیتا۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وہ بات آئی جو رب نے چاہا حضور نے دل میں کچھ سوچا۳؎ تب اللہ نے یہ آیت اتاری اور آپ انہیں نہ نکالیں جو شام سویرے اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں۴؎(مسلم)

۱؎ یعنی اگر ان چھ فقراء ومساکین کے ہوتے ہوئے ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو ان کو ہم سے برابر ہمسری کرنے کی جرأت ہو جائے گی لہذا پہلے ان لوگوں کو اپنے سے ہٹا دیں پھر ہم آپ کی مجلس میں حاضر ہوں گے آپ کا کلام سنیں گے، اگر دل نے مانا تو اسلام قبول کرلیں گے۔

۲؎ غالبًا وہ حضرات حضرت خباب اور عمارہ ہیں کسی مصلحت سے ان کا نام نہیں لیا۔خیال رہے کہ حضرت خباب ابن ارت تمیمی ہیں،حضور کے دار ارقم میں جانے سے پہلے اسلام لائے،اللہ کی راہ میں بہت ستائے گئے آخر میں کوفہ میں رہے،وہاں ہی وفات پائی،۳۷ھ میں تہتّر سال عمر ہوئی۔(مرقات)

۳؎ یعنی آپ کے دل میں خیال گزرا کہ ایک خاص وقت ان سرداروں کے لیے خاص کردیا جائے کہ اس وقت کوئی مسکین موجود نہ ہو اور سرداروں کو تبلیغ کی جاوے۔ممکن ہے کہ یہ مسلمان ہوجاویں اسلام قبول کرلینے پر ان کے دل سے تکبروغرور نکل جائے گا یہ خیال کوئی برا نہ تھابلکہ تبلیغ اسلام کے لیے تھا۔

۴؎ یعنی اے محبوب ان مساکین غرباء کو اپنی کسی مجلس سے علیحدہ نہ کروہر وقت انہیں حاضری کی اجازت دو یہ لوگ دن رات یعنی ہمیشہ مجھے یاد کرتے ہیں دنیاوی لالچ سے نہیں بلکہ صرف میری رضا کے لیے۔اس فرمان عالی میں ان بزرگوں کے ایمان،اخلاص،تقویٰ و طہارت کی گواہی دی گئی۔خیال رہے کہ لفظ مرید یہاں سے ہی لیا گیا ہے یعنی اللہ کی رضا کا ارادہ کرنے والا،یریدون وجھه سے لفظ مرید مشتق ہے۔

6203 -[8] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «يَا أَبَا مُوسَى لَقَدْ أُعْطِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آل دَاوُد»	روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے ابو موسیٰ تم کو داؤد علیہ السلام کی سی خوش آواز عطا ہوئی ۱؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ آل داؤد میں لفظ آل زائد ہے۔داؤد علیہ السلام نہایت خوش آواز تھے کہ جس مجلس میں آپ زبور کی تلاوت کرتے اس مجلس سے جنازے نکلتے تھے۔(اشعۃ اللمعات)حضرت ابو موسیٰ بھی بہت ہی خوش آواز تھے۔خیال رہے کہ حضرت ابو موسیٰ کا نام عبداللہ ابن قیس ہے،مکہ معظمہ میں ایمان لائے،حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر کشتی والوں کے ساتھ خیبر میں پہنچے ۲۰ھ میں حضرت عمر نے امیر لشکر بنا کر بھیجا،آپ نے اہواز فتح فرمایا،شروع خلافت عثمانی تک آپ بصرہ میں رہے پھر وہاں سے کوفہ آگئے،مکہ معظمہ میں وفات پائی ۵۲ھ ہجری میں وہاں ہی دفن ہوئے۔(مرقات)

6204 -[9] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن أنس قَالَ: جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ: أُبَيُّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ قِيلَ لِأَنَسٍ: مَنْ أَبُو زَيْدٍ؟ قَالَ: أحد عمومتي.	روایت ہے حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار صاحبوں نے قرآن جمع کیا ۱؎ ابن ابی کعب،معاذ ابن جبل،زید ابن ثابت اور ابو زید،انس سے کہا گیا کہ ابو زید کون ہے فرمایا میرے ایک چچا ہیں ۲؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ یہاں جمع قرآن سے مراد حفظ قرآن ہے یعنی حضور انور کے زمانہ حیات شریف میں ان چار صاحبوں نے پورا قرآن مجید حفظ کرلیا تھا یہ حافظین قرآن تھے کیونکہ قرآن کو کتابی شکل میں خلافت عثمانی میں جمع کیا گیا۔خیال رہے کہ یہاں انصاری خزرجی حفاظ مراد ہیں یعنی اس قبیلہ کے چار صاحبوں نے قرآن حفظ کیا ورنہ بہت مہاجرین نے بھی حفظ کیا تھا۔

۲؎ ابو زید کا نام سعید ابن عمیر یا قیس ابن سکن ہے،انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ہی اتنے صحابہ نے قرآن مجید حفظ کرلیا تھا جس سے قرآن کا تواتر قائم رہے۔چنانچہ جنگ یمامہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے بہت ہی قریب ہوئی یعنی شروع خلافت صدیق میں اس میں ستر صحابہ حافظ شہید ہوئے،جو حفاظ صحابہ زندہ رہے اور جو اس جنگ میں شریک ہی نہ ہوئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔چنانچہ حضرات

خلفاء راشدین حافظ تھے اور اگر اس زمانہ پاک میں زیادہ حافظ نہ بھی ہوں تب بھی تواتر قرآن میں فرق نہیں آتا کہ آیات قرآنیہ کے حفاظ سارے صحابہ ہی تھے۔حضرات انس کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے خزرج قبیلہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس میں چار حافظ قرآن ہیں۔

لطیفہ: ایک بار انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں مناظرہ ہوا اوس نے کہا کہ ہمارا قبیلہ افضل ہے کیونکہ غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ امین کاتب اور جن کی لاش کی حفاظت شہد کی مکھیوں نے کی یعنی عاصم ابن ثابت اور جن کی موت پر عرش الٰہی ہل گیا یعنی سعد ابن معاذ ہم ہی ہیں تو خزرج بولے کہ جناب چار حافظ قرآن ہمارے قبیلہ میں ہیں: زید ابن ثابت،ابو زید،معاذ بن جبل اور ابی ابن کعب۔(مرقات) بہرحال خدا کے فضل سے ہر زمانہ میں ہزارہا حافظ رہے اور موجود ہیں لہذا تواتر قرآن باقی ہے۔

6205 -[10] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن خبّاب بن الأرتِّ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ فَمِنَّا مَنْ مَضَى لَمْ يَأْكُلْ مَنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ: مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا إِذَا غطينا بهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غطوا بهَا رَأسه وَاجْعَلُوا على رجلَيْهِ الْإِذْخِرِ» . وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يهدبها.	روایت ہے خباب ابن ارت سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اللہ کی رضا تلاش کرتے تھے تو ہمارا ثواب اللہ پر ہوگیا [1] ہم میں سے بعض وہ تھے جو چلے گئے اپنا ثواب کچھ نہ چکھا [2] ان میں سے جناب مصعب ابن عمیر ہیں [3] جو احد کے دن شہید ہوئے تو ان کے لیے اتنا کپڑا نہ ملا جس میں انہیں کفن دیا جاوے سواء ایک چادر کے کہ ہم جب ان کے سر ڈھکتے تو ان کے پاؤں نکل جاتے اور جب ان کے پاؤں ڈھکتے تو ان کا سر نکل جاتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو [4] بعض ہم میں وہ ہیں جن کے پھل پک گئے تو وہ انہیں چن رہا ہے [5] (مسلم،بخاری)

[1] یعنی بفضلہ تعالٰی ہماری ہجرت قبول ہوئی کیونکہ خالص اللہ کے لیے ہماری ہجرت تھی اخلاص کے لیے اجرو ثواب لازم ہے۔

[2] یہاں اجر سے مراد دنیاوی نفع ہے جو مؤمن کے لیے ثواب عاجل یعنی نقد معاوضہ ہوتا ہے یعنی بعض مہاجرین وہ ہیں جنہوں نے فتوحات غنیمتیں وغیرہ کچھ نہ دیکھیں اور شہید ہوگئے۔

[3] حضرت معصب ابن عمیر قرشی عبدری ہیں، جلیل القدر صحابی ہیں،اسلام سے پہلے بڑے نازونعم میں پرورش پاتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ اولٰی کی بیعت کے بعد انہیں مدینہ منورہ تبلیغ کے لیے بھیج دیا تھا آپ لوگوں کے گھروں میں جاکر تبلیغ کرتے ہر دورہ میں ایک دو مسلمان کرلیتے تھے حتی کہ وہاں ایک جماعت مؤمن ہوگئی پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ نے مدینہ منورہ میں جمعہ شروع کیا پھر اگلے سال ستر اہل مدینہ کو لے کر حج میں آئے اور دوسری بیعۃ عقبہ میں شریک ہوئے(مرقات)آپ کی شہادت غزوہ احد میں ہوئی۔

[4] کفن تین طرح کا ہوتا ہے: کفن سنت،کفن کفایت،کفن ضرورت۔حضرت مصعب ابن عمیر کو بعد شہادت کفن ضرروت بھی پورا نہ ملا یعنی ایک کپڑا جسم کا کچھ حصہ کپڑے سے ڈھانپا گیا کچھ حصہ گھاس سے،ایک بار حضرت مصعب حضور انور صلی اللہ علیہ و

سلم کی بارگاہ میں حاضر تھے نہایت ہی معمولی لباس میں بیٹھے تھے جس میں چمڑے کے پیوند تھے،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا دیکھو یہ کس نازونعم میں پلے اور اب اسلام کی خاطر کس حالت میں ہیں۔(مرقات)

۵؎ یعنی ہم مہاجرین میں سے بعض وہ حضرات ہیں جنہوں نے اسلامی فتوحات دیکھیں،مال غنیمت حاصل کیے،آرام پایا۔ خیال رہے کہ ان فتوحات کے دیکھنے غنیمت پانے سے ان حضرات کا اُخروی ثواب کم نہیں ہوگیا۔

6206 -[11] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ»وَفِي رِوَايَةٍ: «اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمَنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بن معَاذ» .	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سعد ابن معاذ کی موت سے عرش ہل گیااور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا رحمان کا عرش سعد ابن معاذ کی موت سے ہل گیا۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ حدیث شریف بالکل ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی عرش اعظم نے حرکت کی تھی جیسے احد شریف حضور کی قدم شریف پڑنے پر ہلا تھا،رب فرماتاہے:"وَ اِنَّ مِنۡہَا لَمَا یَہۡبِطُ مِنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ" عرش میں حس و حرکت ہے،رہا یہ کہ کیوں ہلا اس میں چند احتمال ہیں: (۱)آپ کی روح جب عرش پر پہنچی تو وہ نہایت خوشی سے جھوما(۲)حاملین عرش کو مطلع کرنے کے لیے اس نے جنبش کی(۳)آپ کی روح کی تعظیم و تکریم کے لیے ہلا۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔شعر

واسطہ محبوب کا دنیا میں جو سنی مرے | یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں وہ بندہ صالح ملا | فرش پر ماتم پڑے وہ طیب و طاہر گیا

بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد حاملین عرش ملائکہ جھوم گئے مگر پہلا قول قوی ہے۔خیال رہے سعد ابن معاذ انصاری اشہلی اوسی ہیں،پہلی بیعت عقبہ کے بعد دوسری بیعت سے پہلے مدینہ منورہ میں ایمان لائے،آپ کے اسلام پر بہت سے بنی اشہل کے لوگ ایمان لائے،حضور نے آپ کو سید الانصار کا لقب دیا،آپ غزوہ بدرواحد میں شریک ہوئے، غزوہ خندق میں آپ کے کندھے پر تیر لگا وہ خون نہ ٹھہرا حتی کہ ذی قعدہ ۵ھ پانچ میں وفات ہوگئی، ۳۷ھ سال عمر شریف ہوئی،بقیع میں دفن ہوئے۔

6207 -[12] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيرٍ فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَمَسُّونَهَا وَيَتَعَجَّبُونَ مِنْ لِينِهَا فَقَالَ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ لِينِ هَذِهِ؟ لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الجنَّةِ خيرٌ مِنْهَا وألين» .	روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حریر کا جوڑا پیش کیا گیا۱؎حضور کے صحابہ اسے چھونے اور اس کی نرمی سے تعجب کرنے لگے۲؎تو فرمایا کیا تم اس کی نرمی سے تعجب کرتے ہو سعد ابن معاذ کے جنت میں رومال اس سے اچھے اور اس سے زیادہ نرم ہیں۳؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یہ ریشمی جوڑا کسی عجمی بادشاہ نے حضور کی بارگاہ میں بطور ہدیہ بھیجا تھا اہل مدینہ کے لیے یہ ایک عجیب کپڑا تھا۔

۲؎ کیونکہ یہ مدینہ منورہ میں ایک عجیب شے تھی اس سے پہلے اہل مدینہ نے یہ چیز نہ دیکھی تھی۔

۳؎ مناديل جمع ہے منديل کی جس کا مادہ ندل ہے بمعنی میل،چونکہ رومال سے میل صاف کیا جاتا ہے اس لیے اسے منديل کہتے ہیں۔یعنی حضرت سعد ابن معاذ کے ہاتھ منہ پونچھنے والے رومال بھی اس کپڑے سے زیادہ خوبصورت اور نرم ہیں، جب ان کے رومال کی یہ کیفیت ہے تو ان کے پہننے کے کپڑے کیسے ہوں گے۔معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور ہر جنتی کا مکان اس کا لباس تک جانتے ہیں۔

6208 -[13] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَسٌ خَادِمُكَ ادْعُ اللَّهَ لَهُ قَالَ: «اللهمَّ أَكثر مَاله وَولده وَبَارك فِيمَا أَعْطيته» قَالَ أنس: فو الله إِنَّ مَالِي لَكَثِيرٌ وَإِنَّ وَلَدِي وَوَلَدَ وَلَدِي لَيَتَعَادُّونَ عَلَى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ.	روایت ہے حضرت ام سلیم سے ۱؎انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ انس آپ کا خدمت گار ہے اس کے لیے اللہ سے دعا فرمایئے حضور نے فرمایا الٰہی ان کا مال ان کی اولاد زیادہ کر اور انہیں تو جو عطا فرماوے اس میں برکت دے ۲؎ حضرت انس فرماتے ہیں اللہ کی قسم کہ میرا مال بہت زیادہ ہے ۳؎ اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد آج تقریبًا سو سے زیادہ ہیں ۴؎(مسلم،بخاری)

۱؎ حضرت ام سلیم حضرت انس کی والدہ ہیں،اپنے فرزند حضرت انس کو لڑکپن میں حضور کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا، حضرت انس حضور ہی کے پاس رہتے تھے۔

۲؎ یہ آخری کلمہ بہت ہی جامع ہے یعنی مال،اولاد،ایمان،عزت وآبرو جو بھی تو انہیں عطا فرمائے اس میں برکت دے،برکت اور کثرت کا فرق ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

۳؎ چنانچہ حضرت انس مدینہ منورہ کے بڑے مالداروں میں سے تھے اللہ تعالٰی نے انہیں مالی کثرت برکت دونوں عطا فرمائی تھیں۔(مرقات)

۴؎ امام ابن حجر نے شرح شمائل شریف میں فرمایا کہ حضرت انس کی مذکر اولاد ایک سو پچیس ہوئی جو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی یعنی بیٹے پوتے نواسے وغیرہم اور آپ کے باغ میں سال میں دوبار پھل آتا تھا۔(مرقات)خیال رہے کہ حضرت انس ابن مالک ابن نضر خزرجی کی کنیت ابوحمزہ ہے،دس سال کی عمر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، خلافت فاروقی میں بصرہ میں تبلیغ دین کے لیے رہے، ۹۱ھ اکیانوے میں وفات پائی،ایک سو تین سال کی عمر ہوئی۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال کی کثرت وبرکت اللہ کی نعمت ہے جب کہ اس کے فتنہ سے محفوظ رہے اس زمانہ میں علماء کو رب فاسق امیروں سے غنی فرمادے۔

6209 -[14] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ «إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ» إِلَّا لِعَبْدِ اللَّهِ بن سَلام.	روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کے متعلق جو روئے زمین پر چلتا ہو یہ کہتے نہیں سنا کہ وہ جنت والوں سے ہے سواء عبداللہ ابن سلام کے متعلق ۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ شاید یہ حدیث اس وقت کی ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ مبشرہ وغیرہم دیگر صحابہ کرام کے جنتی ہونے کی خبر نہیں دی تھی۔لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ ابوبکر جنتی ہیں،عمر جنتی ہیں یا حسنین جوانان جنت کے سردار ہیں،فاطمہ جنتی بیبیوں کی سردار ہیں وغیرہ۔بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت سعد کا مطلب یہ ہے کہ آج جو لوگ

زندہ ہیں زمین پر چل رہے ہیں ان میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً نام لے کر جنتی نہیں فرمایا سواء حضرت عبداللہ ابن سلام کے کیونکہ باقی حضرات مبشرین نہیں اس وقت وفات پاچکے تھے،عبداللہ ابن سلام ہی رہ گئے تھے اگرچہ حضرت سعد ابن ابی وقاص بھی مبشر بالجنتہ ہیں مگر اپنا نام نہیں لیا انکسار کے طور پر،یا حضرت سعد نے اپنی بشارت براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تھی دوسرے ذریعوں سے سنی تھی اور حضرت عبداللہ ابن سلام کی بشارت خود سنی تھی۔بہرحال یہ حدیث دوسری بشارات کے خلاف نہیں اس کے اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں مثلًا یہ کہ نو مسلم یہودیوں میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت نہ دی بجز ان کے۔واللہ رسولہ اعلم!

6210 -[15] (مُتَّفق عَلَيْهِ)

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلَى وَجْهِهِ أَثَرُ الْخُشُوعِ فَقَالُوا: هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّكَ حِينَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوا: هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. قَالَ: وَاللَّهِ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ مَا لَا يَعْلَمُ فَسَأُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ؟ رَأَيْتُ رُؤْيَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَأَيْتُ كَأَنِّي فِي رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَسَطَهَا عَمُودٌ مِنْ حَدِيدٍ أَسْفَلُهُ فِي الْأَرْضِ وَأَعْلَاهُ فِي السَّمَاءِ فِي أَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لِيَ:ارْقَهْ.فَقُلْتُ:لَا أَسْتَطِيعُ فَأَتَانِي مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِي مِنْ خَلْفِي فرقِيتُ حَتَّى كُنْتُ فِي أَعْلَاهُ فَأَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيلَ: اسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَإِنَّهَا لَفِي يَدِي فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْإِسْلَامُ وَذَلِكَ الْعَمُودُ عَمُودُ الْإِسْلَامِ وَتِلْكَ العروة الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى فَأَنْتَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتَّى تَمُوتَ وَذَاكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ» .

روایت ہے حضرت قیس ابن عباد سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک صاحب آئے جن کے چہرے پر انکسار کا اثر تھا لوگ بولے کہ یہ جنت والوں میں سے ہیں انہوں نے دو رکعت پڑھیں جن میں اختصار کرلیا۲؎ پھر نکل گئے اور میں ان کے پیچھے گیا میں نے کہا کہ آپ جب مسجد میں آئے تو لوگوں نے کہا یہ صاحب جنتیوں میں سے ہیں وہ بولے خدا کی قسم کسی کو مناسب نہیں کہ کسی کے متعلق وہ کہے جو جانتا نہ ہو۳؎ میں تم کو بتاتا ہوں کہ یہ کیوں ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا تھا میں نے وہ خواب حضور پر پیش کیا تھا۴؎ میں نے دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں اس کی فراخی اس کی سرسبزی بیان کی اس کے بیچ میں لوہے کا ایک ستون ہے جس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور بالائی حصہ آسمان میں اس کے بالائی حصہ میں ایک دستہ ہے۵؎ مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ میں نے کہا کہ میں طاقت نہیں رکھتا تو میرے پاس ایک خادم آیا۶؎ اس نے میرے پیچھے سے میرے کپڑے اٹھائے تو میں چڑھ گیا حتی کہ اس کے اوپر پہنچ گیا پھر میں نے دستہ پکڑ لیا۷؎ مجھ سے کہا گیا کہ مضبوطی سے پکڑ لو پھر میں جاگ پڑا وہ میرے ہاتھ میں ہی تھی میں نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۸؎ تو فرمایا کہ یہ باغ اسلام ہے اور یہ ستون اسلام کا ستون ہے۹؎ اور یہ دستہ عروہ وثقی ہے۱۰؎ تم مرتے دم تک اسلام پر رہو گے۱۱؎ یہ صاحب حضرت عبداللہ ابن سلام تھے۔ (مسلم،بخاری)

۱؎ آپ مشہور تابعی ہیں،زاہد متقی بصری ہیں،انہیں حجاج ابن یوسف نے باندھ کر شہید کیا،بہت صحابہ سے ملاقات ہے۔
۲؎ یعنی میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا تھا کہ ایک صاحب جن کے چہرے پر خشوع خضوع خوفِ الٰہی کے آثار تھے آئے۔ خیال رہے کہ عجزونیاز دلی ہوتا ہے مگر اس کا اثر چہرے پر نمودار ہوتا ہے،رب فرماتاہے:"سِيۡمَاهُمۡ فِيۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ"وہاں سجدہ کے اثر سے مراد پیشانی کا داغ نہیں بلکہ چہرے کا نور ہے جو کثرت سجود خصوصًا تہجد کی وجہ سے نمودار ہوتا ہے۔

بندہ مؤمن کی پیشانی کا نور　　　کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

اسی لیے آیت میں فی وجوھھم فرمایا فی جباھھم نہ کہا داغ صرف پیشانی میں ہوا ہے مگر نور پورے چہرے میں۔
۳؎ آپ کا یہ کلام انتہائی عجز و نیاز پر مبنی ہے ورنہ صحابہ کرام ان کا جنتی ہونا یقین سے جانتے تھے کہ جس زبان پاک سے انہوں نے قرآن پاک سنا اسی سے یہ سنا تھا کہ عبداللہ ابن سلام جنتی ہیں جیسے قرآن یقینی ہے ایسے ہی حضور کے سارے فرمان یقینی ہیں،اس زبان سے جھوٹ کبھی نہیں نکلتا،سونے کی کان سے لوہا نہیں نکل سکتا حضور کی زبان سے جھوٹ نہیں نکل سکتا صلی اللہ علیہ وسلم۔یہ فرق ہے ہمارے اور صحابہ کرام کے ایمان و اعمال میں کہ ان حضرات کے ایمان و اعمال رجسٹری شدہ ہیں۔ہمارے ایمان و اعمال کی خبر نہیں قبول ہیں یا نہیں،ہم مؤمن مریں گے یا کافر،اللہ تعالٰی ان کے صدقے سے ہمیں ایمان پر خاتمہ نصیب کرے۔آمین! یا اس کلام کا منشا یہ ہے کہ اے قیس یہ لوگ جو مجھے جنتی کہہ رہے ہیں صرف اپنی رائے سے نہیں کہتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے کہتے ہیں،یہ سچے ہیں پھر آپ نے اگلا واقعہ بیان فرمایا،یہ مطلب حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں بیان کیا۔خیال رہے کہ کسی کے متعلق لوگوں کے منہ سے نکلنا کہ یہ ولی ہے یہ جنتی ہے اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے۔ حضور فرماتے ہیں انتم شھداء اللہ فی الارض،رب فرماتاہے:"لِتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ"حضور غوث پاک خواجہ اجمیری داتا ہجویری یقینی جنتی ہیں کیسے معلوم ہوا مؤمنوں کی گواہی سے۔
۴؎ یہ بیان ہی اس چیز کا جس کی وجہ سے لوگ حضرت عبداللہ کو جنتی کہہ رہے تھے۔خیال رہے کہ جس خواب کی تصدیق و تعبیر پیغمبر کی طرف ہوجاوے وہ خواب وحی الٰہی کی طرح یقینی ہوتی ہے خواہ کسی کی خواب ہو۔چنانچہ اسلامی اذان حضرات صحابہ کرام کی خواب سے جاری کی گئی کیونکہ حضور انور نے اس کی تائید فرمادی،دو کافر قیدیوں کی خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے دے دی تو وہ ہو کر رہی"قُضِيَ الۡاَمۡرُ الَّذِيۡ فِيۡهِ تَسۡتَفۡتِيٰنِ"۔
۵؎ عروہ کے بہت معنی ہیں حلقہ،گرہ دستہ غرضکہ پکڑنے کی ہر چیز کو عروہ کہا جاتا ہے،رب فرماتاہے:"فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى"۔
۶؎ منصف میم کے کسرہ سے ص کے فتح سے،بنا ہے نصف نصفة سے بمعنی خدم خدمة،اس کے معنی ہیں خدمت گار ملازم۔
۷؎ یعنی اس نے جوں ہی میرا پیچھے سے کرتا اٹھایا میں خود ہی اس ستون کے کنارے پر پہنچ گیااور وہ کڑا یا دستہ میں نے مضبوطی سے تھام لیا۔
۸؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے ان کی خوابیں سنا کرتے تھے تعبیر بھی خود ہی دیا کرتے تھے بلکہ کبھی اپنی خواب شریف بھی بیان فرماتے تھے مع تعبیر کے اس لیے حضرات صحابہ اپنی خوابیں حضور پر پیش فرماتے تھے یہ واقعہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

۹؎ یعنی یہ ستون جو تم نے باغ کے درمیان دیکھا یہ اسلام کا ستون ہے جس پر اسلام قائم ہے اور جو مسلمان بننے کا مدار ہے۔

۱۰؎ اسے **عروہ وثقی** اس لیے فرمایا کہ اس کے ٹوٹ جانے کا خطرہ نہیں۔**وثقی** مونث ہے **اوثق** کا جس کا مصدر **وثوق** ہے بمعنی پختگی و مضبوطی۔

۱۱؎ یعنی وہ دستہ وگرہ بھی مضبوط ہے اور تمہارا پکڑنا بھی مضبوط،ان شاءاللّٰہ ایمان پر جیو گے ایمان پر مرو گے،حضور کے اس فرمان سے حضرت عبداللّٰہ کے ایمان کی رجسٹری ہو گئی۔

[16]- 6211	
عَن أَنسٍ قَالَ: كَانَ ثَابتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شماس خطيب الْأَنْصَار فَلَمَّا نزلت هَذِه الْآيَة: [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوق صَوت النَّبِي] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ جَلَسَ ثَابتٌ فِي بَيْتِهِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ: «مَا شَأْنُ ثَابتٍ أَيَشْتَكِي؟» فَأَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهُ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابتٌ: أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذَلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَلْ هُوَ من أهل الْجنَّة» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ثابت ابن قیس ابن شماس انصار کے خطیب تھے۱؎ جب یہ آیت اتری کہ اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو آخر آیت تک۲؎ تو جناب ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے غیر حاضر ہوگئے۳؎ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے جناب سعد ابن معاذ سے پوچھا۴؎ فرمایا ثابت کو کیا ہوا کیا وہ بیمار ہیں تب سعد ان کے پاس گئے ان سے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا فرمان بیان فرمایا تو ثابت بولے کہ یہ آیت نازل ہوچکی ہے اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب میں حضور کی بارگاہ میں اونچی آواز والا ہوں تو میں تو دوزخیوں میں سے ہوں۵؎ یہ ماجرا حضرت سعد نے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ وہ تو جنت والوں سے ہیں۶؎ (مسلم)

۱؎ آپ انصاری خزرجی ہیں،۱۲ھ بارہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔**خطیب** بمعنی فصیح تاریخ دان عالم انساب ہے۔

۲؎ تمام سلاطین و حکام اپنے آداب مجلس خود بناتے ہیں مگر حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم وہ سلطان کونین ہیں جن کے آداب دربار خود رب تعالٰی نے بنائے اور انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوقات پر بھی جاری فرمائے۔یہ آیت کریمہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں حضور کے آستانہ عالیہ میں عرض و معروض کرنے کا طریقہ سکھایا جارہا ہے۔خیال رہے کہ یہاں گفتگو کا ذکر ہے کہ دوران گفتگو میں کسی کی آواز حضور کی آواز سے اونچی نہ ہو اس سے اذان وغیرہ دوسرے موقعہ مستثنٰی ہیں وہ تو بلند آواز سے ہی ہوں گے۔

۳؎ یعنی شرم کی وجہ سے بارگاہ عالی میں حاضر نہ ہوئے کہ میں تو بارہا وہاں اونچی آواز سے بول چکا ہوں میرے اعمال ضبط ہوچکے اب کس منہ سے حاضر ہوؤں،یہ غیرت قوت ایمان کی علامت ہے۔

۴؎ حضرت سعد ابن معاذ جناب ثابت کے پڑوسی اور ان کی قوم سے تھے انہیں ثابت کے حالات کی زیادہ خبر ہونی چاہیے تھی اس لیے حضور نے آپ سے پوچھا۔خیال رہے کہ سعد ابن معاذ ۵ھ میں وفات پا گئے اور سورۂ حجرات ۹ ہجری میں نازل ہوئی تو

یہ واقعہ کیونکر درست ہوا لہذا حق یہ ہے کہ اس سورت کی اگلی آیات "لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ" بعد میں نازل ہوئیں "لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوٰتَكُمْ" پہلے نازل ہوچکی تھی۔(مرقات)

۵؎ یعنی اس آیت کریمہ کے حکم سے میں دوزخی ہوں تو اس جنتیوں کے بادشاہ عالم پناہ کی بارگاہ میں کس منہ سے جاؤں، نار نور کے پاس کیسے جائے یہ ہے انتہائی خوفِ الٰہی کیونکہ اس آیت کریمہ میں بے ادبی سے اونچی آواز سے بولنا مراد ہے جو چیخ کر بولنے کا عادی ہو وہ مراد نہیں،حضور کی بے ادبی کفر ہے اور کفر آگ کا موجب ہے۔(مرقات)

۶؎ یعنی اس خوف کی وجہ سے ان کے ایمان کی رجسٹری ہوگئی کہ انہوں نے انتہائی خوف سے اپنے آپ کو اس آیت کی زد میں محسوس کیا۔سبحان اللہ! حضرت ثابت ابن قیس کی شہادت یوں ہوئی کہ غزوہ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب کے مقابل خلافت صدیقی ۱۲ھ میں ہوا جہاد کے وقت آپ نے کفن پہنا،خوشبو ملی،پھر میدان جنگ میں داخل ہوئے اعلیٰ درجہ کا جہاد کیا اور شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔(مرقات) حضور کے فرمان کا یوں ظہور ہوا۔

6212 -[17] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَزَلَتْ سُورَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ [وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يلْحقُوا بهم] قَالُوا: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَالَ: فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ: «لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رجالٌ من هَؤُلَاءِ» .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم بیٹھے تھے کہ سورۂ جمعہ اتری۱؎ تو جب یہ آیت نازل ہوئی ان میں سے دوسرے جو ابھی ان سے نہ ملے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ لوگ کون ہیں۲؎ فرمایا اور ہم میں سلمان فارسی تھے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان پر رکھا۳؎ پھرفرمایا کہ اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہوتا تو ان میں سے بعض لوگ اسے پالیتے۴؎(مسلم،بخاری)

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ جمعہ مدنیہ ہے اور نماز جمعہ بعد ہجرت فرض ہوئی ہے۔جن لوگوں نے کہا کہ نماز جمعہ قبل ہجرت فرض ہوچکی تھی ادا کی گئی بعد ہجرت وہ قوی نہیں،جن حضرات نے حضور کی ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں جمعہ قائم کیا وہ جمعہ نہ تھا بلکہ نوافل تھے،یہ حضرات اس دن جمع ہوجاتے تھے نوافل پڑھ لیتے تھے۔لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں کہ حضرات صحابہ نے حضور انور کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی مدینہ میں جمعہ شروع کردیا تھا۔

۲؎ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے بھی ہادی ہیں جو صحابہ کو نہ ملے بعد میں پیدا ہوں گے، اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس فرمان عالی کا کس جماعت کی طرف اشارہ ہے۔

۳؎ حضرت سلمان فارسی اصفہان کے باشندے ہیں،رامہرمز کی اولاد ہیں،آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،اصفہان ایران کا مشہور شہر ہے،آپ کے والدین آتش پرست تھے،آپ کو ایک عیسائی راہب کی صحبت ملی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات آپ کو سنائیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں نکل کھڑے ہوئے یہود نے پکڑ کر آپ کو فروخت کردیا،دس سے زیادہ مالکوں کی ملکیت میں رہے آخر جوئندہ پائندہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس پہنچے اس نے آپ کو مکاتب کردیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کا روپیہ ادا کرکے آپ کو آزاد کردیا لہذا آپ حضور کے آزاد کردہ ہیں۔آپ کی عمر تین سو پچاس سال ہوئی،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے آپ کی ملاقات ہے یعنی آپ عیسیٰ علیہ السلام کے تابعی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی آپ کے فضائل بے شمار ہیں،مدائن میں ۵۳ھ ترپن میں وفات پائی۔(اکمال،مرقات)

۴؎ اس فرمان عالی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کی بڑی ہی منقبت ہے،آپ فارسی النسل ہیں، انہیں کی طرف حضور انور کا اشارہ ہے۔بعض احادیث میں رجل واحد ہے یعنی سلمان کے ہم وطن لوگوں میں ایک شخص (ابوحنیفہ) یا چند لوگ ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی اس شان کے مالک ہوں گے کہ اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہوتا تو وہاں سے اتار لاتے،دیکھ لو آج امام اعظم کے کیسے فیوض جاری ہیں۔یہاں لمعات نے فرمایا کہ عرب میں صحابہ زیادہ ہیں اور عجم میں تابعین زیادہ ، عجمیوں نے دین کی بڑی خدمات انجام دیں اجتہاد،استنباط،تفقہ عجم میں بہت رہا۔(لمعات)

[18]- 6213	
وَعَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هَذَا» يَعْنِي أَبَا هُرَيْرَةَ «وَأُمَّهُ إِلَى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ وَحَبِّبْ إِليهم الْمُؤمنينَ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی اپنے ان بندوں کو یعنی ابوہریرہ کو اور ان کی ماں کو اپنے مؤمن بندوں کا پیارا بنادے اور مؤمنین کو ان کا محبوب بنادے۱؎(مسلم)

۱؎ یعنی جناب ابوہریرہ اور انکی والدہ مسکین اور بے کس ہیں خدا انہیں کس والا بس والا بنادے،مسلمانوں کو یہ دونوں پیارے ہوں مسلمان انہیں پیارے ہوں۔چنانچہ حضرت ابوہریرہ تمام صحابہ کی آنکھوں کے تارے رہے اور رب نے انہیں اتنا مال دیا کہ ریشمی رومال سے جوتے صاف کرتے پیر پونچھتے تھے،خلافت حیدری میں حضرت علی کو بھی پیارے تھے اور امیر معاویہ کو بھی،کھانا امیر معاویہ کے ساتھ کھاتے تھے اور نماز حضرت علی کے پیچھے پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ کھانا معاویہ کا مزے دار ہے نماز علی کے پیچھے لذیذ ہے۔

[19]- 6214	
وَعَن عَائِذ بن عَمْرو أَن أَبَا سُفْيَان أَتَى عَلَى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِي نَفَرٍ فَقَالُوا: مَا أَخَذَتْ سُيُوفُ اللَّهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللَّهِ مَأْخَذَهَا. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَتَقُولُونَ هَذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ؟ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ " فَأَتَاهُمْ فَقَالَ: يَا إِخْوَتَاهْ أَغْضَبْتُكُمْ قَالُوا: لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أَخِي. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت عائذ ابن عمرو سے کہ ابو سفیان حضرت سلمان اور صہیب اور بلال پر گزرے۱؎ جو ایک جماعت میں تھے تو ان حضرات نے کہا کہ اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ پر نہ گزریں۲؎ تو جناب ابوبکر بولے کہ کیا تم قریش کے بوڑھے اور ان کے سردار کے متعلق یہ کہتے ہو۳؎ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے آپ کو خبر دی۴؎ تو فرمایا اے ابوبکر شاید تم نے ان حضرات کو ناراض کردیا اگر تم نے انہیں ناراض کردیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کردیا۵؎ تب ابوبکر ان حضرات کے پاس آئے بولے اے میرے بھائیو کیا میں نے تم کو رنجیدہ کردیا وہ بولے نہیں اے میرے بھائی اللہ تم کو بخشے۶؎(مسلم)

۱؎ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے کا ہے جب کہ ابوسفیان مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر صلح ہوجانے کی وجہ سے مدینہ منورہ آیا جایا کرتے تھے کیونکہ وہاں ان کی دختر حضرت ام حبیبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں۔(مرقات،اشعہ)

۲؎ یعنی اب تک اتنے جہاد ہوئے مگر ہماری تلواروں نے ابوسفیان کی گردن نہ کاٹی اللہ کی تلواروں سے مراد غازی مجاہدوں کی تلواریں ہیں جو راہِ الٰہی میں چلتی تھیں۔دشمن خدا سے مراد ابوسفیان ہیں کیونکہ اس وقت تک وہ کافر تھے۔

۳؎ یعنی ابوسفیان قرشی ہیں اور قرشیوں کے سردار ہیں اور ہمارے مدینہ میں امان سے آئے ہوئے ہیں تم ان کے لیے ایسے سخت لفظ بول رہے ہو ایسا نہ ہو کہ پھر ان سے جنگ چھڑ جائے آپ کا یہ فرمان نہایت ہی نیک نیتی پر مبنی تھا۔

۴؎ یعنی عرض کیا کہ یارسول اللہ ان حضرات نے ابوسفیان سے یہ کہا تھا میں نے یہ کہا مگر میری نیت نیک تھی من وعن سب کچھ عرض کردیا۔

۵؎ یعنی اے ابوبکر نیت تمہاری بالکل درست ہے مگر اس میں ایک کافر کی حمایت کی اور مؤمنوں کی تادیب کی مہک آرہی ہے ممکن ہے کہ اس وجہ سے ان حضرات کے دلوں کو صدمہ پہنچا ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی مساکین و غربا خصوصًا مساکین صحابہ کی رضا خوشنودی میں ہے،اس کی ناراضی ان حضرات کی ناراضی میں ہے۔

دلا خوش باش کان سلطان دین را　　　　بدر ویشاں ومسکیناں سرے ہست

۶؎ عرب میں **يغفر الله لك** اظہار خوشی کے لیے کہتے ہیں وہ ہی محاورہ یہاں استعمال ہوا ہے،رب فرماتا ہے:"**عَفَا اللّٰهُ عَنۡكَ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ**"۔اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی رنجشیں بہت جلد دور کرلینی چاہئیں،جس سے شکایت ہو اس سے براہ راست مل کر صفائی کرلینی چاہیے۔آج مسلمان اس سبق کو بھول گئے اسی وجہ سے انکی آپس کی رنجشیں ختم نہیں ہوتیں۔

6215 -[20] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ».	روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۱؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی سارے انصار سے عداوت صرف دین کی ہی وجہ سے ہوسکتی ہے کسی خاص انصاری کی مخالفت دنیاوی وجہ سے بھی ہوسکتی ہے اسی لیے یہاں انصار جمع ارشاد ہوا۔انصار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کے ایسے انوکھے میزبان ہیں کہ ان کی مثال آسمان و زمین نے نہ دیکھی تھی۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کے احسانات کے بدلے ہم نے کردیئے مگر ابوبکر صدیق دوسری روایت میں ہے کہ انصار کے احسانات کا بدلہ نہیں ہوسکا،قیامت میں رب سے دلوایا جاوے گا ان احسانات کو یاد رکھو اور ان سے محبت کرو کہ وہ ہمارے نبی کے محسن ہیں تو ہم سب کے محسن ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

6216 -[21] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:«الْأَنْصَارُ لَايُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يَبْغَضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ» .	روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ انصار سے محبت نہ کرے گا مگر مؤمن اور ان سے عداوت نہ کرے گا مگر منافق۱؎ تو جس نے ان سے محبت کی اللہ اس سے محبت کرے،جس نے ان سے بغض رکھا اللہ اس سے ناراض ہو۲؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یعنی انصار سے وہ ہی محبت کرے گا جو کامل مؤمن ہوگا اور انصار سے بغض وہ ہی رکھے گا جو اعتقادی یا عملی منافق ہو گا،ایمان دل میں ہے مگر اس کی علامات ظاہری جسم میں موجود ہیں۔

۲؎ یہ کلمات دعااور بدعا کے ہیں یعنی اے اللہ انصار کے محبین سے تو محبت فرما اور انصار کے دشمنوں سے تو دشمنی فرما۔اس سے روافض زمانہ عبرت حاصل کریں۔خیال رہے کہ یہاں دینی محبت و عداوت مراد ہے،خیال رہے کہ انصار کا نام پہلے ابناء قبلہ تھا،قبلہ ان کی مورث اعلیٰ تھیں جن میں اوس و خزرج دونوں جمع ہوجاتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام انصار رکھا رب تعالیٰ کو یہ نام قبول ہوا اس نے بھی انہیں اسی نام سے یادفرمایا"مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ"جیسے مدینہ منورہ کا نام پہلے یثرب تھا حضور نے اس کا نام مدینہ رکھا قرآن مجید نے بھی اسے مدینہ ہی فرمایا۔

6217 -[22] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: إِنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَالُوا حِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا أَفَاءَ فَطَفِقَ يُعْطِي رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَحَدَّثَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مَنْ أَدَمٍ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ أَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَاءَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ: «مَا كَانَ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟» فَقَالَ فُقَهَاؤُهُمْ: أَمَّا ذَوُو رَأْيِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَأَمَّا أُنَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ قَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَدَعُ الْأَنْصَارَ وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُونَ إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» . قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قد رَضِينَا.

روایت ہے حضرت انس سے کہ کچھ انصاری لوگوں نے کہا جب اللہ نے اپنے رسول کو ہوازن کے مال غنیمت میں بہت کچھ دیا۱؎ آپ قریشی لوگوں کو سو سو اونٹ دینے لگے ۲؎ تو انصار نے کہا کہ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے بلند کرے آپ قریش کو تو دیتے ہیں ہم کو چھوڑتے ہیں۳؎ حالانکہ ہماری تلواریں کفار کے خون سے ٹپک رہی ہیں۴؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس بات کی خبر دی گئی۵؎ تو حضور نے انصار کو بلایا انہیں چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا ان کے ساتھ کسی کو نہ ٹھہرنے دیا۶؎ جب وہ سب جمع ہوگئے تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا کہ مجھ کو تمہارے متعلق کیا خبر پہنچی ہے تو ان کے سمجھ دار بولے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے سمجھ داروں نے تو کچھ نہیں کہا رہے ہم میں سے نو عمر لوگ انہوں نے کہا ہے۷؎ کہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بڑھائے آپ قریش کو دیتے ہیں انصار کو چھوڑتے ہیں حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے ٹپک رہی ہیں ۸؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی نئے نئے کفر سے لوٹے ہیں میں انکی تالیف قلب کرتا ہوں۹؎ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر واپس ہوؤ ۱۰؎ انصار بولے ہاں یارسول اللہ ہم راضی ہیں ۱۱؎ (مسلم،بخاری)

۱؎ ہوازن حضرت حلیمہ دائی کے قبیلہ کا نام تھا یہ مکہ معظّمہ اور طائف کے درمیان آباد تھا،ان سے جو جنگ ہوئی اس کا نام جنگ حنین ہے کیونکہ اس جگہ کو حنین کہتے ہیں ان سے بہت زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔چنانچہ اس غزوہ میں چھ ہزار قیدی چوبیس ہزار اونٹ چار ہزار اوقیہ چاندی چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں،بعض روایات میں ہے کہ بکریاں بے شمار تھیں۔(اشعۃ اللمعات)

۲؎ چنانچہ حضور نے اس موقع پر ابو سفیان کو ایک سو اونٹ عطا فرمائے یہ عطیہ بہت ہی زیادہ تھا اسی طرح اور نو مسلموں کو عطیے دیئے مہاجرین اور انصار کو ان سے کم عطیے دیئے۔

۳؎ عربی میں **یغفر اللہ** اور **غفر اللہ** یا **عفا اللہ** کسی کلام کی تمہید کے لیے بولا جاتا ہے،رب فرماتا ہے:"**عَفَا اللّٰهُ عَنۡكَ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ**"لہذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ **نعوذ باللہ** حضور انور یہ گناہ کررہے رب ان کا یہ گناہ بخشے یہ بات تو کفر ہے۔

۴؎ یعنی ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کفار کے خون ٹپک رہے ہیں ہماری تلواریں ابھی ان کے خون سے خشک بھی نہیں ہوئیں۔مقصد یہ ہے کہ جنگ کو تو زیادہ عرصہ نہیں گزرا ابھی ابھی تو ہوئی ہے اس عبارت میں قلب ہے جیسے **عرضت الناقۃ علی الحوض** اصل میں یوں تھا **عرضت الحوض علی الناقۃ**۔

۵؎ کسی نے حضور انور سے یہ عرض کیا مگر غیبت یا شکایت کے لیے نہیں بلکہ اصلاح کے لیے کہ ان حضرات کی اصلاح ہوجائے۔خیال رہے کہ انصار کا یہ عرض کرنا حضور انور پر بدگمانی کے لیے نہ تھابلکہ مقصد یہ تھا کہ شاید ہمارے جہاد اور قربانیاں بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں اگر قبول ہوتیں تو ہم کو انعام پورا ملتا،یہ خوف الٰہی کی انتہا ہے لہذا ان حضرات کا یہ عرض کرنا کمال ایمان تھا کفر نہ تھا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے توبہ نہیں کرائی بلکہ انہیں وہ بشارت دی جو آئندہ مذکور ہے۔

۶؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چمڑے کے خیمہ میں انصار کو جمع فرمایا اور حکم دیا کہ یہاں انصار کے سواء اور کوئی نہ رہے ان سے کچھ راز کی باتیں کرنا ہیں۔

۷؎ مطلب یہ ہے کہ یہ کلام کم عقلی کی وجہ سے صادر ہوا جوشیلے جوانوں نے کہہ دیا ہے ہم لوگوں نے یہ کچھ نہیں کہا۔

۸؎ یہ ہے اقرار قصور کہ جو کچھ ہوا تھا صاف صاف عرض کردیاآخرت میں بھی اپنے قصور کا اقرار کرنا معافی کا ذریعہ ہوگا انکار جرم سے غضب آجاوے گا۔شعر

عذر بد تراز گنہ کا ذکر کیا　　　ہم پہ بے پوچھے ہی رحمت کیجئے

۹؎ مقصد یہ ہے کہ میرا کسی کو زیادہ عطیے دینا اس کی زیادہ مقبولیت کی علامت نہیں ہے اور کسی کو کم دینا اس کی عدم مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔آج ہم نے جن لوگوں کو زیادہ عطیے دیئے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ابھی قریب میں فتح مکہ کے دن ایمان لائے ہیں،ابھی انکے دل میں میری اور اسلام کی محبت اچھی طرح رچی نہیں میری اس دادودہش سے ان کے دلوں میں میری محبت زیادہ ہوگی اور میری محبت سے اللہ تعالٰی قرآن مجید اور اسلام کی محبت بڑھے گی۔خیال رہے کہ حضور کی محبت حضور کی عظمت ساری محبتوں عظمتوں کی اصل ہے۔ہم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں حضور کی عظمت نہیں ان کے دلوں میں نہ قرآن مجید کی عظمت ہےنہ خدا تعالٰی کی نہ اسلام کی۔دیکھ لو نجدی لوگ قرآن مجید کی کعبہ معظّمہ کی کیسی بے حرمتی کرتے ہیں اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں　　　اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

۱۰؎ سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز عشق سے لبریز فرمان ہے کہ مؤلفۃ القلوب نو مسلم لوگ تو اس پر خوشی خوشی اپنے گھر جائیں کہ انہیں مال بہت مل گیا اور تم اس پر خوش خوش لوٹو کہ تم کو مال تھوڑا ملا مگر میں اور میری محبت کاملہ تم کو نصیب ہوگئ تم میرے ہوچکے اور میں تمہارا ہوچکا جب میں تمہارا ہوگیا تو کونین بلکہ خالق کونین تمہارا ہوگیا۔

لطیفہ: ایک بار میں نے حضرت محدث کچھوچھوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں عرض کیا کہ نماز میں مزہ نہیں آتا دل نہیں لگتا کیا کروں،فرمایا پڑھتے تو ہو میں نے کہا ہاں پڑھتا ہوں،فرمایا تم بڑے خوش نصیب ہو میں نے کہا وہ کیسے،فرمایا جسے نماز میں مزہ آئے وہ تو مزے کے لیے پڑھتا ہے اور جس کو مزہ نہ آئے وہ رب کے لیے پڑھتا ہے ان کے اس جواب کالطف مجھے اب تک آرہا ہے بہت ہی تسکین ہوئی۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا　　　تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

۱۱؎ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر راضی ہیں اور راضی رہیں گے کچھ نہ ملے حضور مل جاویں پھر کیا کمی ہے۔

جنت نہ دیں تیری رویت ہو خیر سے　　　اس گل کے آگے کیاحاجت برگ وبر کی ہے

کسی نے کیاخوب کہاہے

رضينا قسمة الجبار فينا　　　لنا علم وللجهال مال

فان المال يفنى عن قريب　　　و ان العلم باق لا يزال

[23]- 6218 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِوشعبها وَالْأَنْصَار شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو ہم انصار میں سے ایک صاحب ہوتے۱؎ اور اگر لوگ ایک جنگل میں چلیں اور انصار دوسرے جنگل میں یا دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے جنگل یا ان کی گھاٹی میں چلوں۲؎ اور انصار اندرونی لباس ہیں اور باقی لوگ بیرونی لباس ہیں۳؎ تم میرے بعد ترجیح دیکھوگے تو صبر کرنا حتی کہ تم مجھ سے حوض پر ملو۴؎ (بخاری)۵؎

۱؎ یہاں نسب ولادت کا ذکر نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف ترین نسب سے ہیں بلکہ نسبت کا ذکر ہے یعنی اگر رب تعالٰی نے ہم کو ہجرت کی عزت نہ دینا ہوتی تو ہم مدینہ منورہ میں پیدا ہوتے اور اپنے کو مہاجر نہ کہتے بلکہ انصاری کہتے۔چونکہ ہجرت نصرت سے افضل ہے اس لیے رب نے ہماری ولادت مکہ معظّمہ میں کی اور ہمارا قیام مدینہ منورہ میں کیا اور ہم نبی مہاجر کہلائے۔اس سے معلوم ہوا کہ مہاجرین صحابہ انصار صحابہ سے افضل ہیں،قرآن مجید میں بھی ارشاد ہوتاہے"مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ"یعنی مہاجرین کا ذکر پہلے انصار کا بعد میں باقی تمام مسلمانوں سے انصار افضل ہیں۔

۲؎ جنگل اور اسکے رستہ کو وادی کہتے ہیں،پہاڑی راستوں کو شعب،یہاں رائے اور خیال مراد ہے یعنی اگر تمام جہان کی رائے ایک ہو اور انصار کی رائے دوسری ہو تو میں انصار کی رائے کے موافق رائے دوں گا تمام کی راؤں پر انصار کی رائے کو ترجیح دوں گا،یہ

مطلب نہیں کہ میں انصار کی اتباع کروں گا سارا جہان حضور کا متبع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص یا کسی قوم کے متبع نہیں ان سے ارشاد ہے"اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ"۔

۳؎ شعائر بنا ہے شعر سے بمعنی جسم کے بال جو لباس جسم سے بالکل متصل رہے اسے شعار کہتے ہیں کہ وہ بالوں سے ملا ہوتا ہے اور جو لباس اس شعار کے اوپر پہنا جاوے وہ دثار کہلاتا ہے جیسے بنیان یا شلوکہ کا شعار ہے اور اس کے اوپر والے کپڑے کرتہ واسکٹ،اچکن دثار ہیں یعنی جیسے شعار جسم سے متصل رہتا ہے ایسے ہی انصار مجھ سے ملے ہوئے ہیں کیونکہ ان کا اخلاص ان کی خدمت دوسرے عام مؤمنوں سے بہت زیادہ ہے۔الناس سے مراد عام مؤمنین ہیں حضرات خلفاء راشدین یا فاطمہ زہرا و حسنین کریمین اس میں داخل نہیں۔

۴؎ یعنی میرے بعد بعض اسلامی بادشاہ تم پر اور لوگوں کو ترجیح دیں گے بلکہ تمہارے حق دوسروں کو دیں گے تو تم ان سے بغاوت نہ کرنا بلکہ صبر کرنا۔چنانچہ سلاطین اموی کے زمانہ میں عمومًا انصار کو نظر انداز کیا جاتا رہا حضور کی پیش گوئی درست ہوئی۔اس فرمان عالی میں انصار کے مؤمن ہونے،ایمان پر خاتمہ،حضور کے پاس حوض پر حاضر ہونے غرضکہ بے شمار فضائل کی خبر ہے۔اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ تم ان باتوں کو دنیا میں برداشت کرنا ہم حوض پر اور جنت میں ان سب کا بدلہ کردیں گے۔

۵؎ فتح کے دن ابو سفیان ایمان لائے حضرت عباس نے عرض کیا یارسول اللہ ابوسفیان کو فخر و بڑائی بڑی محبوب ہے اس لیے کچھ بڑائی ان کو عطا فرمائی جاوے تب حضور انور نے انکے گھر کو دارالامان بنادیا،اعلان فرمادیا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اسے امان ہے۔

[24]- 6219	
وَعَنْهُ قَالَ:كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ: «مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ».فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: أَمَّا الرَّجُلُ فَقَدْ أَخَذَتْهُ رَأْفَةٌ بِعَشِيرَتِهِ وَرَغْبَةٌ فِي قَرْيَتِهِ. وَنَزَلَ الْوَحْيُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «قُلْتُمْ أَمَّا الرَّجُلُ فَقَدْ أَخَذَتْهُ رَأْفَةٌ بِعَشِيرَتِهِ وَرَغْبَةٌ فِي قَرْيَتِهِ كَلَّا إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ هَاجَرْتُ إِلَى الله وإليكم فالمحيا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ» قَالُوا: وَاللَّهِ مَا قُلْنَا إِلَّا ضِنًّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ.قَالَ:«فَإِنَّ اللَّهَ وَرَسُوله يصدقانكم ويعذرانكم» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے فتح مکہ کے دن ۱؎ تو فرمایا جو ابو سفیان کے گھر میں گھس جاوے اسے امان ہے اور جو ہتھیار کو رکھ دے اسے امان ہے ۲؎ تو انصار بولے کہ ان محبوب کو اپنے کنبہ سے محبت اور اپنے وطن کی رغبت ہوگئی ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوگئی ۴؎ فرمایا کیا تم نے یہ کہا ہے کہ ان محبوب کو اپنے کنبہ کی محبت اپنے وطن کی رغبت ہوگئی ایسا ہرگز نہیں ہے ۵؎ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں،میں نے اللہ کی اور تمہاری طرف ہجرت کرلی ہے ۶؎ اب میری زندگی تمہاری زندگی میں ہے اور میری وفات تمہاری موت میں ہے ۷؎ وہ بولے کہ ہم نے جو کچھ کہا ہے اللہ رسول پر بخل کی وجہ سے ہے ۸؎ فرمایا کہ اللہ رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تم کو معذور جانتے ہیں ۹؎ (مسلم)

۱؎ آپ کا نام ابوسفیان ابن صخر ابن حرب ہے،اموی قرشی ہیں،واقعہ فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے،فتح مکہ کے دن اسلام لائے، غزوہ حنین میں شریک ہوئے،طائف کے غزوہ میں آپ کی ایک آنکھ شہید ہوئی،غزوہ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہو گئی، ۳۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی،بقیع شریف میں دفن ہوئے۔(کمال،مرقات)

۲؎ یعنی جو بھی ہتھیار جنگ ڈال دے اپنے کو غیر مسلح کرلے اس کا بھی خون معاف ہے اسے امان ہے۔

۳؎ انصار کا حضور انور کو **الرجل** کہنا توہین کے لیے نہیں یہ لفظ عظمت وتوقیر کے لیے بھی بولا جاتا ہے،فرشتے قبر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آراد کھا کر پوچھتے ہیں **ماکنت تقول فی حق ھذا الرجل** وہاں بھی **الرجل** تعظیم کے لیے ہے، ہاں اہانت یا برابری کے لیے حضور انور کو رجل کہنا کفر ہے۔لہذا فقہاء کرام کا فرمان کہ حضور انور کو رجل یا رجیل کہنا کفر ہے بالکل درست ہے کہ وہاں توہین یا برابری کے دعویٰ کے لیے کہنا مراد ہے۔انصار نے جب یہ دیکھا کہ ابو سفیان،ہندہ،عکرمہ ابن ابوجہل کو معافی دے دی بلکہ ان پر انعام و اکرام کے دروازے کھول دیئے تب وہ سمجھے کہ شاید اب حضور انور مکہ معظّمہ میں رہائش اختیار فرمالیں گے ہمارا مدینہ ویران ہوجاوے گا،وہ حضرات سمجھے کہ حضور کے عطیے اہل مکہ کی محبت کی بناء پر ہیں،جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ سے اتنی محبت ہے تو لامحالہ خود مکہ معظّمہ سے بھی محبت ہے،پھر آپ مکہ معظّمہ کو اب کیوں چھوڑیں گے۔

۴؎ یعنی رب تعالٰی نے اپنے محبوب سے بذریعہ وحی فرمایا کہ آج فتح مکہ کی سب کو خوشی ہے انصار غمگین ہیں آپ کے فراق کے اندیشہ سے ان کا اندیشہ دور فرمایئے انہیں بھی خوش کیجئے۔

۵؎ یعنی میں نے ان لوگوں کو یہ عطیے اس وجہ سے نہیں دیئے ہیں کہ مجھے تمہارے مقابلہ میں ان سے زیادہ محبت ہوگئ اور میں تم کو چھوڑ کر ان میں آن بسوں گا بلکہ ان پر عطایا کی بارش انہیں اسلام پر پختہ کرنے کے لیے ہے۔

۶؎ یعنی ہم اللہ کے بندے اللہ کے رسول ہیں اور رسول کے ہر کام میں استقامت ہوتی ہے ہم نے جو قدم اٹھایا وہ پیچھے نہ ہٹے گا ہم مہاجر بن کر غیر مہاجر نہ بنیں گے۔

۷؎ یعنی خاطر جمع رکھو اب میں اپنی زندگی اور موت میں تم کو نہیں چھوڑوں گا ہم تم ہی میں جئیں گے اور تم میں وفات پائیں گے۔

۸؎ یعنی یارسول اللہ ہم لوگ آپ پر بہت بخیل ہیں ہم نہیں چاہتے کہ آپ ہم کو چھوڑ کر اور جگہ رہیں۔

نیناں میں جو آن بسو تو نیناں جھانپ ہی لوں　　　　ناہیں میں دیکھوں اور کو نا توئے دیکھن دوں

سبحان اللہ!حضرات انصار مال کے ایسے سخی کہ انہوں نے اپنا سب کچھ حضور انور پر نچھاور کردیا مگر حضور پر ایسے بخیل کہ ذرا سی جدائی کی تاب نہیں اس بخل پر لاکھوں سخاوتیں نثار ہوں،یہ بخل عین عبادت بلکہ روح عبادات بلکہ جان ایمان ہے۔

۹؎ یعنی میں تم کو سچا اور محبت کا پکا مانتا ہوں میرا تم کو صادق جاننا رب تعالٰی کا جاننا ہے لہذا اللہ رسول تم کو سچا جانتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ رسول کے لیے ایک ضمیر تثنیہ لانا بالکل جائز ہے۔

6220 -[25] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَنسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى صِبْيَانًا وَنساءً مُقْبِلِينَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ اللَّهُمَّ	روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بچوں عورتوں کو دیکھا ایک شادی سے آتے ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے۱؎ فرمایا الٰہی تو جانتا ہے اے انصار تم لوگ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو الٰہی تو جانتا ہے اے انصار تم لوگ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو یعنی

أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ» يَعْنِي الْأَنْصَار.	انصار۲؎(مسلم،بخاری)

۱؎ یہ انصاری لوگ ایک شادی سے خوش و خرم آرہے تھے حضور ان کو خوش دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور ان کی خوش خرمی کھڑے ہو کر ملاحظہ فرمانے لگے جیسے ماں باپ اپنی اولاد کی خوشی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں حضور پر تمام جہان کے ماں باپ کی محبتیں قربان ہوں،وہ امت خصوصًا انصار کی خوشی دیکھ کر کیوں خوش نہ ہوں گے،حضور ہماری خوش خرمی سے خوش ہوتے ہیں،ہمارے رنج و ملال سے غمگین ہوتے ہیں"عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ"حضور انور نے خواب میں اپنی امت کو سمندر کا سفر کرتے دیکھا نہایت شان و شوکت سے تو حضور خوش خوش بیدار ہوئے تھے۔

۲؎اس کلام میں التفات ہے پہلے رب تعالٰی سے عرض کیا کہ الٰہی تو گواہ رہ یا اے اللہ تو جانتا ہے،پھر انصار سے خطاب فرمایا کہ تم لوگ مجھے بہت پیارے ہو۔انصار فرما کر راوی نے یہ بتایا کہ یہ کلام صرف ان لوگوں سے نہیں تھا بلکہ سارے انصار سے تھا یعنی سارے انصار مجھے بہت پیارے ہیں۔

[26]- 6221 وَعَنْهُ قَالَ: مَرَّ أَبُو بَكْرٍ وَالْعَبَّاسُ بِمَجْلِسٍ من مجَالِس الْأَنْصَار وهم يَبْكُونَ فَقَالَ: مَا يُبْكِيكُمْ؟ قَالُوا: ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ أَحَدُهُمَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَّبَ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ فَصَعِدَ الْمِنْبَر وَلم يَصْعَدهُ بعد ذَلِكَ الْيَوْم. فَحَمدَ الله وَأَثْنَى عَلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: «أُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ فَإِنَّهُمْ كَرِشِي وَعَيْبَتِي وَقَدْ قَضَوُا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مسيئهم» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ جناب ابوبکر و عباس انصار کی مجلسوں سے کسی مجلس پر گزرے وہ حضرات رو رہے تھے۱؎تو ان دونوں نے کہا کہ تم کو کیا چیز رلاتی ہے وہ بولے کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی ہم نشینی یاد آگئی۲؎تو ان دونوں میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور کو اس کی خبر دی۳؎تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے اپنے سر پر چادر کے کنارہ کی پٹی باندھی ہوئی تھی آپ منبر پر چڑھے اور اس دن کے بعد پھر کبھی نہ چڑھے۴؎اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ میں تم لوگوں کو انصار کے متعلق وصیت کرتا ہوں۵؎کیونکہ یہ لوگ میرے خاص مشیر اور میرے خاص ہیں۶؎یہ لوگ وہ حق ادا کرچکے جو ان پر تھا اور وہ حق باقی رہ گیا جو ان کا ہے۷؎تو ان کے نیکوں سے قبول کرو اور ان کے بروں سے در گزر کرو۸؎(بخاری)

۱؎ یہ واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات شریف کا ہے جب کہ کئی دن حضور دولت خانہ سے باہر تشریف نہیں لائے شدت مرض کی وجہ سے،انصار نے جمال جہاں آرا کچھ روز نہ دیکھا تو تڑپ گئے۔

در فراق تو مرا چوں سوخت جان ۔۔۔ چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

۲؎یعنی ہم لوگوں کو وہ مبارک گھڑیاں یاد آرہی ہیں جب ہم پروانوں کی طرح شمع جمال محمدی کے گرد قربان ہوتے تھے،ہائے وہ ساعتیں کہاں گئیں۔

خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا اس کا ۔۔۔ خوشا وہ وقت کہ طیبہ تھا مقام اس کا

یہ ہے حضرات صحابہ کا عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ایک ذرہ ہم کو بھی عطا کرے۔

ذرہ عشق نبی از حق طلب　　　　سوزِ صدیق و علی از حق طلب

۳؎ یہ حاضر ہونے والے حضرت عباس تھے جیساکہ دوسری روایت میں ہے۔عرض کیا کہ حضور آپ کے فراق میں بہت بے چین ہیں ایک جھلک حضور انہیں دکھادیں۔

۴؎ یعنی حضور انور کا یہ آخری وعظ بلکہ عام صحابہ کو آخری دیدار تھا اس وقت سارے اہلِ مدینہ کا کیا حال ہوا ہوگا رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

لذت بادہ عشقش زمن مست مپرس　　　　ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

۵؎ اس میں خطاب یا تو مہاجرین سے ہے یا سارے اہل مدینہ سے یا اپنے بعد والے خلفاء سے یا تاقیامت سارے مسلمانوں سے۔

۶؎ کرش کاف کے فتحہ اور رکے کسرہ سے ،بروزن **کشف**۔اس کے چند معنی ہیں: معدہ،کنبہ،چھوٹے بچے جماعت،مشیرکار یہاں سارے معنی درست ہیں اور **عبیبہ** خاص لباس رکھنے کی صندوقچی۔بہرحال مطلب یہ ہے کہ انصار میرے خاص راز دار لوگ ہیں۔

۷؎ یعنی بیعت عقبہ میں انصار نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کی مدد کریں گےآپ‌مدینہ منورہ تشریف لائیں ہم ہر طرح آپ پر نثار ہوں گے،ہم نے ان سے ثواب جنت،رحمت،بخشش کا وعدہ کرلیا ہے،انہوں نے اپنا وعدہ پورا کردیا ہمارا وعدہ باقی ہے،رب فرماتا ہے:"اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمْ وَ اَمْوٰلَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ"۔(لمعات،مرقات،اشعہ)

۸؎ یعنی اگر ان میں سے کوئی انصاری تم میں سے کسی کا کوئی قصور کرے پھر معذرت کرے تو اس کی معذرت قبول کرلو اور اگر وہ معذرت کرنے نہ آوے تب بھی اسے معافی دے دو،نہ اس سے دنیا میں بدلہ لو نہ آخرت میں بدلہ لینے کی نیت کرو،یہ میرے محسن ہیں ان سے اچھا سلوک کرو۔(مرقات)یہ مطلب نہیں کہ انصار کو گناہ کرنے کی اجازت دے دی گئی۔**محسن** اور **مسیئ** کے یہ ہی معنی ہیں۔

[27]- 6222 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ حَتَّى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ وَيَقِلُّ الْأَنْصَارُ حَتَّى يَكُونُوا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَضُرُّ فِيهِ قَوْمًا وَيَنْفَعُ فِيهِ آخَرِين فليقبل عَن محسنهم وليتجاوز عَن مسيئهم» رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں باہر تشریف لائے جس میں حضور کی وفات ہوئی ۱؎ حتی کہ منبر پر جلوہ گر ہوئے تو اللہ کی حمدوثنا کی ۲؎ پھر فرمایا کہ بعد حمد کے جان لو کہ لوگ بڑھیں گے اور انصار گھٹیں گے ۳؎ حتی کہ ایسے ہوجائیں گے جیسے کھانے میں نمک ۴؎ تو میں تم میں سے جو بھی کسی ایسے عہدہ کا مالک ہو جس میں کسی قوم کو نفع اور دوسروں کو نقصان پہنچا سکے ۵؎ تو وہ ان کے نیکوں سے قبول کرے اور برائی کرنے والوں سے درگزر کرے ۶؎ (بخاری)

۱؎ غالبًا یہ پہلے ہی واقعہ کا ذکر ہے جو ابھی مذکور ہوا اور ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس مذکورہ واقعہ سے پہلے کا ہو کیونکہ اس پہلے واقعہ کے بعد تو حضورانور نہ باہر تشریف لائے نہ خطبہ فرمایا۔

۲؎ حمد و ثناء ہم معنی ہوتے ہیں کبھی ان میں یوں فرق کرتے ہیں کہ حمد وہ جو رب تعالیٰ کی طرف سے الہام ہو، ثنا وہ جو بندہ اپنی کوشش سے کرے، یا حمد نعمتوں پر رب کی تعریف کو کہتے ہیں اور ثناء اس ذات کریم کی صفات عالیہ کے ذکر کو کہتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۳؎ یعنی مہاجرین کی اولاد دنیا میں بکثرت ہوگی مگر انصار کی اولاد بہت کم ہوگی یا مدینہ منورہ میں مہاجرین کی اولاد بہت رہے گی انصار کی اولاد بہت کم ہوگی، اب سارے مدینہ منورہ میں صرف ایک گھرانا انصار کا ہے یعنی حمزہ ابوالجود کا گھرانہ۔ دیکھ لو آج سید، علوی، عباسی بہت ہیں انصاری بہت تھوڑے بلکہ قریبًا نہیں ہیں بعض لوگ بناوٹی انصاری ہیں، بعض شارحین نے کہا کہ مہاجرین تا قیامت ہوتے رہیں گے کہ ہجرت قائم ہے مگر انصار خصوصًا حضور انور کے مددگار انصار جو ہونا تھے وہ ہولیے اشعہ میں اسی کو اختیار کیا۔

۴؎ یعنی اگرچہ انصار کم ہوجائیں گے مگر اسلام کی لذت و عمدگی انہی سے قائم ہوگی جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے تھوڑا مگر سارے کھانے میں لذت اس ہی کی ہوتی ہے، تا قیامت اسلام کی بہاریں انہیں انصار سے ہیں جنہوں نے حضور انور کی مہمانی کا حق ادا کیا، نمک مصلح طعام ہے اور انصار مصلح اسلام۔ (اشعہ)

۵؎ یعنی میرے بعد تم مہاجرین میں جو کسی اعلیٰ یا معمولی عہدہ پر فائز ہو وہ میری یہ وصیت یاد رکھے۔

۶؎ اسی کی شرح ابھی گزر چکی کہ اس سے مراد قانون شکنی بغاوت ارتداد وغیرہ نہیں بلکہ شخصی ذاتی معاملات میں قصور و کوتاہی مراد ہے یعنی اگر کوئی انصاری کسی سے کوئی اچھا سلوک کرے تو وہ دوگنا تگنا بدلہ بطور شکریہ ادا کرے اور اگر کوئی انصاری کسی سے کوئی ذاتی بدسلوکی کرے تو وہ میری خاطر اس سے درگزر کرے کہ انصار میرے محسن میرے میزبان ہیں رضی اللہ عنہم۔

[28]- 6223 وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم: «اللهُ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَأَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی انصار کو انصار کی اولاد کو انصار کی اولاد کی اولاد کو بخش دے ۱؎ (مسلم)

۱؎ اس فرمان عالی میں یا تو انصار سے مراد صحابہ انصاری ہیں اور اولاد انصار سے مراد تابعین انصاری اور اولاد اولاد انصار سے مراد تبع تابعین انصاری ہیں یا تاقیامت ساری اولاد انصار مراد ہے یعنی بمعنی اولاد۔ (مرقات و اشعہ)

6224 -[29] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ» .	روایت ہے حضرت ابواسید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انصار کے گھروں میں بہتر گھرانہ بنو نجار ہیں پھر بنی عبدالاشہل پھر بنی حارث ابن خزرج پھر بنی ساعدہ ۱؎ اور انصار کی سارے گھرانوں میں خیر ہے ۲؎ (مسلم، بخاری)

۱؎ یہ چاروں انصار کے قبیلے ہیں ان سب کا لقب انصار ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں کا نام نصاریٰ تھا اور حضور کے مددگاروں کا نام انصار ہوا اور غیر خدا سے مدد لینا حرام یا شرک ہوتا تو یہ دونوں نام مشرکانہ ہوتے اور انہیں نصاریٰ یا انصار کہنا شرک ہوتا۔

۲؎ یعنی ان چار خاندانوں کے علاوہ اور جس قدر انصاری خاندان ہیں سب میں خیر ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ ان چار خاندانوں نے حضور انور کی خاص خدمات انجام دی ہوں گی۔

6225 -[30] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْر والمقداد - وَفِي رِوَايَة: أَبَا مَرْثَدٍ بَدَلَ الْمِقْدَادِ - فَقَالَ: «انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوا مِنْهَا» فَانْطَلَقْنَا تَتَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَة فَإِذا نَحن بالظَّعِينَة قُلْنَا لَهَا: أَخْرِجِي الْكتاب قَالَت: مَا معي كِتَاب. فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا حَاطِبُ مَا هَذَا؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَكَانَ مَنْ مَعَك من الْمُهَاجِرين من لَهُم قَرَابَات يَحْمُونَ بهَا أَمْوَالهم وأهليهم بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ يَدًا يَحْمُونَ بهَا قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ كفرا وَلَا ارْتِدَادًا عَن ديني وَلَا رضى بالْكُفْر بَعْدَ الْإِسْلَام. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ» فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِق. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُم فقد وَجَبت لكم الجنةُ «وَفِي

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقداد کو بھیجا۱؎ دوسری روایت میں بجائے مقداد کے ابو مرثد ہیں۲؎ تو فرمایا کہ تم جاؤ حتی کہ خاخ کے باغ میں پہنچو۳؎ وہاں ایک بوڑھی عورت ہے۴؎ جس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے لو۵؎ چنانچہ ہم چلے کہ ہم کو ہمارے گھوڑے دوڑا رہے تھے حتی کہ ہم باغ میں آئے ۶؎ تو ہم اس بوڑھی کے پاس تھے ہم نے کہا خط نکال دو وہ بولی میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا یا خط نکال ورنہ کپڑے اتار ۷؎ تب اس نے اپنی چوٹی سے خط نکالا ۸؎ ہم وہ خط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو اس میں حاطب بن بلتعہ کی طرف سے مکہ والے مشرکوں کی طرف پیغام تھا وہ مشرکوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کاموں کی خبر دے رہے تھے ۹؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حاطب یہ کیا۱۰؎ وہ بولے یارسول اللہ حضور مجھ پر جلدی نہ کریں ۱۱؎ میں قریش میں ایک الحاقی شخص ہوں میں خود قریش میں سے نہیں ہوں اور جو مہاجرین آپ کے ساتھ ہیں ان کی قریش سے قرابت داریاں ہیں جن سے وہ مکہ میں ان کے مالوں ان کے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہیں۱۲؎ میں نے چاہا کہ جب مجھے ان سے نسبی رشتہ حاصل نہیں تو میں ان پر ایک احسان کردوں جس سے وہ میرے عزیزوں کی حفاظت کریں۱۳؎ میں نے یہ کام نہ تو کفر کی وجہ سے کیا نہ اپنے دین سے پھرتے ہوئے اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر۱۴؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے تم سے سچ کہا۱۵؎ جناب عمر بولے یارسول اللہ مجھے چھوڑیئے میں اس منافق کی گردن مار دوں۱۶؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدر میں حاضر ہوئے ہیں ۱۷؎ تمہیں کیا خبر شاید اللہ تعالیٰ نے بدر والوں پر توجہ فرمائی ہے۱۸؎ فرمایا ہو کہ جو چاہو کرو۱۹؎ تمہارے لیے جنت

رِوَايَة فقد غَفَرْتُ لَكُمْ» فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ] .	واجب ہوچکی۲۰ اور ایک روایت میں ہے کہ میں تم کو بخش چکا تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری کہ اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۲۱(مسلم،بخاری)

۱؎ آپ مقداد ابن عمرو کندی ہیں،آپ چھٹے مسلمان ہیں،آپ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں فوت ہوئے،مدینہ منورہ میں لاکر دفن کیے گئے،ستر سال عمر پائی،۳۳ھ تینتیس میں وفات ہوئی۔

۲؎ ابو مرثد کا نام کناز ابن حصین غنوی ہے،بدر وغیرہ تمام غزوات میں حاضر ہوئے ۱۲ھ میں وفات ہوئی،۶۶ چھیاسٹھ سال عمر ہوئی۔حق یہ ہے کہ یہ چاروں حضرات اس خدمت کے لیے بھیجے گئے تھے:حضرت علی،زبیر،مقداد اور ابو مرثد غنویٰ۔(مرقات)

۳؎ خاخ مدینہ منورہ کا ایک باغ تھا جو مکہ معظمہ کے راستہ پر واقع تھا مدینہ پاک سے قریب ہی تھا اب وہ گم ہوچکا ہے۔

۴؎ **ظعینہ** پردہ نشین عورت کو کہتے ہیں۔اس عورت کا نام سارہ تھا،مکہ کی رہنے والی تھی،قریش کی آزاد کردہ تھی،چونکہ صلح حدیبیہ کے بعد کفار مکہ کا مدینہ منورہ میں جانا آنا ہوگیا تھا،اس سلسلہ میں یہ بھی مدینہ منورہ آئی تھی۔

۵؎ یہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ مدینہ منورہ سے یہ عورت کفار مکہ کے نام ایک خط جاسوسی کا لے کر چلی جو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں چھپا رکھا تھا،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے اس کا علم عطا فرمایا تھا اگرچہ وہ عورت جاسوسی کے جرم میں قتل کے قابل تھی مگر حضور انور نے نہ تو اس کے قتل کا حکم دیا نہ اس کی گرفتاری کا صرف یہ فرمایا کہ وہ خط اس سے لے لو اسے مکہ معظمہ جانے دو کیونکہ اس کے قتل سے کفار مکہ سے جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ تھا۔منشاء الٰہی یہ تھا کہ بغیر سخت جنگ کے فتح مکہ ہوجائے ادھر وہ جاسوسی میں ناکام بنادی گئی تھی۔

۶؎ یعنی ہم نے گھوڑے دوڑائے باغ میں آکر ہی دم لیا کسی جگہ ٹھہرے نہیں تاکہ وہ آگے نہ چلی جائے یہ ہے صحابہ کرام کا حضور کے فرمان عالی پر قوی عمل۔

۷؎ بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے **لتخرجن الکتاب او لنجردنك**،یہ الفاظ بخاری **باب من شهد بدرا** میں ہیں یعنی یا تو خط نکال ورنہ ہم تجھے بالکل ننگا کرکے تیری تلاشی لیں گے۔یہاں اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ یا تو تو خط نکال ورنہ ننگی ہو تلاشی دے۔اس سے معلوم ہوا کہ کافرہ عورت کا نہ کوئی احترام ہے نہ اس کا کوئی پردہ،اسے ننگا کرکے تلاشی لینا بروقت ضرورت ممنوع نہیں بلکہ فاسقہ عورت کا احترام کوئی نہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو زنا کی سزا میں کوڑے مارے، کوڑوں کے درمیان اس کا دوپٹہ اتر گیا لوگوں نے کہا حضور اس کا پردہ،فرمایا اس نے اپنا احترام خود ہی ختم کردیا۔(دیکھو شامی)اگر وہ عورت خط نہ دیتی تو جناب علی شیر خدا اسے ننگا کرکے ہی اس کی تلاشی لیتے اور خط حاصل کرتے۔

۸؎ بعض روایات میں ہے کہ اس نے اپنی کمر سے یہ خط نکالا ہوسکتا ہے کہ اس کی چوٹی بہت دراز ہو کمر تک پہنچی ہو اس میں سے اس نے خط نکالا ہو لہذا دونوں روایات درست ہیں۔(مرقات)یہاں **عقاص** بمعنی چوٹی ہے۔

۹؎ یہ کلام راوی کا ہے جس میں اس واقعہ کی خبر دی گئی حاطب کے لکھے ہوئے یہ الفاظ نہ تھے۔(مرقات)

۱۰؎ یہ سوال اظہار غضب کے لیے ہے اسلام کی جاسوسی سخت جرم ہے کہ اس سے قوم ملک،ملت سب ہی کو نقصان ہوتا ہے۔

۱۱؎ میں ہوں تو مجرم مگر سزا دینے میں حضور کچھ توقف فرمائیں میرا عذر سن لیں۔

۱۲؎ یعنی سارے مہاجرین مکہ کی کفار مکہ سے قرابتداریاں اور ان مہاجرین کے عزیز و اقارب مال گھر بار مکہ معظّمہ میں ہیں کفار مکہ ان قرابت داریوں کی وجہ سے ان مہاجرین کے عزیزوں مال گھر بار کو چھیڑتے نہیں بلکہ ایک طرح کی حفاظت ہی کرتے ہیں ان سب کے گھر بار بال بچے عزیز و اقارب وہاں محفوظ ہیں۔

۱۳؎ یعنی میرے عزیزواقارب گھر بار بھی مکہ معظّمہ میں ہیں مگر میری کفار مکہ سے قرابت کوئی نہیں میں نے چاہا کہ ان پر یہ احسان کردوں کہ مسلمانوں کے ارادے کی انہیں خبر دے دوں وہ اگرچہ کافر ہیں مگر احسان فراموش نہیں۔شاید اس احسان کی وجہ سے وہ میرے گھر بار وغیرہ کی حفاظت کریں حاطب نے فتح مکہ کی تیاریوں کی کفار کو خبر دی تھی کہ ہوشیار ہوجاؤمکہ معظّمہ پر مسلمان حملہ کرنے والے ہیں۔

۱۴؎ یہ جملہ پہلے کلام کی تاکید یا تفسیر ہے یعنی نہ تو میں اسلام سے پھر گیا ہوں نہ کفر سے راضی ہوا ہوں،نہ کفار کا غلبہ چاہتا ہوں نہ مسلمانوں کی مغلوبیت سے راضی ہوں۔

۱۵؎ یعنی حاطب جو زبان سے کہہ رہے ہیں وہ ہی ان کے دل میں ہے واقعی وہ ہیں مسلمان یہ حرکت ان سے غلط فہمی کی بنا پر ہوگئی۔

۱۶؎ یعنی یارسول اللہ اگرچہ حاطب ہیں تو مسلمان حضور نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمادی مگر انہوں نے کام منافقون کا سا کیا ہے،مجھے اجازت دے دیں میں قتل کردوں تاکہ دوسروں کو آئندہ جاسوسی کی ہمت نہ پڑے ان کا قتل سیاسی اور ملکی انتظام کے لیے مناسب ہے،حضرت عمر نے حضور انور کی **نعوذ باللّٰہ** تردید نہ کی نہ حاطب کو عقیدے کا منافق مانا بلکہ سیاسی طور پر قتل کرنا چاہا اسی لیے تو حضور سے اجازت مانگی اگر وہ حاطب کو واقعی جاسوس سمجھتے تو بغیر پوچھے ہی انہیں قتل کردیتے،نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عمر پر عتاب نہ کیا یہ نہ فرمایا کہ جب میں انہیں مؤمن کہہ رہا ہوں تو تم انہیں منافق کیوں کہتے ہو لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔خیال رہے کہ حضور کے زمانہ پاک میں منافقین کو قتل نہیں کیا جاتا تھا مگر جب ان کا کفر یا دینی نقصان ظاہر ہوتا تو وہ قابل قتل ضرور ہوجاتے تھے۔جاسوسی تو وہ جرم ہے جس سے مسلمان کا قتل بھی جائز ہے۔بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت عمر کا اجازت قتل مانگنا حضور انور کے اس فرمان عالی سے پہلے تھا روایت کے الفاظ میں تقدیم تاخیر ہے پہلی بات مرقات نے فرمائی دوسری بات اشعۃ اللمعات نے۔

۱۷؎ لہذا ان کا احترام کرو حاضرین بدر واجب الاحترام ہیں ان میں کوئی منافق یا کافر نہ تھا نہ ہے نہ ہوسکتا ہے۔

۱۸؎ حضور انور کا شاید فرمانا بھی یقین کی بنا پر ہوتا ہے،حضور کا شاید ہمارے یقین سے بڑھ کر ہے۔شاید اس لیے فرمایا کہ اہل بدر اعمال سے بے نیاز نہ ہوجاویں(اشعہ)یا **لعل** فرمانا حضرت عمر کے لحاظ سے ہے جیسے رب بندوں سے فرماتا ہے"**لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ**"۔(مرقات)

۱۹؎ اس جملہ کی شرح فضائل عثمان ابن عفان کے باب میں عرض کی جاچکی ہے کہ اس فرمان عالی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اہلِ بدر کو گناہوں یا کفروشرک کی اجازت دے دی گئی بلکہ مقصد یہ ہے کہ رحمت الٰہی تمہارے شاملِ حال رب کی دستگیری تمہاری دامن گیر ہے جو چاہو کرو،تم وہ کام کرسکو گے ہی نہیں جو دوزخ کا ذریعہ ہو،جن کے دلوں پر رب کی رحمت ہووہ دل گناہوں کی طرف مائل ہی نہیں ہوسکتا جیسے پرندہ کے پر کاٹ کر کہا جائے کہ تو جہاں چاہے اڑتا پھر۔

۲۰؎ یہ گزشتہ فرمان کی دلیل ہے یعنی جنت تمہارے لیے میں نے واجب کردی اب تم دوزخ والے کام نہیں کرسکتے لہذا اے عمر جناب حاطب کا یہ عمل کفر و شرک یاگناہ والا نہیں ہوسکتا یہ غلط فہمی سے حاطب نے کیا ہے لہذا ان سے کچھ نہ کہو۔

۱۲؎ اس آیت میں رب تعالیٰ نے ان حضرات خصوصًا حضرت حاطب کو الذین امنوا سے خطاب فرمایا۔معلوم ہوا کہ ان سے یہ جو کچھ سرزد ہوا وہ کفر نہ تھا۔خیال رہے کہ بدر والوں سے اخروی مغفرت کا وعدہ ہے دنیاوی سزا انہیں مل سکتی ہے۔چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسطح ابن اثاثہ کو تہمت کی سزا اسی کوڑے جاری فرمائی جب وہ حضرت عائشہ صدیقہ کی تہمت میں شریک ہوگئے حالانکہ وہ بدری تھے۔خیال رہے کہ حضرت حاطب نے اپنے اس عمل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کا خیال تک نہ کیا تھا ورنہ کفر ہوتا انہوں نے اپنے سے کفار کی اذیت دفع کرنے کی کوشش کی تھی،ان کا خیال تھا اس سے حضور انور کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا مکہ معظّمہ فتح ہو کر رہے گا۔(مرقات)

[31]- 6226	
وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ» . قَالَ:«مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ» أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ: «وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ	روایت ہے حضرت رفاعہ ابن رافع سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے ۲؎ عرض کیا کہ آپ لوگ اپنے میں بدر والوں کو کیسا شمار کرتے ہیں ۳؎ فرمایا مسلمانوں میں بہترین یا اس طرح کی اور بات کہی ۴؎ وہ بولے کہ یوں ہی فرشتوں میں وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے ۵؎ (بخاری)

۱؎ آپ صحابی ہیں،آپ کی کنیت ابو معاذ تھی،انصاری ہیں،بدرواحد اور سارے غزوات میں شریک ہوئے،جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے،امیر معاویہ کی سلطنت کی ابتداء میں وفات پائی۔(مرقات)

۲؎ غالبًا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ حضرات صحابہ سے بیان کیا ہوگا انہوں نے حضور سے سن کر روایت کیااور ہوسکتا ہے کہ ان حضرات نے حضرت جبریل کو حاضر ہوتے ہوئے یہ عرض کرتے سنا ہو اور اگرچہ حضرت جبریل شکل انسانی میں تھے مگر اس گفتگو سے یہ حضرات پہچان گئے ہوں کہ آپ جبریل ہیں۔

۳؎ یعنی یارسول اللہ حضور اور صحابہ کرام اہلِ بدر کو اپنے مؤمنوں میں سے کس درجہ کا سمجھتے ہیں۔**تعدون** میں خطاب حضور انور اور صحابہ کرام سے ہے اور **ما** فرمانا نہایت ہی موزوں ہے،یہاں من کی جگہ نہیں ہے **ما** بمعنی کیف ہے یا ما درجہ کے لیے ہے۔

۴؎ اس جواب شریف سے معلوم ہوا غزوہ بدر میں شریک ہونے والے حضرات ان صحابہ سے افضل ہیں جو شریک نہ ہوئے۔خیال رہے کہ حضرت عثمان غنی بدر میں حکمًا شریک تھے کہ ان کے لیے ان کا گھر میدان بدر بنادیا تھا کیونکہ وہ حضور انور کے حکم سے گھر میں رہے جناب رقیہ بنت رسول اللہ کی تیمار داری کے لیے حضور جسے جو چاہیں بنادیں،اگر چاہیں تو گجرات کو مدینہ بنا دیں،ہر مؤمن کی قبر ان شاءاللہ مدینہ ہوگی۔شعر

بنادو میرے سینہ کو مدینہ نکالو بحر غم سے یہ سفینہ

۵؎ پانچ ہزار فرشتے بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آئے تھے یہ دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت میکائیل و اسرافیل علیہم السلام بھی ہوں گے۔

[32]- 6227	
وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ	روایت ہے حضرت حفصہ ۱؎ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امید کرتا ہوں کہ جو بدر یا حدیبیہ

وَسَلَّمَ:«إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:[وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا واردها] قَالَ: " فَلَمْ تَسْمَعِيهِ يَقُولُ:[ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتقوا]"وَفِي رِوَايَةٍ:«لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ الَّذِينَ بَايَعُوا تحتها» . رَوَاهُ مُسلم	میں حاضر ہوا وہ ان شاءاللہ دوزخ میں نہ جاوے گا۲ میں بولی یا رسول اللہ کیا رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ تم میں کوئی نہیں مگر دوزخ پر ضرور وارد ہوگا۳ فرمایا تو کیا تم نے نہیں سنا کہ فرماتا ہے پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے۴ اور ایک روایت میں ہے کہ ان شاءاللہ کوئی وہ شخص جس نے درخت کے نیچے بیعت کی شجرہ والوں میں سے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۵ (مسلم)

۱ آپ جناب حفصہ بنت عمر فاروق زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم سارے مسلمانوں کی ماں رضی اللہ عنہا،آپ کے حالات بیان ہوچکے۔

۲ حضور انور کا یہ فرمان کہ میں امید کرتا ہوں بالکل یقین کے لیے ہے اور ان شاءاللہ فرمانا شک کے لیے نہیں بلکہ بابرکت کے لیے ہے،یا اس کے معنی ہیں اللہ کے فضل سے جیسے رب فرماتاہے:"لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ"۔اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ یقینًا جنتی ہیں ان کا ایمان،تقویٰ،خاتمہ بالخیر،حساب قبر میں کامیابی،حساب حشر میں سرخروئی،پل طراط سے بخیریت گزر جانا سب کچھ رجسٹری شدہ ہے۔

۳ ام المؤمنین حفصہ سمجھیں کہ آیتِ کریمہ میں لفظ واردھا بمعنی داخلھا ہے اس لیے آپ نے یہ سوال فرمایا کہ رب فرماتا ہے کہ ہر شخص کو دوزخ میں ضرور جانا پڑے گا۔

۴ خلاصہ یہ ہے کہ دوزخ جنت کے راستہ میں ہے لہذا جنت کو جاتے ہوئے وہاں سے مؤمنوں کو بھی گزرنا پڑے گا،کفار تو اس پل سے گر کر آگ میں داخل ہوجائیں گے مؤمنین بخیریت وہاں سے گزر جائیں گے۔

۵ خیال رہے کہ اس بیعت کے موقعہ پر حضرت عثمان غنی حضور کے بھیجے ہوئے نمائندہ رسول بن کر مکہ معظّمہ گئے ہوئے تھے صلح کی بات چیت کرنے،حضور نے اپنے ایک ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور دوسرے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ محمد کا ہاتھ ہے میں خود عثمان کی طرف سے بیعت لے رہاہوں لہذا وہ بہ طریق احسن اس بیعت میں شریک تھے۔اس غیر حاضری پر کروڑوں حاضریاں قربان ہو،بیعت الرضوان میں حضرت خضر و الیاس علیہما السلا م بھی شریک تھے جیساکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

6228 -[33] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعمِائَةٍ.قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ».	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے دن ایک ہزار چار سو تھے۱ ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آج سارے زمین والوں سے بہتر ہو۲ (مسلم،بخاری)

۱ یعنی جب مسلمان مدینہ منورہ سے حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے تو تیرہ سو تھے راستہ میں چودہ سو ہوگئے وہاں پہنچنے پر پندرہ سو لوگ آکر ملتے رہے تعدادبڑھتی رہی لہذا تینوں روایتیں درست ہیں۔

۲؎ انتم میں وہ دونوں نبی بھی داخل ہیں جو زمین پر ہی زندہ ہیں یعنی حضرت خضر و الیاس علیہم السلام، عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور ادریس علیہ السلام جنت میں زندہ ہیں وہ اس سے خارج ہیں کہ وہ زمین والے نہیں۔خیال رہے کہ افضل صحابہ خلفاء راشدین ہیں، پھر عشرہ مبشرہ، پھر بدر والے، پھر حدیبیہ والے۔(از مرقات) یہ دونوں نبی اس بیعت میں شامل تھے۔

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس گھاٹی پر کون چڑھے گا یعنی مرار گھاٹی پر۱؎ اس سے وہ گناہ معاف ہوں گے جو بنی اسرائیل سے معاف ہوئے تھے۲؎ تو اس پر پہلے جو چڑھا وہ ہمارے سوار تھے بنی خزرج پھر لوگ تانتا باندھ کر چڑھے۳؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب کی بخشش ہوگئی سواء اس سرخ اونٹ والے کی۴؎ تو ہم اس کے پاس پہنچے ہم نے اس سے کہا آ تیرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء مغفرت فرمادیں۵؎ وہ بولا کہ میرا اپنی گمی چیز پالینا تمہارے صاحب کی دعاء مغفرت سے مجھے زیادہ پیارا ہے ۶؎(مسلم) حضرت انس کی حدیث کہ حضور نے ابی ابن کعب سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں ۷؎ فضائل قرآن کے بعد باب میں ذکر کردی گئی۸؎	[34]- 6229 وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَصْعَدِ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ فَإِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِي إِسرائيل».وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ صَعِدَهَا خَيْلُنَا خَيْلُ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّكُمْ مَغْفُورٌ لَهُ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ» .فَأَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا: تَعَالَ يَسْتَغْفِرْ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأَنْ أَجِدَ ضَالَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي صَاحِبُكُمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذَكَرَ حَدِيثَ أَنَسٍ قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْب: «إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ» فِي «بَابٍ» بعدَ فَضَائِل الْقُرْآن

۱؎ مرار میم کے پیش یا کسرہ یا فتحہ سے ایک پہاڑی ہے بہت سخت اور خاردار۔راہِ حدیبیہ جاتے ہوئے حضور انور نے صحابہ کو اس پہاڑی پر چڑھنے کی رغبت دی تاکہ آس پاس کا حال دیکھ لیں کہیں کفار مکہ گھات میں نہ بیٹھے ہوں۔(اشعہ) اس چڑھنے پر بڑی بخشش کا وعدہ فرمایا۔

۲؎ یہاں معاف ہونے سے مراد معاف ہونے کا وعدہ ہے اور اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف"ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ"بنی اسرائیل نے حکم الٰہی نہ مانا کہ بجائے حطۃ کے حنطۃ کہا ان پر عذاب آگیا۔اس کا واقعہ ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول اسی آیت کی تفسیر میں دیکھو۔

۳؎ لہٰذا یہ سب لوگ جنتی ہوئے مگر بنی خزرج اول درجے کے جنتی اسی لیے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

۴؎ یہ سرخ اونٹ والا عبداللہ ابن ابی منافق تھا یہ راہ ہی میں رہ گیا، صلح حدیبیہ میں شریک نہیں ہوا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور ہر ایک کے انجام سے خبردار ہیں جانتے ہیں کہ کون قابل بخشش ہے کون نہیں۔

۵؎ حضرات صحابہ کرام کا اس کے پاس جانا اسے حاضری بارگاہ عالی کی رغبت دینا اس فرمان عالی کے اظہار اور اس کی منافقت دکھانے کے لیے تھا کہ واقعی وہ بخشش کے قابل نہیں، حضور انور نے بالکل درست فرمایا ہے وہ حضرات حضور کی خبر میں شک یا تردد کی وجہ سے نہیں گئے تھے اب تک یہ چھپا ہوا تھا آج اس کی پردہ دری ان حضرات کے اس واقعہ سے ہوئی۔

۶؎ اس کا وہی سرخ اونٹ یا کوئی اور چیز گم ہوگئی تھی یہ اس کی تلاش میں تھا کہ ان حضرات نے اسے بارگاہِ رسالت میں حاضری کے لیے مشورہ دیا۔اسکے جواب کا مقصد یہ ہے کہ مجھے وہ گم شدہ اونٹ حضور انور کی دعاء مغفرت سے زیادہ پیارا ہے مجھے وہ تلاش کرنے دو یہ بھی کفر ہے اور حضور انور کو اس طرح صاحبکم کہنا بھی کفر۔اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ رسول یا نبی نہیں صرف ساتھی ہیں وہ بھی تمہارے ہیں میرے ساتھی بھی نہیں،رب تعالٰی نے حضور انور کوہمارا صاحب فرمایا"مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی"وہ حضور انور کی نعمت اور صحابہ کرام کی منقبت ہے یعنی وہ ذات تمہارے دل و دماغ دین ایمان جان کی ساتھی ہے کہ سب ساتھی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں مگر وہ محبوب تم کو کہیں نہیں چھوڑتے،آیۃ کریمہ"وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا یَسۡتَغۡفِرۡ لَکُمۡ رَسُوۡلُ اللہِ لَوَّوۡا رُءُوۡسَہُمۡ وَ رَاَیۡتَہُمۡ یَصُدُّوۡنَ وَ ہُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ"اسی طرف اشارہ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور سے بے نیاز ہونا اپنے کو ان کا محتاج نہ جاننا یہ سمجھنا کہ میں خود ہی خدا تعالٰی سے سب کچھ لے لوں گا مجھے حضور کی کیا ضرورت ہے صریحی کفر ہے۔اعلٰی حضرت نے فرمایا شعر

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

۷؎ اس کی شرح اور اس کے فوائد وہاں ہی بیان ہوچکے کہ اس فرمان عالی میں چند اشارہ ہیں: ایک یہ کہ حضرت ابی بن کعب کی بارگاہ الٰہی میں بڑی ہی عظمت ہے کہ رب تعالٰی نے ان کا ذکر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔دوسرے یہ کہ استاذ معلم اپنے شاگرد کو خود پڑھ کر سنائے یہ بھی سنت ہے۔تیسرے یہ کہ حضرت ابی بن کعب قاریوں کے امام ہیں۔(مرقات)

۸؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں مذکور تھی ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے باب فضائل القرآن کے بعد ذکر دی۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[35]- 6230 عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي مِنْ أَصْحَابِي: أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عمّارٍ وَتَمَسَّكُوا بِعَهْدِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ	روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ ان لوگوں کی پیروی کرو جو میرے بعد میرے صحابہ ہیں ابوبکروعمر کی۱؎ اور جناب عمار کا طریقہ اختیار کرو۲؎ اور ام عبد کے بیٹے کے عہد و پیمان مضبوطی سے پکڑو۳؎ اور حذیفہ کی روایت میں ہے کہ تم کو جو چیز ابن مسعود دیں اس کی تصدیق کرو۴؎ بجائے اس کے کہ ام عبد کے بیٹے کا عہد مضبوط تھامو۔(ترمذی)

۱؎ من بعدی کے دو مطلب ہوسکتے ہیں:ایک یہ کہ میرے بعد ان کی پیروی کرنا،دوسرے یہ کہ میرے بعد جو خلیفہ ہوں گے ان کی پیروی کرنا،ان کی اطاعت کرنا کیونکہ ان کی اطاعت میری اطات ہوگی۔

۲؎ حضرت ابوبکر و عمر کے لیے اقتداء ارشاد ہوا اور جناب عمار کے لیے اھتداء کیونکہ اقتداء قول اور فعل دونوں کی ہوتی ہے مگر اھتداء صرف فعل یعنی کام میں ہوتی ہے یعنی جناب عمار کو تم جو کرتے دیکھو تم بھی عمل کرو کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں ان کا کوئی عمل ہدایت سے خالی نہیں۔

۳؎ یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود جس چیز کا تم کو عہد کریں اور تم کو جس چیز کی تاکید کریں اس پر ضرور عمل کرو۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود فقہاء صحابہ میں سے ہیں،ہمارے امام صاحب آپ کے پیرو کار ہیں۔چنانچہ جب صدیق اکبر کی خلافت کا مسئلہ پیش آیا تو پہلے آپ نے ہی فرمایا کہ یہ خلافت بالکل درست ہے کیونکہ صدیق اکبر کو تو ہمارے دین کا پیشوا خود حضور انور بنا گئے پھر انکے سوا ہماری دنیا کا پیشوا کون ہوسکتا ہے۔

۴؎ اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ حضور انور جناب ابن مسعود کو خلافت راشدہ کی خبر دے چکے تھے انہوں نے اس خلافت کی تائید و تصدیق کی۔اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضور انور نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ بنادوں پھر تم اس کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب آجائے گا لیکن جو تمہیں حذیفہ خبر دیں اس کی تصدیق کرو،دیکھو وہاں حضرت حذیفہ کی تصدیق کو خلافت کے مسئلہ سے ملایا گیا پھر حضرت حذیفہ نے خبر دی کہ حضور نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا۔(مرقات)

[36]- 6231 وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا مِنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ لَأَمَّرْتُ عَلَيْهِمُ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناتا تو لوگوں پر ام عبد کے فرزند کو بناتا۱؎(ترمذی،ابن ماجہ)

۱؎ اس حدیث میں امارت سے مراد کسی خاص لشکر کا امیر بنانا ہے یا کسی موقعہ پر اپنی حیات شریف میں آپ کو اپنا خلیفہ بنانا ہے جیسے کہ غزوہ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا خلیفہ بنایا تھا۔اس سے مراد خلافت معروفہ نہیں کہ اس میں قرشی ہونا ضروری ہے غیر قرشی خلیفہ نہیں ہوسکتا اور حضرت ابن مسعود قرشی نہیں ہیں۔(لمعات،مرقات،اشعہ)

| [37]- 6232
وَعَنْ خَيْثَمَةَ بْنِ أَبِي سَبْرَةَ قَالَ: أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَسَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَ لِي أَبَا هُرَيْرَةَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَوُفِّقْتَ لِي فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتَ؟ قُلْتُ: مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ جِئْتُ أَلْتَمِسُ الْخَيْرَ وَأَطْلُبُهُ. فَقَالَ: أَلَيْسَ فِيكُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ مُجَابُ الدَّعْوَةِ؟ وَابْنُ مَسْعُودٍ صَاحِبُ طَهُورِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعْلَيْهِ؟ وَحُذَيْفَةُ صَاحِبُ سِرِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَعَمَّارٌ الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَسَلْمَانُ | روایت ہے حضرت خیثمہ ابن ابی سبرہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے نیک ہم نشین میسر فرمائے تو اس نے میرے لیے جناب ابوہریرہ میسر فرمائے۲؎ میں ان کے پاس بیٹھا میں نے کہا کہ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر کرے تو مجھے آپ دیئے گئے۳؎ فرمایا تم کہاں کے ہو میں نے کہا کوفے والوں میں سے ہوں میں یہاں بھلائی تلاش کرنے اسے حاصل کرنے آیا ہوں۴؎ تو فرمایا کیا تم میں سعد ابن مالک نہیں جو مقبول الدعاء ہیں۵؎ اور ابن مسعود نہیں جو حضور کی طہارت شریف کے منتظم اور نعلین پاک والے ہیں۶؎ اور حذیفہ نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان ہیں اور کیا عمار نہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی |

صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ؟ يَعْنِي الْإِنْجِيلَ وَالْقُرْآنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	زبان پر شیطان سے امان دی اور کیا سلمان نہیں جو دو کتابوں یعنی انجیل اور قرآن والے ہیں ے(ترمذی)

۱؎ آپ خیثمہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی سبرہ جعفی ہیں،عظیم الشان تابعی ہیں،ایسے سخی تھے کہ آپ کو دو لاکھ روپیہ میراث میں ملے سب علماء پر خرچ کردیئے۔(مرقات)

۲؎ یعنی میں اپنے وطن کوفہ سے مدینہ منورہ طلب علم کے لیے یا کوئی مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا تو میں نے یہ دعا کی۔اس سے معلوم ہوا کہ طلب علم کے لیے سفر بزرگوں کی سنت ہے،جس شہر میں جائے وہاں کے بزرگوں سے ضرور ملے ورنہ وہاں کے مشہور مزارات پر حاضری دے کہ یہ بھی مقبولوں سے ملاقات ہے۔لاہور جاؤ تو حضور داتا صاحب قدس سرہ کے آستانہ پر حاضری دو،سرہند شریف سے گزرو تو حضور مجدد صاحب کے آستانہ پر ضرور حاضری دو،اجمیر شریف جاؤ تو خواجہ صاحب کے مزار پر انوار پر حاضری دو۔

۳؎ یعنی اے صحابی رسول آپ کی ملاقات میری اس دعا کی مقبولیت کا اظہار ہے یہ ملاقات اتفاقی نہیں رب تعالٰی کا خاص عطیہ ہے۔معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ملاقات اللہ کی نعمت ہے۔

۴؎ یہاں خیر سے مراد علم با عمل ہے جسے قرآنی اصطلاح میں حکمت کہا جاتا ہے"وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا"۔

۵؎ مالک نام ہے ابی وقاص کا آپ سعد ابن ابی وقاص ہیں،آپ کے حالات اور مقبول الدعاء ہونے کی وجہ پہلے بیان ہوچکی ہے۔

۶؎ یعنی کوفہ ہی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رہتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین بردار اور وضوء کا لوٹا اٹھانے والے صحابی ہیں،جن کو اللہ یہ خدمت نصیب فرمائے سوچ لو وہ کیسے خوش نصیب اور کیسے شان والے ہوں گے۔

ے؎ حضرت سلمان فارسی پہلے عیسائی بنے اور انجیل شریف پر عامل رہے،پھر مسلمان ہوکر قرآن کریم پر عمل کرتے رہے،آپ نے کسی کو اپنے والد کا نام نہیں بتایا جب پوچھا جاتا کہ آپ کے والد کون ہیں تو کہتے اسلام اور میں اسلام کا بچہ ہوں،ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے رہے،آپ کی عمر اور آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں۔اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمان نے عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔(اشعہ)مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ آپ کی عمر ساڑھے تین سو برس تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور انور سے پانچ سو ستر سال پہلے ہوئے۔

[38]- 6233 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ».رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اچھے آدمی ہیں،عمر اچھے آدمی ہیں،ابو عبیدہ ابن جراح اچھے شخص ہیں۱؎ اسید ابن حضیر اچھے شخص ہیں۲؎ ثابت ابن قیس ابن شماس اچھے شخص ہیں،معاذ ابن جبل اچھے شخص ہیں،معاذ ابن عمرو بن جموح اچھے شخص ہیں۳؎(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ ان بزرگوں کے حالات زندگی بیان ہوچکے ہیں۔حضور انور کا ان حضرات کے متعلق فرمانا کہ یہ حضرات اچھے ہیں ان کی انتہائی عظمت کی دلیل ہے۔اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔

رضا قسمت ہی کھل جاوے جو جیلاں سے خطاب آئے   کہ تو ادنی سگ درگاہ دربار معالی ہے

۲؎ آپ انصاری اوسی ہیں،دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے،بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے، ۲۵ھ پچیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی،جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

۳؎ آپ انصاری خزرجی ہیں،بیعت عقبہ میں آپ مع اپنے والد عمرو ابن جموح کے شریک ہوئے،آپ نے اپنے بھائی معاذ ابن عفراء کے ساتھ مل کر ابوجہل کو قتل کیا،معاذ ابن عمرو نے ابوجہل کا پاؤں پکڑ کر اسے پچھاڑا جس پر عکرمہ ابن ابوجہل نے آپ کا ہاتھ کندھے سے کاٹ دیا،آپ کے بھائی معاذ ابن عفراء نے ابوجہل کو ذبح کردیا اسے سسکتا ہوا چھوڑا،حضرت عبداللہ ابن مسعود نے اس ملعون کا سر کاٹا،حضرت معاذ کی وفات خلافت عثمانیہ میں ہوئی۔(مرقات)غالبًا یہ حضرات ایک مجمع میں جمع ہوں گے کہ حضور انور نے ان سب کو اس کرم نوازی سے نوازا(اشعہ)کہ ان کے فضائل جمع فرمائے۔

[39]- 6234 وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم: «إِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ إِلَى ثَلَاثَةٍ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ وسلمان» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے۱؎ علی،عمار اور سلمان۲؎(ترمذی)

۱؎ یعنی تمام مؤمنین جنت کے جویاں ہیں اور جنت ان تین شخصوں کی طالب وجویاں ہے،سب طالب جنت ہیں اور یہ تین حضرات مطلوب جنت۔

۲؎ حضرت علی و عمار تو باغیوں میں گھرے ان سے بہت دکھ اٹھائے اور حضرت سلمان کفار کے ہاتھوں بہت دکھ اٹھا چکے تھے،کئی جگہ فروخت ہوئے سب لوگوں نے آپ کو غلام بنائے رکھا،آخر کار محبوب کے قدم تک پہنچ گئے جنت ان کی مشتاق نہ ہو تو کس کی ہو۔(مرقات)

[40]- 6235 وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عَمَّارٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «ائْذَنُوا لَهُ مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ جناب عمار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی تو فرمایا انہیں اجازت دے دو خوب آئے پاکیزہ اور پاکباز۱؎(ترمذی)

۱؎ یعنی حضرت عمار بذات خود بھی پاکیزہ ہیں اور ان کے اخلاق،عادات،افعال،احوال بھی پاکیزہ۔طیب سے ذاتی پاکیزگی مراد ہے اور مطیب سے صفاتی اخلاقی پاکیزگی مراد۔خیال رہے کہ اکثر ظاہری پاکیزگی کو طہارت کہتے ہیں اور پاکیزگی کو طیب۔طہارت کا مقابل ہے نجاست اور طیب کا مقابل ہے خباثت۔کپڑا ناپاک تھا دھو دیا طاہر ہوگیا،بکری ذبح کردی گئی تو طیب ہوگئی۔مگر یہ قاعدہ اکثریہ ہے کبھی ذاتی اور اندرونی پاکیزگی کو بھی طہارت کہہ دیتے ہیں،رب فرماتاہے:"وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا"۔تزکیہ،تطہیر،تطییب ان میں نفیس فرق ہے۔طیب صفت مشتبہ اور مطیب باب تفعیل کا اسم مفعول فرما کر بہت ہی فضائل بیان فرمادیئے۔

[41]- 6236	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ أمرينِ إلا اختَار أرشدهما» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عمار کو کبھی دو چیزوں میں اختیار نہیں دیا گیا مگر آپ نے ان میں سے سخت ترین کو اختیار کیا۱؎ (ترمذی)

۱؎ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے اشدھما کے ارشدھما ہے مگر عام نسخوں میں اشدھما یعنی سخت ترین۔مطلب یہ ہے کہ حضرت عمار کے سامنے جب ایسے دو کام پیش کیے گئے جن میں سے ایک جائز تھا مگر آسان اور دوسرا بہتر تھا مگر دشوار تو آپ نے بہتر اور مشکل کو اختیار فرمایا،یہ عمل ان کے اپنے ذاتی معاملہ میں تھامگر دوسروں کے لیے آپ نے ہمیشہ آسان عمل اختیار کیا۔لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ عمار کو جب دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو انہوں نے آسان کو اختیار فرمایا یعنی دوسروں کے لیے۔خیال رہے کہ مشکل ترین اور بہترین عمل اختیار کرنا طریقت ہے اور آسان و جائز کام کو اختیار کرنا شریعت ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی اعلیٰ مستحب اور جائز آسان کام میں اختیار دیا گیا تو حضور نے ہمیشہ آسان عمل اختیار فرمایا یہ اپنی امت پر کرم نوازی تھی۔

[42]- 6237 وَعَنْ أَنسٍ قَالَ: لَمَّا حُمِلَتْ جنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ الْمُنَافِقُونَ: مَا أَخَفَّ جنَازَتَهُ وَذَلِكَ لِحُكْمِهِ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «إِنَّ الْمَلَائِكَة كَانَت تحمله» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب سعد ابن معاذ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافق بولے کہ ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے یہ ہلکا پن ان کے بنی قریظہ میں فیصلہ کی وجہ سے ہے۱؎ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا کہ یہ جنازہ فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۲؎ (ترمذی)

۱؎ ان منافقوں نے یہ سمجھا کہ جنازہ ہلکا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس نیک اعمال نہیں یا بہت کم ہیں نیکیوں کا وزن ہوتا ہے تو بولے کہ چونکہ انہوں نے بنی قریظہ کا پنچ بننے پر فیصلہ یہ کیا تھا کہ ان کے جوان قتل کردیئے جاویں اور بچے چھوڑ دیئے جاویں یہ ظلم تھا جس کی وجہ سے ان کی نیکیاں برباد ہوگئیں اور جنازہ ہلکا ہوگیا حالانکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کے وقت فرمایا تھا کہ تم نے فرشتہ کا حکم دیا،حضور انور جسے عدل فرمادیں اسے یہ بدنصیب ظلم کہتے تھے۔

۲؎ یعنی حضرت سعد کا جنازہ تمہارے کندھوں پر برائے نام تھا حقیقتًا تو اسے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔خیال رہے کہ نیک اعمال میں بھی وزن ہوتا ہے اور برے اعمال میں بھی مگر نیکی کا وزن اوپر کو جاتا ہے کہ اس میں نورانیت ہے اور گناہوں کا وزن نیچے آتا ہے کہ اس میں مادیت اور ظلمانیت ہے،کثیف چیز نیچے گرتی ہے لطیف اوپر جاتی ہے،رب فرماتا ہے"اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ"یہ ہی قول صوفیاء کا ہے،دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد کے جنازہ پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔

[43]- 6238 وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا أَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ أَصْدَقَ مِنْ أَبِي ذَر» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آسمان نے کسی ایسے پر سایہ نہ کیا اور نہ زمین نے اپنے اوپر ایسے کو اٹھایا۱؎ جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۲؎ (ترمذی)

۱؎ **خضراء** سے مراد آسمان ہے کہ اس کا رنگ نیلا مائل بہ سبز ہے،غبراء سے مراد زمین ہے کہ اس کا رنگ غبار آلود ہے مگر آسمان کا رنگ دیکھنے میں نہیں آتا کہ وہ شفاف ہے،یہ نیلا رنگ جو نظر آتا ہے وہ آسمان کا نہیں بلکہ ہوا کا ہے یا خلا کا اس لیے مختلف آسمانوں کے تارے ہم کو نظر آتے ہیں کوئی آسمان حجاب یا آڑ نہیں بنتا کیونکہ وہ شفاف ہیں۔

۲؎ ان جیسے فرمانوں میں یا تو حصر اضافی ہوتا ہے یا اس سے بعض ہستیاں مستثنٰی ہوتی ہیں لہٰذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت ابوذر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابوبکر صدیق سے زیادہ سچے ہیں،رب فرماتاہے:"قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُہٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ مَیۡتَۃً"الخ۔

[44]- 6239 وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ مِنْ ذِي لَهْجَةٍ أَصْدَقَ وَلَا أَوْفَى مِنْ أَبِي ذَرٍّ شِبْهِ عِيسَى بن مَرْيَم»يَعْنِي فِي الزّهْد. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كَالْحَاسِدِ: يَا رَسُولَ الله أفتعرف ذَلِك لَهُ؟ قَالَ: «نعم فَاعْرِفُوهُ لَهُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَقَالَ: حَدِيث حسن غَرِيب	روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آسمان نے کسی ایسے پر سایہ نہ کیا زمین نے کسی ایسے کو نہ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہوا ۱؎ اور زیادہ وفادار ہو وہ عیسیٰ ابن مریم سے مشابہہ ہیں یعنی ترک دنیا میں ۲؎(ترمذی)

۱؎ **لہجہ** لام کے فتحہ ہ کے سکون سے بمعنی بانی یا نوک زبان یا کلام یا طریقہ بیان۔(مرقات)حضرت ابوذر غفاری حق گوئی میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے اس کی وجہ سے کبھی دکھ بھی پاتے تھے،آپ مکہ معظّمہ میں آکر مسلمان ہوئے جب کہ کفار کا بہت زور تھا اور بار بار مجلس کفار میں آکر اپنے اسلام و ایمان کا اعلان کرتے رہے اور ان کے ہاتھوں بہت ہی ایذا پاتے رہے۔

۲؎ چنانچہ حضرت ابوذر کا مذہب یہ تھا کہ مال رکھنا حرام ہے جو پاؤ فورًا خرچ کردو وہ اس پر عامل تھے۔

تج ڈال مال دھن کو کوڑی نہ رکھ کفن کو   جس نے دیا ہے تن کو دے گا وہی کفن کو

خلافت عثمانیہ میں حضرت عثمان سے فرمایا کرتے تھے کہ تم نے مال کیوں جمع کیا ہے یہ تو حرام ہے اور زہد کی احادیث پیش کیا کرتے تھے عیسیٰ علیہ السلام نے نہ کہیں مکان بنایا نہ مال جمع فرمایا۔

[45]- 6240 وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ: الْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ أَرْبَعَةٍ: عِنْدَ عُوَيْمِرٍ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ وَعِنْدَ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِي كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلم فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّهُ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ جب انہیں موت آئی تو فرمایا کہ تم چار شخصوں کے پاس علم تلاش کرو عویمر یعنی ابوالدرداء ۱؎ سلمان اور ابن مسعود اور عبداللہ ابن سلام کے پاس ۲؎ جو پہلے یہودی تھے ۳؎ پھر اسلام لائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ وہ جنت والوں کے دس میں سے دسویں ہیں ۴؎(ترمذی)

۱؎ حضرت ابو الدرداء کا نام عویمر ابن عامر ہے،انصاری خزرجی ہیں،درداء آپ کی بیٹی کا نام ہے،آپ بڑے عالم فقیہ تھے،۳۲ھ بتیس میں دمشق میں وفات پائی۔(مرقات)

۲؎ یعنی علم دین یا علم حلال و حرام ان چار شخصوں سے تم کو بہ آسانی اور بہ فراوانی حاصل ہوگا۔

۳؎ اس میں حضرت عبداللہ ابن سلام کی تعریف ہے کہ آپ یہودی تھے،پھر طلب حق اور طلب علم میں اپنی رضا و رغبت سے حضور انور کو دیکھتے ہی ایمان لائے۔

۴؎ اس فرمان عالی کی چند شرحیں ہوسکتی ہیں:(۱)حضرت عبداللہ ابن سلام عشرہ مبشرہ میں سے ایک کی مثل ہیں درجات اور فضائل میں(۲)آپ جنت میں جاتے وقت دسویں ہوں گے کہ نوجنتی آپ سے جنت میں پہلے داخل ہوں گے دسویں آپ (۳)جنت میں مختلف قسم کی جماعتیں ترتیب وار جائیں گی آپ دسویں جماعت میں ہوں گے کہ نو جماعتیں آپ سے پہلے داخل ہوں گی دسویں جماعت آپ کی داخل ہوگی(۴)نو مسلم یہودی جو جنت میں جائیں گے ان میں سے دسویں نمبر میں آپ ہوں گے (مرقات،اشعہ)لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ آپ تو عشرہ مبشرہ میں سے نہیں ہیں پھر یہ فرمان عالی کیونکر درست ہوا۔

[46]- 6241	
وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ اسْتَخْلَفْتَ؟ قَالَ: «إِنِ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوهُ عُذِّبْتُمْ وَلَكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوهُ وَمَا أقرأكم عبد الله فاقرؤوه» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کسی کو خلیفہ بنادیتے۱؎ فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کردوں پھر تم اس کی نافرمانی کرو تو عذاب میں گرفتار ہوجاؤ گے۲؎ لیکن جو تم کو حذیفہ خبر دیں اس کو سچ مانو۳؎ اور جو تم کو عبداللہ پڑھائیں تم پڑھو۴؎(ترمذی)

۱؎ پہلے تو حضرات صحابہ نے انتظار کیا کہ حضور انور خود ہی کسی کو اپنا خلیفہ بنادیں مگر جب حضور انور نے یہ نہ کیا تو خود زبانی عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اپنا خلیفہ نامزد فرمادیں۔

۲؎ اس ارشاد عالی کے دو معنی ہوسکتے ہیں:ایک یہ کہ تم میرے نامزد خلیفہ کی میرے بعد نافرمانی کرو تو تم پر دنیا میں عذاب آجاوے گا،دوسرے یہ کہ تم میرے نامزد کرنے کی مخالفت کرو تو تم پر عذاب آجاوے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور انور نے خلیفہ مقرر نہ کیا ورنہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں یوں ہی حضرت عائشہ صدیقہ اور ان کے ہمراہیوں پر دنیا میں عذاب آجاتا کہ یہ حضرات ان کے مخالف رہے۔اس سے پر لطف بات یہ معلوم ہوئی کہ لوگوں نے خدا تعالٰی کے نامزد کردہ نبی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ان پر دنیا میں عذاب نہ آیا لیکن اگر حضور کے نامزد کردہ خلیفہ کی مخالفت کرتے تو عذاب آجاتا،حضور کا انتخاب فرمانا حضور کی نامزدگی بہت اہم ہے۔

ادب گاہے است زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

صوفیاء فرماتے ہیں۔ مصرع باخدا دیوانہ و با مصطفٰی ہشیار باش

بعض مجذوبوں نے جوش میں انا اللہ کہہ دیا مگر انا محمد کہنے کی جرائت کسی میں نہ ہوئی۔

۳؎ یعنی میرے بعد جو بات حضرت حذیفہ کہیں اسے سچ ماننا،جسے وہ خلیفہ کہیں وہ خلیفہ برحق ہے اس لیے حضور انور نے خلافت کے مطالبہ پر یہ ارشاد فرمایا اور ظاہر ہے حضرت حذیفہ نے جناب صدیق و فاروق کی خلافت کا اقرار کیا لہذا وہ خلیفہ برحق

ہیں،حضرت حذیفہ حضور انور کے صاحب راز صحابی ہیں،حضور کے دل کی باتوں دلی ارادوں پر مطلع ہیں،آپ جانتے ہیں کہ حضور کے ارادہ قلبی میں کون کون حضرات کب کب خلیفہ ہوئے ہیں۔

۴؎ یعنی حضرت ابن مسعود تلاوت قرآن میرے فرمانوں کے متعلق جو تم کو ہدایت کریں اسے مان لینا۔حضرت حذیفہ دنیاوی فتنوں سے لوگوں کو ڈرانے والے تھے اور حضرت ابن مسعود اخروی فتنوں سے لوگوں کو ڈرانے والے،ان دونوں نے خلفاء راشدین کی خلافت دل سے قبول کی اور مانی۔چنانچہ حضرت ابن مسعود جناب صدیق اکبر کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ حضور انور نے انہیں ہمارے دین کا امام بنادیا تو ہم انہیں اپنی دنیا کا امام کیوں نہ بنائیں۔

[47]- 6242	
وَعَنْهُ قَالَ: مَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ إِلَّا أَنَا أَخَافُهَا عَلَيْهِ إِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْلَمَةَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُد	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ لوگوں میں کوئی نہیں جسے فتنہ پہنچے مگر میں اس پر خوف کرتا ہوں سواء محمد ابن مسلمہ کے۱؎ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم کو فتنہ نقصان نہ دے گا۲؎

۱؎ آپ انصاری ہیں سواء تبوک کے سارے غزوات میں شریک ہوئے،آپ کے ہاتھ پر حضرت مصعب ابن عمیر ایمان لائے،۷۷ ستتر سال عمر ہوئی،۴۳ھ میں وفات پائی۔

۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حفاظت کی گارنٹی دے دی پھر انہیں کوئی فتنہ کیسے بہکا سکتا ہے آپ حضور کی امان میں ہیں،چنانچہ آپ فتنوں کے زمانہ میں گوشہ نشین ہوگئے اور وفات تک رہے۔

[48]- 6243	
وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي بَيْتِ الزُّبَيْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ: «يَا عَائِشَةَ ماأرى أَسْمَاءَ إِلَّا قَدْ نُفِسَتْ وَلَا تُسَمُّوهُ حَتَّى أُسَمِّيَهُ» فَسَمَّاهُ عَبْدَ اللَّهِ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ بِيَدِهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے گھر میں چراغ دیکھا تو فرمایا اے عائشہ میں نہیں سمجھتا مگر یہ کہ اسماء کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا۱؎ تو تم لوگ اس کا نام نہ رکھنا حتی کہ میں اس کا نام رکھوں چنانچہ حضور نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور آپ نے ہاتھ سے چھوہارے سے ان کی تحنیک کی۲؎(ترمذی)

۱؎ یعنی آج تہجد کے وقت ہم نے حضرت زبیر ابن عوام کے گھر سے چراغ کی روشنی دیکھی ہے یہ بے وقت روشنی بتا رہی ہے کہ ان کے فرزند پیدا ہوا۔

۲؎ یعنی حضور انور نے اپنے منہ میں چھوہارا یا کھجور چباکر زبان کی نوک سے آپ کے تالو پر لگادیا یہ ہے تحنیک۔خود ہی حضور نے آپ کا نام رکھا،آپ کے فضائل بے شمار ہیں،آپ حضرت زبیر ابن عوام کے بیٹے ہیں،اسماء بنت صدیق کے نور نظر صدیق اکبر کے نواسے عائشہ صدیقہ کے بھانجے حضرت صفیہ یعنی حضور کی پھوپھی کے پوتے،آٹھ سال کی عمر میں حضور کے دست اقدس پر بیعت کی،آپ کو حجاج ابن یوسف نے سترہ جمادی آخرہ ۷۳ھ منگل کے دن سولی دی،۶۴ھ میں حجاز،یمن،عراق،خراسان کے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی،آپ نے لوگوں کو اپنی سلطنت میں آٹھ حج کرائے بڑے عابد زاہد تھے۔(مرقات)

[49]- 6244	
	روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ سے وہ نبی صلی

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	اللّٰہ علیہ وسلم سے راوی کہ انہوں نے جناب معاویہ[1] کے لیے فرمایا الٰہی انہیں ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا اور ان سے ہدایت دے[2] (ترمذی)

[1] اس سے حضرت معاویہ ابن ابوسفیان مراد ہیں معاویہ ابن حکم یا معاویہ ابن جاہمہ مراد نہیں۔جب حدیث میں مطلقًا معاویہ آتا ہے تو آپ ہی مراد ہوتے ہیں۔

[2] اس دعا میں امیر معاویہ کو تین دعائیں دی گئیں: آپ لوگوں کو ہدایت دیں،خود بھی ہدایت پر رہیں،آپ مکمل و کامل ہدایت پر رہیں،ہدایت عامہ تو تمام صحابہ کرام کو حاصل ہے یہاں ہدایت سے مراد کوئی خاص ہدایت ہےحکومت،ملک رانی،فقہ وغیرہ کی ہدایت۔(مرقات)امام احمد نے بروایت عرباض ابن ساریہ سے روایت کی کہ حضور نے دعا کی الٰہی معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم دے،انہیں عذاب سے بچالے،انہیں شہروں پر تسلط دے،دوسری روایت میں ہے کہ اے معاویہ جب تم بادشاہ بنو تو سخت گیر نہ ہونا نرمی کرنا۔(اشعہ)آپ قرشی اموی ہیں،آپ کی ماں ہند بنت عتبہ ہیں،حضور کے کاتب وحی یا کاتب خطوط رہے،اپنے بھائی یزید ابن ابوسفیان کے بعد شام کے حاکم ہوئے عمر فاروق کے زمانہ میں پھر آخر عمر تک یعنی چالیس سال حاکم رہے یعنی بیس سال حاکم چار سال عہد فاروقی میں،بارہ سال خلافت عثمانیہ میں،چار سال خلافت حیدری،پھر امام حسن سے صلح کے بعد بیس سال تک سلطان رہے،یہ صلح ۴۱ھ اکتالیس میں ہوئی اٹھتّر سال عمر پائی،رجب ۶۰ھ میں دمشق میں وفات ہوئی،آپ کے پاس حضور کا تہبند،چادر،قمیض،کچھ بال کچھ ناخن تھے،مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے ان کپڑوں میں کفن دینا اور میری ناک اور منہ میں ناخن و بال رکھ دینا۔(مرقات)

[50]- 6245 وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَسْلَمَ النَّاسُ وآمن عَمْرو بنُ الْعَاصِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وقا ل: هَذَا حَدِيث غَرِيب وَلَيْسَ إِسْنَاده بِالْقَوِيّ	روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے کہ لوگ تو اسلام لائے مگر عمرو ابن عاص ایمان لائے[1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں۔

[1] یہاں لوگوں سے مراد فتح مکہ کے دن اسلام لانے والے لوگ ہیں کہ وہ لوگ اس وقت ڈر و خوف سے مسلمان ہوگئے بعد میں اللّٰہ کی رحمت حضور کی کرم نوازیوں سے پختہ مؤمن بنے مگر حضور عمرو ابن عاص جب شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں پہنچے وہاں شاہ حبشہ کے ایمان لانے کی کیفیت دیکھی تو وہاں سے مدینہ منورہ آئے اور نہایت شوق و ذوق سے ایمان لائے بغیر کسی خوف یا لالچ کے۔ایک بار حضور انور نے انہیں ایسے لشکر کا امیر بنایا جس میں حضرت صدیق وفاروق بھی تھے پہلے آپ کے دل میں حضور سے اور صحابہ کرام سے سخت عداوت تھی پھر حضور پر ایسے فدا اور قربان ہوئے کہ سبحان اللّٰہ! خلافت فاروقی میں فاتح مصر آپ ہی ہیں،آپ فتح مکہ سے دو سال پہلے ایمان لائے اور حضور انور سے یہ شرط کرکے ایمان لائے کہ میرے سارے پچھلے گناہ بخش دیئے جاویں۔(مرقات و اشعہ)

[51]- 6246	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ملے تو فرمایا اے جابر کیا وجہ ہے کہ میں

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا جَابِرُ مَا لِي أَرَاكَ منكسراً» قلت يَا رَسُول الله اسْتشْهد أبي قتل يَوْم أحد وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا قَالَ أَفَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ الله بِهِ أَبَاك قَالَ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا كَلَّمَ اللَّهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حجاب وَأَحْيَا أَبَاك فَكَلمهُ كفاحا فَقَالَ يَا عَبْدِي تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ قَالَ يَا رَبِّ تُحْيِينِي فَأُقْتَلُ فِيكَ ثَانِيَةً قَالَ الرَّبُّ عز وَجل إِنَّه قد سبق مني أَنهم إِلَيْهَا لَا يرجعُونَ قَالَ وأنزلت هَذِهِ الْآيَةِ [وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا] الْآيَة. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

تم کو دل شکستہ دیکھتا ہوں1میں نے عرض کیا کہ میرے والد شہید ہوگئے اور بچے اور قرض چھوڑ گئے2فرمایا کیا میں تم کو اس کی بشارت نہ دوں جس سے اللہ نے تمہارے والد سے ملاقات کی ہے3میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمایا اللہ نے کسی سے بھی کبھی کلام نہ کیا مگر پردے کے پیچھے سے اور تمہارے والد کو زندہ کیا تو ان سے منہ در منہ کلام فرمایا4فرمایا اے میرے بندے مجھ سے تمنا کر میں تجھے دوں گا5انہوں نے عرض کیا اے رب مجھے زندہ کرتا کہ دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں6تو رب تعالٰی نے فرمایا کہ ہمارا قانون جاری ہوچکا ہے کہ وفات یافتہ لوٹائے نہ جائیں گے7تب یہ آیت اتری کہ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو8(ترمذی)

1 حضور انور کا یہ سوال واقعہ غزوہ احد کے بعد کا ہے جیساکہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔یہ سوال عالی اگلی کرم نوازی کی تمہید ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور امت کے دکھ درد سے بے خبر ہیں،حضور کو ہر ایک کے ہر درد کی خبر ہے،یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا"وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى"اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے یہ اگلے کلام کی تمہید تھی۔

2 یعنی مجھ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں باپ کاسایہ سر سے اٹھ گیا،قرض اور بہنوں کا بوجھ مجھ ناتجربہ کار پر پڑگیا اب میں کیا کروں۔

3 یعنی اے جابر اپنے والد کے اخروی درجات سنو جس سے تمہارا غم غلط ہوجاوے ان فکروں سے تمہاری توجہ ہٹ جاوے،آخرت کی نعمت ادھر کا دھیان ایسا ٹیکا ہے جس سے دنیا کے رنج و غم و تکالیف محسوس نہیں ہوتے۔

4 یعنی بعد موت رب تعالٰی شہداء سے کلام تو فرماتا ہے مگر آج تک اس نے اپنا دیدار کسی شہید کو نہیں دیا تمہارے والد پہلے وہ شہید ہیں جنہیں دیدار بھی دیا کلام بھی کیا لہذا تمہارے والد شہداء میں دوسرے شہیدوں سے افضل ہیں۔

مسئلہ:اس زندگی میں بلاواسطہ رب نے کلام کسی سے نہ کیا سواء موسیٰ علیہ السلام کے،بعد وفات قیامت سے پہلے کسی کو دیدار نہیں دیا سواء عبداللہ کے،اس زندگی میں کسی کو اپنا دیدار نہیں دیا سواء ہمارے حضور کے جو معراج میں عطا ہوا،بعد موت ہر شخص رب کا کلام سنے گا صدق عبدی یا کذب عبدی یہ سننا قبر کے حساب کے بعد ہوگا اور مؤمن کو دیدار الٰہی قیامت میں ہوگا پھر جنت میں ہوا کرے گا۔

5 یعنی رب تعالٰی نے ان کو اپنا دیدار بھی دیا اور بلاواسطہ کلام بھی اور کرم کا کیا۔معلوم ہوا کہ جو کچھ عالم ارواح میں ہورہا ہے حضور کی نظر مدینہ منورہ سے دیکھ رہی ہے اور جو کچھ وہاں گفتگو ہورہی ہے حضور مدینہ منورہ سے سن رہے ہیں،جب لا مکان کے کام و کلام حضور یہاں دیکھ سن رہے ہیں تو یقینی بات ہے کہ ہر جگہ کے کام و کلام حضور سنتے دیکھتے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ

سے وہ عالم ارواح دور ہے ہمارا گجرات قریب ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ بندہ اپنی زندگی میں رب کو راضی کرے تو ان شاءاللہ بعد موت رب ہم کو راضی کرے گا،ہم یہاں اللہ رسول سے پوچھ پوچھ کر کام کریں ان شاء اللہ وہاں رب تعالٰی ہم سے پوچھ پوچھ کر انعام دے گا۔

۶؎ یعنی مجھے جو مزہ تیری راہ میں سر کٹانے میں آیا وہ کسی چیز میں نہ آیا مولٰی تمنا ہے کہ پھر دنیا میں جاؤں اور تیرے نام پر سر کٹاؤں۔

۷؎ یعنی ہمارا یہ قانون نہیں کہ جسے امتحان لے کر پاس کردیں،اس کا دوبارہ امتحان لیں تم تو اول نمبر پاس ہو کر آگئے اب دوبارہ امتحان کیسا۔خیال رہے کہ مرنے کے بعد دنیا میں لوٹ کر نہ آنا یہ رب کا قانون ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعا پر مردوں کا زندہ ہو کر آنا یہ ان کی خصوصیت ہے قانون اور خصوصیات میں فرق ہے،یوں ہی حضور انور کا اپنے والدین کو زندہ کرنا انہیں کلمہ پڑھانا صحابی بنانا حضور کی خصوصیات سے ہے۔

۸؎ یہاں تو ارشاد ہے کہ شہداء کو مردہ مت سمجھو مگر دوسری جگہ ارشاد ہے کہ شہداء کو مردہ نہ کہو۔

[52]- 6247 وَعنهُ قَالَ: اسْتَغْفَرَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خمْسا وَعشْرين مرّة. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے پچیس بار دعاء مغفرت کی۱؎ (ترمذی)

۱؎ یا تو ایک ہی مجلس میں پچیس بار ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی یا متعدد موقعوں پر دعائیں فرمائیں۔خیال رہے کہ حضرت جابر ابن عبداللہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،انصاری اسلمی ہیں،بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے،شام اور مصر میں قیام رہا،چورانوے سال عمر پائی،۷۴ھ ہجری میں وفات پائی،جنت البقیع میں دفن ہوئے،مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں،آپ کی وفات پر مدینہ منورہ میں صحابہ کا دور ختم ہوگیا۔(مرقات)

[53]- 6248 وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَمْ مِنْ أَشْعَثَ أَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ» رواه التِّرْمِذِيّ وَالْبَيْهَقِيّ فِي دَلَائِل النُّبُوَّة	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت سے پریشان بال غبار میں اٹے ہوئے پرانے کپڑے والے جن کی پرواہ نہ کی جاوے اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ پوری کردے۱؎ ان میں سے براء ابن مالک ہیں۲؎ (ترمذی،بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎ یعنی میری امت میں بعض غرباء مساکین جن کی کوئی نہ سنے وہ عنداللہ ایسے مقبول ہوں گے کہ اگر وہ کہہ دیں کہ خدا کی قسم تو جنتی ہے یا قسم خدا کی تجھے بیٹا ملے گا یا قسم اللہ کی کل بارش ہوگی تو اللہ تعالٰی ان کی قسم کی لاج رکھتے ہوئے یہ کام کردے،بزرگوں سے دعاء کرانے کی اصل یہ حدیث بھی ہے۔اللہ بے قراروں کی سنتا ہے یا بے قرار بنو یا کسی بے قرار سے دعا کراؤ"اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ"۔

۲؎ آپ حضرت انس ابن مالک کے بھائی ہیں،احد اور بعد کے غزوات میں شریک رہے،بڑے جانباز بہادر تھے،ان غزوات کے علاوہ موقعوں پر ایک سو کفار مبارزین کو قتل کیا(مرقات)جنگ یمامہ میں بڑی دلیری سے لڑے،۱۰ھ میں وفات ہوئی۔(اشعہ)

[54]- 6249	
وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا إِنَّ عَيْبَتِيَ الَّتِي آوِي إِلَيْهَا أَهْلُ بَيْتِي وَإِنَّ كَرِشِيَ الأنصارُ فاعفوا عَن مسيئهم واقبلوا من مُحْسنهمْ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ	روایت ہے ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آگاہ رہو میرے وہ خاص لوگ جن کی طرف میں رجوع کرتا ہوں میرے گھر والے ہیں۱؎ اور میرے اندرونی مشیر کار انصار ہیں تو ان کے خطاکاروں سے درگزر کرو اور ان کے نیک کاروں سے نیکی قبول کرو۲؎ (ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

۱؎ اہل بیت میں ازواج پاک اولاد مطہرات سب ہی داخل ہیں۔

۲؎ اس فرمان عالی کی شرح پہلے گزر چکی کہ اس میں خطاب یا ساری امت سے ہے یا اسلام کے خلفاء اور بادشاہوں سے کہ اگر کوئی انصاری کسی کے ذاتی معاملہ میں کچھ زیادتی کی کر دے تو اسے یہ سمجھ کر معاف کرو یہ ہمارے رسول کے میزبان بے مثال ہیں ان کا ہم سب پر احسان عظیم ہے۔اس پوری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے آپ نے گھر والوں اور جماعت انصار سے بہت ہی محبت ہے۔

[55]- 6250	
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ أَحَدٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بغض رکھے گا انصار سے کوئی وہ شخص جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو۱؎ (ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱؎ یعنی جس کے دل میں ایمان ہے وہ جنس انصار سے یا سارے انصار سے بغض نہ رکھے گا۔(مرقات) لہٰذا اگر کسی شخص کا کسی انصاری سے کسی ذاتی معاملہ میں اختلاف ہوجائے اس کے متعلق یہ حکم نہیں،یا اگر انصاری کی کوئی بات خلاف قانون اسلامی ہونے کی وجہ سے قبول نہ کی جائے وہ اس حکم کی زد میں نہیں۔حضور کے پردہ فرمانے کے بعد انصار نے کہا تھا کہ ایک امیر ہم میں سے چاہیے ایک تم مہاجرین میں سے تو حضرت ابوبکر صدیق نے ان کی یہ رائے یہ حدیث پیش کرکے رد فرمادی کہ **الخلافۃ فی القریش**۔

[56]- 6251	
وَعَن أنس وَأَبِي طَلْحَةَ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقْرِئْ قَوْمَكَ السَّلَامَ فَإِنَّهُمْ مَا علمت أَعِفَّةٌ صُبُرٌ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت انس سے وہ ابو طلحہ سے راوی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قوم کو سلام کہو۱؎ کیونکہ جیسا میں جانتا ہوں وہ لوگ پاک باز صبر والے ہیں۲؎ (ترمذی)

۱؎ **اقرئ** اگر الف کے زبر اور رے کے کسرہ سے ہو تو اس کے بعد علی نہیں آتا اور اگر الف کے کسرہ اور رے کے فتحہ سے ہو تو بعد میں علی آتا ہے،**اقرئ علی فلان** یہاں پہلی قراءۃ ہے۔غالبًا کسی جگہ انصار جمع ہوئے ہوں گے حضرت ابوطلحہ بھی وہاں جا رہے ہوں گے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کو ان کے ذریعہ سلام کہلایا۔معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو بھی سلام بھیجنا جائز ہے اور خاص قوم کو عام لوگوں کو بھی،یہاں **قومك** سے مراد انصار ہیں کیونکہ ابو طلحہ خود انصار ہیں۔

۲؎ یعنی ہم انصار کو سلام اس احترام کی وجہ سے بھیج رہے ہیں جو ان کا ہمارے دل میں ہے اور احترام کی وجہ ان کی یہ دو صفات ہیں تقویٰ پرہیزگاری اور مصیبتوں جہادوں میں صبر۔**اعفه** جمع ہے **عفیف** کی بمعنی پاک دامن،صبر ص اور ب کے پیش سے جمع صابر کی۔

[57]- 6252	
وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو حَاطِبًا إِلَيْهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّار فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كذبت لَا يدخلهَا فَإِنَّهُ شهد بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَة» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت جابر سے کہ حاطب کا غلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۱؎ حاطب کی شکایت حضور سے کرتا تھا تو بولا یا رسول اللہ حاطب دوزخ میں جائیں گے۲؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جھوٹ کہا وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے ہیں۳؎(مسلم)

۱؎ یہ حاطب وہ ہی حاطب ابن ابی بلتعہ ہیں جنہوں نے حضور انور کے ارادے کی خبر اہل مکہ کو بھیجی تھی جس کا واقعہ پہلے گزر چکا۔

۲؎ یا تو اس لیے حاطب دوزخ میں جائیں گے کہ انہوں نے مسلمانوں کی جاسوسی کفار کے لیے کی یا اس لیے کہ وہ مجھ پر بہت ظلم کرتے ہیں۔

۳؎ یعنی دوزخ میں نہیں جاسکتے کہ وہ غزوہ بدر اور بیعت الرضوان دونوں میں شریک ہوئے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک میں شرکت کرنے والا بھی جنتی ہے،ان کا جاسوسی کا قصور رب تعالٰی نے معاف کردیااور وہ تجھ پر ظلم نہیں کرسکتے جسے تو ظلم سمجھتا ہے وہ ظلم نہیں ہے۔خیال رہے کہ نبی کے صحابی ظالم نہیں ہوتے۔حضرت سلیمان کے صحابہ کے متعلق چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا تھا"**لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ**"کہ تم کو وہ لوگ اپنے پاؤں سے کچل نہ دیں حالانکہ انہیں خبر نہ ہو۔معلوم ہوا کہ چیونٹی کا بھی عقیدہ ہے کہ نبی اور نبی کے صحابی ظالم نہیں ہوتے وہ چیونٹیوں پر بھی ظلم نہیں کرتے،اگر چیونٹی بھی ان کے پاؤں سے کچل جائے تو ان کی بے خبری بے توجہی کی وجہ سے کچل جائے گی۔

[58]- 6253	
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: [وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أمثالكم] قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ ذَكَرَ اللَّهُ إِنْ تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوا بِنَا ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَنَا؟ فَضَرَبَ عَلَى فَخِذِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ ثُمَّ قَالَ: «هَذَا وَقَوْمُهُ وَلَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنَ الْفُرْسِ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اگر تم منہ پھیروگے تو رب دوسری قوم تمہارے سوا بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۱؎ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ لوگ کون ہیں جن کے متعلق اللہ نے ذکر فرمایا کہ اگر ہم منہ پھیریں تو وہ ہماری عوض بدلہ میں لائیں جائیں گے پھر وہ ہم جیسے نہ ہوں گے۲؎ تو حضور نے جناب سلمان فارسی کی ران پر ہاتھ مارا پھر فرمایا کہ یہ اور ان کی قوم ہے۳؎ اگر دین ثریا تارے کے پاس ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اسے پالیتے۴؎(ترمذی)

۱؎ اس آیت کریمہ میں خطاب حضرات صحابہ سے ہے کہ اگر تم لوگ دین اسلام کی خدمت نہیں کرو گے تو تمہاری جگہ رب تعالٰی دوسری قوم سے خدمت دین لے لے گا،تم دین کے حاجتمند ہو دین تمہارا حاجت مند نہیں تب وہ سوال ہوا جو آگے مذکور ہے۔
۲؎ یعنی یارسول اللہ وہ کون خوش نصیب ہیں جو ہمارے فیل ہوجانے کی صورت میں دین کو وہ سنبھالیں گے اور اس صورت میں وہ ہم سے اچھے ہوں گے اس قوم کا تعین فرمایئے۔
۳؎ اس کی شرح پہلے ہوچکی کہ ظاہر یہ ہے کہ اس فرمان عالی میں امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں بلکہ انکے معتقدین کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابوحنیفہ حضرت سلمان فارسی کے ہم وطن اور ہم قوم یعنی فارسی النسل ہیں،امام اعظم اور ان کے شاگردوں نے دین کی وہ خدمات کیں جسے زمانہ یاد رکھے گا۔اب بھی دنیا میں دو تہائی مسلمان حنفی ہیں باقی ایک تہائی میں سارے لوگ حدیث و آیات سے ایسے مسائل مستنبط فرمائے کہ **سبحان اللہ**!
۴؎ **فرس** فرما کر حضور انور نے ظاہر فرمادیا کہ اس فرمان عالی میں اشارہ سارے عجم کی طرف نہیں ہے بلکہ اہل فارس مراد ہیں یعنی امام ابو حنیفہ کیونکہ صرف آپ ہی فارسی النسل ہیں آپ کے سوا کوئی امام فارسی نہیں،امام اعظم کے دادا حضرت زوطی حضرت علی کی محبت میں ایران چھوڑ کر کوفہ آبسے اس لیے آپ کوفی ہوئے۔

[59]- 6254 وَعَنْهُ قَالَ: ذُكِرَتِ الْأَعَاجِمُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَأَنَا بِهِمْ أَوْ بِبَعْضِهِمْ أَوْثَقُ مِنِّي بِكُمْ أَوْ بِبَعْضِكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عجمیوں کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا میں ان پر یا ان کے بعض پر زیادہ بھروسہ رکھتا ہوں جتنا مجھ کو تم پر یا تمہارے بعض پر بھروسہ ہے۱؎(ترمذی)

۱؎ **بکم** اور **ببعضکم** میں خطاب مطلقًا اہل عرب سے ہے یعنی بعض عجمی لوگ بعض عربیوں سے افضل ہوں گے ایمان میں تقویٰ میں،علم میں،عمل میں،اجتہاد میں لہٰذا اس فرمان سے نہ تو لازم آتا ہے کہ غیر صحابی صحابی سے افضل ہوجاویں اور نہ یہ کہ عجمی عربی سے افضل ہوں۔
مسئلہ: جنس عربی جنس عجمی سے افضل ہے مگر بعض عجمی افراد بعض عربی افراد سے افضل ہیں۔چنانچہ عجمی مؤمن عربی کافر سے، عجمی مخلص عربی منافق سے،عجمی عالم عربی غیر عالم سے،عجمی مجتہد عربی غیر مجتہد سے افضل ہے۔
مسئلہ: کوئی غیرصحابی کسی صحابی سے افضل بلکہ برابر نہیں ہو سکتا،تمام جہان کے علماء صلحاء اولیاء غوث و قطب ایک صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے،وہ حضرات صحبت یافتہ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،آسمان ہدایت کے تارے،اسلام کے ستون ہیں، ایمان کے معیار ہیں،تقویٰ کی کسوٹی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔اس کی تحقیق ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

الفصل الثالث
تیسری فصل

[60]- 6255 عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ	روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کے سات برگزیدہ حافظین ہوئے۱؎

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ سَبْعَةَ نُجَبَاءَ رُقَبَاءَ وَأُعْطِيْتُ أَنَا أَرْبَعَةَ عشرَةَ قُلْنَا: مَنْ هُمْ؟ قَالَ: " أَنَا وَابْنَايَ وَجَعْفَرٌ وَحَمْزَةُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَبَلَالٌ وَسَلْمَانُ وَعَمَّارٌ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَأَبُو ذَر والمقداد. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	اور مجھے چودہ عطا فرمائے گئے ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں فرمایا میں اور میرے دونوں بیٹے جعفر،حمزہ۲ ابوبکر،عمر، مصعب ابن عمیر، بلال، سلیمان،عمار،عبداللہ ابن مسعود،ابو ذر،مقداد۳(ترمذی)

۱؎ نجباء جمع ہے نجیب کی بمعنی شریف یا منتخب اور برگزیدہ اور رقباء جمع ہے رقیب کی بمعنی حافظ و نگہبان یعنی ہر نبی کے ان کی امت میں سات امتی ان کے منتخب اور ان نبی کے پاسبان ہوتے تھے مگر ہم کو اللہ تعالٰی نے ایسے برگزیدہ چودہ افراد عطا فرمائے۔

۲؎ جعفر ابن ابی طالب تو حضرت علی کے بھائی ہیں اور حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب حضور انور کے چچا اور آپ کے رضاعی بھائی ہیں،حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے حضور کو بھی دودھ پلایا ہے اور جناب حمزہ کو بھی۔آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے، آپ کا خطاب اسد اللہ ہے،نبوت کے دوسرے سال ایمان لائے،بدر میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے،آپ کو وحشی ابن حرب نے شہید کیا،حضور انور نے سے دو یا چار سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔(مرقات)

۳؎ معلوم ہوا کہ ان چودہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص قسم کا ایسا قرب حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں دوسرے حضرات کو اور قسم کی خصوصیات حاصل ہیں۔اس چمن میں ہر پھول کا رنگ و بو علیحدہ ہے۔تمام احادیث پر نظر رکھنی چاہیے،علماء دین نے ساری احادیث کے مطالعہ سے جو مراتب حضرات صحابہ کے معلوم کیے ہیں ان پر اعتقاد رکھو کہ ان کی نظر ساری روایات پر تھی۔

[61]- 6256 وَعَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ كَلَامٌ فَأَغْلَظْتُ لَهُ فِي الْقَوْلِ فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُونِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ خَالِدٌ وَهُوَ يشكوه إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهُ وَلَا يَزِيدُهُ إِلَّا غِلْظَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَبَكَى عَمَّارٌ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرَاهُ؟ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ وَقَالَ: «مَنْ عَادَى عَمَّارًا عَادَاهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَ عَمَّارًا أَبْغَضَهُ اللَّهُ» . قَالَ خَالِدٌ: فَخَرَجْتُ فَمَا كَانَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ من رضى عمار فَلَقِيته بِمَا رَضِي فَرضِي	روایت ہے حضرت خالد ابن ولید سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میرے اور عمار ابن یاسر کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی تو میں نے گفتگو میں ان پر بہت سختی کی۲؎ عمار میری شکایت کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے پھر خالد پہنچے۳؎ فرمایا عمار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر رہے تھے تو خالد ان پر بہت سختی کرنے لگے۴؎ ان کی سختی بڑھتی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے۵؎ کچھ کلام نہیں فرماتے تھے جناب عمار رونے لگے۶؎ بولے یارسول اللہ کیا حضور خالد کو دیکھتے نہیں۷؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا جو عمار سے دشمنی کرے خدا اس سے دشمنی کرے اور جو عمار سے بغض رکھے خدا اس سے ناراض ہو۸؎ خالد فرماتے ہیں کہ پھر میں نکلا تو مجھے حضرت عمار کی خوشنودی سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہ تھی۹؎ پھر میں نے ان

	سے ان کی رضا کا برتاؤ کیا تو وہ راضی ہوگئے۔۱۰

۱؎ آپ مخزومی ہیں،آپ کی والدہ لبانہ صغریٰ ہیں یعنی حضرت ام المؤمنین میمونہ کی ہمشیرہ،زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے،حضور انور نے آپ کو لقب سیف اللہ دیا،۲۱ھ اکیس میں وفات ہوئی،مقام حمص شام میں آپ کا مزار ہے،عبداللہ ابن عباس آپ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔(اکمال،مرقات)

۲؎ یہاں سختی سے مراد گالی یا تہمت نہیں ہے بلکہ سخت آواز سے بات کرنا مراد ہے جیسے کہ غصہ میں ہوا کرتا ہے کہ آواز اور طرح کی نکلتی ہے،یہ جھگڑا کسی ذاتی معاملہ میں ہوا ہوگا نہ کہ دینی مسئلہ میں۔

۳؎ یہ قول یا تو کسی راوی کا ہے کہ خالد آئے یا خود خالد ہی کا ہے رضی اللہ عنہ کہ اپنا نام لے کر بیان کیا یہ نہ فرمایا کہ میں آیا۔

۴؎ یعنی حضرت خالد جوش غصہ میں حضور انور کے سامنے جناب عمار پر سختی کرنے ان سے غصہ سے کلام کرنے لگے ابھی دربار عالی سے واقف نہ تھے یا اسوقت تک آداب آستانہ کی آیات نہ آئی تھیں اس لیے آپ پر بے ادبی کا اعتراض نہیں ہوسکتا۔

۵؎ حضور انور نے اس خاموشی میں بہت کچھ فرمادیا تھا جسے حضرت خالد نہ سمجھ سکے غصہ کی وجہ سے۔حضور کی اداؤں میں تامل اور غور سکون قلب سے ہی ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی وہ سکون قلب نصیب کرے جو حضور کی اداؤں تک پہنچائے۔

۶؎ حضرت عمار اپنی بے بسی جناب خالد کی سختی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی ان تینوں کو دیکھ کر رو پڑے پس رونے ہی کی دیر تھی دریائے رحمت جوش میں آگیا۔مولانا فرماتے ہیں۔

تانہ گرید ابر کے خند و چمن　　　تانہ گرید طفل کے جوشد لبن

زور رابگزار زاری رابگیر　　　رحم سوئے زاری آید اے فقیر

۷؎ یعنی حضور کیا میری بے بسی اور خالد کی سختی پر توجہ نہیں فرماتے یہاں دیکھنے سے مراد توجہ فرمانا ہے۔

۸؎ قربان ان اداؤں کے ایک دعا میں سب کچھ فرمادیا حضرت خالد کا غصہ ٹھنڈا کردیا،عمار کا طرہ آفتاب تک پہنچادیا،دونوں کے دلوں کو ملادیا،جناب عمار کا درجہ اور مقام سمجھا دیا اس کا نتیجہ وہ ہوا جو آگے مذکور ہے۔

۹؎ یعنی حضور کی اس دعا شریف سے میرے دل کی دنیا بدل گئی اس دل میں عمار کی محبت عزت و عظمت بھر گئی آپ اس مجلس پاک سے اٹھے بھی اس لیے کہ حضرت عمار کو علیحدگی میں بلا کر معافی مانگ لیں اپنی گزشتہ کوتاہی کا کفارہ کرلیں رضی اللہ عنہما،اب حضرت خالد کو جناب عمار سب سے زیادہ محبوب ہوگئے انہیں راضی کرنے کو اولین فرض سمجھنے لگے۔

۱۰؎ چنانچہ حضرت خالد ان کے سینے سے لپٹ گئے ان سے معافی مانگی ان کے سامنے بہت ہی تواضع کی اور جس قدر اسباب رضا ہوسکتے تھے وہ سب جمع کرکے انہیں منالیا۔خیال رہے کہ آخرکار حضرت عمار جناب علی کے ساتھ تھے اور جماعت امیر معاویہ کے ہاتھوں شہید ہوئے مگر امیر معاویہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتے کیونکہ وہاں اختلاف رائے تھا عداوت نہ تھی جیسے برادران یوسف علیہ السلام اور حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کہ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے یا بی بی ہاجرہ سے اختلاف تھا بغض نہ تھا نہ عداوت تھی۔یہ بات یاد رکھو یہاں دنیا میں تو حضور دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں قیامت کا نقشہ بھی حضور کے دم سے بدل جائے گا۔شعر

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا

اوڑھ کر کالا کمبل وہ آجائیں گے حشر کا سارا نقشہ بدل جائے گا

[62]- 6257 وَعَن أبي عُبَيدةَ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «خَالِدٌ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنِعْمَ فَتَى الْعَشِيرَةِ» . رَوَاهُمَا أَحْمد	روایت ہے حضرت ابو عبیدہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے[1] اور یہ اپنے کنبے کے بہترین جوان ہیں[2] (احمد)

[1] یعنی اللہ کی تلواریں دو قسم کی ہیں: مشہور تلوار اور غیر مشہور حضرت خالد ان میں سے ایک ہیں جو مشرکین و کفار پر اللہ نے سونتی ہے۔

[2] یعنی حضرت خالد قبیلہ بنی مخزوم میں بہترین بندے اور صالح مرد ہیں۔دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے مرفوعًا روایت کی کہ خالد اللہ کی تلوار ہیں،حمزہ اللہ رسول کے شیر ہیں،ابو عبیدہ ابن جراح اللہ رسول کے امین ہیں، حذیفہ ابن یمان صفی الرحمٰن ہیں(یعنی اللہ کے چنے ہوئے بندے)عبدالرحمٰن ابن عوف اللہ کے تاجروں میں سے ہیں۔ (مرقات)خیال رہے کہ حضور انور جس کو بھی خطاب دیتے ہیں بالکل درست اور برمحل دیتے ہیں،حضور کے خطابات دنیاوی حکومتوں کے نہیں کہ نرے جاہل کو شمس العلماء بڑے بزدل کو خان بہادر کے خطاب دیئے جاتے ہیں۔

[63]- 6258 وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَمرنِي بحُبِّ أَرْبَعَةٍ وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ» . قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِّهِمْ لَنَا قَالَ: «عَلِيٌّ مِنْهُمْ» يَقُولُ ذَلِكَ ثَلَاثًا «وَأَبُو ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ أَمرنِي بحبِّهم وَأَخْبرنِي أَنه يحبُّهم» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ	روایت ہے بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے[1] عرض کیا گیا یارسول اللہ ہم کو ان کے نام بتائیں[2] فرمایا علی ان میں سے ہیں یہ تین بار فرماتے رہے[3] اور ابو ذر اور مقداد اور سلمان ہیں کہ مجھے ان سے محبت کا حکم دیا اور خبر دی کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے[4] (ترمذی)فرمایا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

[1] یوں تو رب تعالٰی ہر مؤمن و متقی خصوصًا ہر صحابی سے محبت کرتا ہے"**یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ**"مگر ان چارحضرات سے خصوصی محبت فرماتا ہے محبت کی بہت نوعیتیں ہوتی ہیں۔

[2] تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں اللہ رسول کے پیارے ہمارے بھی پیارے ہونے چاہئیں۔

[3] بار بار فرمانے سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان چاروں میں فرد اعلٰی ہیں۔

[4] یہ اس اجمال کی تفصیل ہے جو اجمال ابھی گزرا یہ حضرات اللہ کے محبوب کیوں نہ ہوں۔حضرت علی کے فضائل و مناقب ہماری شمار سے سواء ہیں،ابوذر بڑے عابد تھے،بڑے تارک الدنیا صحابی ہیں،حضرت مقداد چھٹے مؤمن ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،آپ حضرت عثمان غنی کی خلافت میں فوت ہوئے،انہیں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور حضرت سلمان تو اہل بیت میں شمار ہیں،تین سو سال حضور کی تلاش میں پریشان سرگرداں رہے آخر کار پہنچ گئے،چٹائیاں بنا کر روزی کماتے اسی پر

گزارہ کرتے تھے اپنی غنیمت اور وظیفے کو فقراء پر تقسیم کر دیتے تھے۔(اشعہ) یہ حضرات شکل انسانی میں فرشتے بلکہ فرشتوں سے افضل تھے۔

6259 -[64] وَعَن جَابر قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَقُولُ: أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِي بِلَالًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت جابر سے فرمایا کہ جناب عمر فرماتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور عتیق ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا۱(بخاری)

۱؎ پہلا لفظ سید آپ نے حقیقتًا فرمایا دوسرا سید تواضع اور انکسار کے طور پر کیونکہ حضرت بلال سے حضرت عمر افضل ہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ سیادت سے افضلیت لازم نہیں آتی جیسے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر معاویہ سے بڑھ کر سید نہ دیکھا حالانکہ آپ نے خلفاء راشدین کو دیکھا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق دو طرح ہمارے سید ہیں ایک تو بذات خود دوسرے ہمارے سید کے آقا،جب حضرت بلال کی وفات کی خبر ہوئی تو آپ روتے تھے اور فرماتے تھے۔شعر

اُٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا — اٹھ گیا آج نقیب چشم پیغمبر
اقبال کس کے لطف کا یہ فیض عام ہے — رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

6260 -[65] وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ بِلَالًا قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: إِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِنَفْسِكَ فَأَمْسِكْنِي وَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِلَّهِ فَدَعْنِي وَعمل الله. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت قیس ابن ابی حازم سے۱؎ کہ جناب بلال نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا کہ اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لیے خریدا ہے تو مجھے رکھیے اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے خریدا ہے تو مجھے اللہ کے عمل کے لیے چھوڑ دیجئے۲؎(بخاری)

۱؎ آپ قبیلہ بنی احمس سے ہیں،اسلام لانے مدینہ منورہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے تھے،کوفہ کے تابعین میں سے ہیں،عشرہ مبشرہ میں سے آپ نے نو صحابہ سے روایت کی یعنی سواء عبدالرحمٰن ابن عوف کے یہ آپ کی خصوصیت ہے،غزوہ نہروان میں حضرت علی کے ساتھ تھے،سو برس سے زیادہ عمر ہوئی،۹۸ اٹھانوے میں وفات ہوئی۔(مرقات)

۲؎ حضور انور کی وفات کے بعد حضرت بلال تاب فراق نہ لاکر دمشق جانے لگے تب حضرت صدیق نے کہا اے بلال مدینہ میں رہو ہم کو اپنی دلنواز اذان سنایا کرو تب آپ نے حضرت صدیق سے یہ عرض کیا۔بعض روایات میں ہے کہ آپ نے عرض کیا اے میرے مولیٰ اب میں مسجد نبوی حضور سے خالی نہیں دیکھ سکتا۔شعر

چہ مشکل ترازیں بر عاشق راز — کہ بے دلدار بیند جاء دلدار

چنانچہ آپ شام کے قافلہ کے ساتھ دمشق چلے گئے وہاں ہی ۲۰ ہجری میں وفات پاگئے۔(اشعہ)اس گنہگار نے قبر انور کو بوسہ دیا ہے۔

6261 -[66] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ إِنِّي مَجْهُودٌ فَأَرْسَلَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَقَالَتْ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُخْرَى فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ وَقُلْنَ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا عرض کیا کہ میں بھوکا ہوں۱؎ تو حضور نے اپنی بعض ازواج کے پاس بھیجا۲؎ وہ بولیں اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۳؎ پھر دوسری کے پاس بھیجا انہوں نے بھی اسی طرح کہا اور سب نے اسی طرح کہا۴؎ تب

كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:من يضيفه یرحمه اللَّهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى رَحْلِهِ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ لَا إِلَّا قُوتُ صِبْيَانِي قَالَ فَعَلِّلِيهِمْ بِشَيْءٍ وَنَوِّمِيهِمْ فَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَأَرِيهِ أَنَا نَأْكُلُ فَإِذَا أَهْوَى لِيَأْكُلَ فَقُومِي إِلَى السِّرَاجِ كَيْ تُصْلِحِيهِ فَأَطْفِئِيهِ فَفعلت فقعدوا وَأكل الضَّيْف فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ عَجِبَ اللَّهُ أَوْ ضَحِكَ اللَّهُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ»وَفِي رِوَايَةٍ مِثْلَهُ وَلَمْ يُسَمِّ أَبَا طَلْحَةَ وَفِي آخِرِهَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى [وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کون مہمان بنائے گا اللہ اس پر رحم کرے۵ تو انصار میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے جنہیں ابو طلحہ کہا جاتا تھا۶ وہ بولے یارسول اللہ میں چنانچہ وہ انہیں اپنے گھر لے گئے۷ اپنی بیوی سے بولے کیا تمہارے پاس کچھ ہے وہ بولیں نہیں سوائے میرے بچوں کے کھانے کے۸ فرمایا تم انہیں کسی چیز سے بہلا دینا سلا دینا۹ پھر جب ہمارا مہمان آئے تو انہیں دکھانا کہ ہم کھارہے ہیں۱۰ جب وہ اپنا ہاتھ کھانے کے لیے بڑھائیں تو تم چراغ کی طرف ٹھیک کرنے کے بہانے کھڑی ہونا اسے بجھا دینا۱۱ انہوں نے ایسا ہی کیا یہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھالیا انہوں نے بھوکے رات کاٹ دی۱۲ پھر سویرا ہوا یہ رسول اللہ کے پاس حاضر ہوئے۱۳ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی خوش ہوا یا راضی ہوا فلاں اور فلاں سے۱۴ ایک روایت میں ہے تو یوں ہی مگر ابوطلحہ کا نام نہیں لیا ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ تب اللہ نے یہ آیت اتاری اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ انہیں خود بھوک ہو۱۵ (مسلم،بخاری)

۱؎ **مجھود** بنا ہے جھد سے بمعنی مشقت اس کے معنی ہیں مشقت رسیدہ،مراد ہے بھوکا کہ بھوک بھی ایک سخت مشقت ہے۔(مرقات)

۲؎ یہ کہلا کر بھیجا کہ اگر کچھ کھانا ہو تو ایک بھوکے کے لیے بھیجو۔معلوم ہوا کہ نیکی کی ابتداء اپنے اور اپنے گھر سے کرنی چاہیے۔

۳؎ یعنی سواء پانی کے کوئی چیز نہ کھانے کی ہے نہ پینے کی ہمارا گھر ان سب سے خالی ہے۔اللہ اکبر! یہ ہے اس دولت خانہ کا حال جہاں سے اللہ کی نعمتیں تمام جہان میں تقسیم ہورہی ہیں جن کے لنگر سے زمانہ پل رہا ہے۔شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

۴؎ یہ واقعہ اور ان جیسے واقعات فتح خیبر سے پہلے کے ہیں(مرقات)فتح خیبر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر زوجہ صاحبہ کو ایک سال کی کھجوریں جو وغیرہ عطا فرمادیتے تھے۔

۵؎ **یضیّف** یا باب تفعیل سے ہے یا باب افعال سے دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی مہمان بنانا اسے کھانا کھلانا۔

۶؎ آپ کا نام زید ابن سہل انصاری ہے،حضرت انس کے سوتیلے والد جن کا مزار مقدس بصرہ میں ہے،آپ کے حالات بیان ہوچکے ہیں۔

۷؎ رحل سامان کو بھی کہتے ہیں اور سامان رکھنے کی جگہ یعنی گھر کو بھی یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی گھر۔(اشعۃ اللمعات)

۸؎ یعنی ہمارے گھر میں اتنا تھوڑا کھانا ہے کہ ہم تو کھائیں گے نہیں صرف بچوں کو کھلائیں گے وہ بھی بقدر ضرورت ہی کھلائیں گے اسی لیے قوت فرمایا طعام نہ فرمایا۔

۹؎ یعنی ناسمجھ چھوٹے بچے بھوکے ہیں وہ بھوکے آسانی سے سو نہ سکیں گے مگر انہیں کسی صورت سے بہانہ سے سلادینا سلانے کا حکم اس لیے دیا کہ بچے مہمان کو کھانا دیکھ کر صبر نہ کرسکیں گے،روئیں گے شور مچائیں گے اس وجہ سے مہمان نہ کھاسکے گا۔

۱۰؎ اس زمانہ میں مہمان بغیر میزبان کے کھانا نہیں کھاتا تھااس لیے ان کو مہمان کے ساتھ کھانا ضروری تھا اور اس وقت پردہ فرض نہ ہوا تھا،نیز یہ بی بی صاحبہ بہت بوڑھی تھیں لہذا یہ دونوں میاں بیوی مہمان کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوئے۔(مرقات)

۱۱؎ یعنی ہم تم دونوں مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لیے بیٹھیں پھر تم چراغ کی درستی کے بہانہ سے چراغ کو ہاتھ لگانا اور کھانس کر چراغ گل کردینا،دیا سلائی اس زمانہ میں موجود نہ تھی اس لیے چراغ دوبارہ روشن نہ ہوسکے گا ہم تم جھوٹ موٹ کھاتے اور اپنے منہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہیں اور خالی منہ چلاتے رہیں تاکہ مہمان سمجھے کہ ہم کھارہے ہیں اور وہ پیٹ بھر کر کھالے۔

۱۲؎ یعنی سارا گھر بھوکا سویا اور مہمان کو سیر کردیا۔

۱۳؎ یا تو نماز فجر پڑھنے مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے یا بعد نماز حضور انور سے ملاقات کرنے حاضر ہوئے۔مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں الی رسول اللہ ہے تو غدا بمعنی ذھب ہے،عام نسخوں میں علی رسول اللہ ہے کیونکہ غدا میں اقبل کے معنی شامل ہیں۔(مرقات)

۱۴؎ ان جیسی عبارتوں میں عجب یا ضحك بمعنی رضی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالٰی ان کے اس کام سے راضی ہوگیا یا ان سے راضی اور خوش ہوگیا۔رضا سے مراد خصوصی رضا ہے اللہ تعالٰی ہر مؤمن سے راضی ہے اور قسم کی رضا اور ہر متقی پرہیزگار سے راضی ہے دوسری قسم کی رضا،ان حضرات سے راضی ہے خصوصی رضا وہ ہی یہاں مراد ہے،فرماتاہے:"لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیۡنَ اِذْ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ"۔

۱۵؎ یہ آیت انصار کی تعریف میں آئی ہے کہ یہ لوگ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حاجت روک کر بھی دوسروں کی حاجت روائی کردیتے ہیں اس کے نزول کا سبب یہ ہی واقعہ ہے۔خیال رہے کہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ پہلے خویش بعد میں درویش مگر عشق و رضا کا فتویٰ یہ ہے کہ پہلے درویش بعد میں خویش،چونکہ یہ شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا تھا لہذا حضرت ابو طلحہ نے اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھا۔حضرت عمر کا آدھا مال خیرات کرنا آدھا مال گھر والوں کے لیے رکھنا شریعت تھا مگر حضرت صدیق اکبر کا اپناسارا مال خیرات کرنا گھر میں جھاڑو دے دینا حکم طریقت تھا لہذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب ابوطلحہ نے اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر اجنبی شخص کو روٹی کیوں کھلادی۔

[67]- 6262	
وَعَنْهُ قَالَ:نَزَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّونَ فَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «مَنْ هَذَا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟» فَأَقُولُ: فُلَانٌ. فَيَقُولُ:«نِعْمَ عَبْدُ اللَّهِ هَذَا» وَيَقُولُ: «مَنْ هَذَا؟» فَأَقُولُ: فُلَانٌ. فَيَقُولُ: «بِئْسَ عَبْدُ اللَّهِ هَذَا»	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منزل میں اترے تو لوگ گزرنے لگے ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھنے لگے،اے ابوہریرہ یہ کون ہے میں کہتا فلاں تو آپ فرماتے یہ اچھا بندہ ہے اور کہتے یہ کون ہے میں کہتا فلاں تو فرماتے یہ برا بندہ ہے ۲؎ حتی کہ خالد ابن ولید گزرے تو حضور نے فرمایا یہ کون ہے ۳؎ میں

حَتَّى مَرَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَالَ: «مَنْ هَذَا؟» فَقُلْتُ: خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ. فَقَالَ:«نِعْمَ عَبْدُ اللَّهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ سَيْفٌ مِنْ سيوف الله» رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	نے کہا کہ خالد ابن ولید ہیں تو فرمایا خالد ابن ولید اچھے بندے ہیں اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۴ (ترمذی)

۱؎ یہ واقعہ یا تو فتح مکہ کے سفر کا ہے یا کسی دوسرے سفر کا کہ اس دوران میں ایک منزل پر نزول فرمایا اور یہ واقعہ پیش آیا۔

۲؎ خیال رہے کہ کسی کی برائی کرنا اس کے سامنے یا پیچھے جائز ہے جب کہ دوسرے کو اس کے فساد سے بچانا مقصود ہو محض گلہ مقصود نہ ہو،غیبت حرام ہے مگر غیبت میں چند شرطیں ہیں: مسلمان کی غیبت ہو اس کا چھپا ہوا عیب بیان کیا جاوے اور دلی غصہ و حسد کی بنا پر بیان ہو لہذا اس حدیث پاک پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ غیبت ہے۔

۳؎ حضور انور حضرت خالد ابن ولید کو پہچانتے ہیں مگر یہ سوال انہیں گواہ بنانے کے لیے ہے سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور خیمہ میں تھے حضرت ابوہریرہ باہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کی آہٹ سن کر یہ سوال کیا۔

۴؎ اس فرمان عالی کی شرح ابھی کچھ پہلے ہوچکی ہے۔بہت صحابہ اللہ کی تلوار ہیں ان میں سے حضرت خالد بھی ہیں جیسے اسد اللہ حضرت علی مرتضٰی بھی ہیں اور جناب امیر حمزہ بھی۔

[68]- 6263 وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ لِكُلِّ نَبِيٍّ أَتْبَاعٌ وَإِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ أَتْبَاعَنَا منا فَدَعَا بِهِ " رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں کہ انصار نے عرض کیا یا نبی اللہ ہر نبی کے خاص تابعین ہیں ہم نے آپ کی اتباع کی ہے۱؎ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالٰی ہمارے تابعین ہم میں سے بنائے۲؎ چنانچہ حضور نے یہ دعا کی۳؎ (بخاری)

۱؎ یعنی اللہ تعالٰی نے ہم کو یہ توفیق بخشی کہ ہم حضور کے خاص خدام خاص متبع ہوئے یہ توفیق اس کی مہربانی ہے۔

۲؎ اس گزارش کے چند معنی ہوسکتے ہیں قوی اور ظاہر معنی یہ ہیں کہ تاقیامت جتنے مسلمان ہم انصار کی پیروی اور اطاعت کریں وہ کل قیامت میں ہمارے ہی زمرہ میں ہمارے ساتھ ہوں،اللہ تعالٰی جو درجات ہم کو عطا فرمادے ان سب کو دے لہذا اس میں ان شاءاللہ ہم سب مسلمان داخل ہیں،یہ معنی بھی کیے گئے ہیں کہ ہماری اولاد کو بھی انصاری کہا جاوے۔

۳؎ حضور انور نے یہ دعا کی اور رب تعالٰی نے ارشاد فرمایا"مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسٰنٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"۔

[69]- 6264 وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيدًا أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: وَقَالَ أَنَسٌ: قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ سَبْعُونَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ سَبْعُونَ. رَوَاهُ	روایت ہے حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں کہ ہم عرب کے قبیلوں میں کوئی ایسا نہیں جانتے جو انصار سے زیادہ شہیدوں والا ہے اور قیامت میں زیادہ عزت والا ہوا بولے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ انصار میں احد کے دن ستر شہید کیے گئے بیر معونہ میں ستر اور صدیق اکبر کے زمانہ میں یمامہ کے دن ستر۲؎ (بخاری)

البُخَارِيّ	

۱ یعنی ہم تمام صحابہ میں یہ مشہور تھا اور ہے کہ انصار کا قبیلہ دنیا میں زیادہ شہیدوں والا ہے اور آخرت میں بہت درجات والا کہ یہ لوگ حضور کے میزبان معاونین اسلام اللہ رسول کے نام پر قربان ہیں انہیں میں زیادہ شہید ہیں۔

۲ دوسری جماعتوں میں اتنے حضرات شہید نہیں ہوئے۔چنانچہ غزوہ احد میں انصار چونسٹھ شہید ہوئے اور مہاجرین چھ،بعض روایات میں ہے کہ ستر انصار شہید ہوئے اور مہاجرین میں صرف امیر حمزہ۔

[70]- 6265 وَعَن قيس بن حَازِم قَالَ: كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّينَ خَمْسَةُ آلَافٍ. وَقَالَ عُمَرُ: لَأُفَضِّلَنَّهُمْ على مَنْ بَعدَهم. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ1- النَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.2- عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُثْمَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْقُرَشِيُّ.3 -عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب الْعَدوي.4 - عُثْمَان بن عَفَّان خَلفه النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَلَى ابْنَتِهِ رُقَيَّةَ وَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ.5 - عَلِيُّ بن أبي طَالب الْهَاشِمِي.6- إِيَاس بن الْبُكَيْر.7- بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيق.8- حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ.9- حَاطِبُ بْنُ أبي بلتعة حليفٌ لقريش.10-أَبُو حُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ الْقُرَشِيُّ. 11-حَارِثَةُ بْنُ الرُّبَيِّعِ الْأَنْصَارِيُّ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَّارَةِ.12-خُبَيْبُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ.13-خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ. 14-رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ.15- رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ أَبُو لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ.16- الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ.17-زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ أَبُو طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ. 18-أَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ.19 -سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ. 20 - سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ.21 - سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ.22 -	روایت ہے حضرت قیس ابن ابی حازم سے فرماتے ہیں کہ بدر والوں کا عطیہ پانچ پانچ ہزار تھا حضرت عمر نے فرمایا کہ میں ان کو بعد والوں پر فضیلت دوں گا۱(بخاری)ان بدر والوں کے نام جو بخاری کی جامع میں بیان کیے گئے۲ نبی محمد ابن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم۳ عبداللہ ابن عثمان یعنی ابوبکر صدیق قرشی۴ عمر ابن خطاب عدوی۵ عثمان ابن عفان قرشی جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دختر رقیہ کی تیمار داری کے لیے پیچھے چھوڑا اور ان کے لیے حصہ الگ رکھا۶ علی ابن ابی طالب ہاشمی۷ ایاس ابن بکیر۸ بلال ابن رباح یعنی ابوبکر صدیق کے غلام۹ حمزہ ابن عبدالمطلب ہاشمی۱۰ حاطب ابن ابی بلتعہ جو قریش کے حلیف تھے۱۱ ابو حذیفہ ابن عقبہ ابن ربیعہ قرشی۱۲ حارثہ ابن ربیع انصاری جو بدر کے دن شہید ہوئے۱۳ اور وہ حارثہ ابن سراقہ ہیں جو اوپی میں مقرر تھے۱۴ خبیب۱۵ ابن عدی انصاری، خنیس ابن حذافہ سہمی۱۶ رفاعہ ابن رافع انصاری۱۷ رفاعہ ابن عبدالمنذر ابو لبابہ انصاری۱۸ زبیر ابن عوام قرشی۱۹ زید ابن سہل یعنی ابوطلحہ انصاری۲۰ ابو زید انصاری۲۱ سعد ابن مالک زہری۲۲ سعد ابن خولہ قرشی۲۳ سعید ابن زید ابن عمرو ابن نفیل قرشی۲۴ سہل ابن حنیف انصاری۲۵ ظہیر ابن رافع انصاری۲۶ اور انکے بھائی۲۷ عبداللہ ابن مسعود ہذلی۲۸ عبدالرحمٰن ابن عوف زہری۲۹ عبیدہ ابن حارث قرشی۳۰ عبادہ ابن صامت انصاری۳۱ عمرو ابن عوف جو بنی عامر ابن لوی کے حلیف تھے۳۲ عقبہ ابن عمرو انصاری۳۳ عامر ابن ربیعہ عنزی۳۴ عاصم ابن ثابت انصاری۳۵ عویمر ابن ساعدہ انصاری۳۶ عتبان ابن مالک انصاری۳۷ قدامہ ابن مظعون۳۸ قتادہ ابن نعمان

سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ.23 - ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ.	انصاری۳۹معاذ ابن عمرو ابن جموح۴۰معوذ ابن عفراء ۴۱اور ان کے بھائی مالک ابن ربیعہ ابو اسید انصاری۴۲مسطح ابن اثاثہ ابن عباد ابن عبدالمطلب ابن عبد مناف۴۳مرارہ ابن ربیع انصاری۴۴معن بن عدی انصاری۴۵مقداد ابن عمرو کندی جو بنی زہرہ کے حلیف ہیں۴۶ہلال ابن امیہ انصاری۴۷اللہ تعالٰی ان سب سے راضی رہے۔

۱؎ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے جو وظیفے مقرر فرمائے تو فی انصاری پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ تھے دوسروں کے وظیفے اس سے کم تھے اور حضرت عمر نے اس زیادتی کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ حضرات درجات میں دوسروں سے افضل ہیں۔

۲؎ اصحاب بدر تین سو تیرہ ہیں وہاں کفار ایک ہزار تھے،امام بخاری نے یہاں ۴۴ حضرات کے نام ذکر کیے ہیں کچھ حضرات کے نام متفرق مقامات پر ذکر کیے اس بخاری میں ان کا تذکرہ مختلف حیثیتوں سے کیاکچھ نام بالکل ذکر نہ کیے،یہ نام یکجا اس لیے ذکر کیے کہ ان ناموں کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اگر اصحاب بدر کے نام پڑھ کر دعائیں کی جائیں تو ان شاءاللہ قبول ہوں۔(اشعہ)یہ نام حروف تہجی کی ترتیب سے بیان ہوئے ہیں سواء حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے۔

۳؎ سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف کیا برکت کے لیے اور یہ بتانے کے لیے کہ حضور انور اس وقت شانہ بہ شانہ سپاہیوں کے ساتھ تھے موجودہ زمانہ کی طرح نہ تھے کہ لڑتے ہیں سپاہی دور دور رہتے ہیں بڑے لوگ۔

۴؎ آپ کا نام شریف عبداللہ ہے،لقب عتیق،خطاب صدیق،قرشی ہیں،تیم ابن مرہ کے خاندان سے ہیں،اسلام سے پہلے آپ کا نام عبد رب الکعبہ تھاحضور انور نے عبداللہ رکھا۔(اشعہ)آپ کے والد بھی مؤمن صحابی ہیں،ان کا نام عثمان ہے،کنیت ابو قحافہ،حضرت صدیق بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سایہ کی طرح رہے،بدر کی رات عریش میں آپ کی حفاظت میں رات بھر تلوار لیے عریش کے ارد گرد گھومتے رہے جدھر سے آہٹ پاتے ادھر ہی پہنچ جاتے تھے۔(مرقات)عریش وہ ہی جگہ ہے جہاں آج مسجد عریش ہے یہاں حضرات صحابہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھپّر سا بچھادیا تھاجہاں اللہ کے محبوب نے رات بھر دعائیں مانگیں تھیں اس فقیر نے یہاں ایک رات گزاری ہے۔

۵؎ آپ عدی ابن کعب کی اولاد سے ہیں،آپ کے خاندان کا نام عدوی ہے،یہ قریش کا مشہور خاندان ہے،آپ کا نام عمر لقب فاروق اعظم ہے،آپ دراز قد خوبصورت تھے،آپ کی پیش گوئی توریت میں بھی ہے،قدرتی طور پر آپ کی ہیبت دلوں میں تھی،آپ کی خلافت ساڑھے دس سال ہوئی،تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی آپ کے حالات شروع مرآت میں بیان ہوچکے۔

۶؎ آپ کے حالات مذکور ہوچکے ہیں۔آپ حکمًا بدر میں شریک ہوئے یعنی مدینہ منورہ میں آپ کا گھر آپ کے لیے بدر کا میدان بنادیا گیاآپ کا لقب ذوالنورین ہے کیونکہ آپ کے نکاح میں حضور کی دو صاحبزادیاں تھیں رقیہ و کلثوم۔

۷؎ آپ کے فضائل و کمالات ذروں اور تاروں کی طرح بے شمار ہیں،آپ کی کنیت ابو تراب ہے،لقب اسد اللہ الغالب،پیر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی منگل کو آپ ایمان لائے سات سال کی عمر میں،پست قد،سرخ رنگ،بڑی آنکھیں،گھنی داڑھی،وسیع العلم،نہایت بہادر دلیر،زاہد و سخی تھے،آپ کی خلافت پانچ سال ہے،۱۷ رمضان شریف شب جمعہ کو کوفہ میں ابن ملجم مرادی کے ہاتھوں زخمی ہوئے،۲۱ رمضان میں شہید ہوئے،عمر شریف تریسٹھ سال۔

۸؎ آپ لیثی ہیں،بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،دارارقم میں ایمان لائے، ۳۴ھ میں وفات ہوئی۔
۹؎ آپ حضور کے مؤذن خاص ہیں،آپ پہلے امیہ ابن خلف کے غلام تھے آپ کو وہ سخت ایذائیں دیتا تھا،فتح مکہ کے دن کعبہ کی چھت پر پہلے آپ ہی نے اذان دی،دمشق میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔(اشعہ)اس فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔الحمدللہ !
۱۰؎ آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے حضور کے چچا اور رضاعی بھائی بدر میں شریک احد میں شہید ہوئے،حضور سے چار سال عمر میں زیادہ تھے،آپ کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہب ہے یعنی حضرت آمنہ کی بہن،فرشتوں کو دیکھا گیا کہ آپ کی میت کو غسل دے رہے ہیں اور حنظلہ کو بھی۔(اشعہ)
۱۱؎ آپ کے حالات کچھ بیان ہوچکے ہیں۔آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،بدروخندق وغیرہ غزوات میں شریک ہوئے، ۳۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی،عمر پینسٹھ سال ہوئی،آپ کا اہلِ مکہ کو خط لکھنا وہ پکڑا جانا پہلے مذکور ہوچکا ہے۔
۱۲؎ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔مشہور یہ ہے کہ آپ کا نام ہشام ابن عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدالشمس ہے،فضلاء صحابہ میں سے ہیں،صاحب ہجرتین ہیں،غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے،ترپین ۵۳ سال عمر ہوئی۔(اشعہ)
۱۳؎ ربیع حارثہ کی ماں کا نام شریف ہے،والد کا نام سراقہ ہے،آپ انصار کے پہلے شہید ہیں۔
۱۴؎ آج کل کی زبان میں نظارہ کا ترجمہ اوپی ہے جو جنگ میں کسی اونچی جگہ بیٹھ کر دشمن کی نگرانی کرتا ہے اور اپنی فوج کو مطلع کرتا ہے۔
۱۵؎ آپ اوسی ہیں،بدر میں شریک ہوئے،غزوہ رجیع ۳ھ میں کفار کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے،انہوں نے آپ کو مکہ معظّمہ لاکر بنو حارث کے ہاتھ فروخت کردیا،آپ نے بدر کے دن بنو حارث کے سردار کو قتل کیا تھا اس کی اولاد نے آپ کو خریدا اور سولی دی، آپ پہلے سولی یافتہ ہیں آپ کی سولی کا واقعہ بہت مشہور ہے،آپ نے سولی کے وقت عرض کی کہ خدایا کوئی نہیں جو میرا اسلام میرے حبیب تک پہنچادے تو ہی پہنچادے چنانچہ حضرت جبریل نے آپ کا سلام حضور تک پہنچایا۔(اشعہ)آپ کے متعلق یہ شعر ہیں

لے سجناں میں توڑ نباہی جان دتی راہ تیرے — حشر دہاڑے شرماں تلیوں رکھ لیں پردے میرے
مردے ویلے یار نہ ڈٹھا ایہہ افسوس ودھیرا — چنگا سجناں کدوں کرینگا فیر میرے دل پھیرا

۱۶؎ آپ بی بی حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پہلے خاوند ہیں،غزوہ بدر میں شریک ہوئے احد میں زخمی ہوئے،مدینہ منورہ آکر اس زخم سے وفات پائی،پہلے حبشہ کے مہاجر تھے پھر مدینہ منورہ کے مہاجر ہوئے،ان کی وفات کے بعد بی بی حفصہ حضور انور کے نکاح میں آئیں۔(مرقات،اشعہ)
۱۷؎ دونوں باپ بیٹے صحابی انصاری ہیں،بدر اور تمام غزوات میں شامل رہے،جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے،امیر معاویہ کی شروع سلطنت میں فوت ہوئے۔
۱۸؎ ابولبابہ انہیں رفاعہ کی کنیت ہے،آپ انصاری ہیں،بیعت عقبہ میں شریک ہوئے۔قوی یہ ہے کہ آپ کو بدر کے موقعہ پر مدینہ منورہ میں حفاظت کے لیے رکھا گیا مگر غنیمت سے حصہ دیا گیا،حضرت علی کی خلافت میں وفات ہوئی،ایک موقعہ پر اپنے کو ستون سے باندھ دیا تھا اب تک اس ستون کا نام ستون ابولبابہ یا ستون توبہ ہے مسجد نبوی شریف میں ہے۔(اشعہ،مرقات)
۱۹؎ آپ حضور کے پھوپھی زاد بھائی ہیں صدیق اکبر کے داماد یعنی صفیہ کے بیٹے اسماء کے خاوند،جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے ساتھ شہید ہوئے،وادی سباع میں دفن ہوئے،پھر وہاں سے آپ کی میت بصرہ پہنچائی گئی ان کی قبر مشہور ہے۔ آپ کو ابن

جرموز نے جو حضرت علی کا سپاہی تھا شہید کیا پھر حضرت علی کو اس نے اس قتل کی بشارت دی آپ نے فرمایا تو دوزخی ہے میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ زبیر کا قاتل دوزخی ہوگا۔(اشعہ)

۲۰؎ آپ حضرت انس کے سوتیلے والد ام سلیم کے خاوند ہیں،زید ابن سہل آپ کا نام ہے،ابو طلحہ کنیت،بارہا آپ کے حالات بیان ہوچکے ہیں۔بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ میں شامل ہوئے،بڑے امیر وسخی تھے ۳۱ھ اکتیس میں وفات ہوئی،ستتر سال عمر ہوئی۔(مرقات)

۲۱؎ آپ قرآن کے جامع اور قرآن کے حافظ صحابی ہیں آپ کے نام میں اختلاف ہے یا سعد ابن عمر ہے یا قیس ابن سکن۔

۲۲؎ آپ ہی کو سعد ابن وقاص کہا جاتا ہے،عشرہ مبشرہ سے ہیں،حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام لائے،حضور نے آپ سے فرمایا تھا اے سعد تیر مار تجھ پر میرے ماں باپ فدا،مقام عقیق میں وفات پائی،مدینہ منورہ میں دفن ہوئے ۵۵ھ پچپن ہجری امیر معاویہ کی سلطنت میں وفات ہوئی،ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی،بہت ممالک اسلامیہ کے فاتح آپ ہی ہیں۔

۲۳؎ آپ یمنی ہیں،حجۃالوداع میں مکہ مظمہ میں وفات پائی۔(اشعہ)

۲۴؎ آپ حضرت عمر کے بہنوئی ہیں،آپ ہی کے ذریعہ حضرت عمر ایمان لائے،مقام عقیق میں وفات پائی ۵۰ھ پچاس میں،عمر شریف ستر سال سے زیادہ ہوئی،عشرہ مبشرہ میں سے ہیں،آپ کے والد زید ابن عمر نے حضور سے ملاقات کی ہے مگر ظہور نبوت سے پہلے انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام کے ذبیحہ نہ کھائے انہیں موحد جاہلیت کہا جاتا ہے۔

۲۵؎ آپ اوسی ہیں،بدر وغیرہ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،حضرت علی نے آپ کو مدینہ منورہ کا حاکم بنایا پھر فارس کا،کوفہ میں ۸۳ھ میں وفات پائی،حضرت علی نے آپ کی نماز پڑھائی۔

۲۶؎ آپ اوسی ہیں،بیعت عقبہ ثانیہ اور بدر وغیرہ میں حاضر ہوئے۔

۲۷؎ ان کے بھائی کا نام مظہر ابن رافع ہے۔

۲۸؎ آپ کے فضائل بے شمار ہیں پہلے ذکر ہوچکے۔آپ خلافت فاروقی اور شروع خلافت عثمانی میں کوفہ کے افسر مال رہے،پھر مدینہ منورہ میں رہے،۳۲ھ میں وفات ہوئی،جنت البقیع میں دفن ہوئے،ساٹھ سال سے زیادہ عمر ہوئی۔

۲۹؎ آپ بھی عشرہ مبشرہ سے ہیں،زہرہ ابن کلاب کی اولاد سے ہیں،واقعہ فیل سے دس سال بعد ولادت ہوئی،ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے،اولًا حبشہ کی طرف ہجرت کی،احد میں بیس سے زیادہ زخم کھائے،آپ کے پیچھے حضور نے فجر کی ایک رکعت پڑھی ہے،غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہوئے اس کے کفارہ میں چار ہزار درہم خیرات کیے پھر چالیس ہزار دینار پھر پانچ سو گھوڑے پانچ سو اونٹ غازیوں کو دیئے،حضور کی وفات کے بعد ازواج پاک کی بہت ہی خدمت کی،آپ کی چار بیویاں تھیں انہیں دس ہزار دینار میراث ملی،خلافت عثمان میں وفات ہوئی۔(اشعہ)

۳۰؎ آپ کی کنیت ابوالحارث ہے،قدیم الاسلام ہیں بدر کے دن ولید ابن عتبہ کو آپ نے للکار کر مقابلہ میں بلایا اور دونوں ایک دوسرے کے وار سے فوت ہوئے۔(اشعہ)

۳۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں،انصار کے نقیب تھے،دونوں بیعت عقبہ میں شریک ہوئے،آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جامعین قرآن میں سے ہیں،بیت المقدس میں وفات پائی بیاسی سال عمر ہوئی۔

۳۲؎ آپ قدیم الاسلام ہیں،آپ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی"تَوَلَّوْا وَّ اَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ"مدینہ منورہ میں رہے، امیر معاویہ کے آخری زمانہ میں وفات ہوئی۔

۳۳؎ آپ کی کنیت ابو مسعود انصاری ہیں،بدری ہیں،مشہور صحابی ہیں،بعض نے فرمایا کہ آپ کا گھر بدر میں تھا غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے لہذا لفظ بدری سے امام بخاری کو دھوکا ہواواللہ اعلم !۴۱ھ اکتالیس میں وفات ہوئی۔(مرقات و اشعہ)

۳۴؎ آپ قبیلہ بنی عنزہ سے ہیں،عنزہ آپ کے خاندان کے مؤرث اعلیٰ کا نام ہے،صاحب ہجرتین ہیں،بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،۳۲ھ بتیس میں وفات پائی۔

۳۵؎آپ کی کنیت ابوسلیمان ہے،انصاری ہیں،بدر میں شریک ہوئے،غزوہ رجیع میں آپ ہی کا واقعہ ہے کہ مشرکین نے جب آپ کا سر کاٹنا چاہا تو اللہ تعالٰی نے آپ کی لاش کی حفاظت کرنے کے لیے شہد کی مکھیاں اس پر بھیج دیں جس سے مشرکین آپ کی لاش تک نہ پہنچ سکے پھر لاش مبارک کو سیلاب بہا کر لے گیا،آپ کی قبر کہیں نہیں بنی،بنولحیان نے آپ کو شہید کیا تھا۔(مرقات،اشعہ)

۳۶؎آپ انصاری اوسی ہیں،بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،آپ کی وفات بعض کہتے ہیں کہ حضور انور کی حیات شریف میں ہی ہو گئی تھی،بعض کہتے ہیں کہ آپ کے بعد ۶۶ھ چھیاسٹھ سال عمر پائی۔(اشعہ)

۳۷؎آپ خزرجی اوسی ہیں،بدر میں حاضر ہوئے باوجودیکہ نابینا تھے،آپ ہی کا یہ واقعہ ہے کہ آپ نے عرض کیا تھا کہ میں اپنی معذوری کی وجہ سے مسجد مقدس میں حاضر نہیں ہوسکتا ہوں حضور میرے گھر تشریف لا کر ایک گوشہ میں دو رکعت ادا فرمالیں تاکہ میں وہاں نماز پڑھا کروں وہ جگہ مسجد خانہ بنالوں حضور انور نے قبول فرمایا تھا،آپ کی وفات امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوئی رضی اللہ عنہ۔(اشعہ)

۳۸؎آپ حضرت عبداللہ ابن عمر کے ماموں ہیں،دو ہجرتوں والے ہیں،بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے،حضرت عمر نے آپ کو بحرین کا حاکم مقرر فرمایا پھر معزول فرمادیا، ۶۸ھ ارسٹھ سال عمر پائی، ۳۶ھ چھتیس میں وفات ہوئی۔(اشعہ)

۳۹؎آپ حضرت ابوسعید خدری کے اخیافی بھائی ہیں،بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،۲۳ھ تئیس ہجری میں وفات ہوئی،حضرت عمر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔(مرقات)

۴۰؎آپ خزرجی انصاری ہیں،بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ میں شریک ہوئے،آپ ہی نے معاذ ابن عفراء کے ساتھ مل کر ابوجہل کو قتل کیا،آپ نے ابوجہل کا پاؤں کاٹ کر اسے زمین پر گرایا عکرمہ ابن ابوجہل نے آپ ہی کا ہاتھ کاٹ دیا جو بعد میں حضور نے اپنے لعاب شریف سے جوڑ دیا۔

۴۱؎آپ معاذ کے بھائی ہیں،عفراء آپ کی ماں کا نام ہے،جب ابوجہل زمین پر گر گیا تو اس کی گردن آپ نے کاٹی پھر وہ سسک رہا تھا کہ اس خبیث کا سر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے تن سے جدا کیا۔غرضکہ ابوجہل کے قتل میں تین صحابہ کی جماعت شریک ہوئی اللہ نے اس عظیم الشان کارخیر میں ایک جماعت کو حصہ دیا،ان کے ایک بھائی عوف ہیں جو بدر میں شہید ہوئے۔(مرقات)

۴۲؎یہ بھی حضرت معاذ و معوذ کے بھائی ہیں ان تینوں کی ماں عفراء بنت عبید ابن ثعلبہ ہیں،بدرواحد اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، ۶۰ھ ساٹھ میں وفات پائی،۷۷ ستتر سال عمر ہوئی آخر میں نابینا ہوگئے تھے،سب سے آخری بدری آپ ہی فوت ہوئے،آپ کی وفات سے زمین اہل بدر صحابہ سے خالی ہوگئی۔(اشعہ،مرقات)مالک نام ہے اور ابو اسید کنیت ہے۔

۴۳؎ آپ کا نام عوف ہے، مسطح آپ کا لقب ہے،بدر احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے،ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی تہمت میں آپ بھی شریک ہوگئے تھے،آپ کو تہمت کی سزا اسی کوڑے لگائے گئے،جب آپ کا وظیفہ حضرت ابوبکر صدیق نے بند فرمادیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی"وَ لَا یَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡکُمۡ وَ السَّعَۃِ اَنۡ یُّؤۡتُوۡۤا اُولِی الۡقُرۡبٰی"تب آپ نے وظیفہ جاری کردیا اسی آیت میں حضرت صدیق کو اولو الفضل یعنی بعد رسول ساری مخلوق سے افضل فرمایا گیا۔ہم نے عرض کیا ہے۔

تیرے مداح نبی تیرا ثنا گو اللہ حق اولو الفضل کہے اور پیمبر صدیق

مسطح کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی ۵۶ سال عمر پائی۔(مرقات وغیرہ)

۴۴؎ آپ انصاری عامری ہیں تیسرے وہ ہیں جو غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے جن کا بائیکاٹ کیا گیا تھا پھر ان کی توبہ رب نے قبول فرمائی"وَّ عَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیۡنَ خُلِّفُوۡا حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡاَرۡضُ"وہ تین حضرات حضرت کعب ابن مالک،ہلال ابن امیہ،مرارہ ابن ربیع ہیں اسی آیت کی وجہ سے سورۃ کا نام سورۂ توبہ ہے۔

۴۵؎ آپ بدری صحابی ہیں،تمام غزوات میں شریک ہوئے،خلافت صدیقی میں غزوہ یمامہ میں شریک ہوئے،حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے آپ کو حضرت زید ابن خطاب کا بھائی بنایا یہ دونوں ایک ہی دن میں شہید ہوئے۔

۴۶؎ مقداد کے والد عمرو نے قبیلہ بنی کندہ سے معاہدہ کیا تھا ان کے حلیف تھے اس لیے انہیں کندی کہا جاتا ہے۔حضرت مقداد نے مقام جرف میں وفات پائی یعنی مدینہ منورہ سے تین میل دور وہاں سے آپ کی میت جنت البقیع میں لائی گئی جہاں آپ دفن ہوئے،۳۳ھ تینتیس میں وفات ہوئی ستر سال عمر پائی۔

۴۷؎ آپ ہی تیسرے وہ صاحب ہیں جو غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہوسکے انہوں نے ہی اپنی بیوی کو شریک ابن صحماء سے تہمت لگائی تھی اور لعان کیا تھا۔یہ کل پینتالیس نام ہوئے،ان ناموں کی توسل سے جو دعا مانگی جاوے ان شاءاللہ قبول ہوگی،بعض عارفین اصحابِ بدر کے نام کے وظیفے پڑھتے ہیں۔

باب ذکر الیمن والشام وذکر اویس القرنی

یمن اور شام کا ذکر[1] اور اویس قرنی کا تذکرہ[2]

الفصل الاول

پہلی فصل

[1] یمن یا تو بنا ہے یمین سے بمعنی داہنی جانب بائیں کی مقابل،چونکہ یہ مکہ معظّمہ سے داہنی طرف ہے اس لیے اس علاقہ کو یمن کہا جاتا ہے،یا بنا ہے یمن بمعنی برکت سے،چونکہ یہ متبرک علاقہ ہے لہذا یمن کہا جاتا ہے۔یہ علاقہ عرب کا پانچواں صوبہ ہے آج کل اس کا دارالخلافہ عدن ہے۔شام اس علاقہ کا نام ہے جو فلسطین سے متصل ہے اس کا دارالخلافہ آج کل دمشق ہے۔یا تو شام مقابل ہے یمن کا بمعنی بائیں جانب،چونکہ یہ مکہ معظّمہ سے بائیں طرف ہے لہذا شام کہلاتا ہے،یا سام ابن نوح علیہ السلام کی طرف نسبت ہے استعمال میں بجائے سام کے شام ہوگیا،اس زمین میں کچھ سفید سرخ کالے نشانات ہیں جیسے جسم پر تل،عربی میں تل کو شامہ کہتے ہیں ان وجوہ سے اسے شام کہتے ہیں۔یہاں یمن اور شام کے ذکر سے مراد مطلقًا ان کا ذکر ہے خواہ اس سر زمین کا ذکر ہو یا وہاں کے باشندوں کا۔

[2] بعض لوگ قرن سے مراد وہ جگہ سمجھے ہیں جو نجد والوں کا میقات یعنی جاء احرام ہے جسے قرنی منازل کہتے ہیں مگر یہ غلط ہے وہ قرن تو طائف کے پاس ہے۔حضرت اویس جہاں رہتے تھے وہ قرن یمن کی ایک بستی ہے جو قرابن رومان ابن ناجیہ ابن مراد نے بسائی یہ قرن حضرت اویس کے مورث اعلیٰ تھے۔

[1]- 6266 عَن عمر بن الْخطاب أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللَّهَ فَأَذْهَبَهُ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّينَارِ أَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ "وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُولُ: " إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: أُويس وَله والدةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاض فَمُرُوهُ فليستغفر لكم ". رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمن سے ایک صاحب آئیں گے جنہیں اویس کہا جاتا ہے[1] انہیں یمن میں صرف ان کی ماں ہی روکے ہوئے ہے ان کو برص کی سفیدی تھی تو انہوں نے اللہ سے دعا کی اللہ نے وہ دور کردی سوا دینار یا درہم کی جگہ کے تو تم میں سے جو ان سے ملے تو وہ اس کے لیے دعا مغفرت کریں[2] اور ایک روایت میں ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تابعین میں بہترین وہ صاحب ہیں جنہیں اویس کہا جاتا ہے[3] ان کی ایک ماں ہیں انہیں برص کی سفیدی تھی ان سے عرض کرنا کہ وہ تمہارے لیے دعاء مغفرت کریں[4] (مسلم)

[1] آپ اویس ابن عامر ہیں،پہلے مراد میں پھر قرن میں رہے اس لیے آپ کو مرادی قرنی کہا جاتا ہے۔آپ نے حضور انور کا زمانہ پایا مگر آپ کی والدہ کے پاس کوئی خدمت گار نہ تھا اس لیے ماں کو چھوڑ کر حاضر خدمت نہ ہوئے،آپ کے بائیں پہلو پر برص کا سفید داغ تھا جو آپ کی بارہا دعا سے تھوڑا سا رہ گیا تھا۔آپ خلافت فاروقی میں حج کو آئے پھر حضرت عمر نے پوچھا کہ آپ کہاں

رہنا پسند کرتے ہیں عرض کیا کہ کوفہ میں چنانچہ آپ عرصہ تک کوفہ میں رہے،جنگ نہاوند یا جنگ صفین میں شہید ہوئے،اکمال نے صفین فرمایا ہے مگر اشعۃ اللمعات نے نہاوند کو ترجیح دی ہے۔

۲؎ چونکہ حضرت اویس قرنی حضرت عمر کے زمانہ ہی میں حج کو آنے والے تھے اس لیے اس علیم و خبیر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر ہی سے یہ فرمایا مگر فرمایا یہ کہ تم صحابہ میں سے جو بھی اویس کو پائے وہ اپنے لیے ان سے دعا کرائے۔اس سے معلوم ہوا کہ افضل بھی مفضول صالح سے دعا کرائے۔حضرات صحابہ جناب اویس سے کہیں افضل ہیں مگر ان حضرات کو جناب اویس سے دعا کرانے کا حکم دیا گیا۔ایک بار حضور انور نے حضرت عمر سے جب کہ وہ عمرہ کرنے مکہ معظّمہ جارہے تھے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی دعا میں نہ بھولنا۔

۳؎ امام احمد نے فرمایا کہ افضل تابعین جناب سعید ابن مسیب ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت اویس قرنی ہیں ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے،بعض فرماتے ہیں کہ حضرت سعید ابن مسیب علوم شرعیہ میں افضل ہیں اور حضرت اویس عشق رسول کے لحاظ سے افضل لہذا یہاں حدیث میں دوسری افضیلت مراد ہے۔(مرقات)

۴؎ حضرت اویس قرنی کے فضائل کے متعلق بہت احادیث وارد ہیں۔چنانچہ امام سیوطی نے جمع الجوامع میں ان کے فضائل کی بہت احادیث جمع فرمائی ہیں۔ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں،ابو نعیم نے حلیہ میں،بیہقی نے دلائل میں،ابو یعلی نے اور ابن مندہ نے بہت احادیث اس قسم کی نقل فرمائی ہیں ہم صرف چند حدیثیں نقل کرتے ہیں: (۱)ابن عساکر نے بروایت سعید ابن مسیّب حضرت عمر فاروق سے روایت کی کہ ایک دفعہ حضور انور نے مجھ سے فرمایا میری امت میں ایک شخص اویس قرنی ہے ان کے جسم پر برص کا داغ تھا ان کی دعا سے وہ درست ہوا تھوڑا سا باقی رہا اگر ان سے تمہاری ملاقات ہو تو ان کو میرا سلام پہنچانا اور ان سے اپنے لیے دعا کرانا وہ اللہ کے نزدیک بڑے درجہ والے ہیں،اگر وہ رب پر قسم کھالیں تو رب ان کی قسم پوری فرما دے،وہ میری امت کی شفاعت کریں گے ان کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کی عمر برابر لوگ بخشے جائیں گے۔حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی حیات میں پھر حضرت صدیق کی خلافت میں تلاش کیا مگر نہ پایا میں نے انہیں اپنی خلافت کے زمانہ میں پایا یہ حدیث بہت دراز ہے۔(اشعہ) (۲)ابن عساکر نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی حضرت عمر بہت روز تک حضرت اویس کی آمد کے منتظر رہے،حجاج میں تلاش کرتے تھے ایک بار آپ کو پتہ لگا کہ مراد سے حجاج کا قافلہ آیا ہے آپ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قافلہ میں پہنچے پوچھا کیا تم میں اویس نامی کوئی شخص ہے ایک شخص نے کہا کہ میرا ایک بھتیجا ہے بہت کمزور و غریب انہوں نے فرمایا ہم اس کی تلاش میں ہیں،کہا وہ عرفات کے قریب قافلہ کے اونٹ چرا رہے ہیں،یہ دونوں حضرات وہاں پہنچے ان سے ملاقات ہوئی فرمایا کیا تم اویس ہو؟ کہا ہاں،کیا تم قرنی مرادی ہو فرمایا ہاں،کیا تمہارے پہلو پر برص کے داغ کا کچھ بقیہ ہے فرمایا ہاں،کہا ہم کو دکھایئے انہوں نے کرتا اٹھا کر داغ دکھایا،حضرت عمر و علی دونوں نے دوڑ کر اس داغ کے بوسے لیے پھر فرمایا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام فرمایا ہے اور ہم کو دعا کرانے کا حکم دیا ہے آپ ہم دونوں کے لیے دعا کریں،اولًا اویس نے معذرت کی مگر پھر دعا کی۔(اشعہ) ہم نے بعض بزرگوں کو فرماتے سنا کہ بعض صحابہ نے حضرت اویس سے کہا کہ تم نے حضور انور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کی بولے کیا تم نے زیارت کی ہے فرمایا ہاں کہا بتاؤ محبوب کے سر داڑھی اور ریش بچی میں کتنے کتنے بال سفید تھے،صحابہ نے کہا ہم نے شمار نہیں کیے،فرمایا مجھ سے پوچھ لو

میں نے گن لیے ہیں سر شریف میں چودہ بال سفید تھے داڑھی مبارک میں پانچ ریش بچی میں ایک۔و اللہ اعلم! ہم نے عرض کیا ہے۔

گو میسر نہیں سالک کو حضور بدنی — روح حاضر ہے مگر مثل اویس قرنی
جسم ہندی ہے مرا جان ہے میری مدنی — یا خدا دور کسی طرح ہو بعد بدنی

6267 -[2] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَتَاكُم أَهلُ الْيمن هم أَرقُّ أفئدَةً وَأَلْيَنُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أهل الْغنم» .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا تمہارے پاس یمن والے آئے[1] یہ لوگ طبیعت کے ملائم اور دلوں کے نرم ہیں[2] پیارا ایمان یمنی ہے اور حکمت یمنی ہے[3] اور فخر وتکبر اونٹ والوں میں ہے[4] اور سکون و وقار بکری والوں میں ہے[5] (مسلم،بخاری)

[1] یہ فرمان عالی جب ہوا جب کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء یمن سے حضور انور کی خدمت میں وفد بن کر آئے تھے۔(اشعہ)

[2] فواد اور قلب ان میں بہت طرح فرق کیا گیا ہے۔قلب پورے دل کو کہتے ہیں فواد دل کے اندرونی حصہ کو،قلب دل کو کہتے ہیں فواد دل سے اوپری غلاف کو،یہ غلاف اگر باریک ہو تو نصیحت جلد قبول کرلیتا ہے اس لیے افئدہ کے لیے ارق ارشاد ہوا بمعنی باریک اور قلب کے لیے الین فرمایا گیا یعنی نرم۔قلب اور فوادیوں ہی رقت ولین ان کے متعلق صوفیاء کرام کے عجیب عجیب اقوال ہیں اس کی کچھ بحث ہم نے تفسیر نعیمی ختم اللہ علی قلوبھم کی تفسیر میں کی ہے۔یعنی یمن والے نرم ملائم طبیعت والے ہوتے ہیں ان میں احکام الٰہیہ قبول کرنے کا مادہ زیادہ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ زمین کے طبقات کا اثر لوگوں کی طبیعتوں پر پڑتا ہے کسی جگہ کے لوگ بہت نرم دل ہوتے ہیں جیسے یمنی اور کسی جگہ کے لوگ بہت سخت دل جیسے نجد۔

[3] یعنی بمقابلہ مشرقی نجدیوں کے مجھے یمن کے لوگوں کا ایمان ان کا علم بہت پیارا ہے یہاں حجاز اور حضرات صحابہ کے مقابل یہ فرمان نہیں ہے۔(از اشعہ)یعنی یمنی لوگوں کے دل ایمان،عرفان،حکمت کی کان ہیں ان کے مقابل لوگوں کا ذکر آگے آرہا ہے۔الحمدللہ کہ اہل سنت کے عقائد کے امام ابوموسیٰ اشعری ہیں جو یمنی ہیں انہیں کے متبعین اشاعرہ کہلاتے ہیں۔(دیکھو اشعہ)مرقات نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی اس زمانہ کے یمنی لوگوں کے متعلق ہے۔

[4] یعنی جو لوگ اونٹ گھوڑے پالنے چرانے ان کی تجارت میں بہت مشغول رہتے ہیں ان میں عموماً غرور وتکبر پیدا ہوجاتا ہے کہ یہ قیمتی مال ہے ان کا مالک اپنے کو بڑا امیر خیال کرتا ہے دوسرے کو ذلیل۔

[5] یعنی جو لوگ بکریاں پالتے ان کی تجارت کرتے ہیں وہ عموماً بمقابلہ اونٹ والوں گھوڑے والوں کے دل کے نرم ہوتے ہیں ان میں تکبروغرور نہیں ہوتا۔اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کی صحبت بھی انسان پر اثر کرتی ہے،جب جانوروں کی صحبت اثر کرتی ہے تو کفار اور مؤمنوں کی صحبت میں بھی ضرور اثر ہوگا۔(مرقات،اشعہ)

6268 -[3] (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:	روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کفر کا سرا مشرق کی طرف ہے[1] اور فخر و

«رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ وَالْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ»	غرور سے رہنے والے اونٹ گھوڑے والوں میں ۲ اور خیمے میں رہنے والے شور مچانے والوں میں ۳ اوراطمینان بکری والوں میں ہے ۴ (مسلم،بخاری)

۱ مشرق سے مراد یا تو ملک فارس ہے یا مدینہ منورہ کا شرقی علاقہ جہاں سے دجال نکلے گا یا اس سے مراد نجد کا علاقہ ہے کہ وہاں سے فرقہ وہابیہ پیدا ہوا۔(مرقات،اشعہ)نجدیوں سے اسلام کو بڑے نقصانات پہنچے ان کے حملے اہل اسلام پر ہوئے۔

۲ گھوڑے والوں اونٹ والوں کے معنی ابھی عرض کیے گئے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ اکثر انسان جب گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں تو دل میں کچھ فخر آجاتا ہے۔(مرقات)غالبًا یہاں نفسانی لوگ مراد ہوں گے ورنہ گھوڑے اور اونٹ کی سواری سنت ہے، رب فرماتاہے:"وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ"۔

۳ وبر کہتے ہیں بھیڑ کی اون کو یہاں مراد اونی خیمے ہیں۔بدوی لوگ اکثر جنگلوں میں اونی خیموں میں رہتے ہیں اہل وبر سے وہ ہی مراد ہیں۔فداد بمعنی شور مچانے والا یعنی بدوی اور بادیہ نشین لوگوں میں فخروتکبر زیادہ ہوتا ہے جو خیموں میں جنگل میں رہتے ہیں جانور چراتے ہیں ان کے پیچھے شور مچاتے ہیں ان تک علم کی روشنی بہت کم پہنچتی ہے،اب بھی عرب کے بادیہ نشین بدویوں میں یہ دیکھا جارہا ہے۔

۴ اس لیے اکثر انبیاءکرام نے بکریاں چرائی ہیں اس سے ملک رانی سیکھنے میں مدد بھی ملتی ہے۔

[5]- 6270 وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غِلَظُ الْقُلُوبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْإِيمَانُ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دلوں کی سختی اور ظلم مشرق میں ہے ۱ اور ایمان حجاز والوں میں ہے ۲ (مسلم)

۱ یعنی عرب کا جو علاقہ مدینہ منورہ سے جانب مشرق ہے نجد وہاں کے لوگوں کے دل سخت ہیں وہ لوگ ظالم ہیں۔

۲ حجاز وہ علاقہ ہے جس میں مکہ معظمہ،مدینہ منورہ،طائف،خیبر وغیرہ واقع ہیں،اس علاقہ کے خصوصًا مدینہ منورہ کے لوگ بہت کامل الایمان ہیں۔

[6]- 6271 وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا» . قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَفِي نَجْدِنَا؟ فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: «هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قرن الشَّيْطَانِ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی ہم کو ہمارے شام میں برکت دے ۱ الٰہی ہمارے یمن میں برکت دے ۲ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے نجد میں ۳ فرمایا الٰہی ہم کو ہمارے شام میں برکت دے الٰہی ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے ۴ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ اور ہمارے نجد میں مجھے خیال ہے کہ تیسری بار میں فرمایا ۵ کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے ۶ اور وہاں شیطانی گروہ نکلے گا ۷ (بخاری)

۱؎ یعنی خدایا ہمارے شام کے مسلمانوں کے دین و دنیا میں برکتیں عطا۔فرما شام کو یمن پر اس لیے مقدم فرمایا کہ شام ہی میں قیامت قائم ہوگی،وہ ہی فلسطین سے متصل ہے اور فلسطین میں بیت المقدس عمان وغیرہ واقع ہیں،چہل ابدال وہاں ہی رہتے ہیں، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ بھی شام ہی کا ایک شہر ہے بہرحال شام بہت افضل علاقہ ہے۔

۲؎ یمن حضرت اویس قرنی کا وطن ہے وہاں کا ایمان وہاں کی حکمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔بعض لوگوں نے فرمایا کہ مکہ معظّمہ یمن کا ایک شہر ہے یمن ولیوں کا علاقہ ہے،اہل مدینہ کے لیے اکثر غلے دانہ یمن سے آیا کرتے ہیں۔(مرقات)

۳؎ اس عرض میں درخواست دعا ہے یعنی یاحبیب اللہ ہمارے نجد کے لیے بھی برکت کی دعا کریں۔

۴؎ مکہ معظّمہ حضور کی ولادت گاہ ہے مدینہ منورہ حضور کی دفن گاہ ہے،یہ دونوں شہر یمن اور شام سے خاص تعلق رکھتے ہیں اس لیے خاص طور پر ان دونوں علاقوں کے لیے خصوصیت سے دعائیں فرمائی جاری ہیں۔(مرقات)

۵؎ یعنی مجھے اس میں شک ہے کہ حضور انور نے دوسری بار میں یہ اگلا کلام ارشاد فرمایا یا تیسری بار میں اس فرمان عالی میں تردد وشک نہیں ہے بلکہ اس میں تردد ہے کہ کس وقت فرمایا۔

۶؎ نجد عرب کا پانچواں مشہور صوبہ ہے یہ ایسا منحوس خطہ ہے کہ حضور رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی دعا سے محروم رہا دعا بھی ایسے جوش کے وقت کی یعنی نجد کا خطہ میری دعا کے لائق نہیں اس خطہ کے مقدر میں فتنے زلزلے ہیں۔چنانچہ پہلے خوارج اور مرتدین نجد سے نکلے پھر عراق سے پھر فارس پھر خراسان سے پھر تاتار سے۔(حاشیہ اشعۃاللمعات)زلزلے سے مراد ظاہر زلزلے بھی ہیں اور دلوں کے زلزلے انقلابات بھی۔(مرقات)

۷؎ **قرن** کے بہت معنی ہیں: ساتھی،سینگ،گروہ یہاں بمعنی گروہ ہے۔حضور فرماتے ہیں **خیر القرون قرنی** یعنی نجد سے شیطانی گروہ نکلے گا،چنانچہ وہاں سے عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین یعنی وہابی فرقہ نکلا جس کے فتنے آج بھی دنیا کو ہلائے ڈالتے ہیں۔بعض وہابی کہتے ہیں کہ یہاں نجد سے مراد کوئی اونچی جگہ ہے یہ مشہور علاقہ مراد نہیں۔یہ تاویل ایسی ہے جیسے مرزا قادیانی کہتا ہے کہ "**یَّاْتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ**"میں احمد سے مراد میں غلام احمد ہوں یا مسیح سے مراد میں مسیح قادیاں ہوں جیسے وہ تحریف ہے ایسے ہی یہ تحریف ہے۔جب یمن و شام سے خاص علاقے مراد ہیں یعنی مشہور شام یمن ہیں ایسے ہی نجد سے مراد بھی وہ ہی مشہور علاقہ ایسے معانی کرنے سے قرآن و حدیث سے ایمان اٹھ جاوے گا"**اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ**"سے دعا مراد لے لو"**اٰتُوا الزَّکٰوۃَ**"میں زکوۃ سے مراد صفائی پاکی لے لو سارے شرعی احکام ختم ہوجائیں گے۔**نعوذ باللہ** یا قرن بمعنی شیطان کا سینگ ہے **یطلع** سے یہی معلوم ہوتا ہے۔نجدیوں کو شیطان کا سینگ فرمانے کی تین وجہیں ہیں: (۱)سینگ والے جانور کے سارے جسم سے سخت تر سینگ ہی ہوتے ہیں یہ ٹولہ بھی انبیاء اولیاء کی عداوت میں شیطان سے سخت ہے کیونکہ شیطان نے کہا تھا کہ میں سب کو بہکاؤں گا سوائے تیرے محبوبوں کے"**اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ**"مگر یہ فرقہ ہمیشہ نبیوں ولیوں کے پیچھے ہی پڑا رہتا ہے۔(۲)ہمیشہ سینگ والا جانور سینگوں ہی سے لڑتا ہے کہ سامنے والے کے مقابل سینگ کرتا ہے خود پیچھے سے سینگوں پر زور لگاتا ہے"**تَؤُزُّہُمۡ اَزًّا**"۔(۳)سینگ والا جانور جب کسی گھر میں گھستا ہے تو پہلے سینگ داخل کرتا ہے باقی اعضاء بعد میں شیطان دوزخ میں پہلے ان کو داخل کرے گا پیچھے خود جائے گا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

[7]- 6272	
عَنْ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ قِبَلَ الْيَمَنِ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ أَقْبِلْ بِقُلُوبِهِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِي صاعِنا ومُدِّنا» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت انس سے وہ جناب زید ابن ثابت سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف نظر کی پھر فرمایا الٰہی ان کے دل ادھر لگادے[1] اور ہم کو ہمارے صاع میں اور ہمارے مد میں برکت دے[2] (ترمذی)

[1] یعنی اہلِ یمن کے دلوں میں ہماری محبت پیدا فرمادے انہیں ایمان کی دولت سے مالا مال کردے۔اہلِ مدینہ پر رزق کی تنگی تھی یمن میں دانے پھل کثرت سے تھے ان کے ادھر آنے سے اہلِ مدینہ کو دنیاوی فائدے تھے اور انہیں دینی فائدے اس لیے یہ دعا فرمائی۔(مرقات،اشعہ)

[2] یعنی یمن میں ہمارے لیے مدوصاع میں برکت دے۔خیال رہے کہ چار مد کا ایک صاع ہوتا تھا اور وہ صاع قریبًا ساڑھے چار سیر کا لہٰذا ایک سیر سے کچھ زیادہ کا ہوا بہرحال اس سے مراد ہے وہاں کے رزق میں برکت۔ایک روایت میں ہے کہ الٰہی مکہ کے لیے تیرے خلیل نے دعا کی مدینہ کے لیے تیرے حبیب دعا کرتے ہیں کہ یہاں کے صاع مد میں مکہ سے دگنی برکتیں عطا فرما(مرقات) ممکن ہے کہ بارك لنا میں بھی اہلِ مدینہ کے ناپ تول میں برکت مراد ہو۔

[8]- 6273	
وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «طُوبَى لِلشَّامِ» قُلْنَا: لِأَيٍّ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «لِأَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمَنِ بَاسِطَةٌ أَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا» رَوَاهُ أَحْمد وَالتِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کو خوشخبری ہو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کس لیے فرمایا اس لیے کہ اللہ کے فرشتے اس پر اپنے پر بچھائے ہوئے ہیں[1] (احمد،ترمذی)

[1] چونکہ چالیس ابدال ہمیشہ شام کے شہر دمشق میں رہیں گے اس لیے وہاں فرشتے حفاظت کے لیے مقرر ہیں۔معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی برکت سے ملک میں حفظ و امان رہتی ہے۔خیال رہے کہ اس سے یہ لازم نہیں کہ شام میں کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی ہاں دوسرے مقامات سے کم یا وہاں کفر وگناہ کم ہوں گے جیسے ہر انسان کے ساتھ حفاظتی فرشتے رہتے ہیں مگر پھر بھی انسان کو تکلیف پہنچ جاتی ہے کہ یہ تکلیف رب تعالٰی کے حکم سے آتی ہے اس وقت فرشتے حفاظت نہیں کرتے۔

[9]- 6274	
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَتَخْرُجُ نَارٌ مِنْ نَحْوِ حَضْرَمَوْتَ أَوْ مِنْ حَضْرَمَوْتَ تَحْشُرُ النَّاسَ» قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «عَلَيْكُم بالشَّام» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضر موت کی طرف سے ایک آگ نکلے گی[1] جو لوگوں کو جمع کردے گی ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کو حضور کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تم شام کو اختیار کرنا[2] (ترمذی)

۱؎ حضر موت یمن کا ایک مشہور شہر ہے وہاں کے ایک قبیلہ کا نام بھی حضر موت ہے یہاں شہر حضر موت مراد ہے غالبًا یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا۔ظاہر یہ ہی ہے کہ آگ سے مراد یہ ہی محسوس آگ ہے اور اس آگ کا نکلنا قیامت کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت ہے اور ہوسکتا ہے کہ آگ سے مراد فتنہ و فساد کی آگ ہو اور اس سے کوئی خاص فتنہ مراد ہو جو لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے یہ بھی قریب قیامت ہی ہوگا۔(مرقات،اشعہ)

۲؎ اگر پہلی خبر میں آگ سے مراد مخصوص آگ ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ تم اس وقت ملک شام چلے جانا کیونکہ وہ آگ سب لوگوں کو شام میں لے جاوے گی جہاں قیامت قائم ہوگی تم اس افراتفری سے وہاں نہ پہنچنا پہلے ہی آرام سے پہنچ جانا اور اگر آگ سے مراد فتنہ و فساد کی آگ تھی تو اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہوگا کہ تم ایسے موقعہ پر ملک شام کے علماء کے عقائدان کے سے اعمال اختیار کرنا کہ اس وقت وہ لوگ حق اور ایمان کی کسوٹی ہوں گے یا اس فتنہ و فساد میں تم شام میں رہنا کہ اس وقت شام کی حفاظت فرشتے کرتے ہوں گے۔(اشعہ)

[10]- 6275

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ النَّاسِ إِلَى مُهَاجَرِ إِبْرَاهِيمَ» . وَفِي رِوَايَةٍ: «فَخِيَارُ أَهْلِ الْأَرْضِ أَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ إِبْرَاهِيمَ وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ شِرَارُ أَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ أَرَضُوهُمْ تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللهِ تَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ تَبِيتُ مَعَهُمْ إِذَا بَاتُوا وَتَقِيلُ مَعَهُمْ إِذَا قَالُوا» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی۱؎ تو لوگوں میں بہتر وہ ہے جو حضرت ابراہیم کی ہجرت گاہ میں جاوے۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ زمین والوں میں بہترین وہ ہے جو جناب ابراہیم کی ہجرت گاہ کو لازم پکڑے۳؎ اور زمین میں بدترین باشندے رہ جائیں گے کہ ان کی زمین انہیں پھینکے گی ان سے اللہ کی ذات ناراض ہوگی۴؎ انہیں آگ جمع کرے گی بندروں اور سوٴروں کے ساتھ۵؎ ان کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں اور قیلولہ کرے گی جب وہ قیلولہ کریں۶؎(ابوداؤد)

۱؎ اس فرمان عالی میں ہجرت بعد ہجرت سے مراد یا تو بار بار ہجرتیں ہیں یعنی اسلام میں آگے پیچھے ہجرتیں ہوتی ہی رہیں گی دیکھ لو آج بھی ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہجرت کئی بار ہوئی یا پہلی ہجرت سے مراد ہے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت جو شروع اسلام میں ہوچکی اور دوسری ہجرت سے مراد وہ آخری ہجرت جب مسلمانوں کو دنیا میں کہیں پناہ نہ ملے گی اور وہ ہر جگہ سے نکلنے اور وطن چھوڑنے پر مجبور ہوں گے دوسرا احتمال قوی ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۲؎ ابراہیم علیہ السلام کوفہ کے علاقہ میں پیدا ہوئے مقام کوثی میں مگر وہاں رہ نہ سکے کفار نے بہت تنگ کیا تو مصر ہوتے ہوئے شام میں مقیم ہوئے۔خیال رہے کہ فلسطین اور شام دونوں علاقے ملے ہوئے ہیں۔چنانچہ اب بیت المقدس سے دمشق موٹر کار کے ذریعہ صرف ڈھائی گھنٹہ کا راستہ ہے ہوائی جہاز سے چند منٹ کا اس لیے فلسطین اور شام کو ایک دوسرے پر بول دیا جاتا ہے۔ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں آکر مقیم ہوئے تھے وہاں ہی آپ کی قبر شریف ہے یعنی الخلیل میں جو بیت المقدس سے تین میل فاصلہ پر ہے۔

۳؎ کیونکہ شام کا علاقہ اس وقت فتنوں فسادوں سے محفوظ ہوگا۔خیال رہے کہ یہاں مہاجر جیم کے فتح سے ہے بمعنی ہجرت گاہ۔ایک وقت وہ بھی آئے گا جب مسلمانوں کو سواء مدینہ منورہ کے کہیں امان نہ ملے گی وہ دوسرا زمانہ ہوگا لہذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ اسلام مدینہ کی طرف ایسا سمٹ آوے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف۔

۴؎ قذر کے لفظی معنی پلیدی بھی ہوتے ہیں اور نفرت اور گھن کرنا بھی یہاں دونوں معنی مراد نہیں ہوسکتے کہ اللہ تعالٰی ان سے پاک ہے لہذا قذر بمعنی ناراضی ہے یعنی دنیا بھر میں وہ کفار و مشرکین رہیں گے جن سے لوگ بھی نفرت کریں اور اللہ تعالٰی بھی ناراض ہو مسلمانوں کو ان میں رہنا ٹھیک نہیں ہوگا۔

۵؎ بندروں سے مراد کفار کے بچے ہیں اور سوروں سے مراد بڑے کفار یا ان سے مراد یہ جانور ہی ہوں پہلے معنی کو شارحین نے ترجیح دی ہے۔

۶؎ اس کی شرح باب علامات قیامت میں گزرچکی۔

[11]- 6276	
عَن ابْنِ حَوَالَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم: «سيصير الْأَمر إِلَى أَنْ تَكُونُوا جُنُودًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ» . فَقَالَ ابْنُ حَوَالَةَ: خِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ. إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ. فَقَالَ: «عَلَيْكَ بِالشَّامِ فَإِنَّهَا خِيَرَةُ اللَّهِ مِنْ أَرْضِهِ يَجْتَبِي إِلَيْهَا خِيَرَتَهُ مِنْ عِبَادِهِ فَأَمَّا إِنْ أَبَيْتُمْ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ وَاسْقُوا مِنْ غُدَرِكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَأَهْلِهِ» . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُد	روایت ہے ابن حوالہ سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معاملہ اس حد تک ہوجاوے گا کہ تم لوگ متفرق لشکر ہوجاؤ گے کوئی لشکر شام میں اور کوئی لشکر یمن میں اور کوئی لشکر عراق میں ہوگا۲؎ ابن حوالہ نے کہا یارسول اللہ میرے لیے کوئی جگہ اختیار فرمایئے اگر میں یہ وقت پاؤں۳؎ تو فرمایا کہ تم شام کو اختیار کرنا کیونکہ وہ اللہ کی زمین میں بہترین زمین ہے۴؎ کچھ آئیں گے اس کی طرف۵؎ اس کے بہترین بندے لیکن اگر تم نہ کرسکو تو اپنے یمن کو اختیار کرنا اور تالابوں سے پانی پینا۶؎ کیونکہ اللہ عزوجل نے میرے لیے شام اور شام والوں کی ضمان دی ہے۷؎(احمد،ابوداؤد)

۱؎ ابن حوالہ صحابی ہیں،اسدی ہیں،شام میں رہے،وہاں ہی انتقال ہوا،۸۵ھ پچاسی میں وفات ہوئی۔(جامع الاصول،اشعہ)

۲؎ یعنی ایک وقت ایسا آوے گا جب کہ مسلمان متفرق ہوکر اپنے وطن چھوڑ کر جگہ جگہ کھو جائیں گے۔

۳؎ اگرچہ حضرت حوالہ کو یہ خبر تھی کہ یہ واقعہ قریب قیامت ہوگااس وقت میں حیات نہ ہوں گا مگر پھر یہ سوال فرمایا تاکہ اس کا جواب لوگ سن لیں اور اس وقت جو مسلمان ہوں وہ اس پر عمل کریں۔

۴؎ ارض اللہ سے مراد زمین کے وہ علاقے ہیں جن میں اس وقت لوگ پھیل جائیں گے یعنی اس وقت تمام زمین سے شام بہتر ہوگی لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ بہترین زمین تو مکہ معظمہ ہے اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس ہے یا خیر سے مراد ہے امن کی جگہ یعنی اس وقت امن کی جگہ شام ہوگی۔

۵؎ یعنی اس وقت اللہ کے مقبول بندے شام میں جمع ہوجائیں گے دوسرے علاقوں میں ایسے مبارک اجتماع نہ ہوں گے۔معلوم ہوا کہ جہاں اللہ کے مقبول بندوں کا اجتماع ہو وہ جگہ بہترین جگہ ہوجاتی ہے،مقبولوں کے قرب سے زمین بھی اشرف ہوجاتی ہے۔

۶؎ غدار جمع ہے غدیر کی بمعنی تالاب یعنی یمن کے تالابوں سے خود بھی پانی پینا اور اپنے جانوروں کو بھی پانی پلانا کہ وہاں کا پانی بھی برکت والا ہوگا یا یہ مطلب ہے کہ کوئی کسی کو وہاں کے تالابوں کے پانی سے نہ روکے اس پر سب کا حق ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے مقبول بندوں کے قریب کا پانی بھی برکت والا ہو جاتا ہے۔حضرت خضر علیہ السلام کے قریب والا پانی آبِ حیات ہے جہاں بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو گئی،رب فرماتا ہے:"فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا"۔

۷؎ یعنی رب تعالٰی نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں ہم شام والوں کو محفوظ رکھیں گے۔اللہ تعالٰی ان کی جان کو بھی ان کے ایمان کو بھی اس علاقہ کو اس وقت کفار کے شر سے بچائے گا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

روایت ہے حضرت شریح ابن عبید۱؎ سے فرماتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس شام والوں کا ذکر ہوا اور عرض کیا گیا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے۲؎ فرمایا نہیں۳؎ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے۴؎ وہ حضرات چالیس مرد ہیں جب ان میں ایک وفات پاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرے شخص کو بدل دیتا ہے۵؎ ان کی برکت سے بارشیں برستی ہیں،ان کے ذریعہ دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے۶؎ ان کی برکت سے شام والوں سے عذاب دفع ہوتا ہے۷؎	[12]- 6277 عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: ذُكِرَ أَهْلُ الشَّام عِنْد عليٍّ [رَضِي اللہ عَنهُ] وَقِيلَ الْعَنْهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: لَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْأَبْدَالُ يَكُونُونَ بالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسقَى بهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الأعداءِ وَيصرف عَن أهل الشَّام بهم الْعَذَاب»

۱؎ آپ تابعی ہیں،حمص کے بڑے پایہ کے عالم ہیں،حضرمی ہیں۔

۲؎ عراق میں کوفہ حضرت علی کا دارالخلافہ تھا اور شام میں دمشق حضرت امیر معاویہ کا دارالخلافہ تھا،اس زمانہ میں ان بزرگوں میں سخت اختلاف تھا،حضرت علی کے حاشیہ نشینوں میں سے بعض نے حضرت علی سے عرض کیا کہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں پر لعنت فرمائیں اس زمانہ میں جنگ کے زمانہ میں دونوں فریق ایک دوسرے پر لعنت کرتے تھے اس رواج کے مطابق یہ عرض کیا گیا۔

۳؎ یعنی شام اور شام والوں پر لعنت کرنا جائز نہیں یا ان پر میں لعنت نہیں کروں گا نہ تو کسی کا نام لے کر نہ اجمالی لعنت کسی وصف کے ساتھ۔خیال رہے کہ نام لے کر لعنت کرنا صرف کفار کے لیے ہے اور مرے کافر پر بھی نام لے کر لعنت جب درست جب کہ اس کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم ہو مگر کسی صفت سے لعنت کرنا گنہگار مسلمان پر بھی جائز ہے جیسے جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔آپ نے شام اور اہلِ شام کی اس قدر عظمت کی کہ وصف کے ساتھ بھی ان پر لعنت جائز نہ رکھی۔

۴؎ یعنی امیر معاویہ اور ان کے لشکر والے لعنت کے مستحق نہیں اگر وہ لعنت کے مستحق ہوتے تو انہیں رب تعالٰی شام جیسی مبارک زمین میں نہ رکھتا اور وہ شام والے نہ ہوتے۔

۵؎ اولیاء اللّٰہ دو قسم کے ہیں: تشریعی ولی اور تکوینی ولی۔تشریعی ولی یعنی اللہ سے قرب رکھنے والے اولیاء حضور کی امت میں بے شمار ہیں جہاں چالیس صالح مسلمان جمع ہوں وہاں ایک دو ولی ضرور ہوتے ہیں مگر تکوینی ولی جو دنیا کے انتظام کرتے ہیں یہاں کے سیاہ و سفید کے مالک ہوتے ہیں ان کی قسمیں بہت ہیں ہر قسم کی تعداد جداگانہ ہے۔چنانچہ ہمیشہ امت رسول میں تین سو ولی حضرت آدم کے قلب پر،چالیس ولی موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر،سات ولی حضرت ابراہیم کے قلب پر،پانچ ولی حضرت جبریل کے قلب پر اور تین ولی حضرت میکائیل کے قلب پر،ایک ولی حضرت اسرافیل کے قلب پر۔جب یہ ایک فوت ہوجاتا ہے تو ان تین میں سے ایک اس کی جگہ لگادیا جاتا ہے اور پانچ میں سے ایک ان تین اور سات میں سے ایک ان پانچ میں اور چالیس میں سے ایک ان سات میں اور تین سو میں سے ایک ان چالیس اور کسی صالح مسلمان کو ان تین سو میں شامل کرکے یہ تعداد پوری کردی جاتی ہے غرضکہ یہ مذکور تعداد پوری رہتی ہے۔چالیس ابدال کا یہاں ذکر ہے ایک قطب اور سات اوتاد،پانچ امنا وغیرہ وہ یہ ہی ہیں۔خیال رہے کہ ان اولیاء میں کوئی قلب محمد رسول اللہ پر نہیں ہوتا کیونکہ قلب مصطفیٰ ایسا بے مثال ہے کہ عالم امر عالم امکان عالم اجسام کسی جگہ اس کی مثل ہوسکتا ہی نہیں کسی ولی کا قلب حضور جیسا نہیں ہوسکتا۔حضور کے زمانہ پاک میں قطب حضرت اویس قرنی کے چچا عصام فخری کو کہا جاتا ہے۔واللہ اعلم!(مرقات)

۶؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو شخص یا جو اسلامی فوج چہل ابدال کو اپنی پشت کی طرف لے کر کفار سے مناظرہ یا ان پر حملہ کرے ان شاءاللہ کامیاب ہوگا ان کی سمتیں تاریخ وار ہماری کتاب الوظائف میں مطالعہ کرو۔

۷؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کا وسیلہ برحق ہے اللہ اچھوں کے صدقے بروں کی مشکلیں حل کردیتا ہے اور ان سے مصیبتیں ٹال دیتا ہے۔خیال رہے کہ جن چالیس ولیوں کا یہاں ذکر ہے انہیں ابدال کہتے ہیں کیونکہ ان کے مقامات ان جگہ بدلتی رہتی ہے کبھی مشرق میں کبھی مغرب میں کبھی جنوب میں کبھی شمال میں مگر ان کا ہیڈ کوارٹر شام ہے۔

[31]- 6278	
وَعَنْ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"سَتُفْتَحُ الشَّامُ فإذا خُيِّرْتم المنازلَ فِيهَا فَعَلَيْكُم بمَدِينَة يُقَال لَهُ دِمَشْقُ فَإِنَّهَا مَعْقِلُ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْمَلَاحِمِ وَفُسْطَاطُهَا مِنْهَا أَرْضٌ يُقَالُ لَهَا: الْغُوطَةُ". رَوَاهُمَا أَحْمَدُ	روایت ہے ایک صحابی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب شام فتح ہوگا۱؎ تو جب تم اس میں کوئی منزل کا اختیار دیئے جاؤ تو اس شہر کو اختیار کرنا جسے دمشق کہا جاتا ہے۲؎ کہ وہ جگہ مسلمانوں کی پناہ ہے لڑائیوں سے اور سامان کا خیمہ۳؎ اس میں وہ زمین ہے جسے غوطہ کہا جاتا ہے۴؎ دونوں حدیثیں احمد نے روایت کیں۔

۱؎ چنانچہ خلافت صدیقی میں شام فتح ہونے کی ابتداء ہوئی اور خلافت فاروقی میں وہ مکمل فتح ہوا حضور کی یہ پیش گوئی بالکل درست ہوئی۔

۲؎ یعنی اگر تم اس زمانہ میں کسی وجہ سے حجاز کا علاقہ چھوڑو دوسرے کسی علاقہ میں رہائش اختیار کرو تو شام کی رہائش اختیار کرنا خصوصًا اس کے شہر دمشق کی۔

۳؎ یعنی شام خصوصًا دمشق کا علاقہ مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوگا۔**فسطاط** بڑے شہر کو بھی کہتے ہیں اور خیمہ کو بھی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

۳؎ غوطہ دمشق کا فنائی علاقہ ہے جہاں باغات کھیت وغیرہ کثرت سے ہیں یہ مسلمانوں کا مرکز بنے گا،فقیر نے وہ جگہ دیکھی ہے۔

[14]- 6279 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْخِلَافَةُ بِالْمَدِينَةِ وَالْمُلْكُ بِالشَّام»	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خلافت مدینہ میں ہے اور سلطنت شام میں ۱؎

۱؎ یعنی خلافتِ راشدہ کا دارالخلافہ مدینہ منورہ میں ہوگا،یہ حکم اکثریہ ہے کلی نہیں کیونکہ حضرت علی نے اپنا دار الخلافہ کوفہ کو مقرر فرمالیا اور اسلام کی سلطنت کادارالخلافہ شام میں ہے چنانچہ امیر معاویہ کا دارالخلافہ دمشق رہا۔اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ امیر معاویہ اسلام کے سلطان برحق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی فرمائی۔دوسرے یہ کہ امیر معاویہ امام حسن سے صلح فرمانے کے بعد بھی سلطان ہی رہے خلیفہ نہیں ہوئے خلافت تو امام حسن پر ختم ہوچکی کہ حضور نے اسے ملک فرمایا۔

[15]- 6280 وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَأَيْتُ عَمُودًا مِنْ نُورٍ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ رَأْسِي سَاطِعًا حَتَّى اسْتَقَرَّ بِالشَّامِ» . رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي «دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ»	روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک نور کا ستون دیکھا جو میرے سر کے نیچے سے چمکتا ہوا نکلا حتی کہ شام میں ٹھہر گیا ۱؎ (بیہقی دلائل النبوۃ)

۱؎ ظاہر یہ ہوا کہ نورانی ستون سے خلافت نبویہ امارت مصطفویہ کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ منورہ میں خلافت قائم ہوئی پھر سلطنت بن کر دمشق میں ٹھہری۔

[16]- 6281 وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوطَةِ إِلَى جَانِبِ مَدِينَةٍ يُقَالُ لَهَا: دِمَشْقُ مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُد	روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی جنگ کے دن مسلمانوں کی پناہ گاہ غوطہ ہے جو اس شہر کے کنارہ میں ہے جسے دمشق کہا جاتا ہے ۱؎ یہ شام کے بہترین شہروں میں ہے ۲؎ (ابوداؤد)

۱؎ یعنی قیامت کے قریب جو بڑی بڑی جنگیں ہوں گی ان میں مسلمانوں کو دمشق میں پناہ ملے گی وہ جگہ انکی پناہ گاہ ہوگی۔

۲؎ شام ایک ملک ہے جس میں بہت شہر ہیں حمص،دمشق وغیرہ،دمشق ان سب میں افضل شہر ہے۔

[17]- 6282 وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَيَأْتِي مَلِكٌ مِنْ مُلُوكِ الْعَجَمِ فَيَظْهَرُ عَلَى الْمَدَائِنِ كلِّها إِلا دمشق. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ	روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن سلیمان سے فرماتے ہیں کہ عجمی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ سارے شہروں پر غالب آجاوے گا سواء دمشق کے ۱؎ (ابوداؤد)

۱؎ یہ کوئی ظالم یا کافر بادشاہ ہوگا جو جبرًا ہر جگہ قبضہ کرے گا مگر دمشق پر قبضہ نہ کرسکے گا۔حضور انور کے مدینہ کی تو یہ شان ہے کہ وہاں دجال بھی نہ پہنچ سکے گا اس وقت فرشتے اس خطے کی حفاظت کریں گے۔خیال رہے کہ دمشق میں صرف وہ ظالم بادشاہ راج نہ کرسکے گا،یہ مطلب نہیں کہ وہاں کبھی کوئی ظالم بادشاہ نہ ہوگا،نیز یہاں مدائن سے مراد غالبًا شام کے سارے شہر ہیں۔

باب ثواب ھٰذہ الامۃ

اس امت کے ثواب کا بیان ۱؎

الفصل الاول

پہلی فصل

۱؎ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں ایسے ہی حضور کی امت ساری امتوں کی سردار ہے،رب فرماتاہے: "کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ" حتی کہ نبیوں رسولوں نے تمنا کی کہ ہم حضور کی امت ہوتے۔(اشعہ)اس امت کے بہت سے فرقے ہوں گے۔یہاں جو فضائل بیان ہوں گے ناجی فرقے کے فضائل ہیں ناری فرقوں کے یہ فضائل نہیں۔حضور فرماتے ہیں کہ میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے ایک ناجی ہے باقی ناری۔(ازمرقات)نجات والے ناجی فرقے کی علامت یہ ہے کہ اس میں اولیاء اللہ ہوتے رہیں گے،رب فرماتاہے:"وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ"اور فرماتاہے:"صِرٰطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ"۔معلوم ہوا کہ ایسے فرقے میں رہنا چاہیے جس میں صادقین یعنی اولیاء اللہ ہوں گے،جس شاخ میں سبزہ پھل پھول ہوں اس کو جڑ کا فیض مل رہا ہوتا ہے،جو شاخ ان چیزوں سے خالی ہو اس کا تعلق جڑ سے ٹوٹ چکا ہوتا ہے وہ آگ میں جلانے کے قابل ہوتی ہے،سواء اہل سنت کے کسی فرقے میں اولیاء اللہ نہیں۔

[1]- 6283

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ: من يعْمل إِلَى نصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ. ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ؟ أَلَا فَأَنْتُمُ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ أَلَا لَكُمُ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللہ تَعَالَى: هَل ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا. قَالَ اللَّهُ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ گزشتہ امتوں کی عمروں کے مقابلہ میں تمہاری عمر وہ ہے جو عصر کی نماز کے درمیان سے سورج ڈوبنے کے درمیان ہے۱؎ اور تمہاری اور یہودونصاریٰ کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کچھ مزدوروں سے کام کراتے ہیں تو کہے کون شخص ہے جو میرا کام کرے ایک ایک قیراط پر تو یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا پھر مالک نے کہا کہ کون شخص ہے جو دوپہر سے عصر کی نماز تک میرا کام کرے گا ایک ایک قراط پر۲؎ تو نصاریٰ نے دوپہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط پر کام کیا پھر اس نے کہا کہ کون میرا کام کرے گا نماز عصر سے سورج ڈوبنے تک دو دو قیراط پر،آگاہ رہو کہ تم ہی وہ ہو جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کام کرتے ہو تمہاری مزدوری دوگنی ہے۳؎ تو یہودونصاریٰ غصہ ہوکر بولے کہ کام میں ہم زیادہ ہیں اور عطیے کم ہیں۴؎ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ کم کیا وہ بولے نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جسے

تَعَالَى: فَإِنَّهُ فَضْلِي أُعْطِيهِ مَنْ شِئْتُ ". رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	چاہوں میں دوں۵؎(بخاری)

۱؎یہاں اجل بمعنی عمر ہے نہ کہ بمعنی موت،رب فرماتاہے:"وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ"اور آیت کریمہ "اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ"میں اجل بمعنی موت ہے وہ یہاں مراد نہیں۔یعنی پچھلی امتوں کے لحاظ سے اے میری امت والو تمہاری عمریں بہت کم ہیں لہذا تمہارے کام بھی تھوڑے ہی ہوں گے۔

۲؎یعنی یہود کا عمل بہت زیادہ ہے ثواب تھوڑا اور عیسائیوں کے اعمال اگرچہ یہود سے کم ہیں مگر ثواب ان کا اتنا ہی یہود کی برابر،یہود کے احکام شرعیہ بہت سخت تھے عیسائیوں کے نرم لہذا یہ تشبیہ بہت موزوں ہے۔

۳؎اس تشبیہ سے اشارۃً معلوم ہورہا ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ سے شروع ہوتا ہے کیونکہ وہ ظہر کے وقت سے کم ہے اگر ایک مثل پر شروع ہوجاتا تو ظہر کے وقت کے برابر بلکہ زیادہ بھی ہوجایا کرتا لہذا یہ حدیث امام اعظم رحمۃاللہ علیہ کی قوی دلیل ہے۔

۴؎دیکھو شمسون یہودی نے ایک ہزار مہینے اللہ تعالٰی کی عبادت کی یعنی سوا اکیاسی سال مسلمانوں سے کہا گیا کہ "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ"تمہارے لیے ایک شب قدر ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے کہ تم صرف اس رات میں عبادت کرلو تو تم کو اس شمسون اسرائیلی سے زیادہ ثواب ملے گا تو ظاہر ہے کہ ان قوموں کو شکایت ہوگی کہ مسلمانوں پر اس رحم و کرم کی وجہ کیا ہے۔خیال رہے کہ یہ مقابلہ اصلی یہودیوں عیسائیوں سے ہے جو اس زمانہ میں تھے جب کہ ان کا دین منسوخ نہیں ہوا تھا،اب جب کہ ان کا دین منسوخ ہوچکا تو انہیں کسی عمل کا کوئی ثواب نہیں کیونکہ ثواب کے لیے ایمان شرط ہے کٹی ہوئی شاخ پانی سے سرسبز نہیں رہ سکتی۔

۵؎یعنی فضل عدل کے خلاف نہیں تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا پورا تم کو دے دیا گیا۔خیال رہے کہ یہ تشبیہ صرف زیادتی میں ہے ورنہ مسلمانوں کا ثواب ان قوموں سے دوگنا نہیں بلکہ سات سوگنا اور اس سے زیادہ تک ہے پھر اسلامی احکام ان کے احکام سے بہت نرم،ان پر چوتھائی مال زکوۃ ہم پر چالیسواں حصہ،ان کے لیے ترک دنیا ثواب ہمارے لیے رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں پوری زندگی ترک دنیا کا ثواب،حضور کے صدقے سے ان کو ہم سے کوئی نسبت ہی نہیں۔معلوم ہوا کہ نسبت بڑی بہاریں دکھاتی ہے مسلمانوں کی یہ عظمتیں صرف حضور کی نسبت سے ہیں۔

[2]- 6284 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ مِنْ أَشَدِّ أُمتِي لِي حُبًّا نَاسا يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَاله» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ میری امت میں مجھ سے بہت محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۱؎ان میں سے ہر ایک تمنا کریگا وہ اپنے گھر بار مال کے عوض مجھے دیکھ لیتا۲؎ (مسلم)

۱؎اس فرمان عالی میں تاقیامت ہم جیسے دور مجور مسلمانوں کی عزت افزائی ہے،اس فرمان پاک کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بعد کے لوگ حضرات صحابہ سے افضل ہوں گے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کی بن دیکھے مجھ سے محبت بہت ہی زیادہ قابل قدر ہوگی۔نوعیت محبت میں افضلیت اور چیز ہے کیفیت میں افضلیت کچھ اور۔تمام امت بلکہ ایک صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ

سکتی،وہ حضرات اسلام کی صف اول کے مقتدی ہیں جو امام المرسلین کو دیکھتے حضور کی سنتے ہیں،بعد کے لوگ پچھلی صفوں کے ہیں جو امام کی حرکات و کلام ان حضرات کے ذریعہ جانتے مانتے ہیں۔

۲؎ باھلہ میں ب عوض کی یعنی تمنا کریں گے کہ ہماری جان مال اولاد سب کچھ فدا ہوجاوے مگر ایک نظارہ جمال جہاں آراء کا میسر ہوجاوے،آج مدینہ منورہ کی گلیاں دیکھنے کے لیے کیسے کیسے جتن کرتے ہیں مگر بعض کو میسر نہیں ہوتی۔

6285 -[3] (مُتَّفق عَلَيْهِ) وَعَن مُعَاوِيَة قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ».وَذُكِرَ حَدِيثُ أَنَسٍ «إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللہ» فِي «كتاب الْقصاص»	روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں ایک جماعت اللہ کے حکم پر قائم رہے گی انہیں وہ نقصان نہ دیں گے جو انہیں رسوا کریں ۱؎ نہ وہ جو ان کی مخالفت کریں حتی کہ اللہ کا حکم آوے گا ۲؎ حالانکہ وہ اس حال پر ہوں گے ۳؎ (مسلم،بخاری) اور حضرت انس کی حدیث ان من عباد اللہ قصاص کے بیان میں ذکر کردی گئی ۴؎

۱؎ گزشتہ امتیں اپنے نبی کے کچھ عرصہ بعد ساری کی ساری گمراہ ہوجاتی تھیں یہ حضور انور کی خصوصیت ہے کہ تاقیامت آپ کی امت ساری گمراہ نہیں ہوگی بلکہ ایک فرقہ حق پر ضرور رہے گااور اس حق والے فرقہ میں حق گو علماء مشائخ پیدا ہوتے رہیں گے۔

۲؎ یعنی کوئی دنیاوی طاقت والا انہیں اپنی طاقت سے نقصان نہیں پہنچاسکے گا اگر ساری قوم بھی مخالف ہوجائے تو ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی،ان کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئے گی،ان کا مشن ناکام نہ ہوگا،دیکھ لو حضرت حسین کے مقابل ساری یزیدی طاغوتی طاقت آگئی مگر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔شہادت اور تکلیف اور چیز ہے ناکامی کچھ اور لہذا حدیث واضح ہے۔بعض محدثین فقہاء علماء اولیاء اللہ شہید ہوگئے مگر اپنا کام کرتے رہے۔حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی انہیں تکلیف یا نقصان نہ پہنچاسکے گامطلب وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا۔امر اللہ سے مراد قیامت ہے،قیامت سے مراد قرب قیامت ہے جب تک کہ اسلام موجود ہے لہذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ قیامت جب آئے گی تو اس وقت دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔

۳؎ اس گروہ سے مراد علماء محدثین فقہاء غازیان اسلام اور استقلال والے مؤمنین سب ہی ہیں۔

۴؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث اس جگہ تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے وہاں بیان کردی ہے یعنی اللہ کے بعض بندے وہ ہیں کہ اگر اللہ تعالٰی پر قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم پوری فرمادے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

6286 -[4] عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کی مثل اس بارش کی سی ہے کہ خبر نہیں کہ اگلی خیر ہے یا پچھلی ۱؎ (ترمذی)

۱؎ یعنی جیسے موقع پر آنے والی بارشوں کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں بارش مفید تھی باقی بے کار بلکہ ساری بارشیں فائدہ مند ہوتی ہیں کہ اگلی بارش سے کھیتوں کی نشوونما ہوتی ہے آخر بارشوں سے دانہ وغیرہ کا پکنا اسی طرح میری ساری امت میں خیر ہے حضرات صحابہ میں بھی اور ان کے بعد تاقیامت مسلمانوں میں بھی کہ یہ سب لوگ دین کی مختلف خدمات انجام دیتے رہیں گے،یہ مطلب نہیں کہ حضور کو علم نہیں کہ صحابہ افضل ہیں کہ بعد کے لوگ۔چنانچہ زمانہ نبوی سے آج تک مختلف شکلوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اگرچہ حضرات صحابہ افضل ہیں خیر القرون قرنی مگر کوئی مؤمن بے کار نہیں۔(مرقات،اشعہ)یہ فرمان عالی ایسا ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ وہ قوم ڈھلے ہوئے حلقے کی طرح ہے خبر نہیں کہ اس کے کنارے کہاں ہیں۔ایک شاعر کہتا ہے شعر

ان الخیار من القبائل واحد   وبنو حنیفة کلھم اخیار

خلاصہ یہ ہے کہ میری امت کے اگلے پچھلے ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں خیر وخوبی میں وابستہ ہیں کوئی خوبی سے خالی نہیں۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

[5]- 6287 عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبْشِرُوا إِنَّمَا مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْغَيْثِ لَا يُدْرَى آخِرُهُ خَيْرٌ أَمْ أَوَّلُهُ؟ أَوْ كَحَدِيقَةٍ أُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًا لَعَلَّ آخِرَهَا فَوْجًا أَنْ يكون أعرَضَها عرضا وَأَعْمَقَهَا عُمْقًا وَأَحْسَنَهَا حُسْنًا كَيْفَ تَهْلِكُ أُمَّةٌ أَنَا أَوَّلُهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِيحُ آخِرُهَا وَلَكِنْ بَين ذَلِك فَيْجٌ أَعْوَج لَيْسُوا وَلَا أَنا مِنْهُم» رَوَاهُ رزين	روایت ہے حضرت جعفر سے وہ اپنے والد سے راوی وہ اپنے دادا سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوجاؤ خوشی سناؤ کہ میری امت کی مثال بارش کی ہے نہیں کہا جاتا کہ اس کی پچھلی اچھی ہے یا کہ اگلی۲؎ یا اس باغ کی سی ہے جس میں سے ایک سال ایک فوج نے کھایا پھر ایک سال دوسری فوج نے کھایا۳؎ شاید کہ آخری فوج چوڑائی میں زیادہ چوڑی ہو اور گہرائی میں زیادہ گہری اور حسن میں زیادہ اچھی ہو۴؎ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کا اول میں ہوں اور اس کے درمیان مہدی ہوں اور آخر مسیح ہوں۵؎ لیکن اس کے درمیان ٹیڑھی فوج ہے نہ وہ مجھ سے ہیں نہ میں ان سے۶؎(رزین)

۱؎ اس فرمان عالی میں جدہ کی ضمیر حضرت امام جعفر صادق کی طرف ہے،امام جعفر صادق محمد باقر کے بیٹے ہیں اور امام باقر کے والد،امام زین العابدین ان کے والد امام حسین ابن علی ابن ابی طالب ہیں اس اسناد کو محدثین سلسلة الذھب کہتے ہیں یعنی سونے کی زنجیر۔(مرقات)

۲؎ یعنی ساری امت خیر ہے ایک شاعر کہتا ہے۔شعر

تشابه یوماہ علینا فاشکلا   فما نحن ندری ای یومیه افضل

ایوم بداء العمر ام یوم باسه   وما منهما الا اغز محجل

۳؎ یعنی باغ کے پھل جس بہار میں بھی کھاؤ لذت وہی ہوگی،میرے اسلام و احکام کے پھل تاقیامت جب بھی کھاؤ لذت و رحمت وہ ہی ہوگی،نیز ہر زمانہ میں علماء اولیاء،مجاہدین شہداء ہوتے رہیں گے یہ قرآن اور ہماری ذات کریم یہ نعمتیں تاقیامت تقسیم کرتے رہیں گے اور دنیا ان سے فیوض پاتی رہے گی۔

۴؎ یعنی ممکن ہے کہ ایک باغ سے اگلی فوج کے مقابلہ میں آخری فوج زیادہ کھائے اور اس باغ کے پھلوں سے مختلف قسم کے رس شربت عرق وغیرہ تیار کرے اور لوگوں کو مختلف طریقوں سے استعمال کرائے اسی طرح ہوسکتا ہے کہ میری امت کے آخری لوگ اس قرآن کی گہرائیوں میں زیادہ جائیں اس سے طرح طرح کے رس تیار کریں۔دیکھ لو کہ علم حدیث،اسماء الرجال،فقہ،اصول فقہ،تفسیر،شریعت اور طریقت کے چار چار سلسلے بعد ہی میں علماء کرام نے اسی قرآن و حدیث سے تیاری کیے یہ ہے اس پیش گوئی کا ظہور،اس زبان کا ہر لفظ لوہے کا خط ہوتا ہے اس کے باوجود افضیلت مطلقًا صحابہ کرام ہی کو حاصل ہے۔

۵؎ اگرچہ حضرت مسیح اور امام مہدی ایک ہی زمانہ میں ہوں گے مگر چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات امام مہدی کے بعد ہوگی امام مہدی پہلے وفات پائیں گی اس لیے امام مہدی کو وسط اور حضرت مسیح کو آخر فرمایا۔

۶؎ یعنی میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و امام مہدی کے درمیان ٹیڑھی اور بے دین جماعتیں بھی ہوں گی جیسے مرزائی،چکڑالوی،وہابی بہائی وغیرہم میں ان سے بیزار ہوں وہ میرے نہیں میں ان کا نہیں،جو حضور کا نہ ہو وہ رب کا بھی نہیں ہوتا۔شعر

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

[6]- 6288 وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْب عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّ الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِلَيْكُمْ إِيمَانًا؟» قَالُوا: فالنبيون قَالَ: «ومالهم لَا يُؤْمِنُونَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ؟» قَالُوا: فَنَحْنُ. قَالَ: «ومالكم لَا تُؤْمِنُونَ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟» قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَعْجَبَ الْخَلْقِ إِلَيَّ إِيمَانًا لَقَوْمٌ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِي يَجِدُونَ صُحُفًا فِيهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُونَ بِمَا فِيهَا»	روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے کہ تمہارے نزدیک مخلوق میں کون زیادہ پیارے ایمان والا ہے۱؎ عرض کیا فرشتے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں وہ تو اپنے رب کے پاس ہیں۲؎ بولے تو نبی حضرات،فرمایا وہ حضرات کیوں ایمان نہ لائیں ان پر تو وحی اترتی ہے۳؎ لوگوں نے عرض کیا کہ تو ہم،فرمایا تم کیوں ایمان نہ لاؤ میں تو تمہارے درمیان ہوں۴؎ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ مجھے ساری مخلوق میں پیاری ایمان والی وہ قوم ہے جو میرے بعد ہوگی وہ لوگ صحیفے پائیں گے جن میں وہ کتاب ہوگی وہ کتاب کی ہر چیز پر ایمان لائیں گے۵؎

۱؎ خلق سے مراد سارے اہلِ ایمان ہیں خواہ فرشتے ہوں یا جنات یا انسان یعنی ان سارے مؤمنوں میں زیادہ قابلِ قدر کس کا ایمان ہے،یہاں افضیلت کا ذکر نہیں۔

۲؎ صحابہ کرام سمجھے کہ اس سوال کا مقصد افضیلت کی تحقیق فرمانا ہے اس لیے انہوں نے فرشتوں کا نام لیا کہ وہ نورانی اور معصوم مخلوق ہے اسے رب تعالٰی سے بہت ہی قرب حاصل ہے،جواب میں فرمایا کہ ان کی افضیلت میں شک نہیں مگر جہاں اسباب ایمان بہت کم ہوں اور ایمان کامل ہو،دین کی خدمت مکمل ہو وہ بات فرشتوں میں موجود نہیں ان کا ایمان حیرت انگیز نہیں۔

۳؎ اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی کیا گیا کہ حضرات انبیاء کرام کا ایمان بھی حیرت کا باعث نہیں کیونکہ وہ وحی الٰہی اور وحی والے فرشتے کو دیکھتے ہیں ان کے اسباب ایمان بہت موجود ہیں لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ کسی کا ایمان نبی کے ایمان کے برابر ہوسکے۔

۴؎ یعنی تم نے مجھ کو دیکھا،مجھ پر وحی الٰہی آتے دیکھی،میرے معجزات دیکھے،حضرت جبریل کو شکل انسانی میں آتے دیکھا تمہارے لیے بھی ایمان لانے کے بہت اسباب ہیں وہ لوگ بتاؤ جن کے لیے اسباب ایمان نہ ہوں یا کم ہوں مگر وہ ایمان میں بہت پختہ ہوں۔

۵؎ یعنی میری وفات کے بعد سے تاقیام قیامت جو لوگ ایمان لائیں گے،جو صرف میرا نام سن کر ایمان لائیں گے وہ ایمان بہت ہی قابل قدر اور حیرت انگیز ہوگا کہ ان کا ایمان ہر طرح ایمان بالغیب ہوگا،فرشتوں نبیوں کا ایمان بالشادۃ ہے حضرات صحابہ کا ایمان بعض چیزوں پر بالغیب ہے بعض پر بالشادۃ۔حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ نے حضور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کی شان اور ان کے معجزات کو آنکھوں دیکھا خدا کی قسم ایمان تو ان کا ہوگا جنہوں نے یہ کچھ نہ دیکھا اور ایمان لائیں گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "**يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ**"۔(مرقات،اشعہ)خیال رہے کہ شعر

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں ۔۔۔ سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا حضور کا نام ایمان بخش ہے آج غازی عبدالقیوم،غازی عبدالرشید،غازی علم دین نے حضور کی عزت پر اپنے سر دے دیئے یہ ہے اس حدیث کا ظہور۔صحف سے مراد قرآن مجید کے صحیفے ہیں یا احادیث،فقہ،صوفیاء و علماء کی تصنیفات کے اوراق۔

[7]- 6289	
وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي آخِرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ أَجْرِ أَوَّلِهِمْ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقَاتِلُونَ أَهْلَ الْفِتَنِ» رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّة	روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن علاء حضرمی سے۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس نے خبر دی جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۲؎ کہ فرماتے ہیں کہ اس امت کے آخر میں ایک ایسی قوم ہوگی جن کو اگلوں کا سا ثواب ہوگا۳؎ وہ بھلائی کا حکم دیں گے برائی سے روکیں گے اور فتنوں والوں سے لڑیں گے۴؎ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیں۔

۱؎ عبدالرحمٰن تو تابعی ہیں مگر ان کے والد علاء کا نام عبداللہ ہے،حضر موت کے رہنے والے ہیں،حضور انور کے زمانہ میں بحرین کے حاکم مقرر ہوئے،حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم نے انہیں قائم رکھا،ان کی وفات ۱۴ھ چودہ ہجری میں ہوئی،دیکھو اکمال،مرقات وغیرہ۔

۲؎ سننے والے صحابی کا نام نہ لیا اس سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ تمام صحابہ عادل ہیں ان کا نام معلوم نہ ہو تو حدیث مجہول نہیں بنتی۔

۳؎ یعنی میری امت کے آخری لوگ اگرچہ میرے صحابہ کے سے اعمال نہیں کرسکیں گے مگر اجروثواب میرے صحابہ کا سا پائیں گے۔خیال رہے کہ ثواب اور چیز ہے درجہ اور مرتبہ کچھ اور ہے،ہوسکتا ہے کہ کسی کا ثواب حضرات صحابہ کے برابر ہوجاوے مگر کسی کا درجہ ان کے برابر نہیں ہوسکتا اگر بادشاہ کسی سپاہی کو وزیر کے برابر یا وزیر سے زیادہ انعام دے دے تو سپاہی کا عہدہ وزیر کے برابر نہیں ہوسکتا۔

۴؎ یہ اس فرمان عالی کی وجہ ہے یعنی جو فتنے روافض خوارج وہابیوں مرزائیوں وغیرہم کے ہوں ان فتنوں کا مقابلہ وہ ہی لوگ کریں گے اس لیے ان کو ثواب حضرات صحابہ کا سا ملے گا۔خیال رہے کہ قتال یعنی جہاد تلوار سے بھی ہوتا ہے،قلم سے بھی زبان سے بھی یہاں قتال ان سب کو شامل ہے،اسی طرح اچھی باتوں کا حکم بری باتوں سے روکنا بھی تلوار سے،قلم سے زبان سے عمل سے ہر طرح سے ہوتا ہے یہ فرمان ان سب کو بھی شامل ہے۔

[8]- 6290 وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«طُوبَى لِمَنْ رَآنِي[وَآمَنَ بِي]وَطُوبَى لِمَنْ لَمْ يَرَنِي وَآمَنَ بِي» . رَوَاهُ أَحْمد	روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہو اسے جس نے مجھے دیکھا اور سات بار خوشخبری ہو اسے جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۱؎(احمد)

۱؎ یہاں لفظ **سبع** یعنی سات تحدیدوحد بندی کے لیے نہیں بلکہ بیان کثرت کے لیے ہے یعنی بے شمار برکتیں خوشخبریاں ان لوگوں کو ہوں جو مجھ پر ایمان لائیں گے مگر مجھے بغیر دیکھے ہوئے صرف اور صرف میرا نام سن کر مجھ پر فدا ہوں گے۔یہ حدیث بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن حبان نے اپنی صحیح میں حاکم نے مستدرک میں بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی۔

[9]- 6291 وَعَن أبي مُحَيْرِيزٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جُمُعَةَ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَةِ: حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: نَعَمْ أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا جَيِّدًا تَغَدَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. أَحَدٌ خَيْرٌ مِنَّا؟ أسلمْنا وَجَاهَدْنَا مَعَكَ. قَالَ: «نَعَمْ قَوْمٌ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُونَ بِي وَلَمْ يَرَوْنِي» . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى رَزِينٌ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ مِنْ قَوْلِهِ: قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. أَحَدٌ خَيْرٌ مِنَّا إِلَى آخِره	روایت ہے ابن محیریز سے۱؎فرماتے ہیں میں نے ابو جمعہ سے کہا۲؎(جو ایک صحابی ہیں)کہ ہم کو ایسی حدیث سنایئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو فرمایا ہاں میں تم کو ایک کھری حدیث سناتا ہوں۳؎ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناشتہ کیا ہمارے ساتھ ابو عبیدہ ابن جراح بھی تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی ہم سے بہتر ہے ہم اسلام لائے ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کیا۴؎فرمایا ہاں وہ لوگ جو تمہارے بعد ہوں گے مجھے دیکھا نہ ہوگا اور مجھ پر ایمان لائیں گے ۵؎ (احمد،دارمی)اور رزین نے ابوعبیدہ سے روایت کی ان کے اس قول سے کہ عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی ہم سے اچھا ہے آخر تک۔

۱؎ آپ کا نام عبداللہ ہے،ابومحیریز کنیت ہے،تابعی ہیں،بہت ہی متقی پرہیزگار تھے۔(اشعہ)

۲؎ ابو جمعہ کے نام شریف میں اختلاف ہے ان کا نام یا تو حبیب ابن سباع ہے یا جنید ابن سباع صحابی ہیں،آخر میں شام میں قیام رہا۔(مرقات)

۳؎ جید بنا ہے جودۃ سے بمعنی اچھی،کھری جو تم کو دین و دنیا میں بہت ہی نافع ہو۔

۴؎ آپ کے یہ کلمات اپنی تعریف نہیں بلکہ اللہ کی نعمتوں کا اقرار ہے یعنی رب تعالٰی نے ہم کو ایسی نعمتوں سے مالا مال فرمایا اس کا شکر ہے اس نے ہم کو ایمان،اسلام،جہاد،صحابیت،حضور کے دیدار سے مشرف فرمایا۔

۵؎ یعنی تم کو اللہ تعالٰی نے صحابیت،دیدار جمال یار وغیرہ نعمتوں سے مشرف فرمایا ہے تو ان لوگوں کو اس نعمت سے مالا مال کرے گا کہ وہ مجھے بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے،مجھ پر جان و مال فدا کریں گے،دین کی بڑی خدمات انجام دیں گے،فتنوں میں گھرے ہوں گے مگر دین پر قائم رہیں گے،اس خاص نعمت میں وہ تم سے بڑھ جائیں گے۔خیال رہے کہ یہ جزوی فضیلت ہے مطلقًا فضیلت صحابہ کرام ہی کو حاصل ہے۔

روایت ہے معاذ ابن قرہ سے۱؎ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شام والے بگڑ جائیں گے تو تم میں بھلائی نہ ہوگی۲؎ اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ فتح مند رہے گا انہیں نقصان نہ پہنچاسکے گا وہ جو انہیں رسوا کرے حتی کہ قیامت قائم ہوجاوے۳؎ ابن مدینی کہتے ہیں کہ وہ حدیث والے حضرات ہیں۴؎ (ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی۵؎	[10]- 6292 وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيكُمْ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» قَالَ ابْنُ الْمَدِينِيِّ: هُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

۱؎ آپ تابعی ہیں،جنگ جمل کے دن پیدا ہوئے اور ۱۱۳ھ ایک سو تیرہ میں وفات پائی،آپ کی کنیت ابو ایاس ہے،بصری ہیں،آپ کے والد قرہ ابن ایاس قرنی ہیں۔

۲؎ یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا۔شام ابدال کا مرکز ہے وہاں آخر تک ایمان رہے گا،جب وہاں کفر چھا جائے اور کوئی مؤمن نہ رہے تو سمجھو کہ شام کے ابدال ختم ہوگئے اور دنیا اولیاء اللہ سے خالی ہوگئی،دنیا کا اولیاء اللہ سے خالی ہونا قیامت کی آمدت ہے۔چنانچہ جب قیامت آوے گی تو روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔خیال رہے کہ اس وقت مدینہ منورہ ویران ہوچکا ہوگا وہاں کوئی آبادی نہ ہوگی،روضہ انور کی حفاظت جنگلی جانور کرتے رہیں گے لہذا حدیث پاک پر یہ اعتراض نہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ مدینہ منورہ پہلے ہی بگڑ چکا ہوگا وہاں کفروشرک پھیل چکا ہوگا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھی فاسد یعنی کافر بلکہ فاسق العقیدہ نہ تھے ورنہ اس وقت ہی قیامت آجاتی کیونکہ امیر معاویہ کا دارالخلافہ دمشق تھا،امیر معاویہ کی سلطنت پر شام والے متفق تھے،یزید پلید کی حکومت پر اہل شام بھی متفق نہ تھے۔

۳؎ اس فرمان عالی کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی کہ حضور کی امت میں ایک جماعت تاقیامت حق پر رہے گی حضور کی ساری امت گمراہ نہ ہوگی اور وہ جماعت حقہ ان شاءاللہ غالب رہے گی،کوئی ان کو فنا نہ کرسکے گا وہ حضرات اپنے مقصد میں یعنی دین اسلام کو باقی رکھنے میں ہمیشہ کامیاب رہیں گے۔

۴؎ حدیث والوں سے مراد آج کل کے وہابی نہیں جو اپنے کو اہلِ حدیث کہتے ہیں ان بیچاروں کو نہ حدیث کی خبر ہے نہ ان کا حدیث پر عمل،نہ انہوں نے فن حدیث کی کوئی خدمت کی،ان بیچاروں کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ سنت اور حدیث میں کیا فرق

ہے ورنہ یہ لوگ اپنے کو اہل سنت کہتے نہ کہ اہل حدیث بلکہ اس سے مراد حضرات محدثین کرام اور فقہاء عظام ہیں جنہوں نے اپنی عمریں اس فن شریف کی خدمت میں گزاریں۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ اصحاب حدیث سے مراد اہلِ سنت و الجماعت ہیں۔خیال رہے کہ ہر فقیہ محدث ضرور ہوگا کیونکہ علم فقہ بغیر حدیث دانی نہیں حاصل ہوتا۔

۵؎ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادوں سے صحیح ہے بعض سے حسن۔

[11]- 6293	
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ» . رَوَاهُ ابْن مَاجَه وَالْبَيْهَقِيّ	روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت کی بھول چوک سے در گزر کی۱؎ اور جس پر وہ مجبور کیے جاویں۲؎(ابن ماجہ،بیہقی)

۱؎ خطا اور نسیان دونوں مقابل ہیں عمد کے،خطاء میں مانع یاد ہوتا ہے مگر کام کا ارادہ نہیں ہوتا جیسے روزہ دار نے کلی کی بغیرارادہ پانی حلق سے اتر گیا یہ ہوئی خطا،نسیان میں کام تو ارادہ سے ہوتا ہے مگر مانع یاد نہیں ہوتا جیسے روزہ دار کو روزہ یاد نہ رہا اور اس نے کھا پی لیا۔اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے میری امت پر یہ کرم فرمایا کہ ان کی بھول چوک معاف فرمادی، اس میں ان پر نہ گناہ ہوگا نہ پکڑا اگرچہ بعض صورتوں میں ان دونوں پر احکام شرعیہ مرتب ہوجاتے ہیں جیسے نماز میں بھول کر بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا قتل خطاء میں کفارہ یا دیت لازم ہوجاتے ہیں،نماز کا واجب بھول جانے سے سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔

۲؎ یعنی مسلمان جو برا کام مجبورًا کرلے تو وہ گنہگار نہ ہوگا لہٰذا مجبورًا منہ سے کفریہ بات بول دینے والا کافر نہ ہوگا،مجبورًا شراب پلائے جانے والا گنہگار نہ ہوگا۔غرضکہ یہاں مجبور سے عصیان کی نفی ہے احکام کی نفی نہیں اس لیے یہاں تجاوز فرمایا یعنی رب نے درگزر فرائی لہٰذا مجبور کی طلاق واقع ہوجاتی ہے یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔خیال رہے کہ ہر جرم کی مجبوری علیحدہ ہے کفر بکنے کے لیے خطرہ جان ضروری ہے،جبرًا طلاق و نکاح کے لیے دوسرے جبر بھی کافی ہیں اس کی بحث کتب فقہ کتاب الاکراہ میں مطالعہ فرماؤ۔

[12]- 6294	
وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: [كُنْتُمْ خير أُمَّةٍ أخرجت للنَّاس] قَالَ: «أَنْتُمْ تُتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللَّهِ تَعَالَى»رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ	روایت ہے بہز ابن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی۱؎ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا رب تعالٰی کے اس فرمان کے متعلق کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی۲؎ فرمایا تم ستر امتیں پوری کرو گے۳؎ تم اللہ پر ان سب سے بہتر اور عزت والے ہو۴؎ (ترمذی، ابن ماجہ،دارمی)ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

۱؎ آپ بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حیدہ ہیں،قشیری بصری ہیں،حق یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں،ثقہ ہیں لہٰذا یہ روایت معاویہ ابن حیدہ سے ہے۔

۲؎ اس آیت کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: تم لوگ اللہ کے علم میں بہترین امت تھے تمہارا انتخاب پہلے ہی ہوچکاتھا یا یہ کہ تم بہترین امت ہو۔حق یہ ہے کہ اس میں خطاب ساری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ اس امت میں اگرچہ گنہگار بھی ہیں مگر چونکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے اس لیے اس خیریت میں وہ بھی داخل ہیں،موتی کیچڑ میں سن کر بھی موتی رہتا ہے بشرطیکہ حضور سے وابستہ رہیں۔

۳؎ ستر سے مراد یا بیان زیادتی ہے جیسے اردو میں لفظ بیسیوں،یا ستر کا عدد مراد ہے یعنی دنیا میں بڑی بڑی امتیں ستر گزریں۔خیال رہے کہ بعض انبیاء کرام ایسے گزرے جن کا کوئی امتی نہ بنانہ کوئی ان پر ایمان نہ لایا،بعض پر صرف ایک آدمی ایمان لایا،بعض پر دو چار،بعض پر کچھ اور زیادہ مگر جن نبیوں پر بڑی جماعتیں ایمان لائیں جنہیں امت کثیر کہا جاوے وہ کل ستر ہیں انہتر ہم سے پہلے ستر کا عدد امت رسول اللہ نے پورا کیا۔

۴؎ یعنی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں یوں ہی آپ کی امت تمام امتوں سے افضل بلکہ حضور کے صحابہ تمام نبیوں کے اصحاب سے افضل،حضور انور کے اہل بیت تمام نبیوں کے اہل بیت سے افضل بلکہ حضور انور کا مکہ،مدینہ منورہ دوسرے نبیوں کی بستیوں سے افضل،حضور کی ازواج پاک تمام نبیوں کی ازواج سے افضل غرضکہ افضلیت حضور کے دم قدم سے وابستہ ہیں۔

الحمدللہ!کہ مرآت شرح مشکوۃ دو رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ پنجشنبہ کو شروع ہوکر آج اکیس رمضان ۱۳۸۸ھ پنجشنبہ کے دن دس بجے دوپہر کو ختم ہوئی،آج اس گنہگار نے حضرت علی مشکل کشا شیر خدا،جناب فاطمہ زہرا،عائشہ صدیقہ،خدیجۃ الکبریٰ، شہداء بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عرس کرکے مرآت کو ختم کیا،ان تمام حضرات کی وفات و شہادت ماہ رمضان ہی میں ہے،رب تعالٰی قبول فرماوے اور اسے میرے لیے کفارہ سیئات وصدقہ جاریہ بنائے۔جو صاحب اس سے فائدہ اٹھائیں وہ مجھ گنہگار کی مغفرت کی دعا کریں کہ اسی لالچ میں میں نے یہ محنت کی ہے۔شعر

اے کہ برمامی روی دامن کشاں | از سر اخلاص الحمد سے بخواں

و صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہٖ سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتہٖ وھو الرحم الرحمین !

احمد یارخاں نعیمی اشرفی،مقیم گجرات(مغربی پاکستان)

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۱۲،دسمبر ۱۹۶۸ء

احادیث مبارکہ کی اقسام اور تعریفیں

(۱) مرفوع: وہ حدیث جسکی اسناد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور صحابی کہے نبی کریم نے فرمایا۔

(۲) موقوف: وہ حدیث جسکی اسناد صحابی تک پہنچے جیسے راوی کہے کہ فلاں صحابی نے یہ فرمایا۔

(۳) مقطوع: وہ حدیث جسکی اسناد تابعی تک پہنچے جیسے امام اعظم فرمائیں کہ صحابی نے فرمایا۔

(۴) اثر: وہ حدیث جو کسی طریقے سے حضور سے منقول ہو۔

(۵) خبر: وہ حدیث جس میں نبی کریم صحابہ اور تابعین سے روایت ہو اور تاریخی واقعہ ہو۔

(۶) حدیث: وہ کلام جسکی روایت نبی کریم یا صحابہ یا تابعین سے ہو اور کسی عمل کا ذکر ہو۔

(۷) مرسل: وہ حدیث جسکی اسناد میں صحابی کا ذکر رہ جائے تابعی کہے یہ حضور نے فرمایا۔

(۸) معضّل: وہ حدیث جسکی اسناد کے درمیان سے دو یا تین راوی رہ جائیں۔
(۹) منقطع: وہ حدیث جسکی اسناد میں چند جگہ سے ایک ایک یا زیادہ راوی رہ جائیں۔
(۱۰) مدلّس: وہ حدیث جس کا راوی اپنے اس شیخ کا ذکر نہ کرے جس سے اس نے حدیث سنی بلکہ اس کے اوپر کے راوی کا نام لے۔
(۱۱) مضطرب: وہ حدیث جس کے متن یا اسناد میں راویوں کی کمی زیادتی ہو یا آگے پیچھے ذکر ہو یا تبدیلی ہو جائے۔
(۱۲) عنعنہ: وہ حدیث جس کو صرف عَنْ سے روایت کیا جائے۔
(۱۳) شاذ: وہ حدیث جس کا راوی غیر معروف ہو اور ثقہ راویوں کی روایت کے مخالف روایت ہو۔
(۱۴) مردود: وہ حدیث جس کے تمام راوی ثقہ نہ ہوں۔
(۱۵) محفوظ: وہ حدیث جس کے سارے راوی ثقہ ہوں مگر اس کے مقابل ثقہ حدیث ہو لیکن ترجیح اس ثقہ حدیث کو ہو۔
(۱۶) معلل: وہ حدیث جس کی صحت میں بہت سے گہرے اور ہلکے اسباب اور علتیں ہوں۔
(۱۷) متابعًا: وہ حدیث جس کا راوی کسی دوسرے راوی کی حدیث کی مطابقت کرے۔
(۱۸) حسن: وہ حدیث جس کے راوی میں ضبط بالکل نہ ہو۔
(۱۹) ضعیف: وہ حدیث جس کے راوی میں نہ عدل ہو نہ ضبط اور صحیح حدیث کی کوئی شرط اس میں نہ ہو۔
(۲۰) متروک: وہ حدیث جس کے راوی پر دنیاوی کلام میں عام جھوٹ بولنے کا اتہام لگا ہو مگر روایت حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو۔
(۲۱) موضوع: وہ حدیث جس کے راوی کا جھوٹ اکثر حدیث کی روایت میں ہوتا ہو یا راوی خود اقرار کرے یا قرینوں سے معلوم ہو۔
(۲۲) مبہم: وہ حدیث جس کے راوی کا نام اور اس کی ذات اس کے حالات اس کا ثقہ ہونا معلوم نہ ہوسکے۔
(۲۳) غریب: وہ حدیث صحیح جس کا ایک راوی مشہور ہو۔
(۲۴) عزیز: وہ صحیح حدیث جس کے دو راوی معلوم ہوں۔
(۲۵) مشہور: وہ حدیث جس کے بہت سے راوی معلوم ہوں۔
(۲۶) متواتر: وہ حدیث جس کے اتنے زیادہ راوی ہوں نبی پاک کے زمانہ سے لیکر آج تک جن کو جھوٹا نہ کہا جاسکے۔
(۲۷) متّصل: وہ حدیث جس کا راوی سند کے درمیان میں سے رہ نہ جائے۔
(۲۸) معلقًا: وہ حدیث جس کی سند کے شروع میں سے کوئی راوی رہ گیا ہو۔
(۲۹) مدرج: وہ حدیث جس کا راوی اپنے یا اپنے غیر کے کلام کو صحابی یا تابعی کی طرف سے درج کردے کسی غرض کے لیے۔
(۳۰) حسن ذاتی: وہ حدیث جس کے راوی میں ضبط بالکل نہ پایا جائے۔
(۳۱) حسن لغیرہ: وہ ضعیف حدیث جس کے روایت کے راستے بہت سے ہوں اور اس کا ضعف ضروری ہو۔
(۳۲) صحیح: وہ حدیث جس کا راوی مکمل عدل اور ضبط اور یاد داشت والا ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔
(۳۳) صحیح لذاتہ: وہ حدیث جس کا عدل اور ضبط کمال طور پر راوی میں موجود ہو۔
(۳۴) صحیح لغیرہ: وہ حدیث جس کے راوی کا عدل اور ضبط کمزور ہو۔
(۳۵) مختلط: وہ حدیث جس کے راوی کا حافظہ بڑھاپے یا نابینا ہونے یا اس کی کتابیں گم ہونے کی وجہ سے کمزور پڑ جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمال ترجمہ اکمال

یعنی

حالات صحابہ وتابعین

آج بتاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ، ۱۲ دسمبر ۱۹۶۸ء پنجشنبہ کو بفضل اللہ تعالٰی میں مرآت شرح مشکوۃ شریف کی تصنیف سے فارغ ہوا، دل چاہا کہ مؤلف مشکوۃ حضرت ولی الدین ابن عبداللہ محمد ابن عبداللہ خطیب بغدادی کے رسالہ اکمال کا ترجمہ کر دوں جو فنِ اسماء الرجال میں مختصر مگر جامع رسالہ ہے، آج تاریخ دن مہینہ مبارک ہے اس لیے میں نے یہ کام اللہ کے نام سے آج ہی شروع کردیا ہے رب تعالٰی تکمیل کی توفیق دے قبول فرمائے۔اس رسالہ میں اکمال کے ترجمہ کے ساتھ حاشیہ اکمال وغیرہ سے کچھ اضافہ بھی ہوگا،اس کا نام **اجمال فی ترجمۃ اکمال** رکھتا ہوں،اس میں حرف تہجی کے ترتیب سے اولًا صحابہ کرام پھر تابعین عظام پھر صحابیات کے نام مع مختصر حالات درج ہوں گے۔

حالات صحابہ وتابعین

باب الالف صحابہ کرام

(۱)حضرت انس ابن مالک: آپ کا نام انس ابن مالک ابن نضر ہے،کنیت ابو حمزہ ہے،خزرجی انصاری ہیں،حضور انور کے خادم خاص آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان ہیں،جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب انس کی عمر دس سال تھی،جب حضور انور کی وفات ہوئی تو آپ بیس سالہ تھے،دس سال تک مسلسل حضور انور کی خدمت کی،خلافت فاروقی میں آپ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی،آپ بصرہ کے آخری صحابی ہیں، ۹۱ھ میں وفات ہوئی،ایک سو تین سال عمر ہوئی،بعض نے فرمایا ۹۹ سال عمر ہوئی،آپ کے اولاد اسی ۸۰ یا سو۱۰۰ ہے،اٹھتّر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد آپ سے بہت مخلوق نے روایت لیں۔خلاصہ میں ہے کہ آپ کی احادیث ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراسی ۸۳ احادیث بخاری کی اکتّر اے مسلم کی۔

(۲)انس ابن مالک کعبی:آپ کی کنیت ابو امامہ ہے،آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے مسافر حاملہ اور مرضعہ کے روزے کے متعلق،آخر میں بصرہ میں رہے،آپ سے ابن قلابہ نے روایت کی رضی اللہ عنہ۔

(۳)انس ابن نضر: آپ انصاری بنی نجار سے ہیں،انس بن مالک کے چچا ہیں،غزوہ احد میں تیس سے زیادہ نیزوں تلواروں کے زخم کھاکر شہید ہوئے،انہیں کے متعلق یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی"مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ"الخ۔

(۴)انس ابن مرثد: آپ کا نام انس ابن مرثد ابن ابی مرثد کنانہ ابن حصین ہے،بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام انیس ہے،ابن عبدالبر نے اسی کو ترجیح دی،آپ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک ہوئے،بعض کے خیال میں آپ سے ہی حضور انور نے فرمایا تھا کہ اے انیس ان کی بیوی کی طرف جاؤ اگر وہ اقرار زنا کرے تو اسے رجم کردو،آپ کی وفات ۲۰ بیس ہجری میں ہوئی،آپ خود اور آپ کے بھائی والد دادا سب صحابی ہیں،آپ سے سہل ابن حنظلہ حکم ابن مسعود نے روایت کیں۔

(۵)اسید ابن حضیر: آپ انصاری اوسی ہیں،آپ دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہیں،آپ نقیبوں میں سے تھے،دونوں بیعت عقبہ میں ایک سال کا فاصلہ ہے،آپ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،آپ سے جماعت صحابہ نے روایت لیں،مدینہ منورہ میں ۲۰ھ بیس میں خلافت فاروقی میں وفات ہوئی،بقیع میں دفن ہوئے۔

(۶)ابو اسید: آپ کا نام ابو اسید ابن مالک ابن ربیعہ ہے،انصاری ہیں،ساعدی ہیں،تمام غزوات میں شریک ہوئے،اپنی کنیت میں مشہور ہیں،آپ سے بہت مخلوق نے روایات کی، ۶۰ھ ساٹھ میں وفات ہوئی اٹھتر سال کی عمر ہوئی،آخر میں نابینا ہوگئے تھے،آپ سب سے آخری بدری ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین بدری صحابہ سے خالی ہوگئی۔

(۷)اسلم:آپ کی کنیت ابو رافع ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام،آپ کا ذکر رے کی تختی میں ہوگا۔

(۸)اسمر:آپ اسمر ابن مضرس ہیں،طائی ہیں،آپ کا شمار بصرہ کے بدویوں میں ہے صحابی ہیں۔

(۹)اشعث ابن قیس:آپ اشعث ابن قیس ابن معدیکرب،کنیت ابو محمد ہے،کندی ہیں،کندہ کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے،اس وفد کے سردار تھے،یہ واقعہ ۱۰ھ میں ہوا،آپ زمانہ جاہلیت میں بھی اپنی قوم کے محترم سردار تھے،اسلام میں بھی بڑے معزز حضور کی وفات کے بعد اسلام سے مرتد ہوگئے تھے پھر خلافت صدیق میں دوبارہ مسلمان ہوئے،آخر میں کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات ہوئی،امام حسن ابن علی نے جنازہ پڑھایا ۴۰ چالیس میں وفات ہوئی۔

(۱۰)اشیم ضبابی:آپ قبیلہ ضباب ابن کلاب کے اولاد سے ہیں،آپ سے علم فرائض میں صرف ایک حدیث مروی ہے۔

(۱۱)ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:آپ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن شریف سے مدینہ منورہ ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے،سولہ مہینہ عمر پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(۱۲)الاعزالمازنی:آپ اعزابن مزنی ہیں،صحابی ہیں،اہل کوفہ سے ہیں،آپ سے حضرت ابن عمر اور معاویہ ابن قرہ نے روایات کیں۔

(۱۳)ابیض:آپ ابیض ابن جمال ماربی السبائی ہیں،یمن میں قیام رہا،آپ مارب کے رہنے والے ہیں جو یمن کا ایک شہر ہے صنعاء کے قریب۔

(۱۴)اقرع ابن حابس:آپ تمیمی ہیں،فتح مکہ کے بعد بنی تمیم کے وفد میں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے،زمانہ جاہلیت اور اسلام میں بڑی عزت والے تھے خراسان کے لشکر میں موجود تھے۔

(۱۵)ابوالازہر:آپ انماری ہیں،شام میں قیام رہا،آپ سے خالد ابن معدان وغیرہم نے روایات لیں۔

(۱۶)اکیدردومہ:آپ اکیدر ابن عبدالملک ہیں،آپ کو دومۃ الجندل کہا جاتا ہے،آپ نے حضور کی خدمت میں ہدایا بھیجے، حضور انور نے آپ سے خط وکتابت کی ان کا ذکر باب الجزیہ میں آتا ہے۔اکیدر تصغیر ہے اکدر کی،دومہ شام و حجاز کے درمیان ایک شہر ہے۔

(۱۷)اوس ابن اوس:آپ کو اوس ابن ابی اوس بھی کہا جاتا ہے،قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں،عمرو ابن اوس کے والد ہیں۔

(۱۸)ایاس ابن بکیر:آپ قبیلہ بنی لیث سے ہیں،بدر وغیرہ غزوات میں شریک ہوئے،جب حضور دار ارقم میں تھے تو ایمان لائے،۳۴ چونتیس میں وفات پائی۔

(۱۹)ایاس ابن عبداللہ:آپ دوسی مدنی ہیں،آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے،آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے بیوی کو مارنے کے متعلق۔

(۲۰)اسامہ ابن زید:آپ اسامہ ابن زید ابن حارثہ ہیں،قبیلہ بنی قضاعہ سے ہیں،آپ کی ماں کا نام برکت ہے،کنیت ام ایمن حضور کی دودھ کی والدہ وہ آپ کے والد جناب عبداللّٰہ کی لونڈی تھیں اور اسامہ حضور کے غلام اور غلام زادے تھے کہ زید ابن حارثہ بھی حضور کے غلام تھے،اسامہ اور زید حضور کے بڑے پیارے تھے،حضور کی وفات کے وقت اسامہ بیس سال کے تھے،حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آپ وادی قرالی میں رہے وہیں وصال ہوا،بعض نے کہا کہ آپ کی وفات ۵۴ چون میں ہوئی،ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ ہی قوی ہے۔

(۲۱)ابی ابن کعب:آپ انصاری خزرجی ہیں،کاتب وحی تھے آپ ان چھ صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہاء صحابہ میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے صحابہ میں بڑے قاری تھے۔حضور انور نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور عمر فاروق نے ابوالطفیل،حضور انور نے آپ کو خطاب دیا سید انصار،عمر فاروق نے خطاب دیا سید المسلمین کا،آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۹ھ انیس ہجری میں وفات پائی یعنی خلافت فاروقی میں۔

(۲۲)اسامہ ابن شریک:آپ ذبیانی ثعلبی ہیں،کوفہ میں آپ کی احادیث زیادہ مشہور ہوئیں۔

(۲۳)افلح:آپ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے یا ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللّٰہ عنہا کے غلام ہیں آزاد کردہ۔

(۲۴)ایفع ابن ناکور:آپ ذوالکلاع کے نام سے مشہور ہیں،یمن کے رہنے والے ہیں،اپنی قوم کے سردار تھے،جب ایمان لائے تب نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے آپ کو خط لکھا کہ اسود عنسی کے مقابلہ میں ہماری مدد کرو،جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ساتھ تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے،آپ کو اشتر نخعی نے قتل کیا ۳۷ھ میں۔

(۲۵)انجشہ:آپ حبشی غلام تھے،حضور انور کی خدمت میں رہتے تھے،بڑے خوش آواز حدی خواں تھے،ایک بار آپ سے ہی حضور انور نے فرمایا تھا کہ اے انجشہ اپنی حدی یعنی گیت بند کردو میرے ساتھی کچی شیشیاں ہیں،آپ سے چند صحابہ نے روایات لیں۔

(۲۶)ابو امامہ باہلی:آپ ابو امامہ صدی ابن عجلان باہلی ہیں،اولًا مصر میں حمص میں رہے وہاں ہی وفات پائی،آپ شام کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین شام صحابہ سے خالی ہوئی، ۹۱ھ اکیانوے میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۲۷)ابو امامہ انصاری:آپ کا نام سعد ابن سہیل ابن حنیف ہے،انصاری اوسی ہیں مگر اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔حضور انور کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے،حضور نے آپ کا نام سعد اور کنیت ابوامامہ رکھی،حضور سے کچھ سن نہ سکے کہ بہت چھوٹے تھے اس لیے بعض محدثین نے آپ کو تابعی کہا ہے،آپ مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے،اپنے والد اور ابو سعید خدری وغیرہ صحابہ کے صحبت یافتہ ہیں،بانوے سال عمر ہوئی، ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

(۲۸)ابو ایوب انصاری:آپ کا نام خالد ابن زید ہے،آپ انصاری خزرجی ہیں،تمام جنگوں میں حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کے ساتھ رہے،آپ کی وفات قسطنطنیہ میں ہوئی جسے اب استنبول کہتے ہیں، ۵۱ھ میں آپ کی وفات ہے امیر معاویہ کے زمانہ میں جب یزید ابن معاویہ کی سرکردگی میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا تو آپ اس لشکر میں تھے بیمار ہوگئے جب مرض زیادہ ہوا تو وصیت کی کہ جب میں وفات پاجاؤں تو میری میت اپنے ساتھ رکھنا،جب تم دشمن کے مقابل صف آرا ہو تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کرنا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ کی قبر قسطنطنیہ کے شہر پناہ کے پاس ہے اب تک مشہور ہے۔اس قبر کا اب تک بہت ہی احترام ہے لوگ آپ کی قبر کی برکت سے شفا حاصل کرتے ہیں انہیں شفا ملتی ہے،آپ سے بہت حضرات نے احادیث روایت کی ہیں۔خیال رہے کہ آپ ہی مدینہ منورہ ہیں حضور انور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پہلے میزبان ہیں۔(مترجم)

(۲۹)ابوامیہ مخزومی: آپ صحابی ہیں،آپ کا شمار اہلِ حجاز میں ہوتا ہے،آپ سے ابو المنذر نے احادیث نقل فرمائیں حالات زندگی معلوم نہیں ہوسکے۔

(۳۰)امیہ ابن مخشی: آپ بنی خزاعہ سے ہیں،ازدی ہیں،آپ کا شمار بصرہ والوں میں ہوتا ہے،آپ سے ایک حدیث کھانے کے متعلق مروی ہے جسے آپ کے بھتیجہ مثنی ابن عبدالرحمٰن نے روایت کیا۔

(۳۱)امیہ ابن صفوان: آپ امیہ ابن خلف کے پوتے ہیں،جمحی ہیں،اپنے والد صفوان سے احادیث روایت فرماتے ہیں۔

(۳۲)ابواسرائیل: آپ صحابی ہیں،آپ نے ہی نذر مانی تھی کہ خاموش رہیں گے روزہ رکھ کر دھوپ میں کھڑے رہیں گے سایہ میں نہ بیٹھیں گے حضور انور نے اس کے توڑنے کا حکم دیا،فرمایا کہ بیٹھو کلام کرو اور سایہ لو حضرت ابن عباس و جابر نے آپ سے احادیث لیں۔

(۳۳)آبی اللحم: آپ کا نام خلف ابن عبدالملک ہے یا عبداللہ ہے،غفاری ہیں،چونکہ آپ گوشت قطعًا نہیں کھاتے تھے اس لیے آپ کا لقب آبی اللحم ہوا یعنی گوشت کے انکاری،یا اپنے زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر ذبیحہ کا گوشت کبھی نہ کھایا،غزوہ حنین میں شہید ہوئے۔

الف۔۔۔تابعین عظام

(۱)اویس قرنی: آپ اویس ابن عامر ہیں،کنیت ابو عمرو ہے،قرن جو یمن کا شہر ہے وہاں کے رہنے والے ہیں،حضور انور کا زمانہ پایا مگر دیدار نہ کرسکے،حضور انور نے آپ کے مدینہ آنے کی بشارت دی تھی،حضرت عمر فاروق اور دوسرے صحابہ سے ملاقات ہے،گوشہ نشینی اور زہد و تقویٰ میں مشہور تھے،۳۷ھ میں جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے۔

(۲)ابان ابن عثمان: آپ حضرت عثمان غنی کے فرزند ہیں،قرشی ہیں،تابعی ہیں،آپ سے بہت احادیث مروی ہیں،یزید ابن عبدالملک کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۳)ایوب ابن موسیٰ: آپ ایوب ابن موسیٰ ابن عمرو ابن سعید ابن عاص ہیں،اموی ہیں،بڑے فقیہ تھے،۱۳۳ھ ایک سو تینتیس میں وفات پائی۔

(۴)امیہ ابن عبد اللہ: آپ امیہ ابن عبداللہ ابن خالد ابن اسید ہیں،مکی ہیں،ثقہ ہیں،خراسان کے حاکم رہے، ۸۰ھ اسی میں فات پائی۔

(۵)اسلم: آپ کی کنیت ابو خالد ہے،حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام حبشی تھے،آپ کو ۱۱ھ گیارہ میں حضرت عمر نے مکہ معظّمہ میں خریدا،ایک سو چودہ برس عمر ہوئی،مروان ابن حکم کی حکومت میں وفات پائی۔

(۶)ارزق ابن قیس: آپ حارثی ہیں،تابعی ہیں،بہت صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

(۷)اعمش: آپ کا نام سلیمان ابن مہران ہے،اسدی ہیں،کابلی ہیں،کابل قبیلہ اسد کا ایک قبیلہ ہے،۶۰ ساٹھ برس عمر ہوئی،آپ کی ولادت مقام رے میں ہوئی وہاں سے کوفہ لاکر آپ کو ایک کابلی آدمی کے ہاتھ فروخت کردیا گیا،آپ مشہور محدث بھی ہیں قاری بھی،آپ سے ایک خلقت نے علمی فیض لیے،۱۴۸ ایک سواڑتالیس میں وفات ہوئی،علماء کوفہ اکثر آپ کے شاگرد ہیں۔

(۸)اعرج: آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن ہرمزمدنی ہے،بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام ہیں،مشہور ثقہ تابعی ہیں،مقام اسکندر میں ۱۲۰ ایک سو بیس میں وفات پائی۔

(۹)اسود: آپ اسود ابن ہلال محاربی ہیں،حضرت عمرو ابن معاذ اور ابن مسعود سے ملاقات بھی ہے اور اخذ روایات بھی ۸۴ھ چوراسی میں وفات ہوئی۔

(۱۰)ابراہیم ابن میسرہ: آپ طائف کے رہنے والے ہیں،تابعی ہیں،ثقہ ہیں۔

(۱۱)ابراہیم ابن عبدالرحمٰن: آپ کے دادا کا نام عوف ہے،ابراہیم کی کنیت ابو اسحاق ہے،زہری قرشی ہیں،بچپن میں حضرت عمر فاروق اعظم سے ملاقات ہوئی،۹۶ چھیانوے میں وفات ہوئی،پچھتّر سال عمر پائی۔

(۱۲)ابراہیم ابن اسماعیل: آپ اشہلی ہیں،آپ دن کے روزہ دار رات کے شب بیدار تھے،دار قطنی وغیرہ نے کہا کہ آپ متروک الحدیث ہیں،۱۶۵ ایک سو پینسٹھ میں وفات پائی۔

(۱۳)ابراہیم ابن فضل: آپ مخزومی ہیں، محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں،آپ سے حضرت وکیع اور ابن نمیر وغیرہ نے احادیث لیں۔

(۱۴)اسحاق ا بن عبداللہ: آپ انصاری ہیں،مدنی ہیں،تابعی ہیں،امام مالک آپ کو بہت سے محدثین پر ترجیح دیتے تھے،آپ نے ۱۳۲ ایک سوبتیس میں وفات پائی۔

(۱۵)اسحاق ابن راہویہ: آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے،نام اسحاق ابن ابراہیم تیمی ہے مگر مشہور ہیں ابن راہویہ سے، مسلمانوں کے مضبوط ستون اسلام کی چمکتی ہوئی نشانی،محدث فقیہ متقی صحیح حافظہ والے،بہت صفات کے جامع،طلب علم کے لیے خراساں،عراق، حجاز،یمن،شام کے سفر کیے،پھر وفات تک نیشاپور میں رہے،۷۴ چوہتر سال عمر ہوئی،۲۳۸ھ میں وفات ہوئی،آپ کے فضائل شمار سے باہر ہیں۔بخاری،مسلم ترمذی وغیرہ محدثین نے آپ سے روایت لیں۔

(۱۶)ابواسحاق سبعی: آپ کا نام عمرو ابن عبداللہ سبعی ہیں،ہمدانی کوفی ہیں،حضرت علی و ابن عباد وغیرہم سے ملاقات ہے،مشہور محدث ہیں،حضرت عثمان کے خلیفہ بننے کے دو سال بعد پیدا ہوئے،۱۲۹ ایک سو انتیس ہجری میں وفات ہوئی۔(رضی اللہ عنہم)

(۱۷) ابواسحاق ابن موسیٰ: آپ انصاری مدنی ہیں،بعد کوفہ میں رہے،بغداد میں حضرت سفیان ابن عیینہ وغیرہم سے فن حدیث حاصل کیا ۲۴۴ھ دوسوچوالیس میں کوفہ میں وفات پائی۔

(۱۸)ابو ابراہیم اشہلی: آپ انصاری ہیں،آپ سے یحیٰی ابن کثیر نے روایت کی۔

(۱۹)ابو اسرائیل: آپ کا نام اسماعیل ابن خلیفہ ملائی ہے،۱۶۹ ایک سو انہتّر میں وفات ہوئی۔

(۲۰)ابو ایوب مراغی: آپ عقیلی ہیں،حضرت جویریہ اور ابوہریرہ سے روایات لیں رضی اللہ عنہم۔

(۲۱)ابوالاحوص: آپ کا نام عوف ابن مالک ابن فضیلہ ہے،اپنے والد اور حضرت ابن مسعود وغیرہم سے روایات لیں۔

(۲۲)الاحوص: آپ ابن جواب ہیں،اہل کوفہ سے ہیں،آپ سے علی ابن مدینی نے روایت لیں،۲۲۱ دوسو اکیس میں وفات ہوئی۔

(۲۳)ابوالاحوص: آپ کا نام سلام ابن سلیم حافظ ہیں،آپ سے چار ہزار احادیث مروی ہیں، ثقہ ہیں،۱۷۹ ایک سو اناسی میں وفات ہوئی۔

(۲۴)ابی ابن خلف: اس کا بھائی امیہ ابن خلف ہے،یہ ابن وہب کے پوتے ہیں،ابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے ہاتھ شریف سے قتل کیا،امیہ بدر میں مارا گیا،ان بے دینوں کے نام تابعین کی فہرست میں نہیں آنا چاہیے تھا۔(مترجم)

الف۔۔۔صحابیات

(۱)اسماء بنت ابوبکر الصدیق:آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، حضور انور کی سالی،آپ کا نام لقب ذات النطاقین یعنی دوکمر بند والی ہے کیونکہ ہجرت کی رات آپ نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کرکے ایک ٹکڑے سے حضور انور کے سفر کا توشہ باندھا تھادوسرا ٹکڑا اپنے استعمال میں رکھا،یا دوسرے سے حضور کے سفر کا مشکیزہ باندھا،آپ حضرت عبداللہ ابن زبیر کی والدہ ہیں،مکہ معظّمہ میں ایمان لائیں،آپ سے پہلے صرف سترہ آدمی ایمان لائے تھے آپ اٹھارویں مؤمنہ ہیں،اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ سے دس سال بڑی ہیں،اپنے فرزند عبداللہ ابن زبیر کی شہادت سے دس دن بعد وفات ہوئی،ان کے سولی سے اترنے کے بعد۱۰۰ برس عمر ہوئی،۷۳ تہتر میں مکہ معظّمہ میں وفات ہوئی رضی اللہ عنہا۔

(۲)اسماء بنت عمیس:آپ حضرت جعفر ابن ابو طالب کی زوجہ ہیں،اپنے خاوند کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں ہی آپ کے بیٹے محمد،عبداللہ،عون پیدا ہوئے،پھر مدینہ منورہ ہجرت کرکے آئیں،حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے آپ سے نکاح کیا ان سے محمد ابن ابوبکر پیدا ہوئے،حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی کے نکاح میں آئیں ان سے یحیٰی ابن علی پیدا ہوئے،آپ سے بہت صحابہ نے روایات لی ہیں۔

(۳)انیسہ بنت خبیب:آپ انصاریہ ہیں،صحابیہ ہیں،اہلِ بصرہ میں آپ کا شمار ہے،آپ کے بھانجے خبیب ابن عبدالرحمٰن نے آپ سے احادیث روایات کیں۔

(۴)امیمہ بنت رقیقہ:آپ کے والد عبداللہ ہیں اور رقیقہ بنت خویلد آپ کی والدہ ہیں،آپ کی والدہ بی بی خدیجہ کی بہن ہیں،آپ اہلِ مدینہ سے ہیں۔

(۵)امامہ بنت ابی العاص:آپ ابوالعاص ابن ربیع کی بیٹی ہیں،آپ کی والدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضرت فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد حضرت علی نے آپ سے نکاح کیا،حضرت فاطمہ زہرا نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کرنا یہ نکاح زبیر ابن عوام کے اہتمام سے ہوا رضی اللہ عنہا۔

ب۔۔صحابہ کرام

(۱)ابوبکر الصدیق:آپ کا نام شریف عبداللہ ابن عثمان(ابوقحافہ)ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تیم ابن مرہ ہے یعنی ساتویں والد مرہ میں حضور سے ملتے ہیں،آپ کا لقب صدیق بھی ہے عتیق بھی،حضور نے فرمایا کہ جسے آگ دوزخ سے عتیق دیکھنا ہو وہ ابوبکر کو دیکھے۔حضور انور کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے،زمانہ جاہلیت اور اسلام میں کبھی بھی حضور انور سے الگ نہ ہوئے،آپ سب سے پہلے مؤمن ہیں قدرت خدا ہے کہ آپ کی کنیت ابوبکر ہے یعنی اولیت والے،ابو معنی والے،بکر معنی اولیت "سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا"آپ ایمان،ہجرت،بعد رسول وفات وغیرہ سب میں اول ہی رہے۔(مترجم)آپ سفید رنگ دبلا بدن ہلکے رخسارے چہرہ پر رگیں ظاہر آنکھیں کچھ دھنسی ہوئی پیشانی ابھری ہوئی مہندی اور وسمہ کا خضاب لگاتے تھے،آپ خود صحابی ہیں،والدین صحابی ہیں،ساری اولاد صحابی پوتی پوتے نواسی نواسے صحابی کسی صحابی کو یہ شرف حاصل نہیں جیسے یوسف علیہ السلام چار پشت کے نبی ہیں۔گروہ انبیاء میں صرف آپ کو یہ شرف حاصل ہے،یوں ہی جماعت صحابہ میں آپ ہی ہیں جو چار پشت کے صحابی ہیں،آپ کی ولادت مکہ معظّمہ میں واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ بعد ہوئی،مدینہ منورہ میں بائیس جمادی آخر ۱۳ھ تیرہ منگل کی رات مغرب و عشاء کے درمیان آپ کی وفات ہوئی،تریسٹھ سال عمر ہوئی،آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو

غسل آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے دیا اور نماز حضرت عمر نے پڑھائی،آپ کی خلافت دو سال چار ماہ ہے،آپ سے بہت تھوڑی احادیث مروی ہیں کیونکہ آپ کی حیٰوۃ شریف حضور کے بعد بہت تھوڑی ہے،روضہ رسول میں دفن ہیں۔

(۲)ابوبکرہ:آپ کا نام نفیع ابن حارث ابن کلدہ ہے،ثقفی ہیں،آپ غزوہ طائف کے موقعہ پر ایک کنوئیں کی رسی کے ذریعہ جسے عربی میں بکرہ کہتے ہیں،لٹک کر حضور انور کی خدمت میں پہنچے حضور انور نے فرمایا تم ابوبکرہ یعنی رسی والے ہو،آپ غلام تھے حضور نے آپ کو آزاد کیا،بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی،۴۹ انچاس میں وفات ہوئی۔

(۳)ابو برزہ:آپ کا نام فضلہ ابن عبید ہے،اسلمی ہیں،پرانے مسلمان ہیں،عبداللہ ابن خطل کو حضور کے حکم سے آپ نے قتل کیا تھا،حضور انور کی وفات تک ہر غزوہ میں حضور کے ساتھ رہے پھر بصرہ چلے گئے،خراسان کے غزوہ میں شریک ہوئے،مقام مرو میں آپ کی وفات ہوئی ۶۰ھ ساٹھ میں۔

(۴)ابو بردہ:آپ کا نام ہانی ابن نیاز ہے ستر صاحبوں کے ساتھ دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے،بدروغیرہ غزوات میں شرکت کی آپ حضرت براء ابن عازب کے ماموں ہیں،آپ کی اولاد کوئی نہیں،شروع زمانہ امیر معاویہ میں وفات پائی تمام جنگوں میں حضرت علی کے ساتھ رہے۔

(۵)ابوبصیر:آپ کا نام عتبہ ابن اسید ہے،ثقفی ہیں،پرانے مؤمنین سے ہیں،غزوہ حدیبیہ میں آپ کا ذکر آتا ہے،حضور کے زمانہ حیات میں ہی وفات پاگئے تھے۔

(۶)ابوبصرہ:آپ کا نام حمیل ابن بصرہ غفاری ہے۔

(۷)ابوالبشیر:آپ کا نام قیس ابن عبید ہے،انصاری مازنی ہیں،ابن عبدالبر نے استیعاب میں فرمایا کہ ان کے نام کا یقینی علم نہ ہوسکا۔آپ صحابی ہیں،آپ سے ایک جماعت نے احادیث لیں،بہت لمبی عمر پائی،جنگ حرہ کے بعد وفات ہوئی۔

(۸)ابوالبدّاح:آپ کا نام غالبًا عاصم ابن عدی ہے،بعض کے خیال میں عاصم کے بیٹے کی کنیت ابوالبداح ہے ان کی کنیت ابو عمرو ہے،بعض نے آپ کو تابعی مانا ہے مگر قوی یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں،۱۱۷ھ ایک سوسترہ میں وفات پائی چوراسی سال عمر ہوئی۔

(۹)براء ابن عازب:آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے،انصاری حارثی ہیں،۲۴ھ چوبیس میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل،صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے،مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔

(۱۰) بلال ابن رباح:آپ حضرت ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں،سب سے پہلے مکہ معظّمہ میں آپ نے اپنا اسلام ظاہر کیا بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے،آخر میں شام میں رہے،آپ کی اولاد کوئی نہیں،آپ سے صحابہ و تابعین کی جماعت نے روایات لیں،۲۰ بیس میں دمشق میں وفات پائی،باب صغیر میں دفن ہوئے،۶۳ تریسٹھ سال عمر پائی۔بعض نے کہا کہ حلب میں وفات ہے باب اربعین میں آپ کی قبر ہے مگر پہلی بات قوی ہے۔مترجم احمد یار کہتا ہے کہ فقیر نے دمشق میں آپ کی قبر انور کی زیارت کی ہے بی بی سکینہ کی قبر سے متصل ہے،آپ نے اسلام کی خاطر اپنے پہلے مولیٰ امیہ ابن خلف کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کیں۔امیہ جمحی خود اپنے ہاتھوں سے آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اللہ کی شان کہ وہ مردود غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں چھیدا گیا اور حضرت بلال کے ہاتھوں جہنم میں پہنچا۔حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سید ہیں،انہوں نے ہمارے سید کو آزاد فرمایا۔

(۱۱) بلال ابن حارث:آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے،مزنی ہیں،آپ اشعر میں رہے،۸۰ اسی سال عمر ہوئی،۶۰ میں وفات پائی۔

(۱۲)بریدہ ابن حصیب: آپ اسلمی ہیں،غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے مگر اس میں شریک نہ ہوئے،بیعت الرضوان میں موجود تھے مدینہ منورہ کے باشندے تھے،پھر بصرہ چلے گئے،وہاں سے خراسان کے جہاد میں گئے وہاں ہی شہید ہوئے یعنی یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں، ۶۲ھ میں وفات ہوئی،مرو میں آپ کی قبر شریف ہے۔

(۱۳)بشیر ابن معبد: آپ ابن خصاصیہ کے لقب سے مشہور ہیں،خصاصیہ آپ کی ماں ہیں جن کا نام کبشہ ہے،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(۱۴)بسر ابن ابی ارطاۃ: آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے اور آپ کے باپ کا نام عمیر عامری قرشی ہے۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ نے حضور انور کا فرمان عالی نہیں سنا کہ اس زمانہ میں آپ بہت چھوٹے تھے مگر اہل شام کہتے ہیں کہ سنا ہے،واقدی فرماتے ہیں کہ حضور انور کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے،آخری عمر میں مخبوط الحواس ہوگئے تھے امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

(۱۵)بدیل ابن ورقاء: آپ خزاعی ہیں،آپ جنگ صفین کے موقعہ پر قتل کیے گئے،آپ کو خود آپ کے بیٹے نے قتل کیا،بعض نے فرمایا کہ حضور انور کے زمانہ میں قتل کیے گئے،آپ کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے۔

(۱۶)ابنا بسر: ان دونوں کا نام عطیہ اور عبد اللہ ہے ان کا بیان عین کی تختی میں آئے گا۔ان سے صرف ایک حدیث کھجور مکھن کے ساتھ کھانے کے متعلق مروی ہے۔

(۱۷)بیاضی: آپ بیاضہ ابن عامر کی اولاد ہیں،آپ کا نام عبداللہ ابن جابر ہے،صحابی ہیں۔

ب۔۔۔تابعین عظام

(۱) بلال ابن یسار: آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید کے پوتے ہیں یعنی یسار زید کے بیٹے ہیں مگر یہ زید زید ابن حارثہ نہیں،وہ دونوں حضرات صحابی ہیں اور بلال تابعی۔

(۲) بلال ابن عبداللہ: آپ حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں،قرشی ہیں،عدوی ہیں،ثقہ اور مقبول الحدیث ہیں۔

(۳)بسر ابن محجن: آپ دیلمی حجازی ہیں،ابن مندہ نے آپ کو صحابی کہا ہے،امام بخاری وغیرہ نے انہیں تابعی فرمایا،آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔

(۴)بہز ابن حکیم: آپ بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حیدہ ہیں،قشیری بصری ہیں،آپ کے متعلق علماء میں اختلاف رہا،بخاری و مسلم نے آپ کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

(۵)بشر ابن مروان: آپ مروان ابن حکم کے بیٹے ہیں،اموی ہیں،قرشی ہیں،عبدالملک ابن مروان کے بھائی ہیں،اسی کی طرف سے آپ عراق کے حاکم رہے۔

(۶)بشیر ابن رافع: آپ نے یحیٰی ابن کثیر وغیرہ سے احادیث نقل کیں،ابن معین نے آپ کو قوی کہا۔

(۷)بشر ابن ابی مسعود: آپ کے والد ابو مسعود بدری ہیں،صحابی ہیں،آپ سے بہت سے محدثین نے روایات لیں۔

(۸)بشیر ابن میمون: آپ نے اپنے چچا اسامہ ابن اخدری سے احادیث روایت کیں۔

(۹)بجالہ بن عبدہ: آپ تمیمی ہیں،جزء ابن معاویہ کے کاتب تھے،مکی ہیں،ثقہ ہیں،اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے،عمران ابن حسین سے روایت لیں۔

(۱۰)ابو بردہ: آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے یعنی ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں کہ عبداللہ ابن قیس ابو موسیٰ اشعری کا نام ہے،آپ حضرت علی کے ساتھ رہے، قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی رہے حجاج ابن یوسف نے آپ کو معزول کیا،اپنے والد اور حضرت علی سے احادیث نقل کیں۔

(۱۱)ابو بکر ابن عیاش: آپ مخزومی ہیں،تابعی ہیں،حضرت عائشہ اور ابوہریرہ سے احادیث سنیں۔

(۱۲)ابو بکر ابن عبداللہ ابن زبیر: آپ اسدی ہیں،علماء دین میں سے اعلیٰ درجہ کے عالم ہیں،چھیانوے سال عمر پائی،۱۵۳ایک سو ترپن میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۱۳)ابو بکر ابن عبدالرحمٰن کا ذکر عین کی تختی میں آوے گا،آپ حمیدی ہیں،امام بخاری کے استاذ ہیں۔

(۱۴)ابوالبختری: آپ کا نام سعید ابن فیروز ہے،آپ نے چاند دیکھنے کے متعلق حدیث روایات کی۔

ب۔۔۔صحابیات

(۱) بریرہ: آپ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہیں،حضرت عائشہ صدیقہ،ابن عباس، عروہ ابن زبیر سے روایات لیں۔مترجم کہتا ہے کہ آپ کے فضائل بہت ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت کے موقعہ پر آپ نے نہایت نفیس طرح پاکدامنی بیان فرمائی آپ کے ذریعہ تین فقہی مسائل ثابت ہوئے۔

(۲) بسرہ: آپ بسرہ بنت صفوان ابن نوفل ہیں،قرشیہ اسدیہ ہیں،ورقہ ابن نوفل کی بھتیجی ہیں۔

(۳) بہیسہ: آپ فزاریہ ہیں،صحابیہ ہیں،آپ نے اپنے والد سے بھی روایت لیں ہیں۔

(۴)ام بجید: آپ کا نام حواء بنت یزید ابن سکن ہے،انصاریہ ہیں،اسماء بنت یزید کی بہن ہیں۔

(۵) بنانۃ: حق یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں، عبدالرحمٰن ابن حبان کی آزادہ کردہ لونڈی ہیں،حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت لیتی ہیں۔

ت۔۔۔صحابہ کرام

(۱) تمیم داری: آپ کا نام تمیم بن اوس ہے، قبیلہ بنی عبد الدار سے ہیں،پہلے عیسائی تھے، سنہ ۹ نو اسلام لائے،آپ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے، کبھی ایک آیت بار بار پڑھتے تھے حتی کہ ایک رکعت میں سویرا ہو جاتا تھا،آپ ایک رات سو گئے حتی کہ تہجد نہ پڑھ سکے تو اس کے کفارہ میں ایک سال تک نہ سوئے تمام رات عبادت ہی کرتے رہتے،اولاً مدینہ منورہ میں رہے پھر حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام منتقل ہو گئے وہاں ہی وفات پائی،سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ سے روشنی آپ ہی نے کی آپ نے دجال اور جساسہ کا واقعہ حضور اکرم سے بیان کیا۔

ت۔۔۔تابعین کرام

(۱)ابو تمیمہ: آپ کا نام طریف ابن خالد جہمی ہے، یمن کے باشندے تھے،پھر بصرہ میں رہے،آپ نے بہت صحابہ سے ملاقات کی ہے، سنہ ۹۵ پچانوے میں وفات پائی۔

ث۔۔۔صحابہ کرام

(۱)ثابت ابن قیس ابن شماس: آپ انصاری خزرجی ہیں،احد اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، عظیم الشان صحابی ہیں،آپ کے لیے حضور انور نے جنت کی گواہی دی،حضور انور کے خطیب تھے۔۱۲ بارہ ہجری میں غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے جو عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب سے ہوا۔

(۲)ثابت ابن ضحاک:آپ کی کنیت ابو زید ہے،انصاری خزرجی ہیں،بچپن میں بیعت الرضوان میں حضور انور سے بیعت کی واقعہ ابن زبیر میں وفات ہوئی۔

(۳)ثابت ابن وحداح:آپ انصاری ہیں،آپ غزوہ احد میں خالد ابن ولید کے برچھے سے شہید ہوئے،بعض مؤرخین کا قول ہے کہ آپ نے بستر پر وفات پائی۔واللہ و رسولہ اعلم!

(۴)ثوبان:آپ ثوبان ابن بجدہ ہیں،کنیت ابو عبداللہ ہے،آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کردیا،آپ حضور انور کی وفات تک سفر وحضر میں حضور کے ساتھ رہے،پھر شام کی بستی رملہ میں قیام رہاوہاں سے حمص چلے گئے، ۵۴ھ چون میں وہاں ہی وفات پائی آپ سے بہت لوگوں نے احادیث لیں۔

(۵)ثمامہ ابن اثال:آپ حنفی یعنی قبیلہ حنیفہ سے ہیں،یمامہ والوں کے سردار،آپ حضور انور کی خدمت میں قید کرکے لائے گئے انہیں حضور انور نے چھوڑ دیا آپ چلے گئے،پھر غسل کرکے کپڑے دھوکر حضور انور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

(۶)ابوثعلبہ:آپ کا نام جرہم ابن ناشب ہے،آپ خشنی ہیں،بیعت الرضوان میں حضور سے بیعت کی،حضور نے آپ کو آپ کی قوم کے پاس تبلیغ اسلام کے لیے بھیجاساری قوم آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوگئی،آخر میں شام میں رہے، ۷۵ھ پچھتّر میں وہاں ہی وفات پائی۔

ث۔۔۔تابعین عظام

(۱)ثابت ابن ابی صفیہ:آپ کی کنیت ابو حمزہ ہے،کوفی ہیں،امام محمد ابن باقر سے روایات لیں،۱۴۸ایک سو اڑتالیس میں وفات پائی۔

(۲)ثابت ابن اسلم:آپ کی کنیت ابو محمد ہے،بنانی ہیں،تابعی ہیں،اہلِ بصرہ سے ہیں،مشہور محدث ہیں،حضرت انس کے ساتھ چالیس سال رہے،چھیاسی۸۶ سال عمر پائی،۱۲۳ایک سوتئیس میں وفات پائی۔

(۳)ثمامہ ابن حزن:آپ قشیری ہیں،آپ نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی ہے جیسے حضرت عمر اور عبداللہ ابن عمر اور ابو الدرداء اور عائشہ صدیقہ۔

(۴)ثور ابن یزید:آپ قبیلہ بنی کلاع سے ہیں،شامی ہیں،حضرت خالد ابن معدان سے ملاقات ہے، ۱۵۵ھ ایک سوپچپن میں وفات ہوئی۔

ج۔۔۔صحابہ کرام

(۱)جابر ابن عبداللہ:آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،انصاری ہیں، سلمی ہیں،بہت احادیث آپ سے مروی ہیں،آپ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے،حضور انور کی وفات کے بعد شام و مصر گئے،آخر نابینا ہوگئے تھے،آپ کی عمر چورانوے سال ہوئی ۷۴ھ چوہتّر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی،آپ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین مدینہ صحابی سے خالی ہوگئی۔

(۲)جابر ابن سمرہ:آپ کی کنیت ابو عبداللہ عامری ہیں،حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں،کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی ۷۴ھ چوہتّر میں وفات ہے،ایک جماعت نے آپ سے احادیث لیں۔

(۳) جابر ابن عتیک: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،انصاری ہیں،بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے،۹۱ سال عمر ہوئی ۶۱ھ میں وفات ہوئی۔
(۴) جبار ابن صخر: آپ انصاری سلمی ہیں،بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے،بیعت عقبہ میں آپ ستر میں سے ایک تھے۔
(۵) جریر ابن عبداللہ: آپ کی کنیت ابو عمرو ہے،حضور انور کی وفات کے سال آپ ایمان لائے،خود فرماتے ہیں کہ میں وفات سے چالیس دن پہلے ایمان لایا،آخر میں کوفہ میں رہے،پھر بستی قرقیس میں وفات پائی، ۵۱ھ اکیاون میں وفات ہے۔
(۶) جندب ابن عبداللہ: آپ عبداللہ ابن سفیان کے بیٹے ہیں،بجلی علقی ہیں،علق بجل کا ایک خاندان ہے واقعہ عبداللہ ابن زبیر کے چار سال بعد وفات پائی۔
(۷) جبیر ابن مطعم: آپ کی کنیت ابو محمد ہے،قرشی نوفلی ہیں،فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے،مدینہ منورہ میں رہے، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔
(۸) جریر ابن خویلد: آپ اسلمی مدنی ہیں،صفہ والوں میں سے ہیں، ۶۱ھ اکسٹھ میں وفات ہوئی۔
(۹) جعفر ابن ابی طالب: آپ ہاشمی و مطلبی ہیں،حضرت علی مرتضٰی کے بڑے بھائی،آپ کا لقب ذوالجناحین بھی ہے یعنی دو پروں والے اور طیار بھی یعنی اڑنے والے،آپ اکتیس لوگوں کے بعد ایمان لائے یعنی بتیسویں مؤمن ہیں،حضرت علی سے دس سال بڑے ہیں،صورت و سیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے،آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ ابن جعفر اور دوسرے بہت صحابہ نے احادیث روایت کیں،اکتالیس سال عمر پائی ۸ آٹھ ہجری غزوہ موتہ میں اس طرح شہید ہوئے کہ آپ کے جسم شریف کے سامنے والے حصے میں نوے زخم تھے تلواروں نیزوں کے۔مترجم کہتا ہے کہ آپ کی شہادت کی خبر حضور انور نے مدینہ منورہ میں دی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور خبر شہادت دے رہے تھے،آپ نے مدینہ منورہ میں نماز جنازہ اور بعد نماز دعاء مغفرت فرمائی،آپ کے فضائل بہت ہیں ان چار میں سے ایک ہیں جنکی غائبانہ میت حاضر کی گئی۔
(۱۰) جارود: آپ کا نام بشر ابن عمرو ہے،جارود لقب ہے،عبدی ہیں،۹ نو میں حضور انور کی خدمت میں وفد عبدالقیس میں حاضر ہوئے،بعد ازاں مصر میں رہے۔اور فارس میں قتل کیے گئے ۲۱ اکیس خلافت فاروقی میں آپ کی شہادت ہے۔
(۱۱) جبلہ ابن حارثہ: آپ کلبی ہیں اور زید ابن حارثہ کے بھائی ہیں،زید سے بڑے ہیں،زید کو حضور نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔
(۱۲) ابو جہیم: آپ کا نام ابوجہیم ہے،بعض نے فرمایا کہ عبداللہ ابن حارث ابن صمہ ہے،صحابی ہیں،انصاری ہیں۔
(۱۳) ابو جحیفہ: آپ کا نام وہب ابن عبداللہ ہے،عامری ہیں،کوفہ میں رہے،نو عمر صحابہ میں سے ہیں،آپ کے بلوغ سے پہلے حضور انور کی وفات ہوئی، ۷۴ھ چوہتّر میں کوفہ میں وفات ہوئی،صحابی ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت تمیزوہوش دیکھا ہے۔
(۱۴) ابو جمعہ: آپ انصاری ہیں،آپ کے نام میں اختلاف ہے کہ حبیب ابن سباع ہے یا جنید ابن سباع یا کچھ اور،آپ شام میں رہے،صحابی ہیں۔
(۱۵) ابوالجعد: بعض نے فرمایا کہ یہ ہی آپ کا نام ہے،بعض نے کہا کہ آپ کا نام وہب ہے۔

(۱۶)ابو جندل:آپ سہیل ابن عمر قرشی عامری کے بیٹے ہیں،مکہ معظّمہ میں ایمان لائے،باپ نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں،آپ نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر انہیں بیڑیوں میں اپنے کو حضور انور تک پہنچایا پھر آپ کے عجیب واقعات ہوئے،خلافت فاروقی میں وفات پائی۔

(۱۷)ابو جہیم:آپ کا نام عامر بن حذیفہ ہے،عدوی قرشی ہیں،حضور انور نے آپ ہی سے کپڑا خریدا،اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔

(۱۸)ابوجری:آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے،تمیمی ہیں،بصرہ میں رہے،بہت کم روایت آپ سے ہیں۔

(۱۹)ابو جمیل:کتاب الزکوۃ میں ان کا ذکر آتا ہے،نام اور احوال کا پتہ نہیں۔

ج۔۔۔تابعین عظام

(۱) جعفر صادق:آپ جعفر ابن محمد بن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہیں،صادق لقب ہے،ابو عبداللہ کنیت ہے، سادات اہل بیت سے ہیں،یحیٰی ابن سعید ابن جریج،مالک ابن انس،سفیان ثوری،ابن عیینہ اور امام ابوحنیفہ سے روایات لیں، ۸۰ھ اسی میں ولادت ۱۴۸ھ ایک سو اڑتالیس میں وفات ہے،ارسٹھ سال عمر ہوئی،مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں اپنے والد محمد باقر اور دادا امام زین العابدین کے پاس دفن ہوئے،مترجم نے زیارت کی ہے۔

(۲) جعفر ابن محمد:آپ محمد ابن ابی عثمان کے فرزند ہیں،طیالسی ہیں،کنیت ابو الفضل، ۲۸۲ھ دوسو بیاسی میں وفات ہے۔

(۳)ابو جعفر قاری:آپ کا نام یزید ابن قعقاع ہے، قاری ہیں،مدنی ہیں،مشہور تابعی ہیں،عبداللہ ابن عیاش کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(۴)ابو جعفر:آپ کا نام عمیر ابن یزید ہے خطمی ہیں جماعت صحابہ سے ملاقات ہے۔

(۵)ابوالجویریہ:آپ کا نام حطان ابن حقاف ہے،جرمی ہیں،بہت صحابہ سے ملاقات ہے۔

(۶)ابوالجوزا:آپ کا نام اویس ابن عبداللہ ہے،ازدی ہیں،بصری ہیں، ۸۳ھ تراسی میں قتل کیے گئے۔

(۷)حزاء ابن معاویہ:آپ تمیمی ہیں،آپ سے بجالہ وغیرہم نے احادیث روایت کیں۔

(۸) جمیع ابن عمیر:آپ تمیمی ہیں،اہل کوفہ سے ہیں،حضرت عمر عائشہ صدیقہ وغیرہم سے احادیث سنیں۔

(۹)ابن جریج:آپ کا نام عبدالملک ابن عزیز ابن جریج ہے،مکی ہیں،آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح علم دوسروں نے جمع نہیں کیا، ۱۵۰ھ ایک سوپچاس میں آپ کی وفات ہوئی۔

ج۔۔۔صحابیات

(۱)جویریہ:آپ بنت حارث ہیں، ۵ھ پانچ ہجری میں غزوہ مریسیع میں تھے جسے غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں، گرفتار ہوکر آئیں اور حضرت ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں،انہوں نے آپ کو مکاتب کردیا،حضور انور نے آپ کی کتابت کا روپیہ ادا کرکے آپ کو آزاد کرکے آپ سے نکاح کرلیا لہٰذا آپ ام المؤمنین ہیں،آپ کا پہلا نام برہ تھا حضور انور نے بدل کر جویریہ نام رکھا،آپ نے پینسٹھ سال عمر پائی،ربیع الاول ۵۶ھ چھپن میں وفات ہوئی،آپ کے بہت فضائل ہیں۔

(۲)جدامہ:آپ جدامہ بنت وہب ہیں،اسدیہ ہیں،مکہ معظّمہ میں ایمان لائیں حضور انور سے بیعت کرکے اپنی ساری قوم کو چھوڑ دیا حضور کی خدمت میں رہیں۔

ح۔۔۔صحابہ کرام

(۱)حمزہ:آپ عبد المطلب کے بیٹے ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ ثویبہ نے حضور کو بھی دودھ پلایا ہے اور آپ کو بھی،آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے،لقب اسد اللہ،نبوت کے دوسرے سال ایمان لائے،آپ کے ایمان لانے سے اسلام کو بہت قوت ملی،غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں شریک ہوئے،وحشی ابن حرب نے آپ کو شہید کیا،حضور انور سے عمر میں چار سال زیادہ تھے،مختلف زمانوں میں حضور نے اور حمزہ نے ثویبہ کا دودھ پیا ہے،حضرت علی عباس اور زید ابن حارث نے آپ سے احادیث لیں۔

(۲)حمزہ ابن عمرو:آپ اسلمی ہیں اہلِ حجاز سے،۸۰ اسی سال عمر ہوئی، ۶۱ اکسٹھ میں وفات ہوئی۔

(۳)حذیفہ ابن یمان:آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،عبسی ہیں،آپ کے والد کا نام حسیل ہے،یمان لقب ہے،حضرت حذیفہ حضور انور کے صاحب اسرار راز دار ہیں،حضرت عثمان کی شہادت کے چالیس دن بعد آپ کی وفات مدائن میں ہوئی وہاں ہی آپ کی قبر شریف ہے، ۳۵ھ میں وفات ہے۔

(۴)حسن ابن علی:آپ کی کنیت ابو محمد ہے،سبط رسول اللہ،ریحانہ رسول،سید شباب اہل جنت آپ کے القاب ہیں۔۱۵ رمضان ۳ھ تین ہجری میں آپ کی ولادت ہے،۵۰ میں وفات،جنت البقیع میں مزار مقدس ہے۔اپنے والد ماجد علی مرتضٰی کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے،چالیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے موت پر آپ سے بیعت کی لیکن آپ نے مسلمانوں میں خونریزی دفع کرنے کے لیے امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دست برداری فرمالی،یہ واقعہ ۱۵ جمادی اولی ۴۱ اکتالیس کو ہوا قریبًا چھ ماہ خلافت کی،آپ کی وفات زہر دیئے جانے سے ہوئی،۲۹ انتیس صفر یا چار ربیع الاول شنبہ کی شب ہوئی،اس کے متعلق اور بھی قول ہیں مگر چہارم ربیع الاول قوی ہے۔(مترجم از کتاب ہشت بہشت)

(۵)حسین ابن علی:آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور سبط رسول،ریحانہ رسول،سید شباب اہل جنت آپ کے القاب ہیں،آپ پانچ شعبان ۴چار ہجری کو حضرت فاطمہ زہرا کے شکم پاک سے پیدا ہوئے،آپ حسن کی ولادت سے پچاس رات بعد حضرت حسین کی حاملہ ہوئی تھیں اور حضرت حسین کی شہادت دسویں محرم ۶۱ اکسٹھ جمعہ کے دن بعد زوال مقام کربلا میں ہوئی،کربلا عراق میں کوفہ اور حلہ کے درمیان مشہور بستی ہے آپ کو سنان ابن انس نخعی نے یا شمر ذی الجوشن نے شہید کیا،خولی ابن یزید اصبحی نے آپ کا سر مبارک تن شریف سے جدا کیا پھر یہ ہی خولی عبید اللہ ابن زیاد گورنر کوفہ کے پاس پہنچا اور کچھ اشعار پڑھ کر انعام کا طالب ہوا۔ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ میری رکاب سونے چاندی سے بھردے کیونکہ میں نے بڑے بادشاہ زادے کو قتل کیا ہے،میں نے اسے تیری خاطر قتل کیا ہے جو ماں باپ دونوں کی طرف سے اشرف ہے جس کا نسب بہترین ہے،حضرت حسین کے ساتھ آپ کے خاندان کے یعنی اولاد بھائی بھتیجے تئیس ۲۳ اشخاص شہید ہوئے،آپ شہادت کے وقت اٹھاون سالہ تھے آپ سے حضرت ابوہریرہ،امام زین العابدین فاطمہ اور سکینہ بنت حسین نے احادیث نقل فرمائیں۔اللہ کی شان کہ ۶۷ سرسٹھ میں عین عاشورہ کے دن عبید اللہ ابن زیاد قتل کیا گیا،اسے مالک ابن اشتر نخعی نے قتل کیا اس کا سر مختار کے پاس بھیجا مختار نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کے پاس اور عبداللہ ابن زبیر نے امام زین العابدین کے پاس بھیجا۔مترجم کہتا ہے کہ پھر مختار بھی مارا گیا،اس کی قبر کوفہ میں ہے میں نے دیکھی ہے،تنور نوح کے پاس ہے۔

(۶)حسان ابن ثابت: آپ کی کنیت ابو الولید ہے،انصاری خزرجی ہیں،آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص شاعر ہیں،شاعروں کے سرتاج ابو عبید کہتے ہیں اہل عرب متفق ہیں کہ شاعروں سے افضل شاعر حسان ہیں،آپ نے ۴۰ھ چالیس سے پہلے حضرت علی مرتضٰی کی خلافت میں وفات پائی ایک سوبیس سال عمر ہوئی،ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں۔

(۷)حکم ابن سفیان: آپ ثقفی ہیں،سفیان کے یا حکم کے بیٹے ہیں یعنی یا تو حکم ابن سفیان ہیں یا سفیان ابن حکم،بعض محدثین فرماتے ہیں کہ آپ تابعی ہیں مگر قوی یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں ابن عبدالبر نے صحابی مانا ہے۔

(۸)حکم ابن عمرو: آپ کو غفاری کہا جاتا ہے اس لیے نہیں کہ آپ قبیلہ بنی غفار سے ہیں بلکہ اس لیے کہ آپ غفار ابن ملیل کے بھائی کی اولاد سے ہیں،بصرہ میں رہے مقام مرد میں وفات پائی،بعض کے نزدیک بصرہ میں پانچ سال رہے وہاں ہی وفات ہوئی مگر مقام مرد میں حضرت بریدہ اسلمی کے ساتھ ایک جگہ دفن ہوئے۔

(۹)حنظلہ ابن ربیع: آپ تمیمی ہیں،آپ کو کاتب کہا جاتا تھا کیونکہ آپ کاتبِ وحی رہے ہیں،حضور انور کے بعد آپ مکہ معظّمہ چلے گئے وہاں سے مقام قرقس گئے وہاں ہی رہے،امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی آپ سے ابو عثمان اور یزید ابن شخیر نے احادیث لیں۔

(۱۰)حاطب ابن ابی بلتعہ: آپ کے والد کا نام عمرو ہے یا راشد،ابو بلتعہ ان کی کنیت ہے،بدر اور خندق وغیرہ میں شریک ہوئے،پینسٹھ سال عمر پائی،۳۰تیس میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

(۱۱)حویصہ: آپ سعود ابن کعب کے بیٹے ہیں،انصاری حارثی ہیں،محیصہ کے بڑے بھائی ہیں مگر اپنے چھوٹے بھائی محیصہ کے بعد ایمان لائے،غزوہ احد خندق اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

(۱۲)حبیش ابن خالد: آپ خزاعی ہیں،فتح مکہ کے دن حضرت خالد کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے،آپ کے بیٹے ہشام نے آپ سے روایات لیں۔

(۱۳)حبیب ابن مسلمہ: آپ قرشی فہری ہیں،آپ کو حبیب الروم کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے روم پر بہت جہاد کیے آپ مقبول الدعا تھے،ملک شام میں ۴۲ بیالیس میں وفات ہوئی۔

(۱۴)حکیم ابن حزام: آپ کی کنیت ابو خالد ہے،قرشی ہیں،اسدی ہیں،حضرت خدیجہ کے بھتیجے ہیں،کعبہ معظّمہ میں ولادت ہوئی واقعہ فیل سے تیرہ سال پہلے،زمانہ جاہلیت اور اسلام میں قریش کے سردار تھے،مکہ کے سال ایمان لائے،ایک سوبیس سال عمر ہوئی،۵۴چون میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی،آپ نے جاہلیت میں ساٹھ سال گزارے اور اسلام میں ساٹھ سال پہلے مؤلفۃ القلوب میں سے تھے پھر پختہ مؤمن ہوئے،اسلام سے پہلے آپ نے سو غلام آزاد کیے اور سو اونٹ اللہ کی راہ میں خیرات کیے۔

(۱۵)حکیم ابن معاویہ: آپ نمیری ہیں،امام بخاری نے فرمایا کہ آپ کے صحابیت میں شک ہے۔

(۱۶)حکیم ابن وجوح: آپ انصاری ہیں،آپ کی احادیث مدینہ منورہ میں مشہور ہیں،آپ کو بہت ایذائیں دے کر قتل کیا گیا۔

(۱۷)حبشی ابن جنادہ: آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں دیکھا۔

(۱۸)حجاج ابن عمرو: آپ انصاری مازنی ہیں،اہلِ مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۱۹)حارثہ ابن سراقہ: آپ انصاری ہیں،آپ کی ماں کا نام ربیع ہے یعنی حضرت انس ابن مالک کی پھوپھی،آپ غزوہ بدر میں شریک اور شہید ہوئے،آپ انصار میں پہلے شہید ہیں جو بدر میں شہید ہوئے۔

(۲۰) حارثہ ابن وہب: آپ خزاعی ہیں، عبید اللہ ابن عمر ابن خطاب کے اخیافی بھائی، آپ کا شمار اہلِ کوفہ میں سے ہے۔
(۲۱) حارثہ ابن نعمان: آپ فضلاء صحابہ میں سے ہیں، غزوہ بدر احد اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، آپ ہی کا وہ واقعہ ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر گزرے حضور کے ساتھ ایک صاحب اور بھی تھے آپ نے سلام کیا ان صاحب نے جواب دیا جب آپ واپس ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے میرے پاس والے شخص کو دیکھا تھا میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا وہ جناب جبریل تھے انہوں نے تمہارے سلام کا جواب دیا، آخر میں آپ نابینا ہوگئے آپ مشہور صحابی ہیں۔
(۲۲) حارث ابن حارث: آپ اشعری ہیں، اہلِ شام میں آپ کا شمار ہے۔
(۲۳) حارث ابن ہشام: آپ مخزومی ہیں، ابو جہل ابن ہشام کے بھائی ہیں، حجاز میں بڑے شریف شمار ہوتے تھے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ کے لیے حضرت ام ہانی بنت ابو طالب نے حضور انور سے امان مانگی حضور نے امان دے دی اور آپ کو سو اونٹ عطا فرمائے، آپ مکہ معظّمہ سے شام چلے گئے تھے، شوق جہاد میں وہاں ہی رہے، ۱۵ پندرہ جنگ یرموک میں خلافت فاروقی میں شہید ہوئے۔
(۲۴) حارث ابن کلدہ: آپ ثقفی ہیں، طبیب ہیں، ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں اول اسلام میں آپ کی وفات ہوئی۔
(۲۵) ابو حبہ: آپ کا نام ثابت ابن نعمان ہے، انصاری بدری ہیں، آپ کے نام میں اختلاف ہے، بدر میں شریک ہوئے، احد میں شہید ہوئے۔
(۲۶) ابوحمید: آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن سعد ہے، انصاری خزرجی ساعدی ہیں، آپ سے ایک جماعت نے احادیث لیں وفات امیر معاویہ کے آخری دور میں ہوئی۔
(۲۷) ابوحذیفہ: آپ کا نام ہشم یا ہشیم ہے، عتبہ ابن ربیعہ کے بیٹے ہیں، غزوہ بدر، احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، ۵۳ ترپین سال عمر ہوئی، غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے خلافت صدیقی میں۔
(۲۸) ابو حنظلیہ: آپ کا نام سہیل ابن عبداللہ ہے حنظلیہ ہیں، حنظلیہ آپ کی پر دادی کا نام ہے۔

ح۔۔۔تابعین عظام

(۱) حارث ابن سوید: آپ تیمی کوفی ہیں، فضلاء تابعین میں سے ہیں، حضرت عبداللہ ابن زبیر کے آخر دور میں وفات پائی۔
(۲) حارث ابن مسلم: آپ تمیمی ہیں، آپ کی احادیث اہلِ شام میں مشہور ہیں۔
(۳) حارث ابن اعور: آپ عبداللہ اعور کے بیٹے ہیں، حارثی ہیں، ہمدانی ہیں، حضرت علی مرتضٰی کے خاص صحبت یافتہ ہیں، آپ علم فقہ علم فرائض میں بہت مشہور تھے لوگ آپ سے بڑی محبت کرتے تھے، ۶۵ پینسٹھ میں کوفہ میں آپ نے وفات پائی۔
(۴) حارث ابن شہاب: آپ حرمی ہیں، لوگوں نے آپ کو ضعیف کہا ہے۔
(۵) حارث ابن وجیہ: آپ راسی یعنی بنی راس سے ہیں، مالک ابن دینار سے احادیث نقل کرتے ہیں۔
(۶) حارثہ ابن مضرب: آپ عبدی کوفی ہیں، مشہور تابعی ہیں، حضرت علی اور ابن مسعود سے احادیث روایت کرتے ہیں۔
(۷) حارثہ ابن ابی الرجال: آپ نے اپنے والد اور اپنی دادی عمرہ سے روایت لیں مگر آپ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

(۸)حفص ابن عاصم: آپ عاصم ابن عمر ابن خطاب کے بیٹے ہیں،قرشی عدوی ہیں،جلیل القدر تابعی ہیں،حضرت ابن عمر سے روایت لیتے ہیں۔

(۹)حفص ابن سلیمان: آپ کی کنیت ابو عمرو ہے،قبیلہ ابن اسد کے آزاد کردہ ہیں،علم قراءت میں بڑے محقق ہیں،علم حدیث میں نہیں۔امام بخاری کہتے ہیں کہ محدثین نے آپ کو چھوڑ دیا ہے،نوے سال عمر ہوئی،۱۰۸ایک سوآٹھ میں وفات پائی۔

(۱۰)حسن ابن عبداللہ: آپ سبائی ہیں،کوفہ میں حضرت علی کے ساتھ رہتے تھے،حضرت علی کی شہادت کے بعد مصر چلے گئے،۱۰۰سو ہجری میں وفات پائی۔

(۱۱)حکیم ابن معاویہ: آپ قشیری ہیں،بدوی ہیں،اپنے والد سے احادیث لیتے ہیں۔

(۱۲)حکیم ابن اثرم: آپ نے ابوتمیم سے روایات لیں صدوق یعنی سچے ہیں۔

(۱۳)حکیم ابن ظہیر: آپ فراری ہیں،علقمہ ابن مرثد وغیرہ صحابہ سے ملاقات ہے،امام بخاری کہتے ہیں کہ متروک الحدیث ہیں۔

(۱۴)حرام ابن سعید: آپ محیصہ کے پوتے ہیں،کنیت ابونعیم ہے،انصاری حارثی ہیں،ستر سال عمر ہوئی،۱۱۳ایک سو تیرہ میں وفات پائی۔

(۱۵)حماد ابن سلمہ: آپ دینار کے پوتے ہیں،کنیت ابو سلمہ ہے،ربیعہ ابن مالک کے آزاد کردہ ہیں،حمید طویل کے بھانجے ہیں،بصرہ کے علماء میں سے ہیں ،اتباع سنت اور عبادات میں مشہور ہیں ،۱۶۷ایک سوسرسٹھ میں آپ کی وفات ہے، ابن مبارک،وکیع،یحیٰی ابن سعید آپ کے شاگرد ہیں۔

(۱۶)حماد ابن زید: آپ ازدی ہیں ،ثابت بنانی وغیرہ صحابہ سے ملاقات ہے ،سلیمان ابن مالک کے زمانہ میں پیدا ہوئے، ۱۹۹ایک سو ننانوے میں وفات ہوئی نابینا تھے۔

(۱۷)حماد ابن ابی سلیمان: آپ کے والد کا نام مسلم اشعری ہے ،کنیت ابو سلیمان ابراہیم ابن ابو موسیٰ اشعری کے آزاد کردہ ہیں ،کوفی ہیں،ابراہیم نخعی سے ملاقات ہے ،آپ سے شعبہ اور سفیان ثوری نے روایات لی ہیں ،اپنی زمانہ کے بڑے عالم تھے ،۱۲۰ ایک سو بیس میں وفات ہے۔

(۱۸)حماد ابن ابی حمید: آپ مدنی ہیں،زید ابن اسلم سے روایت لیتے ہیں،ضعیف ہیں۔

(۱۹)حمید ابن عبدالرحمٰن: آپ عبدالرحمٰن ابن عوف کے بیٹے ہیں،زہری قرشی مدنی ہیں،جلیل الشان تابعی ہیں،تہتّر سال عمر ہوئی،۱۰۵ایک سو پانچ میں وفات ہوئی۔

(۲۰) حمید ابن عبدالرحمٰن حمیری: آپ بصری ہیں، ثقہ ہیں،حضرت ابوہریرہ،ابن عباس سے ملاقات ہے۔

(۲۱)حسن بصری: آپ کے والد کا نام ابوالحسن ابوسعید ہے،زید ابن ثابت کے آزاد کردہ ہیں ،ابو سعید کے والد کا نام یسار ہے اور ربیع بنت نضر نے آزاد کیا تھا ،خواجہ حسن بصری کی ولادت عہد فاروقی میں ہے ،جب آپ کی خلافت کے دو سال باقی تھے تب حسن بصری مدینہ میں پیدا ہوئے ،حضرت عمر نے آپ کو تحنیک کی(پہلی گڑتی دی)آپ کی والدہ جناب ام سلمہ کی خدمت کرتی تھیں ، کبھی آپ کی والدہ کام میں ہوتیں آپ روتے تو حضرت ام سلمہ اپنا پستان آپ کے منہ میں دے دیتی تھیں آپ چوستے رہتے اگرچہ دودھ ان میں بالکل نہ ہوتا تھا مگر اس پستان شریف کی برکت آپ کو یہ پہنچی کہ آپ علوم کے امام ہوگئے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آپ مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ حق یہ ہے کہ آپ کی ملاقات حضرت علی سے ہوئی ہے مگر مدینہ منورہ میں

نہیں ہوئی کیونکہ جب حضرت علی بصرہ تشریف لے گئے تب آپ وادی قری میں تھے،آپ نے بہت صحابہ سے روایت کیں اور بہت سے تابعین تبع تابعین نے آپ سے احادیث لیں، آپ اپنے وقت میں ہر فن و علوم عبادت و زہد و تقویٰ میں امام تھے،ماہِ رجب ۱۱۰ ایک سو دس میں آپ کی وفات ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ آپ حضرت علی کے خلیفہ ہیں اور طریقت کے تین سلسلے قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ آپ سے چلتے ہیں، فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔

(۲۲) حسن ابن علی راشد: آپ واسطی ہیں،ابو الاحرص وغیرہ سے روایت کرتے ہیں،صدوق ہیں ۲۳۷ھ دوسو سینتیس ہجری میں وفات ہے۔

(۲۳) حسن ابن علی ہاشمی: اعرج سے روایت کرتے ہیں،امام بخاری فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہیں کہ ان کی روایات قابلِ قبول نہیں۔

(۲۴) حسن ابن ابی جعفر: آپ جعفری ہیں، متقی آدمی تھے ۱۶۷ ایک سو سرسٹھ میں وفات ہوئی۔

(۲۵) حنظلہ ابن قیس زرقی: آپ انصاری ہیں،مدینہ منورہ کے قابل اعتبار لوگوں میں سے ہیں۔

(۲۶) حبیب ابن سالم: آپ نعمان ابن بشیر کے آزاد کردہ ہیں،ان کے کاتب ہیں۔

(۲۷) حرب ابن عبید اللہ: آپ ثقفی ہیں،آپ کے نام میں بہت اختلاف ہے،آپ کی حدیث یہود ونصاریٰ پر عشر مقرر کرنے کے متعلق ہے۔

(۲۸) حجاج ابن حسان: آپ حنفی ہیں،اہلِ بصرہ سے ہیں،حضرت انس ابن مالک وغیرہم سے احادیث سنیں۔

(۲۹) حجاج ابن حجاج: آپ اسلمی ہیں،بصری ہیں،محدثین نے آپ کو ثقہ فرمایا ہے،۱۳۱ ایک سو اکتیس میں وفات پائی۔

(۳۰) حجاج ابن یوسف: ثقفی ہے عبدالملک ابن مروان کی طرف سے عراق اور خراسان کا حاکم تھا،مقام واسط میں مرا،ماہ شوال ۹۴ چورانوے میں وفات ہوئی،۵۴ چون سال عمر ہوئی اس کی موت کا قصہ حرف سین میں سعید بن جبیر کے حالات میں مذکور ہوگا۔

(۳۱) ابوحیہ: ان کا نام عمرو بن نصر ہے،خارقی ہمدانی ہیں،حضرت علی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(۳۲) ابو حرہ: ان کا نام حنیفہ ہے،رقاشی ہیں،آپ سے ایک حدیث مروی ہے۔

(۳۳) ابو حزم: آپ ابوبکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم حضرت ابوحیہ اور ابن عباس سے روایات لیتے ہیں۔

ح۔۔۔صحابیات

(۱) حفصہ بنت عمر: آپ ام المؤمنین ہیں،حضرت عمر کی صاحبزادی،آپ کی ماں کا نام زینب بنت مظعون ہے۔حضور انور سے پہلے خنیس ابن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں،ان کے ساتھ ہجرت کی،غزوہ بدر کے بعد خنیس فوت ہوگئے،حضرت عمر نے جناب ابوبکر صدیق سے عرض کیا کہ حفصہ سے نکاح کرلو حضرت عثمان سے بھی یہ ہی کہا اس کے بعد حضور انور نے پیغام دیا چنانچہ ۳ ہجری میں حضور کے نکاح میں آئیں،ایک بار حضور انور نے انہیں ایک طلاق دے دی تھی مگر پھر رجوع فرمالیا کیونکہ وحی الٰہی آئی کہ حفصہ آپ کی زوجہ ہیں،جنت میں بھی وہ بہت نمازی قائم اللیل ہیں۔آپ سے جماعت صحابہ اور تابعین نے روایات لیں، شعبان ۴۵ پینتالیس میں وفات ہوئی،مدینہ منورہ میں قبر انور ہے، مترجم نے زیارت کی ہے رضی اللہ عنہا۔

(۲)حلیمہ بنت ابی ذویب: آپ حضور انور کی دودھ کی والدہ ہیں،بی بی ثویبہ کے بعد حضور انور کو آپ نے ہی آخر تک دودھ پلایا،اس وقت آپ کے ساتھ عبد اللہ ابن حارث کو بھی دودھ پلایا،آپ کی بڑی بیٹی شیما حضور انور کو گود میں کھلاتی لوریاں دیتی تھیں دو سال دو ماہ بعد یا پانچ سال بعد آپ کی والدہ آمنہ کے پاس پہنچا گئیں،آپ سے حضرت عبد اللہ ابن جعفر نے احادیث سنیں،آپ حلیمہ سعدیہ کے لقب سے مشہور ہیں،قبیلہ ہوازن سے تھیں،اس قبیلہ سے غزوہ حنین میں جنگ ہوئی،مسلمانوں کو فتح ہوئی مگر بعد ہوازن مسلمان ہوگئے،حضور انور نے ان کے قیدی جو غلام بنائے گئے تھے واپس کردیے کہ وہ حلیمہ کے اہل قرابت تھے رضی اللہ عنہا۔(مترجم)

(۳)اُم حبیبہ: آپ کا نام شریف رملہ ہے،ابو سفیان ابن صخر ابن حرب کی بیٹی ہیں،والدہ کا نام صفیہ بنت عاص ہے حضرت عثمان غنی کی پھوپھی لہذا آپ عثمان غنی کی پھوپھی زاد ہیں۔اس میں اختلاف ہے کہ آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کب اور کہاں ہوا۔قوی یہ ہے کہ ۶ھ میں نجاشی اصحمہ شاہ حبشہ نے زمین حبشہ میں آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جبکہ حضور مدینہ منورہ میں تھے،چار سو دینار یا چار لاکھ درھم مہر اپنے پاس سے دیا،حضور انور نے شرحبیل ابن حسنہ کو بھیجا وہ آپ کو مدینہ منورہ حضور کے پاس لائے،بعض نے کہا مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد نکاح ہوا جو عثمان غنی نے کیا، ۴۴ھ چوالیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی،آپ سے بہت حضرات نے بہت احادیث روایت کیں ہیں رضی اللہ عنہا۔

(۴)ام حسین: آپ اسحاق کی بیٹی ہیں،احمسی ہیں،حجۃ الوداع میں حضور انور کے ساتھ شریک ہوئیں۔

(۵)اُم حرام: آپ ملحان ابن خالد کی بیٹی ہیں،انصاریہ نجاریہ ہیں،جناب ام سلیم کی بہن ہیں،حضور کے دستِ اقدس پر ایمان لائیں بیعت کی،عبادہ ابن صامت کی زوجہ ہیں،حضور انور آپ کے گھر میں قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمایا کرتے تھے،اپنے خاوند کے ساتھ روم میں غازیہ مجاہدہ ہونے کی حالت میں وفات پائی،آپ کی قبر مقام قرنس میں ہے،آپ سے آپ کے بھانجے حضرت انس نے اور آپ کے خاوند عبادہ ابن صامت نے روایات لیں،آپ کی وفات خلافت عثمانیہ میں ہے رضی اللہ عنہا۔

(۶)حمنہ: آپ جحش کی بیٹی ہیں،حضور انور کی سالی ہیں یعنی حضرت زینب بنت جحش کی بہن ہیں،بنی اسد قبیلہ سے ہیں،مصعب ابن عمیر کی زوجہ ہیں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تو آپ طلحہ ابن عبید اللہ کے نکاح میں آئیں۔

ح۔۔۔تابعیات

(۱)حسناء: آپ معاویہ کی بیٹی ہیں،صرمیہ ہیں،آپ سے عوف اعرابی نے احادیث روایت کیں،بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کا نام خنساء بنت معاویہ ہے،آپ کے چچا کا نام حارث ہے ان سے احادیث روایت کرتی ہیں۔

(۲)حفصہ: آپ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر الصدیق کی صاحبزادی ہیں یعنی حضرت صدیق اکبر کی پوتی منذر ابن زبیر ابن عوام کی زوجہ۔

(۳)ام حریر: آپ طلحہ ابن مالک کی آزاد کردہ ہیں انہیں طلحہ سے روایات لیتی ہیں۔

خ۔۔۔صحابہ کرام

(۱)خالد ابن ولید: آپ قرشی مخزومی ہیں،آپ کی والدہ لبابہ صغریٰ ہیں یعنی ام المؤمنین میمونہ کی بہن زمانہ جاہلیت میں سرداران قریش سے تھے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سیف اللہ کا خطاب دیا،حضرت ابن عباس آپ کے خالہ زاد ہیں،خلافت فاروقی

میں ۲۱ھ اکیس میں وفات ہوئی،شام کے مشہور شہر حمص میں آپ کا مزار ہے،دمشق میں ایک سڑک کا نام شارع خالد ابن ولید ہے فقیر نے زیارت کی ہے(مترجم)عظیم الشان شخصیت ہیں۔

(۲)خالد ابن ہوذہ: آپ عامری ہیں،آپ اور آپ کے بھائی حرملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بن کر آئے یہ دونوں مؤلفۃ القلوب سے ہیں،انہی خالد سے حضور انور نے ایک غلام ایک لونڈی خریدی تھی انہیں کے لیے،حضور انور نے عہد لکھ کر دیا تھا۔

(۳)خلاد ابن سائب: آپ کے دادا کا نام بھی خلاد ہے خزرجی انصاری ہیں،اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

(۴)خباب ابن ارت: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،آپ تمیمی ہیں،زمانہ جاہلیت میں غلام بنالیے گئے تھے پھر آپ کو قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کردیا،حضور انور کے دار ارقم میں جانے سے پہلےآپ ایمان لائے،آپ ان میں سے ہیں جنہیں اسلام کی وجہ سے بہت ایذائیں دی گئیں،آپ نے بہت صبر کیا آخر میں کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات ہوئی،آپ کی عمر ۷۳ تہتّر سال ہوئی،۳۷ھ میں وفات پائی۔

(۵)خارجہ ابن حذافہ: آپ قرشی عدوی ہیں،قرش کے شہ سواروں میں سے تھے،آپ کو لشکروں میں ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا،آپ مصر کے باشندوں میں شمار ہوتے ہیں،آپ کو ایک خارجی نے عمرو ابن عاص سمجھ کر شہید کیا،یہ خارجی ان تین سے ایک تھا جنہوں نے حضرت علی معاویہ،عمرو ابن عاص کے قتل کا بیڑا تھاامیر معاویہ تو بچ گئے حضرت علی شہید کردیئے گئے ،عمرو بن عاص کے دھوکے میں خارجہ شہید کیے گئے،عمرو بچ گئے ۴۰ چالیس ہجری میں آپ کے قتل کا واقعہ ہوا۔

(۶)خزیمہ ابن ثابت: آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے،انصاری ہیں،انہی کا لقب ذوالشہادتین ہے کیونکہ آپ اکیلے کی گواہی دو گواہوں کے برابر تھی،غزوہ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے، حضرت عمار ابن یاسر کی شہادت کے بعد آپ نے تلوار سونتی اور قتال کرتے رہے حتی کہ قتل ہوگئے،آپ سے بہت صحابہ نے روایات لیں۔

(۷)خزیمہ ابن جزء: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،سلمٰی ہیں،آپ سے آپ کے بھائی حبان ابن جزء نے احادیث روایت کیں۔

(۸)خزیم ابن اخرم: آپ شداد ابن عمرو بن فاتک کے پوتے ہیں،اسدی ہیں،کبھی انہیں خزیم ابن فاتک بھی کہہ دیتے ہیں۔

(۹)خبیب بن عدی: آپ انصاری اوسی ہیں،بدر میں شریک ہوئے،غزوہ رجیع ۳ تین میں کفار کے ہاتھوں قید ہوگئے،انہیں مکہ معظّمہ میں حارث ابن عامر کی اولاد نے خرید لیا،بدر کے دن خبیب نے حارث کافر کو قتل کیا تھااس کا بدلہ لینے کے لیے حارث کی اولاد نے خریدا،آپ ان کے ہاں قید رہے،پھر مقام تنعیم میں انہیں سولی دی سب سے پہلی سولی اسلام میں انہیں کو دی گئی۔بخاری میں ہے کہ خبیب نے حارث کی ایک لڑکی سے استرہ مانگا پاکی کرنے کے لیے اس کا بچہ خبیب کی ران پر آبیٹھا وہ یہ دیکھ کر ڈر گئی کہ کہیں خبیب میرے بچے کو استرے سے ذبح نہ کردیں،آپ نے فرمایا تم ڈرو مت میں تیرے بچے کو کوئی تکلیف نہ دوں گا،وہ عورت مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتی تھی کہ میں نے خبیب جیسا قیدی آج تک نہ دیکھا،وہ اپنی قید میں انگور کھاتے تھے یہ غیبی رزق تھا جو انہیں ملتا تھا،جب انہیں سولی کے لیے حرم کی زمین سے باہر لے چلے تو فرمایا مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دے دو آپ نے ہلکی رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ تم یہ خیال نہ کرو کہ مجھے قتل سے ڈر ہے تمہارے اس خیال کو دفع کرنے کے لیے میں نے نماز مختصر پڑھی ہے ورنہ دراز پڑھتا،پھر آپ نے چند شعر پڑھے اور سولی چڑھ گئے آپ کا یہ واقعہ مشہور ہے۔

(۱۰)خنیس ابن حذافہ: آپ سہمی قرشی ہیں،حضرت حفصہ بنت عمر فاروق کے پہلے خاوند ہیں،غزوہ بدر واحد میں شریک ہوئے،پھر ایک زخم کی وجہ سے مدینہ منورہ میں وفات پائی اولاد کوئی نہیں،آپ کی وفات کے بعد بی بی حفصہ سے حضور انور نے نکاح کیا۔

(۱۱)ابو خراش: آپ کا نام حدرد ہے،اسلمی ہیں۔

(۱۲)ابو خلاد: آپ کے نام اور نسب کا پتہ نہیں چلا آپ سے ایک حدیث ہے۔

خ۔۔۔ تابعین عظام

(۱)خیثمہ ابن عبدالرحمٰن: آپ ابو سیرہ جعفی کے پوتے ہیں،ابو سیرہ کا نام یزید ابن مالک ہے،خیثمہ عظیم الشان تابعی ہیں، ابو واصل سے پہلے فوت ہوئے،حضرت علی اور ابن عمر وغیرہم سے احادیث سنیں،دو لاکھ روپیہ میراث میں ملےسارے علماء پر خرچ کر دیئے۔

(۲)خالد ابن معدان: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،شامی ہیں،حمص کے رہنے والے ہیں،فرماتے ہیں کہ میں نے ۷۰ ستر صحابہ سے ملاقات کی ثقہ ہیں،طرسوس میں ۱۰۴ ایک سو چار میں وفات پائی۔

(۳)خالد ابن عبداللہ: آپ واسطی ہیں،طحان میں بڑے متقی پرہیزگار تھے،تین بار اپنے وزن کی چاندی خیرات کی،۱۷۷ میں یا ۱۸۲ ایک سو بیاسی میں وفات ولادت ایک سو دس میں۔

(۴)خارجہ ابن زید: آپ زید ابن ثابت کے بیٹے ہیں،انصاری مدنی ہیں،تابعی ہیں،مدینہ منورہ کے ساتھ بڑے فقہا میں سے ہیں،۱۹۹ ایک سو ننانوے میں وفات پائی۔

(۵)خارجہ ابن صلت: آپ تمیمی براجمی ہیں،تابعی ہیں،حضرت عبداللہ ابن مسعود وغیرہم صحابہ سے ملاقات ہے۔

(۶)خشف ابن مالک: آپ قبیلہ بنی طے سے ہیں،حضرت عمرو ابن مسعود وغیرہ صحابہ سے ملاقات ہے۔

(۷)ابو خزامہ: آپ یعمر کے فرزند ہیں،بنی حارث ابن سعد قبیلہ سے ہیں،تابعی ہیں۔

(۸)ابو خلدہ: آپ کا نام خالد ابن زیاد ہے،ثقہ تابعی ہیں،تمیمی سعدی بصری ہیں۔

خ۔۔۔ صحابیات

(۱)خدیجہ بنت خویلد: آپ خویلد ابن اسد کی بیٹی ہیں،قرشیہ ہیں،پہلے ابو ہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق ابن عائذ کے نکاح میں آئیں،پھر آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا،اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی اور حضور انور کی عمر پچیس سال آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں یعنی حضور کی پہلی زوجہ،آپ کی زندگی میں حضور نے کسی اور بیوی سے نکاح نہیں کیا سب سے پہلے حضور پر ایمان لائیں،حضور کی ساری اولاد آپ سے ہی ہے سواء حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں،ہجرت سے تین سال پہلے آپ کی وفات ہوئی۔بعد نبوت دس سال حضور کی خدمت میں رہے،۶۵ پینسٹھ سال عمر پائی،پچیس سال حضور کے ساتھ رہیں،مقام حجون میں قبر شریف ہے۔مترجم نے زیارت کی ہے اب اس جگہ کو جنت معلیٰ کہتے ہیں۔

(۲)خولہ بنت حکیم: آپ حضرت عثمان ابن مظعون کی زوجہ ہیں،نہایت نیک صالحہ بی بی ہیں۔

(۳)خولہ بنت ثامر: آپ انصاریہ ہیں،خولہ بنت ثامر ہیں یا خولہ بنت قیس ابن مالک ابن نجار ثامر قیس کا لقب ہے مگر درست یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

(۴)خولہ بنت قیس: آپ جہنیہ ہیں،آپ سے نعمان ابن خربوذ نے روایات لیں۔

(۵)خنساء بنت خزام: آپ خذام ابن خالد کی بیٹی ہیں،انصاریہ ہیں،اسدیہ ہیں،آپ سے حضرت عائشہ و ابو ہریرہ جیسے صحابہ نے احادیث لیں۔

(۶)ام خالد: آپ خالد ابن سعید ابن عاص کی والدہ ہیں،اموی ہیں،آپ حبشہ میں پیدا ہوئیں،بچپن میں مدینہ منورہ میں لائی گئیں پھر آپ سے حضرت زبیر ابن عوام نے نکاح کیا،بہت صحابہ نے آپ سے روایات لیں۔

د۔۔۔صحابہ کرام

(۱)دحیہ کلبی: آپ دحیہ ابن خلیفہ ہیں،قبیلہ بنی کلب سے ہیں۔مشہور صحابی ہیں،احد اور اس کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے،حضور انور نے آپ کو ۶ھ چھ میں قیصر روم کے پاس تبلیغ کے لیے بھیجا،قیصر روم ہرقل دل سے حضور پر ایمان لایا اس کے درباری ایمان نہ لائے،حضرت جبریل علیہ السلام انہیں کی شکل میں آیا کرتے تھے،امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ ملک شام میں رہے،بہت لوگوں نے آپ سے نے آپ سے احادیث لیں۔

(۲)ابو الدرداء: آپ کا نام عویمر ابن عامر ہے،انصاری خزرجی ہیں،اپنی کنیت میں مشہور ہیں،درداء آپ کی بیٹی کا نام ہے، اپنے گھر والوں کے بعد ایمان لائے،آپ بڑے فقیہ عالم ہیں،شام میں قیام رہا،دمشق میں آپ کی قبر ہے، ۳۲ھ بتیس میں وفات پائی،مترجم نے قبر شریف کی زیارت کی ہے۔

د۔۔۔تابعین

(۱)داؤد ابن صالح: آپ داؤد ابن صالح ابن دینار ہیں،تمار ہیں،انصاری مدنی ہیں۔

(۲)داؤد ابن حصین: آپ عمرو ابن عثمان ابن عفان کے آزاد کردہ ہیں،۱۳۵ایک سو پینتیس میں وفات پائی،۷۲بہتّر سال عمر ہوئی،آپ سے عکرمہ نے روایات لیں۔

(۳)ابن دیلمی: آپ کا نام ضحاک ابن فیروز ہے،دیلم ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے اس طرف کے رہنے والے ہیں اس لیے آپ کو دیلمی کہا جاتا ہے۔

(۴)ابوداؤد کوفی: آپ کا نام بقیع ابن حارث ہے،نابینا ہیں،کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

د۔۔۔صحابیات

(۱) ام الدرداء: آپ کا نام خیرہ بنت ابی حدود ہے،اسلمیہ ہیں،حضرت ابو الدرداء کی زوجہ ہیں،بڑی عالمہ زاہدہ فاضلہ صحابیہ ہیں،عبادات میں مشہور ابوالدرداء سے دو سال پہلے وفات پائی،خلافت عثمانیہ میں شام کے علاقہ میں فوت ہوئیں۔

ذ۔۔۔صحابہ کرام

(۱)ابوذر غفاری: آپ کا نام جندب ابن جنادہ ہے،عظیم الشان صحابی ہیں،حضور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ آکر ایمان لائے،آپ پانچویں مؤمن ہیں،پھر اپنی قوم میں واپس گئے،پھر غزوہ خندق کے بعد حضور انور کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے،پھر خلافت عثمانیہ میں مقام ربذہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی،۳۲ میں آپ کی وفات ہے،آپ اسلام سے پہلے بھی موحّد تھے ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

(۲)ذومخبر: آپ شاہ حبشہ کے بھتیجے ہیں حضور انور کے خاص خادم۔

(۳)ذوالیدین: آپ کا نام خرباق ابن ساریہ،لقب ذوالیدین، صحابی ہیں، حجازی ہیں،جب حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو ایک بار نماز میں سہو ہوگیا تو آپ ہی نے اس کی اطلاع عرض کی تھی۔

ر۔۔۔صحابہ کرام

(۱)رافع ابن خدیج: آپ کی کنیت ابو عبداللّٰہ ہے،حارثی ہیں،انصاری ہیں،غزوہ احد میں آپ کو تیر لگا حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت میں تمہارا گواہ ہوں پھر عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں یہ ہی زخم ہرا ہوگیا،اس زخم سے آپ کی وفات ہوئی،آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۷۳ تہتّر میں ہوئی،۸۶ چھیاسی سال عمر پائی،ایک خلقت نے آپ سے روایات لیں۔

(۲) رافع ابن عمرو: آپ غفاری ہیں،اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے،حضرت عبداللّٰہ ابن ارفع نے آپ سے احادیث نقل کیں۔

(۳)رافع ابن مکیث: جہنی ہیں،حدیبیہ میں حاضر ہوئے،بہت لوگوں نے آپ سے روایات لیں۔

(۴)رفاعہ ابن رافع: آپ کی کنیت ابو معاذ ہے،زرقی انصاری ہیں،بدر وغیرہ تمام غزوات میں حاضر ہوئے،جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے،امیر معاویہ کی سلطنت میں وفات پائی۔

(۵)رفاعہ ابن سموال: آپ قرظی ہیں،آپ نے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں آپ کی مطلقہ بیوی نے عبدالرحمٰن ابن زبیر سے نکاح کیا تھا۔

(۶)رفاعہ ابن عبدالمنذر: آپ انصاری ہیں،آپ کی کنیت ابو لبابہ ہے،آپ کا ذکر لام کی تختی میں ہوگا۔

(۷)رویفع ابن ثابت: آپ سکن کے پوتے ہیں،انصاری ہیں آپ کا شمار اہل مصر میں ہے،امیر معاویہ نے آپ کو ۴۶ چھیالیس میں طرابلس المغرب کا حاکم بنایا تھا،آپ کی وفات یا تو مقام برقہ میں ہوئی یا شام میں۔خیال رہے کہ افریقہ امیر معاویہ نے ۴۷ میں فتح کیا دیکھو اشعۃ اللمعات جلد ثالث صفحہ ۴۴۷ کتاب الجہاد قسمۃ الغنائم۔(مترجم)

(۸)رکانہ ابن عبدیزید: آپ رکانہ ابن عبدیزید ابن ہاشم ابن عبد المطلب ہیں،آپ قرشی ہیں،حضرت عثمان کے زمانہ تک رہے،بعض نے فرمایا کہ ۴۲ بیالیس میں وفات پائی،آپ اہل حجاز سے ہیں۔

(۹)ریاح ابن ربیع: آپ اسیدی ہیں،آپ کی احادیث اہل بصرہ میں مشہور ہیں۔

(۱۰)ربیعہ ابن کعب: آپ کی کنیت ابو افراس ہے،اسلمی ہیں،اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے،اہل صفہ سے تھے،حضور کے خاص خادم ہیں،سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہے،۶۳ تریسٹھ میں وفات پائی،آپ نے ہی حضور سے جنت مانگی اور حضور نے عطا کی۔(مترجم)

(۱۱)ربیعہ ابن حارث: آپ ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں یعنی حضور انور کے چچازاد صحابی ہیں،خلافت فاروقی ۳۲ھ میں وفات ہے،حضور انور نے آپ ہی کے متعلق فتح مکہ کے دن فرمایا کہ میں ربیعہ ابن حارث کا خون معاف کرتا ہوں کہ آپ ہی کا بیٹا زمانہ جاہلیت میں قتل کیا گیا تھا جس کا نام آدم تھا۔

(۱۲)ربیعہ ابن عمرو: آپ جرشی ہیں،واقدی نے کہا کہ آپ قتل کیے گئے۔

(۱۳)ابو رافع: آپ کا نام اسلم ہے،حضور انور کے آزاد کردہ ہیں،کنیت میں مشہور ہیں،قبطی تھے اولًا حضرت عباس کے غلام تھے انہوں نے حضور کی خدمت میں دے دیا یعنی مالک کردیا،غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے انہوں نے ہی حضور انور کو حضرت عباس کے ایمان کی خبر دی تو حضور نے خوشی میں آپ کو آزاد کیا،عثمان کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی۔

(۱۴)ابو رمثہ: آپ ابن رفاعہ ابن یثربی ہیں،تمیمی ہیں،القیس ابن زید ابن مناۃ ابن تمیم کی اولاد سے ہیں،آپ کے نام میں بہت اختلاف ہے عمارہ نام ہے یا کچھ اور آپ اپنے والد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے،آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔

(۱۵)ابو رزین: آپ لقلیط عامر ابن صبرہ ہیں،آپ کا ذکر لام میں ہوگا۔

(۱۶)ابو ریحانہ: آپ شمعون ابن یزید کے بیٹے ہیں،قرظی ہیں یعنی بنی قریظہ کے حلیف ہیں ورنہ انصاری ہیں۔آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں،آپ کی بیٹی کا نام ریحانہ ہے۔بڑے عالم زاہد تارک الدنیا تھے آخر میں شام میں قیام رہا۔

ر۔۔۔تابعین عظام

(۱)ابو رجاء: آپ کا نام عمران ابن تمیم ہے،عطاردی ہیں،حضور انور کی زندگی پاک میں ایمان لائے مگر زیارت نہ کرسکے عالم با عمل تھے حضرت عمر سے روایات لی ہیں،۱۰۷ ایک سو سات میں وفات ہے۔بڑے قاری تھے قرات میں مشہور ہیں۔

(۲)ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن: آپ جلیل القدر تابعی ہیں،فقہاء مدینہ سے تھے،آپ سے امام مالک اور سفیان ثوری وغیرہم نے روایات لیں،۱۳۶ ایک سو چھتیس میں وفات ہے۔

(۳)رعل ابن مالک: آپ رعل ابن مالک ابن عوف ہیں،اسی قبیلہ رعل سے ہیں جن پر حضور انور نے بہت روز قنوت نازلہ پڑھی،آپ کی قوم نے قراء کو شہید کیا تھا۔

ر۔۔۔صحابیات

(۱)ربیع بنت معوذ: آپ مشہور صحابیہ ہیں،انصاریہ ہیں،مدینہ منورہ اور مصر میں آپ کی احادیث بہت مشہور ہیں۔

(۲)ربیع بنت براء: آپ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ہیں اور حارثہ ابن سراقہ کی والدہ انصاریہ ہیں مگر بخاری شریف میں ہے کہ آپ ربیع بنت نضر کی والدہ ہیں۔

(۳)رمیصاء: آپ ام سلیم بنت ملحان کی والدہ ہیں اور ام سلیم حضرت انس ابن مالک کی ماں ہیں،ان کا ذکر سین کی تختی میں آوے گا۔

ز۔۔۔صحابہ کرام

(۱)زید ابن ثابت: آپ انصاری ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں،ہجرت کے بعد سے وفات پاک تک کاتب رہے،صحابہ کرام میں بڑے فقیہ ہیں،علم میراث کے امام ہیں،قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید جمع کیا اور عہد عثمانی میں اسے مصاحف میں نقل فرمایا،آپ سے بڑی مخلوق نے احادیث روایت کیں،پچاس سال عمر پائی ۴۵ پینتالیس میں وفات شریف ہوئی۔

(۲)زید ابن ارقم: آپ کی کنیت ابو عمرو ہے،انصاری خزرجی ہیں،آخر میں کوفہ میں رہے،۶۶ چھیاسٹھ میں وہاں ہی وفات ہوئی۔آپ کا نسب یوں ہے زید ابن ارقم ابن زید ابن قیس ابن نعمان آپ ہی کے ذریعہ عبداللہ ابن ابی کا نفاق ظاہر ہوا،آپ ہی کی تصدیق میں سورۂ منافقین نازل ہوئی،مختار ابن عبدالملک ابن مروان کے زمانہ ۶۶ میں وفات ہوئی۔(مترجم)

(۳)زید ابن خالد: آپ جہنی ہیں،کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی،پچاس سال عمر ہوئی،۷۸ اٹھتر میں وفات ہوئی۔

(۴)زید ابن حارثہ: آپ کی کنیت ابو اسامہ ہے،آپ کی ماں سعدہ بنت ثعلبہ ہیں،بنی معن قبیلہ سے آپ کی والدہ آپ کو لے کر اپنی قوم کی طرف چلیں،آپ پر معن ابن ابی الجریر والوں نے حملہ کردیا آپ کو غلام بنالیا،اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی،آپ کو عکاظ بازار میں لائے آپ کو حکیم ابن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے لیے چار سو درہم میں خرید لیا،جب حضرت خدیجہ حضور کے نکاح میں آئیں تو انہوں نے آپ کو حضور انور کی خدمت عالیہ میں پیش کردیا حضور انور نے قبول فرمالیا،اس کے بعد آپ کے والد حارثہ اور چچا کعب آپ کا فدیہ لے کر حضور کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یہ ہمارا بیٹا ہے ہم کو عنایت کردیا جائے حضور نے فرمایا کہ زید کو اختیار ہے چاہیں میرے پاس رہیں چاہیں تمہارے پاس آپ نے فرمایا رسول الله میرے گھر بار ماں باپ قرابت دار آپ پر فدا آپ پر قربان میں تو آپ ہی کے پاس رہوں گا آپ جیسا محسن اور محبت والا میں نے کوئی نہیں دیکھا حضور انور آپ کو بیت اللہ شریف میں لائے اور فرمایا کہ حاضرین کعبہ گواہ رہو کہ میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا چنانچہ آپ کو زید ابن محمد کہا جانے لگا،پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا اور آیت کریمہ "اُدۡعُوۡھُمۡ لِاٰبَآئِہِمۡ" نازل ہوئی تب آپ کو زید ابن حارثہ کہا گیا،بعض مؤرخین نے کہا کہ پہلے آپ ہی حضور پر ایمان لائے حضور انور نے پہلے تو اپنی لونڈی ام ایمن سے آپ کا نکاح کیا جن سے اسامہ ابن زید پیدا ہوئے،پھر زینت بنت جحش سے آپ کا نکاح کیا،آپ حضور کے محبوب ترین صحابی ہیں قرآن مجید میں صرف آپ کا نام آیا ہے اور کسی صحابی کا نام نہیں آیا"فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا"۔آپ غزوہ موتہ ۸ آٹھ میں شہید ہوئے،اس لشکر کے آپ ہی امیر تھے،آپ نے پچپن سال عمر پائی،غزوہ موتہ جمادی اول ۸ آٹھ میں ہی ہوا۔

(۵)زید ابن خطاب: آپ قرشی عدوی ہیں،حضرت عمر فاروق کے بڑے بھائی ہیں،مہاجرین اولین سے ہیں،حضرت عمر سے پہلے ایمان لائے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،خلافت صدیقی میں غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(۶)زید ابن سہیل: آپ کی کنیت ابوطلحہ ہے اسی میں مشہور ہوئے،آپ کا ذکر طاء کی تختی میں ہوگا۔

(۷)زبیر ابن عوام: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،قرشی ہیں،آپ کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی آپ اور آپ کی والدہ بڑے پرانے مؤمنین میں سے ہیں،آپ سولہ برس کی عمر میں ایمان لائے آپ کے چچا نے آپ کو دھوئیں کی سزا دی تاکہ اسلام چھوڑ دیں مگر نہ چھوڑا تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے سب سے پہلے آپ نے اللہ کی راہ میں تلوار سونتی احد میں حضور انور کے ساتھ ثابت قدم رہے،آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں،آپ کو عمرو ابن جرموز نے بصرہ کے قریب مقام سفوان میں قتل کیا،۳۶ میں چونسٹھ سال عمر ہوئی پھر بصرہ لاکر آپ کو دفن کیا گیا،مقام وادی السباع میں آپ کی قبر زیارت گاہ عام ہے۔مترجم نے زیارت کی ہے۔

(۸)زیاد ابن لبید: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،انصاری ہیں،زرقی ہیں،تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،حضور نے حضر موت پر حاکم مقرر کیا،امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی۔

(۹)زید ابن حارث: آپ صدائی ہیں،آپ نے جب حضور سے بیعت کی تو آپ کے سامنے اذان دی آپ کا شمار بصرہ والوں میں ہے۔

(۱۰)زراع ابن عامر: آپ عامر ابن عبدالقیس کے بیٹے ہیں،وفد عبدالقیس میں حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر ایمان لائے،آخر میں بصرہ میں رہے۔

(۱۱)زاہر ابن اسود: آپ اسلمی ہیں،بیعت الرضوان میں شریک ہوئے،آخر میں کوفہ میں رہے۔
(۱۲)زرارہ ابن ابی اوفی: آپ صحابی ہیں،حضرت عثمان کے زمانہ میں آپ کی وفات ہے۔
(۱۳)ابو زید: آپ کے نام میں اختلاف ہے سعید ابن عمیر ہے یا قیس ابن سکن،آپ نے حضور انور کے زمانہ میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔
(۱۴)ابوزہیر نمیری: آپ قبیلہ نمیر سے ہیں،آخر میں شام میں رہے۔
(۱۵)زبیدی: آپ قبیلہ زبیدہ میں سے ہیں،آپ کا نام منبہ ابن سعد ہے،لوگ کہتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں۔واللہ اعلم!

ز۔۔۔تابعین عظام

(۱)زبیر ابن عدی: آپ ہمدانی کوفی ہیں،علاقہ رے کے حاکم تھے،تابعی ہیں،۱۳۱ایک سو اکتیس میں وفات ہوئی،حضرت انس سے ملاقات ہے۔
(۲)زبیر عربی: آپ نمیری ہیں،بصری ہیں،حضرت ابن عمر سے ملاقات ہے۔
(۳)زیاد ابن کسیب: آپ عدوی ہیں،اہلِ بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔
(۴)زہر ابن معبد: آپ کی کنیت ابو عقیل ہے،قرشی مصری ہیں،اپنے دادا عبداللہ ابن ہشام سے احادیث لیتے ہیں،آپ کی احادیث مصر میں مشہور ہیں۔
(۵)زہیر ابن معاویہ: آپ کی کنیت ابو خیثمہ ہے،جعفی کوفی ہیں،حافظ ثقہ تھے،۱۷۴ایک سو چوہتر میں آپ کی وفات ہوئی۔
(۶)زمیل ابن عباس: آپ تابعی ہیں،آپ نے اپنے مولیٰ حضرت عروہ سے روایات لی ہیں۔
(۷)زہری: آپ کا نام محمد ابن عبداللہ ابن شہاب ہے،کنیت ابوبکر،زہرہ ابن کلاب کے قبیلہ سے ہیں،مدینہ منورہ کے علماء فقہاء محدثین میں سے ہیں،بہت صحابہ سے ملاقات ہے،حضرت عمر ابن عبدالعزیز فرماتے تھے کہ میں نے کوئی عالم بالسنہ ان سے بہتر نہ دیکھا،کسی نے حضرت مکحول سے پوچھا کہ آپ نے بڑا عالم کسے پایا وہ بولے امام زہری ابن شہاب کو پوچھا پھر کون،فرمایا ابن شہاب پوچھا پھر کون،فرمایا ابن شہاب،ماہ رمضان ۱۲۴ایک سوچوبیس میں آپ کی وفات ہے۔
(۸)زر ابن حبیش: آپ کی کنیت ابو حریم ہے،اسدی کوفی ہیں،ایک سو بیس سال عمر ہوئی ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں،عراق کے بڑے قاریوں میں سے ہیں،حضرت عمراور ابن مسعود سے ملاقات ہے،آپ سے ایک مخلوق نے فیض لیا۔
(۹)زرارہ ابن ابی اوفی: آپ کی کنیت ابو حاجب ہے،جرشی ہیں،بصرہ کے قاضی رہے،حضرت ابن عباس وغیرہم سے ملاقات ہے،ایک بارآپ نے یہ آیت پڑھی"فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ "اس پر بے ہوش ہوکر گرے اور فوت ہوگئے،آپ کی وفات ۹۳ ترانوے میں ہے۔
(۱۰)زیادہ ابن حدیر: آپ کی کنیت ابومغیرہ ہے،اسدی کوفی ہیں،حضرت عمر و علی سے ملاقات ہے۔
(۱۱)زید ابن اسلم: آپ کی کنیت ابو اسامہ ہے،حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ ہیں،مدنی ہیں،جلیل القدر تابعی ہیں،۱۳۶ایک سوچھتیس میں وفات ہوئی۔
(۱۲)زید ابن طلحہ: آپ سے حضرت سلمہ ابن صفوان زرق نے روایات لیں۔

(۱۳)زید ابن یحییٰ: آپ دمشقی ہیں، ثقہ ہیں۔
(۱۴)ابو زبیر: آپ کا نام محمد ابن اسلم ہے، مکی ہیں، حکیم ابن حزام کے آزاد کردہ ہیں،۱۲۵ میں وفات ہے۔
(۱۵)ابوزراعہ: آپ کا نام عبید اللہ ابن عبدالکریم رازی ہے،آپ امام حافظ ثقہ ہیں،حدیث کے ماہر مشائخ کے عارف،جرح تعدیل والے ہیں،۲۰۰ دو سو میں ولادت ہے اور دوسو چونسٹھ میں وفات ہے۔واللہ اعلم! مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کا زمانہ ۲۰۰ تک نہیں ہے پھر یہ تابعی کیسے ہوئے۔

ز۔۔۔صحابیات

(۱)زینب بنت جحش: آپ کا نام برہ تھا حضور انور نے بدل کر زینب رکھا،آپ حضور کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی ہیں،پہلے زید ابن حارثہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تب حضور انور کے نکاح میں آئیں،یہ نکاح ۵ پانچ میں ہوا انہی کے متعلق رب تعالٰی نے فرمایا"**فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا**"۔تمام لڑکیوں کے نکاح ان کے ماں باپ کرتے ہیں ان کا نکاح حضور انور سے رب نے کیا۔(مترجم)حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر متقی پرہیزگار سچی زبان والی کوئی بی بی نہ دیکھی،آپ بڑی سخیہ صلہ رحمی کرنے والی اپنے ہاتھ سے روزی حاصل کرکے صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں۔ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضور کی خدمت میں آپ پہنچیں یعنی پہلے آپ کی وفات ہوئی،ترپن سال عمر پائی،۲۰ بیس یا اکیس میں وفات ہوئی،مدینہ منورہ میں دفن ہیں۔مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔
(۲)زینب بنت عبداللہ: آپ عبداللہ ابن معاویہ کی بیٹی ہیں اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی زوجہ ثقفیہ ہیں،آپ سے حضرت ابن مسعود،ابو سعید خدری اور عائشہ صدیقہ نے روایات لیں۔
(۳)زینب بنت ابی سلمہ: ان کا نام برہ تھا،حضور انور نے زینب رکھا،آپ حضور کی سوتیلی بیٹی ہیں یعنی ام المؤمنین ام سلمی کی دختر،آپ ملک حبشہ میں پیدا ہوئیں،عبداللہ ابن زمعہ کے نکاح میں آئیں،اپنے زمانہ کی بڑی فقیہہ عالمہ بی بی تھیں، واقعہ حرہ کے بعد وفات ہوئی۔

ز۔۔۔تابعیات

(۱)زینب بنت کعب: آپ کعب ابن عجرہ کی بیٹی ہیں،انصاریہ ہیں،قبیلہ بنی سالم سے ہیں۔

س۔۔۔صحابہ کرام

(۱)سعدابن ابی وقاص: آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے،آپ کے والد یعنی ابو وقاص کا نام مالک ابن وہیب ہے،آپ قرشی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں،پرانے مؤمن ہیں،سترہ سال کی عمر میں ایمان لائے،آپ تیسرے مؤمن ہیں اور آپ نے سب سے پہلے کفار پر تیر چلایا تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،آپ بڑے مقبول الدعا تھے،آپ کا لقب مجاب الدعوات تھا لوگ آپ کی دعا سے بہت ہی ڈرتے تھے کیونکہ حضور انور نے آپ کے لیے دعا کی تھی **اللھم سدد سھمہ و اجب دعوتہ** خدایا سعد کا نشانہ اور دعا کبھی خالی نہ جائے حضور انور نے آپ سے اور حضرت زبیر سے فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ فدا ان کے سوا کسی سے نہ فرمایا۔آپ کی وفات اپنی منزل عتیق میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے قریب ہے لوگ میت شریف مدینہ منورہ لائے مروان ابن حکم نے آپ کا جنازہ پڑھایا کہ اس وقت وہ ہی حاکم مدینہ تھا،بقیع شریف میں دفن ہوئے،۵۵ پچپن میں وفات ہے،ستر سال سے

زیادہ عمر شریف ہوئی،عشرہ مبشرہ میں آخری وفات آپ کی ہے،آپ کو حضرت عمروعثمان نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا،آپ سے سے ایک خلقت نے احادیث روایت کیں۔

(۲)سعد ابن معاذ: آپ انصاری اشہلی اوسی ہیں، مدینہ منورہ میں ایمان لائے،دونوں بیعت عقبہ کے درمیان آپ کے اسلام پر بہت سے اشہلی لوگ مسلمان ہوگئے،انصار میں سب سے پہلے آپ کا گھرانہ ایمان لایا،حضور انور نے آپ کو سید الانصار کا لقب دیا،اپنی قوم کے سردار تھے جلیل القدر صحابی ہیں،آپ غزوہ بدر واحد میں شریک ہوئے،احد میں حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے غزوہ خندق میں آپ کے شانہ پر ایک تیر لگا اس کا خون نہ ٹھہرا اور ایک ماہ بعد وفات ہوگئی یعنی ذی قعدہ ۵ میں وفات ہوئی ۳۷ سال عمر شریف ہوئی بقیع میں دفن ہوئے۔

(۳)سعد ابن خولہ: غزوہ بدر میں شریک ہوئے،حجۃ الوداع مکہ معظّمہ میں وفات ہوئی۔

(۴)سعد ابن عبادہ: آپ کی کنیت ابو ثابت ہے،انصاری ساعدی خزرجی ہیں،بارہ نقیبوں میں آپ بھی تھے،انصار کے سردار تھے،انصار کو اس کا اقرار تھا،آپ کی وفات خلافت فاروقی ۱۵ پندرہ میں ہوئی،شام کے علاقہ میں مقام حوران میں اپنے غسل خانہ میں مردہ پائے گئے لوگوں کو آپ کی موت کا علم نہیں ہوا حتی کہ کسی غیبی آواز نے ان کو آپ کی موت کی خبر دی،کہا جاتا ہے کہ آپ کو جنات نے قتل کیا انہوں نے ہی اس شعر سے آپ کے قتل کی خبر دی۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد ابن عبادۃ — و رمیناہ بسهمین فلم نحظ فوادہ

(۵)سعید ابن الربیع: آپ انصاری خزرجی ہیں،غزوہ احد میں شہید ہوئے،حضور انور نے آپ کے ساتھ عبدالرحمٰن ابن عوف کا بھائی چارہ کرایا،آپ اور خارجہ ابن زید ایک قبر میں دفن کیے گئے۔

(۶)سعید ابن زید: آپ کی کنیت ابوالاعور ہے،قرشی ہیں،عشرہ مبشرہ میں سے ہیں،بڑے پرانے مؤمن ہیں،بدر کے سوا سارے غزوات میں شریک ہوئے،بدر میں آپ حضرت طلحہ ابن عبداللہ کے ساتھ ابوسفیان کے قافلہ کی تلاش پر مامور تھے اس لیے حضور انور نے آپ کو بدر کی غنیمت سے حصہ دیا،حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب آپ کی بیوی تھیں جن کے ذریعہ حضرت عمر کو ایمان ملا،آپ مقام عتیق میں فوت ہوئے،مدینہ منورہ لاکر بقیع میں دفن کیے گئے،ستر سال سے زیادہ عمر پائی،۵۱ اکیاون میں وفات ہوئی۔

(۷)سعید ابن حریث: آپ قرشی مخزومی ہیں،پندرہ سال کی عمر میں فتح مکہ میں شریک ہوئے،پھر کوفہ میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے،آپ کی اولاد کوئی نہیں،آپ سے عمرو ابن حریث نے احادیث لیں۔

(۸)سعید ابن عاص: آپ قرشی ہیں،ہجرت کے سال پیدا ہوئے،قرشی سردار تھے،مصحف عثمان کے لکھنے والوں میں سے ایک آپ بھی ہیں،حضرت عثمان نے آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا،آپ نے طبرستان فتح کیا،۵۹ انسٹھ میں وفات ہوئی۔

(۹)سعید ابن سعد: آپ سعد ابن عبادہ کے بیٹے ہیں،انصاری ہیں،بعض محدثین نے آپ کو صحابی مانا ہے،آپ حضرت علی کی طرف سے یمن کے حاکم تھے۔

(۱۰)سبرہ ابن معبد: آپ جہنی ہیں،مدینہ منورہ میں رہے،مصریوں میں آپ کا شمار ہے۔

(۱۱) سہل ابن سعد: آپ ساعدی انصاری ہیں،آپ کی کنیت ابو العباس ہے،آپ کا نام پہلے حزن تھا حضور انور نے سہل رکھا، حضور انور کی وفات کے وقت آپ پندرہ سال کے تھے،آپ کی وفات ۹۱ میں مدینہ منورہ میں ہوئی،مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ ہی فوت ہوئے کہ آپ کی وفات سے مدینہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔

(۱۲) سہل ابن حنیف: آپ انصاری اوسی ہیں،بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،حضور کے بعد حضرت علی کے ساتھ رہے،مدینہ پاک پھر فارس کے حاکم رہے،۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

(۱۳) سہل ابن بیضاء: آپ اور آپ کے بھائی سہیل دونوں کی ماں کا لقب بیضاء ہے نام وعد،والد کا نام وہب ابن ربیعہ ہے،آپ مکہ معظّمہ میں ایمان لاچکے تھے مگر اپنا ایمان چھپائے رہے حتی کہ بدر میں کفار کے ساتھ آئے اور قید ہوگئے مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے گواہی دی کہ میں نے انہیں مکہ میں نماز پڑھتے دیکھا تب چھوڑ دیئے گئے،مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی حضور انور نے آپ کا اور آپ کے بھائی سہیل کا جنازہ مسجد نبوی میں پڑھایا۔

(۱۴) سہل ابن ابی حیثمہ: آپ کی کنیت ابو محمد یا ابو عمارہ ہے،انصاری اوسی ہیں،۳ ہجری میں پیدا ہوئے،کوفہ میں قیام رہا،آپ کا شمار اہلِ مدینہ سے ہے،مصعب ابن عمیر کے زمانہ میں آپ کی وفات ہے۔

(۱۵) سہل ابن حنظلیہ: خیال رہے کہ حنظلیہ یا تو آپ کی دادی ہیں یا ماں،آپ کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے حضرت سہیل بیعت الرضوان میں شریک تھے،آپ دنیا سے کنارہ کش عبادات ریاضات میں مشغول تھے اولاد کوئی نہیں ہوئی،امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۱۶) سہیل ابن عمرو: قرشی عامری ہیں،جندل کے والد ہیں،قریش کے سردار ہیں،غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے،حضرت عمر نے عرض کیا کہ اس کے دانت نکال دیئے جاویں تاکہ یہ کبھی آپ کے خلاف تقریریں نہ کرسکے یہ بہت اعلیٰ مقرر تھے،حضور انور نے فرمایاکہ جلدی نہ کرو عنقریب یہ درست ہوجائے گا،یہ صلح حدیبیہ میں حضور کی بارگاہ میں کفار کے نمائندے بن کر آئے تھے،حضور انور کی وفات کے بعد جب لوگ مرتد ہونے لگے تو آپ نے ارتداد سے روکا،۱۸ اٹھارہ میں عمواس کی طاعون میں وفات ہوئی،بعض نے فرمایا کہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے،آپ کے فضائل بہت ہیں۔

(۱۷) سہیل ابن بیضاء: آپ قرشی ہیں،پرانے مسلمان ہیں،دو ہجرتوں والے ہیں،پہلے مکہ معظّمہ سے حبشہ کو ہجرت کی،پھر وہاں سے مدینہ منورہ،بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،حضور کی حیات شریف میں وفات پائی ۹ نو ہجری میں جب کہ حضور انور غزوہ تبوک سے واپس ہوئے،اولاد کوئی نہیں۔

(۱۸) سمرہ ابن جندب: آپ انصار کے حلیف تھے،حافظ قرآن تھے،حضور انور سے بڑے فیوض پائے،۵۹ انسٹھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

(۱۹) سلیمان ابن صرد: آپ کی کنیت ابو المطرف ہے،خزاعی ہیں،عالم عابد ہیں،کوفہ میں رہے،ترانوے سال عمر ہوئی۔

(۲۰) سلیمان ابن بریدہ: آپ اسلمی ہیں،بہت صحابہ سے روایات لیتے ہیں،۱۵ پندرہ میں وفات ہوئی۔

(۲۱) سلمہ ابن اکوع: آپ کی کنیت ابو مسلم ہے،اسلمی ہیں،مدنی ہیں،بیعت الرضوان میں شامل ہوئے،بڑے بہادر تھے،پیدل کی لڑائی میں مشہور تھے،اسی برس عمر پائی،مدینہ منورہ میں ۷۴ چوہتّر میں وفات ہوئی۔

(۲۲) سلمہ ابن ہشام: آپ قرشی مخزومی ہیں،حبشہ کے مہاجرین میں سے ہیں،بہترین صحابی ہیں،ابوجہل کے بھائی ہیں، پرانے مؤمن ہیں،اللہ کی راہ میں آپ نے بہت ایذائیں جھیلیں،مکہ معظّمہ میں قید کرلیے گئے تھے،حضور انور نے قنوت نازلہ میں جن مؤمنین معذبین کے لیے چالیس دن دعائیں کیں ان میں آپ بھی ہیں،غزوہ بدر میں اسی قید و بند کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے،خلافت فاروقی میں ۱۴ چودہ میں جنگ مرج الصغیر میں شہید کیے گئے۔

(۲۳) سلمہ ابن صخر: آپ انصاری بیاضی ہیں،آپ کا نام سلیمان ہے،انہوں نے ہی اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر صحبت کرلی تھی،اللہ کے خوف سے بہت گریہ وزاری کرتے تھے،آپ کی احادیث صحیح نہیں ہوتیں۔

(۲۴) سلمہ ابن محبق: آپ کی کنیت ابو سنان ہے اور محبق کا نام صخر ابن عتبہ ہذلی ہے،اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۲۵) سلمہ ابن قیس: آپ اشجعی ہیں،آپ کا شمار اہلِ کوفہ میں ہے۔

(۲۶) سلمان فارسی: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،آپ حضور انور کے آزاد کردہ ہیں،آپ فارسی النسل رام ہرمز کی اولاد سے ہیں،فارس کے شہر اصفہان کے علاقہ کے رہنے والے تھے،تلاش دین میں دیس چھوڑ پردیسی بنے،پہلے عیسائی بنے ان کی کتابیں پڑھیں بہت مصیبتیں جھیلیں حتی کہ انہیں بعض عربیوں نے غلام بنالیا اور یہود کے ہاتھ فروخت کردیا ان کے آقا نے انہیں مکاتب کردیا،حضور انور نے ان کا مال کتابت ادا کرکے آزاد کردیا،آپ دس سے زیادہ آقاؤں کے پاس پہنچے حتی کہ حضور انور تک پہنچ گئے،حضور انور نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں،جنت ان کی مشتاق ہے،بڑی عمر پائی ڈھائی سو بلکہ ساڑھے تین سو سال عمر ہوئی،ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کماکر کھایا صدقہ کیا،مدائن میں وفات ہوئی وہاں ہی مزار ہے، ۵۳ھ میں وفات ہے۔مترجم کہتا ہے کہ مدائن کا نام اب سلمان پاک ہے یہ جگہ بغداد شریف سے ۳۰ تیس میل ہے،ان کے ساتھ حذیفہ ابن یمان اور جابر کے مزارات ہیں،فقیر نے زیارت کی ہے۔مدینہ منورہ کے عوالی میں سلمان کا باغ ہے اس میں دو کھجور کے درخت حضور کے لگائے ہوئے ہیں،فقیر نے زیارت کی ہے۔

(۲۷) سلمان ابن عامر: آپ ضبی ہیں،اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے،بہت کم عمر صحابی ہیں یعنی لڑکپن میں حضور کی زیارت کی ہے۔

(۲۸) سفینہ: آپ کا نام رباح یا رومان ہے،لقب سفینہ،ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ایک صحابی نے تھک کر اپنی تلوار،ڈھال نیزہ وغیرہ انہیں دے دیا اور بہت سامان انہوں نے لادا ہوا تھا حضور انور نے فرمایا کہ تم تو ہمارے سفینہ یعنی کشتی ہو تب سے آپ کا لقب سفینہ ہوا،یہ حضور انور کے آزاد کردہ غلام ہیں،بعض نے فرمایا کہ آپ حضرت ام سلمہ کے غلام تھے انہوں نے آپ کو آزاد کیا اس شرط پر کہ زندگی بھر حضورانور کی خدمت کریں۔مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہی ہے کہ حضور انور کے غلام ہیں کیونکہ آپ نے جنگل میں شیر سے کہا تھا کہ اے ابو حارث میں رسول اللہ کا غلام ہوں جس پر شیر دم ہلاتا ہوا آپ کے ساتھ ہولیا،آپ بدوی ہیں یا فارسی النسل۔

(۲۹) سالم ابن معقل: آپ حضرت حذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ کے آزاد کردہ ہیں،ملک فارس کے شہر اصطخر کے رہنے والے ہیں، بہترین شاندار صحابی ہیں، قاریوں میں آپ کا شمار ہے، حضور انور نے فرمایا تھا کہ چار شخصوں سے قرآن لو: ابن مسعود،ابی ابن کعب، سالم ابن معقل اور معاذ ابن جبل،آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

(۳۰) سالم ابن عبید: آپ اشجعی ہیں،اہلِ صفہ سے ہیں،آپ کا شمار اہلِ کوفہ میں ہے۔

(۳۱)سراقہ ابن مالک: آپ مالک ابن جعشم کے بیٹے ہیں،مدلجی کنانی ہیں،اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے،بڑے شاعر تھے ۲۴ھ چوبیس میں وفات ہے۔مترجم کہتا ہے کہ ہجرت میں آپ ہی کا وہ واقعہ ہوا تھا حضور کو پکڑنے نکلے تھے مگر آپ پر ایمان لے آئے آپ کو حضور نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ میں شاہ فارس کے کنگن دیکھتا ہوں۔

(۳۲)سفیان ابن اسید: آپ حضرمی شامی ہیں،حضرت جبیر وغیرہم نے آپ سے روایات لیں۔

(۳۳)سفیان ابن ابی زہیر: آپ ازدی ہیں،بنی شنوءہ سے ہیں،حجازی محدث ہیں۔

(۳۴)سفیان ابن عبداللہ: آپ عبداللہ ابن ربیعہ کے بیٹے ہیں،کنیت ابو عمرو ہے،ثقفی ہیں،طائف والوں میں سے ہیں،حضرت عمر فاروق کی طرف سے طائف کے حاکم رہے۔

(۳۵)سنجرہ: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے،ازدی ہیں۔

(۳۶)سائب ابن یزید: آپ کی کنیت ابو یزید ہے،کندی میں ۲ دو ہجری میں پیدا ہوئے،حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہوئے،اس وقت سات سال کے تھے ۸۰ھ اسی میں وفات ہے۔

(۳۷)سائب ابن خلاد: آپ کی کنیت ابوسہلہ ہے،انصاری ہیں،خزرجی ہیں،۹۱ اکیانوے میں وفات پائی۔

(۳۸)سوید ابن قیس: آپ کی کنیت ابو صفوان ہے،آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔

(۳۹)ابو سیف قین: آپ جناب ابراہیم ابن رسول اللہ کے دودھ کے والد ہیں،آپ کا نام براء ابن اوس ہے،انصاری ہیں،آپ کی بیوی جو جناب ابراہیم کی دودھ کی والدہ ہیں،ان کا نام ام بردہ ہے۔

(۴۰)ابوسعید خدری: آپ کا نام سعد ابن مالک ہے،انصاری خدری ہیں،اپنی کنیت میں مشہور ہیں،آپ حافظ ہیں،بہت احادیث کے راوی ہیں،بہت صحابہ تابعین نے آپ سے روایات لیں،۷۴ چوہتّر میں وفات ہوئی،چوراسی سال عمر پائی جنت البقیع سے باہر آپ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بنت اسد کی قبر کے برابر،مترجم فقیر نے زیارت کی ہے۔

(۴۱)ابو سعید ابن معلٰی: آپ کا نام حارث ابن معلٰی ہے،انصاری زرقی ہیں،چونسٹھ سال عمر ہوئی ۶۴ چونسٹھ ہی میں وفات پائی۔

(۴۲)ابو سعید ابن ابی فضالہ: آپ حارثی انصاری ہیں،کنیت ہی آپ کا نام ہے،اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۴۳)ابو سلمہ: آپ عبداللہ ابن الاسد کے بیٹے ہیں،مخزومی قرشی ہیں،حضور انور کے پھوپھی زاد بھائی ہیں یعنی جناب برہ بنت عبدالمطلب کے فرزند،حضور انور سے پہلے ام سلمہ کے خاوند تھے،ان کی وفات کے بعد ام سلمہ حضور کے نکاح میں آئیں،تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے،مدینہ منورہ میں وفات پائی ۴ھ چار میں۔

(۴۴)ابوسفیان: آپ صخر ابن حرب ابن امیہ کے بیٹے ہیں،اموی قرشی ہیں،امیر معاویہ کے والد واقعہ فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے،قرشی ہیں،زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار ان کے علمبردار تھے،فتح مکہ کے دن ایمان لائے،مؤلفۃ القلوب سے تھے،غزوہ حنین میں حضور انور کے ساتھ تھے،حضور نے اس غزوہ میں آپ کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا،غزوہ طائف میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی،غزوہ یرموک یعنی عہد فاروقی میں دوسری آنکھ شہید ہوگئی کہ اس میں پتھر لگا آپ سے حضرت عبداللہ ابن عباس نے احادیث لیں،۳۴ھ چونتیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی،جنت البقیع میں دفن ہوئے،ام المؤمنین جناب ام حبیبہ آپ کی دختر ہیں یعنی آپ حضور انور کے خسر ہیں۔(مترجم)

(۴۵)ابوسفیان ابن حارث: آپ حارث ابن عبدالمطلب کے بیٹے ہیں یعنی حضور انور کے چچازاد،نیز حضور کے دودھ شریکے بھائی بھی ہیں کہ حلیمہ بنت ابی ذویب سعدیہ نے آپ کو بھی دودھ پلایا ہے،بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام مغیرہ ہے،بعض نے فرمایا کہ مغیرہ آپ کے بھائی کا نام ہے اور آپ کا نام یہ کنیت ہی ہے،زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے تھے حضور انور کی ہجو میں اشعار لکھا کرتے تھے،حضرت حسان ابن ثابت آپ کے اشعار کا اشعار میں جواب دیتے تھے۔پھر جب اسلام لائے تو عمر بھر کبھی حضور کے سامنے شرم و حیاء سے نگاہ اونچی نہ کی فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے،حضرت علی نے آپ سے کہا تھا کہ ابوسفیان تم آستانہ عالیہ میں جاکر یہ آیت حضور انور کے سامنے پڑھ دینا"تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَ اِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ"یعنی الله نے آپ کو بڑی عزت دی ہے ہم خطاکار ہیں آپ نے یہ ہی کیا۔حضور انور نے نظر رحمت سے دیکھا اور جواب دیا"لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ"یعنی تم پر آج کوئی ملامت نہیں الله تمہیں بخشے یہ فرما کر آپ کا اسلام قبول فرمایا دامن رحمت میں جگہ دے دی آپ کی موت کا واقعہ یہ ہوا کہ آپ حج کو گئے سر منڈایا نائی نے آپ کے سر پر جو غدود تھا کاٹ دیا اس پر بیمار ہوگئے اور حج میں ہی فوت ہوگئے عقیل ابن ابی طالب کے گھر میں دفن ہوئے،حضرت عمر فاروق نے جنازہ پڑھایا وفات ۲۰ میں ہوئی۔

(۴۶)ابو سمح: آپ کا نام ایاد ہے حضور انور کے خاص خادم یا آپ کے آزاد کردہ ہیں خبر نہیں کہ وفات کب اور کہاں ہوئی۔

(۴۷)ابو سہلہ: آپ کا نام سائب ابن خلاد ہے آپ کا ذکر گزر چکا ہے۔

س۔۔۔تابعین عظام

(۱)سعید ابن مسیب: آپ کی کنیت ابو محمد ہے،قرشی مخزومی ہیں،مدنی ہیں،خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے جبکہ آپ کی خلافت کو دو سال گزرے تھے آپ کو سید التابعین کہا جاتا ہے،فقہ حدیث،زہد،تقوی ورع میں یکتا تھے،حضرت ابوہریرہ کی احادیث،عمر فاروق کے فیصلوں کے سب سے بڑے عالم تھے۔صحابہ کرام کی بڑی جماعت سے ملاقات ہے بہت تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔مکحول فرماتے ہیں کہ میں نے طلب علم میں زمین چھان ماری ابن مسیب سے بڑا عالم نہ پایا،آپ نے چالیس حج کیئے ۹۳ھ ترانوے میں وفات ہوئی۔

(۲)سعید ابن عبدالعزیز: آپ تنوخی ہیں،دمشق میں امام اوزاعی کے ہم زمانہ ہیں،شام کے رہنے والے،امام احمد فرماتے ہیں کہ شام میں ان سے بہتر محدث نہیں آپ نماز میں گریہ وزاری کرتے تھے۔فرماتے تھے کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو دوزخ میرے سامنے ہوتی ہے،ستر سال سے زیادہ عمر پائی ۶۷ سرسٹھ میں وفات ہوئی۔

(۳)سعید ابن ابی الحسن: ابوالحسن کا نام یسار ہے آپ بصری ہیں،آپ کی وفات اپنے بھائی سے ایک سال پہلے ہوئی ۱۰۹ھ ایک سو نو میں وفات ہے۔

(۴)سعید ابن حارث: آپ حارث ابن معلیٰ کے بیٹے انصاری ہیں،مدینہ منورہ میں قاضی رہے مشہور تابعی ہیں۔

(۵)سعید ابن ابی ہند: آپ حضرت سمرہ کے آزاد کردہ ہیں،بہت صحابہ سے ملاقات ہے۔

(۶)سعید ابن جبیر: آپ اسدی کوفی ہیں،شاندار تابعی ہیں،شعبان ۹۳ ترانوے میں آپ کو حجاج ابن یوسف نے قتل کیا اس سال رمضان یا شوال میں حجاج مرگیا آپ کے قتل کے بعد حجاج کسی کو قتل نہ کرسکا۔جب حجاج نے آپ کو قتل کرنا چاہا تو پہلے بہت بحث مباحثہ کیا،پھر جلاد کو قتل کا حکم دیا آپ اس حکم پر بہت ہنسے وجہ پوچھی تو فرمایا تیرے ظلم اور رب تعالیٰ کے حلم پر ہنستا

ہوں،جب ذبح کے لیے آپ کو لٹایا گیا تو آپ یہ پڑھ کر قبلہ رو لیٹے "اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ" الخ۔حجاج بولا انہیں غیر قبلہ کی طرف لٹاؤ تو آپ نے پڑھا "فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ" حجاج بولا انہیں اوندھا لٹاؤ،آپ نے پڑھا "مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِیۡهَا نُعِیۡدُكُمۡ" الخ،حجاج بولا انہیں ذبح کردو آپ بولے اے حجاج میرے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا گواہ رہ تیرا میرا فیصلہ رب کے ہاں ہوگا،پھر آپ نے دعا کی الٰہی اب میرے بعد تو حجاج کو کسی کے قتل پر قابو نہ دے چنانچہ آپ کو ذبح کردیا گیا آپ کے قتل کے بعد حجاج پندرہ دن زندہ رہا اس کے پیٹ میں زخم ہوگیا حکیم کو بلایا گیا اس نے گوشت کی بوٹی دھاگے میں باندھ کر اس کے حلق کے اندر لٹکائی۔جب نکالی تو وہ خون سے لتھڑی ہوئی تھی اس نے کہا کہ اب تو بچ نہیں سکتا۔وہ چیختا تھا کہ مجھے سعید ابن جبیر سے پناہ نہیں وہ مجھے سونے نہیں دیتے جب میں سونے کا ارادہ کرتا ہوں وہ میرا پاؤں پکڑ کر جھنجھوڑ تے ہیں اسی حالت میں حجاج مرا، حضرت سعید کا مزار عراق کے شہر واسط میں ہے آپ کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

(۷)سعید ابن ابراہیم: آپ ابراہیم ابن عبدالرحمٰن ابن عوف کے فرزند ہیں،زہری قرشی ہیں،مدینہ کے قاضی رہے،بہتّر سال عمر پائی،۱۲۵ ایک سو پچیس میں وفات ہوئی۔

سعید ابن ہشام: آپ انصاری ہیں،حضرت ابن عمر،عائشہ صدیقہ وغیرہم سے ملاقات ہے۔

(۸)سفیان ابن دینار: آپ تمار ہیں،کوفی ہیں،حضور کی قبر کی زیارت کی ہے۔

(۹)سفیان ثوری: آپ سفیان ابن سعید ہیں،ثوری کوفی ہیں،اپنے زمانہ میں امام المسلمین حجۃ اللہ علی الخلق تھے، فقیہ، مجتہد،محدث،عابد،زاہد اور متقی تھے،حدیث وغیرہ علوم کے جامع تھے۔قطب اسلام تھے ارکان دین میں سے تھے سلیمان ابن عبدالملک کے زمانہ ۹۹ھ میں پیدائش ہے۔بڑے بڑے محدثین فقہاء آپ کے شاگرد ہیں،بصرہ میں ۱۶۱ ایک سو اکسٹھ میں وفات پائی۔

(۱۰)سفیان ابن عیینہ: آپ بنی ہلال کے مولٰی تھے ۱۰۷ھ ایک سو سات میں پندرہ شعبان کوفہ میں پیدا ہوئے،آپ وقت کے امام عالم حجۃ زاہد تھے ایک خلقت نے آپ سے احادیث لیں۔علماء فرماتے ہیں کہ اگر امام مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز سے علم جاتا رہتا آپ یکم رجب ۱۹۸ ایک سو اٹھانوے میں مکہ معظّمہ میں فوت ہوئے،حجون میں دفن ہوئے،۷۰ حج کیے۔

(۱۱) سلیمان ابن حرب: آپ بصری ہیں،مکہ معظّمہ کے قاضی رہے علماء بصرہ سے ہیں،آپ سے دس ہزار احادیث مروی ہیں، کبھی آپ نے کوئی کتاب ہاتھ میں نہ لی ابو حاتم فرماتے ہیں کہ بغداد میں ان کے مدرسہ میں حاضر ہوا چالیس ہزار شاگرد آپ کی مجلس درس میں دیکھے صفر ۱۴۰ ایک سو چالیس میں پیدا ہوئے،۱۵۸ ایک سو اٹھاون میں طلب علم حدیث کے لیے نکلے انیس سال حضرت حماد کے ساتھ رہے آپ سے امام احمد وغیرہ نے احادیث لیں ۲۲۴ دو سو چوبیس میں وفات ہوئی۔

(۱۲) سلیمان ابن ابی مسلم: آپ کا لقب احول ہے مکی تابعی ہیں،حجاز کے ثقہ و معتبر لوگوں میں سے ہیں،اس زمانہ کے امام تھے۔

(۱۳) سلیمان ابن ابی حیثمہ: آپ قرشی عدوی ہیں،فضلاء مسلمین میں سے ہیں، جلیل الشان تابعی ہیں۔

(۱۴) سلیمان ابن مولٰی میمونہ: یہ سلمان ابن یسار کے علاوہ اور صاحب ہیں۔

(۱۵) سلیمان ابن عامر: آپ سلیمان ابن کندی ابن عامر ہیں،مرو کے باشندے ہیں۔

(۱۶)سلیمان ابن یسار: آپ کی کنیت ابو ایوب ہے،ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں،آپ کے بھائی ابن یسار بھی اہل مدینہ سے ہیں،عظیم الشان تابعی فقیہ،فاضل ثقہ،عابد،متقی تھے آپ سات فقہاء میں سے تھے تہتر سال عمر پائی ۱۰۷ ایک سو سات میں وفات ہوئی۔

(۱۷)سالم ابن عبداللہ: آپ حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں،کنیت ابو عمرو ہے،قرشی،عدوی مدنی ہیں،فقہاء مدینہ اور افضل تابعین سے ہیں،۱۰۶ ایک سو چھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

(۱۸)سالم ابن ابی الجعد: آپ کے والد کا نام رافع کنیت ابوجعد ہے آپ کوفی ہیں،تابعین کے ثقہ ہیں،۹۷ ستانوے میں آپ کی وفات ہے۔

(۱۹)سیار ابن سلامہ: آپ کی کنیت ابو المنہال ہے،بصری تمیمی مشہور تابعی ہیں۔

(۲۰)سماک ابن حرب: آپ ذہلی ہیں،کنیت ابو مغیرہ ہے آپ سے دوسو احادیث مروی ہیں،ابن مبارک نے آپ کو ضعیف کہا ۱۲۳ ایک سو تئیس میں وفات ہوئی۔

(۲۱)سوید ابن وہب: آپ ابن عجلان کے شیخ ہیں۔

(۲۲)ابو سائب: آپ ہشام ابن زہرہ کے آزاد کردہ ہیں،تابعی ہیں۔

(۲۳)ابو سلمہ: آپ اپنے چچا عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف سے روایات لیتے ہیں،زہری قرشی ہیں،سات فقہاء میں سے ہیں،مدینہ منورہ کے باشندے تھے۔بہتّر سال عمر پائی چورانوے میں وفات ہوئی۔

(۲۴)ابو سورہ: آپ نے اپنے چچا ابو ایوب اور عدی ابن حاتم سے روایات لیں ابن معین نے آپ کو ضعیف کہا ہے،امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو فرماتے سنا کہ یہ منکر الحدیث ہیں۔

س ---صحابیات

(۱)سودہ بنت زمعہ: آپ ام المؤمنین یعنی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،آپ پہلے اپنے چچا زاد سکران ابن عمرو کے نکاح میں تھیں ان کی وفات کے بعد حضور کے نکاح میں آئیں،حضور انور نے آپ سے نکاح مکہ معظّمہ میں ہجرت سے پہلے بی بی خدیجہ کی وفات کے بعد کیا گویا ہماری پہلی ماں حضرت خدیجہ ہیں،دوسری ماں بی بی سودہ ہیں،مدینہ منورہ کی طرف آپ نے ہجرت کی آخر میں آپ نے اپنی باری جناب عائشہ صدیقہ کو دے دی تھی ۵۴ھ چون میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۲)ام سلمہ: آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے،پہلے حضرت ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں، ۴ھ چار میں جب ابو سلمہ کا انتقال ہوگیا تو حضور انور کے نکاح میں آئیں۔اسی سال شوال کے مہینہ میں نکاح ہوا آپ کی عمر چوراسی سال ہوئی ۵۹انسٹھ میں وفات ہوئی۔آپ سے آپ کی بیٹی زینب اور عائشہ صدیقہ وغیرہما نے روایات لیں۔

(۳)ام سلیم: آپ ملحان کی بیٹی ہیں،آپ کا نام سہلہ یا رمانہ یا ملیکہ یا غمیصہ یا رمیصا ہے،آپ کا نکاح مالک ابن نضر سے ہوا جو حضرت انس کے والد ہیں،حضرت انس مالک ابن نضر کے بیٹے ہیں،آپ کے شکم سے پھر مالک مشرک ہو کر ہی قتل ہوا،آپ ایمان لائیں ابو طلحہ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا آپ بولیں کہ اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو تم سے نکاح کرلوں گی اور سواء اسلام کے کوئی مہر نہ لوں گی چنانچہ ابو طلحہ ایمان لائے اور آپ سے نکاح کیا،ایک مخلوق نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

(۴)سبعہ بنت حارث: آپ اسلمیہ ہیں،سعد ابن خولہ کی زوجہ سعد کی وفات،حجۃ الوداع میں مکہ معظّمہ میں ہوئی۔

(۵)سہیمیہ بنت عمیر: آپ مزینہ ہیں،رکانہ ابن عبد زید کی بیوی ہیں۔
(۶)سلامہ بنت حر: آپ ازدیہ یا فزاریہ۔
(۷) سلمٰی: آپ رافع کی والدہ اور ابو رافع کی بیوی ہیں،حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی دائی یعنی دودھ کی ماں ہیں،حضرت فاطمہ کو بنت عمیس کے ساتھ غسل میت دیا۔

ش۔۔۔صحابہ کرام

(۱)شداد ابن اوس: آپ کی کنیت ابو یعلیٰ ہے انصاری ہیں،حضرت حسان بن ثابت کے چچا زاد بھائی ہیں،آخر میں بیت المقدس میں رہے پچھتّر سال عمر ہوئی،۸۵ پچاسی میں وفات پائی،شام میں مزار ہے،عبادہ ابن صامت اور ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ انہیں علم و حکمت عطا ہوئی۔
(۲)شریح ابن ہانی: آپ کی کنیت ابو المقدام ہے،حارثی ہیں،حضور انور نے آپ کے والد کی کنیت ابو شریح رکھی چنانچہ ہانی ابن یزید کی کنیت ابو شریح ہے حضرت علی کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
(۳)شرید ابن سوید: آپ ثقفی ہیں،حضر موت کے رہنے والے۔
(۴)شکل ابن حمید: آپ عبسی ہیں،آپ سے آپ کے بیٹے شبیر نے روایات لیں۔
(۵)شریک ابن سحماء: خیال رہے کہ سحماء آپ کی ماں کا نام ہے آپ کے والد کا نام عبدہ ابن مغیث ہے،آپ کو ہی بلال ابن امیہ نے زنا کی تہمت لگائی تھی اپنی بیوی سے اور پھر لعان کیا تھا،آپ اپنے والد عبدہ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے رضی اللہ عنہم۔
(۶)ابو شبرمہ: خیال رہے کہ شبرمہ شین کے پیش با کے سکون سے ہے آپ صحابی ہیں،حضور انور کے زمانہ پاک میں ہی آپ کی وفات ہوگئی تھی۔
(۷)ابو شریح: آپ کا نام خویلد ابن عمر ہے،کعبی عدوی،خزاعی ہیں،فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے ۶۸ اڑسٹھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی،اپنی کنیت میں مشہور ہے۔

ش۔۔۔تابعین کرام

(۱)شفیق ابن ابی سلمہ: آپ کی کنیت ابو وائل ہے اسدی ہیں حضور انور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کرسکے فرماتے ہیں کہ میں حضور انور کے ظہور نبوت کے وقت بیس سال کا تھا جنگل میں اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا بہت صحابہ سے ملاقات ہے،حضرت ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں ہیں،بڑے محدث اور ثقہ تھے ۹۹ھ میں یا حجاج کے زمانہ میں وفات پائی۔
(۲)شریق ہوزنی: تابعی ہیں حضرت عائشہ صدیقہ سے احادیث لیں۔
(۳)شریک ابن شہاب: آپ حارثی بصری ہیں،حضرت ابو برزہ اسلمی سے احادیث کے راوی۔
(۴)شریح ابن عبیدہ: آپ حضرمی ہیں چند صحابہ سے روایات لیتے ہیں۔
(۵)شعبی: آپ کا نام شرحبیل ہے،کوفی ہیں،خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے،پانچ سو صحابہ سے ملاقات ہے،فرماتے ہیں میں نے کبھی کوئی حدیث کاغذ پر نہیں لکھی یعنی دل میں لکھیں۔ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ میں عبداللہ ابن عباس امام تھے پھر اپنے زمانہ میں شعبی پھر اپنے زمانہ میں سفیان ثوری اور امام زہری کہتے ہیں کہ علماء چار ہوئے: مدینہ منورہ میں سعید ابن

مسیب،کوفہ میں امام شعبی،بصرہ میں خواجہ حسن بصری اور شام میں مکحول،آپ نے بیاسی سال عمر پائی ۱۰۴ ایک سو چار میں وفات ہوئی۔

(٦)ابن شہاب: آپ کا نام زہری ہے آپ کے حالات ز کی تختی میں بیان ہوچکے ہیں۔

ش۔۔۔صحابیات

(١)شفاء بنت عبداللّٰه: آپ قرشیہ عدویہ ہیں،آپ کا نام لیلیٰ ہے لقب شفاء ہجرت سے پہلے ایمان لائیں بڑی عقل و سمجھ والی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر تشریف لاتے تھے وہاں آرام فرماتے تھے آپ نے حضور کے لیے بستر وتہبند علیحدہ رکھا ہوا تھاجس میں حضور آرام فرماتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضور انور کو پہلے دودھ آپ نے ہی پلایا۔

(٢)ام شریک: آپ انصاریہ ہیں،فاطمہ بنت قیس کی عدت کے بیان میں آپ کا ذکر آتا ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ام شریک عتبہ انصاری کی زوجہ ہیں۔خیال رہے کہ ایک ام شریک قرشیہ بھی ہیں جولوی ابن غالب کی اولاد سے ہیں،یہ انصاریہ ہیں۔

ص۔۔۔صحابہ کرام

(١)صفوان ابن عسال: آپ مرادی ہیں،کوفہ میں قیام رہا۔

(٢)صفوان ابن معطل: آپ کی کنیت ابو عمرو ہے سلمی ہیں،تمام غزوات میں شریک ہوئے،حضرت ام المؤمنین کی تہمت کا واقعہ آپ ہی کے متعلق ہوا،آپ بڑے متقی اور صاحبِ خیر شجاع تھے،۱۰دس میں غزوہ آرمینیا میں شہید ہوئے،ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی مشہور صحابی ہیں۔

(٣)صفوان ابن امیہ: آپ امیہ ابن خلف کے بیٹے ہیں،جمحی قرشی ہیں،فتح کے دن بھاگ گئے تھے عمیر ابن وہب نے آپ کے لیے امان حاصل کی۔حضور انور نے امن دے دی عمیر آپ کو تلاش کرکے لائے آپ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوکر بولے عمیر نے مجھ سے کہا کہ آپ نے مجھے اس شرط پر امان دی ہے کہ میں دو ماہ تک سفر میں رہوں حضور انور نے امان عطا فرمائی آپ حنین اور طائف میں شریک ہوئے،حضور انور نے آپ کو غنیمت سے بہت مال عطا فرمایا آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ حاضر ہوئے،آپ کی بیوی آپ سے ایک ماہ پہلے ایمان لائیں۔صفوان کے ایمان لانے پر حضور نے آپ کا نکاح قائم رکھا،حضرت صفوان نے مکہ معظّمہ میں ۴۲ بیالیس میں وفات پائی،آپ غزوہ طائف میں ایمان لائے۔

(۴)صخرابن وداعہ: آپ غامدی ہیں،ازدی ہیں،طائف میں رہے۔

(۵)صخر ابن حرب: آپ کی کنیت ابو سفیان ہے امیر معاویہ کے والد،آپ کا ذکر سین کی تختی میں ہوچکا ہے۔

(٦)صہیب ابن سنان: آپ عبداللّٰه بن جدعان کے آزاد کردہ ہیں،تیمی ہیں،آپ کی کنیت ابو یحییٰ ہے آپ کا وطن موصل کے علاقہ میں تھا،رومیوں نے ان پر حملہ کیا آپ کو غلام بنالیا اس وقت آپ بچے تھے پھر رومیوں میں آپ کی پرورش ہوئی حتی کہ آپ کو عبداللّٰہ ابن جدعان نے خرید کر آزاد کیا۔آپ اور عمار ابن یاسر ایک ہی دن مکہ معظّمہ ایمان لائے،جب کہ حضور انور دار ارقم میں تھے اور اس وقت تک تیس سے کچھ زیادہ آدمی مسلمان ہوئے تھے مکہ معظّمہ میں آپ کو اسلام کی وجہ سے بہت سخت ایذائیں دی گئیں،پھر آپ مدینہ منورہ ہجرت کرکے آگئے،آپ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی"وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ"نوے سال عمر ہوئی،مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت بقیع میں دفن ہوئے۔

(۷)صعب ابن جثامہ: آپ لیثی ہیں،ودان اور ابواء میں قیام پذیر رہے تھے،خلافت صدیقی میں وفات ہے۔

(۸)صنابحی: آپ اسی نام سے مشہور ہیں کیونکہ آپ صنابح ابن زاہر ابن عامر قبیلہ سے ہیں جو مراد کے خاندان میں سے ہے آپ کا اصلی نام عبداللہ ہے۔

(۹)ابو صرمہ: آپ کا نام مالک ابن قیس ہے مازنی ہیں،بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

ص۔۔۔تابعین عظام

(۱)صالح ابن خوات: آپ انصاری مدنی ہیں،ابو سہل ابن ابی حثمہ سے آپ کی ملاقات ہے۔

(۲)صالح ابن درہم: آپ باہلی ہیں،حضرت ابوہریرہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(۳)صالح ابن حسان: مدنی ہیں،بصرہ میں رہے امام بخاری کہتے ہیں،منکر الحدیث ہیں۔

(۴)صخرابن عبداللہ: آپ عبداللہ ابن بریدہ کے بیٹے ہیں،اپنے والد اور دادا سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(۵)صفوان ابن سلیم: آپ زہری ہیں،حمید ابن عبدالرحمٰن ابن عوف کے آزاد کردہ ہیں،جلیل القدر تابعی ہیں،اہلِ مدینہ سے ہیں،بندگانِ صالحین سے ہیں،چالیس سال زمین سے پیٹھ نہ لگائی،زیادہ سجدہ کی وجہ سے پیشانی میں گڑھا پڑ گیا تھا کبھی بادشاہی عطیہ قبول نہیں کیاآپ کے بہت فضائل ہیں،۱۳۲ ایک سو بتیس میں وفات پائی۔

(۶)ابوصالح: آپ کا نام ذکوان ہے سمان اور زیات لقب ہے مدنی ہیں،چونکہ تیل اور گھی کوفہ لے جاتے تھےاس لیے آپ کے یہ القاب ہوئے۔ام المؤمنین جویریہ بنت حارث کے آزاد کردہ ہیں،آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔

ص۔۔۔صحابیات

(۱)صفیہ: آپ حی ابن اخطب کی بیٹی ہیں،بنی اسرائیل سے ہیں،حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں،پہلے کنانہ ابن ابی حقیق کے نکاح میں تھیں جو جنگ خیبر میں مارا گیا یعنی محرم ۷ سات میں آپ قید ہو کر آئیں اور دحیہ کلبی ابن خلیفہ کلبی کے حصہ میں آئیں،حضور انور نے سات غلام انہیں دے کر ان سے خریدلیں انہیں آزاد فرما کر خود ان سے نکاح فرمالیا یعنی ام المؤمنین ہیں،۵۰ پچاس میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی،بقیع میں دفن ہوئیں،آپ سے حضرت انس اور عبداللہ ابن عمر وغیرہما نے احادیث روایت کیں۔

(۲)صفیہ بنت عبدالمطلب: آپ حضور انور کی پھوپھی ہیں،اسلام سے پہلے حارث ابن حرب کے نکاح میں تھیں اس کی موت کے بعد عوام ابن خویلد کے نکاح میں آئیں ان سے حضرت زبیر پیدا ہوئے،بہت عمر پائی خلافت فاروقی ۲۰ بیس میں وفات پائی تہتّر سال عمر ہوئی مدینہ منورہ کے قبرستان میں بقیع میں دفن ہوئیں۔

(۳)صفیہ بنت ابی عبید: آپ ثقفیہ ہیں،مختار ابن ابی عبید کی بہن ہیں،عبداللہ ابن عمر کی زوجہ حضور انور کی صحبت یافتہ ہیں،آپ کے کلام سنے مگر کسی حدیث کی حضور سے روایت نہیں کی حضرت عائشہ حفصہ وغیرہم سے روایات لیتی ہیں۔

(۴)صفیہ بنت شیبہ: آپ جمحی ہیں۔حق یہ ہے کہ آپ نے حضور انور سے احادیث روایت نہیں کیں۔

(۵)صماء بنت بسر: آپ مازنیہ ہیں،صحابیہ ہیں،آپ کا نام بہیمہ ہے،صماء لقب ہے۔

ض۔۔۔صحابہ کرام

(۱)ضماد ابن ثعلبہ: آپ قبیلہ ازدشنوءہ سے ہیں،اسلام سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دوست تھے آپ طبیب بھی تھے اور دوم درود کرنے والے بھی اسلام کی ابتداء میں ہی مسلمان ہوگئے تھے،جب حضور انور نے آپ کو قرآن سنایا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات سمندر کی تہہ تک پہنچے ہوئے ہیں،حضرت ابن عباس وغیرہ نے آپ سے روایات لیں ہیں۔

(۲)ضحاک ابن سفیان: آپ کلابی عامری اہل مدینہ سے ہیں،نجد جایا کرتے تھے،حضور انور نے آپ کو آپ کی قوم کا حاکم بنایا،آپ سو پہلوانوں کے برابر سمجھے جاتے تھے بہادری کی وجہ سے،خطرہ کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر شریف کے پاس ننگی تلوار لے کر کھڑے ہوتے تھے حفاظت کے لیے۔

ض۔۔۔تابعین عظام

(۱)ضحاک ابن فیروز: آپ دیلمی تابعی ہیں،آپ کا شمار اہلِ بصرہ میں ہے۔

(۲)ضرار ابن صرد: آپ کی کنیت ابو نعیم ہے،لقب طحان،کوفی ہیں،معتمر ابن سلیمان سے آپ کی ملاقات ہے علی ابن منذر وغیرہ آپ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

ط۔۔۔صحابہ کرام

(۱)طلحہ ابن عبید اللہ: آپ کی کنیت ابو محمد ہے،قرشی ہیں،عشرہ مبشرہ سے ہیں،پرانے مؤمن ہیں،سوا بدر کے تمام غزوات میں شریک ہوئے،بدر کے دن حضور انور نے انہیں سعید ابن زید کے ساتھ ابوسفیان کے قافلہ کی تحقیق کے لیے بھیجا تھا آپ عین بدر کے دن واپس ہوئے،احد کے دن حضور انور کی حفاظت اپنے ہاتھ سے کی،چوبیس زخم کھائے ہاتھ کی انگلی بے کار ہو گئی،بعض روایات میں ہے کہ اس دن آپ نے پچھتّر زخم کھائے تلواروں نیزوں وغیرہ کے،جمل کے واقعہ میں جمعرات کے دن ۳۰ھ تیس میں بیس جمادی آخرہ کو شہید ہوئے،چونسٹھ سال عمر پائی بصرہ میں دفن ہوئے،مترجم نے قبر شریف کی زیارت کی ہے۔

(۲)طلحہ ابن براء: آپ انصاری ہیں،حضو انور کے زمانہ پاک میں آپ کی وفات ہوئی،حضور انور نے جنازہ پڑھایااور دعا کی کہ الٰہی تو اس سے راضی ہو کر ملاقات فرما اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے۔

(۳)طلق ابن علی: آپ کی کنیت ابو علی ہے حنفی یمانی ہیں،طلق ابن ثمامہ بھی آپ کو کہا جاتا ہے۔

(۴)طارق ابن شہاب: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے بجلی کوفی ہیں،حضور انور کی زیارت کی مگر آپ سے احادیث بہت ہی کم مروی ہیں،خلافت صدیقی وفاروقی میں۳۳ تینتیس جہاد کیے اور ۸۲ھ میں وفات پائی۔

(۵)طارق ابن سوید: آپ صحابی ہیں،آپ سے ایک حدیث شراب کے متعلق مروی ہے۔

(۶) طفیل ابن عمرو: آپ دوسی ہیں،مکہ معظّمہ میں ہی ایمان لے آئے تھے،پھر اپنی قوم میں چلے گئے،حضور انور کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے،حضور انور کی وفات تک وہاں ہی رہے۔حق یہ ہے کہ خلافت صدیقی میں یمامہ کے جہاد میں شہید ہوئے،آپ کا شمار اہل حجاز میں ہے۔

(۷)ابو طفیل: آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے لیثی کنانی ہیں،حضور انور کی صحبت پاک میں آٹھ سال رہے ۱۰۲ ایک سو دو میں وفات ہوئی آپ آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین صحابہ سے خالی ہو گئی۔

(۸)ابو طیبہ: آپ کا نام نافع ہے محیصہ ابن مسعود انصاری کے غلام تھے حجام تھے یعنی فصد کھولنے والے جراح آپ نے حضور کی فصد کھولی۔(مترجم)

(۹)ابو طلحہ: آپ کا نام زید ابن سہل ہے،انصاری نجاری ہیں،اپنی کنیت میں مشہور ہیں،حضرت انس کے سوتیلے والد اعلیٰ درجہ کے تیر انداز تھے حضور انور نے فرمایا کہ لشکر میں ابو طلحہ کی صرف آوازبڑی جماعت سے بہتر ہے ۷۷ ستتر سال عمر پائی ۳۱ھ اکتیس میں وفات ہوئی بیعت عقبہ میں ستر انصاریوں کے ساتھ آپ آئے تھے۔پھر غزوہ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔آپ سے ایک جماعت نے روایات کیں۔

ط۔۔۔تابعین عظام

(۱) طلحہ ابن عبداللہ: آپ عبداللہ ابن کریز کے فرزند ہیں،خزاعی ہیں،تابعی ہیں اہل مدینہ سے ہیں۔بہت صحابہ سے ملاقات ہے۔

(۲) طلحہ ابن عبداللہ: آپ عبداللہ ابن عوف کے بیٹے ہیں۔زہری قرشی ہیں،مشہور تابعی ہیں،اہل مدینہ سے ہیں،بڑے سخی تھے اپنے چچا عبدالرحمٰن ابن عوف سے احادیث لیتے، ۹۹ھ ننانوے میں وفات ہوئی۔

(۳) طلق ابن حبیب: آپ عنزی بصری ہیں،بہت عبادت گزار تھے بہت صحابہ سے ملاقات ہے۔

(۴) طفیل ابن ابی ابن کعب: آپ انصاری ہیں،تابعی ہیں،آپ کی احادیث حجاز میں بہت مشہور ہیں۔

(۵)طاؤس ابن کیسان: آپ خولانی ہمدانی یمانی ہیں،اصل میں فارسی النسل ہیں،بڑے عالم و عامل تھے،۱۰۵ ایک سو پانچ میں وفات ہوئی۔

(۶)ابو طالب: آپ کا نام عبد مناف ابن عبدالمطلب ابن ہاشم قرشی ہاشمی ہیں،حضور انور کے چچا حضرت علی کے والد ماجد ہیں،آپ نے حضور انور کی پرورش کی اور بڑی حفاظت کی آپ کی وفات کے بعد کفار مکہ نے حضور انور کو بہت ایذا دیں۔آپ کی اور جناب خدیجہ کی وفات میں صرف ایک ماہ پانچ دن کا فاصلہ ہے،ابو طالب کی وفات کے بعد ہی حضور انور تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے۔خیال رہے کہ ابو طالب نے شرعی ایمان قبول نہیں کیا ورنہ ان کا شمار اول درجے کے صحابہ میں ہوتا،آپ کی بیوی فاطمہ بنت اسد اور آپ کے بیٹے علی،عقیل اور جعفر ایمان لائے،ابوطالب نے ایمان قبول نہیں کیا،فاطمہ بنت اسد کی قبر مدینہ منورہ میں ہے۔فقیر نے زیارت کی ہے،آپ نے جناب آمنہ کی طرح حضور انور کی پرورش کی۔

(۷)ابن طاب: یہ وہ صاحب ہیں جن کی طرف کھجور کی ایک قسم منسوب ہے جسے رطب ابن طاب کہتے ہیں۔

ظ۔۔۔صحابہ کرام

(۱) ظہیر ابن رافع: آپ حارثی انصاری اوسی ہیں،دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے،پھر بدر وغیرہ غزوات میں شامل ہوئے۔خیال رہے کہ ظہیر کے والد رافع یہ اور ہیں رافع ابن خدیج نہیں ہیں۔

ع۔۔۔صحابہ کرام

(۱) عمر ابن خطاب: آپ کا لقب فاروق ہے،کنیت ابو حفص عدوی قرشی ہیں،نبوت کے چھٹے یا پانچویں سال ایمان لائے آپ سے پہلے چالیس مرد گیارہ عورتیں مسلمان ہوچکے تھے۔بعض نے فرمایا کہ آپ سے چالیس مؤمنوں کا وعدہ پورا ہوا آپ کے ایمان لانے کے دن مکہ میں اسلام چمکا تین دن پہلے حضرت حمزہ ایمان لاچکے تھے۔آپ کی بہن فاطمہ بنت خطاب آپ کے ایمان کا ذریعہ بنیں اس دن حضور انور دارارقم میں تھے،صفا کے پاس جب آپ وہاں پہنچے تو جناب حمزہ حضور انور کے پاس تھے آپ نے دروازہ بجایا حاضرین بارگاہ باہر آئے جناب حمزہ نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا عمر ہیں حضور انور باہر نکلے آپ کے دامن کو جھٹکا دیا آپ کھڑے نہ رہ سکے بیٹھ گئے دو زانو حضور نے فرمایا اے عمر کیا ابھی تمہارے ایمان کا وقت نہیں آیا آپ نے فورًا کلمہ پڑھ

لیا،حاضرین نے خوشی سے نعرہ تکبیر لگایا جو حرم شریف میں سنا گیا آپ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں ہیں، حضور انور نے فرمایا خدا کی قسم تم حق پر ہو عرض کیا پھر ہم چھپتے کیوں ہیں۔چنانچہ مسلمان دو صفوں میں نکلے ایک میں حضرت حمزہ تھے دوسری صف میں حضرت عمر آپ کے سینے سے چکی کی سی آواز نکل رہی تھی آپ کو اور حضرت حمزہ کو کفار قریش نے مؤمنین کی صف میں دیکھا تو ان کے ہاں صف ماتم بچھ گئی بہت غمگین ہوئے حضور نے آپ کو فاروق کا لقب دیا جب آپ ایمان لائے تو جبریل امین حاضر خدمت ہوکر بولے یارسول اللہ آج حضرت عمر کے ایمان پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی ہے۔حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں اگر تمام دنیا والوں کے علوم ایک پلہ میں رکھے جاویں اور حضرت عمر کا علم دوسرے پلہ میں تو حضرت عمر کا علم وزنی ہوگا۔حضرت عمر کی وفات سے نو حصے علم اٹھ گیا دسواں حصہ باقی رہ گیا،آپ حضور کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے،پہلے آپ ہی کا لقب امیر المؤمنین ہوا ابوبکر صدیق کے بعد آپ خلیفہ ہوئے،آپ چھبیس ذی الحجہ ۲۳ھ تئیس بدھ کے روز ایک یہودی غلام ابو لولو کے خنجر سے محراب النبی میں نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید کیے گئے اور دسویں محرم اتوار کے دن ۲۴ھ کو پہلوئے مصطفوی میں گنبدِ خضرا کے اندر دفن کیے گئے ساڑھے دس سال خلافت کی تریسٹھ سال عمر پائی،حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔خیال رہے کہ آپ سے پانچ سو انتالیس احادیث مروی ہیں دس حدیثیں متفق علیہ ہیں،نو حدیثیں صرف بخاری میں ہیں پندرہ حدیثیں مسلم میں ہیں۔(مترجم از حاشیہ)عمر کے معنی ہیں آباد کرنے والے آپ نے اسلام کو آباد کیا آپ کی شہادت سے اسلام گویا یتیم ہوگیا۔(مترجم)

(۲)عمر ابن ابی سلمہ: آپ کے والد ابو سلمہ کا نام عبداللہ ابن عبدالاسد ہے،آپ مخزومی قرشی ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں یعنی جناب ام سلمہ کے فرزند آپ حبشہ میں پیدا ہوئے،۲ ہجری میں حضور انور کی وفات کے وقت نو سال کے تھے عبدالملک ابن مروان کی حکومت میں ۸۳ تراسی میں وفات پائی۔

(۳)عثمان ابن عفان: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اموی قرشی ہیں،آپ شروع اسلام میں ہی حضرت ابوبکر صدیق کی تبلیغ سے انہیں کے ہاتھ پر اسلام لائے ابھی حضور انور دار ارقم میں نہیں گئے تھے آپ نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کیں آپ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ آپ کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ بیمار تھیں حضور انور کے حکم سے مدینہ منورہ میں رہے حضور نے بدر کی غنیمت سے حصہ آپ کو دیا،نیز صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بیعت الرضوان میں جسمًا شریک نہ ہوئے کیونکہ حضور انور نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر اہل مکہ کے پاس صلح کی بات چیت کرنے بھیجا تھااور یہ بیعت آپ کے پیچھے ہوئی تھی اس خبر پر کہ عثمان کو اہل مکہ نے شہید کردیا۔حضور انور نے اپنے بائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور آپ نے داہنے ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ محمد مصطفٰی کا ہاتھ ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور بیعت کی چونکہ حضور انور کی دو بیٹیاں رقیہ و کلثوم آگے پیچھے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں اسی لیے آپ کا لقب ذوالنورین ہے یعنی دو نور والے۔آپ یکم محرم ۲۴ چوبیس کو خلیفہ بنے بیاسی سال عمر پائی بارہ برس خلافت کی آپ کو اسود تجیبی مصری نے یا کسی اور نے شہید کیا اور جنت البقیع کے کنارے پر دفن ہوئے،شہادت اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن ۳۵ پینتیس کو ہوئی۔

(۴)عثمان ابن عامر: آپ کی کنیت ابو قحافہ ہے حضرت ابوبکر صدیق کے والد ماجد ہیں،قرشی تیمی ہیں،فتح مکہ کے دن ایمان لائے خلافت فاروقی تک زندہ رہے ۱۴ھ چودہ میں فات پائی ۹۷ ستانوے سال عمر ہوئی آپ سے ابوبکر صدیق اور اسماء بنت صدیق نے روایات لیں۔

(۵) عثمان ابن مظعون: آپ کی کنیت ابو سائب ہے جمحی قرشی ہیں، تیرہ مردوں کے بعد ایمان لائے دو ہجرتیں کیں غزوہ بدر میں شریک ہوئے،زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہ پی آپ مدینہ منورہ میں پہلے مہاجرین ہیں جن کی وفات ہوئی ہجرت کے ۳۰ ماہ بعد وفات پائی، حضور انور نے آپ کی میت کی پیشانی چومی بعد دفن فرمایا کہ تم ہمارے بہترین پیش رو ہو،جنت بقیع میں دفن ہوئے،بڑے عابد زاہد تھے آپ سے آپ کے بیٹے سائب نے اور بھائی قدامہ ابن مظعون نے احادیث لیں۔

(۶) عثمان ابن طلحہ: آپ عبدری،قرشی جمحی ہیں،۴۲ بیالیس میں مکہ معظّمہ میں وفات پائی۔

(۷) عثمان ابن حنیف: آپ انصاری ہیں، سہل کے بھائی ہیں،آپ کو حضرت عمر نے سواد عراق اور جہانیہ کا حاکم بنایا تھا وہاں کے باشندوں کفار پر جزیہ قائم کیا تھا پھر حضرت علی نے بصرہ کا حاکم بنایا وہاں سے آپ کو طلحہ و زبیر نے نکال دیاجب کہ وہ دونوں جنگ جمل میں وہاں آئے پھر آپ کوفہ میں رہے امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی آپ سے بہت لوگوں نے روایات لیں۔

(۸) عثمان ابن ابو العاص: آپ ثقفی ہیں،آپ کو حضور انور نے طائف کا حاکم بنایا آپ وہاں حضرت عمر کی خلافت کے دو سال تک حاکم رہے، حضرت عمر نے آپ کو وہاں سے ہٹا کر عمان اور بحرین کا حاکم بنایا آپ حضور انور کی خدمت میں وفد بنی ثقیف میں آئے تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۹ انتیس سال تھی،آپ ۱۰ دس ہجری میں آئے تھے آخر میں بصرہ میں رہے۔وہاں ہی وفات ہوئی ۵۱ اکیاون میں وفات پائی۔حضور انور کی وفات کے بعد جب بنی ثقیف نے مرتد ہوجانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم تم آخر مؤمنین ہو اب اول مرتدین نہ بنو۔چنانچہ وہ لوگ اس حرکت سے باز رہے خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

(۹) علی ابن ابی طالب: آپ کی کنیت ابو الحسن بھی ہے اور ابو تراب بھی قرشی ہاشمی ہیں،حضور انور کے چچازاد بھائی اور داماد،بعض نے فرمایا کہ مردوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر شریف دس بارہ سال تھی سوا تبوک کے سارے غزوات میں حضور انور کے ساتھ شریک ہوئے،غزوہ تبوک میں حضور انور نے مدینہ منورہ اور اپنے گھر بار کا انتظام فرمانے کے لیے آپ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا اور فرمایا تم کو مجھ سے وہ ہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی آپ گندمی رنگ بڑی آنکھوں والے بڑے پستہ قد تھے اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن یعنی عین شہادت عثمان غنی کے دن ۳۵ پینتیس کو خلیفہ ہوئے،آپ کو عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے اٹھارہ رمضان المبارک جمعہ کے دن ۴۰ھ چالیس میں آپ پر حملہ کیا تین دن بعد آپ کی وفات ہوئی،آپ کو حسنین کریمین اور عبداللہ ابن جعفر نے غسل دیا،امام حسن نے نماز پڑھائی،عمر شریف تریسٹھ سال ہوئی،خلافت چار سال نو مہینہ چند دن ہوئی۔مترجم کہتا ہے کہ آپ کے فضائل بے شمار ہیں،آپ کے گھر میں حضور انور نے اور حضور کے گھر میں آپ نے پرورش پائی،آپ ہی نسل مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل ہیں،کوفہ کے قریب نجف اشرف میں مزار پر انوار ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔حضرت علی سے پانچ سو چھیاسی احادیث مروی ہیں جن میں بیس متفق علیہ ہیں نو بخاری کی ہیں اور پندرہ مسلم میں۔(خلاصہ)

(۱۰) علی ابن طلق: آپ حنفی یمامی ہیں،آپ سے سلم ابن سلام نے روایات لیں۔

(۱۱) عبدالرحمٰن ابن عوف: آپ کی کنیت ابو محمد ہے زہری قرشی ہیں،عشرہ مبشرہ سے ہیں،حضرت ابوبکر صدیق کی تبلیغ سے آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے دو ہجرتوں والے ہیں،حضور کے ساتھ سارے غزوات میں شریک ہوئے،غزوہ احد میں حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے غزوہ تبوک میں حضور انور نے آپ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا غزوہ احد میں بیس سے زیادہ زخم کھائے پاؤں میں

زخم کی وجہ سے لنگ ہوگیا تھا۔واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے اور ۳۲ بتیس میں وفات ہوئی بہتّر سال عمر ہوئی بقیع میں دفن ہوئے،آپ کے پیچھے حضور انور نے فجر کی ایک رکعت نماز پڑھی۔(مترجم)

(۱۲)عبدالرحمٰن ابن ابزی: آپ خزاعی ہیں،نافع ابن عبدالحارث کے آزاد کردہ ہیں،کوفہ میں قیام رہا حضرت علی نے خراسان کا حاکم مقرر فرمایا۔حضور انور کے پیچھے بہت نمازیں پڑھیں ہیں،کوفہ میں وفات پائی وہاں ہی مزار واقع ہے۔

(۱۳)عبدالرحمٰن ابن ازہر: آپ قرشی ہیں،عبدالرحمٰن ابن عوف کے بھتیجے ہیں،غزوہ حنین میں شریک ہوئے،آپ کے بیٹے عبدالحمید نے آپ سے احادیث لیں۔

(۱۴)عبدالرحمٰن ابن ابی بکر: آپ صدیق اکبر کے صاحبزادہ ہیں،عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی کہ دونوں کی ماں ام رومان ہیں،حدیبیہ کے سال اسلام لائے ابوبکر صدیق کے سب سے بڑے بیٹے ہیں،۵۳ھ میں وفات ہے۔

(۱۵)عبدالرحمٰن ابن حسنہ: آپ کی ماں کا نام حسنہ ہے باپ کا نام عبداللہ ابن مطاع ہے ماں کی نسبت سے مشہور ہیں۔

(۱۶)عبدالرحمٰن ابن شرحبیل: آپ شرحبیل ابن حسنہ کے بیٹے ہیں یعنی عبدالرحمٰن ابن حسنہ کے بھتیجے صحابی ہیں،فتح مصر میں شریک تھے۔

(۱۷)عبدالرحمٰن ابن یزید: آپ یزید ابن خطاب کے بیٹے ہیں یعنی عمر فاروق کے بھتیجے عدوی قرشی ہیں،آپ کو آپ کے دادا ابولبابہ حضور کی خدمت میں لائے حضور نے آپ کی تحنیک کی(گڑتی دی)اور آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا دعا برکت کی جب آپ چھ سالہ تھے تو حضور انور کی وفات ہوگئی،حضرت عمر سے روایات لیں عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں وفات ہوئی عبدالرحمٰن ابن عمر سے پہلے۔

(۱۸)عبدالرحمٰن ابن سمرہ: آپ قرشی ہیں،فتح مکہ کے دن ایمان لائے،پھر حضور انور کے ساتھ رہے آپ کا شمار اہل بصرہ سے ہے ۵۱ اکیاون میں وہاں ہی وفات پائی ایک خلقت نے آپ سے روایات لیں۔

(۱۹)عبدالرحمٰن ابن سہل: آپ انصاری ہیں،خیبر میں قتل کیے گئے،قسامۃ کا واقعہ آپ ہی کا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

(۲۰)عبدالرحمٰن ابن شبل: آپ انصاری ہیں،اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۲۱)عبدالرحمٰن ابن عثمان: آپ تیمی قرشی ہیں،طلحہ ابن عبداللہ کے بھتیجے ہیں،آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

(۲۲)عبدالرحمٰن ابن ابی قراد: آپ اسلمی ہیں،اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے۔

(۲۳)عبدالرحمٰن ابن کعب: آپ کی کنیت ابو یعلی ہے مازنی انصاری ہیں،غزوہ بدر میں شریک ہوئے ۲۴ چوبیس میں وفات پائی آپ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی"تَوَلَّوْا وَّ اَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ"الخ۔

(۲۴)عبدالرحمٰن ابن یعمر: آپ دیلمی ہیں،صحابی ہیں۔خراسان گئے ہیں،کوفہ میں رہے ہیں۔

(۲۵)عبدالرحمٰن ابن عائش: آپ حضرمی ہیں،اہلِ شام میں آپ کا شمار ہے آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے۔حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی حدیث مرفوع مروی نہیں آپ کی روایت مرسل ہے۔

(۲۶)عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ: آپ قرشی ہیں،شامی ہیں،آپ کی صحابیت یقین سے ثابت نہیں،مضطرب الحدیث ہیں۔

(۲۷) عبداللہ ابن ارقم: آپ زہری ہیں، قرشی ہیں، فتح مکہ کے سال اسلام لائے، حضور انور کے کاتب رہے پھر جناب صدیق و فاروق کے، حضرت عمر نے آپ کو افسر مال بنایا تھا، پھر عثمان غنی نے مگر خلافت عثمانی میں آپ نے استعفا دے دیا اسی خلافت عثمانی میں وفات پائی۔

(۲۸) عبداللہ ابن ابی اوفی: آپ کے والد ابی اوفی کا نام علقمہ ابن قیس ہے آپ اسلمی ہیں، صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر اور ان کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے حضور انور کی وفات تک مدینہ منورہ میں رہے، پھر کوفہ چلے گئے، آپ کوفہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے کوفہ صحابہ سے خالی ہوگیا، ستاسی سال عمر ہوئی امام شعبی وغیرہ نے آپ سے روایات لیں۔

(۲۹) عبداللہ ابن انیس: آپ جہنی انصاری ہیں، احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شامل رہے، ۵۴ چون میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۳۰) عبداللہ ابن بسر: آپ سلمی مازنی ہیں، آپ کے ماں باپ بھائی عطیہ بہن صماء سب صحابی ہیں، شام میں رہے مقام حمص میں وفات پائی آپ کی موت اچانک وضو کرتے ہوئے ہوئی آپ شام کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے شام صحابہ سے خالی ہوگیا بعض نے فرمایا کہ وہاں کے آخری صحابی ابو امامہ ہیں۔

(۳۱) عبداللہ ابن عدی: آپ قرشی زہری ہیں، قدیر اور عسفان کے درمیان قیام رہتا تھا۔

(۳۲) عبداللہ ابن ابی بکر: آپ حضرت ابوبکر صدیق کے بیٹے ہیں، حضور انور کے ساتھ طائف میں شریک ہوئے وہاں ہی آپ کو ابو محجن ثقفی نے تیر مارا شوال گیارہ میں شروع خلافت صدیقی میں وفات پائی آپ پرانے مؤمنین میں سے ہیں۔

(۳۳) عبداللہ ابن ثعلبہ: آپ مازنی عدوی ہیں، حضور انور کی ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ۸۹ نواسی میں وفات پائی، فتح مکہ کے سال حضور انور کی زیارت کی حضور نے آپ کے چہرہ پر ہاتھ شریف پھیرا۔

(۳۴) عبداللہ ابن جحش: آپ اسدی ہیں، ام المؤمنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں، حضور انور کے دار ارقم میں جانے سے پہلے ایمان لائے دو ہجرتیں کیں اور مقبول الدعا تھے بدر میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں شہید ہوئے، پہلے آپ نے غنیمت کے پانچ حصہ کیے ایک حصہ حضور انور کا اور چار مجاہدین کے پھر قرآن مجید نے آپ کی تائید کی"وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ"الخ۔آپ کسی سریہ میں گئے تھے وہاں کی غنیمت میں سے پانچواں حصہ حضور کے لیے نکال لیا، آپ کو ابوالحکم ابن اخنس نے شہید کیا، آپ کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہوئی حضرت حمزہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیے گئے۔

(۳۵) عبداللہ ابن ابی الحمساء: آپ عامری ہیں، بصرہ والوں میں آپ کا شمار ہے۔

(۳۶) عبداللہ ابن جعفر: آپ حضرت جعفر ابن ابی طالب کے فرزند ہیں، آپ کی والدہ بی بی اسماء بنت عمیس ہیں، حبشہ میں آپ کی پیدائش ہے، حبشہ میں آپ اسلام میں پہلے ہیں جو پیدا ہوئے، آپ نے نوے سال عمر پائی ۸۰ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی بڑے سخی تھے، آپ کا لقب بحرالجود تھا، بڑے خوش طبع اور حلیم تھے، بعض کہتے ہیں کہ اسلام میں ان جیسا سخی نہیں پیدا ہوا۔

(۳۷) عبداللہ ابن جہم: آپ انصاری ہیں، حضرت بسر ابن سعید نے آپ سے روایات لیں۔

(۳۸) عبداللہ ابن جزء: آپ کی کنیت ابوالحارث ہے سہمی ہیں غزوہ بدر میں شریک ہوئے، آخر میں مصر میں قیام رہا ۸۵ پچاسی میں مصر میں وفات ہوئی۔

(۳۹) عبداللہ ابن حبش: آپ خشنی ہیں،آپ کا شمار اہل حجاز میں ہے۔

(۴۰) عبداللہ ابن ابی حدرد: آپ کے والد کا نام سلامہ ابن عمرو ہے کنیت ابو الحدرد اسلمی ہیں، صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے،پھر خیبر اور بعد کے غزوات میں،۸۱ اکیاسی سال عمر ہوئی ۷۱ اکہتّر میں وفات پائی۔

(۴۱) عبداللہ ابن حنظلہ: آپ انصاری ہیں،آپ کے والد حنظلہ غسیل الملائکہ ہیں کہ انہیں فرشتوں نے غسل میت دیا عبداللہ حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ سات سال کے تھے آپ انصار کے سردار تھے یزید کے مقابل اہل مدینہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اسی وجہ سے فتنہ حرہ میں آپ قتل کیے گئے ۶۳ تریسٹھ میں۔

(۴۲) عبداللہ ابن حوالہ: آپ ازدی ہیں،شام میں قیام رہا ۸۰ھ اسی میں شام میں وفات پائی۔

(۴۳) عبداللہ ابن خبیب: آپ جہنی ہیں،انصار کے حلیف ہیں،حجازی صحابی ہیں۔

(۴۴) عبداللہ ابن رواحہ: آپ انصاری خزرجی ہیں،انصار کے نقیب ہیں،بیعت عقبہ میں شریک ہوئے،پھر سواء فتح مکہ باقی تمام غزوات،بدر،احد،خندق وغیرہ میں شریک ہوئے کیونکہ آپ غزوہ موتہ ۸ آٹھ میں امیر تھے وہاں شہید ہوئے،آپ بڑے شاعر تھے حضور انور نے آپ کے اشعار بہت شوق سے سنے ہیں،مشہور صحابی ہیں۔

(۴۵) عبداللہ ابن زبیر: آپ کی کنیت ابوبکر ہے اسدی قرشی ہیں، حضور انور نے آپ کو آپ کے نانا جناب صدیق اکبر کی کنیت ابوبکر عطا فرمائی اور انہیں کا نام عبداللہ رکھا،آپ اسلام میں مہاجرین میں پہلے بچے ہیں جو پیدا ہوئے،ایک ہجری میں ابوبکر صدیق نے کان میں اذان دی مقام قبا میں بی بی اسماء بنت صدیق اکبر کے شکم شریف سے پیدا ہوئے،آپ انہیں حضور کی خدمت میں لائیں حضور انور نے چھوہارے سے تحنیک کی آپ کے پیٹ میں سب سے پہلے حضور کا لعاب پہنچا،پھر حضور نے آپ کو دعا برکت دی آپ کے سر اور چہرے پر کوئی بال نہ تھا،آپ بہت زیادہ نماز روزے کے عادی تھے آپ کے والد حضرت زبیر والدہ بنت صدیق نانا خود صدیق دادی بی بی صفیہ حضور کی پھوپھی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ ہیں،آٹھ سال کی عمر میں حضور سے بیعت کی آپ کو حجاج ابن یوسف نے مکہ معظّمہ میں ۱۷ سترہ جمادی آخرہ ۷۳ھ تہتّر منگل کے دن سولی دے کر ہلاک کیا ۶۴ چونسٹھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی تھی، حجاز، یمن عراق خراسان وغیرہ کے مسلمانوں نے آپ کی بیعت کرلی تھی بجز شام کے مسلمانوں نے آپ نے اپنی خلافت میں آٹھ حج لوگوں کو کرائے۔

(۴۶) عبداللہ ابن زمعہ: آپ قرشی،اسدی ہیں،آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہے۔

(۴۷) عبداللہ ابن زید: آپ زید ابن عبدربہ کے فرزند ہیں،انصاری خزرجی ہیں،بیعت عقبہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے،اسلامی اذان آپ نے ہی خواب میں دی تھی ایک ہجری میں،چونسٹھ سال عمر پائی،مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

(۴۸) عبداللہ ابن زید ابن عاصم: آپ انصاری مزنی ہیں،بدر میں شریک نہ ہوئے،احد میں شریک ہوئے،آپ نے حضرت وحشی کے ساتھ مسیلمہ کذاب کو قتل کیا،آپ ۶۳ تریسٹھ میں حرہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔

(۴۹) عبداللہ ابن سائب: آپ قرشی مخزومی ہیں،اہل مکہ نے قرأت ان سے سیکھی،آپ شہادت ابن زبیر سے پہلے مکہ معظّمہ میں فوت ہوئے۔

(۵۰) عبداللہ ابن سرجس: آپ مزنی بصری ہیں،آپ کی احادیث بصرہ والوں میں بہت مشہور ہیں۔

(۵۱)عبداللہ ابن سلام: آپ کی کنیت ابویوسف ہے اسرائیلی ہیں،یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں،بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے بنی اسرائیل کے چوٹی کے عالم تھے حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی شہادت دی آپ کے بیٹوں یوسف اور محمد وغیرہما نے آپ سے روایات لیں،مدینہ منورہ میں ۴۳ تینتالیس میں وفات ہوئی آپ کے فضائل بہت ہیں،آپ کے متعلق بہت آیات ہیں۔(مترجم)

(۵۲)عبداللہ ابن سہل: آپ انصاری حارثی ہیں،عبدالرحمٰن کے بھائی اور محیصہ کے بھتیجے خیبر میں آپ ہی کو قتل کیا گیاواقعہ مشہور ہے۔

(۵۳)عبداللہ ابن شخیر: آپ عامری ہیں،قبیلہ بنی عامر کے وفد میں آپ بھی تھے جو حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

(۵۴)عبداللہ ابن صنابحی: کا نام ابو عبداللہ ہے بعض نے آپ کو صحابہ میں شمار کیا ہے مگر قوی یہ ہے کہ صنابحی تو صحابی ہیں مگر آپ کے بیٹے تابعی ہیں۔

(۵۵)عبداللہ ابن عامر: آپ عبداللہ ابن کریز کے بیٹے ہیں،قرشی ہیں،حضرت عثمان غنی کے ماموں زاد ہیں،حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے،حضور نے آپ کو اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا دی،حضور کی وفات کے وقت آپ تیرہ سال کے تھے آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں حضرت عثمان نے بصرہ اور خرسان کا حاکم کیا،آپ قتل عثمان تک وہاں ہی حاکم رہے،امیر معاویہ کے زمانہ میں مستعفی ہوگئے،بڑے سخی کریم تھے خراسان کے فاتح آپ ہی ہیں،آپ ہی کی ولایت میں کسریٰ قتل کیا گیا آپ نے ہی بصرہ کی نہر کھدوائی فارس کے بہت سے شہر خراسان اصفہان آپ نے ہی فتح کیے ۵۹ انسٹھ میں وفات پائی آپ کے بہت فضائل ہیں۔

(۵۶)عبداللہ ابن عباس: آپ حضور انور کے چچا زاد بھائی ہیں،آپ کی والدہ لبابہ بنت حارث ہیں،یعنی ام المؤمنین میمونہ کی بہن ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے،حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی،حضور انور نے آپ کو علم و حکمت کی دعائیں دیں آپ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم،آپ نہایت حسین عالم فقیہ مجتہد تھے،حضرت عمر نے آپ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کے ساتھ آپ سے بھی مشورہ کرتے تھے آخر میں نابینا ہوگئے تھے ۶۸ اڑسٹھ میں طائف میں وفات پائی،اکتّر سال عمر ہوئی۔مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے آپ سے ایک خلق نے روایات لی ہیں۔

(۵۷)عبداللہ ابن عمر: آپ قرشی عدوی ہیں،حضرت فاروق کے فرزند اپنے والد کے ساتھ مکہ معظّمہ میں ایمان لائے،بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے۔حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور انور نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا،غزوہ خندق میں شریک ہوئے،غزوہ احد میں آپ چودہ سالہ تھے،بڑے عابد زاہد محتاط اور متبع سنت تھے،حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کرلیا سواء حضرت عبداللہ ابن عمر کے،حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر جیسا متقی،ابن عباس جیسا عالم نہ دیکھا۔حضرت نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر نے ایک ہزار غلام آزاد کیے،ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور ۷۳ تہتّر میں حضرت ابن زبیر کے قتل کے تین مہینہ بعد وفات پائی،آپ کی وصیت تو یہ تھی کہ آپ کو حل میں دفن کیا جاوے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ ذی طویٰ میں دفن کئے گئے مہاجرین کے قبرستان میں۔آپ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا آپ نے فرمایا کہ سورج تیرا انتظار نہ کرے گا وہ بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اندھا کردوں آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو ایسا کرسکتا ہے کہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے،نیز آپ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضورانور کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے ان وجوہ سے حجاج

آپ سے کینہ رکھنے لگا،اس نے ایک شخص سے کہا اس نے زہریلا نیزہ آپ کے تلوے میں چبھودیا راہ چلتے ہوئے اس سے آپ کی موت واقع ہوئی،چوراسی یا چھیاسی سال آپ کی عمر ہوئی آپ کے فضائل بہت ہیں۔

(۵۸) عبداللہ ابن عمرو ابن عاص: آپ سہمی قریشی ہیں،آپ اپنے والد سے پہلے ایمان لائے آپ کے والد آپ سے تیرہ سال بڑے تھے،آپ بڑے عالم حافظ تھے،آپ نے حضور انور سے احادیث لکھنے کی اجازت حاصل کی،آپ کی وفات میں بڑا اختلاف ہے آپ کی وفات ۶۳ھ حرہ کے واقعہ میں ہوئی یا ۷۳ تہتّر میں یا ۶۷ سرسٹھ میں مکہ معظّمہ میں یا ۵۵ میں طائف میں یا ۶۵ میں مصرمیں، یعلٰی ابن عطاء اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عمرو کے لیے سرمہ تیار رکھتی تھی تاکہ لگا کر سوئیں مگر آپ چراغ گل کردیتے تھے پھر خوفِ خدا سے رویا کرتے تھے حتی کہ آپ کی آنکھیں ابھر گئ تھیں یعنی خراب ہوگئیں تھیں۔

(۵۹) عبداللہ ابن مسعود: آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے،ہزلی ہیں،پرانے مؤمنین سے ہیں،حضرت عمر فاروق سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ اسلام کے چھٹے صاحب ہیں کہ آپ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے حضور انور کے خاص خادم تھے حضور کے صاحب اسرار تھے سفر میں حضور انور کی نعلین مسواک وضو کا برتن آپ کے پاس رہتا تھا بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور فرمایا کہ میں اپنی امت کے لیے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود ناپسند کریں،اخلاق عادات طورطریقہ میں حضور انور سے بہت ملتے جلتے تھے دبلے دراز قدم گندمی رنگ تھے حضرت عمر کے زمانہ بلکہ شروع خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے،پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی ۳۲ میں وفات ہوئی، ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی خلفاء راشدین نے آپ سے احادیث لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کرام میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتی کہ امام اعظم ابوحنیفہ آپ کی اتباع کرتے ہیں۔

(۶۰) عبداللہ ابن قرط: آپ ازدی شمالی ہیں،آپ کا نام پہلے شیطان تھا حضور انور نے عبداللہ رکھا اہلِ شام میں آپ کا شمار ہے ابو عبیدہ ابن جراح کی طرف سے حمص کے امیر رہے ۵۶ چھپن میں قتل کیے گئے روم میں شہید ہوگئے۔

(۶۱) عبداللہ ابن غنام: آپ بیاضی ہیں،آپ کا شمار اہل حجاز میں سے ہے۔

(۶۲) عبداللہ ابن مغفل: آپ مزنی ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئے اولًا مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے آپ ان گیارہ میں سے ہیں جنہیں حضرت عمر نے بصرہ بھیجا لوگوں کو علم فقہ سکھانے کے لیے،آپ نے بصرہ میں ۶۰ ساٹھ میں وفات پائی،آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لیں حسن بصری فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے افضل کوئی نہ ہوا۔

(۶۳) عبداللہ ابن ہشام: آپ قرشی تیمی ہیں،اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے آپ کو آپ کی والدہ زینب بنت حمید بچپن میں حضور انور کی خدمت میں لے گئیں، حضور انور نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا دعا کی بچپن کی وجہ سے بیعت نہ لی۔

عبداللہ ابن یزید: آپ خطمی انصاری ہیں، صلح حدیبیہ میں سترہ سالہ تھے وہاں شریک ہوئے،حضرت ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ کے گورنر رہے اسی زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی،امام شعبی آپ کے کاتب یعنی میر منشی تھے۔

(۶۴) عاصم ابن ثابت: آپ کی کنیت ابو سلیمان ہے،انصاری بدری ہیں،غزوہ رجیع میں،جب بنی لحیان نے آپ کو قتل کرکے آپ کا سر کاٹ لیا تو لاش کی حفاظت شہد کی مکھیوں نے کی آپ عاصم ابن عمر ابن خطاب کے نانا ہیں،آپ کے قتل کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضور انور نے دس آدمیوں کی جماعت بھیجی جناب عاصم کو ان کا امیر بنایا یہ لوگ جب مکہ معظّمہ اور عسفان کے قریب پہنچے تو ان کا دو سو آدمیوں بنی لحیان نے پتہ لگایا کھوج لیتے ہوئے یعنی مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیوں کے نشان کے ذریعہ ان لوگوں تک پہنچ

گئے جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہم گھر گئے تو انہوں نے ایک ہموار جگہ میں پناہ لے لی، کفار بولے اپنے کو ہمارے حوالے کردو تم کو امان ہے، عاصم نے کہا کہ مجھے کفار کی امان کی اطمینان نہیں خدایا اپنے حبیب کو ہماری خبر پہنچادے، کفار نے تیروں سے عاصم سمیت سات صحابہ کو شہید کردیا حضور انور نے صحابہ کرام کو مدینہ میں بیٹھے ہوئے اس واقعہ کی خبر دی جب کفار قریش کو پتہ لگا کہ عاصم شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے اپنے آدمی آپکی لاش پر بھیجے تاکہ ان کا کوئی عضو کاٹ کر لاویں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی لاش پر شہد کی مکھیاں اس قدر بھیج دیں کہ کوئی کافر آپ تک نہ پہنچ سکا پورا واقعہ بخاری شریف میں ہے۔

(۶۵) عامر رام: حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں، ایک آدھ روایت بھی آپ سے ہے۔

(۶۶) عامر ابن ربیعہ: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے عزی ہیں، دو ہجرتیں کیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، پرانے مؤمن ہیں، ۳۲ بتیس میں وفات پائی۔

(۶۷) عامر ابن مسعود: آپ مسعود ابن امیہ ابن خلف کے بیٹے ہیں یعنی امیہ کے پوتے صفوان ابن امیہ کے بھتیجے۔ حق یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں، آپ سے ایک مرسل حدیث ترمذی نے کتاب الصوم میں روایت کی ابن مندہ اور ابن عبدالبر نے آپ کو صحابی مانا ہے ابن معین کہتے ہیں کہ آپ تابعی ہیں۔

(۶۸) عائذ ابن عمرو: آپ مدنی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، آخر میں بصرہ میں رہے۔

(۶۹) عباد ابن بشر: آپ انصاری ہیں، سعد ابن معاذ سے پہلے مدینہ منورہ میں اسلام لائے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، کعب ابن اشرف کے قتل میں آپ شریک ہوئے، فضلاء صحابہ سے ہیں۔

(۷۰) عباد ابن عبدالمطلب: آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

(۷۱) عبادہ ابن صامت: آپ کی کنیت ابو الولید ہے انصاری سالمی ہیں، نقیب انصار تھے، عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شریک ہوئے، پھر بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضرت عمر نے آپ کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا آپ حمص میں مقیم رہے پھر وہاں سے فلسطین چلے گئے رملہ یا بیت المقدس میں وفات پائی، بہتّر سال عمر پائی ۳۴ چونتیس میں وفات ہوئی، مشہور صحابی ہیں۔

(۷۲) عباس ابن عبدالمطلب: آپ حضور انور کے چچا ہیں، حضور انور سے دو سال بڑے تھے آپ کی والدہ نمر بن قاسط قبیلہ کی ایک بی بی تھیں آپ پہلی وہ بی بی ہیں جنہوں نے کعبہ معظّمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہنائے کیونکہ ایک بار حضرت عباس گم ہوگئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ خدایا میرا بچہ مل جاوے تو میں کعبہ کو بہترین غلاف پہناؤں گی، زمانہ جاہلیت میں حضرت عباس خادم کعبہ حجاج کو زمزم دینے والے اور کعبہ کو آباد کرنے والے تھے، جو طواف کعبہ کرنے آتا اس سے آپ تقویٰ و طہارت کا عہد لیتے تھے آپ نے اپنی وفات کے وقت ۷۰ ستر غلام آزاد کیے، واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے، اٹھاسی سال عمر پائی، بارہ رجب جمعہ کے دن ۳۲ بتیس کو وفات ہوئی بقیع میں دفن ہوئے، آپ پہلے مسلمان ہوچکے تھے مگر اپنا ایمان ظاہر نہ کرتے تھے بدر میں کفار جبرًا آپ کو اپنے ساتھ لائے تھے، حضور انور نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبورًا لائے گئے ہیں، اسی غزوہ میں ابو یسر یعنی کعب ابن عمر نے آپ کو قید کرلیا تھا، آپ فدیہ دے کر چھوٹے مکہ معظّمہ واپس گئے پھر مہاجر ہوکر مدینہ منورہ آئے۔ مترجم کہتا ہے کہ فتح مکہ کے لیے حضور جارہے تھے اور حضرت عباس مکہ سے مدینہ آرہے تھے کہ

راہ میں ملاقات ہوئی حضور نے فرمایا کہ عباس خاتم المہاجرین یعنی آخری مہاجر ہیں،جنت البقیع میں آپ کی قبر ہے حضرت فاطمہ زہرا کے پاس،فقیر نے زیارت کی ہےاللہ پھر نصیب کرے۔

(۷۳)عباس ابن مرداس: آپ کی کنیت ابو الہیثم ہے سلمی ہیں،بڑے شاعر تھے فتح مکہ سے کچھ پہلے ایمان لائے،مؤلفۃ القلوب سے تھے پھر کامل مؤمن ہوئے،آپ نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب نہیں پی۔

(۷۴)عبدالمطلب ابن ربیعہ: آپ ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن ہاشم کے بیٹے ہیں،قرشی ہیں،مدینہ منورہ میں رہے،پھر دمشق چلے گئے وہاں ہی ۶۲ باسٹھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی۔

(۷۵)عبداللہ ابن محصن: آپ انصاری خطمی ہیں،اہلِ مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۷۶)عبیدابن خالد: آپ سلمی بہزی ہیں،مہاجر ہیں،آخر میں کوفہ میں رہے۔

(۷۷)عتاب ابن اسد: آپ قرشی اموی ہیں،فتح مکہ کے دن اسلام لائے حضور نے اسی سال آپ کو مکہ معظّمہ کا حاکم مقرر فرمایا یعنی حنین کی طرف روانگی کے وقت حضور انور کی وفات تک آپ مکہ کے حاکم رہے خلافت صدیقی میں بھی اسی عہدے پر رہے ۱۳ تیرہ میں خاص صدیق اکبر کے وفات کے دن آپ نے مکہ معظّمہ میں وفات پائی سرداران قریش میں سے ہیں۔

(۷۸)عتبہ ابن اسید: آپ کی کنیت ابو بصیر ہے،ثقفی ہیں اور بنی زہرہ کے حلیف ہیں،پرانے مؤمنین میں سے تھے غزوہ حدیبیہ میں آپ کا ذکر آتا ہے آپ نے ہی مکہ والوں پر حملہ کیا جو آپ کو پکڑنے مدینہ منورہ آئے تھے آپ ہی کے متعلق حضور نے فرمایا تھا کہ یہ تو جنگ بھڑکانے والا ہے،قصہ مشہور ہے حضور انور کے زمانہ ہی میں وفات ہوئی۔مترجم کہتا ہے کہ آپ نے ہی پانی کے گھاٹ پر ان مسلمانوں کی جماعت جمع کرلی جو مکہ معظّمہ میں کفار کے ہاتھوں قید تھے آپ نے ہی کفار مکہ کا یہ راستہ بند کردیا جس پر وہ چیخ اُٹھے۔

(۷۹)عتبہ ابن عبدالسلمی: بعض نے فرمایا کہ انہی کا نام عتبہ ابن نذر ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ دو حضرات ہیں،ان کا نام عتلہ تھا حضور انور نے عتبہ رکھا غزوہ خیبر میں شریک ہوئے،چورانوے سال عمر پائی ۸۷ ستاسی میں حمص میں وفات ہوئی،واقدی کہتے ہیں کہ آپ شام کے آخری صحابی ہیں جن کی وفات سے شام صحابہ سے خالی ہوگیا۔

(۸۰)عتبہ ابن غزوان: آپ مازنی ہیں،پرانے مؤمن ہیں،پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی،پھر مدینہ منورہ کی طرف،بدر وغیرہ میں شریک ہوئے،آپ ساتویں مسلمان ہیں،حضرت عمر نے آپ کو بصرہ کا حاکم بنایا،پھر آپ حضرت عمر کے پاس آئے تو آپ نے وہاں ہی واپس فرمادیا راستے میں انتقال ہوا ۵۷ سال عمر ہوئی ۱۵ میں وفات ہوئی۔

(۸۱)عداء ابن خالد: آپ خالد ابن ہوزہ کے بیٹے ہیں،عامری ہیں،فتح مکہ کے بعد ایمان لائے،دیہات میں رہتے تھے اہل بصرہ میں آپ کی احادیث مشہور ہیں۔

(۸۲)عدی ابن حاتم: آپ حاتم طائی(مشہور سخی)کے بیٹے ہیں،آپ کا نسب نامہ یہ ہے عدی ابن حاتم ابن عبدابن سعد طائی ہے سخی ابن سخی ہیں،شعبان ۷ سات میں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لائے کوفہ میں قیام رہا،جنگِ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے،اسی جنگ میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی،صفین اور نہروان میں شریک ہوئے،ایک سو بیس سال عمر ہوئی ۶۷ سرسٹھ میں کوفہ میں وفات پائی بعض نے فرمایا کہ مقام قرفیسا میں وفات ہوئی۔

(۸۳)عدی ابن عمیرہ: آپ کندی حضرمی ہیں،اولا کوفہ میں رہے پھر جزیرہ میں وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی ہے۔

(۸۴) عرباض ابن ساریہ: آپ کی کنیت ابو نجیح ہے، سلمی ہیں، صفہ والوں میں سے تھے شام میں رہے وہاں ہی ۷۵ پچھتّر میں وفات ہوئی مشہور صحابی ہیں۔

(۸۵) عرفجہ ابن اسعد: آپ وہ ہی صحابی ہیں جن سے حضور نے فرمایا کہ تم چاندی کی ناک لگا لو پھر فرمایا سونے کی ناک لگالو جنگ کلاب میں آپ کی ناک جاتی رہی تھی۔

(۸۶) عروہ ابن ابی الجعد: آپ بارقی ہیں، حضرت عمر نے آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا۔

(۸۷) عروہ ابن مسعود: آپ صلح حدیبیہ میں کافروں کی طرف سے آئے تھے خود کافر تھے، پھر ۹ نو میں جب حضور طائف سے واپس ہوئے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے آپ کے نکاح میں اسوقت بہت عورتیں تھیں حضور انور نے حکم دیا چار رکھو باقی کو علیحدہ کردو، پھر حضور سے اجازت لے کر اپنے گھر واپس گئے اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی انہوں نے انکار کیا آپ فجر کے وقت اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گئے وہاں اذان دی کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھا، ایک ثقفی نے آپ کو وہاں ہی تیر مارا جس سے آپ شہید ہوگئے، حضور انور کو جب اس واقعہ کی خبر دی گئی تو فرمایا کہ عروہ سورۂ یٰسین والے کی مثل ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم کو رب کی طرف بلایا تھا انہوں نے بھی انہیں اسی وجہ سے قتل کردیا تھا۔

(۸۸) عطیہ ابن قیس: آپ سعدی ہیں، صحابی ہیں، یمن اور شام میں آپ کی احادیث مشہور ہیں۔

(۸۹) عطیہ ابن بسر: آپ مازنی ہیں، عبداللہ ابن بسر کے بھائی ہیں، آپ سے ایک حدیث ثرید اور چھوہارے کے کھانے کے متعلق مروی ہے، حضرت مکحول نے آپ سے روایت کی ہے۔

(۹۰) عطیہ قرظی: آپ بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے تھے، آپ کے والد کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

(۹۱) عقبہ ابن رافع: آپ قرشی ہیں، افریقہ میں شہید ہوئے کہ ۳۶ چھتیس میں آپ کو بربر نے قتل کیا آپ کا ذکر خواب کی تعبیروں کی حدیث میں آتا ہے۔

(۹۲) عقبہ ابن عامر: آپ جہنی ہیں، عتبہ ابن ابی سفیان کے بعد امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر امیر معاویہ نے آپ کو معزول کردیا ۵۸ اٹھاون میں مصر میں آپ کی وفات ہوئی آپ سے چند صحابہ اور بہت تابعین نے احادیث نقل کیں۔

(۹۳) عقبہ ابن حارث: آپ قرشی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ کا شمار اہلِ مکہ میں ہے۔

عقبہ ابن عمرو: آپ کی کنیت ابو مسعود ہے آپ کا ذکر میم کی تختی میں آوے گا۔

(۹۴) عکاشہ ابن محصن: آپ اسدی ہیں، بنی امیہ کے حلیف تھے، آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے وہاں بڑی تکالیف اٹھائیں بعد میں تمام غزوات میں شریک ہوئے، بدر میں آپ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور انور نے آپ کو کھجور کی قمچی (چھڑی) دے دی وہ آپ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی، خلافت صدیقیہ میں آپ افضل صحابہ میں شمار ہوتے تھے، ۵۴ چون سال عمر پائی، آپ کی بہن ام قیس نے اور بہت صحابہ نے آپ سے احادیث لیں، آپ کے بڑے عجیب عجیب واقعات مشہور ہیں، آپ ان حضرات میں سے ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ (مترجم)

(۹۵) عکرمہ ابن ابوجہل: آپ عمرو ابن ہشام مخزومی قرشی یعنی ابوجہل کے بیٹے ہیں، آپ کو اور ابوجہل کو حضور انور سے سخت عداوت تھی مشہور شہسوار تھے فتح مکہ کے دن یمن کو بھاگ گئے پھر آپ کی بیوی ام حکیم بنت حارث آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی، حضور انور نے دیکھ کر فرمایا مرحبا مہاجر سوار تو یہ آپ پر ایمان لے آئے یعنی فتح مکہ کے موقعہ پر آٹھ میں آپ کا

اسلام بہت ہی مقبول ہوا،۱۳ تیرہ میں غزوہ یرموک میں شہید ہوئے،باسٹھ سال عمر ہوئی،حضور انور نے جناب ام سلمہ سے فرمایا تھا کہ میں نے جنت میں ابوجہل کا ایک درخت دیکھا جب عکرمہ ایمان لائے تو فرمایا کہااے ام سلمہ یہ ہے ہماری خواب کی تعبیر،ایک بار عکرمہ نے حضور انور سے شکایت کی کہ لوگ مجھے اللہ کے دشمن کا بیٹا کہتے ہیں حضور انور نے خطبہ فرمایا کہ جو جاہلیت میں سردار تھے وہ اسلام میں بھی سردار رہیں گے جب کہ فقیہ ہوں،شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں فرمایا کہ حضور نے حکم دیا تھا کہ کوئی عکرمہ کے سامنے ابوجہل کو برا نہ کہے۔(مترجم)

(۹۶)علاء حضرمی: حضرمی کا نام عبداللہ ہے،چونکہ آپ حضر موت کے رہنے والے تھے اس لیے حضرمی کہلاتے تھے آپ حضور انور کی طرف سے بحرین کے حاکم تھے،حضرت ابوبکر و عمر نے بھی آپ کو اسی عہدے پر رکھا حتی کہ آپ کی وفات ۱۴ چودہ میں ہوگئی۔

(۹۷)علقمہ ابن وقاص: آپ لیثی ہیں،حضور انور کی حیات شریف میں پیدا ہوئے،غزوہ خندق میں شریک ہوئے،عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں وفات پائی،مدینہ منورہ میں قبر شریف ہے۔

(۹۸)عمار ابن یاسر: آپ عنسی ہیں،بنی مخزوم قبیلہ کے آزاد کردہ آپ کے والد یاسر اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ اپنے چوتھے بھائی کی تلاش میں مکہ معظّمہ آئے حارث اور مالک تو یمن چلے گئے یاسر مکہ معظّمہ رہ گئے اور انہوں نے ابوحذیفہ ابن مغیرہ سے حلف کرلیا اور ابو حذیفہ نے اپنی لونڈی سمیّہ کا نکاح یاسر سے کردیا ان سے عمار پیدا ہوئے ابوحذیفہ نے انہیں آزاد کردیا حضرت عمار پرانے مؤمنین سے ہیں اسلام کی وجہ سے آپ کو مکہ والوں نے بہت ہی دکھ دیئے تاکہ اسلام چھوڑ دیں،ایک بار آپ کو آگ میں زندہ ڈال دیا اتفاقًا حضور انور وہاں سے گزرے آگ سے فرمایا اے آگ عمار پر اسی طرح ٹھنڈی سلامتی والی ہوجا جس طرح حضرت ابراہیم پر ہوئی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ مہاجرین اولین سے ہیں،بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے،حضور انور نے آپ کا نام طیب مطیب رکھا یعنی صاف ستھرے،جنگ صفین میں آپ حضرت علی کے ساتھ تھے اس میں قتل ہوئے یعنی ۳۷ میں ترانوے سال عمر پائی۔

(۹۹)عمرو ابن احوص: آپ کلابی ہیں،آپ سے آپ کے بیٹے سلیمان نے احادیث روایت کیں۔

(۱۰۰)عمرو ابن اخطب: آپ کی کنیت ابو زید ہے اسی میں مشہور ہیں،انصاری ہیں،کئی غزوات میں حضور انور کے ساتھ حاضر ہوئے حضور انور نے آپ کے سر پر دستِ اقدس پھیرا اور حسن و جمال کی دعا فرمائی،سو برس سے زیادہ عمر ہوئی مگر سر اور ڈاڑھی میں صرف چند بال سفید ہوئے،آپ سے بہت صحابہ نے احادیث نقل فرمائیں۔

(۱۰۱)عمرو ابن امیہ: آپ ضمری ہیں،بدرواحد میں مشرکوں کے ساتھ آئے تھے مگر احد سے واپسی پر مسلمان ہوگئے عرب کے مشہور بہادر تھے،مسلمانوں کے ساتھ پہلے غزوہ معونہ میں شریک ہوئے،آپ کو عامر ابن طفیل نے اس غزوہ میں قید کرلیا پھر چھوڑ دیا، ۶ھ میں حضور انور نے آپ کو دعوتِ اسلام کے لیے حبشہ بھیجا،آپ کا شمار اہل حجاز میں ہے امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی بعض نے فرمایا کہ ۶۰ ساٹھ میں وفات ہے۔

(۱۰۲)عمرو ابن حارث: آپ خزاعی ہیں،ام المؤمنین جویریہ کے بھائی ہیں،آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔

(۱۰۳)عمرو ابن حریث: آپ قرشی مخزومی ہیں،حضور انور کو دیکھا حضور سے سنا ہے حضور انور نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا برکت کی حضور انور کی وفات کے وقت آپ بارہ سال کے تھے کوفہ کے حاکم رہے،۸۵ پچاسی میں وفات پائی کوفہ میں دفن ہوئے۔

(۱۰۴) عمرو ابن حزم: آپ کی کنیت ابو ضحاک ہے،انصاری ہیں،غزوہ خندق میں شریک ہوئے،اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی،حضور انور نے آپ کو نجران کا حاکم بنایا ۵۳ ترپن میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۱۰۵) عمروابن سعید: آپ قرشی ہیں،دوہجرتوں والے ہیں،پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی پھر مدینہ منورہ میں رہے حضرت جعفر ابن ابی طالب کے ساتھ خیبر کے سال مدینہ پہنچے،۱۳ تیرہ میں شام میں شہید کیے گئے۔

(۱۰۶) عمرو ابن سلمہ: آپ مخزومی ہیں،حضور انور کا زمانہ پایا اپنی قوم کی امامت کرتے تھے کیونکہ ان میں قرآن کے زیادہ قاری آپ ہی تھے کہا گیا ہے کہ اپنے والد کے ساتھ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے،آخر میں بصرہ میں رہے،آپ چھ سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت کرتے تھے،سجدہ میں آپ کے چوتڑ کھل جاتے تھے۔

(۱۰۷) عمرو ابن عاص: آپ سہمی قرشی ہیں،۵ یا ۸ آٹھ میں اسلام لائے آپ اور خالد ابن ولید اور عثمان ابن طلحہ ایک ساتھ آکر مسلمان ہوئے،حضور انور نے آپ کو عمان کا حاکم بنایا حضور کی وفات تک آپ حاکم رہے پھر حضرت عمر عثمان اور معاویہ نے آپ کو حاکم بنایا،مصر آپ نے ہی فتح کیا اور وفات تک مصر کے حاکم رہے حضرت عثمان نے چار سال تو آپ کو عامل رکھا پھر معزول کردیا،پھر امیر معاویہ نے اپنی حکومت میں وہاں کا حاکم بنایا نوے سال عمر ہوئی ۴۳ تینتالیس میں وفات پائی آپ کے بعد آپ کے بیٹے عبداللہ ابن عمرو مصر کے حاکم ہوئے جنہیں،حضرت معاویہ نے معزول کردیا،بہت لوگوں نے آپ سے روایات لیں جیسے عبداللہ ابن عمر قیس ابن ابی حازم وغیرہم۔

(۱۰۸) عمرو ابن عبسہ: آپ کی کنیت ابو نجیح ہے سلمی ہیں،پرانے مؤمنین میں سے ہیں حتی کہ بعض نے فرمایا کہ آپ چوتھے مسلمان ہیں،حضور انور نے آپ کو مؤمن صحابی بنا کر فرمایا تھا کہ ابھی اپنے وطن جاؤ جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے تب ہمارے پاس آجانا۔چنانچہ آپ کو فتح خیبر کی جب خبر ملی تو حضور کی خدمت میں آئے اور وہاں ہی رہے آپ کا شمار اہلِ شام میں ہوتا ہے۔

(۱۰۹) عمرو ابن عوف: آپ انصاری ہیں،بدر میں شریک ہوئے اور مدینہ منورہ میں رہے۔

(۱۱۰) عمرو ابن عوف مزنی: آپ بڑے پرانے مؤمنین سے ہیں،آپ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی"تَوَلَّوْا وَّ اَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ"مدینہ منورہ میں رہے وہاں ہی امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

(۱۱۱) عمرو ابن حمق: آپ خزاعی ہیں،صحابی ہیں،۵۱ میں موصل میں قتل کیے گئے۔

(۱۱۲) عمرو ابن مرہ: آپ کی کنیت ابو مریم ہے جہنی ہیں یا ازدی،اکثر غزوات میں شریک ہوئے،شام میں قیام رہا اور امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

(۱۱۳) عمرو ابن قیس: آپ قرشی عامری ہیں،آپ کا دوسرا نام عبداللہ ہے آپ ہی کو ابن ام مکتوم کہتے ہیں،نابینا تھے آپ کی والدہ کا نام عاتکہ ہے آپ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے ماموں زاد یا خالہ زاد بھائی ہیں،مکہ معظّمہ میں اول ہی میں ایمان لائے آپ نے مصعب ابن عمیر کے ساتھ ہجرت کی مہاجرین اولین میں سے ہیں،حضور انور نے آپ کو بارہا مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور سفر میں تشریف لے گئے آخری بار حجۃ الوداع کے موقعہ پر وفات مدینہ منورہ میں ہوئی بعض کہتے ہیں کہ غزوہ قادسیہ میں شہید ہوئے۔مترجم کہتا ہے کہ سورۂ "عبس و تولی"آپ ہی کے متعلق نازل ہوئی،اس سورۃ کے نزول کے بعد حضور انور آپ کے لیے اپنی چادر بچھادیتے تھے۔

(۱۱۴) عمرو ابن تغلب: آپ عبدی ہیں یعنی قبیلہ بنی عبدالقیس سے آپ سے خواجہ بصری وغیرہم نے احادیث لیں۔
(۱۱۵) عکراش ابن ذویب: آپ تمیمی ہیں،اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے آپ اپنی قوم کے صدقات لے کر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
(۱۱۶) عمران ابن حصین: آپ کی کنیت ابو نجید ہے خزاعی ہیں،کعبی ہیں،خیبر کے سال ایمان لائے تا وفات بصرہ میں رہے ۵۲ باون میں آپ کی وفات ہے،آپ فضلاء صحابہ سے تھے،مترجم کہتا ہے کہ آپ کو حضرت عمر نے علم سکھانے کے لیے بصرہ بھیجا ابن سیرین کہتے ہیں کہ بصرہ میں کوئی صحابی آپ سے افضل نہ تھاآپ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔(کاشف)
(۱۱۷) عمیر: آپ آبی اللحم کے آزاد کردہ غلام غفاری حجازی ہیں،غزوہ خیبر میں اپنے مولیٰ کے ساتھ حاضر ہوئے،حضور انور کو دیکھا ہے،حضور کی احادیث حفظ کی ہیں،آپ سے ایک جماعت نے روایات لیں۔
(۱۱۸) عمیر ابن حمام: آپ انصاری ہیں،بدر میں شریک اور شہید ہوئے،خالد ابن اعلم نے آپ کو شہید کیا آپ انصار میں پہلے شہید ہیں جو راہِ خدا میں شہید ہوئے۔
(۱۱۹) عوف ابن مالک: آپ اشجعی ہیں،غزوہ خیبر اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے،بنی اشجع کا جھنڈا فتح مکہ کے دن آپ کے ہاتھ میں تھا،آخر میں شام میں رہے وہاں ہی ۷۳ تہتّر میں وفات پائی۔
(۱۲۰) عویم ابن ساعدہ: آپ انصاری اوسی ہیں،دونوں بیعت عقبہ میں اور تمام غزوات میں شریک ہوئے،قوی یہ ہے کہ آپ خلافت فاروقی میں فوت ہوئے،عمر ۶۵ پینسٹھ سال ہوئی،حضرت عمر نے آپ سے روایت کی۔
(۱۲۱) عویمر ابن عامر: آپ کی کنیت ابو الدرداء ہے اسی کنیت میں مشہور ہیں،دال کی تختی میں آپ کا ذکر ہوچکا ہے۔
(۱۲۲) عویمر ابن ابیض: آپ انصاری عجلانی ہیں،بعض نے فرمایا کہ یہ وہ ہی عویمر ہیں جن کا لعان کا واقعہ احادیث میں آتا ہے۔بعض کا قول ہے کہ وہ عویمر دوسرے ہیں ان کا نام عویمر ابن حارث ابن زید ابن حارثہ ابن جد ابن عجلان ہے۔
(۱۲۳) عیاض ابن حمار: آپ تیمی مجاشعی ہیں،اہلِ بصرہ میں آپ کا شمار ہے حضور انور کا ان پر بہت کرم تھا۔
(۱۲۴) عصام مزنی: آپ صحابی ہیں،بہت ہی کم روایات کرتے ہیں۔
(۱۲۵) عتبان ابن مالک: آپ خزرجی سالمی ہیں،امیر معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔
(۱۲۶) عمارہ ابن خزیمہ: آپ خزیمہ ابن ثابت کے بیٹے ہیں،انصاری ہیں،اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔
(۱۲۷) عمارہ ابن رویبہ: آپ ثقفی ہیں،اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے بہت لوگوں نے آپ سے روایات لیں۔
(۱۲۸) عرس ابن عمیرہ: آپ کندی ہیں،آپ سے آپ کے بھتیجے عدی نے روایات لیں۔
(۱۲۹) عیاش ابن ابی ربیعہ: آپ مخزومی قرشی ہیں،ابوجہل کے اخیافی بھائی ہیں،بڑے پرانے مؤمن ہیں،حضور انور کے دار ارقم میں جانے سے پہلے ایمان لائے آپ نے پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی،جب آپ ہجرت کرکے آئے تو ابوجہل اور اس کا بھائی حارث ابن ہشام آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ماں نے قسم کھائی ہے کہ وہ تم کو دیکھے بغیر سائے میں نہ بیٹھے گی تم مکہ چلو تاکہ تمہاری ماں سایہ لے،چنانچہ آپ ان دونوں کے ساتھ مکہ معظّمہ چلے گئے،انہوں نے وہاں لے جا کر آپ کو قید کردیا اور بہت ایذائیں دیں حضور انور نے قنوت نازلہ میں آپ کے لیے دعائیں فرمائیں الٰہی عیاش ابن ربیعہ کو نجات دے آپ خلافت فاروقی میں شہید ہوئے۔

(۱۳۰)عابس ابن ربیعہ: آپ عطیفی ہیں،فتح مصر میں شریک ہوئے آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے آپ سے روایات لیں۔
(۱۳۱)ابو عبیدہ ابن جراح: آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن جراح ہے فہری قرشی ہیں،عشرہ مبشرہ میں سے ہیں،اس امت کے امین ہیں،حضرت عثمان ابن مظعون کے ساتھ ایمان لائے پھر ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے تمام غزوات میں شامل رہے احد میں ثابت قدم رہے خود کے دو حلقے جو حضور انور کے سر کے زخم میں گڑھ گئے تھے آپ نے نکالے جس سے آپ کی ثنایا دانت گر گئے،یہ واقعہ غزوہ احد میں ہوا طاعون عمواس میں وفات ہوئی ۱۸ اٹھارہ میں اٹھاون سال عمر ہوئی حضرت معاذ ابن جبل نے آپ کا جنازہ پڑھایا مقام بیسان میں دفن ہوئے حضور انور سے فہر ابن مالک میں مل جاتے ہیں۔مترجم کہتا ہے کہ آپ اسلام کے بڑے جرنیل ہیں،شام کے فاتح آپ ہی ہیں،حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ اگر آج ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں خلافت ان کے سپرد کردیتا۔(حاشیہ)
(۱۳۲)ابوالعاص ابن ربیع: آپ کا نام مقسم یا لقلیط ہے حضور انور کے داماد ہیں،یعنی حضرت زینب بنت رسول اللہ کے خاوند غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے آئے تھے،مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوگئے،پھر چھوڑے گئے مکہ معظّمہ جا کر پھر حضور انور کی خدمت میں مہاجر بن کر آئے حضور انور آپ سے اور آپ کی وفاداری صادق الوعد ہونے کی وجہ سے بہت خوش تھے،خلافت صدیقی میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے،بہت صحابہ نے آپ سے احادیث لیں۔
(۱۳۳)ابو عیاش: آپ کا نام زید ابن صامت ہے انصاری زرقی ہیں،چالیس ہجری کے بعد وفات پائی۔
(۱۳۴)ابو عمر ابن حفص: آپ حفص ابن مغیرہ کے بیٹے ہیں،مخزومی ہیں،آپ کا نام عبدالمجید یا احمد ہے۔
(۱۳۵)ابو عبس عبدالرحمان: آپ ابن جبیر کے بیٹے ہیں،حارثی ہیں بدر میں شریک ہوئے،۳۴ چونتیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے ۷۰ ستر سال عمر ہوئی۔
(۱۳۶)ابو عسیب: آپ حضور انور کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ کا نام احمر ہے۔

ع۔۔۔تابعین عظام

(۱)عبداللہ ابن بریدہ: آپ اسلمی ہیں،مرو کے قاضی رہے،مشہور تابعی ہیں،حضرت ابوہریرہ وغیرہ صحابہ سے ملاقات ہے،آپ سے بہت احادیث منقول ہیں،مرو میں مزار ہیں۔
(۲)عبداللہ ابن ابی بکر: آپ ابوبکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم کے بیٹے ہیں،انصاری مدنی علماء مدینہ سے ہیں،بہت سچے امام احمد فرماتے ہیں کہ آپ کی احادیث شفاء ہیں،۷۰ ستر سال عمر ہوئی ۱۳۵ ایک سو پینتیس میں وفات پائی۔
(۳)عبداللہ ابن زبیر: آپ کی کنیت ابو بکر حمیدی قرشی اسدی ہیں،امام شافعی کے ساتھ مصر میں رہے حتی کہ امام شافعی کی وفات ہوگئی پھر آپ مکہ معظّمہ واپس آئے امام بخاری نے آپ کی بہت احادیث اپنی کتاب بخاری میں روایت کیں ۲۱۹ دو سو انیس میں مکہ معظّمہ میں وفات پائی اسلام کے بڑے خدمت گزار ہیں۔
(۴)عبداللہ ابن مطیع: آپ قرشی عدوی ہیں،مدنی ہیں،حضور انور کے زمانہ شریف میں پیدا ہوچکے تھے آپ کے والد آپ کو حضور انور کی خدمت میں لے گئے تھے،آپ کے والد کا نام عاص تھا حضور نے مطیع رکھا عبداللہ سرداران قریش سے تھے جب اہل مدینہ نے یزید کی سلطنت سے علیحدگی کی تو آپ کو ہی اپنا امیر بنایا،آپ صرف قریش کے امیر تھے اور قریش کے علاوہ کے امیر عبداللہ

ابن حنظلہ غسیل ملائکہ تھے،آپ حضرت عبد اللہ ابن زبیر کے ساتھ مکہ معظّمہ میں قتل کیے گئے ۷۳ تہتّر میں آپ کو عبداللہ ابن زبیر نے کوفہ کا حاکم بنایا وہاں سے مختار ابن ابوعبید نے آپ کو نکال دیا۔

(۵)عبداللہ ابن مسلمہ: آپ مسلمہ ابن قعنب کے بیٹے ہیں،تمیمی مدنی ہیں،بصرہ میں قیام رہا مالک ابن انس کے ساتھیوں میں سے ہیں،ہشام ابن سعد وغیر ہم سے ملاقات ہے ۲۲۱ھ دوسو اکیس میں محرم میں مکہ معظّمہ میں آپ کی وفات ہے سواء ابن ماجہ کے باقی صحاح میں آپ کی احادیث موجود ہیں۔

(٦)عبداللہ ابن موہب: آپ فلسطینی شامی ہیں،فلسطین کے قاضی رہے حضرت تمیم داری وغیرہ سے ملاقات ہے آپ سے عمر ابن عبدالعزیز نے روایات لیں۔

(۷)عبداللہ ابن مبارک: آپ مروزی ہیں،بنی حنظلہ کے مولیٰ ہیں،آپ امام ربانی متقی فقیہ،حافظ،زہد متقی سخی ثقہ ہیں،اسمٰعیل ابن عیاش فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر ابن مبارک جیسا نہیں کوئی اچھی خصلت ایسی نہیں جو ابن مبارک میں موجود نہ ہو آپ بغداد میں رہے ۱۱۸ ایک سو اٹھارہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ میں وفات پائی۔

(۸)عبداللہ ابن حکیم: آپ نے حضور انور کا زمانہ پایامگر دیدار نہ کرسکے بعض لوگوں نے آپ کو صحابی کہا ہے مگر حق یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں،آپ بغداد میں رہے،آپ کی ملاقات حضرت عمر،وابن مسعود،حذیفہ سے ہے۔

(۹)عبداللہ ابن ابی قتیس: آپ کی کنیت ابو الاسود ہے شامی عطیہ ابن عازب کے آزاد کردہ غلام ہیں،حضرت عائشہ سے روایات لیں۔

(۱۰)عبداللہ ابی عصم: آپ کوفی حنفی ہیں،آپ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور فسادی ہوگا،حضرت ابن عمر اور ابو سعید سے ملاقات ہے۔

(۱۱)عبداللہ ابن محیریز: آپ جمحی قرشی ہیں،عظیم الشان تابعی بہت نیک و صالح بزرگ ہیں،رجاء ابن حیوۃ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ حضرت ابن عمر کی عبادت پر فخر کرتے تھے اپنے ہم عابد ابن محیریز کی عبادت پر فخر کرتے ہیں،آپ کی وفات سو ہجری سے پہلے ہے۔

(۱۲)عبداللہ ابن مثنی: آپ مثنی ابن عبداللہ ابن انس ابن مالک کے بیٹے ہیں،اپنے چچاؤں سے روایت کرتے ہیں،صالح متقی ہیں۔

(۱۳)عبداللہ ابن عمر ابن حفص: آپ عبداللہ ابن عمر ابن حفص ابن عاصم کے بیٹے ہیں،عمری ہیں،ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں،۱۷۱ ایک سو اکہتر میں وفات پائی۔

(۱۴)عبداللہ ابن عتبہ: آپ عتبہ ابن مسعود کے بیٹے ہیں،ہزلی ہیں،عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے ہیں،مدنی ہیں،کوفہ میں رہے آپ نے حضور انور کا زمانہ پایامگر ملاقات نہ ہوئی،عظیم الشان تابعی ہیں،کوفہ کے ہیں،حضرت عمر فاروق وغیرہ سے ملاقات ہے آپ کی وفات بشر ابن مروان کے زمانہ میں ہوئی کوفہ میں آپ کی قبر ہے۔

(۱۵)عبداللہ ابن مالک: آپ مالک ابن بحینہ قشب کے بیٹے ہیں،آپ کی والدہ بحینہ بنت حارث ابن مطلب ہیں،امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی یعنی ۵۴ یا۵۸ میں۔

(۱٦)عبداللہ ابن مالک: آپ کی کنیت ابو تمیم ہے آپ جیشانی ہیں،مصری ہیں۔

(۱۷)عبداللہ ابن مالک ہمدانی: آپ ہمدانی ہیں،حضرت علی و ابن عمرو عائشہ رضی اللہ عنھم سے روایات لیتے ہیں۔

(۱۸) عبداللہ ابن عبد الرحمٰن: ابن ابی حسین آپ مکی قریشی تابعی ہیں،ابو طفیل سے ملاقات ہے تابعین کی ایک جماعت نے حتی کہ امام مالک ثوری نے آپ سے احادیث لیں۔
(۱۹) عبداللہ ابن عبید اللہ ابن ابی ملیکہ: ابو ملیکہ کا نام زہیر ابن عبداللہ ہے تیمی قریشی احول ہیں،مشہور تابعی ہیں،حضرت ابن زبیر کے زمانہ میں عالم و قاضی تھے ۱۱۷ ایک سو سترہ میں وفات پائی۔
(۲۰) عبداللہ ابن شقیق: آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے عقیلی بصری ہیں،مشہور تابعی ہیں۔
(۲۱) عبداللہ ابن شہاب: آپ کی کنیت ابو الحرب ہے خولانی ہیں،تابعین کے دوسرے طبقے میں ہیں،آپ کی احادیث کوفہ میں مشہور ہیں۔
(۲۲) عبید اللہ ابن رفاعہ: ابن رافع انصاری زرقی ہیں۔
(۲۳) عبید اللہ ابن عبداللہ ابن عمر: آپ کی کنیت ابوبکر ہے اہلِ مدینہ سے ہیں،اپنے بھائی سالم سے پہلے فوت ہوئے،ثقہ ہیں،امام زہری کے شیخ ہیں۔
(۲۴) عبید اللہ ابن عدی ابن خیار: قرشی ہیں،حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر زیارت نہ کی،ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں وفات پائی۔
(۲۵) عبید ابن عمیر: آپ کی کنیت ابو عاصم ہے لیثی حجازی ہیں،مکہ مکرمہ کے قاضی رہے،حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے،عظیم الشان تابعی ہیں،حضرت عبداللہ ابن عمر سے پہلے وفات پائی۔
(۲۶) عبدالرحمٰن ابن کعب ابن مالک: انصاری ہیں اور تابعین مدینہ سے ہیں۔
(۲۷) عبدالرحمٰن ابن اسود: آپ قرشی زہری ہیں،مشہور تابعین مدینہ سے ہیں۔
(۲۸) عبدالرحمٰن ابن یزید ابن حارثہ: انصاری مدنی ہیں،حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر ملاقات نہ ہوئی ۹۸ اٹھانوے میں وفات پائی۔
(۲۹) عبدالرحمٰن ابن ابی لیلےٰ: انصاری ہیں،جب خلافت فاروقی کے چھ سال رہ گئے تھے تب پیدا ہوئے یا تو مقام وجیل میں قتل کیے گئے یا بصرہ کی نہر میں ڈوب گئے،بعض نے فرمایا ۸۳ تراسی میں دیر جماجم میں گم ہوگئے آپ نے بہت صحابہ سے احادیث لیں۔
(۳۰) عبدالرحمٰن ابن غنم: آپ اشعری شامی ہیں،آپ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پائے حضور انور کے زمانہ میں ایمان تو لائے مگر زیارت نہ کرسکے جب حضور انور نے حضرت معاذ ابن جبل کو یمن بھیجا تب آپ ان کے ساتھ رہے اور پھر ان کی وفات ہوگئی شام کے مشہور فقیہ تھے حضرت عمر فاروق سے ملاقات ہے ۷۸ اٹھتر میں وفات ہوئی۔
(۳۱) عبدالرحمٰن ابن ابی عمرہ: حضرت ابو عمرہ کا نام عمرو ابن محصن ہے انصاری بخاری ہیں،مدینہ منورہ کے قاضی رہے ثقہ ہیں۔
(۳۲) عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن ابی صعصعہ: آپ مازنی انصاری ہیں،۱۳۹ ایک سو انتالیس میں وفات واقع ہوئی۔
(۳۳) عبدالرحمٰن ابن ابی عقبہ: آپ مجیر ابن عتیک کے آزاد کردہ غلام ہیں،انصاری ہیں،ابی عقبہ کا نام رشید ہے۔
(۳۴) عبدالرحمٰن ابن عبدالقاری: آپ حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر ملاقات نہ ہوئی امام واقدی نے آپ کو صحابی کہا مگر صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں،حضرت عمر فاروق سے ملاقات ہے اٹھتر سال عمر ہوئی اور ۸۱ اکیاسی میں وفات پائی۔
(۳۵) عبدالرحمٰن ابن عبداللہ: آپ کی ماں ام حکم بنت ابو سفیان ابن حرب ہیں،آپ کو امیر معاویہ نے کوفہ کا امیر بنایا۔

(۳۶)عبدالرحمٰن ابن ابی بکر: تابعی ہیں،آپ سے آپ کے بیٹے محمد نے روایات لیں۔
(۳۷)عبدالرحمٰن ابن ابی بکرہ: آپ انصاری بصری ثقفی ہیں،۱۴ میں بصرہ میں پیدا ہوئے جب کہ مسلمان وہاں پہنچے آپ بصرہ میں پہلے وہ بچے ہیں جو مسلمانوں میں پیدا ہوئے،آپ نے اپنے والد اور حضرت علی سے روایات لیں۔
(۳۸)عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن ابی عمار: آپ مکی ہیں،آپ سے ایک جماعت نے روایات لیں۔
(۳۹)عبدالرحمٰن ابن یزید ابن اسلم: آپ مدنی ہیں،لوگوں نے آپ کو ضعیف کہا ہے ۱۸۲ ایک سو بیاسی میں وفات ہوئی۔
(۴۰)عبدالعزیز ابن رفیع: آپ اسدی آپ مکی ہیں،کوفہ میں قیام رہامشہور تابعی ہیں،نوے سال سے زیادہ عمر ہوئی حضرت ابن عباس اورانس ابن مالک سے روایات لیں۔
(۴۱)عبدالعزیز ابن جریج: آپ مکی ہیں،حضرت عائشہ اور ابن عباس سے ملاقات ہے۔
(۴۲)عبدالعزیز ابن عبداللہ: آپ فقہاء مدینہ سے ہیں،بغداد میں رہے وہاں علم حدیث کی خدمت کی ۱۶۴ ایک سو چونسٹھ میں وفات ہوئی وہاں ہی مقابر قریش میں دفن ہوئے۔
(۴۳)عبدالملک ابن عمیر: آپ قرشی کوفی ہیں،یہ نسبت قرش کی طرف ہے نہ کہ قریش کی طرف کوفہ کے قاضی رہے کوفہ کے مشہور تابعی ہیں،بڑے عالم ثقہ تھے ایک سوتین سال عمر ہوئی اور ۱۳۶ ایک سو چھتیس میں وفات ہوئی۔
(۴۴)عبدالواحد ابن ایمن: آپ مخزومی ہیں اور قاسم ابن عبدالواحد کے والد ہیں،مشہور تابعی ہیں۔
(۴۵)عبدالرزاق ابن ہمام: آپ کی کنیت ابوبکر ہے اپنے وقت کے بڑے علماء سے ہیں،آپ نے بہت کتب تصنیف کی ہیں،امام احمد وغیرہم کے شیخ ہیں،پچاسی سال عمر ہوئی ۲۱۱ دوسو گیارہ میں وفات پائی،ابن جریج و معمر سے ملاقات ہے۔
(۴۶)عبدالحمید ابن جبیر: آپ جمحی ہیں،اپنی پھوپھی صفیہ اور ابن مسیب سے روایات لیتے ہیں۔
(۴۷)عبدالمہیمن ابن عباس ابن سہل: ساعدی اپنے والد اور ابی حازم وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔
(۴۸)عبدالاعلیٰ ابن مسہر: آپ غسانی ہیں،اہلِ شام کے شیخ ہیں،بڑے فصیح عالم ہیں اس لیے قید کیے گئے کہ آپ خلق قرآن کے قائل نہ تھے چنانچہ آپ جیل میں بھیجے گئے رجب ۲۲۸ھ دوسو اٹھائیس میں فوت ہوئے۔
(۴۹)عبدالمنعم ابن نعیم: آپ اسواری ہیں،ایک جماعت صحابہ سے ملاقات ہے۔
(۵۰)عبدخیر ابن یزید: آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے ہمدانی ہیں،آپ نے حضور انور کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کرسکے،حضرت علی کے خاص ساتھیوں سے ہیں،کوفہ میں رہے ایک سوبیس سال عمر ہوئی۔
(۵۱)عمران ابن حطان: آپ دوسی ہیں،حضرت عائشہ صدیقہ ابن عمر وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔
(۵۲)عمرو ابن شعیب: ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سہمی ہیں،آپ نے اپنے والد شعیب،ابن مسیب،طاؤس وغیرہم سے روایت لی بخاری مسلم نے ان کی کوئی حدیث نہ لی کیونکہ ان کی روایات میں عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے خبر نہیں ہوئی کہ جدہ سے ان کے اپنے دادا محمد مراد ہیں یا والدیعنی شعیب کے دادا ابن عمرو ابن عاص مراد ہیں محمد تابعی ہیں اور عبداللہ ابن عمرو صحابی ہیں تو پتہ نہیں لگتا کہ حدیث متصل ہے یا مرسل نیز شعیب نے اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو سے ملاقات نہیں کی لہذا ان کی احادیث میں تدلیس ہے اس وجہ سے بخاری مسلم نے انکی احادیث نہ لیں۔
(۵۳)عمرو ابن سعید: ثقیف کے آزاد کردہ غلام ہیں،بصری ہیں حضرت انس سے احادیث لیتے ہیں۔

(۵۴) عمرو ابن عثمان: ابن عفان اپنے والد عثمان غنی اور اسامہ ابن زید سے روایت لیں۔
(۵۵): عمرو ابن شرید: آپ ثقفی تابعی ہیں،اہلِ طائف سے ہیں،اپنے والد اور ابن عباس وغیرہما سے احادیث لیتے ہیں۔
(۵۶) عمرو ابن میمون: آپ اودی ہیں،زمانہ جاہلیت پالیا ہے حضور انور کی حیوۃ شریف میں ایمان لائے مگر ملاقات نہ کرسکے کوفہ کے عظیم تابعی ہیں، حضرت عمر،معاذ بن جبل ابن مسعود سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم ۷۴ چوہتّر میں وفات پائی۔
(۵۷) عمرو ابن عبداللہ: آپ سبیعی ہیں، کنیت ابو اسحاق ہے آپ کا ذکر الف کی تختی میں ہوچکا۔
(۵۸) عمرو ابن عبداللہ: ابن صفوان آپ جمحی قرشی ہیں،یزید ابن شیبان سے ملاقات ہے۔
(۵۹) عمرو ابن دینار: آپ کی کنیت ابو یحیٰی ہے،سالم ابن عبداللہ ابن عمر وغیرہم سے ملاقات ہے۔
(۶۰) عمرو ابن واقد: آپ دمشقی ہیں،یونس ابن میسرہ سے ملاقات ہے لوگوں نے آپ سے احادیث لینا چھوڑ دیا ہے۔
(۶۱) عمرو ابن مالک: آپ کی کنیت ابو ثمامہ ہے جاہلی ہیں،آپ کا ذکر کسوف اور غصب میں آتا ہے۔
(۶۲) عمر ابن عبدالعزیز: ابن مروان ابن حکم:آپ کی کنیت ابو حفص ہے اموی قرشی ہیں،آپ کی والدہ ام عاصم بنت عاصم ابن عمر ابن خطاب ہیں،ان کا نام لیلیٰ ہے ۹۹ھ ننانوے میں سلیمان ابن عبدالملک کے بعد خلیفۃ المسلمین ہوئے اور ۱۰۱ ایک سو ایک ماہ رجب میں حمص کے قریب دیر سمعان میں وفات پائی مدت خلافت دو سال پانچ ماہ اور چند دن ہے کل چالیس سال عمر ہوئی،عبادت، تقویٰ،زہد اور پاکدامنی حسن اخلاق میں بے مثال تھے،خصوصًا زمانہ خلافت میں تو ہر صفت اور بھی اعلیٰ ہوگئی تھی جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ کے مکان سے رونے کی آوازیں آئیں،پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی لونڈیوں کو کہا ہے کہ اب میں تمہارے حقوق ادا نہیں کرسکتا تو اب تم میں سے جو چاہے اسے آزاد کردوں اس پر وہ لونڈیاں رو رہی ہیں،عتبہ ابن نافع نے آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے پوچھا کہ مجھے جناب عمر کے حالات بتاؤوہ بولیں کہ جب سے آپ خلیفہ بنے ہیں آپ نے غسل جنابت نہیں کیا نہ صحبت سے نہ احتلام سے حتی کہ وفات ہوگئی اور بولیں کہ ہوسکتا ہے کہ اور لوگ روزے نماز میں ان سے بڑھ جاویں مگر خوفِ خدا میں ان جیسا کوئی نہ ہوگا آپ رات کو گھر میں آتے تو اپنے کو سجدے میں گرادیتے روتے اور دعائیں مانگتے حتی کہ نیند آجاتی پھر آنکھ کھلتی تو گریہ و زاری شروع ہوجاتی رات بھر یہ ہی حال رہتا،وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ آپ اپنے وقت کے مہدی تھے آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔مترجم کہتا ہے کہ آپ نے بنی امیہ کے تمام مظالم بند کئے دبائے ہوئے حقوق ادا کیے ان کی بری رسمیں مٹائیں حتی کہ خطبہ جمعہ میں بنی امیہ بنی ہاشم پر تبرے کرتے تھے اور اس کے برعکس آپ نے اس کی بجائے خطبوں میں صحابہ اور اہلبیت کے صلوۃ و السلام کو داخل کیاجو آج تک جاری ہے یہ ذکر سنت حضرت عمر ابن عبدالعزیز ہے۔
(۶۳) عمر ابن عطا ابن خواری: آپ مکی ہیں،تابعی ہیں،آپ کی احادیث مکہ معظّمہ میں بہت مشہور ہیں، عمومًا آپ حضرت ابن عباس سے احادیث لیتے ہیں۔
(۶۴) عمر ابن عبداللہ ابن ابی خثعم: یحیٰی ابن ابی کثیر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔
(۶۵) عثمان ابن عبداللہ ابن اوس: ثقفی ہیں،اپنے چچا عمر اور اپنے دادا سے روایت لیتے ہیں۔
(۶۶) عثمان ابن عبداللہ ابن موہب: آپ سیمی ہیں۔حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے راوی۔

(۶۷) علی ابن عبداللہ ابن جعفر: آپ ابن مدین کے نام سے مشہور ہیں، ابن مہدی کہتے ہیں کہ آپ اپنے وقت میں سب سے بڑے محدث تھے، نسائی کہتے ہیں کہ شاید اللہ نے آپ کو علم حدیث کے لیے ہی پیدا کیا ہے ذی قعدہ ۲۳۴ دوسو چونتیس میں وفات ہوئی تہتّر سال عمر ہوئی۔

(۶۸) علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب: آپ کی کنیت ابو الحسن لقب امام زین العابدین سادات اہل بیت سے ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں، امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل کوئی قرشی نہیں دیکھا آپ کی عمر ۵۸ اٹھاون سال ہوئی ۹۴ میں وفات ہوئی جنت بقیع میں اپنے تایا امام حسن کے ساتھ دفن ہیں، مترجم کہتا ہے کہ امام حسین کے تینوں بیٹوں کا نام علی ہے علی اکبر علی اوسط علی اصغر، حضرت علی اکبر اور علی اصغر تو کربلا میں شہید ہوئے علی اوسط یعنی امام زین العابدین وہاں سے بچ کر آئے بقیہ زندگی بغیر روئے ہوئے کبھی پانی نہ پیا آپ کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

(۶۹) علی ابن منذر: آپ کوفی ہیں، بڑے عابد زاہد ہیں، پچپن حج کیے ثقہ ہیں، بہت ہی صادق ہیں، امام نسائی کہتے ہیں کہ شیعہ تھا ۲۵۶ دو سو چھپن میں ہی فوت ہوا لقب طریقی ہے۔

(۷۰) علی ابن زید: قرشی بصرہ کے تابعی ہیں، اصل میں مکی تھے رہے بصرہ میں انس ابن مالک وغیرہ سے ملاقات ہے ۱۳۰ ایک سو تیس میں وفات ہے۔

(۷۱) علی ابن یزید: آپ ہانی ہیں، محدثین کی ایک جماعت نے انہیں ضعیف کہا ہے۔

(۷۲) علی ابن عاصم: آپ واسطی ہیں، یحیٰی بکاء اور عطاء ابن سائب وغیرہما سے ملاقات ہے بہت لوگوں نے آپ کو ضعیف کہا آپ کے پاس ایک لاکھ حدیثیں تھیں نوے ۹۰ سال سے زیادہ عمر پائی۔

(۷۳) علاء ابن زیاد: ابن مطر آپ عدوی بصری ہیں، شام میں قیام رہا ۹۴ میں وفات ہوئی۔

(۷۴) عطاء ابن یسار: آپ کی کنیت ابو محمد ہے ام المؤمنین میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، مدینہ منورہ کے مشہور تابعی ہیں، چوراسی سال عمر ہوئی ۹۷ ستانوے میں وفات پائی۔

(۷۵) عطاء ابن عبداللہ: آپ خراسانی ہیں، شام میں رہے ۵۰ پچاس میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵ ایک سو پینتیس میں وفات پائی، مالک ابن انس نے آپ سے روایات لیں۔

(۷۶) عطاء ابن ابی رباح: آپ کی کنیت ابو محمد ہے آپ ہاتھ پاؤں سے بے کار ایک آنکھ سے محروم تھے آخر میں نابینا ہوگئے تھے مکہ معظّمہ کے بڑے فقیہ تھے امام اوزاعی کہتے ہیں کہ آپ مقبول ترین لوگوں سے ہیں، امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ علم کا خزانہ اللہ جسے چاہے دے اگر علم نسب سے ملتا ہو تو حضور انور کی صاحبزادی اس کی مستحق ہوتیں دیکھو عطاء ابن ابی رباح حبشی تھے مگر علم کے خزانے انہیں ملے، سلمہ ابن کہیل فرماتے ہیں کہ میں نے تین شخص دیکھے جن کا علم محض رضا الٰہی کے لیے تھا: عطاء، طاؤس، مجاہد حضرت عطاء کی عمر ۸۸ اٹھاسی سال ہوئی اور ۱۱۵ ایک سو پندرہ میں وفات ہوئی بہت صحابہ سے ملاقات کی ابن عباس ابوہریرہ ابو سعید خدری وغیرہم۔

(۷۷) عطاء ابن عجلان: آپ بصری ہیں، حضرت انس وغیرہ سے ملاقات ہے بعض لوگوں نے انہیں متّہم کیا۔

(۷۸) عطاء ابن سائب ابن یزید: آپ ثقفی ہیں، آپ کی وفات ۱۳۶ ایک سو چھتیس میں ہے۔

(۷۹) عدی ابن عدی: آپ کندی ہیں اپنے والد اور دوسرے صحابہ سے روایات کرتے ہیں۔

(۸۰) عدی ابن ثابت: آپ اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں عدی کے دادا کا نام دینار ہے امام بخاری کہتے ہیں کہ مجھے ان کا نام معلوم نہیں۔
(۸۱) عیسیٰ ابن یونس ابن اسحاق: علم حفظ عبادت میں مشہور تھے آپ ایک سال حج کرتے تھے ایک سال جہاد ۱۸۷ ایک سو ستاسی میں وفات پائی۔
(۸۲) عامر ابن مسعود: آپ قرشی تابعی ہیں، ابراہیم ابن عامر کے والد ہیں۔
(۸۳) عامر ابن سعد: ابن ابی وقاص: آپ زہری قرشی ہیں، ۱۰۴ ایک سو چار میں وفات پائی۔
(۸۴) عامر ابن اسامہ: آپ کی کنیت ابو الملیح ہے ہزلی بصری ہیں بہت صحابہ سے ملاقات ہے۔
(۸۵) عاصم ابن سلیمان: احول آپ بصری تابعی ہیں، حضرت انس وحفصہ سے ملاقات ہے ۱۴۲ ایک سو بیالیس میں وفات ہے۔
(۸۶) عاصم ابن کلیب: آپ حرمی کوفی ہیں، آپ کی احادیث نماز، حج اور جہاد کے متعلق ہیں۔
(۸۷) عروہ ابن زبیر ابن عوام: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے قرشی اسدی ہیں، حضرت زبیر اور والدہ اسماء اور عائشہ صدیقہ سے روایات لیتے ہیں، ۲۲ بائیس میں ولادت ہے آپ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں، ابن شہاب کہتے ہیں کہ آپ علم کے دریا ہیں۔
(۸۸) عروہ ابن عامر: آپ قرشی تابعی ہیں، حضرت ابن عباس وغیرہ سے احادیث لیتے ہیں۔
(۸۹) عبید ابن عمیر: آپ کی کنیت ابو عاصم ہے لیثی حجازی ہیں، مکہ معظّمہ کے قاضی رہے حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے، بعض نے آپ کو صحابی مانا ہے مگر قوی یہ ہے کہ تابعی ہیں، حضرت ابن عمر سے پہلے وفات پائی۔
(۹۰) عبید ابن سباق: حجازی ہیں، حضرت زید ابن ثابت سہل ابن حنیف وغیرہما سے روایات لیتے ہیں۔
(۹۱) عبید اللہ ابن زیاد: کلبی ہے یزید ابن معاویہ کی طرف سے امام حسین کے مقابل لشکر کشی کرنے والا یہ ہی تھا اس وقت یہ ہی کوفہ کا گورنر تھا یزید کی طرف سے، یہ خود موصول میں ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی کے ہاتھوں مارا گیا ۶۶ چھیاسٹھ میں مختار ابن عبید کی حکومت میں۔
(۹۲) عکرمہ: آپ حضرت عبداللہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں، کنیت ابو عبداللہ ہے بربر کے رہنے والے ہیں، فقہاء مکہ سے ہیں، آپ سے ایک مخلوق نے روایات لی ہیں، ۸۰ اسی سال عمر ہوئی ۱۰۷ ایک سو سات میں وفات پائی کسی نے سعید ابن جبیر سے پوچھا کہ کیا کوئی آپ سے بڑا عالم ہے فرمایا عکرمہ۔
(۹۳) علقمہ ابن ابی علقمہ: ابو علقمہ کا نام بلال ہے، حضرت عائشہ صدیقہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، بہت صحابہ کرام سے ملاقات ہے جیسے حضرت انس وغیرہ۔
(۹۴) عوف ابن وہب: تابعی ہیں، کنیت ابو جحفہ ہیں۔
(۹۵) ابو عثمان ابن عبد الرحمٰن ابن ملی: آپ نہدی بصری ہیں، زمانہ جاہلیت پایا ہے حضور انور کا زمانہ پایا ہے مگر زیارت نہ کرسکے ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے قریبًا ایک سو تیس سال عمر ہوئی، ۹۵ پچانوے میں وفات پائی۔
(۹۶) ابو عاصم: آپ شبانی ہیں، امام بخاری کے شیخ۔
(۹۷) ابو عبیدہ ابن محمد ابن یاسر: آپ حنسی ہیں، حضرت جابر سے ملاقات ہے۔

(۹۸)ابو عمیر ابن انس ابن مالک انصاری: آپ کا نام عبد اللہ ہے اپنے والد انس کے بعد بہت دراز عرصہ زندہ رہے اپنی پھوپھی سے روایات لیتے ہیں۔

(۹۹)ابو العشرٰی: آپ کا نام اسامہ ابن مالک ہے، دارمی ہیں، اپنے والد سے روایات لیتے ہیں، آپ کے نام میں بڑا اختلاف ہے قوی یہ ہے کہ نام اسامہ ہے۔

(۱۰۰)ابو العالیہ: آپ کا نام رفیع ابن مہران ہے رباحی بصری ہیں، حضرت صدیق اکبر سے ملاقات ہے حضرت عمر فاروق اور ابی ابن کعب سے روایات لیتے ہیں، حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ ابو العالیہ کہتے تھے کہ میں نے تین بار قرآن مجید حضرت عمر کو سنایا ہے حضور انور کی وفات کے دو سال بعد آئے، سنہ ۹۰ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۱۰۱)ابو العلاء ابن یزید ابن عبد اللہ ابن شخیر: حضرت عائشہ صدیقہ سے روایات لیں، سنہ ۱۱۱ ایک سو گیارہ میں وفات پائی۔

(۱۰۲)ابو عبد الرحمٰن: آپ کا نام عبد اللہ یزید ہے مصری ہیں، عامری ہیں۔

(۱۰۳)ابو عطیہ: آپ عقیلی ہیں مالک ابن حویرث سے ملاقات ہے آپ بنی عقیل کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(۱۰۴)ابو عاتکہ حضرت انس سے روایات لیتے ہیں۔

ع۔۔۔صحابیات

(۱)عائشہ صدیقہ: ام المومنین ہیں ابوبکر صدیق کی دختر آپ کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں، حضور انور نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا نبوت کے دسویں سال مکہ معظّمہ میں آپ سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے،۲ دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف صرف نو برس تھی،نو سال حضور انور کے ساتھ رہیں حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی،آپ کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور نے نکاح نہیں کیا بے مثال عالمہ فقیہہ فصیحہ فاضلہ تھیں حضور انور سے بہت ہی احادیث روایت فرمائیں تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی،اشعار عرب پر بڑی نظر تھی مدینہ منورہ میں ۱۷ سترہ رمضان منگل کی رات وفات ہوئی،وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں، آپ پر حضرت ابوہریرہ نے نماز پڑھائی مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ کے حاکم تھے امیر معاویہ کا زمانہ خلافت تھا۔مترجم کہتا ہے کہ صرف آپ کے بستر میں حضور پر وحی آئی حضرت جبرئیل آپ کو سلام کرتے تھے آپ پر بہتان لگا تو سورۂ نور کی قریبًا اٹھارہ آیتیں آپ کی براءت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم اور حضرت یوسف کو بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالٰی گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ　　　ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے دو ہزار دوسو دس احادیث مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث صرف بخاری کی ہیں اڑسٹھ احادیث صرف مسلم کی،عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔(حاشیہ)

(۲) عمرہ بنت رواحہ: آپ انصاریہ ہیں، نعمان ابن بشیر کی والدہ آپ سے بشر ابن سعد نے احادیث لیں۔

(۳)ام عمارہ: آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے انصاریہ ہیں، بیعت عقبہ میں شریک ہوئیں پھر اپنے خاوند زید ابن عاصم کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئیں،پھر بیعت الرضوان میں اور غزوہ یمامہ میں خود جہاد کیا حتی کہ آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور جسم پر بارہ زخم نیزوں تلواروں کے کھائے بہت لوگوں نے آپ سے روایات لیں۔

(۴)ام العلاء: آپ انصاریہ صحابیہ ہیں، خارجہ ابن زید ابن ثابت کی والدہ ہیں، حضور انور آپ کی بیماری میں آپ کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

(۵)ام عطیہ: آپ کا نام نسیبہ بنت کعب یا بنت حارث ہے انصاریہ ہیں، بہت صحابیات نے آپ سے احادیث روایت کیں اکثر حضور انور کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئیں،زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں رضی اللہ عنہا آپ کے بہت فضائل ہیں۔

ع۔۔۔تابعیات

(۱)عمرہ بنت عبدالرحمٰن: آپ عبدالرحمٰن ابن سعید ابن زرارہ کی دختر ہیں،حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ کی پرورش کی آپ نے ان ہی سے بہت احادیث روایت کیں ۱۰۳ ایک سو تین میں وفات ہوئی۔

غ۔۔۔صحابہ کرام

(۱)غضیف ابن حارث: آپ شمالی ہیں، کنیت ابو اسماء ہے شامی ہیں،حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے،حضور سے بیعت کی بعض لوگوں نے آپ کو تابعی کیا مگر قوی یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں۔

(۲)غیلان ابن سلمہ: آپ ثقفی ہیں، فتح طائف کے بعد ایمان لائے ثقیف کے سرداروں میں سے تھے بڑے شاعر اور عبادت گزار تھے،حضرت عمر فاروق کی خلافت میں وفات پائی۔

غ۔۔۔تابعین کرام

(۱)غالب ابن ابی غیلان: ابن خطاف بصری ہیں بکر ابن عبداللہ سے ملاقات ہے۔

(۲)غریف ابن عیاش ابن دیلمی: آپ نے حضرت واثلہ ابن اسقع سے ملاقات کی۔

(۳)ابو غالب: آپ کا نام حزور ہے باہلی بصری ہیں،عبدالرحمٰن ابن حضرمی کے آزاد کردہ غلام ہیں ابو امامہ سے روایات لیں۔

ف۔۔۔صحابہ کرام

(۱)فضل ابن عباس: ابن عبدالمطلب آپ حضور انور کے چچازاد ہیں، حضور کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور ثابت قدم رہے حجۃ الوداع میں حضور کے ساتھ تھے حضور انور کو غسل وفات دینے والوں میں آپ بھی تھے،پھر شام میں جہاد کرتے رہے اردن کے علاقہ میں وفات پائی،اکیس سال عمر ہوئی اپنے بھائی عبداللہ اور حضرت ابوہریرہ سے روایات کرتے ہیں۔

(۲)فضالہ ابن عبید: آپ انصاری اوسی ہیں، احد اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے،بیعۃ الرضوان میں شامل ہوئے،امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے قاضی رہے جب کہ وہ صفین کی جنگ میں گئے،۵۳ھ زمانہ معاویہ میں وفات پائی۔

(۳)فجیع ابن عبداللہ: آپ عامری ہیں، اپنی قوم کے نمائندے بن کر حضور انور کی خدمت میں آئے اور حضور سے احادیث سنیں۔

(۴)فروہ ابن مسیک: آپ مراوی غطیفی ہیں، اہل یمن سے ہیں، ۹ نو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے خلافت فاروقی میں کوفہ چلے گئے شاعر بھی تھے بہت عابد زاہد تھے۔

(۵)فروہ ابن عمرو: آپ بیاضی انصاری ہیں بدر وغیرہ میں حاضر ہوئے۔

(۶)فیروز دیلمی: آپ حمیری فارسی ہیں، صنعاء میں رہے آپ نے یمن میں اسود عنسی مدعی نبوت کو قتل کیا،حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات سے بالکل قریب یہ واقعہ ہوا،خلافت عثمانیہ میں وفات ہوئی،آپ سے ضحاک اور عبداللہ نے روایات لیں۔

ف۔۔۔تابعین

(۱)فرافصہ ابن عمیر حنفی: تابعین مدینہ سے ہیں، حضرت عثمان سے روایات لی ہیں، آپ سے قاسم ابن محمد وغیرہ نے روایات لیں۔

(۲)فروہ ابن نوفل: آپ اشجعی کوفی ہیں،حضرت عائشہ صدیقہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(۳)ابن فرک: آپ کا نام احمد ابن زکریا ابن فارسی لغوی ہے،لغت کے بڑے ماہر تھے ہمدان میں رہے،آپ کے والد کا لقب فراس تھا،اپنے زمانہ میں بڑے عالم مصنف شاعر تھے۔

ف۔۔۔صحابیات

(۱)فاطمہ کبریٰ: آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی ہیں، والدہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں، لقب زہرا اور سیدۃ النساء العالمین ہے، ظہور نبوت سے پانچ سال قبل مکہ معظّمہ میں آپ کی ولادت ہے۔مترجم کہتا ہے کہ آپ حیض و نفاس سے پاک تھیں۔(ہشت بہشت)رمضان ۲ دو ہجری میں حضرت علی سے آپ کا نکاح ہوا بقر عید کے مہینہ رخصتی ہوئی آپ سے حسن، حسین، محسن تین بیٹے اور زینب،ام کلثوم،رقیہ تین بیٹیاں ہوئیں،حضور انور کی وفات سے چھ ماہ بعد تین رمضان سہ شنبہ ۱۱ھ دن میں وفات پائی اٹھائیس سال عمر ہوئی۔

نبی کی لاڈلی بانو ولی کی ماں شہیدوں کی   یہاں جلوہ نبوت ولایت کا شہادت کا

(۲)فاطمہ بنت ابی حبیش: آپ قرشیہ اسدیہ ہیں،انہیں کو استحاضہ کا خون بہت آتا تھا،عبداللہ ابن جحش کی زوجہ ہیں عروہ ابن زبیر اور حضرت ام سلمہ نے ان سے روایات لیں۔

(۳)فاطمہ بنت قیس: آپ قرشیہ ہیں، حضرت ضحاک کی بہن اولین مہاجرات سے ہیں، جمال و عقل میں کمال رکھتی تھیں پہلے ابو عمرو ابن حفص کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو حضور انور نے حضرت اسامہ ابن زید سے آپ کا نکاح کردیا۔

(۴)فریعہ بنت مالک ابن سنان: آپ حضرت ابو سعیدخدری کی بہن ہیں،بیعۃالرضوان میں شریک ہوئیں،آپ سے زینب بنت کعب بن عجرہ نے احادیث روایت کیں۔

(۵)ام الفضل: آپ کا نام لبابہ بنت حارث ہے،حضرت عباس ابن عبدالملک کی زوجہ ہیں عامریہ ہیں،ام المؤمنین میمونہ کی بہن ہیں۔مشہور یہ ہے کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کے بعد عورتوں میں آپ ہی ایمان لائیں آپ سے بہت احادیث مروی ہیں حضور انور کی چچی ہیں۔

(۶)ام فروہ: آپ انصاریہ ہیں، حضور انور سے بیعت کی قاسم ابن غنام نے آپ سے روایات لیں۔

ف۔۔۔تابعیات

(۱)فاطمہ صغریٰ: آپ حضرت حسین ابن علی ابن ابی طالب کی بیٹی ہیں،قرشیہ ہاشمیہ ہیں،حسن ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب کے نکاح میں تھیں،ان کی وفات کے بعد عبداللہابن عمرو ابن عثمان ابن عفان کے نکاح میں رہیں۔

ق۔۔۔صحابہ کرام

(۱)قبیصہ ابن ذویب: آپ خزاعی ہیں، ایک ہجری میں پیدا ہوئے،آپ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیاتو حضور سرکار نے آپ کو فقہ اور بلندی درجات کی دعا دی ابوالزناد کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں یہ چار حضرات فقہاء شمار کیے جاتے تھے: ابن مسیب، عروہ ابن زبیر، عبدالملک ابن مروان،قبیصہ ابن ذویب،۸۶ میں آپ کی وفات ہوئی،ابن عبدالبر کے علاوہ دوسرے محدثین نے آپ کو صحابی نہیں مانا شام کے تابعین سے مانا ہے۔

قبیصہ ابن مخارق: آپ ہلالی ہیں حضور انور کی خدمت میں اپنی قوم کے نمایندے بن کر آئے اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۲)قبیصہ ابن وقاص: آپ سلمی ہیں، بصرہ میں رہے انہیں لوگوں میں آپ کا شمار ہے۔

(۳) قتادہ ابن نعمان: آپ انصاری ہیں،بیعت عقبہ میں شریک ہوئے،بدروغیرہ غزوات میں شامل رہے حضرت ابو سعید خدری آپ کے ماں شریک بھائی ہیں،۶۵ پینسٹھ سال عمر ہوئی ۲۳ تئیس میں وفات پائی،فضلاء صحابہ سے ہیں۔

(۴) قدامہ ابن عبداللہ: آپ کلابی یا عامری ہیں، پرانے مؤمنین سے ہیں، مکہ معظّمہ میں رہے حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

(۵) قدامہ ابن مظعون: آپ قرشی جمحی ہیں،حضرت عبداللہ ابن عمر کے ماموں ہیں،حبشہ کے مہاجرین سے ہیں، بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے،آپ سے عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عامر نے احادیث لیں ۶۸ اڑسٹھ سال عمر ہوئی ۳۶ چھتیس میں وفات پائی آپ کے بہت فضائل ہیں۔

(۶) قطبہ ابن مالک: آپ ثغلبی ہیں، کوفی ہیں،حضور کی خدمت میں رہے۔

(۷) قیس ابن ابی غرزہ: آپ غفاری کوفی ہیں،آپ سے ابووائل وغیرہم نے احادیث لیں۔

(۸) قیس ابن سعد ابن عبادہ: آپ کی کنیت ابو عبداللہ انصاری خزرجی ہیں، افاضل صحابہ سے ہیں، جنگی تدابیر میں بہت ماہر تھے،اپنی قوم کے سردار تھے حضور انور کی بارگاہ میں بڑے عزت یافتہ تھے،حضرت علی کی طرف سے مصر کے حاکم رہے،حضرت علی کی شہادت تک کبھی ان سے جدا نہ ہوئے،۶۰ساٹھ میں وفات پائی،قیس ابن سعد عبداللہ ابن زبیر: قاضی شریح اور احنف کے چہروں پر کبھی بال نہ آئے داڑھی نہ اُگی۔

(۹) قیس ابن عاصم: آپ کی کنیت ابو قبیصہ ہے یا ابو علی تمیمی ہیں،بنی تمیم کے وفد میں حضور انور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، ۹ھ نو میں ایمان لائے جب یہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ یہ خیمہ والوں کے سردار ہیں،علم اور حلم میں مشہور تھے،اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۱۰)قرظہ ابن کعب: آپ انصاری خزرجی ہیں، احد وغیرہ غزوات میں شریک ہوئے،حضرت علی نے آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا،آپ ہی کی خلافت میں کوفہ میں وفات پائی،امام شعبی وغیرہ نے آپ سے احادیث لیں۔

(۱۱)قرہ ابن ایاس: آپ مزنی بصری ہیں، آپ کے بیٹے معاویہ نے آپ سے احادیث لیں ازارقہ نے آپ کو قتل کیا اور کسی نے آپ سے احادیث نہ لیں۔

(۱۲)ابوقتادہ: آپ کا نام حارث ابن ربعی ہے حضور انور کے پیادہ سپاہیوں میں سے ہیں، ۵۴ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی،بعض نے فرمایا کہ خلافت حیدری میں کوفہ میں فوت ہوئے،ستر سال عمر ہوئی،تمام غزاوت میں شریک ہیں۔

(۱۳)ابو قحافہ: آپ کا نام عثمان ابن عامر ہے حضور ابوبکر صدیق کے والد ہیں،عین کی تختی میں آپ کا ذکر ہوچکا ہے۔

ق۔۔۔تابعین عظام

(۱) قاسم ابن محمد ابن ابوبکر الصدیق: آپ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک ہیں، عظیم الشان تابعی ہیں، آپ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔یحیٰی ابن سعید کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں ایسا کوئی نہ پایا جو قاسم سے افضل ہو آپ نے بہت صحابہ سے احادیث روایت کیں حتی کہ عائشہ صدیقہ اور امیر معاویہ کی بھی ستر سال عمر ہوئی ۱۰۱ ایک سو ایک میں وفات پائی۔خیال رہے کہ آپ کی بیٹی فروہ بنت قاسم کا نکاح امام باقر سے ہوا ان کے بطن سے امام جعفر پیدا ہوئے تو صدیق اکبر تمام سیدوں کے نانا ہیں اور علی مرتضٰی سیدوں کے دادا۔(مترجم)

(۲) قاضی ابن عبدالرحمٰن: آپ شامی ہیں، عبدالرحمٰن ابن خالد کے آزاد کردہ غلام ہیں اپنے زمانہ میں بہترین بزرگ تھے۔

(۳)قبیصہ ابن ہلب: آپ طائی ہیں، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں آپ کے والد صحابی ہیں۔

(۴)قعقاع ابن حکیم: آپ مدنی تابعی ہیں، حضرت جابر اور ابو یونس سے ملاقات ہے۔

(۵) قطن ابن قبیصہ: آپ ہلالی ہیں، اہل بصرہ سے ہیں اور سجستان کے حاکم رہے۔

(۶) قتادہ ابن دعامہ: آپ کی کنیت ابو الخطاب ہے سدوسی ہیں، نابینا تھے حافظ تھے غضب کے حافظ پایا تھا۔خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ میرے کان سنتے ہیں وہ میرا دل محفوظ کرلیتا ہے،عبداللہ ابن سرجس سے روایت لیتے ہیں،۱۰۷ ایک سو سات میں وفات پائی۔

(۷) قیس ابن عباد: آپ بصری ہیں، بصرہ کے تابعین میں سے ہیں، جماعت صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۸) قیس ابن ابی حازم: آپ احمسی بجلی ہیں زمانہ جاہلیت کو پایا ہے آپ حضور انور سے بیعت کرنے مدینہ منورہ آئے تو معلوم ہوا کہ قریب ہی وفات شریف ہوچکی ہے،آپ کوفہ کے تابعین میں سے ہیں،عشرہ مبشرہ سے روایات لیتے ہیں سواء عبدالرحمٰن ابن عوف کے آپ کے سواء کسی تابعی نے نو عشرہ مبشرہ سے احادیث نہیں لیں،نہروان میں حضرت علی کے ساتھ تھے آپ نے سو برس سے زیادہ عمر پائی،۹۸ اٹھانوے میں وفات ہوئی،نہروان خوارج پر جہاد کیا۔

(۹) قیس ابن مسلم ابن کثیر: آپ نے حضرت ابو الدرداء سے روایات لیں۔

(۱۰)ابوقلابہ: آپ کا نام عبداللہ ابن زید ہے جرمی ہیں، مشہور تابعی ہیں،حضرت انس وغیرہ سے ملاقات ہے شام کے علماء میں سے ۱۰۶ ایک سو چھ میں شام میں وفات پائی۔

(۱۱)ابن قطن: آپ کا نام عبدالعزیز ابن قطن ہے،جاہلی ہیں، دجال کی احادیث میں آپ کا نام آتا ہے۔

(۱۲)قزمان: یہ وہ شخص ہے جس نے ایک غزوہ میں بہت اچھی طرح جنگ کی حضور انور نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہے آخر کار خود کشی کرکے مرا،اسے تابعی کہنا درست نہیں۔(مترجم)

ق۔۔۔صحابیات

(۱)قیلہ بنت مخرمہ: آپ صحابیہ ہیں، آپ سے آپ کی دو پوتیوں صفیہ حبیبیہ بنت علیہ نے روایات لیں غالبًا یہ وہی قیلہ ہیں جو جمعہ کے دن کچھ لپٹا سا پکا کر بیٹھ جاتی تھیں صحابہ کرام آکر کھاتے تھے،فرماتے ہیں کہ ہم کو جمعہ کے دن کا انتظار ہوتا تھا قیلہ کے اس کھانے کی وجہ سے۔و اللہ اعلم! (مترجم)

(۲)ام قیس بنت محصن: آپ عکاشہ ابن محصن کی بہن ہیں، مکہ معظّمہ کے پرانے مسلمانوں میں سے ہیں پھر ہجرت کرکے مدینہ منورہ حاضر ہوگئیں۔

ک۔۔۔صحابہ کرام

(۱)کعب ابن مالک: آپ انصاری خزرجی ہیں، بیت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے،بدر کی حاضری میں اختلاف ہے سواء تبوک کے باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے حضور انور کے خاص شاعروں میں سے ہیں، غزوہ تبوک میں تین صاحب پیچھے رہ گئے تھے جن کا بائیکاٹ کیا گیا ان میں سے ایک آپ تھے دوسرے ہلال ابن امیہ ہیں، تیسرے مرارہ ابن ربیعہ آپ کے متعلق سورۂ توبہ میں قبول توبہ کی آیات نازل ہوئیں آپ سے ایک جماعت نے روایت کی ۷۷ ستتر سال عمر شریف پائی،۵۰ پچاس میں وفات ہوئی آخر میں نابینا ہوگئے۔

(۲)کعب ابن عجرہ: آپ بلوی ہیں، کوفہ میں رہے مدینہ منورہ میں وفات پائی،پچھتّر سال عمر ہوئی ۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی۔

(۳)کعب ابن مرہ: آپ بسہری ہیں، سلمٰی ہیں،اردن میں رہے،۵۹ انسٹھ میں وفات پائی۔

(۴)کعب ابن عیاض: آپ اشعری ہیں، اہل شام میں آپ کا شمار ہے آپ سے حضرت جابر جبیر ابن نفیر وغیرہما نے روایات لیں۔

(۵)کعب ابن عمرو: آپ انصاری سلمی ہیں، بیعت عقبہ اور بدر میں حاضر ہوئے،غزوہ بدر میں آپ نے ہی حضرت عباس کو گرفتار کیا تھا ۵۵ پچپن میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۶) کثیر ابن صلت: ابن معدیکرب آپ کندی ہیں، حضور انور کی حیات شریف میں پیدا ہوئے،آپ کا نام قلیل تھا حضور انور نے کثیر رکھا،بہت صحابہ سے روایات لیتے ہیں۔

(۷) کرکرہ: آپ حضور انور کے سامان کے منتظم ہوا کرتے تھے،سفروں اور غزوات میں آپ کا ذکر غلول میں آتا ہے، کرکرہ میں دونوں کاف کو فتح حاصل ہے۔

(۸) کلدہ ابن حنبل: آپ اسلمی ہیں، صفوان ابن امیہ کے سوتیلے بھائی ہیں، آپ کو عبدالعمر ابن حبیب نے یمن کے سوق عکاظ سے خریدا انہیں حلیف بنایا وفات تک مکہ معظّمہ میں رہے۔

(۹)ابو کبشہ: آپ کا نام عمرو ابن سعد انماری ہے شام میں قیام رہا۔

ک۔۔۔تابعین عظام

(۱)کعب احبار: آپ کا نام کعب ابن مانع ہے،کنیت ابو اسحاق ہے،مشہور ہیں، کعب احبار کے نام سے قبیلہ حمیر سے ہیں، حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر زیارت نہ کرسکے خلافت فاروقی میں اسلام لائے اور خلافت عثمانیہ میں ۳۲ بتیس میں مقام حمص میں وفات پائی۔

(۲) کثیر ابن عبداللّٰہ ابن عمرو ابن عوف: مزنی آپ مدنی ہیں۔

(۳) کثیر ابن قیس: یا قیس ابن کثیر،آپ کا ذکر قاف کی تختی میں ہوچکا ہے۔

(۴) کریب ابن ابی مسلم: آپ عبداللّٰہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(۵)ابو کریب ابن محمد ابن علاء: آپ ہمدانی کوفی ہیں،ابوبکر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، ۲۴۸ دو سو اڑتالیس میں وفات ہوئی۔

ک۔۔۔تابعیات

(۱) کبشہ بنت کعب ابن مالک: آپ عبداللّٰہ ابن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں، بلّی کے جھوٹے کے متعلق آپ کی حدیث مشہور ہے۔

(۲) کریمہ بنت ہمام: آپ سے خضاب کے متعلق حدیث مروی ہے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتی ہیں،ہمام میم کے پیش یا میم کے فتحہ سے۔

(۳)ام کرز: آپ خزاعیہ ہیں، چند احادیث آپ سے مروی ہیں خصوصًا عقیقہ کی حدیث۔

(۴)ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط مکہ معظّمہ میں اسلام لائیں پیدل ہجرت کی مکہ معظّمہ میں کنواری تھیں مدینہ منورہ میں زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں،جب حضرت زید غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے تو زبیر ابن عوام سے نکاح کیا انہوں نے طلاق دے دی تو عبدالرحمٰن ابن عوف کے نکاح میں آئیں ان سے ابراہیم اور حمید پیدا ہوئے جب ان کے یہ خاوند فوت ہوئے تو عمرو ابن عاص سے نکاح کیا انہیں کے نکاح میں فوت ہوئیں،آپ حضرت عثمان غنی کی سوتیلی بہن ہیں۔

ل۔۔۔صحابہ کرام

(۱)لقلیط ابن عامر ابن صبرہ: آپ کی کنیت ابو رزین ہے عقیلی مشہور صحابی ہیں اہل طائف سے ہیں۔

(۲)لقمان ابن باعو: آپ ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ کے بیٹے ہیں،بعض نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تھے بنی اسرائیل کے قاضی تھے،بعض نے کہا کہ آپ مصر کے حبشی غلاموں میں سے تھے اکثر کا قول یہ ہے کہ نبی نہ تھے حکیم تھے آپ کا ذکر کتاب الرقاق کی احادیث میں ہے(نہ معلوم مؤلف نے انہیں صحابہ کی فہرست میں کیوں داخل کیا)(مترجم)

(۳)لبید ابن ربیعہ: آپ عامری ہیں، شاعر ہیں،اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد میں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے،زمانہ جاہلیت اور اسلام میں بہت عزت والے تھے آخر میں کوفہ میں رہے ۴۱ اکتالیس میں وفات ہے ۱۵۷ ایک سو ستاون سال عمر پائی۔

(۴)ابو لبابہ: آپ کا نام رفاعہ عبدالمنذر ہے اوسی انصاری ہیں، بیعت عقبہ غزوہ بدر اور تمام غزوات شریک ہوئے،بعض نے کہا کہ بدر میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ حضور انور کے حکم سے مدینہ منورہ میں انتظام کے لیے رہے مگر آپ کو غنیمت سے حصہ دیا گیا حضرت علی کی خلافت میں وفات پائی۔

(۵)ابن لبیبہ: آپ کا نام عبداللہ ہے آپ کا ذکر صدقات کی وصولی میں آتا ہے۔

ل۔۔۔تابعین عظام

(۱)لیث ابن سعد: آپ کی کنیت ابو الحارث ہے مصر کے فقیہ ہیں خالد ابن ثابت فہمی کے آزاد کردہ ہیں، ۹۴ چورانوے میں مصر کے علاقہ میں پیدا ہوئے،۱۶۱ ایک سواکسٹھ میں بغداد آئے خلیفہ منصور نے آپ کو مصر کا حاکم بنانا چاہا آپ نے انکار کردیا یحیٰی ابن بکیر فرماتے ہیں کہ میں نے لیث سے بڑھ کر کوئی کامل نہ دیکھا قتیبہ ابن سعید کہتے ہیں کہ لیث کی سالانہ آمدنی بیس ہزار دینار تھی مگر آپ پر کبھی زکوۃ واجب نہ ہوئی شعبان ۱۷۵ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۲)ابن ابی لیلیٰ: آپ کا نام عبدالرحمٰن قاسم ابن ابی لیلیٰ یسار ہے انصاری ہیں، خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے،جب کہ ان کی خلافت کو چھ سال گزر گئے،۸۳ تراسی میں بصرہ کی ایک نہر میں ڈوب کر وفات ہوئی،بہت صحابہ سے ملاقات ہے کوفہ کے تابعین میں سے ہیں،آپ کے بیٹے محمد کو بھی ابن ابی لیلیٰ کہا جاتا ہے وہ کوفہ کے قاضی تھے مشہور فقیہ تھے خیال رہے کہ محدثین جب ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں تو یہ ہی مراد ہوتے ہیں اور جب فقہاء ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں تو آپ کے بیٹے مراد ہوتے ہیں،یہ محمد ۷۴ میں پیدا ہوئے اور ایک سو اڑتالیس میں وفات پائی۔

(۳)ابن لہیعہ: آپ کا نام عبداللہ ہے کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے، حضرمی ہیں، فقیہ ہیں، مصر کے قاضی تھے،بہت محدثین سے ملاقات ہے،یحیٰی ابن بکیر اور قتیبہ مصری کہتے ہیں کہ آپ ضعیف الحدیث ہیں، احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ مصر میں ان جیسے کوئی محدث نہ ہوسکا آپ حدیث کے حافظ اتقان و ضبط والے ہیں، ۱۷۴ایک سو چوہتر میں وفات پائی۔

ل۔۔۔صحابیات

(۱)لبابہ بنت حارث: آپ کی کنیت ام الفضل ہے،آپ کا ذکر ف کی تختی میں ہوچکا ہے۔

م۔۔۔صحابہ کرام

(۱)مالک ابن اوس: ابن حدثان آپ بصری ہیں، آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے آپ کی احادیث بہت تھوڑی ہیں ہاں صحابہ کے آثار آپ سے بہت مروی ہیں، ۹۲ بانوے میں مدینہ میں وفات پائی مشہور ہستی ہے۔

(۲)مالک ابن حویرث: آپ لیثی ہیں، حضور انور کی خدمت میں وفد بن کر آئے اور حضور کے پاس بیس دن رہے آخر میں بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی ۹۴ چورانوے میں وفات پائی۔

(۳)مالک ابن صعصعہ: آپ انصاری مازنی ہیں، بصرہ میں رہے احادیث کم روایت کرتے ہیں۔

(۴)مالک ابن ہبیرہ: آپ سکونی ہیں،اہل شام میں آپ کا شمار ہے امیر معاویہ کی طرف سے لشکروں کے سردار رہے روم پر جہاد کیا یہ جہاد امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوئے۔

(۵)مالک ابن یسار: آپ سکونی پھر عوفی ہیں، شام میں قیام رہا آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے۔

(۶)مالک ابن تیہان: آپ کی کنیت ابو الہیثم ہے انصاری ہیں، عقبہ میں شریک ہوئے،۲۰ بیس خلافت فاروقی میں وفات پائی بعض مؤرخین نے کہا کہ ۳۷ سینتیس میں صفین میں وفات پائی۔

(۷)مالک ابن قیس: آپ کی کنیت ابو صرمہ ہے آپ کا ذکر صاد کی تختی میں ہوچکا ہے۔

(۸)مالک ابن ربیعہ: آپ کی کنیت ابو اسید ہے اپنی کنیت میں مشہور ہیں،الف کی تختی میں آپ کا ذکر ہوچکا۔

(۹)ماعزابن مالک: اسلمی ہیں،مدنی ہیں آپ کو ہی سنگسار کیا گیا تھا آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ نے ایک حدیث روایت کی۔

(۱۰)مطر ابن عکاس: آپ اسلمی ہیں اہل کوفہ سے ہیں، آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔

(۱۱)معاذ ابن انس: آپ جہنی ہیں اہل مصر سے ہیں، آپ کے بیٹے سہل نے آپ سے احادیث لیں۔

(۱۲)معاذ ابن جبل: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں، خزرجی ہیں، بیعت عقبہ دوم میں ستر صحابہ میں آپ بھی تھے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور نے آپ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا،اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے حضرت عمر نے ابوعبیدہ ابن جراح کے بعد آپ کو شام کا حاکم بنایا اڑتیس سال عمر پائی ۱۸ اٹھارہ میں طاعون عمواس میں وفات ہوئی۔

(۱۳)معاذ ابن جبل: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں، خزرجی ہیں، بیعت عقبہ دوم میں ستر صحابہ میں آپ بھی تھے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے حضور انور نے آپ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا،اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے حضرت عمر نے ابوعبیدہ ابن جراح کے بعد آپ کو شام کا حاکم بنایا اڑتیس سال عمر پائی ۱۸ھ اٹھارہ میں طاعون عمواس میں وفات ہوئی۔

(۱۴)معاذ ابن عمرو ابن جموح: آپ انصاری خزرجی ہیں، بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک رہے آپ بھی اور آپ کے والد عمرو بھی،آپ نے معاذ ابن عفراء کے ساتھ مل کر ابوجہل کو قتل کیا،عبدالرحمٰن ابن اسحاق کے فرزند کہتے ہیں کہ آپ نے ابوجہل کی

ٹانگ کاٹی اور اسے زمین پر پچھاڑا ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے آپ کا ہاتھ کندھے سے کاٹ کر گرادیا اتنے میں معاذ ابن عفراء نے ابوجہل پر دوسرا وار کرکے اسے ٹھنڈا کردیا سسک رہا تھا کہ عبداللہ ابن مسعود نے اس کا سر کاٹ ڈالا حضور انور نے ابوجہل کی لاش تلاش کرائی اس کے قتل پر سجدہ شکرادا کیاآپ نے خلافت عثمانی میں وفات پائی۔

(۱۵)معاذ ابن حارث ابن رفاعہ : آپ انصاری زرقی ہیں، آپ کی والدہ عفراء بنت عبید ابن ثعلبہ ہیں، آپ اور رافع ابن مالک خزرجی انصاری ہیں پہلے مؤمن ہیں، آپ اور آپ کے دونوں بھائی عوف اور معوذ بدر میں شریک ہوئے دونوں بھائی وہاں ہی شہید ہوئے،آپ کے متعلق اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں آپ بدر میں زخمی ہوئے پھر کچھ عرصہ کے بعد وفات پائی بعض کی رائے ہے کہ خلافت عثمانیہ میں آپ کی وفات ہے آپ سے بہت صحابہ نے روایات لیں۔

(۱۶)معوذ ابن حارث: آپ کی والدہ کا نام عفراء ہے بدر میں شریک ہوئے،آپ نے معاذ ابن عمرو کے ساتھ مل کر ابوجہل کو قتل کیا آپ کھیت اور باغ والے تھے۔

(۱۷) مسطح ابن اثاثہ ابن عباد ابن عبدالمطلب ابن عبدمناف: قرشی مطلبی ہیں بدر،احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے،ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی تہمت میں آپ بھی شریک ہوگئے تھے آپ کو تہمت کی سزا میں کوڑے لگائے گئے آپ کا نام عوف ہے مسطح لقب چھپن سال عمر ہوئی ۳۴ھ میں وفات پائی۔مترجم کہتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت عائشہ کے معاملہ میں آپ کا وظیفہ بند کردیا تھا اس کے متعلق یہ آیت آئی"وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ"الخ جس پر آپ نے وظیفہ جاری کردیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۱۸)مسور ابن مخرمہ: آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے زہری قرشی ہیں، عبدالرحمٰن ابن عوف کے بھانجے ہیں، ۲ دو ہجری میں مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے،۸ آٹھ میں آپ کو مدینہ منورہ میں لایا گیا ذی الحجہ میں حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی،اس کے باوجود آپ نے حضور سے احادیث سنیں بڑے فقیہ دیندار پرہیزگار تھے شہادت عثمان غنی تک آپ مدینہ منورہ میں رہے پھر مکہ معظّمہ چلے گئے امیر معاویہ کی وفات تک وہاں رہے یزید کی بیعت سے انکار کردیا جب یزید کی فوجوں نے مکہ معظّمہ پر حملہ کرکے اس پر پتھر برسائے منجنیق سے اس وقت آپ حطیم میں نفل پڑھ رہے تھی ایک پتھر آپ کے لگا جس سے آپ کی وفات ہوگئی،یہ واقعہ ربیع الاول ۶۴ چونسٹھ میں ہوا آپ سے ایک خلقت نے روایات لیں۔

(۱۹)مسیب ابن حزن: آپ کی کنیت ابو سعید ہے آپ قرشی مخزومی ہیں، اپنے باپ حزن کے ساتھ ہجرت کی،بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے،آپ سے آپ کے بیٹے سعید ابن مسیب نے احادیث لیں۔

(۲۰)مستورد ابن شداد: آپ فہری قرشی ہیں، اہل کوفہ سے ہیں، مصر میں قیام رہا،حضور انور کی وفات کے وقت یہ لڑکے تھے مگر حضور سے سماع ثابت ہے۔

(۲۱)مغیرہ ابن شعبہ: آپ ثقفی ہیں، خندق کے سال ایمان لائے پھر مہاجر ہوکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے،آخر میں کوفہ میں رہے ستر سال عمر ہوئی ۵۰ پچاس میں وفات ہوئی،امیر معاویہ کی طرف سے حاکم رہے آپ کا مزار کوفہ میں ہے مشہور صحابی ہیں۔

(۲۲)مقدام ابن معدیکرب: آپ کی کنیت ابو کریمہ ہے،کندی ہیں، اہل شام میں آپ کا شمار ہے اکیانوے سال عمر ہوئی ستاسی ہجری میں شام میں وفات پائی،بہت احادیث کے آپ راوی ہیں، مشہور صحابی ہیں۔

(۲۳)مقداد ابن اسود: آپ کے والد نے قبیلہ بنی کندہ سے حلف کیا تھا اس لیے آپ کو کندی کہا جاتا ہے۔اسود نے آپ کی پرورش کی تھی اس لیے ابن اسود کہا جاتا ہے آپ چھٹے مؤمن ہیں، آپ سے حضرت علی اور طارق ابن شہاب وغیرہما نے احادیث لیں ستر سال عمر ہوئی ۳۳ تینتیس میں وفات پائی آپ کی وفات مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں ہوئی وہاں سے آپ کو مدینہ منورہ لایا گیا بقیع میں دفن کیا گیا۔

(۲۴)مہاجر ابن خالدابن ولید ابن مغیرہ: آپ مخزومی قرشی ہیں،حضور انور کے زمانہ میں بچے تھے،جنگ جمل و صفین میں آپ تو حضرت علی کے ساتھ تھے مگر آپ کے بھائی عبدالرحمٰن امیر معاویہ و عائشہ صدیقہ کے ساتھ تھے،جمل میں آپ کی ایک آنکھ زخمی ہو کر بیکار ہو گئی اور صفین میں آپ قتل ہوئے حضرت علی کے ساتھ رہے۔

(۲۵)مہاجر ابن قنفذ: آپ قرشی تیمی ہیں آپ کا نام عمرو ابن خلف ہے آپ کا لقب مہاجر ہے آپ کے والد کا لقب قنفذ۔قوی ہے کہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے بعض نے فرمایا کہ پہلے ہی ایمان لا کر ہجرت کرکے آگئے تھے حضور انور نے فرمایا یہ سچے مہاجر ہیں، آخر میں بصرہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی۔

(۲۶)معیقیب ابن ابی فاطمہ: آپ دوسی ہیں، سعید ابن ابی العاص کے آزاد کردہ غلام ہیں بدر میں شریک ہوئے،مکہ مظمہ میں اول ہی سے ایمان لائے حبشہ ہجرت کرکے گئے وہاں ہی رہے حتی کہ حضور انور مدینہ منورہ تشریف لائے،حضرت ابوبکر و عمر نے آپ کو بیت المال کا افسر مقرر فرمایا ۴۰ھ چالیس میں وفات پائی۔

(۲۷)معقل ابن یسار: آپ مزنی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے،بصرہ میں رہے نہر معقل آپ ہی کی طرف منسوب ہے، ۶۰ھ میں وفات پائی عبید اللہ ابن زیاد کی حکومت میں۔

(۲۸)معقل ابن سنان: آپ اشجعی ہیں، فتح مکہ میں حاضر ہوئے،کوفہ میں قیام رہا جنگ حرہ میں قتل کیے گئے باندھ کر۔

(۲۹)معن ابن عدی: آپ بلوی ہیں، آپ اپنے بھائی عاصم کے ساتھ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،غزوہ یمامہ میں یعنی خلافت صدیقی میں شہید ہوئے،حضور انور نے آپ میں اور زید ابن خطاب میں مواخاۃ(بھائی چارہ)کیا تو یہ دونوں حضرات بیک وقت شہید ہوئے ایک ہی جگہ۔

(۳۰)معن ابن یزید ابن اخنس سلمی: آپ،آپ کے والد اور دادا سب صحابی ہیں، مشہور ہے کہ آپ غزوہ میں شریک ہوئے،اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۳۱)مجمع ابن جاریہ: آپ انصاری مدنی ہیں، آپ کا باپ جاریہ منافق تھا،مسجد ضرار بنانے والوں میں سے تھا،مجمع بڑے عالم قاری تھے۔مشہور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آدھا قرآن مجید آپ سے لیا امیر معاویہ کے آخر زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۳۲)محجن ابن ادرع: آپ اسلمی پرانے مؤمن ہیں، دراز عمر پائی امارت امیر معاویہ کے آخر میں وفات ہوئی۔

(۳۳)مخنف ابن سلیم: آپ غامدی ہیں، حضرت علی نے آپ کو اصفہان کا حاکم بنایا اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۳۴)مدعم: آپ حبشی غلام تھے رفاعہ ابن زید کے غلام تھے انہوں نے حضور انور کی خدمت میں پیش کردیا آخر تک حضور کے غلام رہے آپ کا ذکر غلول میں آتا ہے مشہور واقعہ ہے۔

(۳۵)مرداس ابن مالک: آپ اسلمی ہیں،بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے،اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے آپ سے صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔

(۳۶)محیصہ ابن مسعود: آپ انصاری حارثی ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے غزوہ احد،خندق اور بعد کے غزوات میں شرکت کی۔

(۳۷) مخارق ابن عبداللہ: اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے آپ کی حدیث میں بہت اختلاف ہے آپ سے صرف آپ کے بیٹے قابوس نے روایت کی۔

(۳۸) مجاشع ابن مسعود: آپ سلمی ہے ماہ صفر ۳۶ھ یوم جمل میں قتل ہوئے۔

(۳۹) مخرمہ عبدی: آپ کے نام میں اختلاف ہے مخرمہ یا مخرفہ،سوید کی حدیث میں آپ کا ذکر آتا ہے آپ کی وفات ۵۴ چون ہجری میں ہوئی۔

(۴۰) مرارہ ابن ربیع: آپ عامری انصاری ہیں، بدر میں شریک ہوئے جو تین حضرات غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے ان میں ایک آپ بھی تھے جن کی قبولیت توبہ کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے۔

(۴۱)مصعب ابن عمیر: آپ قرشی عبدری ہیں، جلیل القدر صحابہ سے ہیں، پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر بدر میں شریک ہوئی،حضور انور نے آپ کو عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد مدینہ منورہ بھیجا تاکہ آپ وہاں کے مسلمانوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دیں ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں پہلا جمعہ آپ نے اپنے اجتہاد سے پڑھا اسلام سے پہلے آپ بڑے عیش و طرب میں پلے بڑھے اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے تھے بعد اسلام تارک الدنیا ایسے ہوئے کہ موٹے لباس سے آپ کا جسم کھردرا ہوگیا بعض مؤرخین نے فرمایا کہ حضور نے پہلی بیعت عقبہ کے بعد آپ کو مدینہ منورہ بھیجا آپ انصار کے گھروں میں جا کر تبلیغ دین کرتے تھے آپ کی ہر تبلیغ پر ایک دو آدمی مسلمان ہوئے تھے حتی کہ انصاری میں اسلام عام پھیل گیا تب آپ نے حضور انور سے جمعہ قائم کرنے کی اجازت چاہی جو مل گئی آپ پھر دوسری بیعت عقبہ کے موقعہ پر ستر انصار کے ساتھ مکہ معظّمہ آئے چند دن مکہ معظّمہ میں قیام کرکے واپس مدینہ منورہ چلے گئے یہ واقعات حضور انور کی ہجرت سے پہلے ہے چالیس سال کی عمر ہوئی اور غزوہ احد میں شہید ہوئے جن کے متعلق یہ آیت آئی"رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ"ان میں آپ بھی داخل ہیں حضور انور کے دارارقم میں جانے کے بعد آپ ایمان لائے۔

(۴۲) معاویہ ابن ابی سفیان: آپ قرشی اموی ہیں، آپ کی ماں ہند بنت عتبہ ہیں، آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں، آپ حضور انور کے کاتب وحی تھے،بعض مؤرخین نے کہا کہ آپ کاتب وحی نہ تھے بلکہ دوسری تحریریں حضور انور کی طرف سے لکھتے تھے آپ سے حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابوسعید خدری نے احادیث لیں خلافت فاروقی میں اپنے بھائی یزید ابن ابوسفیان کے بعد شام کے حاکم بنے پھر وفات تک وہاں ہی حاکم رہے حکومت کی،خلافت فاروقی میں چار سال خلافت عثمانیہ میں پورے بارہ سال پھر خلافت حیدری اور خلافت امام حسن میں اس طرح بیس سال حکومت کی پھر مستقل سلطان اسلام بن کر بیس سال سلطنت کی ۴۱ اکتالیس میں امام حسن نے آپ کو خلافت سونپ دی خود علیحدہ ہوگئے رجب ۶۰ ساٹھ میں وفات پائی دمشق میں دفن ہوئے،اٹہتالیس سال عمر ہوئی آخر عمر میں لقوہ ہوگیا تھا آپ وفات کے وقت کہتے تھے کہ کاش میں ایک قرشی شخص ہوتا جو ذی طویٰ گاؤں میں رہتا حکومت میں حصہ نہ لیتا آپ کے پاس حضور انور کے تبرکات،بال ناخن شریف تہنبد تھے وصیت کی کہ مجھے حضور انور کے تہبند میں لپیٹا جائے ہونٹوں ناک نتھنوں آنکھوں میں حضور کے بال ناخن رکھ دینا،پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردینا۔مترجم کہتا ہے آپ کی عمر شریف کے بیان میں غلطی غالبًا کاتب نے کی،آپ کی عمر اٹھتر سال ہوئی

حق یہ ہے کہ آپ کاتب وحی رہے اور آپ نے اپنا اسلام فتح مکہ کے دن ظاہر فرمایا ایمان پہلے ہی لاچکے تھے عمرہ قضا میں حضور انور کی حجامت آپ ہی نے کی تھی جیساکہ بخاری میں ہے کاتب بجائے ثمان و سبعون کے ثمان واربعون لکھ گیا امیر معاویہ کے صحیح حالات شریفہ ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

(۴۳)معاویہ ابن حکم: آپ سلمی ہیں، مدینہ منورہ میں بہت آتے جاتے رہتے تھے ۱۱۷ ایک سوسترہ میں وفات ہوئی آپ سے کثیر اور عطا نے روایات لیں۔

(۴۴)معاویہ ابن جاہمہ: آپ سلمی ہیں، آپ کا شمار اہل حجاز میں ہے۔

(۴۵): مروان ابن حکم: سلمی ہے قرشی اموی ہے عبدالملک کا والد اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دادا ہے، ۲ھ یا خندق کے سال پیدا ہوا حضور انور نے اس کے باپ حکم کو مدینہ منورہ سے طائف کی طرف جلا وطن کردیا یہ ساتھ گیا اس لیے حضور انور کو دیکھ نہ سکا لہٰذا صحابی نہیں،خلافت عثمانیہ میں حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت ملی تب یہ بھی ساتھ میں آیا،۶۵ پینسٹھ میں دمشق میں فوت ہوا اس نے حضرت عثمان علی سے روایات لیں اور اس سے عروہ ابن زبیر امام زین العابدین نے روایات لیں، مترجم کہتا ہے کہ جس جرم کی بنا پر حضور انور نے حکم کو مدینہ منورہ سے نکالا اس نے توبہ کرلی تب حضرت عثمان نے واپس بلالیا پھر حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں بھی اسے مدینہ منورہ سے نہ نکالا لہٰذا نہ حضرت عثمان پر کوئی اعتراض ہوسکتا ہے نہ حضرت علی پر،التائب من الذنب کمن لا ذنب له یہ بات خیال میں رہے۔

(۴۶)مرہ ابن کعب: آپ نہدی ہیں، آپ کا شمار اہل شام میں ہے ۵۵ پچپن میں اردن میں وفات ہوئی۔

(۴۷)مزیدہ ابن جابر: آپ بصری ہیں، آپ سے متعدد تابعین نے روایات لیں۔

(۴۸)مسلم قرشی: آپ مسلم ابن عبداللہ ہیں یا عبید اللہ بن مسلم ہیں۔

(۴۹)مطلب ابن ابی وداعہ: آپ کے والد ابووداعہ کا نام حارث ہے سہمی قرشی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے پھر کوفہ میں بعد میں مدینہ منورہ میں رہے آپ کے والد بدر کے دن قید کرلیے گئے تھے تو آپ ان کا فدیہ یعنی چار ہزار درہم لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے،آپ سے متعدد صحابہ و تابعین نے روایات لیں۔

(۵۰)مطلب ابن ربیعہ: ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن ہاشم آپ قرشی ہاشمی ہیں، حضور انور کے زمانہ میں بچے تھے فتح افریقہ کے لیے مصر گئے ۲۹ میں۔

(۵۱)محمد ابن ابی بکر صدیق: آپ کی کنیت ابو القاسم ہے حجۃ الوداع میں ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے یعنی آٹھ میں آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں، ۳۸ اڑتیس میں امیر معاویہ کے ساتھیوں نے آپ کو قتل کیا اور گدھے کی کھال میں بھر کر نعش جلادی آپ کے بیٹے قاسم نے آپ سے روایات لیں۔

(۵۲)محمد ابن حاطب: آپ قرشی جمحی ہیں، آپ خود اور آپ کے ماں باپ آپ کے بھائی حارث اور چچا خطاب سب ہی صحابی ہیں، حبشہ میں پیدا ہوئے،۷۴ میں مکہ معظّمہ میں وفات پائی سب سے پہلے آپ ہی کا نام محمد رکھا گیا۔

(۵۳)محمد ابن عبداللہ ابن جحش: آپ قرشی اسدی ہیں، ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے،اپنے والد کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ معظّمہ آئے پھر وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کی۔

(۵۴) محمد ابن عمرو ابن حزم: آپ انصاری ہیں، آپ کے والد حضور انور کی طرف سے نجران کے حاکم تھے،آپ وہاں ہی ۱۰ میں پیدا ہوئے، حضور نے آپ کے والد کو حکم دیا کہ اس بچے کی کنیت ابو عبدالملک رکھو آپ بڑے فقیہ تھے،ترپین سال عمر ہوئی ۶۳ تریسٹھ میں حرہ کے دن قتل کیے گئے۔

(۵۵) محمد ابن ابی عمیرہ: آپ مزنی ہیں، آپ کا شمار اہلِ شام میں ہے۔

(۵۶) محمد ابن مسلمہ: آپ انصاری حارثی ہیں سواء تبوک کے تمام غزوات میں شامل ہوئے،حضرت عمروغیرہ سے آپ نے روایات لیں،فضلاء صحابہ سے ہیں،۷۷ سال عمر ہوئی اور ۴۳ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۵۷) محمود ابن لبید: آپ انصاری اشہلی ہیں، حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے،امام بخاری فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں مگر امام مسلم نے آپ کو تابعین میں شمار کیا،۹۶ چھیانوے میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۵۸) معمر ابن عبداللہ: آپ قرشی عدوی ہیں، پرانے مؤمنین سے ہیں اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۵۹) مغیث: آپ جناب بریدہ کے خاوند ہیں خود آل ابی احمد کے آزاد کردہ ہیں اور آپ کی زوجہ جناب عائشہ صدیقہ کی آزاد کردہ۔

(۶۰) منذر ابن ابی اسید: آپ ساعدی ہیں، آپ جب پیدا ہوئے تو حضور انور کی خدمت میں لائے گئے حضور نے آپ کو اپنی ران شریف پر لٹایا اور آپ کا نام منذر رکھا۔

(۶۱) ابو موسیٰ اشعری: آپ کا نام عبداللہ ابن قیس ہے مکہ معظّمہ میں ایمان لائے پھر حبشہ ہجرت کر گئے پھر کشتی والوں کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے راہ میں خیبر میں حضور سے ملاقات ہوگئی،حضرت عمر فاروق نے آپ کو ۲۰ بیس میں بصرہ کا حاکم بنایا آپ نے اہواز کاعلاقہ فتح کیا شروع خلافت عثمانیہ تک آپ بصرہ کے حاکم رہے،پھر حضرت عثمان نے آپ کو معزول کرکے کوفہ کا حاکم بنادیا،آپ حضرت عثمان کی شہادت تک کوفہ کے حاکم رہے،حضرت علی نے آپ کو امیر معاویہ کے مقابلہ میں اپنا پنچ مقرر کیا تھا،اس کے بعد آپ مکہ معظّمہ چلے گئے وہاں ہی ۵۲ باون میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۶۲) ابو مرثد غنوی: آپ کا نام کناز ابن حصین ہے، غنوی ہیں، اپنی کنیت میں مشہور ہیں، آپ اور آپ کے بیٹے مرثد غزوہ بدر میں شریک ہوئے، ۱۲ھ میں وفات پائی۔

(۶۳) ابو مسعود: آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ہے،انصاری بدری ہیں، دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے،اکثر مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ بدر میں شریک نہیں ہوئے،آپ ایک بار بدر کے کنویں پر اترے تھے اس لیے آپ کو بدری کہا جاتا ہے،آخر میں کوفہ میں رہے خلافت علی میں یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔

(۶۴) ابو مالک اشعری: آپ کا نام کعب ابن عاصم ہے اشعری ہیں،خلافت فاروقی میں وفات پائی۔

(۶۵) ابو محذورہ: آپ کا نام سمرہ ابن معبرہ ہے یا اوس ابن مغیرہ حضور انور کی طرف مکہ معظّمہ میں مؤذن تھے ۵۹ھ میں وفات پائی آپ نے مکہ معظّمہ سے ہجرت نہیں کی وہاں ہی رہے۔

(۶۶) ابن مربع: آپ کا نام زید یا یزید ابن مربع ہے،انصاری ہیں اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے۔

م۔۔۔تابعین عظام

(۱) محمد ابن حنفیہ: آپ محمد ابن علی ابن ابی طالب ہیں، کنیت ابوالقاسم ہے آپ کی والدہ خولہ بنت جعفر حنفیہ ہیں، یمامہ کے غزوہ میں وہ قید ہوکر مدینہ منورہ لائی گئیں حضرت علی کو دی گئیں، اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ میں نے خولہ کو دیکھا سندی سیاہ فام تھیں آپ سے آپ کے بیٹے ابراہیم نے روایات لیں آپ کی عمر پینسٹھ سال ہوئی ۸۱ اکیاسی میں مدینہ میں وفات پائی۔

(۲) محمد ابن علی بن حسین ابن علی ابن ابی طالب: آپ کی کنیت ابوجعفر ہے لقب امام باقر ہے اپنے والد امام زین العابدین اور حضرت جابر سے روایت لیتے ہیں، آپ سے آپ کے بیٹے امام جعفر صادق نے روایت لیں، آپ کی ولادت ۵۶ چھپن میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور وفات ۱۱۸ھ ایک سو اٹھارہ میں مدینہ پاک میں ہوئی تریسٹھ سال عمر پائی بقیع میں دفن ہوئے چونکہ آپ وسیع العلم تھے لہٰذا آپ کو باقر کہا گیا۔

(۳) محمد ابن یحیٰی ابن حبان: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، انصاری ہیں، آپ مالک ابن انس کے مشائخ سے ہیں امام مالک آپ کا بڑا احترام کرتے تھے انکی عبادت زہد تقویٰ فقہ، علم کا اکثر تذکرہ کرتے تھے، آپ کی عمر ۷۴ چوہتّر سال ہوئی ۱۲۱ ایک سو اکیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی آپ سے ایک جماعت نے روایات لیں۔

(۴) محمد ابن سیرین: آپ کی کنیت ابوبکر ہے آپ انس ابن مالک کے آزاد کردہ ہیں، انس ابن مالک، ابن عمر اور ابوہریرہ سے روایات لیتے ہیں، آپ بڑے عابد عالم فقیہ زاہد محدث تھے مشہور جلیل القدر تابعی ہیں مختلف علوم میں مشہور ہیں۔ مورق عجلی کہتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے زیادہ کوئی فقیہ عابد نہ دیکھا۔ خلف ابن ہشام کہتے ہیں کہ رب نے ابن سیرین کو خشوع و خضوع خوش خلقی عطا فرمائی تھی لوگ جب انہیں دیکھتے تھے خدا یاد آتا تھا، اشعث کہتے ہیں کہ محمد ابن سیرین سے جب کوئی شرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کا چہرہ فق ہوجاتا تھا، مہدی کہتے ہیں کہ ہم ابن سیرین کے پاس بیٹھتے تھے مختلف تذکرے کرتے تھے مگر جب موت کا ذکر آتا تو آپ کا چہرہ فق ہوجاتا اور ہم سے اجنبی ہوجاتے گویا پہلا والا حال تھا ہی نہیں آپ کی عمر ۷۷ ستتر سال ہوئی ۱۱۰ ایک سو دس میں وفات ہوئی۔ مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے بصرہ کے قریب ہی ہے خواجہ حسن بصری اور محمد ابن سیرین ایک ہی حجرہ میں آرام فرماہیں، آپ تعبیر خواب کے امام مانے جاتے ہیں، آپ کا تعبیر نامہ مشہور ہے۔

(۵) محمد ابن سوقہ: آپ کی کنیت ابوبکر ہے غنویٰ کوفی ہیں، آپ گناہ سے بہت بچتے تھے ایک لاکھ درہم اپنے بھائیوں میں خرچ کیے۔

(۶) محمد ابن عمرو: ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب حضرت جابر سے روایات لیتے ہیں۔

(۷) محمد ابن سلیمان: آپ الباغندی ہیں، کنیت ابوبکر ہے، واسطی ہیں، بغداد میں رہے ۲۸۳ دو سو تراسی میں وفات پائی۔

(۸) محمد ابن ابی بکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم: آپ انصاری ہیں، مدنی ہیں، اپنے والد کے بعد آپ مدینہ منورہ کے حاکم رہے اپنے بھائی عبداللہ سے بڑے تھے، آپ کے والد ۱۲۰ میں فوت ہوئے، آپ کی عمر ۷۲ بہتر سال ہوئی اور ۱۳۲ ایک سو بتیس میں وفات پائی۔

(۹) محمد ابن منکدر: آپ تیمی ہیں، حضرت جابر، انس ابن زبیر وغیرہم سے روایات لیتے ہیں آپ سے سفیان ثوری امام مالک نے روایات لیں، ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی اور ۱۳۰ ایک سوتیس میں وفات پائی زہد عبادت دینداری، صدق و امانت فقہ میں مشہور تھے۔

(۱۰) محمد ابن منتشر: آپ ہمدانی ہیں، مسروق کے بھتیجے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ ابن عمر سے روایات لیتے ہیں۔

(۱۱) محمد ابن صباح: آپ کی کنیت ابو جعفر ہے، بزار دولابی ہیں کتاب السنن کے مصنف ہیں، بخاری مسلم احمد وغیرہم نے آپ سے روایات نقل کیں، آپ ثقہ حافظ تھے ۲۲۷ دوسوستائیس میں وفات ہوئی۔

(۱۲) محمد ابن خالد: آپ سلمی ہیں، آپ کے والد تابعی ہیں دادا صحابی ہیں ان سے روایات لیتے ہیں۔
(۱۳) محمد ابن زید ابن عبداللہ ابن عمر فاروق: اپنے دادا اور حضرت ابن عباس سے روایات لیتے ہیں ثقہ ہیں۔
(۱۴) محمد ابن کعب: آپ قرظی مدنی ہیں، ایک جماعت صحابہ سے روایات لیتے ہیں ۱۰۸ ایک سو آٹھ میں وفات پائی۔
(۱۵) محمد ابن ابی مجالد: آپ کوفی تابعی ہیں، آپ سے ابواسحاق نے روایت کی۔
(۱۶) محمد ابن قیس ابن مخرمہ: آپ قرشی حجازی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ اور ابوہریرہ سے روایات لیتے ہیں۔
(۱۷) محمد ابن ابراہیم: آپ قرشی تیمی ہیں حضرت علقمہ وغیرہ سے ملاقات ہے۔
(۱۸) محمد ابن ابی بکر عوف: آپ ثقفی ہیں حجازی ہیں حضرت انس سے راوی۔
(۱۹) محمد ابن مسلم: آپ کی کنیت ابوالزبیر ہے آپ کا ذکر زا کی تختی میں ہوچکا۔
(۲۰) محمد ابن قاسم: آپ کی کنیت ابو خلاد ہے نابینا تھے ابو العباس نام سے مشہور ہے اصل آپ کی یمامہ ہے ولادت ایک سو اکیانوے میں اہواز میں ہوئی پرورش بصرہ میں اپنے زمانہ میں قوت حافظہ فصاحت و بلاغت فی البدیہی جواب دینے میں مشہور تھے، ۲۸۳ دو سو تراسی میں وفات پائی۔
(۲۱) محمد ابن فضل ابن عطیہ: اپنے والد اور زیاد ابن علاقہ سے روایات لیتے ہیں، ۱۸۰ ایک سو اسی میں آپ کی وفات ہوئی۔
(۲۲) محمد ابن اسحاق: آپ مدنی ہیں، قیس ابن مخرمہ کے آزاد کردہ ہیں، تابعی ہیں، انس ابن مالک اور سعید ابن مسیب سے روایات لیں آپ سے اکابر علماء نے احادیث لیں جیسے یحیٰی ابن سعید سفیان ثوری امام نخعی ابن عیینہ وغیرہم آپ سیر غزوات، اخبار، قصص انبیاء علم حدیث قرآن فقہ کے بڑے ہی عالم تھے، بغداد میں رہے وہاں ہی خدمت حدیث کی وہاں ہی ۱۰۵ ایک سو پانچ میں وفات ہوئی وہاں ہی کے مقبرہ خیزران جانب شرقی میں دفن ہوئے۔
(۲۳) مسدد ابن مسرہد: آپ بصری ہیں حماد ابن زید اور ابو عوانہ سے روایات لیتے ہیں، ۲۲۸ دو سو اٹھائیس میں وفات پائی۔
(۲۴) مجاہد ابن جبر: آپ کی کنیت ابو حجاج ہے عبداللہ ابن سائب مخزومی کے آزاد کردہ ہیں، مکہ معظّمہ کے عظیم الشان تابعی وہاں کے فقیہ بڑے قاری قرأت کے امام مفسرین کے پیشوا ہیں، ۱۰۰ ایک سو میں وفات ہوئی آپ مشہور تابعی ہیں۔
(۲۵) مہاجر ابن مسمار: آپ زہری خاندان کے آزاد کردہ ہیں، عامر ابن ابی وقاص سے روایات لیتے ہیں، ثقہ ہیں، آپ سے ابوذیب نے احادیث لیں۔
(۲۶) مکحول ابن عبداللہ: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے شامی ہیں، غزول کابل میں گرفتار ہو کر آئے قبیلہ بنی قیس یا بنی لیث کے آزاد کردہ ہیں، امام اوزاعی کے استاذ ہیں۔امام زہری فرماتے ہیں کہ علماء کاملین چار ہیں: مدینہ منورہ میں ابن مسیب، کوفہ میں شعبی، بصرہ میں خواہ حسن بصری، شام میں مکحول، مکحول کے زمانہ میں ان جیسا مفتی کوئی نہ تھا آپ فتویٰ دیتے وقت پہلے لاحول الخ پڑھتے تھے پھر فتوے دیتے پھر کہتے کہ یہ میری شرعی رائے ہے رائے غلط بھی ہوسکتی ہے اور صحیح بھی بہت صحابہ سے ملاقات ہے ۱۱۸ ایک سو اٹھارہ میں وفات پائی ایک خلق خدا نے آپ سے فیض لیا۔
(۲۷) مسروق ابن اجدع: آپ ہمدانی کوفی ہیں، حضور انور کی وفات سے پہلے ایمان لائے خلفاء راشدین سے ملاقات کی اپنے وقت کے بڑے فقیہ عالم تھے مرہ ابن شرحبیل کہتے ہیں کہ کسی ہمدانی عورت نے مسروق جیسا نہ جنا۔امام شعبی کہتے ہیں کہ اگر کوئی گھرانہ جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو وہ یہ لوگ ہیں اسود، علقمہ، مسروق، محمد، ابن منتشر کہتے ہیں کہ خالد ابن عبداللہ بصرہ کے

حاکم تھے،ایک بار انہوں نے مسروق کو تیس ہزار روپیہ ہدیہ کیے اس وقت مسروق بہت حاجت مند تھے مگر آپ نے قبول نہ کیے بچپن میں چورالیے گئے تھے اسی لیے آپ کو مسروق کہا جاتا ہے آپ کی وفات کوفہ میں ٦٢ باسٹھ میں ہوئی۔

(٢٨)مرثد ابن عبداللہ: آپ کی کنیت ابوالخیر ہے۔یزنی مصری ہیں جماعت صحابہ سے ملاقات ہے۔

(٢٩)مالک ابن مرثد: آپ اپنے والد مرثد سے روایات لیتے ہیں آپ سے سماک ابن ولید وغیرہ روایات لیتے ہیں۔

(٣٠)مسلم ابن ابی بکرہ: آپ ثقفی تابعی ہیں اپنے والد سے احادیث لیتے ہیں۔

(٣١)مسلم ابن یسار: آپ جہنی ہیں، ترمذی نے آپ سے بروایت عمر حدیث نقل کی بخاری فرماتے ہیں کہ آپ نعیم سے وہ حضرت عمر سے راوی ہیں۔

(٣٢)مصعب ابن سعد ابن ابی وقاص:آپ قرشی ہیں، اپنے والد اور حضرت علی سے روایات لیتے ہیں۔

(٣٣)معن ابن عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن مسعود: آپ ہزلی ہیں اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

(٣٤)معدان ابن طلحہ: آپ یعمری ہیں،حضرت عمر ابوالدرداء اور ثوبان سے روایات لیتے ہیں۔

(٣٥)معمر ابن راشد: آپ کی کنیت ابو عروہ ہے،بنی ازد کے آزاد کردہ ہیں یمن کے عالم ہیں، عبدالرزاق نے آپ سے دس ہزار احادیث لیں اٹھاون سال عمر ہوئی،١٥٣ ایک سو ترپین میں وفات پائی۔

(٣٦)مہلب ابن ابی صفرہ: آپ ازدی ہیں، آپ کے درجات مشہور ہیں اور خوارج سے آپ کی جنگیں مشہور ہیں،آپ کی وفات عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں ٨٣ تراسی میں خراسان کے علاقہ مرو میں ہوئی بصرہ کے تابعی ہیں۔

(٣٧)مورق ابن مشمرج: آپ کی کنیت ابو المعتمر ہے عجلی بصری ہیں،حضرت ابو ذر،انس،ابن عمروغیرہم صحابہ سے روایات لیتے ہیں۔

(٣٨)موسیٰ ابن طلحہ: آپ کی کنیت ابوعیسٰی ہے،تیمی قرشی ہیں،١٠٤ ایک سو چار میں وفات پائی۔

(٣٩)موسیٰ ابن عبداللہ: آپ جہنی کوفی ہیں مجاہد اور مصعب وغیرہما روایات لیتے ہیں۔

(٤٠)موسیٰ ابن عبیدہ: آپ زیدی ہیں محدثین نے آپ کو ضعیف کہا ہے ١٥٣ ایک سو ترپین میں وفات پائی۔

(٤١)مطرف ابن عبداللہ ابن شخیر: آپ عامری بصری ہیں،حضرت عثمان ابن ابی العاص اور ابوذر سے روایات لیتے ہیں، ٨٧ ستاسی کے بعد وفات پائی۔

(٤٢)معاذابن زہرہ:آپ سلمی کوفی تابعی ہیں۔

(٤٣)معاذ ابن عبداللہ ابن حبیب: آپ جہنی مدنی ہیں اپنے والد سے روایات لیتے ہیں۔

(٤٤)مخلد ابن خفاف: آپ حضرت عروہ سے روایات لیتے ہیں۔

(٤٥)مختار ابن فلفل: آپ مخزومی کوفی ہیں حضرت انس سے ملاقات ہے۔

(٤٦)مختار ابن ابی عبید ابن مسعود: یہ ثقفی ہے اس کے والد صحابی ہیں، مختار ہجرت کے سال پیدا ہوا مگر حضور انور کی زیارت نہ کرسکا عبداللہ ابن عصمہ فرماتے ہیں کہ مختار وہ ہی جھوٹا ہے جس کے متعلق حضور انور نے فرمایا تھا کہ ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا یہ شخص پہلے علم فضل اور عمل میں مشہور تھا دل کا چور تھا جب یہ حضرت عبداللہ ابن زبیر سے الگ ہوا اور سلطنت کا خواہاں ہواتو اپنے بغض وبدعقیدگی ظاہر کرنے لگا اس سے بہت سی حرکات خلاف دین ظاہر ہوئیں، حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد اس نے یزیدیوں سے بدلہ لینے کا اعلان کیا تاکہ اس ذریعہ سے سلطنت حاصل کرے اسی حال پر رہا حتی کہ مصعب ابن زبیر کے

زمانہ میں ۶۷ سرسٹھ میں قتل کیا گیا۔مترجم کہتا ہے کہ اس کی قبر کوفہ میں ہے شیعہ اس کی زیارت کرتے ہیں، فقیر نے دیکھی ہے عبداللہ ابن زیاد کو اسی نے قتل کرایا پھر وحی کا دعویدار ہوگیا۔

(۴۷)مغیرہ ابن زیاد: آپ بجلی موصلی ہیں، عکرمہ مکحول وغیرھما سے روایات لیتے ہیں، احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ منکر الحدیث ہیں صحابی نہیں۔

(۴۸)مغیرہ ابن مقسم: آپ کوفی فقیہ ہیں، نابینا تھے آپ فرماتے تھے کہ میرے کان میں جو پڑ جاتا ہے وہ میرے حافظہ سے نہیں نکلتا ۱۳۳ ایک سو تینتیس میں وفات ہے۔

(۴۹)مثنی ابن صباح: آپ یمنی پھر مکی ہیں، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث میں نرم ہیں، ۱۴۹ ایک سو انچاس میں فوت ہوئے۔

(۵۰)معاویہ ابن قرہ: آپ کی کنیت ابوایاس ہے بصری ہیں، اپنے والد اور حضرت انس اور عبداللہ ابن معقل سے روایات لیتے ہیں۔

(۵۱)معاویہ ابن مسلم: آپ کی کنیت ابو نوفل ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایات لیتے ہیں۔

(۵۲)میناء: آپ عبدالرحمٰن ابن عوف کے آزاد کردہ ہیں خود ان سے اور حضرت عثمان و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات لیتے ہیں۔

(۵۳)ابوالملیح: آپ کا نام عامر ابن اسامہ ہے ہذلی بصری ہیں جماعت صحابہ سے روایات لیتے ہیں۔

(۵۴)ابو مودود: آپ کا نام عبدالعزیز ابن سلیمان ہے مدنی ہیں، ابوسعید خدری سے ملاقات ہے ثقہ ہیں، مہدی کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۵۵)ابوماجد: حنفی ہیں، حضرت ابن مسعود سے ملاقات ہے، امام ترمذی کہتے ہیں کہ ابوماجد ضعیف ہیں امام بخاری کی نظر میں۔

(۵۶)ابومسلم: آپ کا نام عبداللہ بن نوب ہے خولان حضرت ابوبکر و عمر سے ملاقات ہے ۶۳ھ تریسٹھ میں وفات پائی آپ کے بڑے فضائل ہیں۔

(۵۷)ابومطوس: اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے حضرت خبیب ابن ابی ثابت روایت کرتے ہیں۔

(۵۸)ابن مدینی: آپ کا نام علی ابن عبداللہ ہے، آپ کا ذکر ع کی تختی میں ہوچکا۔

(۵۹)ابن مثنی: آپ عمر ابن عبداللہ ابن مثنی ابن انس ابن مالک ہیں، انصاری بصری ہیں، امام احمد ابن حنبل، امام بخاری وغیرہم کے استاذ ہیں، بڑے امام تھے، ہارون رشید کے زمانہ میں بصرہ کے حاکم رہے پھر بغداد کے حاکم رہے پھر بصرہ واپس آگئے، ۱۱۸ھ ایک سو اٹھارہ میں پیدا ہوئے اور دوسو پندرہ میں وفات پائی۔

(۶۰)ابن ابی ملیکہ: آپ کا نام عبداللہ ابن ابی عبداللہ، آپ کا ذکر ع کی تختی میں ہوچکا۔

(۶۱)محاربی: آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن محمد ہے اعمش اور یحیٰی وغیرہم سے روایات لیتے ہیں آپ حافظ تھے، ۱۹۵ھ ایک سو پچانوے میں وفات ہوئی۔

م۔۔۔۔صحابیات

(۱)میمونہ: آپ میمونہ بنت حارث ہیں بلالیہ عامریہ ہیں بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام برہ تھا، حضور انور نے میمونہ نام رکھا، آپ پہلے مسعود ابن ثقفی کے نکاح میں تھیں اس نے آپ کو طلاق دے دی پھر آپ سے ابورہم نے نکاح کیا ان کی وفات کے بعد حضور انور کے نکاح سے مشرف ہوئیں حضور نے آپ سے نکاح ذیقعدہ ۷ھ سات میں عمرہ قضاء کے موقع پر مقام سرف میں کیا جو کہ معظّمہ سے دس میل ہے وہاں ہی آپ کی وفات ۶۱ھ اکسٹھ یا ۵۱ھ میں واقع ہوئی، وہاں ہی آپ دفن ہوئیں بلکہ عین نکاح کی جگہ ہی آپ کی قبر شریف ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس نے آپ کا جنازہ پڑھایا، آپ ام الفضل زوجہ عباس کی بہن ہیں، اسماء بنت عمیس کی بھی بہن ہیں، حضور انور کی آخری زوجہ آپ ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کی خالہ ہیں رضی اللہ عنہا آپ سے حضرت ابن عباس اور جماعت صحابہ نے روایات لیں۔

(۲)ام منذر: آپ بنت قیس ہیں، انصاریہ یا عدویہ ہیں، حضور انور کی صحابیہ ہیں۔

(۳) ام معبد بنت خالد: آپ کا نام عاتکہ ہے خزاعیہ ہیں،آپ مدینہ منورہ کے راستہ میں جھونپڑے میں رہتی تھیں حضور انور ہجرت کے دوران آپ کے جھونپڑے میں تشریف لے گئے وہ وہاں ہی یا بعد میں مدینہ منورہ میں آکر ایمان لائیں آپ کا یہ واقعہ مشہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضور انور نے آپ کے ہاں خشک بکری سے جو کہ ابھی بکرے تک نہ پہنچی تھی دودھ نکالا خود پیا صدیق اکبر کو پلایا ان کے سارے برتن دودھ سے بھر دیئے دوپہری میں آرام فرمایا دوپہر ڈھلے روانہ ہوگئے بعد میں خاوند آیا اپنا جھونپڑہ نور سے معمور اور دودھ سے بھرپور دیکھ کر تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا آپ بولیں۔

تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا　　　　دو گھڑیاں اس گھر وچہ بیٹھا کر گیا نور اوجالا

(۴)ام معبد بنت کعب ابن مالک: آپ انصاریہ ہیں، دونوں قبلوں کی طرف آپ نے نماز پڑھی ہے آپ کے بیٹے معبد نے آپ سے روایات لیں،ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہ ام معبد کعب ابن مالک انصاری کی زوجہ ہیں اور کعب ابن مالک کی زوجہ دوسری ام معبد ہیں، تاریخ بخاری میں ایک باب میں ہے کہ معبد کعب ابن مالک انصاری کے بیٹے ہیں وہ اس کی تائید کرتی ہے۔

(۵)ام مالک: آپ بہزیہ ہیں صحابیہ ہیں۔

م۔۔۔تابعی بیویاں

(۱) معاذہ بنت عبداللہ: آپ عدویہ ہیں حضرت علی وعائشہ سے روایات لیتی ہیں،۸۳ھ تراسی میں وفات ہے۔

(۲) مغیرہ: آپ حجاج ابن حسان کی بہن ہیں انس ابن مالک سے روایات لیتی ہیں۔

ن۔۔۔صحابہ کرام

(۱) نعمان ابن بشیر: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں،آپ پہلے وہ ہیں جو انصار میں بعد اسلام پیدا ہوئے، حضور کی ہجرت کے بعد جب آپ آٹھ سال سات مہینہ کے تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی آپ خود اور آپ کے والدین صحابی ہیں کوفہ میں رہے امیر معاویہ کے زمانہ میں کوفہ کے حاکم رہے، پھر حمص کے پھر آپ نے لوگوں کو عبداللہ ابن زبیر کے بیعت پر رغبت دی اس پر آپ ۶۴ھ چونسٹھ میں قتل کردیا گیا۔

(۲) نعمان ابن عمرو ابن مقرّن: آپ مزنی ہیں آپ مزنیہ کے چار سو آدمیوں کے ساتھ حضور انور کے خدمت میں حاضر ہوئے تھے اولًا بصرہ میں پھر کوفہ میں رہے خلافت فاروقی میں نہاوند کے لشکر کے حاکم تھے،۲۱ھ اکیس میں اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔

(۳) نعیم ابن مسعود: آپ اشجعی ہیں، غزوہ خندق میں حضور انور کی خدمت میں مہاجر ہو کر آئے آپ ہی جنگ احزاب میں ابو سفیان اور بنی قریظہ کے درمیان رابطہ پیدا کئے ہوئے تھے،جنگ احزاب میں ابو سفیان کفار کے سردار تھے یہ ان کے خاص مددگار ایلچی،آپ کا واقعہ مشہور ہے آپ کی وفات خلافت عثمانیہ میں ہوئی بعض مؤرخین فرماتے ہیں کہ جنگ جمل میں قتل کئے گئے۔

(۴) نعیم ابن ہمّار: آپ غطفانی ہیں آپ سے ابو ادریس روایت کرتے ہیں۔

(۵) نعیم ابن عبداللہ: آپ قرشی عدوی ہیں، نحام کے نام سے مشہور ہیں، بعض نے فرمایا کہ آپ نعیم ابن نحام ابن عبداللہ ہیں، مکہ مکرمہ میں اول ہی سے اسلام لائے، بعض نے فرمایا کہ حضرت عمر سے پہلے ایمان لائے مگر اپنا ایمان چھپائے رہے، چونکہ اپنی قوم کے سردار تھے اس لئے آپ کی قوم نے آپ کو ہجرت نہ کرنے دی بنی عدی کے یتیموں اور بیوگاں پر بہت خرچ کرتے تھے لوگ بولے کہ آپ کسی دین میں رہیں ہمارے پاس ہی رہیں آخر کار حدیبیہ کے سال ہجرت کرکے حضور کے پاس پہنچے،خلافت صدیقی کے آخر میں غزوہ اجیاد میں شہید ہوئے۔

(۶) ناجیہ ابن جندب: آپ اسلمی ہیں، حضور انور کے بدنوں کے محافظ رہے بعض نے فرمایا کہ آپ ناجیہ ابن عمرو ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے، آپ کا نام ذکوان تھا حضور انور نے ناجیہ رکھا کہ آپ نے قریش سے نجات پائی، امیر معایہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

نبیشۃ الخیر: آپ ہذلی ہیں، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے، وہاں ہی آپ کی احادیث مشہور ہیں۔

(۷) نوفل ابن معایہ: آپ دیلمی ہیں، کہا جاتا ہے کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں ساٹھ سال گزارے اور زمانہ اسلام میں بھی ساٹھ سال گزارے بعض نے فرمایا کہ آپ کی عمر ایک سو سال ہوئی آپ فتح مکہ میں شریک ہوئے، اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے، یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۸) نواس ابن سمعان: آپ کلابی ہیں، شام میں رہے ایک جماعت نے آپ سے روایات لیں۔

(۹) نفیع ابن حارث ثقفی: آپ کی کنیت ابو بکرہ ہے، آپ کا ذکر ب کی تختی میں ہو چکا۔

(۱۰) نافع ابن عتبہ ابن ابی وقاص: آپ زہری ہیں، حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھائی، فتح مکہ کے دن ایمان لائے آخیر میں کوفہ میں رہے۔

(۱۱) انو نجیح: آپ کا نام عمرو ابن عتبہ ہے، آپ کا ذکر عین کی تختی میں ہو چکا۔

ن۔۔۔تابعین عظام

(۱) نافع ابن سرجس: آپ حضرت عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ ہیں، دیلمی ہیں، عظیم الشان تابعی ہیں، حضرت ابن عمر اور ابو سعید خدری سے روایات لیتے ہیں اور آپ سے زہری امام مالک وغیرہ مشہور محدثین ثقہ علماء نے روایات لیں، حضرت ابن عمر کی اکثر روایات آپ سے مروی ہیں، امام مالک فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت ابن عمر کی احادیث حضرت نافع سے سن لیتا ہوں تو مجھے کسی اور سے سننے کی پرواہ نہیں ہوتی ،ایک سو سترہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۲) نافع ابن جبیر ابن مطعم: آپ قرشی حجازی ہیں اپنے والد اور حضرت ابوہریرہ وغیرہم سے روایات لیتے ہیں آپ سے امام زہری نے روایات لیں۔

(۳) نافع ابن غالب: آپ کی کنیت ابو غالب ہے درزی تھے یا باہلی تھے بصرہ والوں میں آپ کا شمار ہے۔

نبیہ ابن وہب: آپ کعبی حجازی ہیں ابان ابن عثمان اور کعب وغیرہم سے روایات لیتے ہیں۔

(۴) نضر ابن شمیل: آپ کی کنیت ابوالحسن ہے مازنی ہیں، مقام مرو میں رہے وہاں ہی ۲۰۳ھ دو سو تین میں وفات پائی آپ لغت نحو اور علم ادب کے امام ہیں۔

(۵) ناصح ابن عبداللہ: آپ محلمی ہیں آپ کا ذکر شفقت ورحمت کے باب میں آتا ہے۔

(۶) نفیلی: آپ کا نام عبداللہ ابن محمد ابن علی ابن نفیل ہے حافظ ہیں، امام احمد آپ کا بہت احترام فرماتے تھے، ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے بڑھ کر حافظ نہ دیکھا آپ دین اسلام کے رکن تھے، ۲۳۴ دو سو چونتیس میں وفات ہوئی آپ کے فضائل بہت ہیں۔

(۷) نجاشی: آپ حبشہ کے بادشاہ تھے آپ کا نام اصحمہ ہے، حضور انور پر ایمان لائے فتح مکہ سے پہلے آپ کی وفات ہوئی حضور انور نے مدینہ میں جماعت صحابہ کو لے کر آپ کی نماز جنازہ پڑھی، ابن منذر نے آپ کو صحابی فرمایا مگر حق یہ ہے کہ تابعی ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ نجاشی نے مسلمان مہاجروں کو اپنے ملک میں امان دی، حضرت جعفر طیار سے قرآن مجید سن کر ایمان لائے حضرت ام حبیبہ کا نکاح حضور انور سے غائبانہ آپ نے کیا، عمرو ابن عاص کو آپ کے ذریعہ ایمان ملا یعنی آپ وہ تابعی ہیں جن سے ایک صحابی کو ایمان ملا، عرصہ تک آپ کی قبر سے نور

نکلتا دیکھا گیا آپ کے متعلق یہ آیت اتری"وَ اِذَا سَمِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَی الرَّسُوۡلِ تَرٰۤی اَعۡیُنَہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ"،رضی اللہ عنہ۔

(۸) ابو نضر: آپ کا نام سالم ابن امیہ ہے،عمر ابن عبید ابن معمر قرشی کے آزاد کردہ ہیں مدنی ہیں،تابعین میں سے ہیں امام مالک،ثوری وغیرہم آپ سے روایات لیتے ہیں۔

(۹)ابو نضرہ منذر ابن مالک:آپ عبدی ہیں بہت صحابہ سے ملاقات ہے بصری ہیں،حسن بصری سے کچھ پہلے وفات پائی۔

(۱۰)ابن نواحہ: اس کا نام عبد اللہ تھا یہ مسیلمہ کذاب کی طرف سے ابن اثال کے ساتھ حضور انور کی خدمت میں آیا تھا اس کا پیغام لے کر،حضور نے فرمایا تھا کہ اگر ایلچی کا قتل جائز ہوتا تو میں تم کو قتل کردیتا،مسیلمہ کے قتل کے بعد یہ مسلمانوں میں شامل ہوگیا،یہ اپنی قوم بنی حنیفہ کا امام تھا جب حضرت ابن مسعود کوفہ کے حاکم تھے تب یہ مسیلمہ کی جماعت کے ساتھ آکر ایمان تو قبول کرلیا مگر اس کا ایمان قبول نہیں کیا،چنانچہ قرظہ ابن کعب کو حکم دیا انہوں نے اسے قتل کیا یہ مسیلمہ کو نبی مانتا تھا،مسیلمہ سے جنگ خلافت صدیقی میں ہوئی۔

و۔۔۔صحابہ کرام

(۱) واثلہ ابن اسقع: آپ لیثی ہیں،جب حضور انور غزوہ تبوک کی تیاری فرمارہے تھے تب آپ ایمان لائے،مشہور یہ ہے کہ آپ نے تین سال حضور انور کی خدمت کی صفہ والوں سے تھے پہلے بصرہ میں رہے پھر شام میں آپ کا گھر دمشق سے تین کوس دور بلاء میں تھا پھر بیت المقدس چلے گئے وہاں ہی وفات پائی سو برس عمر ہوئی۔

(۲) وہب ابن عمیر: ابن وہب جمحی آپ بدر کے دن قید ہوئے،پھر آپ کے والد آپ کو چھڑانے کے لیے مدینہ منورہ آئے مگر حضور کو دیکھ کر ایمان لے آئے حضور انور نے آپ پر احسان فرماتے ہوئے آپ کو قید سے آزاد کردیا اس کرم کریمانہ پر آپ بھی مسلمان ہوگئے گویا نبی کی صورت دیکھ کر عمیر ایمان لائے سیرت دیکھ کر وہب مؤمن ہوئے بارگاہ نبوی میں وہب کی بڑی عزت تھی حضور انور فتح مکہ کے زمانہ میں آپ کو دعوت اسلام دینے کے لیے صفوان ابن امیہ کے پاس بھیجا آپ کی وفات شام میں مجاہدانہ شان سے ہوئی۔

(۳) وابصہ ابن معبد:آپ کی کنیت ابو شداد ہے اوسی ہیں،کوفہ میں رہے پھر جزیرہ میں رہے مقام رقہ میں وفات ہوئی۔

(۴) وائل ابن حجر:آپ حضرمی ہیں،حضر موت کے سرداروں میں سے آپ بھی سردار تھے آپ کے والد یعنی حجر وہاں کے بادشاہ تھے وائل حضور کی خدمت میں وفد بن کر آئے حضور انور نے آپ کی آمد سے پہلے خبر دیدی کہ وائل ابن حجر دور دراز زمین حضر موت سے بخوشی و رغبت اللہ رسول کی طرف آرہے ہیں وہ بادشاہوں کی اولاد ہیں جب آپ حضور انور کے پاس پہنچے تو حضور انور نے مرحبا کہا اپنے پاس بلایا ان کے واسطے اپنی چادر شریف بچھادی اس پر انہیں بٹھایا اور دعا کی کہ وائل ان کی اولاد اولاد کی اولاد ان کی اولاد کی اولاد میں برکت دے اور حضر موت کے قبیلوں کا سردار بنایا آپ کے بیٹے عبد الجبار اور علقمہ وغیرہم آپ سے روایات لیتے ہیں۔

(۵) وحشی ابن حرب: حبشی ہیں،مکہ کے سوڈانی ہیں،جبیر ابن مطعم کے غلام آپ نے غزوہ احد میں حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا اس زمانہ میں آپ کافر تھے پھر غزوہ طائف کے بعد ایمان لائے خلافت صدیقی میں غزوہ یمامہ میں آپ شریک ہوئے،مسیلمہ کذاب کو آپ نے ہی قتل کیا آپ کہا کرتے تھے میں نے اس نیزہ سے خیر الناس اور شر الناس دونوں کو قتل کیا ہے شام میں رہے حمص میں وفات پائی آپ سے آپ کے بیٹے اسحاق اور حرب نے روایات لیں۔مترجم کہتا ہے کہ حضور انور نے ان سے فرمایا تھا کہ تمہارا ایمان تو ہم نے قبول فرمالیا مگر آئندہ ہمارے

سامنے نہ آنا تم کو دیکھ کر مجھے مظلوم شہید حمزہ یاد آتے ہیں، چنانچہ آپ گوشہ نشین ہو گئے اور حضور انور کی وفات کے بعد نکلے ایک آن کے صحابی ہیں۔

(۶) ولید ابن عقبہ: آپ کی کنیت ابو وہب ہے، قرشی ہیں، حضرت عثمانی غنی کے اخیافی بھائی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اس وقت آپ قریب البلوغ تھے حضرت عثمان نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنایا بڑے شاعر اور نامور قرشی مقام رقہ میں وفات پائی۔

(۷) ولید ابن ولید: آپ قرشی مخزومی ہیں، حضرت خالد ابن ولید کے بھائی غزوہ بدر میں بحالت کفر قید کئے گئے آپ کے بھائی خالد اور ہشام نے آپ کو فدیہ دیکر آزاد کرایا فدیہ ادا ہو چکنے کے بعد آپ اسلام لائے کسی نے کہا کہ فدیہ سے پہلے تم مسلمان کیوں نہ ہو گئے فرمایا تاکہ تم یہ نہ کہو میں قید وبند کے ڈر سے مسلمان ہوا ہوں کفار مکہ نے آپ کو اسلام کی وجہ سے قید کردیا حضور انور نے آپ جیسے مجبور مظلوم مسلمانوں کی خلاصی کی دعا کے لیے قنوت نازلہ پڑھی پھر آپ مکہ معظّمہ سے چھوٹ کر مدینہ منورہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے، عمرہ قضاء میں شریک ہوئے،آپ سے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ نے روایات لیں۔

(۸) ورقہ ابن نوفل ابن اسد: آپ قرشی ہیں، زمانہ جاہلیت میں عیسائی بن گئے تھے توریت کے بڑے تھے بہت بوڑھے اور نابینا تھے ام المؤمنین خدیجہ کے چچازاد بھائی تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضور انور کی تصدیق سب سے پہلے آپ نے کی پہلی وحی حضور انور نے بی بی خدیجہ کو سنائی آپ حضور کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ (بخاری شریف)

(۹) ابو واقد: آپ کا نام حارث ابن عوف ہے لیثی ہیں، پرانے مؤمن ہیں،آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہے مگر مکہ معظّمہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی پچھتّر سال عمر پائی، ۶۷ھ سرسٹھ میں وفات ہوئی فج میں دفن ہوئے۔

و۔۔۔تابعین عظام

(۱) وہب ابن منبہ: آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے صنعانی ہیں، اولاد فارس سے ہیں، حضرت جابر وابن عباس سے ملاقات ہے ۱۱۴ھ ایک سو چودہ میں وفات ہے۔

(۲) وبرہ ابن عبدالرحمٰن: کنیت ابو خزیمہ ہے حارثی ہیں، حضرت ابن عمر وسعید ابن جبیر سے ملاقات ہے۔

(۳) وکیع ابن جراح: کوفی ہیں، قیس ابن غیلان کے قبیلہ سے ہیں، نیشاپور کے علاقہ کے ہیں، بغداد میں آئے وہاں خدمت حدیث کی وہاں کے مشائخ سے احادیث لیں جو ثقہ اور قابل اعتماد محدث تھے امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے ۹۹ھ میں پیدائش ہے ۱۷۹ھ ایک سو اناسی میں وفات،مکہ مظمہ سے لوٹتے ہوئے مقام قید میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے،امام ابو حنیفہ سے کچھ سنا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آپ امام شافعی کے استاذ ہیں، بڑے درجہ والے ہیں۔

(۴) وحشی ابن حرب: اپنے والد حرب اور اپنے دادا سے روایات لیتے ہیں اہل شام میں آپ کا شمار ہے۔

(۵) ابو وائل: آپ کا نام شقیق ابن سلمہ ہے اسدی کوفی ہیں، زمانہ جاہلیت واسلام دونوں پائے مگر حضور انور کی زیارت نہ کرسکے، فرماتے ہیں کہ میں حضور انور کی نبوت سے پہلے دس سال کا تھا جماعت صحابہ سے روایات لیتے ہیں ثقہ ہیں، حضرت ابن مسعود کے خاص ہیں، حجاج کے زمانہ میں وفات پائی، ثبت ہیں حجۃ ہیں۔

ہ۔۔۔صحابہ کرام

(۱) ہشام ابن حکیم: ابن حزام آپ قرشی اسدی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے فضلاء صحابہ سے ہیں، وعظ ونصیحت بہت فرماتے تھے بہت حضرات نے حتی کہ حضرت عمر نے آپ سے روایات لیں اپنے والد سے پہلے ۵۴ھ چون میں وفات پائی۔

(۲) ہشام ابن عاص: آپ حضرت عمرو ابن عاص کے بھائی ہیں، پرانے مؤمن ہیں، مکہ معظّمہ میں ایمان لائے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر جب انہیں پتہ لگا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کرکے تشریف لے آئے ہیں آپ بھی مدینہ منورہ آگئے بہترین صحابی ہیں، ۱۳؁ تیرہ غزوہ یرموک میں شہید ہوئے یعنی خلافت فاروقی میں۔

(۳) ہشام ابن عامر: آپ انصاری ہیں، بصرہ میں رہے آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہم نے روایات لیں۔

(۴) ہلال ابن امیہ: آپ واقفی انصاری ہیں، بصرہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہوسکے آپ پر بھی عتاب ہوا آپ نے ہی اپنی بیوی کو شریک ابن صحماء سے الزام لگایا۔

(۵) ہذال ابن ذباب: آپ کی کنیت ابو نعیم ہے اسلمی ہیں، آپ سے آپ کے بیٹے نعیم وغیرہم نے روایات لیں۔

(۶) ابو ہریرہ: آپ کے نام اور نسب میں بہت ہی اختلاف ہے، زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبد الشمس یا عبد عمرو تھا اسلام میں آپ کا نام عبد اللہ یا عبدالرحمٰن ہوا۔ قوی یہ ہے کہ آپ دوسی ہیں، حاکم اور ابو احمد کہتے ہیں کہ آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن صخر ہے مگر نام گم ہو کر رہ گیا خیبر کی فتح کے سال ایمان لائے اور غزوہ خیبر میں شریک ہوئے، پھر حضور کے ساتھ سایہ کی طرح رہے علم کا بہت شوق تھا ہر دم حضور کے ساتھ رہتے تھے اللہ نے آپ کو غضب کا حافظہ دیا تھا آپ نے ایک بار حضور انور کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں حضور کے فرمان بھول جاتا ہوں فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ آپ نے پھیلائی حضور انور نے کچھ پڑھ کر دم فرمایا آپ نے چادر سینے سے لگائی پھر حافظہ بہت ہی قوی ہوگیا، امام بخاری کہتے ہیں کہ آپ سے آٹھ سو حضرات سے زیادہ نے رویات لیں حتی کہ حضرت ابن عباس ابن عمر، جابر، انس نے بھی، آپ کی عمر اٹھتر سال ہوئی، ۵۷؁ ستاون یا اٹھاون میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

(۷) ابو الہیثم: آپ کا نام مالک ابن تیہان ہے، آپ کا ذکر میم کی تختی میں گزر گیا۔

(۸) ابو ہاشم: آپ کا نام شیبہ ابن عتبہ ابن ربیعہ ہے قرشی ہیں، بعض نے کہا کہ آپ کا نام ہشام ہے امیر معاویہ ابن ابوسفیان کے ماموں ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے خلافت عثمانیہ میں وفات پائی فاضل صالح تھے۔

ہ۔۔۔تابعین عظام

(۱) ابو ہند: آپ یسار کے بیٹے ہیں، یسار حضور کے حجام تھے جنہوں نے حضور انور کی فصد لگائی، بنی بیاضہ کے آزاد کردہ تھے۔

(۲) ہشام ابن عروہ ابن زبیر: آپ کی کنیت ابو المنذر ہے قرشی مدنی ہیں، مدینہ منورہ کے مشہور تابعی ہیں، بڑے محدث ہیں، بڑے علماء سے ہیں، حضرت ابن زبیر ابن عمرو وغیرہم سے روایات لیتے ہیں، بغداد میں خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے، ۶۱؁ اکسٹھ میں پیدا ہوئے، ۱۴۶؁ ایک سو چھیالیس میں وفات پائی رضی اللہ عنہم۔

(۳) ہشام ابن زید ابن انس ابن مالک: آپ انصاری ہیں، اپنے دادا انس سے روایات لیتے ہیں، بصرہ والوں میں آپ کا شمار ہے ایک جماعت نے آپ سے روایات لیں۔

(۴) ہشام ابن حسان: آپ قردوسیوں کے آزاد کردہ ہیں، آپ ہی فرماتے ہیں کہ گن لو جنہیں حجاج نے باندھ کر قتل کرایا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے آپ کی وفات ۱۴۷؁ ایک سو سینتالیس میں ہے، قردوس قاف کے پیش سے ہے۔

(۵) ہشام ابن عمار: آپ کی کنیت ابو الولید ہے سلمی دمشقی مقری ہیں، حافظ تھے دمشق کے خطیب تھے بانوے سال عمر ہوئی ۲۴۵؁ دو سو پینتالیس میں وفات پائی، بڑے محدثین نے آپ سے روایات لیں۔

(۶) ہشام ابن زیاد: آپ کی کنیت ابو المقدام ہے محدثین نے آپ کو ضعیف کہا ہے۔

(۷) ہشیم ابن بشیر: آپ سلمی واسطی ہیں، بہت سے صحابہ سے سنا ہے، ۱۰۴ھ ایک سو چار میں پیدائش ہے اور ۱۸۳ھ ایک سو تراسی میں وفات۔

(۸) ہلال ابن علی ابن اسامہ: آپ اپنے دادا ہلال ابن ابی میمونہ کی طرف منسوب ہیں فہری ہیں، حضرت انس عطاء ابن یسار وغیر ہم سے روایات لیتے ہیں۔

(۹) ہلال ابن عامر: آپ مزنی ہیں، اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے رافع مزنی سے ملاقات ہے۔

(۱۰) ہلال ابن یساف: آپ اشجع کے آزاد کردہ ہیں، حضرت علی کی زیارت کی ہے۔

(۱۱) ہلال ابن عبداللہ: آپ کی کنیت ابو ہاشم ہے باہلی ہیں، امام بخاری نے فرمایا کہ منکر الحدیث ہیں۔

(۱۲) ہمام ابن حارث: آپ نخعی تابعی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ ابن مسعود وغیر ہم سے روایات لیتے ہیں۔

(۱۳) ہود ابن عبداللہ ابن سعد: آپ مصری ہیں اپنے دادا مزیدہ سے روایات لیتے ہیں۔

(۱۴) ہبیرہ ابن مریم: حضرت علی و ابن مسعود سے روایات لیتے ہیں قوی نہیں ہیں، ۶۶ چھیاسٹھ میں فوت ہوئے۔

(۱۵) ہذیل ابن شرحبیل: آپ ازدی کوفی ہیں عبداللہ ابن مسعود سے ملاقات ہے۔

ابو الہیّاج: آپ کا نام حبان ابن حصین ہے اسدی ہیں، عمار ابن یاسر کے کاتب تھے جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت علی و عمار سے ملاقات ہے۔

ہ۔۔۔ صحابیات

(۱) ہند بنت عتبہ: آپ ابوسفیان کی زوجہ اور امیر معاویہ کی ماں ہیں، فتح مکہ کے دن ابوسفیان کے بعد ایمان لائیں ان دونوں کو حضور انور نے ان کے نکاح پر قائم رکھا بڑی فصیحہ عاقلہ تھیں جب حضور انور نے خطبہ عالیہ میں عورتوں سے فرمایا کہ شرک نہ کرو چوری نہ کرو تو آپ نے پوچھا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے خرچ پورا نہیں دیتے تو فرمایا کہ تم بقدر ضرورت ان کی جیب سے نکال سکتی ہو پھر فرمایا کہ زنا نہ کرو تو آپ بولیں کیا کوئی آزاد عورت بھی زنا کرسکتی ہے فرمایا اپنے بچوں کو قتل نہ کرو آپ بولیں کہ ہمارے لوگ تو بدر میں قتل ہوگئے آپ کی وفات خلافت فاروقی میں ہوئی آپ اور صدیق اکبر کے والد ابو قحافہ نے ایک ہی دن وفات پائی حضرت عائشہ نے آپ سے روایات لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ احد کے دن ہندہ نے حضرت امیر حمزہ کی کلیجی نکال کر چبائی ان کے اعضاء نہانی کا ہار گلے میں ڈالا مگر پھر غزوہ یرموک میں بڑی بہادری سے جہاد کیا اس غزوہ کی فتح کا سہرہ آپ کے سر رہا احد کے دن کا بدلہ کر دیا ان کا احترام چاہیئے۔

(۲) ام ہانی: آپ کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے حضرت علی کی بہن ہیں اسلام کے ظہور سے پہلے حضور انور نے آپ کو اپنے نکاح کا پیغام دیا اور ہبیرہ نے بھی پیغام دیا ابو طالب نے ہبیرہ سے آپ کا نکاح کر دیا پھر ظہور اسلام کے بعد آپ ایمان لے آئیں، ہبیرہ کافر رہا تو حضور انور نے نکاح ختم فرمادیا جیسا کہ اسلامی قانون ہے، پھر حضور انور نے اپنے نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے یہ کہہ کر معذرت فرمادی کہ میں بہت بچوں والی بی بی ہوں حضور کو تکلیف ہوگی آپ سے حضرت علی ابن عباس وغیر ہم نے روایات لیں، مترجم کہتا ہے کہ آپ ہی کے گھر سے حضور انور کو معراج ہوئی۔

(۳) ام ہشام بنت حارثہ ابن نعمان: آپ صحابیہ ہیں آپ سے ایک جماعت نے روایات لیں۔

ی۔۔۔ صحابہ کرام

(۱) یزید ابن اسود: آپ سوائی ہیں اہل طائف میں آپ کا شمار ہے۔

(۲) یزید ابن عامر: آپ سوائی حجازی ہیں، غزوہ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھے پھر اس کے بعد ایمان لائے آپ سے سائب ابن یزید نے روایات لیں۔

(۳)یزید ابن شیبان: آپ ازدی ہیں صحابی ہیں، آپ سے کئی صحابہ نے روایات لیں۔

(۴)یزید ابن نعامہ: آپ ضبی ہیں، آپ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھے بعد میں اسلام لائے، امام ترمذی نے کہا کہ آپ نے حضور انور سے کچھ سنا نہیں۔

(۵) یحییٰ ابن اسید ابن حضیر: آپ انصاری ہیں، حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے، فضل قراءت کے بیان میں آپ کا ذکر آتا ہے بحالت ہوش و سمجھ حضور انور کو دیکھا مگر آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

(۶) یوسف ابن عبداللہ ابن سلام: آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، حضور انور کے زمانہ میں پیدا ہوئے حضور کی خدمت میں لائے گئے، حضور انور نے آپ کو اپنی گود میں لیا نام یوسف رکھا سر پر ہاتھ پھیرا۔

(۷) یعلیٰ ابن امیہ: آپ تمیمی حنظلی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے حنین طائف تبوک میں شریک ہوئے، جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے اور قتل ہوئے۔

(۸) یعلیٰ ابن مرہ: آپ ثقفی ہیں، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف، تبوک میں شریک ہوئے، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔

(۹) ابو الیسر: آپ کا نام کعب ابن عمر ہے آپ کا ذکر کاف کی تختی میں ہو چکا۔

ی۔۔۔تابعین کرام

(۱)یزید ابن ہارون: آپ ہارون اسلمی ہیں واسطی لوگوں کے آزاد کردہ بغداد میں آئے وہاں خدمت حدیث کی پھر واسط چلے گئے وہاں ہی وفات پائی، ۱۱۸ھ ایک سو اٹھارہ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۷ھ دو سو سترہ میں وفات پائی حافظ ثقہ زاہد تھے ابن مدینی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ کوئی حافظ نہیں دیکھا۔

(۲)یزید ابن زریع: آپ کی کنیت ابو معاویہ ہے حافظ ہیں، امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ آپ بصرہ میں تحقیق حدیث کے ملجاو ماوی ہیں، اکیاسی سال عمر ہوئی اور شوال ۱۸۲ ایک سو بیاسی میں وفات پائی۔

(۳)یزید ابن ہرمز: آپ ہمدانی مدنی ہیں، بنی لیث کے مولیٰ ہیں حضرت ابوہریرہ سے ملاقات ہے۔

(۴)یزید ابن ابی عبید: آپ سلمہ ابن اکوع کے آزاد کردہ ہیں کئی صحابہ سے ملاقات ہے۔

(۵)یزید ابن رومان: آپ کی کنیت ابو روح ہے اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

(۶)یزید ابن اصم: آپ ام المؤمنین میمونہ کے بھانجے ہیں حضرت میمونہ وابوہریرہ سے ملاقات ہے۔

(۷)یزید ابن نعیم ابن ہزال: آپ اسلمی ہیں، اپنے والد اور حضرت جابر سے روایات لیتے ہیں۔

(۸)یزید ابن زیاد: آپ دمشقی ہیں زہری ہیں اور سلیمان ابن حبیب سے ملاقات ہے۔

(۹) یعلیٰ ابن ملک: تابعی ہیں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ سے روایات لیتے ہیں۔

(۱۰) یعیش ابن طخفہ ابن قیس: آپ غفاری ہیں آپ کے والد صفوان والوں سے تھے۔

(۱۱) یعقوب ابن عاصم ابن عروہ ابن مسعود: آپ ثقفی ہیں، حجازی ہیں، حضرت ابن عمر سے ملاقات ہے۔

(۱۲) یحییٰ ابن خلف: آپ باہلی ہیں، ۲۴۲ھ دو سو بیالیس میں وفات پائی۔

(۱۳) یحیٰ ابن سعید: آپ انصاری مدنی ہیں، بہت صحابہ سے ملاقات ہے بنی امیہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے قاضی تھے پھر سلطان منصور آپ کو عراق میں لایا وہاں مقام ہاشمیہ کا قاضی رکھا وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی ۱۴۳ھ ایک سو تینتالیس میں، علم حدیث و فقہ کے امام تھے عالم متقی زاہد صالح تھے فقہ اور دینداری میں مشہور زمانہ تھے۔

(۱۴) یحیٰ ابن حصین: آپ اپنی دادی ام حصین سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۵) یحیٰ ابن عبدالرحمٰن ابن حاطب ابن ابی بلتعہ: آپ مدنی ہیں جماعت صحابہ سے روایات لیتے ہیں۔

(۱۶) یحیٰ ابن عبداللہ ابن سجمر: آپ صنعانی ہیں، فروہ ابن مسک سے روایت لیتے ہیں۔

(۱۷) یحیٰ ابن ابی کثیر: آپ کی کنیت ابوالیسر ہے یمامی ہیں اصلی باشندے بصرہ کے تھے پھر یمامہ چلے گئے تھے حضرت انس ابن مالک سے ملاقات ہے۔

(۱۸) یونس ابن یزید: آپ ایلی ہیں، قاسم عکرمہ اور زہری سے ملاقات ہے، ۱۵۹ھ ایک سوانسٹھ میں وفات ہے۔

(۱۹) یونس ابن عبید: بصری ہیں، حسن بصری محمد ابن سیرین کے شاگرد ہیں، ۱۳۹ھ ایک سوانتالیس میں وفات ہے۔

ی۔۔۔صحابیات

(۱) یسیرہ: آپ کی کنیت ام یاسر ہے انصاریہ ہیں مہاجرین میں سے ہیں۔

۲۴ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ، ۱۳ مارچ ۱۹۶۹ء پنجشنبہ ۹ بجے صبح

نسب نامہ

سیدنا عبداللہ کے صرف ایک فرزند ہی ہوئے یعنی حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جناب عبداللہ حضرت عبدالمطلب کے فرزند ہیں نسب شریف یہ ہے۔

اولاد عبدالمطلب ابن ہاشم:

آپ کی کل چھ بیویاں ہوئیں جن کی اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) صفیہ بنت حجیر ابن زباب ابن سوادہ ابن عامر ابن صعصعہ از نسل نضر ابن کنانہ، آپ کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا حارث۔

(۲) فاطمہ بنت عمرو ابن عائذ ابن عمران ابن مخزوم ابن یقظہ ابن مرہ، آپ کے بطن سے چھ لڑکیاں اور چار لڑکے پیدا ہوئے۔

لڑکیاں: عاتکہ، برہ، اردی، الیمہ، بیضاء، ام کلیم۔

لڑکے: زبیر، ابوطالب، عبدالکعبہ، عبداللہ۔

(۳) بنی بنت ہاجرہ: از اولاد خزاعہ، ابولہب، عبدالعزیٰ۔

(۴) ہالہ بن رہیب ابن عبد مناف ابن زہرہ ابن کلاب، آپ سے ایک بیٹی چار بیٹے ہوئے۔

بیٹی: صفیہ۔ بیٹے: مقوم، حجل، مغیرہ، حمزہ۔

(۵) نبظہ بنت خباب ابن کلیب از نسل ترار آپ کے بطن سے تین بیٹے ہوئے: ضرار، قثم، عباس۔

(۶) منعمہ بنت عمرو ابن مالک از نسل خزاعہ کے بطن سے ۲ بیٹے ہوئے: غیداق، مصعب۔

عبد المطلب کی کل ۷ لڑکیاں اور سولہ لڑکے ہوئے۔ بعض مؤرخین نے فرمایا غیداق حجل ہی کا نام ہے اور عبد الکعبہ مقوم کا نام، قثم کوئی نہیں۔اس حساب سے آپ کے تیرہ بیٹے ہوئے۔ عبد الکعبہ کا نام عامر لقب شیبہ ہے،آپ ۴۹۷ء میں پیدا ہوئے اور ۵۷۹ء میں انتقال ہوا، بیاسی سال عمر ہوئی کثیر الاولاد تھے۔

اولاد ہاشم آپ کا نام عمر ہے

آپ کی چھ بیویاں ہوئیں اور اولاد یعنی بیٹے بیٹیاں۔

(۱) سلمہ بنت عمرہ ابن زید بخاری آپ سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی: عبد المطلب، رقیہ۔

(۲) ہند بنت عمرہ: ابن ثعلبہ خزرجی ان کے شکم سے صرف ایک بیٹا ہوا، صفی۔

(۳) قیلہ بنت عامر ابن مالک ابن جزعہ کے شکم سے صرف ایک بیٹا ہوا، اسد۔

(۴) اسیمہ بنت عدی ابن عبد اللہ ابن دینار: آپ کے شکم سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں: نضلہ، شفاء۔

(۵) واقدہ بنت عدی آپ کے شکم سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں: صعیفہ، خالدہ۔

(۶) عدی بن حبیب ثقفیہ: آپ کے بطن سے صرف ایک لڑکی ہوئی، حنّہ۔

عبد مناف کی اولاد آپ کا نام مغیرہ ہے

آپ کی کل تین بیویاں ہوئیں اور ان کے بطن سے چھ لڑکے لڑکیاں ہوئیں۔

(۱) عاتکہ کبریٰ بنت مرہ ابن بلال: آپ کے شکم سے تین بیٹے پانچ بیٹیاں ہوئیں، بیٹے: عبد الشمّس، ہاشم، مطلب۔ بیٹیاں: مرہ، حنہ، ہالہ، قلابہ۔

(۲) واقدہ بنت عامرہ ابن عبد کے شکم سے تین بیٹے ہوئے: ابو عبیدہ، ابو عمرو، نوفل۔

(۳) قبیلہ ثقیف کی ایک عورت تھی جس کے بطن سے ایک لڑکی ریطہ ہوئی۔

خیال رہے کہ عبد الشمّس کے بیٹے کا نام امیہ ہے اور ہاشم کے بیٹے عبد المطلب ہیں اور مطلب کے تین بیٹے ہوئے: حصین، طفیل، عبیدہ۔

نسب نامہ صحابہ واہلبیت!

ابو بکر صدیق: آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس ہیں، ان سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹے: عبد اللہ، عبد الرحمٰن، محمد، بیٹیاں: اسماء، عائشہ صدیقہ، ام کلثوم۔ام کلثوم کی ولادت آپ کی وفات کے بعد ہوئی عائشہ صدیقہ کا نکاح حضور انور سے ہوا، حضرت اسماء کا نکاح زبیر ابن عوام سے ہوا جن سے عبد اللہ ابن زبیر پیدا ہوئے محمد ابن ابو بکر حضرت علی کی طرف سے والیٔ مصر ہوئے ان کے بیٹے قاسم فقیہ اعظم تھے، آپ کی بیٹی یعنی فروہ کا نکاح ام باقر سے ہوا ان سے امام جعفر صادق پیدا ہوئے۔

عمر فاروق: آپ کے چھ بیٹے ہیں: عبد اللہ، عبید اللہ، عبد الرحمٰن (ابو شحمہ) زید، مجیر، عاصم ان میں سے زید ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا کے بطن شریف سے پیدا ہوئے۔آپ کی دو بیٹیاں ہیں: حفصہ، رقیہ۔ حفصہ حضور انور کے نکاح میں آئیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ ابو شحمہ کو شراب یا زنا کی سزا دی گئی بلکل غلط ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات مؤلفہ محمد طاہر اور کتاب اہل بیت)

عثمان غنی: آپ کے نکاح میں حضور انور کی دو بیٹیاں آگے پیچھے آئیں: ام کلثوم، رقیہ۔ام کلثوم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، رقیہ سے عبد اللہ ابن عثمان پیدا ہوئے جو چھ سال کی عمر میں وفات پاگئے، آپ کے کل آٹھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بیٹے: عبد اللہ اکبر، عمرو، ابان، خالد، عمر،

عبد الملک، سعید، ولید۔ بیٹیاں: مریم کبریٰ، ام سعید، عائشہ، ام ابان، ام ایوب۔ عائشہ بنت عثمان کا نکاح امام حسن ابن علی سے ہوا، ام ایوب عبد الملک ابن مروان کے نکاح میں آئیں۔

علی مرتضٰی: آپ کی کل نو بیویاں اور بہت اولاد۔ فاطمہ زہرا حسن، حسین بیٹے، زینب، ام کلثوم بیٹیاں۔ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے ہوا، ان سے حضرت زید ابن عمر اور رقیہ بنت عمر پیدا ہوئے (فروع کافی جلد دوم، باب تزویج) حضرت عمر کی شہادت کے بعد ام کلثوم کا نکاح محمد ابن جعفر سے ہوا ان کے بعد عون سے نکاح ہوا عون کے نکاح میں ام کلثوم فوت ہوئیں۔ (کتاب المعارف کتاب اہل بیت)

ام بنین بنت حرام: ان کے شکم سے چار بیٹے ہوئے: عباس، جعفر، عبد اللہ، عثمان۔

لیلیٰ بنت مسعود: آپ کے شکم سے دو بیٹے ہوئے: عبد اللہ، ابو بکر۔

اسماء بنت عمیس: آپ کے شکم سے دو بیٹے ہوئے: یحیٰ، محمد۔ یہ تمام مذکورہ حضرات کربلا میں شہید ہوئے۔

امامہ: آپ کے بطن سے ایک بیٹے محمد پیدا ہوئے۔

خولہ بنت جعفر حنفیہ: آپ خلافت صدیقی میں غزوہ یمامہ میں گرفتار ہو کر آئیں حضرت علی کے نکاح میں دی گئیں آپ سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے۔

صہبہ بنت ربیعہ ثغلبی: آپ کے شکم سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

ام سعید بنت عروہ: آپ سے بھی تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

محیاء بنت امرء القیس: آپ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ خیال رہے کہ امام حسن و حسین کی اولاد سید کہلاتی ہے اور عباس، جعفر، محمد ابن حنفیہ کی اولاد علوی کہلاتی ہے۔

امام حسن (ابو محمد) امام حسن کے نکاح قریبًا ایک سو ہوئے آپ کے بیٹے چودہ تھے بیٹیاں چھ۔ بیٹے: حسن مثنی، حسین، طلحہ، اسماعیل، عبد اللہ، حمزہ، یعقوب، عبد الرحمٰن، عبد اللہ، ابو بکر، قاسم، عمر، یزید، زید۔ عمر، قاسم، عبد اللہ کربلا میں شہید ہوئے۔ بیٹیاں: فاطمہ، ام سلمہ، ام عبد اللہ، ام الحسین، رملہ، ام الحسن۔ امام حسن کا نکاح عائشہ بنت عثمان سے ہوا، ان کے شکم سے ابو بکر ابن حسن اور عمر ابن حسن پیدا ہوئے، نیز آپ کا نکاح حفصہ بنت عبد الرحمٰن ابن ابو بکر صدیق سے ہوا لہٰذا امام حسن حضرت صدیق اکبر کے پوتے داماد ہیں، حضور غوث اعظم عبد القادر جیلانی عبد اللہ ابن حسن ابن علی کی اولاد سے ہیں آپ حسنی حسینی سید ہیں۔

امام حسین (ابو عبد اللہ) آپ کے گیارہ بیٹے ہیں اور چار بیٹیاں۔ تفصیل یہ ہے کہ بیٹے: عابد، علی اکبر، علی اصغر، زید، ابراہیم، محمد حمزہ، ابو بکر، جعفر، یزید، عمر۔ بیٹیاں: فاطمہ کبریٰ، رقیہ، سکینہ، فاطمہ صغریٰ۔ آپ کے چار بیٹے: علی اصغر، علی اکبر، ابو بکر اور عمر کربلا میں شہید ہوئے۔ عابد، زید، ابراہیم، یزید، محمد، حمزہ سے نسل چلی۔

سکینہ بنت حسین کا شام کی قید میں مر جانے کی روایت بالکل غلط ہے۔ آپ زندہ رہیں اور مصعب ابن زبیر کے نکاح میں آئیں، ان کی وفات کے بعد آپ عبد اللہ ابن عثمان ابن عفان کے نکاح میں آئیں جن سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر اصبغ ابن عمیر ابن عبد العزیز ابن مروان کے نکاح میں آئیں، آپ یعنی سکینہ کی وفات خلیفہ ہشام کے زمانہ میں ہوئی بلکہ تاریخ داں حضرات پر مخفی نہیں کہ بعد شہادت امام حسین بقیہ اہل بیت کو قیدی بنانا جیل میں رکھنا یہ بھی محض بناوٹی ہے جو رلانے کے لیے گڑھا گیا ہے۔

زین العابدین: آپ کا نام عابد ہے، لقب علی اوسط، خطاب زین العابدین، آپ کی والدہ بی بی شہر بانو بنت یزد گرد شاہ ایران ہیں، شہر بانو ایران کی شاہزادی تھیں جو خلافت فاروقی میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ آئیں، حضرت عمر نے فرمایا کہ شاہزادی شاہزادے کو دی جاوے گی اور امام

حسین سے آپ کا نکاح کر دیا،ان کے شکم سے امام زین العابدین پیدا ہوئے،آپ کے بیٹے گیارہ اور بیٹیاں چھ۔ تفصیل یہ ہے بیٹے: محمد باقر، جعفر،ابو الحسن، زید، عبد اللہ، عبد الرحمٰن، سلیمان، عمر،اشرف، حسن اصغر، حسن اکبر علی۔ بیٹیاں: خدیجہ، زینب، عالیہ، ام کلثوم، ملیکہ، ام الحسن، ام الحسین۔ محمد، باقر، عبد اللہ، عمر، اشرف، زید شہید ہوئے۔

امام باقر: امام محمد باقر کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بیٹے: جعفر، عبد اللہ، رضا، عبید اللہ، ابراہیم۔

بیٹیاں: زینب، ام سلمٰی۔

امام باقر کی بیوی فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر صدیق کے شکم سے امام جعفر پیدا ہوئے، امام باقر کا انتقال ۱۱۷ھ ایک سو سترہ ہجری میں ہوا۔

امام جعفر: آپ کے نو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

بیٹے: موسیٰ کاظم، حسن، مطہر، اسمٰعیل، ہادی، اسحاق، محمد، عبس، علی۔

بیٹیاں: ام فروہ، اسماء، فاطمہ، اسماء مسکین۔

عجیب انکشافات:

تاریخ آئینہ تصوف، مجمع العارف، برحاشیہ حلیۃ المتقین طبع ایران اور کتاب اہل بیت میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت کی والدہ خدیجہ بنت امام زین العابدین ہیں اور آپکی زوجہ فاطمہ مسکین بنت امام جعفر صادق ہیں۔ **و اللہ ورسولہ اعلم!**

موسیٰ کاظم:

آپ کی بہت اولاد ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔ بیٹے: امام رضا، ابرہیم، عباس، قاسم، اسمٰعیل، جعفر، ہارون، حسن، احمد، محمد، حمزہ، عبد اللہ، اسحاق، عبید اللہ۔

بیٹیاں: فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، رقیہ، کلیمہ، ام ابیہا، رقیہ صغریٰ، کلثوم، ام جعفر، لبابہ، زینب، خدیجہ، علیاء آمنہ حسینہ، برہیمہ، عائشہ، ام سلمہ، میمونہ، کلثوم صغریٰ۔ تحقیق یہ ہے کہ امام رضا کے صرف ایک صاحبزادے تھے محمد تقی بعض مؤرخین نے فرمایا کہ آپ کے بیٹے پانچ تھے بیٹی ایک۔

بارہ امام

علی مرتضی، امام حسن، امام حسین، زین العابدین، محمد باقر، امام جعفر صادق، موسیٰ کاظم، علی رضا، محمد جواد، علی عسکری، حسن خالص ابو محمد، محمد الحجہ، ابو القاسم۔

شجرہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبد اللہ

عبد المطلب: علی ابن ابی طالب

ہاشم:

عبد مناف: آمنہ بنت وہب، عثمان ابن عفان، ابن ابو العاص ابن امیہ ابن عبد الشمس۔

قصی: زبیر ابن عوام ابن خویلد ابن اسد ابن عزی، خدیجۃ الکبریٰ۔

کلاب: عبدالرحمٰن ابن عوف ابن عبدیغوث ابن حارث ابن زہرہ، سعد ابن ابی و قاص ابن مالک ابن وہب ابن عبد مناف ابن زہرہ۔
مرہ: خالد ابن ولید ابن مغیرہ ابن عبداللہ ابن عمر ابن مخزوم ابن یقطہ، ابوبکر صدیق ابن ابوقحافہ ابن عامر ابن طلحہ ابن عبداللہ ابن عثمان ابن کعب ابن سعد ابن تیم۔
کعب: عمر ابن خطاب ابن نفیل سعید ابن زید ابن عمرو ابن عبدالعزیٰ ابن رباح ابن عبداللہ ابن قرظ ابن رواح ابن عدی۔
لوی:
غالب:
فہر: ابوعبیدہ ابن عبداللہ ابن جراح ابن وہب ابن ضمہ ابن حارث۔
مالک:
نضر:
کنانہ:
خزیمہ:
مدرکہ:
الیاس:
مضر:
نزار:
معد:
عدنان:

مرتب حکیم الامت مفتی احمد یار خاں مدظلہ العالی